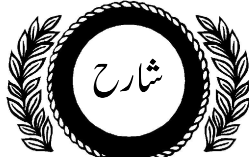
# الشرح الثمیری

## علی المختصر للقدوری

۳۶۲ھ - ۴۲۸ھ

احادیث کا عظیم ذخیرہ





حضرت مولانا ثمیر الدین قاسمی صاحب دامت برکاتہم


﴿ الجزء الثالث ﴾

(اس جلد میں ہیں)

کتاب النکاح، کتاب الرضاع، کتاب الطلاق، باب الرجعة، کتاب الایلاء، کتاب الخلع، کتاب الظهار، کتاب اللعان، کتاب العدة، کتاب النفقات، کتاب العتاق، باب التدبیر، باب الاستیلاد، کتاب المکاتب، کتاب الولاء، کتاب الجایات، کتاب الدیات، باب القسامة، کتاب المعاقل، کتاب الحدود، باب حد الشرب، باب حد القذف، کتاب السرقة وقطاع الطریق، کتاب الاشربة.


ناشر

جامعۃ روضۃ العلوم، نیا نگر، جھارکھنڈ، انڈیا

# فہرست مضامین الشرح الثمیری جلد سوم


| نمبر شمار | عنوانات | مسئلہ نمبر کہاں سے کہاں تک ہے | صفحہ نمبر |
|---|---|---|---|
| ۱ | خصوصیات الشرح الثمیری ........ | ........ | ۱ |
| ۲ | فہرست مضامین الشرح الثمیری ........ | ........ | ۲ |
| ۳ | کتاب النکاح ........ | ۱۷۲۶ سے ۱۸۵۹ تک ........ | ۴ |
| ۴ | محرمات کا بیان ........ | ۱۷۳۱ سے ........ | ۹ |
| ۵ | باکرہ اور ثیبہ کے لئے ولی کے احکام ........ | ۱۷۵۳ سے ........ | ۲۰ |
| ۶ | کفو کا بیان ........ | ۱۷۷۲ سے ........ | ۳۰ |
| ۷ | مہر مثل کا بیان ........ | ۱۸۱۴ سے ........ | ۵۱ |
| ۸ | عیوب کا بیان ........ | ۱۸۲۷ سے ........ | ۵۷ |
| ۹ | باری کا بیان ........ | ۱۸۵۵ سے ........ | ۷۱ |
| ۱۰ | کتاب الرضاع ........ | ۱۸۶۰ سے ۱۸۸۴ تک ........ | ۷۴ |
| ۱۱ | کتاب الطلاق ........ | ۱۸۸۵ سے ۱۹۶۹ تک ........ | ۸۵ |
| ۱۲ | طلاق صریح اور طلاق کنایہ کا بیان ........ | ۱۹۰۲ سے ........ | ۹۴ |
| ۱۳ | تفویض طلاق کا بیان ........ | ۱۹۵۵ سے ........ | ۱۱۶ |
| ۱۴ | طلاق میں استثناء کا بیان ........ | ۱۹۶۶ سے ........ | ۱۲۱ |
| ۱۵ | باب الرجعۃ ........ | ۱۹۷۰ سے ۱۹۸۹ تک ........ | ۱۲۴ |
| ۱۶ | کتاب الایلاء ........ | ۱۹۹۰ سے ۲۰۰۴ تک ........ | ۱۳۶ |
| ۱۷ | کتاب الخلع ........ | ۲۰۰۵ سے ۲۰۲۱ تک ........ | ۱۴۴ |
| ۱۸ | کتاب الظھار ........ | ۲۰۲۲ سے ۲۰۵۸ تک ........ | ۱۵۱ |
| ۱۹ | کتاب اللعان ........ | ۲۰۵۹ سے ۲۰۷۸ تک ........ | ۱۶۷ |
| ۲۰ | کتاب العدۃ ........ | ۲۰۷۹ سے ۲۱۲۷ تک ........ | ۱۸۰ |
| ۲۱ | سوگ منانے کا بیان ........ | ۲۱۰۰ سے ........ | ۱۹۰ |
| ۲۲ | ثبوت نسب کا بیان ........ | ۲۱۱۲ سے ........ | ۱۹۶ |
| ۲۳ | کتاب النفقات ........ | ۲۱۲۸ سے ۲۱۸۹ تک ........ | ۲۰۴ |

| نمبر شمار | عنوانات | مسئلہ نمبر کہاں سے کہاں تک ہے | صفحہ نمبر |
|---|---|---|---|
| ۲۴ | حصانت کا بیان ........ | ۲۱۶۱ سے ........ | ۲۲۰ |
| ۲۵ | غلام، باندی کے نفقے کے احکام ........ | ۲۱۸۷ سے ........ | ۲۳۳ |
| ۲۶ | کتاب العتاق ........ | ۲۱۹۰ سے ۲۲۲۱ تک ........ | ۲۳۵ |
| ۲۷ | باب التدبیر ........ | ۲۲۲۲ سے ۲۲۲۹ تک ........ | ۲۵۱ |
| ۲۸ | باب الاستیلاد ........ | ۲۲۳۰ سے ۲۲۴۲ تک ........ | ۲۵۵ |
| ۲۹ | کتاب المکاتب ........ | ۲۲۴۳ سے ۲۲۷۴ تک ........ | ۲۶۳ |
| ۳۰ | کتاب الولاء ........ | ۲۲۷۵ سے ۲۲۹۳ تک ........ | ۲۷۷ |
| ۳۱ | مولی موالات کا بیان ........ | ۲۲۹۰ سے ........ | ۲۸۴ |
| ۳۲ | کتاب الجنایات ........ | ۲۲۹۴ سے ۲۳۳۶ تک ........ | ۲۸۷ |
| ۳۳ | کتاب الدیات ........ | ۲۳۳۷ سے ۲۴۰۶ تک ........ | ۳۱۲ |
| ۳۴ | باب القسامۃ ........ | ۲۴۰۷ سے ۲۴۳۰ تک ........ | ۳۴۸ |
| ۳۵ | کتاب المعاقل ........ | ۲۴۳۱ سے ۲۴۴۳ تک ........ | ۳۵۷ |
| ۳۶ | کتاب الحدود ........ | ۲۴۴۴ سے ۲۴۸۶ تک ........ | ۳۶۴ |
| ۳۷ | باب حد الشرب ........ | ۲۴۸۷ سے ۲۴۹۷ تک ........ | ۳۹۰ |
| ۳۸ | باب حد القذف ........ | ۲۴۹۸ سے ۲۵۲۲ تک ........ | ۳۹۶ |
| ۳۹ | کتاب السرقۃ وقطاع الطریق ........ | ۲۵۲۳ سے ۲۵۶۸ تک ........ | ۴۰۸ |
| ۴۰ | ڈاکہ زنی کے احکام ........ | ۲۵۶۱ سے ........ | ۴۳۱ |
| ۴۱ | کتاب الاشربۃ ........ | ۲۵۶۹ سے ۲۵۷۹ تک ........ | ۴۳۷ |




## ﴿کتاب النکاح﴾

**[۱۷۲۶](۱) النکاح ینعقد بالایجاب والقبول بلفظین یعبر بهما عن الماضی او یعبر باحدهما عن الماضی والآخر عن المستقبل.**

---

(کتاب النکاح)

**ضروری نوٹ** نکاح کے معنی عقد ہیں یا وطی ہے۔میاں بیوی شادی کا عقد کرے اس کو نکاح کہتے ہیں۔اس کا ثبوت اس آیت میں ہے **وان خفتم الا تقسطوا فی الیتمی فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنی وثلث وربع فان خفتم الا تعدلوا فواحدة او ما ملکت ایمانکم ذلک ادنی الا تعولوا** (الف) (آیت ۳ سورۃ النساء ۴) اس آیت میں نکاح کا ثبوت بھی ہے اور زیادہ سے زیادہ چار عورتوں سے شادی کرسکتا ہے اس کا بھی ثبوت ہے (۲) حدیث میں ہے **عن عبد الرحمن بن یزید ... قال لنا رسول الله ﷺ یا معشر الشباب من استطاع الباءة فلیتزوج فانه اغض للبصر واحصن للفرج ومن لم یستطع فعلیه بالصوم فانه له وجاء** (ب) (بخاری شریف، باب من لم یستطع الباءة فلیصم ص ۷۵۸ نمبر ۵۰۶۶ مسلم شریف، باب استحباب النکاح لمن تاقت نفسه الیه ووجد مؤنة الخ ص ۴۴۸ نمبر ۱۴۰۰) اس حدیث سے نکاح کرنے کی ترغیب معلوم ہوئی۔

[۱۷۲۶](۱) نکاح منعقد ہوتا ہے ایجاب اور قبول کے ایسے دو لفظوں سے کہ ان دونوں سے تعبیر کیا گیا ہو ماضی کو۔یا تعبیر کیا گیا ہو ان میں سے ایک سے ماضی کو اور دوسرے سے مستقبل کو۔

**تشریح** اس عبارت میں دو باتیں ذکر کی گئی ہیں۔ایک بات تو یہ ہے کہ نکاح عقد ہے اور عقد ایجاب اور قبول سے منعقد ہوتا ہے۔اس لئے نکاح ایجاب اور قبول سے منعقد ہوگا۔

**وجہ** اصول یہ ہے کہ دونوں کی رضامندی ہو تب عقد منعقد ہوگا۔اور دونوں کی رضامندی ایجاب اور قبول سے ظاہر ہوگی۔اس لئے ایجاب اور قبول ہو تب نکاح منعقد ہوگا (۲) حدیث میں اس کا ثبوت ہے کہ حضورؐ نے حضرت عمر سے گھوڑا خریدنے کے لئے ایجاب کیا اور حضرت عمر نے قبول کیا جس کے نتیجے میں بیع منعقد ہوئی۔**عن ابن عمر قال کنا مع النبی ﷺ فی سفر فکنت علی بکر صعب لعمر ... فقال النبی ﷺ لعمر بعینه قال هو لک یا رسول الله** (ج) (بخاری شریف، باب اذا اشتری شیئا فوهب من ساعته قبل ان یتفرقا ص ۲۸۴ نمبر ۲۱۱۵) اس حدیث میں حضورؐ نے **بعنیه** کہہ کر ایجاب کیا اور حضرت عمرؓ نے **هو لک یا رسول الله!** کہہ کر قبول

---

حاشیہ : (الف) اگر تم کو خوف ہو کہ یتیم کے بارے میں انصاف نہ کرسکو گے تو عورتوں میں سے جو اچھی لگیں ان سے نکاح کرو دو دو، تین تین اور چار چار کرکے۔پس اگر تم کو خوف ہو کہ انصاف نہ کرسکو گے تو ایک عورت یا تمہاری جو باندی ہے اس سے کام چلاؤ۔یہ زیادہ بہتر ہے کہ تم زیادتی نہ کرو (ب) ہم سے حضورؐ نے فرمایا اے جوانو! جو تم میں سے طاقت رکھتا ہو وہ شادی کرے۔اس لئے کہ اس سے پاکدامنی ہوتی ہے۔اور فرج کے لئے حفاظت کی چیز ہے۔اور جو طاقت نہ رکھتا ہو تو وہ روزہ رکھے اس لئے کہ وہ شہوت کو توڑنے والی چیز ہے (ج) حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ ہم حضور کے ساتھ ایک سفر میں تھے۔میں حضرت عمرؓ کے مضبوط گھوڑے پر تھا... حضورؐ نے حضرت عمر سے کہا مجھے یہ گھوڑا بیچ دو۔حضرت عمر نے فرمایا یہ آپؐ کے لئے ہے یا رسول اللہ!

[۱۷۲۷](۲) مثل ان یقول زوجنی فیقول زوجتک.

کیا۔اس لئے کسی بھی عقد میں ایجاب اور قبول ضروری ہیں (۳) خود نکاح میں ایجاب اور قبول کا اشارہ موجود ہے۔ان عمر بن الخطاب حین تأیمت حفصة بنت عمر ... ثم خطبها رسول الله فانکحتها ایاہ (الف) (بخاری شریف، باب عرض الانسان ابنتہ او اختہ علی اہل الخیر ص ۷۶۷ نمبر ۵۱۲۲) اس حدیث میں حضورؐ نے حضرت حفصہ کو پیغام نکاح دے کر ایجاب کیا اور حضرت عمرؓ نے فانکحتها کہہ کر قبول فرمایا۔جس سے معلوم ہوا کہ نکاح ایجاب اور قبول سے منعقد ہوگا۔

دوسری بات یہ ہے کہ دونوں لفظ فعل ماضی کے ہوں تب نکاح ہوگا۔

**وجہ** اصل بات یہ ہے کہ عقد میں بات پکی ہونی چاہئے۔اور وہ فعل ماضی میں ہوگی کیونکہ عربی زبان میں یا فعل ماضی ہے یا فعل مضارع۔اور فعل مضارع کا ترجمہ ہے حال یا استقبال۔پس اگر استقبال کے معنی لیں تو نکاح کرنے کا صرف وعدہ ہوگا باضابطہ نکاح کرنا نہیں ہوگا۔اس لئے بات پکی کرنے کے لئے فعل ماضی کا صیغہ استعمال کرنا چاہئے۔حدیث میں ایجاب اور قبول کے لئے فعل ماضی کا صیغہ استعمال ہوا ہے۔قال لی العداء بن خالد بن ھوذة الا اقرئک کتابا کتبه لی رسول الله ﷺ قال قلت بلی فاخرج لی کتابا،ھذا ما اشتری العداء بن خالد بن ھوذة من محمد رسول الله اشتری منه عبدا او امة لا داء ولا غائلة ولا خبثة (ب) (ترمذی شریف، باب ماجاء فی کتابة الشروط ص ۲۳۰ نمبر ۱۲۱۶) اس حدیث میں اشتری فعل ماضی کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے تاکہ بات پکی ہو۔پھر خرید و فروخت کو لکھ لیا گیا ہے تاکہ دونوں اور پکے ہو جائیں (۲) ایک اور حدیث میں فعل ماضی کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے۔عن انس بن مالک ان رسول الله ﷺ باع حلسا وقدحا وقال من یشتری ھذا الحلس والقدح؟ فقال رجل اخذتھما بدرھم (ج) (ترمذی شریف، باب ماجاء فی بیع من یزید ص ۲۳۰ نمبر ۱۲۱۸) اس حدیث میں خریدنے والے نے اخذتھما بدرھم کہا ہے اور فعل ماضی کا صیغہ استعمال کیا ہے۔اس لئے نکاح میں فعل ماضی استعمال کرنا ضروری ہے۔

**اصول** معاملات میں بات پکی ہونا ضروری ہے (۲) نکاح میں ایجاب اور قبول فعل ماضی کے صیغے سے ادا کرے۔

ایک دوسری شکل ہے کہ ایجاب یا قبول میں سے ایک کو فعل ماضی سے تعبیر کیا ہو اور دوسرے کو فعل مستقبل سے یعنی امر کے صیغہ سے تعبیر کیا تب بھی نکاح ہو جائے گا،اس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

[۱۷۲۷](۲) مثلا یہ کہے کہ تم میرا نکاح کرا دو، پس سامنے والے نے کہا کہ میں نے تمہارا نکاح کر دیا۔

**تشریح** ایجاب کرنے والے نے امر کے صیغے سے جس کو مستقبل کا صیغہ کہتے ہیں،سامنے والے کو نکاح کا وکیل بنایا اور سامنے والے نے

---

حاشیہ : (الف) جس وقت حفصہ بنت عمر بیوہ ہوئیں...پھر ان کو حضورؐ نے پیغام نکاح دیا تو میں نے ان سے بیٹی کا نکاح کر دیا۔(ب) عداء بن خالد نے مجھے کہا کیا میں وہ خط نہ پڑھاؤں جو حضورؐ نے میرے لئے لکھا تھا۔میں نے کہا ہاں! پس میرے لئے ایک خط نکالا۔یہ وہ ہے جو خرید اعداء بن خالد نے محمد رسول اللہؐ سے۔خریدا ان سے غلام یا باندی نہ اس میں بیماری ہو نہ دھوکہ ہو نہ خباثت ہو (ج) آپؐ نے بیچا جل اور پیالہ اور فرمایا کون اس جل اور پیالے کو خریدے گا؟ پس ایک آدمی نے کہا دونوں کو ایک درہم میں خرید لیا۔

[۱۷۲۸](۳) ولا ینعقد نکاح المسلمین الا بحضور شاھدین حرین بالغین عاقلین.

دونوں جانب سے فعل ماضی کا صیغہ استعمال کیا اور نکاح کرا دیا تو نکاح ہو جائے گا۔

**وجہ** دونوں جانب سے یہاں بھی فعل ماضی کا صیغہ ہی استعمال ہوا ہے جس سے بات پکی ہو گئی۔اور امر کا جو صیغہ استعمال ہوا ہے وہ سامنے والے کو نکاح کا وکیل بنانے کے لئے ہوا ہے۔

**اصول** بات پکی ہونے کے لئے یہاں بھی ماضی کا صیغہ استعمال ہوا ہے (۲) حدیث میں اس کا ثبوت ہے کہ زوجنی امر کا صیغہ استعمال کر کے یعنی مستقبل کا صیغہ استعمال کر کے نکاح کا وکیل بنانا جائز ہے۔ایک عورت نے اپنے آپ کو حضورؐ پر پیش کیا۔آپؐ نے کوئی جواب نہیں دیا تو ایک صحابی نے فرمایا یا رسول اللہ! زوجنیھا اور اس حدیث میں امر کا صیغہ استعمال کر کے آپ کو نکاح کا وکیل بنایا اور آپؐ نے مرد اور عورت دونوں کی جانب سے وکیل بن کر فعل ماضی کا صیغہ استعمال کیا اور دونوں کا نکاح ایک ہی جملہ میں کرا دیا۔آپؐ نے اس طرح فرمایا فقال النبی املکنا کھا بما معک من القرآن (الف) (بخاری شریف، باب عرض المرأۃ نفسھا علی الرجل الصالح ص ۷۶۷ نمبر ۵۱۲۱) اس حدیث میں ایجاب کرنے والے نے امر کا صیغہ زوجنیھا استعمال کیا اور آپؐ نے املکناکھا فعل ماضی کا صیغہ استعمال کر کے نکاح کرا دیا۔اور ایک روایت میں ہے زوجناکھا مما معک من القرآن (ب) (بخاری شریف، نمبر ۵۱۳۵)

**نوٹ** بیع اور شراء میں دونوں جانب سے ایک آدمی وکیل اور اصیل یا دونوں جانب سے وکیل نہیں بن سکتا۔جس کی تفصیل کتاب البیوع میں گزر چکی ہے۔لیکن نکاح میں ایک ہی آدمی دونوں جانب سے وکیل یا ایک جانب سے وکیل اور اپنی جانب سے اصیل بن سکتا ہے۔کیونکہ بعد میں ذمہ داری وکیل پر نہیں رہتی بلکہ نکاح کرنے والے پر چلی جاتی ہے۔

[۱۷۲۸] (۳) نہیں منعقد ہوگا نکاح مسلمانوں کا مگر دو گواہوں کے سامنے جو دونوں آزاد ہوں، بالغ ہوں، عاقل ہوں اور مسلمان ہوں۔یا ایک مرد اور دو عورتیں ہوں، عادل ہوں یا غیر عادل ہوں۔

**تشریح** نکاح صحیح ہونے کے لئے دو گواہوں کا ہونا ضروری ہے۔چاہے دو مرد ہوں یا ایک مرد اور دو عورتیں ہوں تو نکاح صحیح ہو جائے گا۔

**وجہ** حدیث میں ہے کہ بغیر گواہ کے نکاح کیا تو وہ زنا ہوگا، نکاح ہوگا ہی نہیں۔حدیث میں ہے (۱) عن ابن عباس ان النبی ﷺ قال البغایا اللاتی ینکحن انفسھن بغیر بینۃ (ج) (ترمذی شریف، باب ماجاء لانکاح الا ببینۃ ص ۲۰۹ نمبر ۱۱۰۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بغیر گواہ کے نکاح درست نہیں ہوگا (۲) عن ابن عمر قال قال رسول اللہ ﷺ لا نکاح الا بولی و شاھدی عدل (د) (دار قطنی، کتاب النکاح ج ثالث ص ۱۵۸ نمبر ۳۴۹۲ سنن للبیہقی، باب لا نکاح الا بشاھد یب عدلین ج سابع ص ۲۰۲، نمبر ۱۳۷۱۸) اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ نکاح کے لئے دو گواہ ہوں ورنہ نکاح نہیں ہوگا۔اور ایک مرد اور دو عورتیں ہوں تب بھی کافی ہیں ان کی دلیل یہ اثر ہے۔ ان

---

حاشیہ : (الف) آپؐ نے فرمایا میں نے تم کو اس عورت کا مالک بنایا اس کے بدلے میں جو تمہارے پاس قرآن میں سے ہے (ب) میں نے تمہارا اس عورت سے نکاح کرا دیا اس کی وجہ سے جو تمہارے پاس قرآن ہے (ج) آپؐ نے فرمایا زانی وہ ہے جو اپنا نکاح بغیر گواہ کے کرے (د) آپؐ نے فرمایا نہیں نکاح ہے مگر ولی کے ذریعہ اور دو عادل گواہوں کے ذریعہ۔

## مسلمین او رجل وامرأتین عدولا کانوا او غیر عدول[۱۷۲۹](۴) او محدودین فی

عمر بن الخطاب اجاز شهادة رجل وامرأتین فی النکاح والفرقة (الف)(موطاامام محمد، باب النکاح السر ص ۲۴۶) اس اثر سے معلوم ہوا کہ ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی نکاح اور طلاق میں کافی ہے (۲) آیت میں بھی اس کی صراحت ہے ۔ واستشهدوا شهیدین من رجالکم فان لم یکونا رجلین فرجل وامرأتان ممن ترضون من الشهداء (ب)(آیت ۲۸۲ سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت سے پتہ چلا کہ دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی چل جائے گی۔اور رجل کے لفظ سے یہ بھی پتہ چلا کہ بچوں کی گواہی قبول نہیں۔

یوں تو عادل ہی کی گواہی قبول کرنی چاہئے۔کیونکہ آیت میں ہے۔واشهدوا ذوی عدل منکم واقیموا الشهادة لله ذلکم یوعظ به (ج)(آیت ۲ سورۃ الطلاق ۶۵) اور حدیث میں ہے۔عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده ان رسول الله رد شهادة الخائن والخائنة وذی الغمر علی اخیه ورد شهادة القانع لاهل البیت واجازها لغیرهم (د)(ابوداؤد شریف، باب من ترد شهادته ص ۱۵۱ نمبر ۳۶۰۰) اس سے معلوم ہوا کہ عادل کی گواہی قبول کرنی چاہئے۔اور خائن اور فاسق کی گواہی نہیں قبول کرنی چاہئے۔لیکن نکاح کا معاملہ تھوڑا آسان ہے کہ اکثر و بیشتر گواہ بنتا ہے لیکن قاضی کے سامنے شادی کی گواہی دینے کی ضرورت نہیں پڑتی۔اس لئے فاسق بھی گواہ بن جائے تو جائز ہے (۲) حجاج بن یوسف فاسق تھا پھر بھی حاکم بنا اور دوسروں کو قاضی بنایا تو جائز ہو گیا اس لئے فاسق کی گواہی جائز ہو جائے گی۔فاسق کا مطلب یہ ہے کہ نماز چھوڑنے یا زکوۃ ادا نہ کرنے کی وجہ سے فاسق ہو تو گواہی مقبول ہے۔لیکن اگر جھوٹ بولنے کی وجہ سے فاسق ہوا ہو تو اس کی گواہی قابل قبول نہیں۔کیونکہ جھوٹ کی وجہ سے اس کی بات کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔کیونکہ آیت میں جھوٹ بولنے سے منع فرمایا گیا ہے۔فاجتنبوا الرجس من الاوثان واجتنبوا قول الزور (ہ)(آیت ۳۰ سورۃ الحج ۲۲) اس آیت میں جھوٹی گواہی کو شرک کے برابر قرار دیا ہے (۲) حدیث میں ہے۔عن انس قال سئل النبی ﷺ عن الکبائر قال الاشراک بالله وعقوق الوالدین وقتل النفس وشهادة الزور (و)(بخاری شریف، باب ما قیل فی شهادة الزور ص ۳۶۳ نمبر ۲۶۵۳) اس حدیث میں بھی جھوٹی گواہی سے منع فرمایا ہے۔

[۱۷۲۹](۴) یا زنا کی تہمت لگانے میں سزا پائے ہوئے ہوں۔

**تشریح** کسی نے کسی عورت پر زنا کی تہمت لگائی اور اس کو ثابت نہ کر سکا جس کی وجہ سے اس پر حد قذف لگ گئی ہو ایسے محدود فی القذف

---

حاشیہ : (الف) حضرت عمر نے جائز قرار دیا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی نکاح میں اور فرقت میں (ب) مردوں میں سے دو کو گواہ بناؤ۔پس اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں گواہ میں سے جن سے تم راضی ہو (ج) گواہ بناؤ تم میں سے دو عادل آدمی کو اور اللہ کے لئے قائم کرو گواہی کو۔اس کی تم کو نصیحت کی جاتی ہے (د) آپ نے رد کیا خائن مرد اور خائنہ عورت اور دشمنی رکھنے والے بھائی کی گواہی کو اور رد کیا گھر کے خادم کی گواہی گھر والے کے لئے اور اس کے علاوہ کی گواہی جائز قرار دی (ہ) بتوں سے پرہیز کرو، اور جھوٹی گواہی دینے سے پرہیز کرو (و) حضورؐ سے کبیرہ گناہوں کے بارے میں پوچھا، پس فرمایا اللہ کے ساتھ شرک کرنا اور والدین کی نافرمانی اور آدمی کو قتل کرنا اور جھوٹی گواہی دینا

**قذف[۱۷۳۰](۵) فان تزوج مسلم ذمیة بشهادة ذمیّین جاز عند ابی حنیفة رحمه الله وابی یوسف رحمه الله تعالی وقال محمد رحمه الله لایجوز الا ان یشهد شاهدین**

گواہوں کی موجودگی میں بھی نکاح ہو جائے گا۔

**وجہ** آیت میں ہے کہ محدود فی القذف والوں کی گواہی قبول نہ کرو۔ آیت یہ ہے والذین یرمون المحصنت ثم لم یأتو باربعة شهداء فاجلدوهم ثمانین جلدة ولا تقبلوا لهم شهادة ابدا واولئک هم الفاسقون (الف) (آیت ۴ سورۃ النور ۲۴) لیکن ہم کہتے ہیں کہ محدود فی القذف والوں کی گواہی قاضی قبول نہ کرے لیکن وہ گواہ بن سکتا ہے۔ اور تقریبا ہمیشہ ایسا ہوتا ہے کہ نکاح کے گواہ کو قاضی کے سامنے گواہی دینے کی ضرورت نہیں پڑتی کہ اس کی گواہی قبول کرنے کی ضرورت پڑے (۲) نکاح کے گواہ بننے میں تھوڑی آسانی ہے کیونکہ وہ روزمرہ کا کام ہے۔

**فائدہ** امام شافعیؒ کے نزدیک نکاح میں بھی فاسق اور محدود فی القذف کی گواہی قابل قبول نہیں ہوتی ہے۔

**وجہ** ان کی دلیل اوپر کی حدیث ہے اور آیت ہے جن میں ان لوگوں کی گواہی قبول کرنے سے منع فرمایا ہے۔

[۱۷۳۰] (۵) پس اگر مسلمان نے ذمیہ عورت سے شادی کی دو ذمیوں کی گواہی سے تو امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے۔ اور امام محمد نے فرمایا کہ نہیں جائز ہے مگر دو مسلمانوں کی گواہی سے۔

**تشریح** اس عبارت میں ذمیہ سے مراد نصرانیہ اور یہودیہ عورت ہے۔ تو مطلب یہ ہوا کہ مسلمان نے یہودیہ یا نصرانیہ سے شادی کی دو یہودی یا دو نصرانی کی گواہی سے تو شیخین کے نزدیک نکاح ہو جائے گا۔

**وجہ** اس کی وجہ یہ ہے کہ ذمی مسلمان کے نقصان کے لئے گواہی دینا چاہے تو قابل قبول نہیں ہے۔ آیت میں ہے ولن یجعل الله للکافرین علی المؤمنین سبیلا (ب) (آیت ۱۴۱ سورۃ النساء ۴) اس آیت میں ہے کہ کافر کو مسلمانوں پر کوئی راستہ نہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ نقصان دینے کے لئے گواہی دے تو قابل قبول نہیں۔ لیکن مسلمان کے فائدے کے لئے گواہی دے تو مقبول ہے۔ اور اس مسئلے میں یہودی یا نصرانیہ عورت کا جسم مسلمان کے قبضے میں آ رہا ہے جو مسلمان کے فائدے کی چیز ہے اس لئے یہ گواہی مقبول ہوگی (۲) گویا کہ ذمی نے ذمیہ کے لئے گواہی دی۔ اور ذمی ذمی کے خلاف گواہی دے تو یہ مقبول ہے۔ اس لئے ذمیہ کے نکاح میں دو ذمی گواہ بن جائیں تو نکاح صحیح ہو جائے گا (۳) حدیث میں ہے عن جابر بن عبد الله ان رسول الله ﷺ اجاز شهادة اهل الکتاب بعضهم علی بعض (ج) (ابن ماجہ شریف، باب شهادة اهل الکتاب بعضهم علی بعض ص ۳۴۰ نمبر ۲۳۷۴) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اہل کتاب بعض بعض کے خلاف گواہی دے سکتا ہے۔ اور اس صورت میں ذمیہ کے خلاف گواہی دینا ہوا اس لئے گواہ بننا جائز ہوگا۔

**فائدہ** امام محمد فرماتے ہیں کہ ذمیہ کی شادی بھی دو مسلمان گواہوں کے علاوہ سے نہیں ہوگی۔

---

حاشیہ : (الف) وہ لوگ جو پاکدامن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں پھر چار گواہ نہیں لاتے تو اس کو اسی کوڑے حد لگاؤ۔ اور کبھی بھی اس کی گواہی قبول نہ کرو اور وہ فاسق ہیں (ب) اللہ نے کافروں کو مؤمن پر کوئی راستہ نہیں دیا (ج) آپؐ نے اجازت دی اہل کتاب کی گواہی کی بعض کی بعض کے خلاف۔

**مسلمین[ ۱۷۳۱ ](۶) ولا یحل للرجل ان یتزوج بامه ولا بجداته من قبل الرجال والنساء[۱۷۳۲ ](۷) ولا ببنته ولا ببنت ولده وان سفلت[۱۷۳۳ ](۸) ولا باختہ ولا ببنات اختہ ولا بعمتہ ولا بخالتہ.**

---

**وجہ** وہ فرماتے ہیں کہ آیت موجود ہے کہ مسلمان کے لئے مسلمان کی گواہی ضروری ہے اس لئے مسلمان کی ہی گواہی کے بغیر جائز نہیں ہوگا۔آیت یہ ہے یا ایھا الذین آمنوا شھادۃ بینکم اذا حضر احدکم الموت حین الوصیۃ اثنان ذوا عدل منکم (الف) ( آیت ۱۰۶ سورۃ المائدہ ۵ )اس آیت میں ہے کہ اے ایمان والو تمہارے اپنے میں سے دو گواہ ہوں،یعنی مسلمان گواہ ہوں۔اس لئے ذمیہ سے نکاح کے لئے بھی دو مسلمان گواہ ضروری ہیں۔

﴿ محرمات کا بیان ﴾

[۱۷۳۱](۶)نہیں حلال ہے آدمی کے لئے یہ کہ شادی کرے اپنی ماں سے نہ اپنی دادی سے مرد کی جانب سے ہو اور عورتوں کی جانب سے ہو

**تشریح** اپنی ماں،اپنی دادی،اپنی نانی سے شادی کرنا حرام ہے۔باپ کی طرف سے جو ماں ہوتی ہے اس کو دادی کہتے ہیں اور ماں کی جانب سے جو ماں ہے اس کو نانی کہتے ہیں۔ان سب سے نکاح حرام ہے۔

**وجہ** آیت میں ہے حرمت علیکم امھاتکم وبناتکم واخواتکم و عماتکم و خالاتکم وبنات الاخ وبنات الاخت (ب)( آیت ۲۳ سورۃ النساء ۴)اس آیت میں چودہ قسم کی عورتوں کے بارے میں ہے کہ ان سے نکاح کرنا حرام ہے۔ان میں سے ماں بھی ہے۔اور ماں کے تحت میں دادی اور نانی بھی داخل ہو جائے گی کہ ان سے بھی نکاح حرام ہوگا۔

[۱۷۳۲](۷)اور نہیں حلال ہے مرد کے لئے کہ نکاح کرے اپنی بیٹی کے ساتھ اور نہ اپنی پوتی کے ساتھ اگر چہ نیچے تک ہو۔

**تشریح** اپنی بیٹی،اسی طرح اپنی پوتی کے ساتھ نکاح کرنا حرام ہے۔

**وجہ** اوپر کی آیت میں صراحت ہے کہ اپنی بیٹی کے ساتھ نکاح کرنا حرام ہے اور بیٹی کے اندر بالا جماع پوتی اور نواسی داخل ہیں۔جس کی بنا پر ان سے بھی نکاح کرنا حرام ہے چاہے پر پوتی،سر پوتی یا پر نواسی اور سر نواسی کیوں نہ ہوں،اور کتنے ہی نیچے تک ہوں۔

[۱۷۳۳](۸)اور نہیں جائز ہے اپنی بہن سے اور نہ اپنی بھانجیوں سے اور نہ اپنی پھوپی سے اور نہ اپنی خالہ سے۔

**تشریح** اپنی بہن،اپنی بھانجی،اپنی پھوپی اور اپنی خالہ سے شادی کرنا حرام ہے۔

**لغت** بنات اختہ : بہن کی بیٹی سے مراد بھانجی ہے۔

**وجہ** آیت میں موجود ہے وبناتکم اور آگے ہے بنات الاخ وبنات الاخت جس سے بھانجی اور بھتیجی مراد ہیں۔

---

حاشیہ : (الف)اے ایمان والو تمہاری آپس کی گواہی جب کہ آئے تم میں سے کسی ایک کو موت،وصیت کے وقت تم میں سے دو عادل گواہوں کو بنانا ہے(ب)حرام کی گئی ہے تم پر تمہاری ماں،تمہاری بیٹیاں،تمہاری بہنیں،تمہاری پھوپیاں،تمہاری خالائیں اور بھائی کی بیٹیاں اور بھانجیاں۔

**[١٧٣٤] (٩) ولا ببنات اخیہ[١٧٣٥] (١٠) ولا بام امرأتہ التی دخل بابنتھا او لم یدخل[١٧٣٦] (١١) ولا بابنة امرأته التی دخل بها سواء کانت فی حجره او فی حجر غیره.**

---

[١٧٣٤] (٩) اور نہیں جائز ہے بھتیجیوں سے۔

**تشریح** بھائی کی بیٹی کو بھتیجی کہتے ہیں۔

**وجہ** اس کا ثبوت آیت میں موجود ہے **وبنات الاخ** جس کا ترجمہ ہے بھتیجی۔

[١٧٣٥] (١٠) اور نہ اپنی ساس سے چاہے اس کی لڑکی سے صحبت کر چکا ہو یا نہ کر چکا ہو۔

**تشریح** بیٹی سے صحبت کر چکا ہو یا نہ کر چکا ہو دونوں صورتوں میں صرف بیٹی سے شادی ہوئی ہو تو اس کی ماں یعنی اپنی ساس سے شادی کرنا ہمیشہ کے لئے حرام ہو گیا۔

**وجہ** آیت میں موجود ہے **وامھات نسائکم** کہ اپنی بیویوں کے ماں سے نکاح کرنا حرام ہے (٢) اور آیت میں یہ قید نہیں ہے کہ دخول نہ کیا ہو تو حلال ہے۔ اس لئے بیوی سے دخول نہ بھی کیا ہو تب بھی ساس حرام رہے گی (٣) حدیث میں اس کا ثبوت ہے۔ **عن عمر بن شعیب ان رسول اللہ ﷺ قال ایما رجل نکح امرأة فدخل بها او لم یدخل بها فلا یحل له نکاح امها وایما رجل نکح امرأة فدخل بها فلا یحل له نکاح ابنتها وان لم یدخل بها فلینکح ابنتها ان شاء** (الف) (سنن للبیہقی، باب ما جاء فی قول اللہ وامھات نسائکم الخ ج سابع ص ٢٦٠، نمبر ١٣٩١١) اس حدیث میں ہے کہ چاہے بیٹی سے صحبت کی ہو یا نہ کی ہو ساس سے نکاح حرام ہے۔

[١٧٣٦] (١١) اور نہ بیوی کی بیٹی کے ساتھ جس سے صحبت کر چکا ہو چاہے اس کی پرورش میں ہو یا دوسرے کی پرورش میں ہو۔

**تشریح** بیوی سے شادی کی لیکن ابھی اس سے صحبت نہیں کی اور اس کو طلاق دے کر اس کی بیٹی سے نکاح کرنا چاہے تو نکاح کر سکتا ہے۔ البتہ اگر بیوی سے صحبت کر لی تو اب اس کی بیٹی جو دوسرے شوہر سے ہے اس سے نکاح نہیں کر سکتا۔ چاہے وہ بیٹی اس بیوی کی پرورش میں ہو یا نہ ہو۔

**وجہ** آیت میں اس کی تصریح ہے کہ بیوی سے صحبت نہ کی ہو تو اس کی بیٹی سے نکاح کر سکتے ہو۔ آیت یہ ہے **وربائبکم التی ھی حجورکم من نسائکم التی دخلتم بھن فان لم تکونوا دخلتم بھن فلا جناح علیکم** (الف) (آیت ٢٣ سورۃ النساء ٤) اس آیت میں ہے کہ بیوی سے صحبت کی ہو تو اس کی بیٹی سے نکاح حرام ہے۔ اور صحبت نہ کی ہو تو اس سے نکاح حلال ہے۔ البتہ گود میں ہو یا نہ ہو اس سے فرق نہیں پڑتا (٢) اوپر مسئلہ نمبر ١٠ میں حدیث گزر چکی ہے کہ بیوی سے صحبت نہ کی ہو تو اس کی بیٹی سے نکاح کرنا جائز ہے۔

---

حاشیہ : (الف) آپ نے فرمایا کسی آدمی نے کسی عورت سے نکاح کیا۔ پس اس سے صحبت کی یا صحبت نہ کی ہو پھر بھی عورت کی ماں سے نکاح کرنا حلال نہیں ہے۔ اور کسی مرد نے کسی عورت سے نکاح کیا اور اس سے صحبت کی تو اس کی بیٹی سے نکاح کرنا حلال نہیں ہے۔ اور صحبت نہیں کی تو اس کی بیٹی سے نکاح کر سکتا ہے اگر چاہے (ب) اور تمہاری سوتیلی بیٹی جو تمہاری پرورش میں ہے تمہاری بیویوں سے جس سے تم نے صحبت کی۔ اگر صحبت نہیں کی تو تم پر کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔

**[۱۷۳۷](۱۲) ولا بامرأة ابيه ولا اجداده[۱۷۳۸](۱۳) ولا بامرأة ابنه ولا بنى اولاده[۱۷۳۹](۱۴) ولا بامه من الرضاعة ولا باخته من الرضاعة.**

---

لغت حجر : گود، پرورش میں رہنا۔

[۱۷۳۷](۱۲)اورنہیں جائز ہے اپنے باپ کی بیوی سے اور نہ اپنے دادا کی بیوی سے۔

تشریح سوتیلی ماں جس سے باپ نے نکاح کیا ہے۔اسی طرح اپنی دادی یا سوتیلی دادی جس سے دادا نے شادی کی ہوان سے نکاح حرام ہے۔

وجہ اس آیت میں حرمت کا ثبوت ہے **ولا تنکحوا ما نکح آباء کم من النساء الا ما قد سلف** (الف)(آیت ۲۲ سورۃ النساء ۴) اس آیت میں باپ کی منکوحہ سے نکاح سے منع فرمایا گیا ہے۔اور دادی بھی باپ کے منکوحہ کے تحت بالاجماع حرام ہے (۲) حدیث میں ہے **عن یزید بن براء عن ابیه قال لقیت عمی وقد اعتقد رایة فقلت این ترید ؟ قال بعثنی رسول الله ﷺ الی رجل نکح امرأة ابیه اضرب عنقه آخذ ماله** (ب)(سنن للبیہقی، باب ماجاء فی قولہ تعالی ولا تنکحوا ما نکح آباء کم من النساء ج سابع ص ۲۶۲، نمبر ۱۳۹۱۸)اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ باپ کی منکوحہ سے نکاح کرنا حرام ہے۔

[۱۷۳۸](۱۳)اور نہ اپنے بیٹے کی بیوی سے اور نہ پوتوں کی بیویوں سے۔

تشریح بیٹے کی بیوی یعنی اپنی بہو سے نکاح کرنا حرام ہے۔اور اسی طرح پوتوں کی بیوی سے نکاح کرنا حرام ہے۔

وجہ **وحلائل ابناء کم الذین من اصلابکم** (آیت ۲۳ سورۃ النساء ۴)اس آیت میں فرمایا کہ اپنے بیٹوں کی بیوی سے نکاح کرنا حرام ہے نوٹ ابناء جمع کا صیغہ ہے اس لئے اس میں پوتے کی بیوی بھی داخل ہے، یعنی وہ بھی حرام ہے۔البتہ لے پالک بیٹے کی بیوی حلال ہے۔

[۱۷۳۹](۱۴)اور نہ اپنی رضاعی ماں سے اور نہ اپنی رضاعی بہن سے جائز ہے۔

تشریح اس ماں سے جس سے پیدا تو نہ ہوا ہو لیکن بچپنے میں اس سے دودھ پیا ہو اس کو رضاعی ماں کہتے ہیں اس سے بھی نکاح حرام ہے۔اور رضاعی بہن سے بھی صلبی بہن کی طرح نکاح کرنا حرام ہے۔

وجہ آیت میں اس کا ثبوت ہے **وامهاتکم التی ارضعنکم واخواتکم من الرضاعة** (ج)(آیت ۲۳ سورۃ النساء ۴)اس آیت میں رضاعی ماں اور رضاعی بہن سے نکاح کرنا حرام قرار دیا گیا ہے (۲) حدیث میں ہے **عن ابن عباس قال قال النبی ﷺ فی بنت حمزة لا تحل لی یحرم من الرضاعة ما یحرم من النسب هی ابنة اخی من الرضاعة** (د)(بخاری شریف، باب الشهادة علی

---

حاشیہ : (الف) مت نکاح کرو اس عورت سے جس سے تمہارے باپ نے نکاح کیا ہے مگر جو گزر گیا (ب) حضرت براء فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے چچا کو دیکھا کہ وہ جھنڈا اٹھائے ہوئے ہیں۔میں نے کہا کہاں جا رہے ہو؟ فرمایا مجھے حضورؐ نے ایک آدمی کے پاس بھیجا ہے جس نے اپنی سوتیلی ماں سے شادی کی ہے کہ میں اس کی گردن کو ماردوں اور اس کے مال کو لے لوں (ج) اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تم کو دودھ پلایا ہے اور تمہاری رضاعی بہنیں (د) حضرت حمزہ کی (باقی اگلے صفحہ پر)

**[١٧٤٠](١٥) ولا یجمع بین الاختین بنکاح ولا بملک یمین وطئا[١٧٤١](١٦) ولا یجمع بین المرأة وعمتها او خالتها.**

---

الانساب والرضاع المستفیض والموت القدیم ص...نمبر٢٦٤٥)اس حدیث سے بھی رضاعی ماں اور بہن کی حرمت ثابت ہوئی۔

[١٧٤٠](١٥)اور نہ جمع کرے دو بہنوں کو صحبت میں نہ نکاح کے ذریعہ اور نہ ملک یمین کے ذریعہ۔

**تشریح** دو سگی بہنوں سے نکاح کرے یہ جائز نہیں ہے۔اسی طرح دو بہنیں باندی تھیں۔دونوں کو اپنی ملکیت میں لیا تو ایک سے وطی کر سکتا ہے دونوں سے وطی نہیں کر سکتا۔اور اگر دوسرے سے وطی کرنا چاہے تو پہلی کو یا تو ملکیت سے الگ کرے یا پھر اس کی شادی کسی سے کرادے اور اس کے بضعہ سے مکمل قطع تعلق کر لے تب دوسری سے وطی کر سکتا ہے۔

**وجہ** آیت میں دونوں بہنوں کو جمع کرنے سے منع فرمایا ہے۔**وان تجمعوا بین الاختین الا ما قد سلف** (الف)(آیت ٢٣ سورة النساء ٤)اس آیت میں دونوں بہنوں کو نکاح میں جمع کرنے سے منع فرمایا ہے۔اور وہ عام ہے اس لئے دو باندی بہنوں کو بھی وطی کر کے جمع کرنا حرام ہوگا(٢)چنانچہ اثر میں اس کی تصریح ہے۔**عن علی سأله رجل له امتان اختان وطی احداھما ثم اراد ان یطأ الاخری قال لا حتی یخرجھا من ملکه** (ب)(سنن للبیہقی، باب ما جاء فی تحریم الجمع بین الاختین وبین امرأة وابنتھا فی الوطی بملک الیمین، ج سابع ص ٢٦٧، نمبر١٣٩٣٨ رمصنف ابن ابی شیبة ٥٠ فی الرجل یکون عندہ الاختان مملوکتان فیطأ ھما جمیعا، ج ثالث ص ٤٧١، نمبر١٦٢٤٦)اس اثر میں حضرت علی نے فرمایا کہ جب تک پہلی کو اپنی ملکیت سے جدا نہ کرے دوسری باندی سے صحبت نہیں کر سکتا(٣)حدیث میں بھی دو بہنوں کو جمع کرنے سے منع فرمایا ہے۔آپ پر آپ کی بیوی ام حبیبہؓ نے اپنی بہن پیش کی تو آپؐ نے فرمایا کہ وہ میرے لئے حلال نہیں ہے۔اور حدیث کے آخر میں آپ نے فرمایا **فلا تعرضن علی بنا تکن ولا اخواتکن** (ج)(بخاری شریف، باب وان تجمعوا بین الاختین الا ما قد سلف ص ٧٦٦ نمبر ٥١٠٧)اس حدیث میں اپنی بیویوں کو کہا کہ تم لوگ اپنی بیٹیوں اور بہنوں کو میرے اوپر نکاح کے لئے پیش نہ کیا کرو۔کیونکہ دو بہنوں کو جمع کرنا حرام ہے۔

[١٧٤١](١٦)اور نہ جمع کرے عورت کو اور اس کی پھوپی کو اور اس کی خالہ کو۔

**تشریح** مثلا خالدہ اور اس کی پھوپی کو ایک نکاح میں جمع کرے۔اور ایک ہی شوہر کے نکاح میں ہو یہ حرام ہے۔اسی طرح خالدہ اور اس کی خالہ ایک ہی شوہر کے نکاح میں ہوں یہ حرام ہے۔

**وجہ** حدیث میں ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے۔**سمع جابر قال نھی رسول الله ﷺ ان تنکح المرأة علی عمتھا او خالتھا**

---

حاشیہ : (پچھلے صفحہ سے آگے)لڑکی کے بارے میں آپؐ نے فرمایا میرے لئے حلال نہیں ہے۔رضاعت سے ایسی ہی حرام ہوتی ہے جیسے نسب سے۔وہ میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہے(الف)اور حرام ہے کہ جمع کرو دو بہنوں کو مگر جو گزر گیا(ب)حضرت علی سے پوچھا ایک آدمی کے پاس دو باندیاں ہیں دونوں بہنیں ہیں۔ان میں سے ایک سے وطی کیا پھر چاہتا ہے کہ دوسری سے وطی کریں۔حضرت علی نے فرمایا نہیں کر سکتا جب تک کہ پہلی کو اپنی ملکیت سے نہ نکالے(ج)تم لوگ مجھ پر اپنی بیٹیوں کو اور اپنی بہنوں کو پیش نہ کرو۔

[۱۷۴۲] (۱۷) ولا ابنة اختها ولا ابنة اخیها [۱۷۴۳] (۱۸) ولا یجمع بین امرأتین لو کانت کل واحدة منهما رجلا لم یجز له ان یتزوج بالاخری [۱۷۴۴] (۱۹) ولا بأس بان

(الف) (بخاری شریف، باب لا تنکح المرأۃ علی عمتھا ص... نمبر ۵۱۰۸ رمسلم شریف، باب تحریم الجمع بین المرأۃ وعمتھا او خالتھا فی النکاح ص ۴۵۲ نمبر ۱۴۰۸ رترمذی شریف نمبر ۱۱۲۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پھوپی اور خالہ کو ایک نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں ہے (۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ بھتیجی اور بھوپی، اسی طرح بہن کی بیٹی اور خالہ کے درمیان محبت ہوتی ہے۔ اگر دونوں کو ایک نکاح میں جمع کر دیں تو شوکن کی فطری دشمنی شروع ہو جائے گی۔ اس لئے ان دونوں کو ایک شوہر کے پاس جمع ہونے سے منع فرمایا۔

[۱۷۴۲] (۱۷) اور نہ اس کی بھانجی کو اور نہ بھتیجی کو۔

**تشریح** یہ مسئلہ نمبر ۱۶ کی ہی تشریح ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ شوہر کے پاس پہلے سے خالہ ہو تو اس پر اس کی بھانجی سے شادی نہیں کر سکتا۔ اسی طرح شوہر کے پاس پہلے سے پھوپی ہو تو اس پر اس کی بھتیجی سے شادی نہیں کر سکتا۔

**وجہ** کیونکہ ان صورتوں میں بھی خالہ اور بھانجی کا ایک شوہر کے تحت جمع ہونا لازم آئے گا۔ اسی طرح پھوپی اور بھتیجی کا ایک شوہر کے تحت جمع ہونا لازم آئے گا۔ جو حدیث کی رو سے حرام ہے (۲) حدیث میں ہے **عن ابی ھریرۃ قال قال رسول الله ﷺ لا تنکح المرأۃ علی عمتھا ولا علی خالتھا** (ب) (مسلم شریف، باب تحریم الجمع بین المرأۃ وعمتھا او خالتھا فی النکاح ص ۴۵۲ نمبر ۱۴۰۸ ر۳۴۴۰) اس حدیث میں ہے کہ پہلے سے پھوپی ہو تو بھتیجی سے شادی نہیں کر سکتا اور خالہ ہو تو اس پر بھانجی سے شادی نہیں کر سکتا۔

[۱۷۴۳] (۱۸) اور نہیں جائز ہے ایسی دو عورتوں کو نکاح میں جمع کرنا کہ اگر ان دونوں میں سے ایک مرد ہو تو اس کے لئے جائز نہیں ہو کہ دوسرے سے شادی کرے۔

**تشریح** ایسی دو عورتوں کو ایک مرد کے نکاح مین جمع کرنا حرام ہے کہ ان میں سے ایک عورت کو مرد فرض کر لیں تو اس کی شادی دوسری عورت سے حرام ہو۔ مثلا بھتیجی اور پھوپی میں سے بھتیجی کو مرد فرض کر لیں تو وہ بھتیجا ہوگا۔ اور بھتیجے کا پھوپی سے شادی کرنا حرام ہے۔ اس لئے بھتیجی اور پھوپی کو ایک نکاح میں جمع کرنا حرام ہوگا۔ اور بھتیجی اور پھوپی میں سے پھوپی کو مرد فرض کر لیں تو وہ چچا ہوگا۔ اور چچا کا بھتیجی سے نکاح کرنا حرام ہے۔ اسی طرح خالہ اور بھانجی میں سے بھانجی کو مرد فرض کر لیں تو بھانجا ہوگا۔ اور بھانجے کے لئے خالہ سے شادی کرنا حرام ہے۔ اور اگر خالہ کو مرد فرض کر لیں تو وہ ماموں ہوگا۔ اور ماموں کے لئے بھانجی سے شادی کرنا حرام ہے۔ اس لئے خالہ اور بھانجی کو ایک شوہر کے نکاح میں جمع کرنا حرام ہے۔

**وجہ** حدیث پہلے گزر چکی ہے۔ اسی بنیاد پر مصنف نے یہ قاعدہ کلیہ بیان کیا ہے۔

[۱۷۴۴] (۱۹) اور کوئی حرج کی بات نہیں ہے کہ جمع کرے عورت کو اور شوہر کی بیٹی کو جو پہلی بیوی سے ہو۔

حاشیہ : (الف) حضورؐ نے روکا کہ عورت سے نکاح کرے اس کی پھوپی پر یا اس کی خالہ پر (ب) آپؐ نے فرمایا نہ نکاح کرے عورت سے اس کی پھوپی پر اور نہ اس کی خالہ پر۔

**یجمع بین امرأۃ وابنۃ زوج کان لھا من قبل[۱۷۴۵] (۲۰) ومن زنی بامرأۃ حرمت علیہ**

تشریح شوہر کی بیٹی جو پہلی بیوی سے ہو اس کو سوتیلی بیٹی کہتے ہیں۔یعنی سوتیلی ماں اور سوتیلی بیٹی کو ایک مرد کے نکاح میں جمع کرنے میں کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔

وجہ سوتیلی ماں اور بیٹی کے درمیاں اگر بیٹی کو مرد فرض کریں تو سوتیلا بیٹا ہوا۔اور سوتیلے بیٹے کی شادی سوتیلی ماں سے حرام ہے۔لیکن اگر ماں کو مرد فرض کر لیں تو اجنبی مرد ہوا۔اور اجنبی مرد کا اس لڑکی کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہے۔اس لئے ماں کو مرد فرض کرنے کی صورت میں آپس میں نکاح کرنا جائز ہے۔اس لئے اس مسئلے میں ایک طرف سے جائز ہوتا ہے اور دوسری طرف سے حرام ہوتا ہے۔اس لئے علماء نے فرمایا کہ سوتیلی ماں اور سوتیلی بیٹی کو ایک نکاح میں جمع کرنا جائز ہے (۲) اثر میں اس کا جواز ہے **وجمع عبد اللہ بن جعفر بین ابنۃ علی وامرأۃ علی وقال ابن سیرین لا بأس بہ وکرھہ الحسن مرۃ ثم قال لا بأس بہ** (الف) (بخاری شریف، باب ما یحل من النساء وما یحرم ص ۷۶۵ نمبر ۵۱۰۵/دار قطنی کتاب النکاح ج ثالث ص ۲۲۰ نمبر ۳۸۲۲) اور اثر سے معلوم ہوا کہ سوتیلی ماں اور سوتیلی بیٹی کو ایک نکاح میں جمع کرنا جائز ہے

فائدہ امام زفر فرماتے ہیں کہ جمع نہیں کر سکتے۔

وجہ کیونکہ ایک طرف سے حرمت ہوتی ہے۔یعنی بیٹی کو مرد فرض کریں تو بیٹے کے لئے سوتیلی ماں سے نکاح کرنا حرام ہوتا ہے (۲) اوپر گزرا کہ **وکرھہ الحسن مرۃ** (بخاری شریف، نمبر ۵۱۰۵) کہ حضرت حسن ایسے نکاح کو مکروہ سمجھتے تھے۔

[۱۷۴۵] (۲۰) کسی نے زنا کیا کسی عورت سے تو حرام ہو گئی اس پر اس کی ماں اور اس کی بیٹی۔

تشریح مثلا زینب سے کسی نے زنا کیا تو اس مرد پر زینب کی ماں بھی ہمیشہ کے لئے حرام ہو گئی اور زینب کی بیٹی بھی ہمیشہ کے لئے حرام ہو گئی۔

وجہ زنا کرنا اگر چہ حرام ہے پھر بھی زنا کی وجہ سے جزئیت ثابت ہو گئی۔اور گویا کہ مزنیہ کی ماں حرمت مصاہرہ کی وجہ سے ساس بن گئی اور مزنیہ کی بیٹی سوتیلی بیٹی اور ربائب بن گئی۔جس کی وجہ سے ہمیشہ کے لئے ان سے نکاح حرام ہو گیا (۲) حدیث میں اس کا اشارہ ہے۔**عن عائشۃ انھا قالت اختصم سعد بن ابی وقاص وعبد بن زمعۃ فی غلام فقال سعد ھذا یا رسول اللہ ابن اخی عتبۃ بن ابی وقاص عھد الی انہ ابنہ انظر الی شبھہ وقال عبد بن زمعۃ ھذا اخی یا رسول اللہ ولد علی فراش ابی من ولیدتہ فنظر رسول اللہ ﷺ الی شبھہ فرای شبھا بینا بعتبۃ فقال ھو لک یا عبد،الولد للفراش وللعاھر الحجر واحتجی منہ یا سودۃ بنت زمعۃ قالت فلم یر سودۃ قط** (ب) (مسلم شریف، باب الولد للفراش وتوقی الشبھات ص ۴۷۰ نمبر ۱۴۵۷/ابوداؤد شریف

حاشیہ : (الف) حضرت عبد اللہ بن جعفر نے حضرت علی کی بیٹی اور حضرت علی کی بیوی کو جمع کیا ایک نکاح میں۔حضرت ابن سیرین نے فرمایا کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔اور حضرت حسن نے کبھی ناپسند کیا پھر کہا کہ کوئی حرج کی بات نہیں ہے (ب) سعد بن ابی وقاص اور عبد بن زمعہ نے ایک لڑکے کے بارے میں جھگڑا کیا۔پس حضرت سعد نے فرمایا یہ میرے بھائی عتبہ بن ابی وقاص کا بیٹا ہے۔مجھ سے عہد کیا کہ وہ ان کا بیٹا ہے۔دیکھئے لڑکا کتنا ان کے مشابہ ہے۔اور عبد بن زمعہ نے کہا یہ میرا بھائی ہے یا رسول اللہ! میرے باپ کے فراش پر پیدا ہوا ہے اس کی باندی سے۔حضورؐ نے لڑکے کو عتبہ بن ابی وقاص کے مشابہ دیکھا۔پھر بھی آپ (باقی اگلے صفحہ پر)

**امها و ابنتها.**

، باب الولد للفراش ص ۷۳۱ نمبر ۲۲۷۳) اس حدیث میں سعد ابن وقاص نے دعوی کیا کہ لڑکا میرا بھتیجا ہے کیونکہ زمانۂ جاہلیت میں میرے بھائی عتبہ بن ابی وقاص نے اس کی ماں سے زنا کیا تھا۔اور دیکھئے لڑکا میرے بھائی کے بالکل مشابہ ہے۔اور عبد بن زمعۃ نے دعوی کیا کہ لڑکے کی ماں میرے والد کی فراش رہی ہے اس لئے لڑکا میرا بھائی ہے۔آپؐ نے لڑکے کا نسب زمعۃ سے ثابت کیا کیونکہ اس کی ماں اس کا فراش تھی۔لیکن زمعہ کی بیٹی حضرت سودہ سے فرمایا کہ حقیقت میں یہ لڑکا تمہارا بھائی نہیں ہے۔اس لئے اس سے پردہ کرتے رہو۔اور زندگی بھر اس سے پردہ کرتی رہی۔جس سے معلوم ہوا کہ زنا کی وجہ سے زانی کے ساتھ تعلق رہتا ہے اور حرمت مصاہرت ثابت ہوتی ہے (۲) ایک حدیث میں اس کی صراحت ہے۔**عن ابی هانی قال رسول الله من نظر الی فرج امرأة لم تحل له امها ولا ابنتها** (الف) (مصنف ابن ابی شیبۃ ۴۸ الرجل یقع علی ام امرأتہ اوابنۃ امرأتہ ما حال امرأتہ؟ ج ثالث، ص ۴۶۹، نمبر ۱۶۲۲۹ رسنن للبیہقی، باب الزنا لا یحرم الحلال، ج سابع، ص ۲۷۶، نمبر ۱۳۹۶۹) اس حدیث مرسل سے پتہ چلا کہ اجنبی عورت کا فرج دیکھ لیا تو حرمت مصاہرت ثابت ہو جائے گی۔اور اس سے اس عورت کی ماں اور بیٹی حرام ہو جائے گی۔اور جب صرف فرج دیکھنے سے حرام ہوگی تو زنا کرنے سے بدرجۂ اولی حرام ہوگی (۳) **عن مکحول ان عمر جرد جاریته فسأله ایاها بعض بنیه فقال انها لا تحل لک** (ب) (مصنف ابن ابی شیبۃ ۴۸ فی الرجل یجرد المرأۃ ویلتمسھا من لا تحل لابنہ وان فعل الاب ج ثالث، ص ۴۶۷، نمبر ۱۶۲۱۲) اس اثر میں حضرت عمرؓ نے اپنی باندی کے کپڑے کھولے تو اپنے بیٹے سے فرمایا کہ اب یہ تیرے لئے حلال نہیں رہی۔جس سے معلوم ہوا کہ صرف چھونے سے حرمت مصاہرہ ثابت ہو جائے گی۔

**فائدہ** امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ زنا کرنے سے یا شہوت کے ساتھ چھونے سے حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوگی اور نہ مزنیہ کی ماں اور اس کی بیٹی زانی پر حرام ہوں گی۔

**وجہ** (۱) اوپر مسلم اور ترمذی کی حدیث گزری کہ فراش والے کے لئے نسب ثابت کیا اور زانی کو محروم کر دیا اور فرمایا **الولد للفراش وللعاهر الحجر** (ج) (مسلم شریف ص ۴۷۰ نمبر ۱۴۵۷) جس کی وجہ سے مزنیہ کی ماں اور بیٹی زانی پر حرام نہیں ہوں گی (۲) دوسری حدیث میں ہے **عن عائشة قالت سئل رسول الله ﷺ عن رجل زنا بامرأة فاراد ان یتزوجها او ابنتها ،قال لا یحرم الحرام الحلال انما یحرم ما کان بنکاح** (د) (سنن دار قطنی، کتاب النکاح ج ثالث، ص ۱۸۸ نمبر ۳۶۳۸ رسنن للبیہقی، باب الزنا لا یحرم الحلال ج

---

حاشیہ : (پچھلے صفحہ سے آگے) آپؐ نے فرمایا یہ تمہارا بھائی ہے اے عبد بن زمعہ! کیونکہ بچہ فراش والے کے لئے ہے اور زانی کو پتھر ہے۔اور اے سودہ بنت زمعہ تم اس لڑکے سے پردہ کرو۔کہتے ہیں کہ سودہ نے کبھی اس لڑکے کو نہیں دیکھا (الف) آپؐ نے فرمایا کسی نے کسی عورت کا فرج دیکھ لیا تو اس کے لئے اس عورت کی ماں حلال نہیں اور نہ اس کی بیٹی حلال ہے (ب) حضرت عمرؓ نے اپنی باندی کا ستر کھولا پھر ان کے بعض بیٹے نے وہ باندی مانگی تو حضرت عمرؓ نے فرمایا یہ باندی اب تیرے لئے حلال نہیں ہے (ج) بچہ بیوی والے کے لئے ہے اور زانی کے لئے پتھر ہے یعنی زانی سے نسب ثابت نہیں ہوگا (د) آپؐ سے ایک آدمی کے بارے میں پوچھا جس نے ایک عورت سے زنا کیا پھر اس سے شادی کرنا چاہتا ہے یا اس کی بیٹی سے شادی کرنا چاہتا ہے تو آپؐ نے فرمایا حرام یعنی زنا حلال چیز کو حرام نہیں کرتا، صرف نکاح کے ذریعہ حرام ہوگی۔

**[۱۷۴۶] (۲۱) واذا طلق الرجل امرأته طلاقا بائنا لم یجز له ان یتزوج باختها حتی**

سابع ،ص ۲۷۵،نمبر ۱۳۹۶۶)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زنا سے حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوگی ۔ کیونکہ وہ حرام ہے اور حرام حلال عورت کو حرام نہیں کرے گا ۔ وہ تو صرف نکاح کے ذریعہ حرام ہوگی ۔

**نوٹ** علماء حنفیہ نے لکھا ہے کہ شہوت سے چھوئے گا یا فرج داخل دیکھے گا تب مزینہ سے حرمت مصاہرت ثابت ہوگی ورنہ نہیں ۔ ان کی دلیل یہ اثر ہے ۔ **قال ابراھیم وکانوا یقولون : اذا اطلع الرجل علی المرأۃ علی ما لاتحل له او لمسھا لشھوۃ فقد حرمتا علیه جمیعا** (مصنف ابن ابی شیبۃ ۴۹ الرجل یقع علی ام امرأتہ الخ ج ثالث ،ص ۴۶۹،نمبر ۱۶۲۳۰)اس اثر سے معلوم ہوا کہ شہوت سے چھوئے گا تو حرام ہوگی ۔

[۱۷۴۶](۲۱)اگر شوہر نے طلاق دی اپنی بیوی کو طلاق بائن تو نہیں جائز ہے اس کے لئے شادی کرے اس کی بہن سے یہاں تک کہ اس کی عدت گزر جائے ۔

**تشریح** شوہر نے بیوی کو طلاق بائن دی ، چاہے ایک طلاق دی یا تین طلاق دی ۔ ابھی عدت نہیں گزری ہے کہ شوہر اس کی بہن سے شادی کرنا چاہتا ہے تو فرماتے ہیں کہ شادی نہیں کر سکتا جب تک کہ اس بیوی کی عدت ختم نہ ہو جائے اور مکمل طور پر شوہر سے علیحدہ نہ ہو جائے ۔

**وجہ** (۱) جب تک عدت باقی ہے اس وقت تک بیوی شوہر سے عدت کا نفقہ لے گی اور اس کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر نہیں جائے گی ۔ کیونکہ یہ شوہر کے لئے ہی عدت گزار رہی ہے تو گویا کہ یہ عورت عدت تک من وجہ بیوی ہے ۔ اور جب یہ بیوی ہے تو اس کی بہن سے شادی نہیں کر سکتا (۲) اثر میں اس کا ثبوت ہے ۔ **عن علی قال لا یتزوج خامسۃ حتی تنقضی عدۃ التی طلق** (الف)(مصنف ابن ابی شیبۃ ۱۱۶ فی الرجل یکون تحتہ اربع نسوۃ فیطلق احداھن من کرہ ان یتزوج خامسۃ حتی تنقضی عدۃ التی طلق ج ثالث، ص ۵۱۷،نمبر ۱۶۷۳۹)(۳)**عن عمر ابن شعیب قال طلق رجل امرأۃ ثم تزوج اختھا قال ابن عباس لمروان : فرق بینھا وبینه حتی تنقضی عدۃ التی طلق** (ب)(مصنف ابن ابی شیبۃ ۱۱۶ فی الرجل یکون تحتہ الولیدۃ فیطلقھا طلاقا بائنا فترجع الی سیدھا فیطأھا الزوجھا ان یراجعھا ؟ ج ثالث ،ص ۵۱۶ نمبر ۱۶۷۳۴)اس اثر سے معلوم ہوا کہ چار بیویاں ہوں اور ایک کو طلاق بائن دی تو جب تک اس کی عدت نہ گزر جائے پانچویں سے شادی نہیں کر سکتا ۔ اور اسی طرح اس کی بہن سے بھی شادی نہیں کر سکتا ۔

**فائدہ** امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر طلاق بائن دی ہو یا طلاق مغلظہ دی ہو تو عدت کے اندر بھی اس کی بہن سے شادی کر سکتا ہے ۔ یا چوتھی کو طلاق دی ہو تو عدت کے اندر ہی پانچویں سے شادی کر سکتا ہے ۔

**وجہ** وہ فرماتے ہیں کہ طلاق بائن اور طلاق مغلظہ میں عورت شوہر سے منقطع ہو جاتی ہے ۔ چاہے عدت نہ گزری ہو اس لئے اس کی بہن سے

---

حاشیہ : (الف) حضرت علی نے فرمایا پانچویں عورت سے شادی نہ کرے یہاں تک کہ اس کی عدت گزر جائے جس کو طلاق دی ہے (ب) حضرت عمر ابن شعیب نے کہا کہ ایک آدمی نے طلاق دی پھر اس کی بہن سے شادی کی تو ابن عباس نے مروان سے کہا دونوں میں جدائیگی کرا دو یہاں تک کہ جس کو طلاق دی ہے اس کی عدت گزر جائے ۔

**تنقضی عدتها[۱۷۴۷](۲۲) ولا یجوز للمولی ان یتزوج امته[۱۷۴۸](۲۳) ولا المرأة عبدها[۱۷۴۹](۲۴) ویجوز تزویج الکتابیات.**

شادی کرسکتا ہے(۲)اثر میں اس کا ثبوت ہے۔ان عروۃ بن زبیر والقاسم بن محمد کانا یقولان فی الرجل تکون عندہ اربع نسوۃ فیطلق احداھن البتۃ انہ یتزوج اذا شاء ولا ینتظر حتی تمضی عدتھا (الف)(سنن للبیہقی، باب الرجل یطلق اربع نسوۃ لہ طلاقا بائنا حل لہ ان ینکح مکانھن اربعا ج سابع ص ۲۴۳، نمبر ۱۳۸۵۰/مصنف ابن ابی شیبۃ ۱۱۸ من قال لا بأس ان یتزوج الخامسۃ قبل انقضاء عدۃ التی طلق ج ثالث ص ۵۱۷، نمبر ۱۶۷۴۷)اس اثر سے معلوم ہوا کہ طلاق بائن دی ہو تو اس کی عدت گزرنے سے پہلے پانچویں عورت سے شادی کرسکتا ہے۔اور اس کی بہن سے بھی شادی کرسکتا ہے۔اس لئے کہ وہ گویا کہ بہت سے احکام میں بیوی نہیں رہی۔

[۱۷۴۷](۲۲)اور مولی کے لئے جائز نہیں ہے کہ اپنی باندی سے شادی کرے۔

**وجہ** مولی اپنی باندی سے بغیر شادی کے بھی صحبت کرسکتا ہے تو اس سے شادی کرنے کی کیا ضرورت ہے(۲) شادی میں بیوی حقوق وصول کرنے میں شوہر کے قریب ہو جاتی ہے جبکہ مملوکہ اس طرح نہیں کرسکتی۔اس لئے مملوکہ سے کیسے شادی کرسکتا ہے۔

[۱۷۴۸](۲۳)اور نہ عورت اپنے غلام سے شادی کرے۔

**تشریح** سیدہ اور آقا کے پاس اپنا غلام ہے۔سیدہ اس سے شادی کرنا چاہے تو جائز نہیں ہے۔

**وجہ** غلام مملوک ہے اس لئے اس کا حق بہت کم ہے۔اگر اس کو شوہر بنائے گی تو ایک انداز ے میں مالک اور قوام بنانا پڑے گا جو مملوکیت کے خلاف ہے۔اس لئے سیدہ اپنے غلام سے نکاح نہیں کرسکتی(۲)اثر میں ہے ان عمر بن الخطاب اتی بامرأۃ قد تزوجت عبدھا فعاقبھا وفرق بینھا و بین عبدھا وحرم علیھا الازواج عقوبۃ لھا (ب)(سنن للبیہقی، باب النکاح وملک الیمین لا یجتمعان ج سابع ص ۲۰۶، نمبر ۱۳۷۳۶)اس اثر میں ہے کہ سیدہ اور غلام کی شادی جائز نہیں ہے۔

[۱۷۴۹](۲۴)اور جائز ہے کتابیہ سے نکاح کرنا۔

**تشریح** کتابیہ سے مراد یہودیہ اور نصرانیہ عورتیں ہیں۔ان لوگوں سے شادی کرنا جائز ہے بشرطیکہ واقعی اہل کتاب ہو، دہریہ نہ ہو۔لیکن پھر بھی اچھا نہیں ہے۔

**وجہ** جواز کی دلیل آیت ہے۔والمحصنات من المؤمنات والمحصنات من الذی اوتوا الکتاب من قبلکم اذا اتیتموھن اجورھن (ج)(آیت ۵ سورۃ المائدۃ ۵)اس آیت میں اہل کتاب عورت سے نکاح حلال قرار دیا گیا ہے۔لیکن اچھا اس لئے نہیں ہے کہ

حاشیہ : (الف)عروہ بن زبیر اور قاسم بن محمد فرماتے تھے کہ کوئی آدمی کے پاس چار بیویاں ہوں پھر ایک کو بائنہ طلاق دے تو وہ شادی کرسکتا ہے جب چاہے۔اور اس کی عدت گزرنے کا انتظار نہ کرے(ب)ایک عورت نے اپنے غلام سے شادی کی تو حضرت عمر نے اس کو سزا دی اور عورت اور غلام کے درمیان تفریق کرا دیا۔اور سزا کے طور پر اس پر شادی حرام قرار دی(ج)اور پاکدامن مؤمن عورتیں اور پاکدامن وہ عورتیں جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی ہو جب ان کو اس کا مہر دے دو تو نکاح جائز ہے۔

## [١٧٥٠](٢٥) ولا یجوز تزویج المجوسیات ولا الوثنیات.

گھر میں یہودیہ یا نصرانیہ عورت ہوتو پورا معاشرہ یہودی اور نصرانی بن جائے گا۔ جس کی نشاندہی حضرت عمرؓ نے کی تھی۔ سمعت ابا وائل یقول تزوج حذیفة یهودیة فکتب الیه عمر ان یفارقها فقال انی اخشی ان تدعوا المسلمات وتنکحوا المومسات (الف) (سنن للبیہقی، باب ماجاء فی تحریم حرائر اہل الشرک دون اہل الکتاب وتحریم المؤمنات علی الکفارج سابع ص ٢٨٠، نمبر ١٣٩٨٤/ مصنف ابن ابی شیبة ٣٨ من کان یکرہ النکاح فی اہل الکتاب ج ثالث ص ٤٦٢، نمبر ١٦١٥٧) اس اثر سے معلوم ہوا کہ اہل کتاب عورتوں سے شادی نہیں کرنی چاہئے۔

اور عرب نصاری کو بعض صحابہ نصاری بھی نہیں سمجھتے تھے تو یورپ کے نصاری نصاری کیسے ہوئے۔ جبکہ ان میں خالص آوارہ گردی ہے۔ اور ان سے شادی کرنا کیسے جائز ہوگا؟ قال عطاء لیس نصاری العرب باهل الکتاب انما اهل الکتاب بنو اسرائیل والذین جائتهم التوراة والانجیل فاما من دخل فیهم من الناس فلیسوا منهم قال الشیخؒ وقدروینا عن عمر و علی فی نصاری العرب بمعنی هذا وانه لا توکل ذبائحهم (ب) (سنن للبیہقی، باب ماجاء فی تحریم حرائر اہل الشرک دون اہل الکتاب ج سابع ص ٢٨١، نمبر ١٣٩٨٧) اس اثر سے معلوم ہوا کہ بنی اسرائیل کے خاندان کے علاوہ جو یہودی یا نصرانی ہیں وہ یہودی اور نصرانی کی حیثیت میں نہیں ہیں جن سے شادی کی جائے۔

**نوٹ** لیکن کوئی مسلمان عورت کسی نصرانی مرد یا یہودی مرد سے نکاح کرے تو جائز نہیں ہے۔

**وجہ** آیت میں والمحصنات من الذین اوتو الکتاب من قبلکم کہا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ کتابیہ عورت سے نکاح جائز ہے۔ اس لئے مسلمان عورت کتابی مرد سے نکاح کرے تو جائز نہیں ہوگا (٢) قال کتب الیه عمر بن الخطاب ان المسلم ینکح النصرانیة ولا ینکح النصرانی المسلمة (نمبر ١٣٩٨٥) اور اسی باب میں ہے سمع جابر بن عبد الله ... ونساء هم لنا حل ونسا ء نا علیهم حرام (ج) (سنن للبیہقی، باب ماجاء فی تحریم حرائر اہل الشرک دون اہل الکتاب وتحریم المؤمنات علی الکفار ج سابع ص ٢٨٠، نمبر ١٣٩٨٠) اس اثر سے معلوم ہوا کہ مسلمہ عورت اہل کتاب مرد سے شادی نہیں کر سکتی۔

[١٧٥٠](٢٥) اور نہیں جائز ہے نکاح آتش پرست عورتوں سے اور بت پرست عورتوں سے۔

**تشریح** مجوسی لوگ آگ کی پوجا کرتے ہیں اس لئے یہ بت پرست اور کافر ہوئے۔ اس لئے ان کی عورتوں سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔

---

حاشیہ : (الف) حضرت حذیفہؓ نے ایک یہودیہ سے شادی کی تو حضرت عمرؓ نے لکھا کہ اس کو علیحدہ کر دو۔ پھر فرمایا مجھے ڈر ہے کہ مسلمان عورتوں کو چھوڑ دو اور بے حیا عورتوں سے شادی کرنے لگ جاؤ (ب) حضرت عطاء نے فرمایا کہ عرب کے نصاری اہل کتاب نہیں ہیں۔ اہل کتاب تو بنی اسرائیل کے لوگ ہیں جن کے پاس توراۃ اور انجیل آئی۔ اور جو لوگ ان میں داخل ہوئے وہ اہل کتاب نہیں۔ شیخ نے فرمایا حضرت عمر اور علی سے بھی روایت ہے کہ عرب کے نصاری اس معنی میں نہیں یعنی اہل کتاب نہیں ہیں۔ ان کے ذبیحے نہ کھائے جائیں (ج) عمر بن خطاب نے لکھا مسلمان نصرانیہ عورت سے نکاح کرے لیکن نصرانی مرد مسلمہ عورت سے نکاح نہ کرے۔ اور جابر بن عبد اللہ نے فرمایا... ان کی عورتیں ہمارے لئے حلال ہیں اور ہماری عورتیں ان پر حرام ہیں۔

[۱۷۵۱](۲۶)ویجوز تزویج الصابیات ان کانوا یؤمنون بنبیٍّ ویقرون بکتاب وان کانوا یعبدون الکواکب ولا کتاب لھم لم تجز مناکحتھم.

وجہ حدیث مرسل میں مجوسی سے نکاح کرنے سے منع فرمایا ہے۔عن الحسن بن محمد بن علی قال کتب رسول اللہ الی مجوس ھجر یدعوھم الی الاسلام فمن اسلم قبل منہ الحق ومن ابی کتب علیہ الجزیۃ ولا توکل لھم ذبیحۃ ولا تنکح منھم امرأۃ (الف) (مصنف عبدالرزاق، اخذ الجزیۃ من المجوس ج سادس ص ۷۰ نمبر ۱۰۰۲۸) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مجوسیہ عورت سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے (۲) اور بت پرست اور کافر کے لئے تو آیت موجود ہے۔ولا تنکحوا المشرکات حتی یؤمن ولامۃ مؤمنۃ خیر من مشرکۃ ولو اعجبتکم ولا تنکحوا المشرکین حتی یؤمنوا ولعبد مؤمن خیر من مشرک ولو اعجبکم اولئک یدعون الی النار واللہ یدعوا الی الجنۃ والمغفرۃ باذنہ (ب) (آیت ۲۲۱ سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت میں مشرک مرد اور مشرک عورتوں سے نکاح کرنا حرام قرار دیا ہے۔اور یہ بھی حکمت بیان کی ہے وہ جہنم کی طرف بلانے والے ہیں۔اس لئے مشرکہ عورت اور بت برست عورت یا مرد سے نکاح کرنا حرام ہوگا۔

نوٹ اسی میں یہ بھی دیکھا جائے گا کہ نصرانیہ اور یہودیہ عورت جہنم کی طرف بلانے والی ہو تو ان سے بھی نکاح کرنا اچھا نہیں ہوگا۔

[۱۷۵۱](۲۶) اور جائز ہے صابیہ عورتوں سے نکاح کرنا اگر وہ ایمان رکھتی ہوں کسی نبی پر اور پڑھتی ہوں کتاب، اور اگر عبادت کرتی ہوں ستاروں کی اور ان کے پاس کتاب نہ ہو تو ان سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔

تشریح یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ اہل کتاب کی طرح کسی قوم کے پاس کوئی بھی آسمانی کتاب ہو اور کسی نبی پر ایمان رکھتی ہو تب تو وہ اہل کتاب کے درجے میں ہیں۔اور ان کی عورتوں سے نکاح کرنا جائز ہوگا۔اور اگر ان کے پاس کتاب نہ ہو اور نہ کسی نبی پر ایمان رکھتی ہوں تو وہ بت پرست ہیں ان سے نکاح کرنا جائز نہیں ہوگا، چنانچہ صابیات کے بارے میں متضاد خبریں اثر میں ہیں۔اس لئے ان کے بارے میں یہ قاعدہ بیان کر دیا۔انبأنا الحسن بنی زید ان الصابئین یصلون الی القبلۃ ویعطون الخمس قال فاراد ان یضع عنھم الجزیۃ قال فاخبر بعد انھم یعبدون الملائکۃ (ج) (سنن للبیہقی، باب من دان دینہ الیھود والنصاری من الصابئین والسامرۃ ج سابع، ص ۲۸۱، نمبر ۱۳۹۹۰) اس اثر میں پہلے خبر دی گئی کہ صابی قبلہ کی طرف نماز پڑھتے ہیں اور خمس دیتے ہیں تو فرمایا کہ وہ اہل کتاب کی طرح ہیں۔اس لئے ان سے جزیہ ہٹا دیا جائے۔بعد میں پتہ چلا کہ وہ فرشتوں کی پوجا کرتے ہیں تو ان سے جزیہ نہیں ہٹایا۔کیونکہ وہ اہل کتاب کی

---

حاشیہ : (الف) آپؐ نے ہجر کے مجوس کو لکھا، ان کو اسلام کی دعوت دی۔پس جو اسلام لائے اس سے حق قبول کر لیا گیا۔اور جس نے انکار کیا اس پر جزیہ لازم کیا۔اور یہ کہ ان کا ذبیحہ نہ کھایا جائے اور نہ ان کی عورتوں سے نکاح کیا جائے (ب) مشرکہ عورتوں سے نکاح نہ کرو جب تک کہ ایمان نہ لائے۔اور مؤمن باندی زیادہ بہتر ہے مشرکہ سے چاہے تم کو اچھی کیوں نہ لگے۔اور مشرک مرد سے نکاح نہ کرو جب تک کہ ایمان نہ لائیں۔اور مؤمن غلام زیادہ بہتر ہے مشرک سے چاہے تم کو اچھے کیوں نہ لگے۔یہ آگ کی طرف بلاتا ہے اور اللہ جنت اور مغفرت کی طرف بلاتے ہیں اپنے حکم سے (ج) حسن بن زیاد نے خبر دی کہ صابئین قبلہ کی طرف نماز پڑھتے ہیں اور خمس دیتے ہیں۔فرمایا کہ اس سے جزیہ ختم کرنے کا ارادہ کر لیا۔پھر خبر دی کہ وہ فرشتوں کی عبادت کرتے ہیں۔

[۱۷۵۲](۲۷) ویجوز للمحرم والمحرمة ان یتزوجا فی حالة الاحرام[۱۷۵۳](۲۸) وینعقد نکاح المرأة الحرة البالغة العاقلة برضائها وان لم یعقد علیها ولی عند ابی حنیفة

طرح نہیں رہے۔اوراس بنیاد پران کی عورتوں سے نکاح کرنا بھی جائز نہیں ہوگا۔

[۱۷۵۲](۲۷)اور جائز ہے محرم مرداورمحرمہ عورت کے لئے کہ دونوں شادی کریں احرام کی حالت میں۔

**تشریح** احرام کی حالت میں دونوں شادی کردیں یہ جائز ہے۔

**وجہ** حدیث میں ہے کہ آپؐ نے حضرت میمونہؓ سے احرام کی حالت میں شادی کی تھی۔انبأنا ابن عباس تزوج النبی وھو محرم (الف) (بخاری شریف، باب نکاح المحرم ص ۷۶۶ نمبر ۵۱۱۴ رمسلم شریف، باب تحریم نکاح المحرم وکراھیة خطبتہ ص ۴۵۳ نمبر ۱۴۱۰ رترمذی شریف، نمبر ۸۴۲ رابوداؤد شریف، نمبر ۱۸۴۴)اس حدیث میں ہے کہ آپؐ نے احرام کی حالت میں حضرت میمونہؓ سے شادی کی ہے۔

**فائدہ** امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ احرام کی حالت میں شادی کرنا جائز نہیں ہے۔

**وجہ** ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔سمعت عثمان بن عفان یقول قال رسول اللہ لا ینکح المحرم ولا ینکح ولا یخطب (ب)(مسلم شریف، باب تحریم نکاح المحرم وکراھیة خطبتہ ص ۴۵۳ نمبر ۱۴۰۹ رابوداؤد شریف، باب المحرم یتزوج ص ۲۶۲ نمبر ۱۸۴۱)اس حدیث میں ہے کہ محرم شادی نہ کرے۔اورحضرت میمونہؓ سے شادی کرنے کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس وقت آپؐ حلال تھے اور وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔عن یزید بن الاصم حدثتنی میمونة بنت الحارث ان رسول اللہ تزوجھا وھو حلال (ج)(مسلم شریف، باب تحریم نکاح المحرم وکراھیة خطبتہ ص ۴۵۳ نمبر ۱۴۱۱ رابوداؤد شریف، باب المحرم یتزوج ص ۲۶۲ نمبر ۱۸۴۳ رترمذی شریف، باب ماجاء فی کراہیة تزویج المحرم ص ۱۷۱ نمبر ۸۴۱)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضورؐ حضرت میمونہؓ سے شادی کرتے وقت حلال تھے

**نوٹ** احرام کی حالت میں نکاح مکروہ ہے۔یہ دونوں حدیثوں کے مجموعے سے پتہ چلتا ہے۔

﴿ باکرہ اور ثیبہ کے لئے ولی کے احکام ﴾

[۱۷۵۳](۲۸)منعقد ہوتا ہے آزاد، بالغہ اور عاقلہ عورت کا نکاح اس کی رضامندی سے اگر چہ نہ عقد کیا ہو اس کے ولی نے امام ابوحنیفہ کے نزدیک باکرہ عورت ہو یا ثیبہ۔اور صاحبین نے فرمایا نکاح نہیں منعقد ہوگا مگر ولی کی اجازت سے۔

**تشریح** عورت آزاد ہو، عاقلہ ہو اور بالغہ ہو چاہے وہ باکرہ ہو چاہے ثیبہ ہو اگر وہ بغیر ولی کی اجازت کے خود شادی کرے تو نکاح منعقد ہو جائے گا۔یہ امام ابوحنیفہ کی رائے ہے۔

**وجہ** (۱)وہ عاقلہ، بالغہ اور آزاد ہے اس لئے معاملہ اس کے ہاتھ میں ہے تو جس طرح اپنے مال کی بیع وشراء کرسکتی ہے اسی طرح نکاح بھی کر سکتی ہے۔البتہ خود نکاح کرنا بے شرمی کی علامت ہے اس لئے ایسا کرنا اچھا نہیں ہے (۲) آیت سے پتہ چلتا ہے کہ خود وہ نکاح کر سکتی

---

حاشیہ : (الف)حضرت ابن عباسؓ نے ہمیں خبر دی کہ حضورؐ نے نکاح کیا اس حال میں کہ وہ محرم تھے (ب) آپؐ نے فرمایا محرم نکاح نہ کرے اور نہ نکاح کرائے اور نہ خطبہ دے (ج) میمونہ بنت حارث فرماتی ہیں کہ آپؐ نے نکاح کیا اس حال میں کہ وہ حلال تھے۔

**رحمه الله بکر کانت او ثیبا وقالا لا ینعقد الا باذن ولی.**

ہے۔**اذا طلقتم النساء فبلغن اجلهن فلا تعضلوهن ان ینکحن ازواجهن اذا تراضوا بینهم بالمعروف** (الف)(آیت ۲۳۲ سورۃ البقرۃ ۲)اس آیت میں ہے کہ عورتیں خود شادی کریں تو اے اولیاء تم ان کو مت روکو۔جس سے معلوم ہوا کہ وہ بغیر اولیاء کے خود شادی کر سکتی ہیں (۲) حدیث میں بھی اس کا ثبوت ہے۔**ان ابا هريرة ان النبی** ﷺ **قال لا تنکح الایم حتی تستأمر ولا تنکح البکر حتی تستأذن قالوا یارسول الله** ﷺ **کیف اذنها ؟ قال ان تسکت** (ب)(بخاری شریف، باب لا ینکح الاب وغیرہ البکر والثیب الا برضاها ص ۷۷۱ نمبر ۵۱۳۶/مسلم شریف، استئذ ان الثیب فی النکاح بالنطق والبکر بالسکوت ص ۴۵۵ نمبر ۱۴۱۹/ابو داؤد شریف، باب فی الاستیمار ص ۲۹۲ نمبر ۲۰۹۲/ترمذی شریف، باب ما جاء فی استیمار البکر والثیب ص ۲۱۰ نمبر ۱۱۰۷)اس حدیث میں ہے کہ ثیبہ اور باکرہ سے جب تک اجازت نہ لے لی جائے تب تک نکاح نہ کیا جائے یہ دلیل ہے اس بات کی کہ اصل حق عورت کو ہے۔اس لئے بغیر ولی کے بھی وہ شادی کر لے تو شادی ہو جائے گی (۳) دوسری حدیث میں ہے۔**عن خنساء بنت حذام الانصارية ان اباها زوجها وهی ثیب فکرهت ذلک فاتت رسول الله فرد نکاحه** (ج)(بخاری شریف، باب اذ ا زوج الرجل ابنتہ وھی کارھۃ فنکاحہ مردود ص ۷۷۱ نمبر ۵۱۳۸/ابو داؤد شریف، باب فی الثیب ص ۲۹۳ نمبر ۲۱۰۱)اس حدیث میں ثیبہ عورت کا نکاح بغیر اس کی اجازت کے کیا تو آپؐ نے اس کو رد کر دیا۔جس سے معلوم ہوا کہ نکاح کا اصل حق عورت کو ہے۔

**فائدہ** صاحبین اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ ولی کے بغیر نکاح نہیں ہوگا۔

**وجہ** ان کی دلیل یہ آیت ہے **وانکحوا الایامی منکم والصالحین من عبادکم وامائکم** (د)(آیت ۳۲ سرۃ النور ۲۴)اس آیت میں اولیاء کو حکم ہے کہ بیواؤں کا نکاح کراؤ۔جس سے معلوم ہوا کہ ولی کو نکاح کرانے کا حق ہے (۲) حدیث میں اس کی صراحت ہے کہ ولی کے بغیر نکاح نہیں ہوگا۔**عن عائشة قالت قال رسول الله ایما امرأة نکحت بغیر اذن موالیها فنکاحها باطل ثلاث مرات فان دخل بها فالمهر لها بما اصاب منها فان تستاجروا فالسلطان ولی من لا ولی له** (ہ)(ابو داؤد شریف، باب فی الولی ص ۲۹۱ نمبر ۲۰۸۳)اور ترمذی میں اس طرح عبارت ہے۔**عن ابی موسی قال قال رسول الله** ﷺ **لا نکاح الا بولی** (ترمذی شریف، باب ما جاء لا نکاح الا بولی ص ۲۰۸ نمبر ۱۱۰۱/ابن ماجہ شریف، باب لا نکاح الا بولی ص ۲۶۹ نمبر ۱۸۷۹)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ولی کے بغیر نکاح نہیں ہوگا۔

---

حاشیہ : (الف) جب تم عورتوں کو طلاق دو اور وہ اپنی مدت کو پہنچ جائے تو ان کو مت روکو اس بات سے کہ وہ اپنے شوہروں سے نکاح کریں۔جبکہ وہ آپس میں راضی ہو جائیں معروف کے ساتھ (ب) حضورؐ نے فرمایا بیوہ کی شادی نہ کی جائے یہاں تک کہ اس سے مشورہ کیا جائے اور باکرہ کی شادی نہ کی جائے یہاں تک کہ اس سے اجازت لی جائے۔لوگوں نے کہا یا رسول اللہ! اس سے اجازت کیسے لی جائے؟ آپؐ نے فرمایا کہ وہ چپ رہے یہی اس کی اجازت ہے (ج) خنساء بنت حذام کی شادی ان کے باپ نے کروائی اس حال میں کہ وہ ثیبہ تھی۔اور وہ اس شادی کو ناپسند کر رہی تھی۔پس حضورؐ کے پاس آئی تو آپؐ نے اس کے نکاح کو رد کر دیا (د) تم اپنی بیواؤں کا نکاح کراؤ اور تمہارے نیک غلاموں اور باندیوں کا (ہ) آپؐ نے فرمایا کسی عورت نے والیوں کی اجازت کے بغیر شادی کی تو اس کا نکاح باطل ہے تین مرتبہ فرمایا۔اور اگر اس سے صحبت کر لی تو اس کو مہر ملے گا صحبت کرنے کی وجہ سے۔اور اگر لوگ جھگڑنے لگیں تو سلطان ولی ہے جس کا کوئی ولی نہ ہو۔

[۱۷۵۴](۲۹) ولا یجوز للولی اجبار البکر البالغة العاقلة[۱۷۵۵](۳۰) واذا استأذنها الولی فسکتت او ضحکت او بکت بغیر صوت فذلک اذنٌ منها وان ابت لم یزوجها

**نوٹ** اس وقت اس پر فتوی دیتے ہیں کہ بغیر ولی کے بھی نکاح ہو جائے گا۔ کیونکہ لاکھوں عورتیں اس وقت بغیر ولی کے نکاح کر رہی ہیں۔ اگر ان کے نکاح کو جائز قرار نہ دیں تو مشکل ہوگا۔ البتہ غیر کفو میں شادی کی ہو تو ولیوں کو قاضی کے سامنے اعتراض کرنے کا حق ہوگا اور قاضی مناسب سمجھے تو اس نکاح کو توڑ دے۔

[۱۷۵۴](۲۹) اور نہیں جائز ہے ولی کے لئے باکرہ، بالغہ، عاقلہ کو مجبور کرنا۔

**تشریح** نابالغ بچی ہو تو ولی نکاح لئے مجبور کر سکتا ہے۔ لیکن بالغ ہو چکی ہو اور عاقل اور آزاد بھی ہو تو ولی اس کو نکاح پر مجبور نہیں کر سکتا۔

**وجہ** وہ آزاد ہے اور خود مختار ہے۔ اس لئے اس کو مجبور نہیں کر سکتا (۲) حدیث میں ہے کہ باپ نے باکرہ کی شادی بغیر اس کی رضامندی کے کر دی تو آپؐ نے اس نکاح کو توڑنے کا اختیار دیا۔ عن ابن عباس ان جاریة بکرا اتت النبی ﷺ فذکرت ان اباها زوجها وهی کارهة فخیرها النبی ﷺ (الف) (ابوداؤد شریف، باب فی البکر یزوجها ابوها ولا یستامرها ص ۲۹۲ نمبر ۲۰۹۶ ر دار قطنی، کتاب النکاح ج ثالث ص ۱۶۳ نمبر ۳۵۱۷) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ باکرہ عورت کی بھی بغیر اس کی رضامندی کے شادی کرا دی تو اس کو توڑنے کا اختیار ہوگا (۳) اوپر کی حدیث والبکر تستاذن فی نفسها سے بھی پتہ چلا کہ باکرہ کو بھی مجبور نہیں جا سکتا۔

**فائدہ** امام شافعی فرماتے ہیں کہ باکرہ ناتجربہ کار ہے اس لئے چاہے وہ بالغہ ہے پھر بھی اس کو مجبور کر سکتا ہے۔ ان کی دلیل لا نکاح الا بولی حدیث ہے (۲) حضرت عائشہ کو ان کے والد حضرت ابوبکرؓ نے اور حضرت حفصہ کو ان کے والد حضرت عمرؓ نے شادی کرائی تھی

[۱۷۵۵](۳۰) جب باکرہ سے ولی نے اجازت مانگی پس وہ چپ رہی یا ہنسی یا بغیر آواز کے روئی تو یہ اس کی جانب سے اجازت ہے۔ اور اگر انکار کر دے تو اس کی شادی نہ کرائے۔

**تشریح** چونکہ باکرہ عورت شرمیلی ہوتی ہے وہ صراحت کے ساتھ شادی کی اجازت دینے سے شرماتی ہے۔ اس لئے ان طریقوں سے اس کی اجازت کا پتہ چلتا ہے۔ اس لئے اگر وہ چپ رہی یا ہنس پڑی تو اجازت شمار کی جائے گی۔ اور کبھی خوشی سے رو بھی پڑتی ہے۔ اس لئے بغیر آواز کے رونا اجازت پر دلیل ہے۔ لیکن آواز کے ساتھ رونا انکار کی دلیل ہے۔ اس لئے اگر آواز سے روئی تو نکاح کرانے کی اجازت نہیں ہوگی

**وجہ** چپ رہنے پر اوپر کی حدیث دلیل ہے جن میں ہے۔ عن عائشة انها قالت یا رسول الله ان البکر تستحی قال رضاها صمتها (ب) (بخاری شریف، باب لا ینکح الاب وغیرہ البکر والثیب الا برضاها ص ۱۰۲۷ نمبر ۵۱۳۷ ر مسلم شریف، باب استیذان الثیب فی النکاح بالنطق والبکر بالسکوت ص ۴۵۵ نمبر ۱۴۲۰) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ چپ رہنا بھی باکرہ کی جانب سے اجازت ہے۔ اور ہنسنے اور

---

حاشیہ : (الف) حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ ایک باکرہ لڑکی حضور کے پاس آئی اور اس نے تذکرہ کیا کہ اس کے باپ نے اس کی شادی کرائی حالانکہ وہ ناپسند کرتی تھی۔ تو حضورؐ نے اس لڑکی کو اختیار دیا (ب) حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ اے اللہ کے رسول باکرہ عورت تو شرماتی ہے۔ فرمایا اس کی رضامندی اس کا چپ رہنا ہے۔

**[١٧٥٦](٣١) واذا استأذن الثیب فلا بد من رضائها بالقول[١٧٥٧](٣٢) واذا زالت بكارتها بوثبة او حيضة او جراحة او تعنيس فهى فى حكم الابكار[١٧٥٨](٣٣) وان**

بغیر آواز کے رونے کو بھی اسی پر قیاس کر لیں۔ کیونکہ یہ بھی اجازت پر دلیل ہیں۔ ابو داؤد شریف میں ان بکت او سکتت کا لفظ ہے (ابو داؤد شریف، باب فی الاستیمار ص ۲۹۲، نمبر ۲۰۹۴)

[١٧٥٦](٣١) اور اگر ثیبہ سے اجازت لی تو ضروری ہے اس کی رضا مندی بات سے۔

**تشریح** ثیبہ عورت سے ولی نکاح کے لئے اجازت لے تو باضابطہ اس کو زباں سے کہنا پڑے گا کہ میں اس نکاح سے راضی ہوں۔

**وجہ** یہ شوہر کے پاس رہ کر کم شرمیلی ہو گئی ہے۔ اس لئے زبان سے کہنے میں کوئی شرم محسوس نہیں کرے گی (۲) او پر حدیث میں تھا ان ابا هريرة حدثهم ان النبى ﷺ قال لا تنكح الايم حتى تستامر (الف) (بخاری شریف، باب لا ینکح الاب وغیرہ البکر والثیب الا برضاها ص ۱۷۷ نمبر ۵۱۳۶ / مسلم شریف، باب استیذان الثیب فی النکاح بالنطق والبکر بالسکوت ص ۴۵۵ نمبر ۱۴۱۹) اس حدیث میں تستامر کا لفظ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اس سے مشورہ کیا جائے گا اور مشورہ اسی وقت ہوگا جب وہ بات کرے گی۔ اس لئے ثیبہ زبان سے اجازت دے گی (۳) ابن ماجہ شریف میں صراحت ہے۔ عن عدى الكندى قال قال رسول الله الثيب تعرب عن نفسها والبكر رضاها صمتها (ب) (ابن ماجہ شریف، باب استمار البکر والثیب ص ۲۶۸ نمبر ۱۸۷۲) اس حدیث میں ہے کہ ثیبہ اپنی ذات کے بارے میں وضاحت کرے گی۔

[١٧٥٧](٣٢) اگر بکارت زائل ہو جائے عورت کا کنوار پن کودنے کی وجہ سے یا حیض کی وجہ سے یا زخم کی وجہ سے یا دیر تک بیٹھی رہنے کی وجہ سے تو وہ باکرہ کے حکم کے ہے۔

**تشریح** لڑکی کو حیض آیا جس کی وجہ سے پردۂ بکارت ٹوٹ گیا یا زخم کی وجہ سے یا کودنے کی وجہ سے یا ایک مدت دراز تک شادی نہ کر پائی جس کی وجہ سے کنوار پن کا جو پردہ ہوتا ہے وہ ٹوٹ گیا تب بھی وہ عورت شادی کی اجازت دینے میں چپ رہنا یا ہنسنا اجازت سمجھی جائے گی اور اس کا حکم خالص باکرہ کا حکم ہوگا۔

**وجہ** ان عورتوں سے اب تک کسی مرد نے صحبت نہیں کی ہے۔ ان سے جو بھی صحبت کرے گا وہ پہلی مرتبہ ہی صحبت کرنے والا ہوگا اس لئے یہ عورتیں باکرہ ہی ہیں (۲) ان عورتوں کا تعلق ابھی تک شوہر سے نہیں ہوا ہے اس لئے ان میں اتنی ہی شرم ہے جتنی باکرہ عورت میں۔ اس لئے ان لوگوں کا چپ رہنا بھی اجازت سمجھی جائے گی۔

**لغت** وثبة : کودنا، جراحة : زخم، تعنیس : مدت دراز تک شادی کے بغیر رہنا۔

[١٧٥٨](٣٣) اگر بکارت زائل ہو گئی زنا کی وجہ سے تو وہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک باکرہ کی طرح ہے۔ اور صاحبین نے فرمایا ثیبہ کے حکم میں

---

حاشیہ : (الف) آپ نے فرمایا بیوہ عورت کی شادی نہ کرائی جائے یہاں تک کہ اس سے مشورہ لے لیا جائے (ب) آپ نے فرمایا ثیبہ عورت اپنی وضاحت خود کر سکتی ہے۔ اور باکرہ عورت کی رضا مندی اس کا چپ رہنا ہے۔

**زالت بكارتها بالزنا فهى كك عند ابى حنيفة رحمه الله وقالا رحمهما الله هى فى حكم الثيب[۱۷۵۹](۳۴) واذا قال الزوج للبكر بلغک النكاح فسكتِّ وقالت بل رددت فالقول قولها ولا يمين عليها[۱۷۶۰](۳۵) ولا يستحلف فى النكاح عند ابى حنيفة**

---

ہے۔

**وجہ** امام ابوحنیفہ کی نظر معاشرہ کی طرف گئی کہ معاشرے میں لوگ اس کو باکرہ سمجھتے ہیں اس لئے زنا سے بکارت ٹوٹی ہوئی عورت باکرہ کے حکم میں ہوگی (۲) ایسی لڑکی زنا کو چھپاتی ہے اس لئے وہ شرم کا مظاہرہ کرے گی اور زبان سے نہیں کہے گی۔اس لئے اس کا چپ رہنا ہی اجازت شمار کی جائے گی۔

**فائدہ** صاحبین اور امام شافعی کی نظر اس بات کی طرف گئی کہ اس سے صحبت کرنے والا پہلی مرتبہ صحبت کرنے والا نہیں ہے بلکہ اس سے پہلے صحبت ہو چکی ہے چاہے حرام صحبت کیوں نہ ہو۔اس لئے یہ باکرہ کے حکم میں نہیں ہوگی بلکہ ثیبہ کے حکم میں ہوگی اور باضابطہ زبان سے نکاح کی اجازت دینا ہوگا۔

**لغت** کک : یہ کذلک کا مخفف ہے، یعنی ایسی ہی باکرہ کی طرح ہے۔

[۱۷۵۹](۳۴) اگر شوہر نے کہا باکرہ سے تم کو نکاح کی خبر پہنچی تھی تو تم چپ رہی تھی اور عورت کہتی ہے بلکہ میں نے انکار کیا تھا تو عورت کی بات مانی جائے گی اور عورت پر قسم نہیں ہے۔

**تشریح** عورت باکرہ تھی اس کی شادی ہوئی اور اس کو شادی کی خبر دی گئی۔اب اگر وہ چپ رہتی ہے تو یہ اجازت ہوگی اور نکاح ہو جائے گا۔اور زبان سے انکار کرتی ہے تو نکاح نہیں ہوگا۔اب شوہر کا دعوی ہے کہ عورت چپ رہی ہے۔اور عورت کہتی ہے کہ میں نے انکار کیا تھا تو بات عورت کی مانی جائے گی۔

**وجہ** شوہر عقد کے لازم ہونے اور بضعہ کے مالک ہونے کا دعوی کر رہا ہے اور عورت اس کا انکار کرتی ہے۔اس لئے مرد مدعی ہوا اور عورت منکر ہوئی۔اس لئے مرد پر بینہ لازم ہے۔اور اس کے پاس بینہ نہیں ہے تو منکرہ کی بات مانی جائے گی۔البتہ چونکہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک نکاح میں عورت پر قسم نہیں ہے اس لئے وہ قسم نہیں کھائے گی۔بغیر قسم کے اس کی بات مانی جائے گی۔

[۱۷۶۰](۳۵) امام ابوحنیفہ کے نزدیک نکاح میں عورت سے قسم نہیں کھلوائی جائے گی۔اور صاحبین کے نزدیک کھلوائی جائے گی۔

**تشریح** امام ابوحنیفہ کے نزدیک ان آٹھ جگہوں پر منکر کو قسم نہیں کھلوائی جائے گی (۱) نکاح (۲) رجعت کرنے پر (۳) ایلاء میں، عورت واپس کرنا جس کو فیئی کہتے ہیں (۴) غلامیت (۵) ام ولد بنانا (۶) ولاء (۷) نسب (۸) حدود۔ان چیزوں میں منکر پر قسم نہیں ہے صرف اس کے کہنے پر بات مان لی جائے گی۔

**فائدہ** اور صاحبین کے نزدیک ان جگہوں میں بھی منکر سے قسم لی جائے گی۔اس کی تفصیل کتاب الدعوی میں آئے گی۔

**رحمه الله وقالا یستحلف فیه[۱۷۶۱](۳۶) وینعقد النکاح بلفض النکاح والتزویج والتملیک والهبة والصدقة[۱۷۶۲](۳۷) ولا ینعقد بلفظ الاجارة والاعارة والاباحة.**

---

[۱۷۶۱](۳۶) نکاح منعقد ہوگا نکاح کے لفظ سے اور تزویج اور تملیک اور ہبہ اور صدقہ کے الفاظ سے۔

**تشریح** ان الفاظ سے نکاح منعقد ہو جائے گا۔

**وجہ** (۱) نکاح کے ذریعہ بضعہ کا مالک ہوتا ہے۔اور تملیک، ہبہ اور صدقہ کے ذریعہ پورے جسم کا مالک ہوتا ہے۔اس لئے پورے جسم کی ملکیت بولکر ایک جز کی ملکیت مراد ہو تو جائز ہے۔اس لئے تملیک، ہبہ اور صدقہ بولا مثلا عورت کہتی ہے کہ میں نے تم کو اپنے جسم کا مالک بنایا اور شوہر نے کہا میں نے قبول کیا تو نکاح ہو جائے گا (۲) حدیث میں اس کا اشارہ ہے مثلا تزویج اور تملیک کے لفظ سے نکاح کا ثبوت حدیث میں ہے۔ایک لمبی حدیث کا ٹکڑا یہ ہے عن سهل بن سعد ان امرأة عرضت نفسها علی النبی ... فقال النبی ﷺ املکنا کها بما معک من القرأن (الف)(بخاری شریف، باب عرض المرأة نفسها علی الرجل الصالح ص ۶۷۷ نمبر ۵۱۲۱ رمسلم شریف، باب الصداق وجواز کونه تعلیم قرآن الخ ص ۴۵۷ نمبر ۱۴۲۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تملیک کے لفظ سے نکاح منعقد ہو جائے گا۔دوسری حدیث میں ہے اذهب فقد زوجتکها بما معک من القرآن (ب)(بخاری شریف، نمبر ۵۱۳۲ رمسلم شریف، نمبر ۱۴۲۵) اس حدیث میں زوجت کے لفظ سے نکاح کا انعقاد ہوا ہے۔اور هبه کے لفظ سے منعقد ہونے کے لئے یہ آیت ہے وامرأة مؤمنة ان وهبت نفسها للنبی ان اراد النبی ان یستنکحها (ج)(آیت ۵۰ سورۃ الاحزاب ۳۳) اس آیت میں وهبت کے ذریعہ نکاح کی طرف اشارہ ہے۔ایک حدیث میں بھی اهب کے لفظ سے نکاح کا اشارہ ہے۔وقال سهل قالت امرأة للنبی اهب لک نفسی فقال رجل یا رسول الله !ان لم تکن لک بها حاجة فزوجنیها (د)(بخاری شریف، باب اذا کان الولی هو الخاطب ص ۷۷۰ نمبر ۵۱۳۱) اس حدیث میں ہبہ کا لفظ استعمال کر کے نکاح کی طرف اشارہ کیا ہے۔اور صدقہ بھی ہبہ کے معنی میں ہیں اس لئے صدقہ کے لفظ سے بھی نکاح منعقد ہو جائے گا۔

[۱۷۶۲](۳۷) اور نکاح نہیں منعقد ہوگا اجارہ، عاریت اور اباحت کے الفاظ سے۔

**تشریح** کوئی عورت مرد سے کہے کہ میں نے اپنے آپ کو آپ کے پاس عاریت پر رکھا، یا میں نے اپنے آپ کو آپ کے لئے مباح کیا، یا میں نے اپنے آپ کو آپ کے پاس اجرت پر رکھا اور مرد دو گواہوں کے سامنے قبول کرے تو اس سے نکاح منعقد نہیں ہوگا۔

**وجہ** نکاح کا ترجمہ ہے ہمیشہ کے لئے شوہر کو بضعہ کا مالک بنایا۔اور اوپر کے الفاظ میں مالک بنانا نہیں پایا جاتا ہے۔بلکہ وقتی طور پر اجرت لیکر یا

---

حاشیہ : (الف) حضرت انس فرماتے ہیں کہ ایک عورت آئی اور حضورؐ کے لئے اپنے آپ کو پیش کرنے لگی۔آپؐ نے فرمایا تم کو میں اس عورت کو مالک بنایا اس کے بدلے میں جو تمہارے پاس قرآن ہے (ب) جاؤ میں نے تمہاری شادی کرائی اس کے بدلے جو تمہارے پاس ہے قرآن میں سے (ج) کوئی عورت اپنی ذات کو حضورؐ کے لئے ہبہ کرے، اگر چاہے حضورؐ اس سے نکاح کرے (د) حضرت سہل فرماتے ہیں کہ ایک عورت نے حضور سے کہا میں آپ کو اپنی ذات ہبہ کرتی ہوں۔تو ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ! اگر آپ کو ضرورت نہیں ہے تو میری اس سے شادی کرا دیجئے۔

[۱۷۶۳] (۳۸) ويجوز نكاح الصغير والصغيرة اذا زوجهما الولى بكرا كانت الصغيرة او ثيبا.

بغیر اجرت کے فائدہ اٹھانے کے لئے دینا ہے۔اس لئے وہ الفاظ نکاح کے معنی میں نہیں ہیں۔اس لئے ان الفاظ سے نکاح منعقد نہیں ہوگا۔مثلا اجارہ میں اجرت لیکر تھوڑی دیر فائدہ اٹھانا ہے پھر چیز واپس دے دینا ہے۔اور عاریت میں مفت تھوڑی دیر فائدہ اٹھانا ہے پھر واپس دے دینا ہے۔اور مباح میں بھی مفت تھوڑی دیر فائدہ اٹھانا ہے پھر واپس کر دینا ہے۔تو چونکہ ان الفاظ میں مکمل ملکیت کا ثبوت نہیں ہے اس لئے ان الفاظ سے نکاح منعقد نہیں ہوگا۔

**اصول** ملکیت ہونے کے الفاظ سے نکاح منعقد ہوگا۔تھوڑی دیر استعمال کے لئے دینے کے الفاظ سے نکاح منعقد نہیں ہوگا۔

[۱۷۶۳] (۳۸) جائز ہے چھوٹے بچے اور چھوٹی بچی کا نکاح جبکہ شادی کرائی ہوان دونوں کے ولی نے، چھوٹی بچی باکرہ ہو یا ثیبہ۔

**تشریح** چھوٹے بچے کی شادی ولی کرائے اس سے اس کا نکاح ہو جائے گا۔اسی طرح نابالغہ بچی چاہے باکرہ ہو یا ثیبہ ہو ولی اس کا نکاح کرائے تو نکاح ہو جائے گا۔

**وجہ** اوپر گزر چکا ہے کہ ولی کو نکاح کرانے کا حق ہے۔لا نكاح الا بولى حدیث گزر چکی ہے۔اس لئے وہ نکاح کرائے تو نکاح ہو جائے گا (۲) وہ تو بالغ عورت کی بات تھی لیکن نابالغ لڑکے یا نابالغ لڑکی کی شادی کرائے تو چونکہ ان کو عقل نہیں ہے اس لئے بدرجۂ اولی ولی کے نکاح کرانے سے نکاح ہوگا (۳) بعض مرتبہ کفو اور اچھا خاندان مل جاتا ہے جو بعد میں نہیں مل سکے گا۔اب اگر اس وقت ولی نکاح نہ کرائے اور بچے یا بچی کے بالغ ہونے کا انتظار کرے تو بچے یا بچی کو نقصان ہوگا۔اس لئے بھی ولی کا نکاح جائز قرار دیا جائے (۴) حدیث میں ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے اپنی نابالغہ لڑکی عائشہؓ کی شادی حضورؐ سے کروائی اور ہو بھی گئی۔عن عائشة ان النبى ﷺ تزوجها وهى بنت ست سنين وادخلت عليه وهى بنت تسع ومكثت عنده تسعا (الف) (بخاری شریف، باب النکاح الرجل ولدہ الصغار ص ۷۷۱ نمبر ۵۱۳۳/ مسلم شریف، باب جواز تزویج الاب البکر الصغیرۃ ص ۴۵۶ نمبر ۱۴۲۲) اس حدیث میں چھ سال کی نابالغ لڑکی کی شادی باپ نے کروائی اور نکاح ہو گیا۔

**نوٹ** ثیبہ لڑکی اگر نابالغہ ہے تو باپ اس کی شادی بھی کرواسکتا ہے۔

**وجہ** چونکہ اس میں عقل نہیں ہے اس لئے باپ کو مدد کرنے کا حق ہے جس طرح باکرہ نابالغہ کی شادی کرانے کا حق ہے۔

**فائدہ** امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ثیبہ شوہر کے ساتھ رہ کر تجربہ کار ہو چکی ہے اس لئے اس کی شادی کرانے کا حق ولی کو نہیں ہوگا۔

**وجہ** (۱) اوپر کی حدیث میں ثیب کو خود نکاح کرنے کا اختیار دیا گیا ہے۔اور ثیب میں بالغہ اور نابالغہ دونوں داخل ہیں اس لئے دونوں کا نکاح نہیں کراسکتا (۲) ابوداؤد میں ہے عن ابن عباس ان رسول الله قال ليس للولى مع الثيب امر واليتيمة تستامر وصمتها

حاشیہ : (الف) حضورؐ نے حضرت عائشہؓ سے شادی کی اس حال میں کہ وہ چھ سال کی تھی۔اور رخصتی ہوئی اس حال میں کہ نو سال کی تھی۔اور آپؐ کے پاس نو سال تک ٹھہری۔

**[۱۷۶۴](۳۹) والولی ھو العصبة[۱۷۶۵](۴۰) فان زوجھما الاب او الجد فلا خیار لھما بعد البلوغ.**

اقرارھا (الف)(ابوداؤدشریف، باب فی الثیب ص۲۵۳نمبر۲۱۰۰ردارقطنی، کتاب النکاح ص۱۶۷نمبر۳۵۳۶)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ثیبہ چاہے نابالغہ ہو ولی کو مجبور کرنے کا حق نہیں ہے۔

[۱۷۶۴](۳۹)ولی وہ عصبہ ہے۔

**تشریح** جس ترتیب میں وراثت میں عصبات کو حق وراثت ملتا ہے اسی ترتیب سے نکاح کرانے میں بھی نکاح کرانے کا حق ہے۔اس کی ترتیب اس طرح ہوگی۔ پہلے باپ کو نکاح کرانے کا حق ہے۔وہ نہ ہو تو دادا کو، وہ نہ ہو تو بیٹے کو، وہ نہ ہو تو بھائی کو، وہ نہ ہو تو چچا کو اور وہ نہ ہو تو چچازاد بھائی کو اور وہ بھی نہ ہو تو ماں کو نکاح کرانے کا حق ہوتا ہے۔

**وجہ** ولی کے سلسلے میں یہ حدیث ہے۔**عن عائشة قالت قال رسول الله ﷺ ... فان تشاجروا فالسلطان ولی من لا ولی له** (ب)(ابوداؤدشریف، باب الولی ص۲۹۱نمبر۲۰۸۳رترمذی شریف، باب ماجاء لا نکاح الا بولی ص۲۰۸نمبر۱۱۰۲رنسائی شریف، نمبر۵۳۹۴) اس حدیث سے پتہ چلا کہ ولایت میں ترتیب ہے اور جس کا ولی نہ ہو اس کا ولی سلطان ہے۔ بیٹے کے ولی ہونے کے سلسلے میں ایک لمبی حدیث کا ٹکڑا ہے۔جس میں حضرت ام سلیم نے اپنے بیٹے حضرت انس کو ابوطلحہ سے نکاح کرانے کے لئے کہا۔**عن انس ان ابا طلحة خطب ام سلیم ... قالت یا انس زوج ابا طلحة قال الشیخ وانس بن مالک ابنھا وعصبتھا** (ج)(سنن للبیہقی، باب الابن یزوجھا اذا کان عصبة لھا بغیر ابنوة ج سابع، ص۲۱۳، نمبر۱۳۷۵۵)اس اثر میں حضرت انس بیٹے کو نکاح کا ولی بنایا گیا ہے۔اور کوئی نہ ہو تو ماں کے ولی بننے کے لئے یہ اثر ہے۔**قال عمر بن الخطاب اذا کان العصبة احدھم اقرب بام فھو احق**(د)(رواہ الامام محمد فی کتاب الحجج ص ۲۹۳ راعلاء السنن، نمبر۳۱۴۲)اس سے معلوم ہوا کہ کوئی عصبہ نہ ہو تو ماں نکاح کرانے کی حقدار ہے۔

[۱۷۶۵](۴۰)پس اگر ان دونوں کی شادی باپ اور دادا نے کرائی تو ان دونوں کو بلوغ کے بعد خیار نہیں ہوگا۔

**تشریح** اگر چھوٹے نابالغ بچے یا بچی کی شادی باپ نے یا دادا نے کرادی تو بالغ ہونے کے بعد ان کو اس نکاح کے توڑنے کا خیار نہیں ہوگا۔اور ان کے علاوہ نے نکاح کرایا تو بالغ ہونے کے بعد توڑنے کا خیار بلوغ ملے گا۔

**وجہ** (ا)باپ کو بیٹے کے ساتھ شفقت کاملہ بھی ہے اور ان کے عاقل بالغ ہونے کی وجہ سے عقل بھی ہے۔اس لئے مشفق اور عاقل نے نکاح کرایا اس لئے ان کو نکاح توڑنے کا حق نہیں ہوگا۔اور باپ نہ ہوتے وقت دادا بھی اسی درجے میں شمار ہوتے ہیں۔اثر میں ہے **عن عطاء**

---

حاشیہ : (الف) آپؐ نے فرمایا ولی کے لئے ثیبہ کے ساتھ کوئی معاملہ نہیں ہے۔اور یتیمہ سے مشورہ لیا جائے گا۔اور اس کا چپ رہنا اس کا اقرار کرنا ہے(ب) آپؐ نے فرمایا پس اگر وہ جھگڑا کریں تو سلطان اس کا ولی ہے جس کا کوئی ولی نہ ہو(ج) حضرت انس سے روایت ہے کہ ابوطلحہ نے ام سلیم کو پیغام نکاح دیا...حضرت ام سلیم نے فرمایا اے انس! ابوطلحہ سے نکاح کرادو۔شیخ نے فرمایا انس بن مالک اس کا بیٹا تھا اور اس کا عصبہ بھی تھا(د) حضرت عمر نے فرمایا اگر ان میں سے کوئی عصبہ ماں سے زیادہ قریب ہو تو وہ زیادہ حقدار ہے۔

**[۱۷۶۶](۴۱) وان زوجهما غیر الاب والجد فلکل واحد منهما الخیار ان شاء اقام علی النکاح وان شاء فسخ[۱۷۶۷](۴۲) ولا ولایة لعبد ولا لصغیر ولا لمجنون ولا لکافر**

انہ اذا انکح الرجل ابنہ الصغیر فنکاحہ جائز ولا طلاق لہ (الف)(سنن للبیہقی ، باب الاب یزوج ابنہ الصغیرج سابع ص ۲۳۲،نمبر۱۳۸۱۷/مصنف ابن ابی شیبۃ۱۲فی رجل یزوج ابنہ وھوصغیرمن اجازۃ ج ،ثالث ص ۴۴۹،نمبر۱۶۰۰۹)اس اثر میں ہے کہ باپ نے نابالغ بیٹے کی شادی کرائی تو اس کوطلاق دینے کی اجازت نہیں ہوگی ۔یعنی خیار بلوغ نہیں ملے گا۔اوراسی میں دادا بھی داخل ہوگا۔

[۱۷۶۶](۴۱)اوراگران دونوں کی شادی کروائی باپ اوردادا کے علاوہ نے توان دونوں میں سے ہرایک کواختیار ہوگا اگر چاہے تو نکاح پرقائم رہے اوراگر چاہے تو فسخ کردے۔

**تشریح** نابالغ لڑکا اورنابالغ لڑکی کی شادی باپ اوردادا کے علاوہ نے کروائی توان دونوں کوخیار بلوغ ہوگا۔یعنی بالغ ہوتے ہی اعلان کردے کہ میں اس نکاح سے راضی نہیں ہوں۔تو وہ نکاح توڑ سکتے ہیں۔

**وجہ** (۱)باپ اوردادا کے علاوہ میں یا توعقل ناقص ہوگی مثلا ماں ولیہ بنے توشفقت کاملہ ہے لیکن عقل ناقص ہے۔اس لئے کہا جاسکتا ہے کہ صحیح جگہ پرنکاح نہیں کرایا۔اس لئے نکاح توڑنے کا حق دیا جائے گا۔اور قاضی ، بھائی ، چچا یا چچازاد بھائی نے شادی کرائی تو ان لوگوں میں عقل تو ہے لیکن شفقت کاملہ نہیں ہے اس لئے کہا جاسکتا ہے کہ صحیح جگہ پرنکاح نہیں کرایا۔اس لئے بالغ ہونے کے بعد نکاح توڑنے کا حق ہوگا (۲)اثر میں اس کا ثبوت ہے **کتب عمر بن عبد العزیز فی الیتیمین اذا زوجا وھما صغیران انھما بالخیار .عن ابن طاؤس عن ابیہ قال فی الصغیرین ھما بالخیار اذا شبا** (ب)(مصنف ابن ابی شیبۃ۱۰الیتیمۃ تزوج وھی صغیرۃ من قال لھا الخیارج ثالث ص ۴۴۸،نمبر۱۵۹۹۵/۱۵۹۹۸)اس اثر میں ہے کہ یتیم کواوریتیمہ کوشادی کرائی ۔یتیمہ کے والد کا انتقال ہوگیا ہے اس لئے اس کے علاوہ نے ہی شادی کرائی ہوگی۔اس لئے ان کوخیار ملے گا۔

**فائدہ** امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ باپ اوردادا کے علاوہ نے شادی کرائی تب بھی اس کواختیار نہیں ملے گا۔

**وجہ** ان کی دلیل یہ اثر ہے۔**عن حماد قال النکاح جائز ولا خیار لھا** (ج)(مصنف ابن ابی شیبۃ۱۰الیتیمۃ تزوج وھی صغیرمن قال لھا الخیار ج ،ثالث ص ۴۴۸،نمبر۱۶۰۰۰)اس اثر سے معلوم ہوا کہ یتیمہ کوخیار بلوغ نہیں ہوگا۔جس کا مطلب یہ ہے کہ صغیراورصغیرہ کوبھی باپ اور دادا کے علاوہ نے شادی کرائی تو اس کواختیار نہیں ہوگا۔

[۱۷۶۷](۴۲)غلام کے لئے ولایت نہیں ہوگی ،اورنہ چھوٹے بچے کے لئے ،اورنہ مجنون کے لئے ،اورنہ کافر کے لئے مسلمان عورت پر

**تشریح** ان لوگوں کوشادی کرانے کی ولایت نہیں ہوگی۔

حاشیہ : (الف)حضرت عطاء نے فرمایا آدمی نے اپنے چھوٹے بچے کا نکاح کرایا تو اس کا نکاح جائز ہے اوراس کوطلاق لینے کا اختیار نہیں ہے یعنی خیار بلوغ نہیں ہے(ب) حضرت عمر بن عبد العزیز نے لکھا دو یتیموں کے بارے میں جب دونوں کی شادی کرائی اس حال میں کہ دونوں چھوٹے ہوں تو دونوں کواختیار ملے گا۔حضرت طاؤس سے منقول ہے کہ دونوں چھوٹے کواختیار ہوگا جب دونوں جوان ہوجائیں (ج)حضرت حماد نے فرمایا کہ نکاح جائز ہے اوراس کواختیار نہیں ہوگا۔

**علی مسلمة [۱۶۲۸] (۴۳) وقال ابو حنیفة رحمه الله یجوز لغیر العصبات من الاقارب التزویج مثل الاخت والام والخالة [۱۶۲۹] (۴۴) ومن لا ولی لها اذا زوجها مولاها الذی اعتقها جاز.**

وجہ (۱) ان لوگوں کو خود اپنے اوپر ولایت نہیں ہے تو ان لوگوں کو دوسروں پر ولایت کیسے ہوگی۔ مثلا غلام کو اپنی شادی کرانے کا حق نہیں ہے۔ اس کی شادی اس کا مولی کراتا ہے تو اس کو دوسروں کی شادی کرانے کا حق کیسے ہوگا؟ بچے کو عقل کی کمی ہے اس لئے اس کو دوسرے پر کیسے ولایت ہوگی؟ مجنون کو بھی عقل نہیں ہے اس لئے اس کو دوسروں پر ولایت کیسے ہوگی۔ اور کافر کو مسلمان پر ولایت نہیں ہے اس کی دلیل یہ آیت ہے۔ **ولن یجعل الله للکافرین علی المؤمنین سبیل ا** (الف) (آیت ۱۴۱ سورة النساء ۴) اس آیت میں ہے کہ کافر کو مؤمنین پر کوئی راستہ نہیں ہے۔ اس لئے کافر کو مسلمان پر ولایت نہیں ہوگی۔

[۱۶۲۸] (۴۳) امام ابو حنیفہ نے فرمایا جائز ہے عصبات کے علاوہ کے لئے رشتہ داروں میں سے شادی کرانا مثلا بہن اور ماں اور خالہ۔

تشریح امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اگر قریب کے ولی نہ ہوں مثلا عصبات میں سے کوئی ولی نہ ہو تو ذوی الارحام میں سے دوسرے رشتہ داروں کو بالترتیب شادی کرانے کا حق ہوگا۔

وجہ (۱) یہ ولایت مصلحت کے لئے ہے۔ اور رشتہ دار چاہے دور کے ہوں اس میں شفقت ہوتی ہے۔ اس لئے مصلحت کا تقاضا ہے کہ ان کو شادی کرانے کا حق دیا جائے (۲) اثر میں ہے کہ حضرت عائشہؓ نے اپنے رشتہ دار کی شادی کرائی حالانکہ وہ عصبات والی ولیہ نہیں تھیں۔ **عن ابن عباس قال انکحت عائشة ذات قرابة لها من الانصار فجاء رسول الله فقال اهدیتم الفتاة؟ قالوا نعم** (ب) (ابن ماجہ شریف، باب الغناء والدف ص ۲۷۳ نمبر ۱۹۰۰) اس حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہ نے اپنے رشتہ دار کی شادی کرائی۔ جس سے معلوم ہوا کہ ذوی الارحام عورت ہو تو بھی عصبات نہ ہوتے وقت شادی کراتی ہے۔ **قال ابن عمر فزوجنیها خالی قدامة وهو عمها ولم یشاورها** (سنن ابن ماجہ شریف، باب نکاح الصغار یزوجھن غیر الآباء ص ۲۶۹ نمبر ۱۸۷۸) اس اثر میں قدامہ ماموں نے شادی کرائی جس سے معلوم ہوا کہ غیر عصبات شادی کرا سکتا ہے۔

فائدہ امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ عصبات ہی شادی کرا سکتے ہیں دوسرے نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عصبات کو وراثت میں حق ہے تو ولایت میں بھی حق ہوگا۔

[۱۶۲۹] (۴۴) جس کا کوئی ولی نہیں ہے اگر اس کی شادی اس کے مولی نے کروائی تو جائز ہے۔

تشریح کوئی باندی آزاد کی ہوئی تھی اور اس کا کوئی ولی نہیں ہے۔ اب جس آقا نے آزاد کیا تھا اس نے باندی کی شادی کرائی تو جائز ہے۔

وجہ کیونکہ کوئی عصبہ نہ ہو تو آخر میں آزاد کرنے والا مولی غلام باندی کا عصبہ ہوتا ہے۔ اور جب عصبہ ہے تو اس کو شادی کرانے کا بھی حق ہوگا۔

حاشیہ: (الف) ہرگز کافروں کے لئے مومن پر کوئی راستہ نہیں بنایا ہے (ب) حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے انصار کے ایک رشتہ دار کی شادی کرائی۔ پس حضور تشریف لائے اور کہا تم نے دلہن کو ہدیہ دیا؟ لوگوں نے کہا ہاں۔

[١٧٧٠](٤٥) واذا غاب الولی الاقرب غیبة منقطعة جاز لمن هو ابعد منه ان یزوجها[١٧٧١](٤٦) والغیبة المنقطعة ان یکون فی بلد لا تصل الیه القوافل فی السنة الا مرة واحدة[١٧٧٢](٤٧) والکفاءة فی النکاح معتبرة[١٧٧٣](٤٨) فاذا تزوجت

---

[١٧٧٠](٤٥) اگر غائب ہو جائے ولی اقرب غیبت منقطعہ تو جائز ہے اس کے لئے جو اس کے دور کے لئے ہو کہ اس کی شادی کرادے

**تشریح** قریب کا ولی ہے لیکن اس بچے سے اتنے دور رہتے ہیں کہ اس کا ہر وقت آنا مشکل ہے اور نکاح کرانا مشکل ہے تو اس سے دور کے ولی جو بچے کے قریب ہو اس کو حق ہے کہ بچے یا بچی کی شادی کرادے۔

**وجہ** دور کے ولی کا انتظار کرے گا تو ہو سکتا ہے کہ ملا ہوا جوڑا ہاتھ سے نکل جائے اور پھر ایسا جوڑا نہ ملے۔ اس لئے دور کے ولی کو نکاح کرانے کا حق ہوگا (٢) یہ ولایت مصلحت کے لئے ہے۔ اور قریب کے ولی کے دور ہونے کی وجہ سے مصلحت اسی میں ہے کہ دور کے ولی کو حق نکاح دے دیا جائے۔

[١٧٧١](٤٦) اور غیبت منقطعہ یہ ہے کہ ایسے شہر میں ہو کہ قافلہ وہاں تک نہیں پہنچتا ہو سال میں مگر ایک مرتبہ۔

**تشریح** یہ غیبت منقطعہ کی تفسیر میں اختلاف ہے۔ ایک تفسیر یہ ہے کہ قریب کے ولی اتنی دوری پر رہتا ہو کہ وہاں تک قافلہ سال بھر میں ایک مرتبہ جاتا ہو۔ اور دوسری تفسیر یہ ہے کہ وہ مدت سفر پر ہو یعنی وہ تقریباً اڑتالیس میل دور رہتا ہو جو مدت سفر ہے۔ اور تیسری تفسیر یہ ہے کہ اتنی دور رہتا ہو کہ اس کے آتے آتے جوڑا فوت ہو جانے کا خطرہ ہو تو اس کو غیبت منقطعہ کہتے ہیں۔

## ﴿ کفو کا بیان ﴾

[١٧٧٢](٤٧) کفو نکاح میں معتبر ہے۔

**وجہ** بیوی اور شوہر کی طبیعت ملنی ضروری ہے۔ اور یہ کفو ہو تب ہی ہو سکتا ہے۔ اس لئے کفو میں شادی کرنا چاہئے۔ البتہ غیر کفو میں شادی کرے تو صحیح ہے (٢) عن عائشة قالت قال رسول الله ﷺ تخیروا لنطفکم وانکحوا الاکفاء وانکحوا الیهم (الف) (ابن ماجہ شریف، باب الاکفاء ص ٢٨١ نمبر ١٩٦٨، دار قطنی، کتاب النکاح ج ثالث ص ٢٠٧ نمبر ٣٧٤٦) عن علی بن طالب ان رسول الله ﷺ قال له یا علی ثلاث لا تؤخرها الصلوة اذا آنت والجنازة اذا حضرت والایم اذا وجدت لها کفوا (ب) (ترمذی شریف، باب ما جاء فی تعجیل الجنازة ص ٢٠٥ نمبر ١٠٧٥) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کفو میں شادی کرنا چاہئے۔

[١٧٧٣](٤٨) اگر عورت نے غیر کفو کے ساتھ شادی کی تو اولیاء کے لئے جائز ہے کہ دونوں کے درمیان تفریق کرادے۔

**تشریح** اگر عورت نے اولیاء کی اجازت کے بغیر غیر کفو میں شادی کر لی تو اولیاء کو حق ہے کہ قاضی کی قضا سے اس کو توڑوا دے۔

---

حاشیہ : (الف) آپؐ نے فرمایا اپنی نسل کے لئے اچھی عورتوں کا انتخاب کرو اور کفو سے نکاح کیا کرو۔ اور ان سے نکاح کیا کرو (ب) آپؐ نے فرمایا اے علی! تین چیزوں کو مؤخر مت کیا کرو۔ نماز جبکہ وقت آجائے، جنازہ جب حاضر ہو جائے اور بیوہ عورت کی شادی جبکہ اس کا کفو مل جائے۔

**المرأة بغیر کفؤ فللاولیاء ان یفرقوا بینھما[۱۷۷۴](۴۹) والکفاءة تعتبر فی النسب و**

---

وجہ غیر کفو میں شادی کی تو اس سے ولی کو شرمندگی ہوگی۔اس لئے اس شرمندگی کو دور کرنے کے لئے وہ قاضی کے ذریعہ نکاح توڑوا سکتے ہیں (۲)حدیث میں اس کا ثبوت ہے۔عن بریدة عن ابیه قال جائت فتاة الی النبی ﷺ فقالت ان ابی زوجنی ابن اخیه لیرفع بی خسیسته قال فجعل الا مر الیها فقالت قد اجزت ما صنع ابی ولکن اردت ان تعلم النساء ان لیس الی الآباء من الامر شیء (الف)(ابن ماجہ شریف، باب من زوج ابنتہ وھی کارھۃ ص ۲۶۸ نمبر ۱۸۷۴)اس حدیث میں لڑکی نے حضورؐ کے ذریعہ جو وقت کے قاضی بھی تھے نکاح توڑوایا اور نکاح توڑنے کا اختیار لیا۔یہ اور بات ہے کہ بعد میں اس نکاح کو عورت نے جائز قرار دے دیا۔اس لئے یہاں بھی غیر کفو میں شادی کی ہو تو اولیاء کو قاضی کے ذریعہ توڑوانے کا حق ہوگا۔

[۱۷۷۴](۴۹) اور کفو کا اعتبار کیا جائے گا نسب میں اور دین میں اور مال میں۔اور مال کا مطلب یہ ہے کہ شوہر مالک ہو مہر کا اور نفقے کا

تشریح کفو کا اعتبار نسب میں کیا جائے گا کہ دونوں کے نسب قریب قریب ہوں۔ایسا نہ ہو کہ ایک کا نسب قریش کا ہو اور دوسرے کا نسب بہت نیچے درجے کا ہو۔اسی طرح دونوں قریب قریب کے دیندار ہوں۔اور دونوں قریب قریب کے مالدار ہوں۔اور مالدار کا مطلب یہ ہے کہ شوہر مہر دینے کا اور روزانہ کا نان ونفقہ دینے کی طاقت رکھتا ہو۔

وجہ (۱)حسب نسب کے اعلی اور ادنی ہونے سے فخر کرتے ہیں۔اس لئے دونوں کے نسب قریب قریب ہوں (۲)عن عبد الله بن عمر قال قال رسول الله ﷺ العرب بعضهم اکفاء لبعض قبیلة بقبیلة ورجل برجل والموالی بعضهم اکفاء لبعض قبیله بقبیلة ورجل برجل الا حائک او حجام (ب)(سنن للبیہقی، باب اعتبار الصنعۃ فی الکفاءۃ ج سابع ص ۲۱۷، نمبر ۱۳۷۶۹)اس حدیث میں ہے کہ عرب بعض بعض کا کفو ہے۔البتہ حجام اور جولاہے نہیں ہیں۔جس سے معلوم ہوا کہ حسب اور نسب کا اعتبار ہے (۳)عن سلمان الفارسی قال نها نا رسول الله ﷺ ان نتقدم امامکم او ننکح نسائکم (ج)(سنن للبیہقی، باب اعتبار النسب فی الکفاءۃ ج، سابع ص ۲۱۷، نمبر ۱۳۷۶۷)اس حدیث میں عربی نسب نہ ہونے کی وجہ سے حضرت سلمانؓ نے فرمایا کہ مجھے تمہاری عورتوں سے نکاح کرنے سے منع فرمایا ہے (۴)اور دین کے بارے میں یہ آیت ہے۔ولا تنکحوا المشرکات حتی یومن (آیت ۲۲۱ سورۃ البقرۃ ۲)اس آیت میں دین نہ ہونے کی وجہ سے مشرکہ عورت سے شادی کرنے سے منع فرمایا (۵)اور یہ اثر ہے حدثنا سفیان قال الکفو فی الحسب والدین (د)دار قطنی، کتاب النکاح ج ثالث ص ۲۰۷ نمبر ۳۷۴۷)اور مال میں کفو ہونا چاہئے اس کے لئے یہ حدیث

---

حاشیہ : (الف)ایک جوان لڑکی حضورؐ کے پاس آئی اور کہا میرے باپ نے اپنے بھتیجے کے ساتھ میری شادی کرادی ہے تاکہ میری وجہ سے ان کی ذلت دور ہو جائے۔راوی فرماتے ہیں کہ آپؐ نے اختیار عورت کے ہاتھ میں دے دیا۔پس لڑکی نے کہا کہ جو کچھ باپ نے کیا میں اس کی اجازت دیتی ہوں۔لیکن چاہتی ہوں کہ عورتیں جان لیں کہ والدین کو معاملے میں کوئی حق نہیں ہے (ب)آپؐ نے فرمایا عرب بعض کفو ہیں بعض کے، قبیلے قبیلے کے اور آدمی آدمی کے۔اور آزاد کردہ غلام بعض کفو ہیں بعض کے۔قبیلے قبیلے کے اور آدمی آدمی کے مگر جولاہا اور حجام کہ وہ عام عرب شرفاء کے کفو نہیں ہے (ج)حضرت سلمان فارسیؓ نے فرمایا ہمیں حضورؐ نے روکا ہے کہ ہم آپ کی امامت کریں یا آپ کی عورتوں سے نکاح کریں (د)حضرت سفیان نے فرمایا کفو کا اعتبار حسب اور دین میں ہے۔

**الدین والمال وھو ان یکون مالکا للمھر والنفقة[۱۷۷۵] (۵۰) وتعتبر فی الصنائع [۱۷۷۶](۵۱) واذا تزوجت المرأة ونقصت من مھر مثلھا فللاولیاء الاعتراض علیھا**

---

ہے۔عن فاطمة بنت قیس ... ان معاویة بن ابی سفیان وابا جھم خطبانی فقال رسول اللہ اما ابو جھم فلا یضع عصاہ عن عاتقہ واما معاویة فصعلوک لا مال لہ انکحی اسامة بن زید فکرھتہ (الف) (مسلم شریف، باب المطلقة البائن لانفقة لھا ص۴۸۳ نمبر۱۴۸۰) اس حدیث میں واما معاویة فصعلوک لا مال لہ سے پتہ چلا کہ کفو میں مال کی بھی ضرورت ہے۔دوسری حدیث میں ہے عن سمرة قال قال رسول اللہ الحسب المال والکرم والتقوی (ب) (سنن للبیہقی، باب اعتبار الیسار فی الکفاءة ج، سابع ص ۲۱۹، نمبر ۱۳۷۷۶/دار قطنی، کتاب النکاح ج ثالث، ص ۲۰۹، نمبر ۳۷۵۶) اس حدیث میں بھی مال کی اہمیت ہے۔اس لئے کفو میں مال کا بھی اعتبار ہے۔اور مہر اور نفقے کی مقدار مال کی ضرورت اس لئے ہے کہ اسی سے ازدواجی زندگی بحال رہے گی۔

[۱۷۷۵] (۵۰) اور کفو کا اعتبار کیا جائے گا پیشے میں۔

**تشریح** پیشے کے اعتبار سے بھی میاں بیوی قریب قریب ہوں۔ایسا نہ ہو کہ ایک عطاری کا پیشہ کرتا ہو اور دوسرا حجامی کا پیشہ کرتا ہو۔

**وجہ** کیونکہ پیشہ کا اعتبار کیا جائے گا (۲) عن عبد اللہ بن عمر قال قال رسول اللہ ﷺ العرب بعضھم اکفاء لبعض قبیلة بقبیلة ورجل برجل والموالی بعضھم اکفاء لبعض قبیلہ بقبیلة ورجل برجل الا حائک او حجام (ج) (سنن للبیہقی، باب اعتبار الصنعة فی الکفائة ج سابع، ص ۲۱۷، نمبر ۱۳۷۶۹) اس حدیث میں ہے کہ مگر جولاہے اور حجام سے عرب لوگ شادی نہ کریں۔کیونکہ ان کا پیشہ اور ہے اور عرب کا پیشہ اور ہے۔اس لئے کفو میں پیشے کا بھی اعتبار ہے۔

**لغت** صنائع : صنعة کی جمع ہے اس کا ترجمہ ہے پیشہ۔

[۱۷۷۶] (۵۱) اگر عورت نے شادی کی اور مہر مثل سے کم رکھی تو ولی کو اس پر اعتراض کا حق ہے امام ابو حنیفہ کے نزدیک۔یہاں تک کہ اس کے لئے مہر مثل پوری کردے یا اس کو جدا کردے۔

**وجہ** امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ مہر کے زیادہ ہونے سے ولیوں کو عزت ملتی ہے اور فخر ہوتا ہے۔اور کم ہونے سے شرمندگی ہوتی ہے۔اس لئے مہر کم رکھا تو ولیوں کو حق ہوگا کہ قاضی کے سامنے اعتراض پیش کریں اور یا تو اس عورت کا مہر مثل پورا کرے یا پھر تفریق کرے۔اور صاحبین فرماتے ہیں کہ دس درہم تک تو شریعت کا حق ہے۔اس سے زیادہ خود عورت کا حق ہے۔اب اگر وہ اس حق کو ساقط کرنا چاہتی ہے تو وہ اس کا ذاتی معاملہ ہے۔اس لئے ولیوں کو اس پر اعتراض کا حق نہیں ہوگا۔

---

حاشیہ : (الف) معاویہ بن ابی سفیان اور ابو جہم نے مجھ کو پیغام نکاح دیا۔پس حضورؐ نے فرمایا بہر حال ابو جہم تو وہ کندھے سے لکڑی نہیں رکھتے ہیں۔بہر حال معاویہ تو غریب ہیں۔ان کے پاس مال نہیں ہے۔اسامہ بن زید سے نکاح کرو تو میں نے ناپسند کیا (ب) آپؐ نے فرمایا حسب مال ہے اور کرم تقوی ہے (ج) آپؐ نے فرمایا عرب بعض کفو ہے بعض کا قبیلہ قبیلے کے ساتھ، مرد مرد کے ساتھ۔اور آزاد کردہ غلام کفو ہے بعض بعض کا، قبیلہ قبیلے کے ساتھ اور آدمی آدمی کے ساتھ مگر جولاہے اور حجام۔

**عند ابی حنیفة رحمه الله حتی یتم لها مهر مثلها او یفرقها[۱۷۷۷](۵۲) واذا زوج الاب ابنته الصغیرة ونقص من مهر مثلها او ابنه الصغیر وزاد فی مهر امرأته جاز ذلک علیهما ولا یجوز ذلک لغیر الاب والجد[۱۷۷۸](۵۳) ویصح النکاح اذا سمی فیه مهرا**

[۱۷۷۷](۵۲) اگر باپ نے اپنی چھوٹی بیٹی کی شادی کرائی اور مہر مثل سے کم رکھا۔ یا چھوٹے بیٹے کی شادی کرائی اور اس کی بیوی کی مہر میں زیادہ کیا تو یہ دونوں پر جائز ہے۔ اور نہیں جائز ہے باپ اور دادا کے علاوہ کے لئے۔

**تشریح** باپ اور دادا میں شفقت کاملہ ہے اور عقل بھی ہے۔ اس لئے وہ اگر بیٹے یا بیٹی کے ساتھ مہر کے معاملے میں کچھ زیادتی کرے تو یہ قابل برداشت ہے۔ مثلا چھوٹی بیٹی کی شادی کی اور مہر مثل سے کم مہر رکھا یا چھوٹے بیٹے کی شادی کی اور اس کی بیوی کا جو مہر مثل بنتا ہے اس سے زیادہ رکھا تو ان کے لئے یہ جائز ہے اور نکاح ہو جائے گا۔

**وجہ** مہر کے بارے میں اگر چہ زیادتی کی ہے لیکن اس کے علاوہ اور مصالح ہیں جن کی وجہ سے انہوں نے یہ زیادتی برداشت کی ہوگی اس لئے مہر کی کمی بیشی قابل قبول ہوگی (۲) **عن عائشة ان النبی ﷺ تزوجها وهی بنت ست سنین وادخلت علیه وهی بنت تسع ومکثت عنده تسعا** (الف) (بخاری شریف، باب انکاح الرجل ولده الصغار ص ۷۷۱ نمبر ۵۱۳۳) اس حدیث میں چھوٹی لڑکی کی شادی تریپن سال کے آدمی سے کرائی تا ہم اس لئے جائز ہو گیا کہ حضورؐ کے ساتھ شادی تھی۔ جس سے معلوم ہوا کہ بڑی مصلحت کی خاطر چھوٹی مصلحت کو نظر انداز کیا جا سکتا ہے۔

**فائدہ** صاحبین فرماتے ہیں کہ غبن فاحش تک مہر میں کمی کرنا یا زیادتی کرنا قابل قبول ہے۔ اس سے زیادہ مصلحت کے خلاف ہے اس لئے جائز نہیں ہے۔

**نوٹ** باپ اور دادا کے علاوہ میں یا تو شفقت کاملہ نہیں ہے جیسے چچا وغیرہ یا عقل کامل نہیں ہے جیسے ماں۔ اس لئے ان لوگوں نے کمی زیادتی کے ساتھ شادی کرائی تو قابل قبول نہیں ہوگا۔

[۱۷۷۸](۵۳) نکاح صحیح ہے جبکہ متعین کرے اس میں مہر اور صحیح ہے نکاح اگر چہ متعین نہیں کیا ہو اس میں مہر۔

**تشریح** نکاح کرتے وقت مہر کا نام لے یا نہ لے دونوں صورتوں میں نکاح درست ہے۔

**وجہ** مہر تو نص قطعی اور آیت کی وجہ سے فرض ہے۔ اس لئے اس کا نام نہ بھی لے تب بھی نکاح درست ہو جائے گا۔ اور مہر مثل لازم ہو جائے گا (۲) آیت میں فرض ہونے کی دلیل موجود ہے[۱۷۷۹](۵۴) اور کم سے کم مہر دس درہم ہے۔ پس اگر متعین کیا دس درہم سے کم تو اس کے لئے دس درہم ہیں۔

حاشیہ : (الف) آپؐ نے حضرت عائشہؓ سے شادی کی جبکہ وہ چھ سال کی تھی۔ اور رخصتی ہوئی جبکہ وہ سات سال کی تھی۔ اور آپ کے پاس نو سال رہیں (ب) حلال کی گئی ہے ان کے علاوہ یہ کہ تلاش کرو مال کے بدلے پاکدامنی اختیار کرنے کے لئے، پانی بہانے کے لئے نہیں۔

**ویصح النکاح ان لم یسم فیه مھرا[ ۱۷۷۹ ](۵۴) واقل المھر عشرۃ دراھم فان سمی**

**تشریح** نکاح میں کم سے کم مہر دس درہم ہے۔اور اگر اس سے کم مہر رکھا پھر بھی عورت کو دس درہم ملیں گے۔

**وجہ** حدیث میں ہے کہ مہر دس درہم سے کم نہ ہو۔**عن جابر بن عبد اللہ ان رسول اللہ ﷺ قال لا صداق دون عشرۃ دراھم** (الف) (دار قطنی ،کتاب النکاح، ج ثالث ،ص ۱۷۳ ،نمبر ۳۵۶۰ ،سنن للبیہقی ، باب مایجوز ان یکون مہرا ج سابع ،ص ۳۹۲ ،نمبر ۱۴۳۸۴ )اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مہر دس درہم سے کم نہ ہو(۲)اوپر آیت میں تھا کہ **تبتغوا باموالکم** جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ کوئی اہم مال ہو۔اور دس درہم سے کم اہم مال نہیں ہے۔اس لئے بضعہ کی قیمت اہم مال ہونا چاہئے اور وہ دس درہم ہے۔

**فائدہ** امام شافعیؒ کے نزدیک جتنے مال پر میاں بیوی متفق ہو جائیں وہ مال لازم ہوگا چاہے لوہے کی انگوٹھی ہی کیوں نہ ہو۔

**وجہ** ان کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں آپؐ نے فرمایا کہ جاؤ لوہے کی انگوٹھی ہی تلاش کر کے لاؤ۔**سمعت سھل بن سعد الساعدی یقول انی لفی القوم عند رسول اللہ ﷺ اذ قامت امرأۃ ... قال ﷺ اذھب فاطلب ولو خاتما من حدید** (ب) (بخاری شریف ، باب التزویج علی القرآن وبغیر صداق ص ۷۷۴ نمبر ۵۱۴۹ ،مسلم شریف ، باب الصداق وجواز کونہ تعلیم قرآن ص ۴۵۷ نمبر ۱۴۲۵ )اس حدیث میں لوہے کی انگوٹھی تلاش کرنے کے لئے کہا جو بہت کم قیمت ہوتی ہے۔جس سے معلوم ہوا کہ کم قیمت کی چیز بھی مہر بن سکتی ہے۔اور امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ چوتھائی دینار سے کم نہ ہو۔

**وجہ** ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔**سمعت عبد اللہ بن عامر بن ربیعۃ عن ابیہ ان امرأۃ من بنی فزارۃ تزوجت علی نعلین فقال رسول اللہ ارضیت من نفسک ومالک بنعلین قالت نعم قال فاجازہ** (ترمذی شریف، باب ماجاء فی مہور النساء ص ۲۱۱ نمبر ۱۱۱۳ )اس حدیث میں دو جوتے پر شادی کی ہے جو تقریبا چوتھائی دینار کا ہوتا ہے(۲) دوسری حدیث میں ہے۔**عن عائشۃ قالت قال النبی ﷺ تقطع الید فی ربع دینار فصاعدا** (بخاری شریف، باب قول اللہ تعالی والسارق والسارقۃ فاقطعوا ایدیھما وفی کم یقطع ص ۱۰۰۳ نمبر ۶۷۸۹ )اس حدیث میں چوتھائی دینار کے بدلے چور کا ہاتھ کاٹا گیا۔جس سے معلوم ہوا کہ ایک عضو کی کم سے کم قیمت چوتھائی دینار ہے۔اور مہر بھی ایک عضو کی قیمت ہے اس لئے وہ بھی چوتھائی دینار سے کم نہیں ہونا چاہئے۔

گنجائش ہو تو مہر فاطمی مستحب ہے۔کیونکہ آپ کی ازواج مطہرات کا مہر بھی مہر فاطمی یعنی پانچ سو درہم تھا۔حدیث میں ہے۔**سألت عائشۃ زوج النبی ﷺ کم کان صداق رسول اللہ ؟ قالت کان صداقہ لازواجہ ثنتی وشرۃ اوقیۃ و نشا،قالت اتدری ما النش؟ قال قلت لا،قالت نصف اوقیۃ فتلک خمس مائۃ درھم،فھذا صداق رسول اللہ لازواجہ** (مسلم شریف، باب الصداق وجواز کونہ تعلیم قرآن الخ ص ۴۵۷ ،نمبر ۱۴۲۶ )اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ازواج مطہرات کا مہر پانچ سو درہم تھا۔ایک درہم 0.262 تولہ کا ہوتا ہے یا 3.061 گرام کا ہوتا ہے۔اس لئے ان کو پانچ سو سے ضرب دیں تو 131.25 یا 1530.5 گرام چاندی

---

حاشیہ : (الف) حضورؐ نے فرمایا کہ مہر دس درہم سے کم نہیں ہے(ب) سہل بن سعد فرماتے ہیں کہ میں کچھ لوگوں کے ساتھ آپ کی خدمت میں تھا کہ ایک عورت کھڑی ہوئی...آپؐ نے فرمایا جاؤ! پس ایک انگوٹھی ہی تلاش کر کے لاؤ چاہے لوہے کی ہی کیوں نہ ہو۔

**اقـل مـن عشـرة فلها عشرة[١٧٨٠](۵۵) ومن سمى مهرا عشرة فما زاد فعليه المسمى ان دخـل بهـا او مـات عـنهـا[١٧٨١](٥٦) فـان طلقها قبل الدخول والخلوة فلها نصف**

ہوگی۔حساب اس طرح ہے۔

0.262x500 برابر 131.25 تولہ چاندی مہر فاطمی ہوگا۔

500 x 3.061 برابر 1530.50 گرام چاندی مہر فاطمی ہوگا۔

**نوٹ** روپے یا پاؤنڈ کا حساب خود لگالیں۔

[١٧٨٠](۵۵) کسی نے متعین کیا مہر دس درہم یا اس سے زیادہ تو اس پر متعین کردہ مہر ہے اگر اس سے صحبت کی یا شوہر مر گیا۔

**تشریح** دس درہم یا اس سے زیادہ مہر متعین ہے تو اب مہر متعین ہی دینا ہوگا۔مہر مثل لازم نہیں ہوگا۔لیکن یہ اس صورت میں ہے کہ صحبت کی ہو یا پھر صحبت سے پہلے دونوں میں سے کسی ایک کا انتقال ہو گیا ہو۔

**وجہ** صحبت کی تو گویا کہ اپنا مال وصول کیا اس لئے اس کی قیمت یعنی مہر دینا ہوگا۔اسی طرح صحبت سے پہلے انتقال ہو گیا تو ایک معاملہ طے ہو گیا اس لئے اب پورا مہر ادا کرنا ہوگا آدھا مہر نہیں (۲) حدیث میں اس کا ثبوت ہے۔**عن عبد الله ابن مسعود فی رجل تزوج امرأة فـمـات عـنها ولم يدخل بها ولم يفرض لها الصداق؟ فقال لها الصداق كاملا وعليها العدة ولها الميراث قال معقل بـن سـنان سمعت رسولؐ الله قضى به فى بروع بنت واشق** (الف)(ابوداؤد شریف، باب فیمن تزوج ولم یسم لھا صداقا حتی مات ص ۲۹۵ نمبر ۲۱۱۴ رترمذی شریف، باب ماجاء فی الرجل یتزوج المرأۃ فیموت عنھا قبل ان یفرض لھا ص ۲۱۷ ،نمبر ۱۱۴۵ رسنن للبیہقی ، باب احد الزوجین یموت ولم یفرض لھا صداقا ولم یدخل بھا ج سابع ،ص ۳۹۹ ،نمبر ۱۴۱۱۱)اس حدیث میں صحبت سے پہلے انتقال ہوا تو پورا مہر دلوایا۔اس لئے صحبت سے پہلے انتقال ہو جائے تو پورا مہر دلوایا جائے گا۔

[١٧٨١](٥٦)اور اگر بیوی کی صحبت سے پہلے یا خلوت سے پہلے طلاق دی تو اس کے لئے متعین کردہ مہر سے آدھا ہوگا۔

**تشریح** نکاح کیا لیکن ابھی اس کے ساتھ صحبت نہیں کی یا خلوت نہیں کی۔کیونکہ خلوت بھی ہمارے یہاں صحبت کے درجے میں ہے۔اور طلاق دے دی تو عورت کے لئے آدھا مہر ہوگا۔

**وجہ** شادی ہو چکی ہے اور اس کو طلاق دے کر متوحش کیا اس لئے عورت کو کچھ نہ کچھ ملنا چاہئے۔لیکن عورت کا مال سالم واپس گیا ہے اس لئے پورا مہر نہیں ملے گا بلکہ آدھا مہر ملے گا (۲) آیت میں اس کا ثبوت ہے۔**وان طـلـقـتـمـوهـن من قبل ان تمسوهن وقد فرضتم لهن فـريـضـة فنصف ما فرضتم الا ان يعفون او يعفو الذى بيده عقدة النكاح** (الف)( آیت ۲۳۷ سورۃ البقرۃ ۲)اس آیت میں

---

حاشیہ : (الف) حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے ایک عورت سے شادی کی۔پس وہ مر گیا اور عورت سے صحبت نہیں کی اور نہ اس کے لئے مہر متعین کیا تو حضرت نے فرمایا عورت کے لئے پورا مہر ہوگا۔اور اس پر عدت ہوگی۔اور عورت کے لئے میراث ہوگی۔حضرت معقل بن سنان نے فرمایا، میں نے حضورؐ سے سنا ہے کہ انہوں بروع بنت واشق کے بارے میں ایسا ہی فیصلہ فرمایا۔

**المسمی [۱۷۸۲](۵۷) وان تزوجها ولم یسم لها مهرا او تزوجها علی ان لا مهر لها فلها مهر مثلها ان دخل بها او مات عنها[۱۷۸۳](۵۸) وان طلقها قبل الدخول بها**

ہے کہ صحبت سے پہلے طلاق دے تو عورت کو آدھا مہر ملے گا۔

[۱۷۸۲](۵۷)اور اگر شادی کی اور عورت کے لئے مہر متعین نہیں کیا، یا شادی کی اس شرط پر کہ عورت کے لئے مہر نہیں ہوگا تو اس کے لئے مہر مثل ہے اگر اس سے صحبت کی یا انتقال کر گیا۔

**تشریح** عورت سے شادی کی اور شادی کے وقت مہر متعین نہیں کیا، یا یوں کہا کہ تمہارے لئے مہر نہیں ہے تو ان دونوں صورتوں میں اگر صحبت کی تب بھی مہر مثل ملے گا یا مرد کا انتقال ہو جائے تب بھی عورت کو مہر مثل ملے گا۔

**وجہ** اگر مہر متعین نہ کیا ہو اور صحبت کرے تو مہر مثل لازم ہوتا ہے۔**عن ابن مسعود انه سئل عن رجل تزوج امرأة ولم یفرض لها صداقا ولم یدخل بها حتی مات فقال ابن مسعود لها مثل صداق نسائها لا وکس ولا شطط وعلیها العدة ولها المیراث فقام معقل ابن سنان الاشجعی فقال قضی رسول الله فی بروع بنت واشق امرأة منا مثل ما قضیت ففرح بها ابن مسعود** (ب)(ترمذی شریف، باب ماجاء فی الرجل یتزوج المرأة فیموت عنها قبل ان یفرض لها ص ۲۱۲ نمبر ۱۱۴۵/ابوداؤد شریف، باب فیمن تزوج ولم یسم لها صداقا حتی مات ص ۲۹۵ نمبر ۲۱۱۴)اس حدیث میں ہے کہ مہر متعین نہ کیا ہو اور شوہر کا انتقال ہو جائے تو عورت کے لئے مہر مثل ہوگا۔

**فائدہ** امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ چونکہ مہر متعین نہیں ہے اور انتقال ہو گیا تو عورت کو کچھ بھی نہیں ملے گا۔

**وجہ** ان کی دلیل یہ اثر ہے۔**عن علی قال فی المتوفی عنها ولم یفرض لها صداقا لها المیراث ولا صداق لها** (ج)(سنن للبیہقی، باب من قال لا صداق لها ج سابع، ص ۴۰۳، نمبر ۱۴۴۲۲)اس اثر میں ہے کہ ایسی عورت کو مہر نہیں ملے گا۔

[۱۷۸۳](۵۸)اور اگر اس کو طلاق دی اس سے صحبت سے پہلے، یا خلوت سے پہلے تو اس کے لئے متعہ ہوگا۔اور متعہ تین کپڑے ہیں اس کی پوشاک کے مانند۔اور وہ کرتی اور اوڑھنی اور چادر ہے۔

**تشریح** اگر عورت کے لئے مہر متعین نہ کیا ہو اور اس کو صحبت یا خلوت سے پہلے طلاق دے دی ہو تو ایسی عورت کو متعہ ملے گا۔اور متعہ میں تین

---

حاشیہ : (الف)اگر تم نے بیویوں کو طلاق دی اس کو ہاتھ لگانے سے پہلے اور اس کے لئے مہر متعین کیا ہے تو جتنا متعین کیا ہے اس کا آدھا مہر ملے گا۔مگر یہ کہ عورت معاف کر دے یا جس کے ہاتھ میں نکاح کا ڈور ہے وہ زیادہ دیدے یعنی شوہر (ب) حضرت عبداللہ ابن مسعود سے ایک آدمی کے بارے میں پوچھا گیا کہ اس نے ایک عورت سے شادی کی اور اس کے لئے مہر متعین نہیں کیا اور نہ اس سے صحبت کی یہاں تک کہ اس کا انتقال ہو گیا تو عبداللہ بن مسعود نے فرمایا اس کے لئے اس کے خاندان کی عورتوں کے مثل مہر ہوگا نہ کم نہ زیادہ۔اور اس پر عدت ہوگی اور اس کے لئے میراث ہوگی۔پس معقل بن سنان اشجعی کھڑے ہوئے اور فرمایا۔حضورؐ نے بروع بنت واشق کے بارے میں آپ کے فیصلے کی طرح فیصلہ فرمایا تو حضرت عبداللہ بن مسعود بہت خوش ہوئے (ج) حضرت علیؓ نے فرمایا جو انتقال ہو گیا ہو اور اس کے لئے مہر متعین نہ ہو تو اس کے لئے میراث ہے اور مہر نہیں ہے۔

**والخلوۃ فلها المتعة وهی ثلثة اثواب من کسوۃ مثلها وهی درع وخمار وملحفة**

[۱۷۸۴](۵۹) **وان تزوجها المسلم علی خمر او خنزیر فالنکاح جائز ولها**

کپڑے ہوتے ہیں۔عورت کا کرتا اور اوڑھنی اور چادر۔اس میں جس معیار کی عورت ہوگی اسی معیار کا کپڑا دیا جائے گا۔

**وجہ** آیت میں ہے کہ ایسی عورت کو متعہ دیا جائے گا۔**لا جناح علیکم ان طلقتم النساء مالم تمسوهن او تفرضوا لهن فریضة ومتعوهن علی الموسع قدره وعلی المقتر قدره متاعا بالمعروف حقا علی المحسنین** (آیت ۲۳۶ سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت کی تفسیر عبداللہ بن عباس سے یوں ہے۔**عن ابن عباس فی هذه الآیة قال هو الرجل یتزوج المرأة ولم یسم لها صداقا ثم طلقها من قبل ان ینکحها فامر الله تعالی ان یمتعها علی قدر یسره وعسره فان کان موسرا متعها بخادم او نحو ذلک وان کان معسرا فبثلاثة اثواب او نحو ذلک** (الف) (سنن للبیہقی، باب التفویض، کتاب الصداق ج سابع ص ۳۹۸، نمبر ۱۴۴۰۵) اس سے معلوم ہوا کہ جس عورت کے لئے مہر متعین نہ ہو اور صحبت سے پہلے طلاق ہو جائے اس کو متعہ دینا واجب ہے۔اور اس اثر سے یہ بھی معلوم ہوا کہ متعہ تین کپڑے ہیں۔حضورؐ نے صحبت سے پہلے عمرہ بنت جون کو طلاق دی تو تین کپڑے متعہ دیا۔**عن عائشة ان عمرة بنت الجون تعوذت من رسول الله ﷺ حین ادخلت علیه فقال لقد عذت بمعاذ فطلقها وامر اسامة او انسا فمتعها بثلاثة اثواب رازقیة** (ب) (ابن ماجہ شریف، باب متعۃ الطلاق ص ۲۹۲ نمبر ۲۰۳۷)

[۱۷۸۴](۵۹) اگر عورت سے مسلمان نے شراب یا سور پر شادی کی تو نکاح جائز ہے اور عورت کے لئے مہر مثل ہے۔

**تشریح** شراب اور سور مسلمان کے لئے مال نہیں ہیں اس لئے اس پر شادی کرنا گویا کہ مہر نہیں متعین کرنا ہے۔اور جب مہر متعین نہیں کیا تو مسئلہ نمبر ۵۷ کی رو سے اس پر مہر مثل لازم ہوگا۔اور حدیث گزر چکی ہے **عن ابن مسعود انه سئل عن رجل تزوج امرأة ولم یفرض لها صداقا ولم یدخل بها حتی مات فقال ابن مسعود لها مثل صداق نسائها لا وکس ولا شطط الخ** (ج) (ترمذی شریف، باب ماجاء فی الرجل یتزوج المرأۃ فیموت عنها قبل ای یفرض لها ص ۲۱۷ نمبر ۱۱۴۵ / ابو داؤد شریف، نمبر ۲۱۱۴)

[۱۷۸۵](۶۰) اگر عورت سے شادی کی اور اس کے لئے مہر متعین نہیں کیا پھر دونوں راضی ہو گئے مہر کی مقدار پر تو وہ اس کے لئے ہوگا اگر اس سے صحبت کی یا انتقال کر گیا۔

---

حاشیہ : (الف) حضرت ابن عباس اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ یہ مسئلہ ایسی عورت کا ہے کہ مرد نے عورت سے شادی کی اور اس کے لئے مہر متعین نہیں کیا۔پھر صحبت سے پہلے اس کو طلاق دے دی تو اللہ نے حکم دیا اس کو متعہ دے خوشحال اور تنگدستی کی مقدار۔پس اگر مالدار ہے تو ایک غلام دے یا اس طرح کی چیز۔اور تنگدست ہے تو تین کپڑے دے یا اس طرح کی چیز (ب) رخصتی کے وقت عمرہ بنت جون نے حضورؐ سے پناہ مانگی تو آپؐ نے فرمایا تم نے اللہ سے پناہ مانگی اس لئے اس کو طلاق دیدی، اور حضرت اسامہؓ یا حضرت انسؓ کو حکم دیا اس کو رازقیہ تین کپڑے متعہ دیدیں۔(ج) حضرت عبداللہ ابن مسعود سے ایک آدمی کے بارے میں پوچھا گیا کہ اس نے عورت سے شادی کی اور اس کے لئے مہر متعین نہیں کیا اور نہ اس سے صحبت کی یہاں تک کہ انتقال ہو گیا تو حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا اس عورت کو اس کے خاندان کی عورتوں کی مثل مہر ملے گا نہ کم نہ زیادہ۔

**مھر مثلھا[۱۷۸۵](۶۰) وان تزوجھا ولم یسم لھا مھرا ثم تراضیا علی تسمیة مھر فھو لھا ان دخل بھا او مات عنھا[۱۷۸۶](۶۱) وان طلقھا قبل الدخول بھا والخلوة فلھا المتعة[۱۷۸۷](۶۲) وان زاد فی المھر بعد العقد لزمتہ الزیادة ان دخل بھا او مات**

تشریح عورت سے شادی کی اور اس کے لئے مہر متعین نہیں کیا بعد میں دونوں کسی مقدار پر راضی ہو گئے تو صحبت کرنے کے بعد یا شوہر کے انتقال کے بعد وہی مہر لازم ہوگا جس پر دونوں راضی ہو گئے ہیں۔

وجہ مہر مثل اس وقت واجب ہوتا ہے جب کچھ بھی طے نہ ہو اور یہاں بعد میں ایک مقدار طے کر لی اور عورت اس پر راضی ہو گئی اس لئے مہر مثل لازم نہیں ہوگا بلکہ جو طے ہوا ہے وہی لازم ہوگا۔

[۱۷۸۶](۶۱) اگر اس کو طلاق دی صحبت سے پہلے اور خلوت سے پہلے تو اس کے لئے متعہ ہے۔

تشریح عورت کے لئے مہر متعین نہیں تھا۔ بعد میں کسی مقدار پر راضی ہو گئے ایسی صورت میں صحبت سے پہلے یا خلوت سے پہلے طلاق دے دی تو اس مقدار کا آدھا نہیں ہوگا بلکہ اس کے لئے متعہ ہوگا۔

وجہ چونکہ نکاح کے وقت مہر متعین نہیں کیا بعد میں مقدار متعین کی ہے اس لئے اس متعینہ مقدار کا آدھا نہیں ہوگا۔ اور یوں سمجھا جائے گا کہ مہر متعین نہیں ہے اس لئے بغیر خلوت کے طلاق دی ہے تو اس کے لئے صرف متعہ ہوگا (۲) آیت گزر چکی ہے **لا جناح علیکم ان طلقتم النساء مالم تمسوھن او تفرضوا لھن فریضة ومتعوھن علی الموسع قدرہ وعلی المقتر قدرہ** (الف) (آیت ۲۳۶ سورۃ البقرۃ ۲)

[۱۷۸۷](۶۲) اور اگر زیادہ کیا مہر میں عقد کے بعد تو اس کو زیادتی لازم ہوگی اگر اس سے صحبت کی یا مر گیا۔

تشریح عقد کے وقت مثلا پانچ سو درہم مہر متعین کیا۔ بعد میں ایک سو اور زیادہ کر دیا۔ پس اگر صحبت کی یا صحبت سے پہلے شوہر یا بیوی کا انتقال ہو گیا تو یہ ایک سو مہر بھی لازم ہوگا۔

وجہ قاعدہ یہ ہے کہ بعد میں جو کچھ زیادتی کرے وہ اصل مہر کے ساتھ شامل ہو جاتا ہے۔ اس لئے صحبت کی ہو یا انتقال کیا ہو تو زیادتی بھی لازم ہوگی (۲) مہر بیع کی طرح ہے۔ اور بیع میں مشتری ثمن میں زیادتی کر سکتا ہے۔ اس لئے مہر میں بھی زیادتی کر سکتا ہے۔ ثمن میں زیادتی کی دلیل یہ حدیث ہے۔ **عن ابی رافع قال استسلف رسول اللہ ﷺ بکرا فجائتہ ابل من الصدقة فامرنی ان اقضی الرجل بکرہ فقلت لم اجد فی الابل الا جملا خیارا رباعیافقال النبی ﷺ اعطہ ایاہ فان خیار الناس احسنھم قضاء** (الف) (ابوداؤد شریف، باب فی حسن القضاء ص ۱۱۹ نمبر ۳۳۴۶) اس حدیث میں حضورؐ نے زیادہ دیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مہر بھی زیادہ دے سکتا

---

حاشیہ : (الف) کوئی حرج نہیں ہے کہ تم عورتوں کو طلاق دو جب تک کہ اس کو ہاتھ نہ لگاؤ اور نہ اس کے لئے مہر متعین کرو۔ اور اس کو فائدہ اٹھانے دو صاحب وسعت کو اس کی مقدار اور تنگدست پر اس کی مقدار۔

**عنہ[۱۷۸۸](۶۳) وتسقط الزیادۃ بالطلاق قبل الدخول[۱۷۸۹](۶۴) فان حطت من مھرھا صح الحط[۱۷۹۰](۶۵) واذا خلا الزوج بامرأتہ ولیس ھناک مانع من الوطئ**

---

ہے۔

[۱۷۸۸](۶۳)زیادتی ساقط ہو جائے گی صحبت سے پہلے طلاق دینے سے۔

**تشریح** مثال مذکور میں پانچ سو درہم پہلے مہر متعین کیا تھا۔ بعد میں ایک سو درہم زیادہ کر دیا۔ اب صحبت سے پہلے طلاق دی تو آدھا مہر لازم ہوگا۔ لیکن یہاں صرف پانس سو درہم کا آدھا ہوگا۔ بعد میں جو ایک سو درہم زیادہ کیا تھا اس کا آدھا لازم نہیں ہوگا۔

**وجہ** آیت میں اشارہ ہے کہ جو نکاح کے وقت متعین کیا ہے اسی کا آدھا ہوگا، بعد کی زیادتی کا آدھا نہیں ہوگا۔ **وان طلقتموھن من قبل ان تمسو ھن وقد فرضتم لھن فریضۃ فنصف ما فرضتم** (ب)(آیت ۲۳۷ سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت میں ہے کہ جو تم نے نکاح کے وقت متعین کیا ہے صحبت سے پہلے طلاق دی ہو تو اس کا آدھا ہوگا۔ جس کا مطلب یہ ہوگا کہ بعد میں جو زیادہ دیا ہے اس کا آدھا نہیں ہوگا۔

[۱۷۸۹](۶۴) پس اگر عورت کم کر دے اس کے مہر سے تو کم کرنا صحیح ہے۔

**وجہ** مہر کم کرنا عورت کا حق ہے اس لئے اگر وہ متعین مہر میں سے کچھ کم کرنا چاہے تو کم کر سکتی ہے (۲) آیت میں اس کا ثبوت ہے بلکہ ترغیب دی گئی ہے۔ **وان طلقتموھن من قبل ان تمسوھن وقد فرضتم لھن فریضۃ فنصف ما فرضتم الا ان یعفون او یعفو الذی بیدہ عقدۃ النکاح وان تعفوا اقرب للتقوی** (ج)(آیت ۲۳۷ سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت میں فرمایا **الا یعفون** جس سے عورت کو ترغیب ہے کہ وہ مہر میں سے کم کر دے۔ اور مرد کو بھی ترغیب ہے کہ وہ معاف کرے یعنی مہر زیادہ دیدے۔

**لغت** حط : کم کرنا۔

[۱۷۹۰](۶۵) اگر خلوت کرے شوہر اپنی بیوی کے ساتھ اور وہاں وطی سے کوئی مانع نہ ہو پھر اس کو طلاق دے تو اس کے لئے پورا مہر ہوگا۔

**تشریح** شوہر اپنی بیوی سے خلوت کرے لیکن وطی نہ کرے اور وہاں وطی کرنے سے کوئی مانع نہ ہو تو پورا مہر لازم ہو جائے گا۔

**وجہ** عورت نے مال سپرد کر دیا اور گویا کہ شوہر نے قبضہ کر لیا اس لئے پورا مہر لازم ہوگا۔ اب شوہر اس کو استعمال نہ کرے تو یہ اس کی کوتاہی ہے (۲) حدیث مرسل میں ہے۔ **عن محمد بن عبد الرحمن بن ثوبان قال قال رسول اللہ ﷺ من کشف خمار امرأۃ ونظر الیھا فقد وجب الصداق دخل بھا او لم یدخل بھا** (الف)(دار قطنی، کتاب النکاح ج ثالث ص ۲۱۳ نمبر ۳۷۸۰/ سنن للبیہقی،

---

حاشیہ : (الف) حضورؐ نے جوان اونٹ قرض لیا۔ پس آپؐ کے پاس صدقے کا اونٹ آیا تو مجھ کو حکم دیا کہ میں جوان اونٹ ادا کروں۔ میں نے کہا نہیں پاتا ہوں مگر اعلی اونٹ چار دانت والا، آپؐ نے فرمایا وہی اس کو دے دو۔ اس لئے کہ اچھے لوگ وہ ہیں جو اچھے انداز میں قرض ادا کرے (ب) اگر عورت کو طلاق دے دو اس کو چھونے سے پہلے اور اس کے لئے مہر متعین کیا ہے تو جتنا متعین کیا ہے اس کا آدھا ہوگا (ج) اگر تم عورتوں کو طلاق دے دو اس کو چھونے سے پہلے اور تم نے اس کے لئے مہر متعین کیا ہے تو جتنا متعین کیا ہے اس کا آدھا ہوگا۔ مگر یہ کہ وہ معاف کر دیں۔ یا وہ شخص کچھ زیادہ کر دے جس کے ہاتھ میں نکاح کا عقد ہے (یعنی شوہر) اور اگر وہ (عورت) معاف کر دے تو یہ تقوی کے زیادہ قریب ہے۔

**ثم طلقها فلها کمال مهرها[ ۱۷۹۱ ](۶۶) وان کان احدهما مریضا او صائما فی رمضان او محرما بحج او عمرة او کانت حائضا فلیست بخلوة صحیحة ولو طلقها فیجب نصف المھر[ ۱۷۹۲ ](۶۷) واذا خلا المجبوب بامرأته ثم طلقها فلها کمال المھر عند**

باب من قال من اغلق بابا اوارخی سترا فقد وجب الصداق ج، سابع ص ۴۱۸، نمبر ۱۴۴۸۷) (۳) اثر میں بھی ہے **قال عمر بن الخطاب اذا اغلق بابا وارخی سترا فقد وجب لها الصداق وعلیها العدة ولها المیراث** (ب) (دار قطنی، کتاب النکاح ج ثالث ص ۲۱۲ نمبر ۳۷۷۹ رسنن للبیہقی، باب من قال من اغلاق بابا اوارخی سترا فقد وجب الصداق ج سابع، ص ۴۱۶، نمبر ۱۴۴۸۱) اس اثر اور حدیث سے معلوم ہوا کہ خلوت صحیحہ ہو جائے تو مہر کامل لازم ہو جائے گا چاہے صحبت نہ کی ہو۔

**فائدہ** امام شافعی فرماتے ہیں کہ عورت کے لئے آدھا مہر ہوگا۔

**وجہ** ان کی دلیل ابن عباس کا اثر ہے۔ **عن ابن عباس قال لا یجب الصداق حتی یجامعها، لها نصفه** (ج) (مصنف عبد الرزاق، باب وجوب الصداق ج سادس ص ۲۹۰ نمبر ۱۰۸۸۲)

[۱۷۹۱] (۶۶) اور اگر ان دونوں میں سے ایک بیمار ہو یا رمضان میں روزہ ہو یا حج یا عمرہ کا محرم ہو یا حائضہ ہو تو یہ خلوت صحیحہ نہیں اگر طلاق دیدی تو آدھا مہر واجب ہوگا۔

**وجہ** ان چیزوں کے ہوتے ہوئے آدمی صحبت نہیں کر سکتا اس لئے پوری خلوت نہیں ہوئی۔ اور عورت کی جانب سے مال سپرد کرنا نہیں پایا گیا اس لئے پورا مہر لازم نہیں ہوگا۔ مثلا بیمار ہو تو رغبت نہیں ہوگی۔ اور رمضان کا روزہ ہو تو صحبت کرنے سے کفارہ لازم ہوگا۔ اور احرام ہو تو صحبت کرنے سے دم لازم ہوگا۔ اور حائضہ ہو تو صحبت ممنوع ہے۔ اس لئے ان چیزوں سے خلوت صحیحہ نہیں ہوئی۔

[۱۷۹۲] (۶۷) اگر خلوت کی ذکر کٹے ہوئے آدمی نے اپنی بیوی کے ساتھ پھر اس کو طلاق دی تو اس کے لئے پورا مہر ہوگا امام ابو حنیفہ کے نزدیک۔

**تشریح** ذکر کٹا ہوا ہے ایسا آدمی بیوی کے ساتھ صحبت نہیں کر سکتا اس کے باوجود اگر اپنی بیوی کے ساتھ خلوت صحیحہ کی تو اس پر پورا مہر لازم ہوگا۔

**وجہ** عورت نے اپنا مال سپرد کر دیا۔ یہ اور بات ہے کہ مرد کی مجبوری کی وجہ سے وہ وصول نہیں کر پا رہا ہے۔ اس لئے اس پر پورا مہر لازم ہوگا (۲) اوپر میں دار قطنی کی حدیث **دخل بها او لم یدخل بها** (دار قطنی نمبر ۳۷۸۰) سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ صحبت نہ کر سکے تب بھی ذکر کٹے ہوئے پر مہر کامل لازم ہوگا۔

**فائدہ** صاحبین فرماتے ہیں کہ بیمار کو سپرد کرنے سے خلوت صحیحہ نہیں ہوتی ہے تو مجبوب الذکر تو اس سے زیادہ بیمار کے درجے میں ہے۔ اس

---

حاشیہ : (الف) آپؐ نے فرمایا جس نے عورت کے دوپٹے کو کھولا اور اس کو دیکھا تو مہر واجب ہو جائے گا۔ صحبت کی ہو اس سے یا نہ کی ہو (ب) حضرت عمر نے فرمایا اگر دروازہ بند کر دیا اور پردہ ڈال دیا تو اس کے لئے مہر واجب ہو گیا۔ اور اس پر عدت ہے اور اس کے لئے میراث ہوگی (ج) حضرت ابن عباس نے فرمایا، مہر واجب نہیں ہوگا جب تک صحبت نہ کرے۔ ورنہ اس کے لئے آدھا مہر ہوگا۔

**ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالی[۱۷۹۳](۶۸) ویستحب المتعۃ لکل مطلقۃ الا لمطلقۃ واحدۃ وھی التی طلقھا قبل الدخول ولم یسم لھا مھرا [۱۷۹۴](۶۹)واذا زوج الرجل**

لئے اس کو سپرد کرنے سے بھی خلوت صحیحہ نہیں ہوگی اور پورا مہر لازم نہیں ہوگا۔

[۱۷۹۳](۶۸) مستحب ہے متعہ ہر مطلقہ کے لئے مگر ایک مطلقہ کے لئے وہ یہ ہے کہ طلاق دی ہو صحبت سے پہلے اور اس کے لئے مہر متعین نہ کیا ہو۔

**تشریح** سب مطلقہ کو متعہ کا کپڑا دینا مستحب ہے مگر ایک مطلقہ کو کپڑا دینا واجب ہے۔ وہ یہ ہے کہ اس کے لئے مہر متعین نہ کیا ہو اور خلوت صحیحہ سے پہلے طلاق دی ہو تو اس کو مہر نہیں ملے گا۔ کیونکہ مہر متعین نہیں ہے اس لئے صحبت کرتا تو مہر مثل ملتا اور صحبت سے پہلے مہر مثل کا آدھا نہیں ہے اس لئے کچھ نہ کچھ ملنا چاہئے۔ اس لئے اس کے لئے متعہ دینا واجب کریں گے (۲) ایسی عورت کو متعہ دینے کے لئے آیت میں امر کا صیغہ استعمال کیا ہے **لا جناح علیکم ان طلقتم النساء مالم تمسو ھن او تفرضو لھن فریضۃ ومتعوھن علی الموسع قدرہ وعلی المقتر قدرہ متاعا بالمعروف** (الف) (آیت ۲۳۶ سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت میں فرمایا جس کے لئے مہر متعین نہ کیا ہو اور اس سے خلوت صحیحہ بھی نہ کیا ہو اس کو ضرور متعہ دو اپنی حیثیت کے مطابق۔ اس کی تفسیر عبد اللہ بن عباس سے (سنن للبیہقی، باب التفویض ج سابع ص ۴۴۴) پر گزر چکی ہے۔

**فائدہ** اگر مہر متعین ہو اور صحبت سے پہلے طلاق ہوئی ہو تو اس کو آدھا مہر ملے گا۔ اور مال سپرد کئے بغیر آدھا مہر ملا ہے اس لئے اس کو متعہ دینا ضروری نہیں ہے۔

**وجہ** (۱) **عن ابن عمر انہ کان یقول لکل مطلقۃ متعۃ الا التی تطلق وقد فرض لھا الصداق ولم تمس فحسبھا نصف ما فرض لھا** (ب) (سنن للبیہقی، باب المتعۃ ج سادس، ص ۴۱۹، نمبر ۱۴۴۹۱) اس سے معلوم ہوا کہ جس کا مہر متعین ہو اور صحبت سے پہلے طلاق دیدے تو اس کو آدھا مہر ملے گا۔ اس لئے اس کے لئے متعہ ضروری نہیں ہے۔

[۱۷۹۴](۶۹) اگر شادی کرائی آدمی نے اپنی بیٹی کی اس شرط پر کہ وہ شادی کرادے اپنی بہن کی یا اپنی بیٹی کی تاکہ دونوں میں سے ایک بدلہ ہو جائے دوسرے کا تو دونوں عقد جائز ہیں اور ان دونوں میں سے ہر ایک کے لئے مہر مثل ہوگا۔

**تشریح** اس نکاح کو نکاح شغار کہتے ہیں۔ اور اس کی صورت یہ ہے کہ اپنی لڑکی یا بہن کی کسی سے شادی کرائے اور اس کے لئے مہر متعین یہ کرے کہ سامنے والا اپنی بہن یا بیٹی کی شادی اس سے کرادے۔ امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ دونوں عقد جائز ہیں اور دونوں عورتوں کے لئے مہر مثل ہوگا۔

---

حاشیہ : (الف) تم پر کوئی حرج کی بات نہیں ہے اگر تم عورت کو طلاق دو اور اس کو چھوؤ نہیں اور اس کے لئے مہر متعین نہ کرو۔ اور ان کو متعہ دو مالدار کو وسعت کے مطابق اور تنگدست کو اس کی وسعت کے مطابق فائدہ اٹھانے دینا ہے معروف کے ساتھ (ب) حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ ہر مطلقہ کے لئے متعہ ہے مگر جس کو طلاق دے اور اس کے لئے مہر متعین کیا ہو اور عورت کو ہاتھ نہ لگایا تو اس کو کافی ہے اس کا آدھا جتنا اس کے لئے متعین کیا ہے۔

**ابنته علی ان یزوجه الرجل اخته او ابنته لیکون احد العقدین عوضا عن الآخر فالعقدان جائزان ولکل واحدة منهما مهر مثلها[۱۷۹۵](۷۰) وان تزوج حر امرأة علی خدمته**

وجہ یہ ایسا ہوا کہ نکاح کیا لیکن مہر متعین نہیں کیا اور مہر متعین نہ کرے تو مہر مثل لازم ہوتا ہے۔اس لئے اس صورت میں مہر مثل لازم ہوگا۔مہر متعین نہ کرے تو مہر مثل لازم ہوگا اس کی دلیل عبد اللہ ابن مسعود کی حدیث پہلے گزر چکی ہے (ترمذی شریف نمبر ۱۱۴۵/ابو داؤد شریف نمبر ۲۱۱۴)اور شرط فاسد سے نکاح فاسد نہیں ہوتا بلکہ نکاح ہو جاتا ہے۔اور شرط فاسد خود معدوم ہو جاتی ہے اس کی دلیل یہ اثر ہے۔قال جاء رجل الی ابن عباس ... فقال انی تزوجت امرأة وشرطت لھا ان لم اجی بکذا وکذا والی کذا وکذا فلیس لی نکاح،فقال ابن عباس النکاح جائز والشرط لیس شیء (الف)(سنن للبیہقی،باب الشروط فی النکاح ج سابع ص ۴۰۸، نمبر ۱۴۴۴۲)اس اثر میں ہے کہ نکاح جائز ہو جائے گا اور شرط فاسد کا اعتبار نہیں ہوگا (۲) اثر میں ہے عن عطاء فی المشاغرین یقران علی نکاحھما ویوخذ لکل واحد منھما صداق (ب) (مصنف ابن ابی شیبة ۲۲۲ ما قالوا فی النکاح الشغار ج،رابع ص ۳۴، نمبر ۱۷۴۹۹)اس اثر میں ہے کہ دونوں کا نکاح بحال رہے گا اور دونوں کے لئے الگ سے مہر متعین ہوگا جو مہر مثل ہوگا۔

فائدہ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اس طرح شادی ہی نہیں ہوگی۔

وجہ ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔عن ابن عمر ان رسول اللہ ﷺ نھی عن الشغار والشغار ان یزوج الرجل ابنته علی ان یزوجه الآخر ابنته لیس بینھما صداق (ج)(بخاری شریف،باب الشغار ص ۷۶۶ نمبر ۵۱۱۲/ترمذی شریف،باب ماجاء فی النھی عن نکاح الشغار ص ۲۱۳ نمبر ۱۱۲۴/مسلم شریف،باب تحریم نکاح الشغار ص ۴۵۴ نمبر ۱۴۱۵)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضورؐ نے نکاح شغار سے منع فرمایا ہے۔اس لئے اس طرح نکاح ہی نہیں ہوگا۔

[۱۷۹۵](۷۰)اگر آزاد نے شادی کی کسی عورت سے اس کی ایک سال کی خدمت پر یا قرآن کی تعلیم پر تو جائز ہے اور اس کے لئے مہر مثل ہوگا

وجہ (۱) بیوی اس لئے ہوتی ہے کہ وہ شوہر کی خدمت کرے اور یہاں الٹا شوہر بیوی کی خدمت کرے گا۔اس لئے مہر کے لئے شوہر کی خدمت متعین کرنا صحیح نہیں ہے۔اس لئے گویا کہ مہر ہی متعین نہیں کیا۔اور جب مہر متعین نہ کیا ہوتا تو مہر مثل لازم ہوتا ہے (۲) خدمت ہمارے نزدیک مال نہیں ہے تو گویا کہ عدم مال کو مہر متعین کیا اس لئے مہر مثل لازم ہوگا۔مہر مثل کی دلیل اور شرط فاسد سے نکاح فاسد نہ ہونے کی دلیل مسئلہ نمبر ۶۹ میں گزر گئی۔

فائدہ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ایک سال کی خدمت ہی مہر ہوگا۔اسی طرح تعلیم قرآن مہر ہوگا،مہر مثل لازم نہیں ہوگا۔

---

حاشیہ : (الف) ایک آدمی حضرت ابن عباس کے پاس آیا...پس کہا میں نے ایک عورت سے شادی کی ہے اور اس سے شرط کی ہے کہ اگر میں اتنا اتنا نہ لاؤں اتنے زمانہ تک تو میرا نکاح رہے گا؟ پس حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ نکاح جائز ہے اور شرط کوئی چیز نہیں ہے (ب) دو شغار کے سلسلے حضرت عطاء نے فرمایا کہ دونوں کا نکاح بحال رکھا جائے گا اور دونوں سے مہر لیا جائے گا (ج) حضورؐ نے شغار سے منع فرمایا۔اور شغار یہ ہے کہ مرد اپنی بیٹی کی شادی کرائے اس شرط پر کہ دوسرا اپنی بیٹی کی شادی کرائے۔اور دونوں کے درمیان مہر نہ ہو۔

**سنة او علی تعلیم القرآن جاز فلها مهرمثلها[۱۷۹۶](۷۱) وان تزوج عبد امرأة حرة باذن مولاہ علی خدمته سنة جاز ولها خدمته[۱۷۹۷](۷۲) واذا اجتمع فی المجنونة**

وجہ ان کے نزدیک خدمت اور تعلیم قرآن مال ہیں اس لئے مہر بن سکتے ہیں (۲) حدیث میں ہے کہ تعلیم قرآن کو حضورؐ نے مہر بنایا۔اس کے لئے لمبی حدیث کا ٹکڑا یہ ہے۔سمعت سهل بن سعد الساعدی يقول ... قال ﷺ هل معک من القرآن شیء؟ قال معی سورة كذا وسورة كذا قال اذهب فقد انكحتكها بما معک من القرآن (الف) (بخاری شریف، باب التزویج علی القرآن وبغیر صداق ص ۷۷۳ نمبر ۵۱۴۹ رمسلم شریف، باب الصداق وجواز کونہ تعلیم قرآن وخاتم حدید الخ ص ۴۵۷ نمبر ۱۴۲۵) اس حدیث میں تعلیم قرآن کو مہر بنایا ہے۔اس لئے مہر لازم ہوگا مہر مثل لازم نہیں ہوگا۔اور شوہر کی خدمت کو مہر متعین کرنے کی دلیل یہ آیت ہے۔قال انی ارید ان انكحک احدی ابنتی هاتین علی ان تأجرنی ثمانی حجج فان اتممت عشرا فمن عندک (ب) (آیت ۲۷ سورۃ القصص ۲۸) اس آیت میں آٹھ اور دس سال تک حضرت موسی علیہ السلام کے بکری چرانے کو مہر بنایا ہے (۳) ان علیا قال الصداق ما تراضی به الزوجان (ج) (سنن للبیہقی، باب ما یجوزان یکون مہراج، سابع ص ۳۹۴، نمبر ۱۴۳۹۲) اس اثر میں ہے کہ میاں بیوی جس چیز پر راضی ہو جائیں وہ مہر بن جائے گی۔اس لئے خدمت پر راضی ہو جائیں تو وہ بھی مہر بن جائے گی۔

[۱۷۹۶] (۷۱) اگر غلام نے آزاد عورت سے شادی کی اپنے مولی کی اجازت سے ایک سال کی خدمت پر تو جائز ہے۔اور عورت کے لئے غلام کی خدمت ہوگی۔

تشریح غلام نے آزاد عورت سے شادی کی اور اپنے آقا کی اجازت سے بیوی کے لئے ایک سال کی خدمت مہر متعین کیا تو نکاح ہو جائے گا۔اور مہر مثل لازم نہیں ہوگا بلکہ ایک سال کی خدمت ہی لازم ہوگی۔

وجہ آقا کی اجازت سے بیوی کی خدمت کرنا گویا کہ آقا ہی کی خدمت کرنا ہے۔اس لئے اس کے لئے خدمت مہر بن سکتی ہے (۲) غلام کے پاس خدمت کے علاوہ کوئی مال ہے بھی نہیں۔جو کچھ مال ہے وہ مولی کا ہے اس لئے بھی خدمت مہر بنے گی (۳) اوپر کی احادیث اور آیت بھی تائید میں ہوں گی کہ خدمت مہر بن سکتی ہے۔

[۱۷۹۷] (۷۲) اگر مجنونہ عورت میں جمع ہو جائیں اس کے باپ اور اس کے بیٹے تو ولی اس کے نکاح میں اس کا بیٹا ہوگا امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اور امام ابو یوسف کے نزدیک۔اور امام محمد نے فرمایا کہ اس کا باپ ہوگا۔

تشریح عورت مجنون ہو اور بیوہ ہو تو وہ خود شادی نہیں کر سکتی۔اب اس کا باپ اور اس کا بیٹا دونوں موجود ہیں تو شیخین کے نزدیک اس کا بیٹا

---

حاشیہ : (الف) آپؐ نے پوچھا کیا تمہارے پاس کچھ قرآن ہے؟ فرمایا مجھے فلاں فلاں سورتیں یاد ہیں۔آپؐ نے فرمایا جاؤ تمہارا نکاح کر دیا اس کے بدلے جو تمہارے پاس قرآن ہے (ب) حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا میں چاہتا ہوں کہ میری ان دو بیٹیوں میں سے ایک سے آپ کی شادی کرادوں اس شرط پر کہ آپ آٹھ سال تک میری مزدوری کریں۔پس اگر دس سال پورے کر دیئے تو یہ آپ کی جانب سے ہوگا (ج) حضرت علی نے فرمایا مہر وہ ہے جس پر میاں بیوی راضی ہو جائیں۔

**ابوها وابنها فالولی فی نکاحها ابنها عبد ابی حنیفة وابی یوسف رحمهما الله وقال محمد رحمه الله تعالی ابوها[۱۷۹۸](۷۳) ولا یجوز نکاح العبد والامة الا باذن مولاهما[۱۷۹۹](۷۴) واذا تزوج العبد باذن مولاه فالمهر دین فی رقبته یباع فیه.**

نکاح کرانے کا ولی ہوگا۔اور امام محمدؒ کے نزدیک اس کا باپ ولی ہوگا۔

**وجہ** امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ ولایت کا دارو مدار عصبات پر ہے۔اور عصبات میں پہلا حق بیٹے کا ہے اس لئے مجنونہ کی شادی کرانے کا حق بیٹے کو ہوگا۔وہ نہ ہو تو باپ ہوگا۔

**فائدہ** امام محمد فرماتے ہیں کہ باپ زیادہ تجربہ کار اور شفیق ہے۔اور نکاح کرانے کا مدار تجربہ کاری اور شفقت پر ہے اس لئے باپ کو زیادہ حق ہوگا وہ نہ ہو تو بیٹے کو ہوگا (۲) حدیث میں ہے کہ حضرت خدیجہؓ کی شادی حضورؐ سے ان کے باپ نے کرائی۔اور حضرت سودہؓ کی شادی بھی حضورؐ سے ان کے باپ نے کرائی۔دونوں لمبی حدیثیں دیکھنے کے لئے سنن للبیہقی ، باب لا ولایۃ لاحد مع اب ج سابع ،ص ۲۰۹ ،نمبر ۱۳۷۴۶/ ۱۳۷۴۸ کی طرف رجوع فرمائیں۔

[۱۷۹۸](۷۳)اور نہیں جائز ہے غلام اور باندی کا نکاح کرنا مگر ان کے آقا کی اجازت سے۔

**تشریح** اگر آقا اجازت دے تب تو غلام اور باندی کا نکاح درست ہوگا۔اور وہ اجازت نہ دے تو نکاح باطل ہو جائے گا۔

**وجہ** (۱) اگر باندی نے نکاح کیا تو اس سے آقا صحبت نہیں کر سکے گا جو بہت بڑا نقصان ہے۔اسی طرح غلام نے نکاح کیا تو وہ بیوی کے مہر اور نان ونفقہ میں بیچا جا سکتا ہے۔اس لئے مولی کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں ہوگا (۲) حدیث میں اس کا ثبوت ہے عن جابر قال قال رسول الله ﷺ ایما عبد تزوج بغیر اذن موالیه فهو عاهر (الف) (ابوداؤد شریف، باب نکاح العبد بغیر اذن موالیہ ص ۲۹۱ نمبر ۲۰۷۸ رترمذی شریف، باب ماجاء فی نکاح العبد بغیر اذن سیدہ ص ۲۱۱ نمبر ۱۱۱۱) اور دوسری حدیث میں فنکاحه باطل ہے (ابوداؤد شریف، نمبر ۲۰۷۹) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غلام باندی بغیر مولی کی اجازت شادی کی تو نکاح جائز نہیں ہوگا باطل ہوگا۔اگر نکاح کرتے وقت اجازت نہیں دی بعد میں آقا نے اجازت دیدی تب بھی نکاح ہو جائے گا۔

[۱۷۹۹](۷۴) اگر غلام نے آقا کی اجازت سے شادی کی تو مہر دین ہوگا اس کی گردن میں وہ اس میں بیچا جائے گا۔

**وجہ** (۱) جو نکاح کرتا ہے مہر اسی کی گردن پر ہوتا ہے۔اس لئے غلام نے نکاح کیا تو مہر اسی کی گردن پر ہوگا۔اور جب مہر اس کی گردن پر قرض ہوا تو اگر ادا نہ کر سکا تو وہ اس میں بیچا بھی جائے گا۔خصوصا آقا کی اجازت سے شادی کی ہے تو بکنے میں آسانی ہوگی (۲) مہر غلام کی گردن پر ہو اس کی دلیل یہ اثر ہے۔قال ابن عمر هو علی الذی انکحتموه یعنی الصداق علی الابن (الف) (مصنف ابن ابی شیبۃ ۱۳ علی من یکون المہر ج ثالث ،ص ۴۴۹ ،نمبر ۱۶۰۱۲) اس اثر سے معلوم ہوا کہ مہر غلام پر ہوگا۔اس لئے وہ اس کے بدلے میں بیچا بھی جا سکتا ہے۔

---

حاشیہ : (الف) آپؐ نے فرمایا کسی بھی غلام نے بغیر آقا کی اجازت کے شادی کی تو وہ زانی ہے۔

**[۱۸۰۰](۷۵) واذا زوج المولی امته فلیس علیه ان یبوئها بیتا للزوج ولکنها تخدم المولی ویقال للزوج متی ظفرت بها وطئتها[۱۸۰۱](۷۶) وان تزوج امرأة علی الف درهم علی ان لا یخرجها من البلد او علی ان لا یتزوج علیها امرأة فان وفی بالشرط فلها المسمی[۱۸۰۲](۷۷) وان تزوج علیها او اخرجها من البلد فلها مهر مثلها.**

---

[۱۸۰۰](۷۵)اگرآقا نے اپنی باندی کی شادی کرائی تو اس پر لازم نہیں ہے کہ شوہر کے یہاں رات گزارنے دے،لیکن باندی آقا کی خدمت کرے گی اور شوہر سے کہا جائے گا جب موقع ملے اس سے صحبت کرلیں۔

**وجہ** آقا کی خدمت کا حق مقدم ہے۔اس لئے کہ ابھی بھی اس کی ملکیت ہے۔اور شوہر کا حق اس کے بعد ہے۔اس لئے کہ اس کا حق صرف بضعہ پر ہے۔اس لئے آقا پر ضروری نہیں ہے کہ باندی کو شوہر کے گھر رات گزارنے کے لئے بھیجے۔بلکہ وہ اپنی خدمت کرواتا رہے۔اور شوہر سے کہا جائے گا کہ جب موقع ملے بیوی سے مل لے۔

**لغت** یبوء : رات گزروانا، ظفر : کامیاب ہونا،موقع پانا،

[۱۸۰۱](۷۶)اگر شادی کی عورت نے ایک ہزار پر اس شرط پر کہ اس کو شہر سے نہیں نکالے گا یا اس شرط پر کہ اس پر دوسری عورت سے شادی نہیں کرے گا۔پس اگر شرط پوری کی تو عورت کو مہر متعین ملے گا۔

**تشریح** عورت نے ایک ہزار مہر کے بدلے شادی کی اس شرط پر کہ اس کو شہر سے نہیں نکالے گا۔یا اس شرط پر کہ اس عورت کے بعد دوسری عورت سے شادی نہیں کرے گا۔پس اگر اس شرط کو پوری کی تو جتنا مہر متعین کیا ہے وہ مل جائے گا یعنی اس کو ایک ہزار درہم مل جائے گا۔کیونکہ شوہر نے شرط پوری کردی۔**المسلمون عند شروطھم.**

[۱۸۰۲](۷۷)اور اگر اس پر دوسری عورت سے شادی کی یا اس کو شہر سے نکالا تو اس کے لئے مہر مثل ہوگا۔

**تشریح** شرط تو یہی تھی کہ اس پر دوسری عورت سے شادی نہیں کرے گا یا شہر سے نہیں نکالے گا۔لیکن شوہر نے ان شرطوں کو پوری نہیں کی۔بلکہ اس کے اوپر دوسری عورت سے شادی کرلی یا اس کو شہر سے نکالا تو اب عورت کے لئے مہر مسمی نہیں ہوگا بلکہ مہر مثل ہوگا۔

**وجہ** شرط پوری کرنے پر ایک ہزار پر راضی ہوئی تھی۔شرط پوری نہیں کی تو ایک ہزار پر راضی نہیں ہوگی۔اس لئے اب اس کے لئے معیار مہر مثل ہوگا کیونکہ گویا کہ مہر ہی متعین نہیں ہوا۔

[۱۸۰۳](۷۸)اگر عورت سے شادی کی بغیر وصف بیان کئے ہوئے جانور پر تو تعین صحیح ہے اور عورت کے لئے اس کا وسط ہوگا۔اور شوہر کو اختیار ہے اگر چاہے تو عورت کو جانور کا وسط دیدے۔اور اگر چاہے تو اس کو اس کی قیمت دیدے۔

---

حاشیہ : (ب) حضرت ابن عمر نے فرمایا مہر اس پر ہے جس کی تم لوگوں نے شادی کرائی یعنی مہر بیٹے پر ہے۔

[۱۸۰۳](۷۸) وان تزوجها على حيوان غير موصوف صحت التسمية ولها الوسط منه والزوج مخير ان شاء اعطاها ذلك وان شاء اعطاها قيمته[۱۸۰۴](۷۹) ولو تزوجها على ثوب غير موصوف فلها مهر مثلها[۱۸۰۵](۸۰) ونكاح المتعة والموقت

**تشریح** عورت سے حیوان پر شادی کی اوراس کی جنس بیان کی کہ مثلا گھوڑے پر شادی کرتا ہوں لیکن اس کی صفت بیان نہیں کی کہ اعلی درجے کا گھوڑا ہوگا یا ادنی درجے کا تو ایسی صورت میں مہر صحیح ہوجائے گا۔لیکن وسط گھوڑا لازم ہوگا جو قیمت کے اعتبار سے نہ اعلی ہوا ور نہ ادنی ہو۔

**وجہ** وسط دینے میں کسی کا نقصان نہیں ہے۔نہ دینے والے کا اور نہ لینے والے کا (۲) حدیث میں اس کا اشارہ ہے۔ایک عورت کا مہر متعین نہیں تھا اوراس کے شوہر کا انتقال ہوگیا تو حضرت عبداللہ بن مسعود نے وسط کا فیصلہ فرمایا تھا۔اس میں یہ جملہ ہے۔فقال ابن مسعود لها مثل صداق نسائها لا وکس ولا شطط (الف) (ترمذی شریف، باب ماجاء فی الرجل یتزوج المرأۃ فیموت عنها قبل ان یفرض لها ص ۲۱۷ نمبر ۱۱۴۵ رابوداؤد شریف، باب فیمن تزوج ولم یسم لها صداقا حتی مات ص ۲۹۵ نمبر ۲۱۱۶) اس حدیث میں ہے کہ نہ کم ہوا ور نہ زیادہ ہو (۳) آیت میں بھی ایسے موقع پر معروف کا فیصلہ ہوتا ہے یعنی جو عام معاشرہ میں رائج ہے وہ لازم ہوگا۔وللمطلقات متاع بالمعروف حقا على المتقين (ب) (آیت ۲۴۱ سورۃ البقرۃ ۲) البتہ اوسط کا پتہ قیمت سے چلے گا۔اس لئے شوہر کو یہ بھی حق ہے کہ اوسط جانور خرید کر دیدے۔اور یہ بھی اختیار ہے کہ اوسط جانور کی قیمت بیوی کو سپرد کردے۔کیونکہ اوسط کا پتہ قیمت ہی سے چلے گا۔اس لئے قیمت بھی سپرد کرسکتا ہے۔

**نوٹ** اگر جانور کی جنس بھی متعین نہیں کی۔مثلا یوں نہیں کہا کہ گھوڑا مہر ہے یا گائے بلکہ یوں کہا کہ جانور پر نکاح کرتا ہوں تو اس میں جہالت کاملہ ہے اس لئے مہر مثل لازم ہوگا۔

[۱۸۰۴](۷۹) اوراگر شادی کی ایسے کپڑے پر جس کی صفت بیان نہ کی گئی ہو تو عورت کے لئے مہر مثل ہوگا۔

**تشریح** کپڑا بہت قسم کا ہوتا ہے۔پس اگر صفت بیان نہیں کی تو مہر مجہول رہ گیا تو گویا کہ مہر متعین نہیں ہوا۔اس لئے اس عورت کے لئے مہر مثل ہوگا۔

**اصول** یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ جہالت کاملہ ہو تو گویا کہ مہر متعین نہیں ہوا اس لئے مہر مثل لازم ہوگا۔

[۱۸۰۵](۸۰) نکاح متعہ اور نکاح موقت باطل ہے۔

**تشریح** نکاح متعہ کی صورت یہ ہے کہ عورت سے کہے کہ میں تم سے کچھ رقم دے کر کچھ دنوں کے لئے فائدہ اٹھانا چاہتا ہوں۔یہ نکاح پہلے جائز تھا۔فتح مکہ کے موقع پر قیامت تک کے لئے حرام کردیا گیا اوراب بالکل جائز نہیں ہے۔اور نکاح موقت کی شکل یہ ہے کہ دو گواہوں کی گواہی

حاشیہ : (الف) حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا اس کے لئے عورتوں کے مہر کے مثل ہوگا نہ کم نہ زیادہ (ب) طلاق شدہ عورتوں کو فائدہ اٹھانے دینا ہے معروف کے ساتھ۔یہ حق ہے پرہیزگاروں پر۔

**باطل[۱۸۰۶](۸۱) وتزويج العبد والامة بغير اذن مولاهما موقوف فان اجازه المولى جاز وان رده بطل[۱۸۰۷](۸۲) وكذلك ان زوج رجل امرأة بغير رضاها او رجلا بغير**

سے متعین دن کے لئے نکاح کرے۔ یہ دونوں نکاح باطل ہیں۔

وجہ آیت میں ہے۔ **الا على ازواجهم او ما ملكت ايمانهم فانهم غير ملومين ○ فمن ابتغى وراء ذلك فاولئك هم العادون** (الف)(آیت ۶ سورۃ المؤمنون ۲۳) اس آیت میں ہے کہ صرف بیوی سے صحبت کرے یا باندی سے صحبت کرے۔ اس کے علاوہ سے زیادتی ہے۔ اور نکاح متعہ میں اور نکاح موقت میں عورت بیوی نہیں ہوتی اس لئے ان سے صحبت کرنا ظلم ہوگا (۲) حدیث میں ہے۔ **حدثنی الربيع بن سبرة الجهنی ان اباه حدثه انه كان مع رسول الله ﷺ فقال يا ايها الناس انى قد كنت اذنت لكم فى الاستمتاع من النساء وان الله قد حرم ذلك الى يوم القيامة فمن كان عنده منهن شىء فليخل سبيله ولا تأخذوا مما آتيتموهن شيئا** (ب)(مسلم شریف، باب نکاح المتعۃ وبیان انہ ابیح ثم نسخ ثم ابیح ثم نسخ واستقر تحریمہ الی یوم القیامۃ ص ۴۵۰ نمبر ۱۴۰۶ / بخاری شریف، باب نھی النبی ﷺ عن نکاح المتعۃ اخیرا ص ۷۶۶ نمبر ۵۱۱۵ / ابوداؤد شریف، باب فی نکاح المتعۃ ص ۲۹۰ نمبر ۲۰۷۳ / ترمذی شریف، باب ما جاء فی تحریم نکاح المتعۃ ص ۲۱۳ نمبر ۱۱۲۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نکاح متعہ منسوخ ہے اور حرام ہے۔ اور نکاح موقت بھی اسی میں داخل ہے۔

[۱۸۰۶](۸۱) غلام اور باندی کا نکاح بغیر آقا کی اجازت کے موقوف ہے۔ پس اگر آقا اس کی اجازت دے تو جائز ہوگا اور اگر رد کر دے تو باطل ہوگا تشریح غلام یا باندی نے بغیر مولی کی اجازت کے شادی کر لی تو یہ نکاح اس کی اجازت پر موقوف رہے گا۔ اگر مولی نے اجات دی تو جائز ہو جائے گا اور رد کر دیا تو نکاح باطل ہو جائے۔

وجہ حدیث گزر چکی ہے۔ **عن ابن عمر عن النبى ﷺ قال اذا نكح العبد بغير اذن مولاه فنكاحه باطل** (ج)(ابوداؤد شریف، باب فی نکاح العبد بغیر اذن موالیہ ص ۲۹۱ نمبر ۲۰۷۹ / ترمذی شریف، نمبر ۱۱۱۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غلام باندی کا نکاح بغیر آقا کی اجازت کے باطل ہے۔

[۱۸۰۷](۸۲) ایسے ہی اگر شادی کرا دی کسی فضولی نے عورت کی بغیر اس کی رضامندی کے یا مرد کی بغیر اس کی رضامندی کے تو نکاح موقوف رہیگا تشریح کسی آدمی نے بالغ عورت یا بالغ مرد کی شادی بغیر ان کی رضامندی اور اجازت کے کرا دی تو یہ نکاح عورت اور مرد کی اجازت پر موقوف رہیں گے۔ اگر انہوں نے اجازت دی تو نکاح بحال رہے گا اور رد کر دیا تو رد ہو جائے گا۔

وجہ اوپر حدیث گزر چکی ہے کہ شادی کرنے کا اختیار خود مرد اور عورت کو ہے۔ اس لئے کسی نے ان کی اجازت کے بغیر شادی کرا دی تو یہ نکاح

حاشیہ : (الف) مگر اپنی بیویاں اور باندیوں کے ساتھ کہ وہ ملامت کی چیز نہیں ہیں۔ اور جو ان کے علاوہ کو تلاش کرے وہ حد سے گزرنے والے ہیں (ب) آپ نے فرمایا اے لوگو! میں نے تم کو عورتوں سے تمتع کرنے کی اجازت دی تھی۔ اور اللہ نے حرام کر دیا اس کو قیامت تک۔ پس ان عورتوں میں سے جن کے پاس کوئی ہو تو اس کا راستہ چھوڑ دے۔ اور جو کچھ دیا ہے اس میں سے کچھ نہ لے (ج) آپ نے فرمایا اگر غلام نکاح کرے اپنے آقا کی اجازت کے بغیر تو اس کا نکاح باطل ہے۔

**رضاه[۱۸۰۸](۸۳) ویجوز لابن العم ان یزوج بنت عمه من نفسه[۱۸۰۹](۸۴) واذا اذنت المرأة لرجل ان یزوجها من نفسه فعقد بحضرة شاهدین جاز.**

ان کی اجازت پر موقوف رہے گا۔

[۱۸۰۸](۸۳) جائز ہے چچازاد بھائی کے لئے شادی کرے چچازاد بہن سے خود سے۔

**تشریح** بیٹا، باپ، دادا، بھائی اور چچا نہ ہوں تو اب چچازاد بھائی لڑکی کا عصبہ اور ولی بنتا ہے۔اس لئے وہ لڑکی کا ولی بنا اور اپنی جانب سے اصیل ہوا۔اور نکاح میں ایک ہی آدمی دونوں طرف سے ولی بن سکتا ہے۔یا ایک طرف سے وکیل اور اپنی جانب سے اصیل بن سکتا ہے۔اور دو گواہوں کے سامنے **نکحتُ** کہا تو دونوں جانب سے ایجاب وقبول ادا ہو گئے اور نکاح ہو جائے گا۔اپنی جانب سے اصیل ہوا اور لڑکی کی جانب سے وکیل ہوا اور **نکحتُ** کہنے سے نکاح ہو جائے گا اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔**عن عائشة ان النبی ﷺ تزوجها وھی بنت ست سنین** (الف) (بخاری شریف، باب تزویج الاب ابنتہ من الامام ص ۱۷۷نمبر ۵۱۳۴) اس حدیث میں حضورؐ اپنی جانب سے اصیل تھے اور حضرت عائشہ کی جانب سے وکیل تھے اور ان سے آپؐ نے شادی کی۔اور دونوں جانب سے وکیل ہوا اور شادی کرادے اس کی دلیل لمبی حدیث کا یہ ٹکڑا ہے۔**حدثنا سھل بن سعد ... قال ﷺ اذھب فقد زوجتکھا بما معک من القرآن** (ب) (بخاری شریف، باب اذا کان الولی ھو الخاطب ص ۷۷۰نمبر ۵۱۳۲) اس حدیث میں حضورؐ بیوی اور شوہر دونوں جانب سے وکیل تھے۔اور ایک ہی لفظ **زوَّجتُکھا** سے دونوں کی شادی کرادی۔اس لئے چچازاد بھائی خود چچازاد بہن سے شادی کرسکتا ہے۔کیونکہ چچازاد بھائی کے لئے چچازاد بہن سے شادی کرنا جائز ہے۔

[۱۸۰۹](۸۴) اگر عورت نے کسی مرد کو اجازت دی کہ اس سے اپنی ذات سے شادی کرلے، پس اس نے عقد کیا دو گواہوں کے سامنے تو جائز ہے۔

**تشریح** عورت نے ایک آدمی کو اپنی شادی کا وکیل بنایا کہ وہ اپنی شادی اس عورت سے کرے۔پس اس آدمی نے دو گواہوں کے سامنے نکحت کہہ کر اپنا نکاح اس عورت سے کر دیا تو نکاح ہو جائے گا۔

**وجہ** کیونکہ وہ اپنی جانب سے اصیل ہوا اور عورت کی جانب سے وکیل ہوا۔اور نکاح میں ایک ہی آدمی وکیل اور اصیل بن سکتا ہے (۲) اوپر حدیث گزری **عن عائشة ان النبی ﷺ تزوجها وھی بنت ست سنین** (ج) (بخاری شریف، نمبر ۵۱۳۴) جس میں حضورؐ اپنی جانب سے اصیل اور حضرت عائشہ کی جانب سے وکیل تھے (۳) نکاح میں وکیل مؤکل کی جانب سے سفیر اور معبر ہوتا ہے اس لئے وہ دونوں جانب سے وکیل بن سکتا ہے۔اور بیع میں وکیل خود ذمہ دار ہوتا ہے اس لئے دونوں جانب سے وکیل نہیں بن سکتا اور نہ اپنی جانب سے اصیل اور دوسرے کی جانب سے وکیل بن سکتا ہے۔

---

حاشیہ : (الف) آپؐ نے حضرت عائشہ سے شادی کی جبکہ وہ چھ سال کی تھی (ب) جاؤ میں نے تمہاری شادی کرادی اس کی وجہ سے جو تمہارے پاس قرآن ہے (ج) حضورؐ نے حضرت عائشہ سے شادی کی اس حال میں کہ وہ چھ سال کی تھی۔

**[۱۸۱۰](۸۵) واذا ضمن الولی المهر للمرأة صح ضمانه وللمرأة الخیار فی مطالبة زوجها او ولیها[۱۸۱۱](۸۶) واذا فرق القاضی بین الزوجین فی النکاح الفاسد قبل**

[۱۸۱۰](۸۵)اور ولی ضامن بن جائے مہر کا عورت کے لئے تو اس کا ضامن بننا صحیح ہے۔اور عورت کو اختیار ہے مطالبہ کرنے میں اپنے شوہر سے یا اس کے ولی سے۔

**تشریح** عورت کو نکاح کرانے کا جو ولی تھا وہی شوہر کی جانب سے عورت کو مہر ادا کرنے کا ولی بن گیا تو یہ جائز ہے۔اور عورت کو اختیار ہے کہ شوہر سے مہر کا مطالبہ کرے۔اور یہ بھی اختیار ہے کہ اپنے ولی سے مطالبہ کرے۔کیونکہ وہ بھی ادا کرنے کا کفیل ہے۔

**وجہ** نکاح میں ولی سفیر اور معبر ہوتا ہے۔اس پر مہر لینے کی ذمہ داری نہیں ہوتی۔اس لئے وہ شوہر کی جانب سے مہر ادا کرنے کا کفیل بن سکتا ہے۔اور چونکہ شوہر اصل ذمہ دار ہے اس لئے عورت اس سے بھی مطالبہ کرسکتی ہے۔اور ولی کفیل ہے اس لئے اس سے بھی مطالبہ کرسکتی ہے (۲) حدیث میں دونوں سے مطالبہ کرنے کا اشارہ ہے۔**قال جابر توفی رجل فغسلناه وحنطناه و کفناه ثم اتینا النبی ﷺ فقلنا له تصلی علیه فقال فخطا خطی ثم قال علیه دین؟قال فقیل دیناران قال فانصرف قال فتحملهما ابو قتادة قال فاتیناه قال فقال ابو قتادة الدیناران علی فقال النبیؐ حق الغریم وبری منهما المیت قال نعم فصلی علیه رسول الله ﷺ قال فقال له بعد ذلک بیوم مافعل الدیناران قال انما مات امس قال فعاد الیه کالغد قال قد قضیتهما فقال النبی ﷺ الآن بردت علیه جلده** (الف)(سنن للبیہقی ،باب الضمان علی المیت ج سادس ص۱۲۴،نمبر ۱۱۴۰۵)اس حدیث میں اس وقت تک میت کی چمڑی ٹھنڈی نہیں ہوئی جب تک کہ دونوں دینار ابو قتادہ نے ادا نہ کر دیئے۔جس سے معلوم ہوا کہ دو دینار کی ذمہ داری اصل میت پر بھی رہی۔اس لئے کفیل اور مکفول عنہ شوہر دونوں مہر کے ذمہ دار ہوں گے۔

[۱۸۱۱](۸۶)اگر قاضی نے نکاح فاسد میں بیوی شوہر کے درمیان تفریق کرائی صحبت سے پہلے تو اس کے لئے مہر نہیں ہے۔اور ایسے ہی خلوت کے بعد مہر نہیں ہے۔

**تشریح** نکاح فاسد میں قاضی نے میاں بیوی کے درمیان تفریق کرائی۔پس اگر صحبت سے پہلے یا خلوت سے پہلے تفریق کرائی تو عورت کے لئے مہر نہیں ہے۔

**وجہ** نکاح فاسد مجبوری کے درجہ میں نکاح ہے۔اس لئے باضابطہ صحبت سے پہلے نکاح کا انعقاد نہیں ہوگا۔اس لئے اس سے پہلے مہر بھی لازم

---

حاشیہ : (الف)حضرت جابر فرماتے ہیں کہ ایک آدمی کا انتقال ہوا۔پس ہم نے اس کو غسل دیا اور حنوط لگایا اور کفن دیا۔پھر حضورؐ کے پاس آیا اور ان سے گذارش کی کہ آپؐ اس پر جنازہ نماز پڑھیں۔پس آپؐ ایک دو قدم چلے پھر پوچھا کیا اس پر قرض ہے؟ کہا گیا کہ دو دینار ہیں۔پس آپؐ پیچھے ہٹ گئے۔پس اس کی ذمہ داری ابو قتادہ نے لے لی۔ہم حضورؐ کے پاس آئے اور کہا کہ ابو قتادہ کہتے ہیں کہ دو دینار کی ذمہ داری مجھ پر ہے۔آپؐ نے فرمایا قرض خواہ کا حق اور میت اس سے بری ہو گیا؟ ابو قتادہ نے فرمایا ہاں! پس حضورؐ نے اس پر نماز پڑھی۔ایک دن کے بعد پوچھا گیا کہ دو دینار کا کیا ہوا؟ میں نے کہا کہ وہ تو کل ہی مرے ہیں۔پھر کل کی طرح اگلے دن بھی پوچھا۔میں نے کہا کہ ان کو ادا کر دیا ہوں۔آپؐ نے فرمایا اب اس کی کھال ٹھنڈی ہوگئی۔

**الدخول فلا مهر لها وكذلك بعد الخلوة[۱۸۱۲](۸۷) واذا دخل بها فلها مهر مثلها ولا يزاد على المسمى[۱۸۱۳](۸۸) وعليها العدة ويثبت نسب ولدها منه**

نہیں ہوگا۔اور چونکہ نکاح صحیح نہیں ہے اس لئے خلوت کرنا صحبت کے درجے میں نہیں ہے۔اس لئے قاضی نے صحبت سے پہلے یا خلوت سے پہلے تفریق کرادی تو مہر لازم نہیں ہوگا (۲) اس اثر میں اس کا ثبوت ہے۔ **عن ابراهيم قال كل نكاح فاسد نحو الذى تزوج فى عدتها واشباهه ماذا من النكاح الفاسد اذا كان قد دخل بها؟ فلها الصداق ويفرق بينهما** (الف) (مصنف ابن ابی شیبة ۱۶۱ ما قالوا فی المرأة تزوج فی عدتها الها الصداق ام لا؟ ج رابع، ص۴، نمبر ۱۷۱۹۰) اور مصنف عبد الرزاق میں ہے۔ **وقال عطاء لها صداقها بما اصاب منها** (ب) (مصنف عبد الرزاق، باب نكاحها فی عدتها ج سادس ص ۲۰۹ نمبر ۱۰۵۳۲) اس اثر میں ہے کہ صحبت کرے گا تب عورت کو مہر ملے گا ورنہ نہیں۔

**نوٹ** عورت عدت گزار رہی ہو اسی درمیان نکاح کرنا نکاح فاسد کی شکل ہے۔

[۱۸۱۲] (۸۷) اور اگر اس سے صحبت کر لے تو عورت کے لئے مہر مثل ہوگا اور متعین مہر پر زیادہ نہیں کیا جائے گا۔

**تشریح** نکاح فاسد میں عورت سے صحبت کرے تو عورت کے لئے مہر مثل ہوگا۔لیکن یہ مہر مثل آپس میں جتنا مہر طے کیا ہے اس سے زیادہ نہ ہو۔مثلا آپس میں پانچ سو درہم مہر طے کیا ہے اور مہر مثل چھ سو درہم ہے تو پانچ سو درہم ہی دیئے جائیں گے چھ سو درہم نہیں دیئے جائیں گے۔

**وجہ** نکاح فاسد اصل میں نکاح ہی نہیں ہے لیکن چونکہ صحبت کر چکا ہے اس لئے مجبورا مہر مثل کا فیصلہ کیا جائے گا۔اور چونکہ دونوں کم پر راضی ہو گئے ہیں اس لئے کم دیا جائے گا (۲) نکاح فاسد نکاح نہیں ہے اس کی دلیل یہ اثر ہے۔ **عن عطاء قال من نكح على غير وجه النكاح ثم طلق فلا يحسب شيئا انما طلق غير امرأته** (ج) (مصنف عبد الرزاق، باب النكاح على غير وجه النكاح ج سادس ص ۲۰۳ نمبر ۱۰۵۱۰) اس اثر میں ہے کہ نکاح کے طریقے کے علاوہ جو نکاح کیا اس کا اعتبار نہیں ہے۔اس لئے نکاح فاسد کا اعتبار نہیں ہے۔

[۱۸۱۳] (۸۸) اور عورت پر عدت ہے۔اور عورت کے بچے کا نسب ثابت ہوگا اسی شوہر سے۔

**تشریح** نکاح فاسد میں تفریق کے بعد عورت پر عدت بھی لازم ہوگی۔اور اس درمیان بچہ پیدا ہوا تو اس بچے کا نسب اس شوہر سے ثابت ہوگا۔ **اخبرنی عطاء ان علی بن ابی طالب اتی بامرأة نكحت فى عدتها وبنى فيها ففرق بينهما وامرها ان تعتد بما بقى من عدتها الاولى ثم تعتد من هذا عدة مستقبلة** (الف) (مصنف عبد الرزاق، باب نكاحها فی عدتها ج سادس ص ۲۰۸ نمبر ۱۰۵۳۲) اس اثر میں ہے کہ دوسرے کی عدت میں شادی کی تو یہ نکاح فاسد ہوا اس لئے پہلے نکاح کی عدت بھی پوری کرنی ہے اور دوسری

---

حاشیہ : (الف) حضرت ابراہیم نے فرمایا ہر فاسد نکاح مثلا عورت کی عدت میں شادی کر لی یا اس طرح کے جو بھی نکاح فاسد ہوا گر اس سے صحبت کی ہو تو عورت کے لئے مہر ہوگا اور دونوں کو جدا کر دیئے جائیں گے (ب) حضرت عطاء نے فرمایا عورت کو نکاح فاسد میں مہر ملے گا صحبت کی وجہ سے (ج) حضرت عطاء نے فرمایا طریقۂ نکاح کے علاوہ سے نکاح کیا پھر طلاق دی تو کچھ شمار نہیں کیا جائے گا۔اس لئے کہ اپنی بیوی کے علاوہ کو طلاق دی (ج) حضرت علیؓ کے پاس ایک عورت آئی جس نے عدت میں نکاح کیا تھا اور رخصتی بھی کی تھی تو دونوں علیحدہ کر دیئے گئے۔اور عورت کو حکم دیا کہ پہلے پہلی عدت کا باقی ماندہ دن گزارے پھر (باقی اگلے صفحہ پر)

**[۱۸۱۴](۸۹) ومہر مثلها یعتبر باخواتها وعماتها وبنات عمها[۱۸۱۵](۹۰) ولا یعتبر**

شادی جو نکاح فاسد ہے اس کی عدت بھی پوری کرنی ہے۔جس سے ثابت ہوا کہ نکاح فاسد کی فرقت میں عدت ہے (۲) عدت اس لئے گزروائی جائے گی تا کہ پتہ چل جائے کہ اس کے پیٹ میں کسی قسم کا بچہ نہ رہ جائے۔اور نسب ثابت اس لئے کیا جائے گا تا کہ بچہ بغیر نسب کے نہ رہ جائے (۲) پہلے گزر چکا ہے الولد للفراش (مسلم شریف نمبر ۱۴۵۷)اور چونکہ نکاح فاسد کی وجہ سے عورت ناکح کی فراش ہے اس لئے اس وقت کے بچے کا نسب ناکح سے ثابت ہوگا۔

﴿ مہر مثل کا بیان ﴾

[۱۸۱۴](۸۹)اس کے مہر مثل کا اعتبار کیا جائے گا اس کی بہنوں، پھوپیوں اور چچازاد بہنوں سے۔

تشریح مہر مثل کا مطلب یہ ہے کہ اس خاندان کی قریبی عورتوں مثلا بہن، پھوپی، چچازاد بہن کا جو مہر ہے ان مہروں کے مثل ان کا مہر ہو اس کو مہر مثل کہتے ہیں۔

وجہ مہر کا اعتبار خاندان کی عورتوں کے ساتھ ہے (۲) حدیث میں اس کا ثبوت ہے۔لمبی حدیث جس میں عبد اللہ بن مسعود نے عورت کے لئے مہر مثل کا فیصلہ کیا اس کا ٹکڑا یہ ہے۔**عن ابن مسعود انه سئل عن رجل تزوج امرأة ولم یفرض لها صداقا ولم یدخل بها حتی مات فقال ابن مسعود لها مثل صداق نسائها لا وکس ولا شطط** (الف)(ترمذی شریف، باب ماجاء فی الرجل یتزوج المرأة فیموت عنها قبل ان یفرض لها ص ۲۱۷ نمبر ۱۱۴۵/ابو داؤد شریف، باب فیمن تزوج ولم یسم لها صداقا حتی مات ص ۲۹۵ نمبر ۲۱۱۶)اس حدیث میں ہے **لها مثل صداق نسائها لا وکس ولا شطط** جس کا مطلب یہ ہے کہ خاندان کی عورت کا جو مہر ہے وہ مہر مثل ہے۔نہ اس سے کم ہو اور نہ زیادہ ہو۔اور خاندان کی عورتیں بہن، پھوپیاں اور چچازاد بہن ہوتی ہیں۔اس لئے انہیں عورتوں کے مہر کو مہر مثل کہتے ہیں۔

[۱۸۱۵](۹۰)مہر مثل کا اعتبار نہیں کیا جائے گا اس کی ماں کے ساتھ اور اس کی خالہ کے ساتھ اگر وہ عورت کے قبیلے سے نہ ہوں۔

تشریح ماں کا مہر اور خالہ کا مہر عورت کے لئے مہر مثل نہیں ہوگا۔ہاں اگر عورت کے خاندان سے ہی ماں اور خالہ ہو تو ان کے مہر کا اعتبار کیا جائے گا۔

وجہ اوپر کی حدیث مثل صداق نسائها سے پتہ چلا کہ خاندان کی عورت ہو اس کے مہر کا اعتبار ہوگا۔اور ماں اور خالہ خاندان میں سے عموما نہیں ہوتیں اس لئے ان کے مہر کا اعتبار نہیں ہوگا۔البتہ اگر وہ اپنی خاندان ہی کی عورتیں ہوں تو ان کے مہر کا اعتبار ہوگا۔مثلا باپ نے چچازاد بہن سے شادی کی تھی جس کی وجہ سے وہ اپنے خاندان کی ہی عورت تھی۔

[۱۸۱۶](۹۱)اعتبار کیا جائے گا مہر مثل میں یہ کہ برابر ہوں دونوں عورتیں عمر میں، خوبصورتی میں اور مال میں اور عقل میں اور دین میں اور شہر

---

حاشیہ : (پچھلے صفحہ سے آگے)اگلی عدت بھی گزارے (الف)حضرت عبد اللہ بن مسعود کو ایسے آدمی کے بارے میں پوچھا کہ اس نے ایک عورت سے شادی کی اور اس کے لئے مہر متعین نہیں کیا اور نہ اس سے صحبت کی کہ وہ مر گیا تو حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ اس کے لئے اس کے خاندان کی عورتوں کے مہر کے مثل ہوگا۔نہ کم نہ زیادہ۔

**بـامهـا وخـالتهـا اذا لـم تكونا من قبيلتها[۱۸۱۶](۹۱) ويعتبر فى مهر المثل ان يتساوى الـمـرأتـان فـى الـسـن والـجمال والمال والعقل والدين والبلد والعصر [۱۸۱۷](۹۲) و يجوز تزويج الامة مسلمة كانت او كتابية.**

---

میں اورزمانہ میں۔

**تشریح** اس عورت کا دوسری عورت کے ساتھ مہر کے مثل ہونے کا اعتبار اس وقت کیا جائے گا جبکہ دونوں عورتیں اوپر کی سات چیزوں میں یکساں ہوں۔

**وجہ** ان چیزوں کے تفاوت سے مہر میں تفاوت ہوتا ہے۔مثلا ایک عورت کی شادی تیس سال میں ہوئی تھی جس کا مہر پانچ سو درہم رکھا تھا۔اور اس عورت کی عمر بیس سال ہے تو ظاہر ہے کہ اس کا مہر زیادہ ہوگا۔اس لئے دونوں عورتوں کی عمر،خوبصورتی ، مال،عقل ، دین تقریبا یکساں ہوں۔اسی طرح ایک عورت برطانیہ کی ہوتو اس کا مہر کچھ اور ہوگا اور دوسری عورت پاکستان کی ہے تو اس کا مہر کچھ اور ہوگا۔اس لئے دونوں عورتیں ایک شہر کی ہوں۔اوردونوں کا زمانہ بھی تقریبا ایک ہوں۔عبداللہ ابن مسعود کی حدیث میں ہے۔**لها مثل صداق نسائها** (ترمذی شریف،نمبر ۱۱۴۵) جس کا مطلب یہ ہے کہ دونوں عورتیں ایک طرح کی ہوں۔

[۱۸۱۷] (۹۲) اور جائز ہے باندی سے نکاح کرنا مسلمان ہو یا کتابیہ۔

**تشریح** آزادعورت بیوی نہ ہوتو باندی سے نکاح کرسکتا ہے۔چاہے باندی مسلمان ہو یا یہودیہ یا نصرانیہ ہو۔

**وجہ** آیت میں اس کا ثبوت ہے۔**ومـن لم يستطع منكم طولا ان ينكح المحصنات المؤمنات فمن ما ملكت ايمانكم من فتيـاتـكم المؤمنات** (الف) (آیت ۲۵ سورۃ النساء۴) اس آیت میں ہے کہ جو آزادعورت کی طاقت نہ رکھتا ہو وہ مؤمنہ باندی سے شادی کرسکتا ہے۔اور باندی میں دونوں شامل ہیں اس لئے مسلمہ اور کتابیہ دونوں سے شادی کرسکتا ہے۔جس طرح آزاد کتابیہ سے شادی کرسکتا ہے۔

**فائدہ** امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ کتابیہ باندی سے شادی بالکل نہیں کرسکتا۔

**وجہ** آیت میں **فتياتكم المؤمنات** کی قید ہے کہ مومنہ باندی ہو۔اس لئے کتابیہ سے شادی کرنا جائز نہیں ہے(۲)**عبيد الله بن عبد الـلـه وسـلـيـمـان بـن يـسـار قـال وكـانوا يقولون لا يصلح للمسلم نكاح الامة اليهودية ولا النصرانية انما احل الله الـمـحـصـنات من الذين اوتوا الكتاب وليست الامة بمحصنة** (ب) (سنن للبیہقی ،باب لا یحل نکاح امۃ کتابیۃ لمسلم بحال ج سابع ،ص ۲۸۷،نمبر ۱۴۰۱۴) اس اثر سے بھی معلوم ہوا کہ کتابیہ سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔یہ اثر بھی ہے۔**عـن ابـی میسـرة قال : اماء**

---

حاشیہ : (الف) تم میں سے جو طاقت نہ رکھتا ہو کہ مومنہ آزادعورتوں سے شادی کرے تو تمہارے جوانوں میں سے مومنہ باندی بہتر ہے(ب) عبیداللہ بن عبداللہ اور سلیمان بن یسار فرمایا کرتے تھے کہ مسلمان کے لئے یہودیہ اور نصرانیہ باندی سے شادی کرنا مناسب نہیں ہے۔کیونکہ اللہ نے اہل کتاب کی آزادعورتوں کو حلال کیا اور باندی آزاد نہیں ہے۔

**[۱۸۱۸](۹۳) ولا يجوز ان يتزوج امة على حرة[۱۸۱۹](۹۴) ويجوز تزويج الحرة عليها[۱۸۲۰](۹۵) وللحر ان يتزوج اربعا من الحرائر والاماء وليس له ان يتزوج اكثر**

اهل الكتاب بمنزلة حرائرهم (مصنف ابن ابی شیبة ۴۲ فی نکاح اماء اہل الکتاب ج ثالث ص ۴۶۴، نمبر ۱۶۱۷۵)

[۱۸۱۸](۹۳) اور نہیں جائز ہے باندی کی شادی آزاد پر۔

**تشریح** پہلے سے آزاد عورت نکاح میں ہو اب اس پر باندی سے شادی کرنا چاہتا ہے تو جائز نہیں ہے۔

**وجہ** اوپر کی آیت میں ہے کہ آزاد عورت کی طاقت نہ رکھتا ہو تب باندی سے شادی کرے۔ اور یہاں تو آزاد عورت سے شادی کر چکا ہے اس لئے باندی سے شادی کیسے جائز ہوگی (۲) حدیث مرسل میں ہے۔ عن الحسن قال نهى رسول الله ان تنكح الامة على الحرة (الف) (سنن للبیہقی، باب لا تنکح امة علی حرة وتنکح الحرة علی الامة ج سابع ص ۲۸۴، نمبر ۱۴۰۰۱ر دار قطنی، کتاب النکاح ج ثالث ص ۱۹۸ نمبر ۳۶۹۵) اس حدیث مرسل سے معلوم ہوا کہ آزاد بیوی کے رہتے میں باندی سے نکاح جائز نہیں ہے (۳) عن على قال اذا تزوجت الحرة على الامة قسم لها يومين وللامة يوما، ان الامة لا ينبغي لها ان تزوج على الحرة (ب) (دار قطنی، کتاب النکاح ج ثالث، نمبر ۳۶۹۵) اس اثر سے بھی معلوم ہوا کہ آزاد عورت بیوی ہو تو باندی سے شادی نہ کرے۔

[۱۸۱۹](۹۴) اور جائز ہے آزاد سے شادی کرنا باندی پر۔

**تشریح** پہلے باندی بیوی ہو اب اس پر آزاد عورت سے شادی کرنا چاہے تو کر سکتا ہے۔

**وجہ** (۱) اثر میں اوپر حضرت علی کا قول گزرا کہ آزاد کو باندی پر شادی کرے تو اس کے لئے دو دن باری ہے جس سے معلوم ہوا کہ باندی پر آزاد کی شادی کر سکتا ہے (۲) دوسرے اثر میں ہے۔ عن جابر بن عبد الله انه قال لا تنكح الامة على الحرة وتنكح الحرة على الامة، ومن وجد صداق حرة فلا ينكحن امة ابدا (ج) (سنن للبیہقی، باب لا تنکح امة علی حرة وتنکح الحرة علی الامة ج سابع ص ۲۸۵، نمبر ۱۴۰۰۴ر مصنف عبد الرزاق، باب نکاح الامة علی الحرة ج سابع ص ۲۶۵ نمبر ۱۳۰۸۹) اس اثر سے معلوم ہوا کہ باندی پر آزاد کی شادی کر سکتا ہے (۳) باندی اتنے اعلی درجے کی نہیں ہوتی اس کا بچہ اس کے آقا کا غلام ہو جائے گا اس لئے اس پر آزاد سے شادی کر سکتا ہے جو اعلی درجے کی ہے اور اس کا بچہ بھی آزاد ہوگا۔

[۱۸۲۰](۹۵) آزاد مرد کے لئے جائز ہے کہ چار آزاد اور باندیوں سے شادی کرے۔ اور اس کے لئے جائز نہیں ہے کہ اس سے زیادہ سے شادی کرے۔

**تشریح** ایک آزاد آدمی چار عورتوں سے بیک وقت شادی کر سکتا ہے اس سے زیادہ سے نہیں۔ چاہے چاروں آزاد عورتیں ہوں یا چاروں

حاشیہ : (الف) آپؐ نے آزاد بیوی رہتے ہوئے باندی سے شادی کرنے سے منع فرمایا (ب) حضرت علی نے فرمایا اگر آزاد عورت سے شادی کرے باندی پر تو آزاد کے لئے دو دن کی باری اور باندی کے لئے ایک دن۔ اور باندی کے بارے میں مناسب نہیں ہے کہ آزاد پر شادی کرے (ج) جابر بن عبد اللہ نے فرمایا باندی سے آزاد رہتے ہوئے شادی نہ کرے۔ اور آزاد عورت سے باندی بیوی رہتے ہوئے شادی کرے۔ اور جو آزاد کا مہر پائے وہ باندی سے کبھی شادی نہ کرے۔

**من ذلک[ ۱۸۲۱ ](۹۶) ولا یتزوج العبد اکثر من اثنتین[ ۱۸۲۲ ](۹۷) فان طلق الحر**

باندیاں ہوں یا مشترکہ ہوں۔

**وجہ** آیت میں ہے کہ چار سے زیادہ شادی نہ کرو۔ **فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنی و ثلث و ربع** (الف) (آیت ۳ سورۃ النساء ۴) اس آیت میں چار تک شادی کرنے کی اجازت ہے (۲) ایک صحابی نے دس عورتوں سے شادی کی تھی تو ان کو چار رکھنے کی اجازت ملی باقی کو چھوڑنے کا حکم دیا۔ **وقال وھب الاسدی قال اسلمت وعندی ثمان نسوۃ قال فذکرت ذلک للنبی ﷺ فقال النبی ﷺ اختر منھن اربعا** (ب) (ابوداؤد شریف، باب فی من اسلم وعندہ نساء اکثر من اربع او اختان ص ۳۱۱ نمبر ۲۲۴۱ رترمذی شریف، باب ماجاء فی الرجل یسلم وعندہ عشر نسوۃ ص ۲۱۴ نمبر ۱۱۲۸) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ چار عورتیں جائز ہیں۔ ان سے زیادہ جائز نہیں ہے۔

**فائدہ** امام شافعی فرماتے ہیں کہ اگر باندی سے شادی کرنے کی ضرورت پڑ جائے تو صرف ایک باندی سے شادی کر سکتا ہے اس سے زیادہ سے نہیں۔

**وجہ** (۱) باندی سے شادی کرنا مجبوری کے درجے میں ہے جبکہ آزاد سے شادی کرنے کی استطاعت نہ رکھتا ہو۔ اور یہ ضرورت ایک باندی سے پوری ہوگئی اس لئے ایک باندی سے زیادہ سے شادی نہ کرے (۲) اثر میں ہے **عن ابن عباس قال لایتزوج الحر من الاماء الا واحدۃ** (ج) (سنن للبیہقی، باب لا تنکح امۃ علی امۃ ج سابع ص ۲۸۴، نمبر ۱۴۰۰۰) اس اثر سے معلوم ہوا کہ صرف ایک باندی سے شادی کر سکتا ہے، زیادہ سے نہیں۔

[۱۸۲۱] (۹۶) اور غلام نہ شادی کرے دو سے زیادہ۔

**تشریح** آزاد چار عورتوں سے شادی کر سکتا ہے لیکن غلام ان کے آدھے پر اکتفا کرے گا یعنی بیک وقت دو عورتوں سے ہی شادی کر سکتا ہے۔

**وجہ** اثر میں ہے **عن عمر بن الخطاب قال ینکح العبد امرأتین ویطلق تطلیقین** ۔ اور دوسری روایت میں ہے **عن الحکم قال اجتمع اصحاب رسول اللہ علی ان المملوک لا یجمع من النساء فوق اثنین** (د) (سنن للبیہقی، باب نکاح العبد وطلاقہ ج سابع ص ۲۵۵، نمبر ۱۳۸۹۵/۱۳۸۹۸ رمصنف ابن ابی شیبۃ ۱۶ فی المملوک کم یتزوج من النساء ج ثالث ص ۲۸۴) اس اثر سے معلوم ہوا کہ غلام دو عورتوں سے بیک وقت شادی کر سکتا ہے (۲) غلام کی نعمت آزاد کے مقابلے میں آدھی ہے اس لئے آزاد کو چار کی اجازت ہے تو غلام کو دو کی اجازت ہوگی۔

[۱۸۲۲] (۹۷) پس اگر آزاد نے ایک کو طلاق بائنہ دی تو اس کے لئے جائز نہیں ہے کہ چوتھی سے شادی کرے یہاں تک کہ اس کی عدت گزر جائے

**تشریح** آزاد آدمی کے پاس چار بیویاں تھیں۔ ان میں سے ایک طلاق کو بائنہ دی تو جب تک اس کی عدت نہ گزرے اور شوہر سے مکمل طور پر

---

حاشیہ : (الف) نکاح کرو جو اچھی لگے عورتوں میں سے دو دو، تین تین اور چار چار (ب) وہب اسدی فرماتے ہیں کہ میں اسلام لایا اور میرے پاس آٹھ بیویاں تھیں۔ فرمایا میں نے اس کا تذکرہ حضورؐ کے پاس کیا۔ پس آپؐ نے فرمایا ان میں سے چار کو منتخب کرلو (ج) حضرت ابن عباس نے فرمایا آزاد آدمی باندی سے شادی نہ کرے مگر ایک ایک باندی سے (د) حضرت حکم نے فرمایا اصحاب رسول نے اس بات پر اتفاق کیا غلام دو عورتوں سے زیادہ جمع نہ کرے۔

**احدی الاربع طلاقا بائنا لم یجز له ان یتزوج رابعة حتی تنقضی عدتها[۱۸۲۳] (۹۸) واذا زوج الامة مولاها ثم ثم اعتقت فلها الخیار حرا کان زوجها او عبدا.**

جدائیگی نہ ہواس وقت تک پانچویں سے شادی نہیں کرسکتا۔

**وجہ** جب تک طلاق شدہ عورت کی عدت نہ گزرجائے اس وقت تک وہ من وجہ شوہر کی بیوی ہے۔اور جب چار بیوی موجود ہیں تو پانچویں سے شادی نہیں کرسکتا (۲) اثر میں ہے عن علی قال لا یتزوج خامسة حتی تنقضی عدة التی طلق (الف) (مصنف ابن ابی شیبة ۱۷۰ فی الرجل یکون تحتہ اربع نسوۃ فیطلق احداھن ج ثالث ص ۵۵۷، نمبر ۱۶۷۳۹) دوسرے اثر میں ہے عن عمر بن شعیب قال طلق رجل امرأة ثم تزوج اختها فی عدتها قال نکاحها حرام ویفرق بینها و بینه حتی تنقضی عدة التی طلق (ب) مصنف ابن ابی شیبة ۱۱۶ فی الرجل یکون تحتہ الولیدۃ فیطلقھا طلاقا بائنا فترجع الی سیدھا فیطأھا ألزوجھا ان یراجعھا ج ثالث، ص ۵۱۶، نمبر ۱۶۷۳۴) اس اثر سے معلوم ہوا کہ جب تک عدت نہ گزرجائے پانچویں سے شادی نہیں کرسکتا۔

[۱۸۲۳] (۹۸) اگر شادی کرائی آقا نے باندی کی پھر آزاد کی گئی تو باندی کو اختیار ہوگا، آزاد ہواس کا شوہر یا غلام ہو۔

**تشریح** باندی کے آقا نے شادی کرائی بعد میں آزاد کردی گئی تو اس باندی کو شوہر کے پاس رہنے یا نہ رہنے کا اختیار ہوگا جس کو خیار عتق کہتے ہیں۔

**وجہ** حدیث میں ہے کہ حضرت بریرہؓ آزاد کی گئی تو ان کو حضورؐ نے خیار عتق دیا اور کہا کہ آپ کو شوہر کے ساتھ رہنے یا نہ رہنے کا اختیار ہے۔اور یہ بھی حضرت عائشہ کی حدیث میں ہے کہ ان کا شوہر مغیث اس وقت آزاد تھے۔عن عائشة ان زوج بریرة کان حرا حین اعتقت وانها خیرت (ج) (ابوداؤد شریف، باب من قال کان حرا، کتاب الطلاق ص ۳۱۱ نمبر ۲۲۳۵ رترمذی شریف، باب ماجاء فی الامة تعتق ولها زوج ص ۲۱۹ نمبر ۱۱۵۵ رابن ماجہ شریف، باب خیار الامة اذا اعتقت ص... نمبر ۲۰۷۴) اس حدیث میں ہے کہ حضرت بریرہ کے شوہر آزاد تھے اس کے باوجود ان کو اختیار دیا (۲) چونکہ مولی نے شادی کرائی ہے۔اپنے اختیار سے باندی نے شادی نہیں کی۔اس لئے بھی آزاد ہونے کے بعد اس کو اختیار ملنا چاہئے۔

**فائدہ** امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ شوہر غلام ہو تو باندی کو اختیار ملے گا اور آزاد ہو تو اختیار نہیں ملے گا۔

**وجہ** حدیث میں ہے عن عائشة فی قصة بریرة قالت کان زوجها عبدا فخیر ها النبی ﷺ فاختارت نفسها ولو کان حرا لم یخیرها (د) (ابوداؤد شریف، باب فی المملوکۃ تعتق وھی تحت حر او عبد ص ۳۱۰ نمبر ۲۲۳۳ رترمذی شریف، باب ماجاء فی الامة تعتق ولها زوج ص ۲۱۹ نمبر ۱۱۵۴) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شوہر غلام ہونے کی وجہ سے اختیار دیا گیا اگر آزاد ہوتا تو اختیار نہ دیا جاتا۔

---

حاشیہ : (الف) حضرت علیؓ نے فرمایا پانچویں سے شادی نہ کرے یہاں تک کہ اس کی عدت گزرجائے جس کو طلاق دی ہے (ب) عمر بن شعیبؒ نے فرمایا آدمی بیوی کو طلاق دے پھر اس کی عدت میں اس کی بہن سے شادی کرے۔پھر اس کا نکاح حرام ہے۔دونوں میں علیحدگی کرادی جائے یہاں تک کہ جس کو طلاق دی ہے اس کی عدت ختم ہوجائے (ج) حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ حضرت بریرہ کے شوہر آزاد تھے جب وہ آزاد کی گئی اور ان کو خیار عتق دیا گیا تھا (د) (حاشیہ اگلے صفحہ پر)

**[۱۸۲۴](۹۹) وکذلک المکاتبة [۱۸۲۵](۱۰۰) وان تزوجت امة بغیر اذن مولاها ثم اعتقت صح النکاح ولا خیار لها[۱۸۲۶](۱۰۱) ومن تزوج امرأتین فی عقدة واحدة**

**نوٹ** اگراس باندی سے شوہر وطی کرے تب اختیار ختم ہوجائے گا۔

**وجہ** کیونکہ اختیار ملنے کے بعد اس نے شوہر کو اختیار کیا تب ہی تو صحبت کرنے دیا (۲) حدیث میں ہے عن عائشة قالت قال رسول الله ﷺ لبریرة ان وطئک فلا خیار لک (الف) (ابوداؤد شریف، باب حتی متی یکون لھا الخیار ص ۳۱۱ نمبر ۲۲۳۶ دار قطنی، کتاب النکاح ج ثالث ص ۲۰۴ نمبر ۳۷۳۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صحبت کرلے تو اب اختیار باقی نہیں رہے گا۔

[۱۸۲۴](۹۹) اور ایسے ہی مکاتبہ کا حال ہے۔

**تشریح** مکاتبہ باندی کی شادی آقا نے کرائی تھی۔ وہ مال کتابت دے کر آزاد ہوئی تو اس کو بھی خیار عتق ملے گا۔ اب چاہے تو اس کے شوہر کے پاس رہے چاہے تو نہ رہے۔ چاہے اس کا شوہر غلام ہو یا آزاد ہو۔

**وجہ** مکاتبہ باندی بھی ہے اور آقا نے شادی کرائی ہے اس لئے آزاد ہونے کے بعد حدیث کی رو سے اس کو بھی خیار عتق ملے گا (۲) حدیث بریرہ پہلے گزر چکی ہے (ابوداؤد شریف نمبر ۲۲۳۵ ترمذی شریف نمبر ۱۱۵۴)

[۱۸۲۵](۱۰۰) اور اگر شادی کی باندی نے آقا کی اجازت کے بغیر پھر آزاد کی گئی تو نکاح صحیح رہے گا۔ اور اس کو خیار عتق نہیں ملے گا۔

**تشریح** باندی نے آقا کی اجازت کے بغیر شادی کرلی۔ ابھی آقا نے اجازت نہیں دی تھی کہ آزاد کردی گئی تو باندی کو شوہر کے پاس رہنے یا نہ رہنے کا اختیار نہیں ملے گا۔ اب نکاح نافذ ہوجائے گا اور شوہر کے ساتھ ہی رہنا پڑے گا۔

**وجہ** یہ شادی آقا کے دباؤ سے نہیں ہوئی ہے۔ بلکہ خود باندی کے اختیار سے ہوئی ہے اس لئے اس کو اختیار نہیں ملے گا۔ اختیار تو اس وقت ملتا ہے جب آقا کے دباؤ سے شادی ہوئی ہو (۲) آزادگی سے پہلے نکاح آقا کی اجازت پر موقوف تھا۔ نکاح نافذ نہیں ہوا تھا۔ نکاح نافذ ہوا ہے آزادگی کے بعد جو باندی کے اختیار سے تھا۔ جب باندی ہونے کے زمانے میں نکاح ہی نافذ نہیں ہوا ہے تو خیار عتق کیسے ملے گا؟

**اصول** یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ آزادگی سے پہلے نکاح نافذ ہوا ہو تو خیار عتق ملے گا۔ اور آزادگی کے بعد نکاح نافذ ہوا ہو تو خیار عتق نہیں ملے گا۔

[۱۸۲۶](۱۰۱) کسی نے دو عورتوں سے ایک ہی عقد میں شادی کی۔ ان میں سے ایک کا نکاح اس سے حلال نہیں تھا تو صحیح ہے نکاح اس عورت کا جس کا نکاح حلال ہے اور باطل ہوگا دوسرے کا نکاح۔

**تشریح** مثلا ایک ہی عقد میں اپنی بہن اور چچازاد بہن سے شادی کرلی۔ ظاہر ہے کہ اپنی بہن سے شادی کرنا حلال نہیں ہے۔ اس لئے اس کا

---

حاشیہ : (پچھلے صفحہ سے آگے) بریرہ کے قصے میں ہے کہ ان کے شوہر غلام تھے۔ اس لئے حضورؐ نے بریرہ کو اختیار دیا تو حضرت بریرہ نے اپنے آپ کو اختیار کیا۔ اور اگر آزاد ہوتے تو ان کو اختیار نہیں دیتے (الف) آپؐ نے حضرت بریرہ سے کہا اگر تم سے صحبت کرلے تو تم کو خیار عتق نہیں رہے گا۔

**احدٰیهما لا یحل له نکاحها صح نکاح التی یحل له نکاحها وبطل نکاح الاخری**

**[۱۸۲۷](۱۰۲) واذا کان بالزوجة عیب فلا خیار لزوجها.**

نکاح باطل ہوگا۔لیکن اس کی وجہ سے چچازاد بہن کا نکاح باطل نہیں ہوگا بلکہ اس کا نکاح صحیح رہے گا۔

**وجہ** (۱)اصل میں نکاح شرط فاسد سے فاسد نہیں ہوتا جیسا کہ قاعدہ پہلے گزر چکا ہے۔اس لئے اپنی بہن کا فساد چچازاد بہن میں سرایت نہیں کرے گا اور نکاح درست رہے گا (۲) حدیث میں ہے کہ دس عورتوں سے شادی کی پھر اسلام لانے کے بعد چار کو بحال رکھا اور باقی کو چھٹکارا دے دیا تو جن عورتوں کو چھٹکارا دیا ان کا نکاح درست نہیں تھا پھر بھی ان کا اثر ان عورتوں کے نکاح پر نہیں پڑا جن کو بحال رکھا۔جس سے معلوم ہوا کہ فساد کا اثر حلال پر نہیں پڑے گا۔حدیث میں ہے۔**وقال وهب الاسدی قال اسلمت وعندی ثمان نسوة قال فذكرت ذلک للنبی ﷺ فقال النبی ﷺ اختر منهن اربعا** (الف)(ابوداؤد شریف، باب فی من اسلم وعندہ نساء اکثر من اربع او اختان ص۳۱۱ نمبر ۲۲۴۱ رترمذی شریف، باب ماجاء فی الرجل یسلم وعندہ عشرۃ نسوۃ ص۲۱۴ نمبر ۱۱۲۸)

(عیوب کا بیان)

[۱۸۲۷](۱۰۲) اگر بیوی کو عیب ہو تو اس کے شوہر کے لئے اختیار نہیں ہے۔

**تشریح** شادی کرنے سے پہلے شوہر کو عیب کا پتہ نہیں تھا اور نہ اس عیب سے راضی تھا۔شادی کے بعد اس کا علم ہوا تو عیب کی وجہ سے شوہر کو طلاق دینے اور تفریق کا اختیار نہیں ہے۔

**وجہ** شادی ہوتی ہے ایک دوسرے کے اطمینان کے لئے۔اور تفریق سے بیوی کو تکلیف ہوگی اس لئے تفریق کی اجازت نہیں ہوگی (۲) اثر میں ہے۔**قال علی ایما رجل تزوج امرأة مجنونة او جذماء او بها برص او بها قرن فهی امرأته ان شاء امسک وان شاء طلق** (ب)(دار قطنی، کتاب النکاح ج ثالث،ص۱۸۷ نمبر ۳۶۳۳ رسنن للبیہقی، باب ما یرد بہ النکاح من العیوب ج سابع ،ص۳۵۰، نمبر ۱۴۲۲۹) اس اثر سے معلوم ہوا کہ عیب والی عورتیں بیوی ہیں چاہے ان کو رکھیں چاہے ان کو طلاق دیں (۲) اثر میں ہے۔**قلت لعطاء فالرجل ان کان به بعض الاربع جذام او جنون او برص او عفل،قال لیس لها شیء هو احق بها** (ج)(مصنف عبد الرزاق، باب ما رد من النکاح ج سادس ص۲۴۹ نمبر ۱۰۷۰۱) اس اثر سے معلوم ہوا کہ عیوب کی وجہ سے جدا کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

**فائدہ** امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ جذام، برص، جنون اور قرن کی بیماری ہو تو جدا کرنے کی گنجائش ہے۔

**وجہ** (۱)ان بیماریوں کی وجہ سے استفادہ مشکل ہوگا جو اصل مقصود ہے۔اس لئے شوہر کو جدا کرنے کی اجازت ہوگی (۲) حضورؐ نے برص کی وجہ

---

حاشیہ: (الف) وہب اسدی نے فرمایا میں اسلام لایا اور میرے پاس آٹھ بیویاں تھیں۔میں نے حضورؐ سے اس کا تذکرہ کیا تو آپ نے فرمایا ان میں سے چار کو منتخب کرلو(ب) حضرت علیؓ نے فرمایا کسی آدمی نے مجنونہ یا جذام والی یا برص والی یا قرن والی عورت سے شادی کی تو وہ اس کی بیوی ہے۔چاہے اپنے پاس رکھے چاہے طلاق دیدے (ج) میں نے حضرت عطاء سے کہا آدمی کو چار عیوب میں سے کوئی ہو جذام یا جنون یا برص یا عفل ہو تو عورت کو حق نہیں ہے۔انہوں نے فرمایا مرد عورت کا زیادہ حقدار ہے۔

**[۱۸۲۸](۱۰۳) واذا کان بالزوج جنون او جذام او برص فلا خیار للمرأة عند ابی حنیفة وابی یوسف رحمهما الله تعالی وقال محمد رحمه الله تعالی لها الخیار**

سے بیوی کو علیحدہ کیا تھا۔عن ابن عمر ان النبی ﷺ تزوج امرأة من بنی غفار فلما ادخلت علیه رای بکشحها بیاضا فناء عنها وقال ارخی علیک فخلی سبیلها ولم یاخذ منها شیء ا(الف)(سنن للبیہقی ، باب ما یرد بہ النکاح من العیوب ج سابع ،ص ۳۴۸،نمبر ۱۴۲۲۱)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عیب کی وجہ سے بیوی کو علیحدہ کر سکتے ہیں (۳)عن ابن عباس قال قال رسول الله اجتنبوا فی النکاح اربعة الجنون والجذام والبرص (ب)(دار قطنی ، کتاب النکاح ج ثالث نمبر ۳۶۲۸)(۴)عن سعید بن المسیب قال قضی عمرؓ فی البرصاء والجذماء والمجنونة اذا دخل بها فرق بینهما والصداق لها لمسیسه ایاها وهو له علی ولیها (ج)(دار قطنی ، کتاب النکاح ج ثالث ،ص ۱۸۷ نمبر ۳۶۳۱ سنن للبیہقی ، باب ما یرد بہ النکاح من العیوب ج سابع ، ص ۳۴۹،نمبر ۱۴۲۲۳)اس اثر سے معلوم ہوا کہ ان عیوب کی وجہ سے میاں بیوی میں تفریق کی جا سکتی ہے۔

[۱۸۲۸](۱۰۳)اگر شوہر کو جنون ہو یا جذام ہو یا برص ہو تو عورت کے لئے اختیار نہیں ہے امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک۔اور فرمایا امام محمد نے اس کے لئے اختیار ہے۔

**وجہ** اوپر مسئلہ نمبر ۱۰۲ میں اثر گزر گیا جس سے معلوم ہوا کہ شوہر کو جنون وغیرہ ہو تو عورت کو تفریق کرانے کا اختیار نہیں ہوگا (۲)ایک اور اثر میں ہے۔عن الثوری فی رجل یحدث به بلاء لایفرق بینهما هو بمنزلة المرأة لا یرد الرجل ولا ترد المرأة وذکره عن حماد عن ابراهیم (د)(مصنف عبد الرزاق ، باب ما رد من النکاح ج سادس ص ۲۴۹ نمبر ۱۰۷۰۰)اس اثر سے بھی معلوم ہوا کہ تفریق نہیں کرائی جائیگی۔

**فائدہ** امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ شوہر کو جنون، جذام یا برص ہو تو عورت کو قاضی کے ذریعہ تفریق کرانے کا حق ہوگا۔

**وجہ** اوپر حدیث گزر چکی ہے کہ عن ابن عباس قال قال رسول الله اجتنبوا فی النکاح اربعة الجنون والجذام والبرص (ہ) (دار قطنی ، کتاب النکاح ج ثالث ص ۱۸۶ نمبر ۳۶۲۸)(۲)عن سعید بن المسیب قال ایما رجل تزوج امرأة وبه جنون او ضرر فانها تختر فان شاء ت فارقته وان شاء ت قرت (و)(سنن للبیہقی ، باب ما یرد بہ النکاح من العیوب ج سابع ،ص ۳۵۱،نمبر

---

حاشیہ : (الف) آپؐ نے بنی غفار کی عورت سے شادی کی۔پس جب ان کے پاس گئے تو اس کے پہلو میں برص کی بیماری دیکھی تو آپؐ ان سے دور ہو گئے اور فرمایا پردہ کر لو اور اس کو رخصت کر دیا اور ان سے دیا ہوا مہر نہیں لیا (ب) آپؐ نے فرمایا نکاح میں چار عیوب سے بچو۔جنون، کوڑھ اور برص کی بیماری سے (ج) حضرت عمرؓ نے برص والی، کوڑھ والی اور مجنونہ عورتوں کے بارے میں فیصلہ فرمایا کہ ان سے صحبت کی ہو پھر بھی تفریق کی جائے گی۔اور اس صحبت کی وجہ سے مہر لازم ہوگا۔اور وہ مہر عورت کے ولی سے شوہر وصول کرے گا (د) حضرت ثوریؒ نے فرمایا کسی آدمی پر بلاء نازل ہو جائے تو دونوں میں تفریق نہیں کی جائے گی۔اور مرد عورت کی طرح ہے، نہ مرد لوٹایا جائے گا نہ عورت لوٹائی جائے گی۔یعنی کسی کے مرض کی وجہ سے تفریق نہیں ہوگی۔یہی قول حضرت حماد نے حضرت ابراہیم سے نقل کیا ہے (ہ) آپؐ نے فرمایا نکاح میں چار بیماریوں سے بچو۔جنون، کوڑھ اور برص سے (و) حضرت سعید بن مسیّب نے فرمایا کسی آدمی نے عورت سے شادی کی (باقی اگلے صفحہ پر)

**[۱۸۲۹](۱۰۴) واذا کان الزوج عِنّینا اجله الحاکم حولا فان وصل فی هذہ المدۃ فلا خیار لھا والا فرق بینھما ان طلبت المرأۃ ذلک[۱۸۳۰] (۱۰۵)والفرقۃ تطلیقۃ**

۱۴۲۳۱)اس اثر سے بھی معلوم ہوا کہ عورت کو ان عیوب کی وجہ سے تفریق کا اختیار ہوگا۔

[۱۸۲۹](۱۰۴)اگر شوہر عنین ہو تو حاکم اس کو مہلت دے گا ایک سال۔پس اگر صحبت کر لے اس مدت میں تو عورت کو اختیار نہیں ہوگا ورنہ دونوں میں تفریق کر دے اگر عورت اس کا مطالبہ کرے۔

**تشریح** شوہر نامرد ہو، بیوی سے صحبت نہ کر سکتا ہو تو حاکم اس کو ایک سال تک مہلت دے گا تا کہ اس کا علاج کرائے۔پس اگر ایک سال میں صحبت کے قابل ہو گیا تو ٹھیک ہے۔اور اگر صحبت کے قابل نہ ہوا اور عورت نے علیحدگی کا مطالبہ کیا تو حاکم تفریق کر دیں گے۔

**وجہ** (۱)ایک سال میں تینوں موسم ہیں اس لئے آسانی سے علاج کرا سکتا ہے اس لئے ایک سال کی مہلت دی جائے گی (۲)اثر میں ہے **عن عمرؓ قال یوجل العنین سنۃ** (الف) (دار قطنی،کتاب النکاح ج ثالث ص ۲۱۱ نمبر ۳۷۶۹)اور سنن بیہقی میں یوں ہے۔**عن عمر بن الخطاب انہ قال فی العنین یوجل سنۃ فان قدر علیھا والا فرق بینھما ولھا المھر وعلیھا العدۃ**(ب)(سنن للبیہقی،باب اجل العنین ج سابع،ص ۳۶۸،نمبر ۱۴۲۸۹ ر مصنف عبد الرزاق،باب اجل العنین ج سادس ص ۲۵۳ نمبر ۱۰۷۲۰)اس اثر سے معلوم ہوا کہ حاکم کے پاس معاملہ لے جانے کے وقت سے ایک سال کی مہلت دی جائے گی۔اس مدت میں صحبت کے قابل ہو جائے تو ٹھیک ہے ورنہ عورت کے مطالبے پر تفریق کر دی جائے گی۔پھر عورت کو مہر بھی ملے گا اور اس پر عدت بھی لازم ہوگی۔کیونکہ خلوت صحیحہ ہو چکی ہے۔

**نوٹ** عنین میں تفریق کا مسئلہ امرأۃ رفاعۃ کی حدیث سے ثابت ہے کہ حضرت رفاعۃ کی بیوی نے فرمایا کہ میرا شوہر صحبت نہیں کر سکتا وہ کپڑے کی پلو کی طرح نرم اور کمزور ہے۔حدیث کا ٹکڑا یہ ہے۔**عن عائشۃ قالت جاء ت امرأۃ رفاعۃ الی النبی ﷺ فقالت ... وانما معہ مثل ھدبۃ الثوب الخ** (ج)(مسلم شریف،باب لا تحل المطلقۃ ثلاثا لمطلقھا الخ ص ۴۶۳ نمبر ۱۴۳۳)

[۱۸۳۰](۱۰۵)اور فرقت طلاق بائنہ کے درجے میں ہوگی۔

**تشریح** عنین ہونے کی وجہ سے جو علیحدگی ہوگی یہ طلاق بائنہ کے درجے میں ہوگی۔

**وجہ** یہ فرقت مرد کی جانب سے ہو رہی ہے کیونکہ اسی میں مرض ہے۔اور مرد کی جانب سے جو فرقت ہوتی ہے وہ طلاق شمار ہوتی ہے۔اور طلاق رجعی سے عورت کی جان مکمل نہیں چھوٹے گی اس لئے طلاق بائنہ کے درجے میں ہوگی تا کہ عورت کی جان مکمل چھوٹ جائے (۲)اثر میں اس کا ثبوت ہے۔**ان عمر وابن مسعود قضیا بانھا تنتظر بہ سنۃ ثم تعتد بعد السنۃ عدۃ المطلقۃ وھو احق بامرھا فی**

---

حاشیہ : (پچھلے صفحہ سے آگے)اور اس کو جنون یا کوئی بیماری ہو تو عورت کو اختیار ہوگا۔چاہے تو مرد کو جدا کر دے،چاہے تو اس کے پاس ٹھہری رہے(الف)حضرت عمرؓ نے فرمایا عنین کو ایک سال کی مہلت دی جائے گی (ب) حضرت عمرؓ نے فرمایا عنین کی وجہ سے ایک سال کی مہلت دی جائے گی۔پس اگر عورت پر قدرت ہو گئی تو ٹھیک ہے ورنہ دونوں میں تفریق کر دی جائے گی۔اور عورت کے لئے مہر ہوگا اور اس پر عدت ہوگی (ج) حضرت رفاعہ کی بیوی حضورؐ کے پاس آئی اور کہا...اس کے پاس کپڑے کے پلو کی طرح ہے۔

**بـائـنة[ ١٨٣١ ](١٠٦) ولهـا کمال المهر اذا کان قد خلا بها[١٨٣٢ ](١٠٧) وان کان مـجـبـوبا فرق القاضی بینهما فی الحال ولم یؤجله[١٨٣٣ ](١٠٨) والخصی یؤجل کما یؤجل العِنِّین.**

---

عــدتهـا (الف)(مصنف عبدالرزاق، باب اجل العنین ج سادس ص۲۵۳نمبر۱۰۷۲۲رمصنف ابن ابی شیبۃ۱۶۳ما قالوا فی امرأۃ العنین اذا فرق بینھما علیھا العدۃ؟ ج رابع ،ص۱۵۴،نمبر۱۸۷۹۶)اس اثر سے معلوم ہوا کہ عنین کی تفریق طلاق شمار کی جائے گی۔

[۱۸۳۱](۱۰۶)عورت کے لئے پورا مہر ہوگا اگر اس سے خلوت کر چکا ہو۔

**تشریح** عنین اگر چہ صحبت کاملہ نہیں کر سکتا اسی لئے علیحدگی ہوئی ہے پھر بھی مسئلہ یہ ہے کہ خلوت کر چکا ہو تو پورا مہر لازم ہوگا۔

**وجہ** (۱)عورت نے اپنا مال سپرد کر دیا ہے اس لئے اس کو مہر ملے گا(۲)اوپر مسئلہ نمبر۱۰۴ میں حضرت عمرؓ کا اثر گزرا ولهـا الـمهـر وعلیهـا الـعـدة (ب) (سنن للبیہقی ، باب اجل العنین ج سابع ،ص ۳۶۸ ،نمبر ۱۴۲۸۹رمصنف عبدالرزاق ، باب اجل العنین ج سادس ص۲۵۳ نمبر۱۰۷۲۱ر۱۰۷۲۲)اور خلوت کرنے پر مہر لازم ہوگا اس کی دلیل یہ حدیث مرسل ہے۔عـن مـحـمـد بن عبد الرحمن بن ثوبان قال قـال رسـول الـله ﷺ من کشف خمار امرأة ونظر الیها فقد وجب الصداق دخل بها او لم یدخل بها (ج)(دار قطنی ، کتاب النکاح ج ثالث ص۲۱۳نمبر۳۷۸۰)اور حضرت علی کا یہ اثر ہے۔عـن علی قال اذا اغلق بابا وارخی سترا او رای عورة فقد وجـب عـلیـه الصداق (د)(دار قطنی ،کتاب النکاح ج ثالث ص۲۱۲نمبر۳۷۷۷)اس اثر سے معلوم ہوا کہ خلوت ہوئی ہو تو پورا مہر لازم ہوگا۔

[۱۸۳۲](۱۰۷)اگر ذکر کٹا ہوا ہو تو قاضی تفریق کرا دے فی الحال اور اس کو مہلت نہ دے۔

**وجہ** ذکر کٹا ہوا ہے تو مہلت دینے سے ٹھیک نہیں ہو سکتا اس لئے مہلت دینے سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔اس لئے اس کو مہلت نہ دے اور فی الحال میاں بیوی کے درمیان تفریق کرا دے۔

[۱۸۳۳](۱۰۸)اور خصی کو مہلت دی جائے گی جیسے عنین کو مہلت دی جاتی ہے۔

**تشریح** خصی اس کو کہتے ہیں جس کا آلۂ تناسل تو ٹھیک ہو البتہ خصیہ نہ ہو۔

**وجہ** اگر چہ خصیہ نہیں ہے لیکن آلۂ تناسل ٹھیک ہے اس لئے امید کی جاسکتی ہے کہ علاج کرانے سے صحبت کے قابل ہو جائے۔اس لئے اس کو بھی ایسے ہی ایک سال کی مہلت ملے گی جیسے عنین کو ملتی ہے۔

---

حاشیہ : (الف)حضرت عمرؓ اور حضرت ابن مسعودؓ نے فیصلہ کیا کہ عنین میں وہ ایک سال تک انتظار کرے گی۔پھر ایک سال کے بعد مطلقہ کی عدت گزارے گی۔اور مرد عورت کے معاملے کا زیادہ حقدار ہوگا عورت کی عدت میں (ب)عورت کو مہر ملے گا اور اس پر عدت ہوگی (ج) آپ نے فرمایا کسی نے بیوی کی اوڑھنی کھولی اور اس کو دیکھا تو اس پر مہر لازم ہوگا صحبت کی ہو یا نہ کی ہو(د)حضرت علیؓ نے فرمایا اگر دروازہ بند کیا اور پردہ لٹکا دیا یا ستر کو دیکھا تو شوہر پر مہر لازم ہوگا۔

**[۱۸۳۴](۱۰۹) واذا اسلمت المرأۃ وزوجھا کافر عرض علیہ القاضی الاسلام فان**

[۱۸۳۴](۱۰۹) اگر عورت اسلام لائی اور اس کا شوہر کافر ہے تو قاضی اسپر اسلام پیش کرے، پس اگر اسلام لے آئے تو عورت اس کی بیوی رہے گی۔اور اگر اسلام سے انکار کر دیا تو دونوں کے درمیان تفریق کر دی جائے گی۔اور یہ تفریق طلاق بائنہ ہوگی امام ابو حنیفہ اور امام محمد کے نزدیک۔اور امام ابو یوسف نے فرمایا کہ یہ فرقت ہوگی بغیر طلاق کے۔

**تشریح** عورت اسلام لائی اور شوہر کافر ہے تو قاضی شوہر پر اسلام پیش کرے۔اگر وہ اسلام لے آیا تو عورت اس کی بیوی رہے گی۔اور اسلام لانے سے انکار کر دے تو قاضی دونوں کے درمیان تفریق کرا دے۔ یہ تفریق طرفین کے نزدیک طلاق بائنہ کے درجے میں ہوگی۔اور امام ابو یوسف کے نزدیک فرقت اور فسخ کے درجے میں ہوگی۔

**وجہ** شوہر پر اسلام پیش کرنے کی وجہ یہ ہے کہ مسلمان کی شادی کافر سے حلال نہیں ہے۔آیت میں ہے **ولا تنکحوا المشرکات حتی یؤمن ولامة مؤمنة خیر من مشرکة ولو اعجبتکم ولاتنکحوا المشرکین حتی یؤمنوا** (الف)(آیت ۲۲۱ سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت میں ہے کہ مشرک یا مشرکہ مسلمان کے لئے حلال نہیں ہے۔دوسری آیت میں ہے **لا ھن حل لھم ولاھم یحلون لھن** (آیت ۱۰ سورۃ الممتحنۃ ۶۰) اس آیت میں بھی ہے کہ مشرکہ حلال نہیں ہیں (۲) حدیث میں ہے کہ حضرت ابو العاصؓ بعد میں ایمان لائے تو نکاح جدید کے ذریعہ حضرت زینب کو ان کے حوالے کیا گیا۔**عن عمر بن شعیب عن ابیہ عن جدہ ان رسول اللہ ﷺ رد ابنتہ علی ابی العاص بن الربیع بمھر جدید ونکاح جدید** (ب)(ترمذی شریف، باب ماجاء فی الزوجین المشرکین یسلم احدھما ص ۲۱۷ نمبر ۱۱۴۲) اور اسلام پیش کرے پس شوہر انکار کرے تو اس انکار کو تفریق کا سبب اس لئے بنائے کہ اسلام لانا نعمت ہے۔اس نعمت کی وجہ سے شوہر جیسی نعمت چھوٹ جائے یہ اچھا نہیں ہے اس لئے شوہر کے انکار کو تفریق کا سبب بنایا جائے (۲) اثر میں اس کا ثبوت ہے۔**ان رجلا من بنی ثعلب یقال لہ عباد بن النعمان فکان تحتہ امرأۃ من بنی تمیم فاسلمت فدعاہ عمر فقال اما ان تسلم واما ان انزعھا منک فابی ان یسلم فنزعھا منہ عمر** (ج)(مصنف ابن ابی شیبۃ ۸۳ ما قالوا فی المرأۃ تسلم قبل ان یسلم زوجھا من قال یفرق بینھما ج رابع، ص ۱۱۰، نمبر ۱۸۲۹۷) اس اثر میں شوہر پر اسلام پیش کیا اور اس کے انکار کے بعد حضرت عمرؓ نے تفریق کی۔ایک اور اثر میں ہے۔**عن ابن شھاب انہ قال یعرض علیہ الاسلام فان اسلم فھی امرأتہ والا فرق بینھما الاسلام** (مصنف عبد الرزاق، باب النصرانیین تسلم المرأۃ قبل الرجل ج سابع ص ۱۷۴ نمبر ۱۲۶۵۷)

**فائدہ** امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ تین حیض گزرنے تک شوہر کے اسلام لانے کا انتظار کیا جائے گا۔اور تین حیض گزر جائے تو تفریق ہو جائیگی۔

---

حاشیہ : (الف) مشرکہ عورتوں سے نکاح مت کرو جب تک ایمان نہ لے آئیں۔اور مؤمن باندیاں مشرکہ سے بہتر ہیں اگرچہ تمہیں اچھی لگیں۔اور مشرک مرد سے نکاح نہ کریں جب تک کہ ایمان نہ لائیں (ب) آپؐ نے اپنی بیٹی کو ابو العاص بن ربیع کو نئے مہر اور نئے نکاح سے واپس کیا (ج) عباد بن نعمان کے تحت بنی تمیم کی عورت تھی۔پس وہ اسلام لائی۔پس حضرت عمرؓ نے اس کے شوہر کو بلایا اور فرمایا یا اسلام لاؤ یا تم سے عورت کو نکال لیں گے۔پس شوہر نے اسلام لانے سے انکار کیا تو حضرت عمرؓ نے عورت کو اس سے نکال لیا۔یعنی تفریق کرا دی۔

**اسلم فهی امرأته وان ابی عن الاسلام فرق بینهما وكان ذلک طلاقا بائنا عند ابی حنیفة**

**وجہ** حدیث میں ہے کہ عکرمۃ بن ابوجہل اور صفوان بن امیہ کی بیویاں اسلام لے آئیں اوران کے شوہر کافر رہے۔ پھر عدت کے اندر اندر اسلام لے آئے تو بیویاں ان کے حوالے کردی گئیں، حدیث یہ ہے **واسلمت امرأة عكرمة بن ابی جهل وامرأة صفوان بن امية وهرب زوجاهما ناحية اليمن من طريق اليمن كافرين الى بلد كفر ثم جائا فاسلما بعد مدة وشهد صفوان حنين كافرا فدخل دار الاسلام بعد هربه منها كافرا فاستقر على النكاح وكان ذلک كله ونساؤهم مدخول بهن لم تنقص عددهن** (الف) (سنن للبیہقی، باب من قال لا ینفسخ النکاح بینھما باسلام احدھما اذا کانت مدخولا بھا حتی تنقضی عدتھا قبل اسلام المتخلف منھاج سابع، ص ۳۰۱، نمبر ۱۴۰۶۲ / بخاری شریف، باب اذا اسلمت المشرکۃ اوالنصرانیۃ تحت الذمی اوالحربی ص ۷۹۶ نمبر ۵۲۸۸)

اس حدیث میں **لم تنقص عددهن** سے پتہ چلا کہ عدت گزرنے سے پہلے شوہر اسلام لائے اس لئے بیوی کا نکاح بحال رہا (۲) وہ فرماتے ہیں کہ جب کافروں سے نکاح کرنا حرام ہونے کی آیت نازل نہیں ہوئی تو حضرت زینب بنت رسول کا نکاح حضرت ابوالعاص سے بحال رہا۔ اور جب حرمت کی آیت نازل ہوئی تو حضرت زینب ابھی عدت ہی میں تھیں کہ ان کا شوہر حضرت ابوالعاص مسلمان ہو گئے۔ اور حضورؐ نے حضرت زینب کو نکاح اول کے تحت ان کے حوالے کر دیا۔ **عن ابن عباس قال رد رسول الله** ﷺ **ابنته زينب على ابى العاص بالنكاح الاول لم يحدث شيئا** (ب) (ابوداؤد شریف، باب الی متی ترد علیہ امرأتہ اذا اسلم بعدھا ص ۳۱۱ نمبر ۲۲۴۰ / ترمذی شریف، باب ماجاء فی الزوجین المشرکین یسلم احدھما ص ۲۱۷ نمبر ۱۱۴۳ / سنن للبیہقی، باب من قال لا ینفسخ النکاح بینھما باسلام احدھما ج سابع ص ۳۰۳، نمبر ۱۴۰۶۷) اس حدیث میں ہے کہ حضرت زینب کو نکاح اول کے ذریعہ حضرت ابوالعاص کے حوالے کی گئی۔ لیکن وہ عدت میں تھی اس لئے حوالے کی گئی۔

اور طرفین کے نزدیک یہ تفریق طلاق بائنہ ہوگی اس کی وجہ یہ اثر ہے۔ **عن الحسن قال اذا كان الرجل وامرأته مشركين فاسلمت وابى ان يسلم بانت منه بواحدة وقال عكرمة مثل ذلک.** اور دوسری روایت میں ہے۔ **ان الحسن وعمر بن عبد العزيز قالا تطليقة بائنة** (ج) (مصنف ابن ابی شیبۃ ۸۵ من قال اذا ابی ان یسلم فھی تطلیقۃ ج رابع ص ۱۱۰، نمبر ۱۸۳۰۹ / ۱۸۳۰۸) اس اثر میں ہے اسلام نہ لانے پر تفریق طلاق بائنہ کے درجے میں ہے (۲) یوں بھی شوہر کے ایمان نہ لانے کی وجہ سے تفریق ہے اس لئے گویا کہ شوہر کی جانب سے تفریق ہوئی۔ اور شوہر کی جانب سے تفریق طلاق کے درجے میں ہوتی ہے۔ اس لئے طلاق بائنہ کے درجے میں ہوگی۔

---

حاشیہ : (الف) عکرمہ بن ابوجہل کی عورت اسلام لائی۔ اور صفوان بن امیہ کی عورت اسلام لائی۔ اور ان دونوں کے شوہر یمن کے راستے سے یمن بھاگ گئے کافر ہو کر کافر کے شہر کی طرف۔ پھر ایک مدت کے بعد اسلام میں داخل ہو کر آئے۔ اور حضرت صفوان کافر کی حالت میں حنین میں حاضر ہوئے۔ پھر کافر ہو کر بھاگنے کے بعد دارالاسلام میں داخل ہوئے۔ پس آپؐ نے نکاح برقرار رکھا۔ اور یہ سارے معاملات اس وقت ہوئے کہ ان کی بیویاں صحبت شدہ تھیں۔ اور ان کی عدت ختم نہیں ہوئی تھی (ب) حضورؐ نے اپنی بیٹی زینب کو ابوالعاص کے حوالے کیا نکاح اول کی وجہ سے درمیان میں کچھ نہیں کیا (ج) حضرت حسن نے فرمایا اگر مرد اور عورت مشرک ہوں۔ پس عورت مسلمان ہوئی اور شوہر نے انکار کیا تو ایک طلاق بائنہ ہوگی۔ اور حضرت عکرمہ نے ایسا ہی کہا۔

**ومحمد رحمهما الله وقال ابو یوسف رحمه الله هو الفرقة بغیر طلاق[۱۸۳۵](۱۱۰) وان اسلم الزوج وتحته مجوسیة عرض علیها الاسلام فان اسلمت فهی امرأته وان ابت فرق القاضی بینهما ولم تکن الفرقة طلاقا[۱۸۳۶](۱۱۱) فان کان قد دخل بها فلها کمال المهر وان لم یکن دخل بها فلا مهر لها[۱۸۳۷](۱۱۲) واذا اسلمت المرأة فی**

امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ اس تفریق میں میاں بیوی دونوں شریک ہیں اس لئے یہ طلاق نہیں ہوگی بلکہ فسخ نکاح ہوگا (ا) اثر میں اس کا ثبوت ہے۔عن الحسن قال اذا اسلمت المرأة قبل زوجها انقطع ما بینهما من النکاح (الف) دوسری راویت ہے۔عن عطاء فی النصرانیة تسلم تحت زوجها قال یفرق بینهم ا(مصنف ابن ابی شیبة ما قالوافی المرأة تسلم قبل زوجها من قال یفرق بینھما ج رابع، ص ۱۰۹، نمبر ۱۸۲۹۶/۱۸۲۹۳) ان اثروں میں یفرق بینھما اور انقطع ما بینھما ہیں۔جن سے پتہ چلا کہ دونوں کے درمیان تفریق ہوگی طلاق نہیں ہوگی۔

[۱۸۳۵](۱۱۰) اگر شوہر اسلام لے آیا اور اس کے نکاح میں آتش پرست ہو تو اس پر اسلام پیش کرے۔پس اگر اسلام لے آئے تو وہ اس کی بیوی رہے گی۔اور اگر انکار کر دے تو قاضی دونوں کے درمیان تفریق کرا دے۔اور یہ فرقت طلاق نہیں ہوگی۔

**وجہ** اسلام پیش کرنے کا اثر پہلے گزر گیا۔اور یہ فرقت طلاق اس لئے نہیں ہوگی کہ عورت کی جانب سے انکار کرنے پر فرقت ہوتی ہے۔اور عورت کی جانب سے طلاق نہیں ہوتی اس کی جانب سے فرقت ہوتی ہے۔اس لئے یہ تمام کے نزدیک فرقت شمار ہوگی۔

[۱۸۳۶](۱۱۱) اور اگر اس سے صحبت کی تو اس کے لئے پورا مہر ہوگا۔اور اگر صحبت نہیں کی تو اس کے لئے مہر نہیں ہوگا۔

**وجہ** صحبت کر لی تھی پھر عورت نے اسلام لانے سے انکار کیا تو چونکہ مال سپرد کر دیا تھا اس لئے اس کو پورا مہر ملے گا۔اور صحبت سے پہلے انکار کیا تو مال ابھی سپرد نہیں کیا۔اور تفریق کا سبب وہ بنی اس لئے اس کو کچھ نہیں ملے گا (۲) اثر میں اس کا ثبوت ہے۔عن الثوری قال اذا ارتدت المرأة ولها زوج ولم یدخل بها فلا صداق لها وقد انقطع ما بینهما فان کان قد دخل بها فلها الصداق کاملا (ب) (مصنف عبد الرزاق، باب امرتدین ج سابع ص ۱۶۱ نمبر ۱۲۶۱۸) اس اثر سے معلوم ہوا کہ صحبت نہ کی ہو تو کچھ نہیں ملے گا اور صحبت کی ہو تو پورا مہر ملے گا۔

[۱۸۳۷](۱۱۲) اگر عورت دار الحرب میں اسلام لے آئے تو فرقت واقع نہیں ہوگی یہاں تک کہ تین حیض گزر جائے۔پس جب تین حیض گزر جائے تو اس کے شوہر سے بائنہ ہو جائے گی۔

حاشیہ : (الف) حضرت حسن اور عمر بن عبد العزیز نے فرمایا ایک طلاق بائنہ ہوگی (د) حضرت حسن نے فرمایا اگر عورت شوہر سے پہلے مسلمان ہوئی تو دونوں کے درمیان کا نکاح ٹوٹ جائے گا (ب) حضرت ثوری فرماتے ہیں کہ اگر عورت مرتد ہو جائے اور اس کا شوہر ہو جس نے صحبت نہ کی ہو تو اس کو مہر نہیں ملے گا اور نکاح ٹوٹ جائے گا۔اور اگر اس سے صحبت کر چکا ہو تو اس کو پورا مہر ملے گا۔

**دار الحرب لم تقع الفرقة عليها حتى تحيض ثلث حيض فاذا حاضت بانت من زوجها[١٨٣٨](١١٣) واذااسلم زوج الكتابية فهما على نكاحهما[١٨٣٩](١١٤) واذا خرج احد الزوجين الينا من دار الحرب مسلما وقعت البينونة بينهما.**

---

**تشریح** عورت دارالحرب میں اسلام لے آئے تو تین حیض گزرنے پر تفریق ہوگی۔

**وجہ** دارالحرب میں ہونے کی وجہ سے شوہر پر اسلام پیش نہیں کر سکتے۔اور اسلام لانے کو تفریق کا سبب نہیں بنا سکتے۔اس لئے عدت گزرنے کو تفریق کا سبب بنائیں گے۔جیسا کہ امام شافعیؒ نے عدت گزرنے کو تفریق کا سبب بنایا(۲) اس بارے میں سنن بیہقی کی حدیث گزر چکی ہے (۳) **عن الزهرى ان امرأة عكرمة بن ابى جهل اسلمت قبله ثم اسلم وهى فى العدة فردت اليه وذلك على عهد النبى ﷺ** (الف) (مصنف ابن ابی شیبۃ ۸۶ ما قالوا فیہ اذا اسلم وھی فی عدتھا من قال ھو احق بھا ج رابع ،ص ۱۱۱، نمبر ۱۸۳۱۱) اس اثر سے معلوم ہوا کہ عدت میں شوہر مسلمان ہو جائے تو عورت اس کی بیوی رہے گی۔اور عدت گزر جائے تو تفریق ہو جائے گی۔

[۱۸۳۸](۱۱۳) اگر کتابیہ کا شوہر مسلمان ہو جائے تو دونوں اپنے نکاح پر بحال رہیں گے۔

**تشریح** کتابیہ یعنی یہودیہ اور نصرانیہ کا شوہر مسلمان ہو گیا تو مسلمان کے تحت میں نصرانیہ اور یہودیہ ہوئیں۔اور مسلمان کے تحت میں کتابیہ ہو تو نکاح شروع سے جائز ہے۔اس لئے یہ بھی جائز ہوگا۔اس لئے دونوں کا نکاح بحال رہے گا۔

**وجہ** اثر میں اس کا ثبوت ہے۔**عن الحكم ان هانى بن قبيصة قدم المدينة فنزل على ابن عوف وتحته اربع نسوة نصرانيات فاسلم واقرهن عمر معه** (ب) (سنن للبیہقی، باب الرجل یسلم وتحتہ نصرانیۃ ج سابع ،ص ۱۹۰) اس اثر سے پتہ چلا کہ نصرانی مسلمان ہو جائے تو اس کے تحت میں نصرانیہ یا یہودیہ رہ سکتی ہیں (۲) آیت میں ہے۔**والمحصنات من المؤمنات والمحصنات من الذين اوتوا الكتاب م قبلكم اذا اتيتموهن اجورهن** (آیت ۵ سورۃ المائدۃ ۵) اس آیت میں کتابیہ عورتوں سے نکاح کرنا حلال قرار دیا گیا ہے۔

[۱۸۳۹](۱۱۴) اگر میاں بیوی میں سے ایک دارالحرب سے ہماری طرف مسلمان ہو کر آئے تو بینونت واقع ہو جائے گی۔

**تشریح** بیوی شوہر میں سے ایک مسلمان ہو کر دارالحرب سے دارالاسلام آجائے تو دارالاسلام داخل ہوتے ہی جدائیگی واقع ہو جائے گی۔اور بیوی نہیں رہے گی۔**يا ايها الذين آمنوا اذا جاء كم المومنات مهاجرات فامتحنوهن الله اعلم بايمانهن فان علمتموهن مومنات فلا ترجعوهن الى الكفار لا هن حل لهم ولا هم يحلون لهن واتوهم ما انفقوا ولا جناح عليكم ان تنكحوهن اذا اتيتموهن اجورهن ولا تمسكو بعصم الكوافر** (ج) (آیت ۱۰ سورۃ الممتحنۃ ۶۰) اس آیت میں ہے کہ عورت دار

---

حاشیہ : (الف) حضرت عکرمۃ کی بیوی ان سے پہلے مسلمان ہوئی پھر وہ مسلمان ہوئے جبکہ وہ عدت میں تھی تو بیوی ان کو لوٹا دی گئی۔اور یہ معاملہ حضورؐ کے زمانے میں ہوا (ب) حضرت ہانی بن قبیصہ مدینہ آئے اور ابن عوف کے مہمان ہوئے۔اور ان کے تحت چار نصرانی بیویاں تھیں۔پس وہ مسلمان ہوئے اور عورتوں کو حضرت عمرؓ نے ان کے ساتھ برقرار رکھا (ج) اے ایمان والو اگر تمہارے پاس مومنہ عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو ان کا امتحان لو۔اور اللہ ان کے ایمان کو (باقی اگلے صفحہ پر)

**[١٨٤٠] (١١٥) وان سبى احدهما وقعت البينونة بينهما [١٨٤١] (١١٦) وان سبيا**

الحرب سے ہجرت کر کے دار الاسلام آئے تو اس کو واپس نہ کرے۔ یہ اسی وقت ہو سکتا ہے کہ دونوں کا کاح ٹوٹ گیا ہو۔ اس آیت میں یہ بھی ہے کہ مشرکہ مومن کے لئے اور مومنہ عورت مشرک کے لئے حلال نہیں ہیں۔ یہ بھی دلیل ہے کہ دونوں کا نکاح ٹوٹ گیا (٢) اثر میں ہے **عن ابن عباس اذا اسلمت النصرانية قبل زوجها بساعة حرمت عليه ،وقال داؤد عن ابراهيم الصائغ سئل عطاء عن امرأة من اهل العهد اسلمت ثم اسلم زوجها فى العدة اهى امرأته ؟ قال لا، الا ان تشاء هى بنكاح جديد وصداق** (الف) (بخاری شریف، باب اذا اسلمت المشركة اوالنصرانية تحت الذمى اوالحربى ص ٩٦٧ نمبر ٥٢٨٨) اس اثر میں ہے کہ نصرانی کی بیوی مسلمان ہو جائے تو فورا نکاح ٹوٹ جائے گا تو جب وہ دار الحرب سے دار الاسلام ہجرت کر کے آئے گی تو بدرجۂ اولی نکاح ٹوٹ جائے گا۔

**نوٹ** اس سے معلوم ہوا کہ اختلاف دارین سے نکاح ٹوٹ جائے گا۔

[١٨٤٠] (١١٥) اگر دونوں میں سے ایک قید ہو کر آیا تو دونوں میں جدائیگی ہو جائے گی۔

**وجہ** میاں بیوی میں سے ایک قید ہو کر آیا تو اختلاف دار ہو گیا۔ ایک دار الحرب میں رہا اور ایک دار الاسلام میں آ گیا۔ اب زوجیت کی مصلحت باقی نہیں رہی اس لئے اس کا نکاح ٹوٹ جائے گا تا کہ نیا نکاح کر کے اپنی زندگی گزار سکے (٢) اگر عورت قید ہو کر آئی تو وہ آقا کی باندی بن گئی اس لئے آقا کے لئے صحبت کرنا جائز ہو گیا۔ اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب پہلا نکاح ٹوٹ جائے۔ اس لئے تنہا عورت کے قید ہوتے ہی نکاح ٹوٹ جائے گا (٣) حدیث میں ہے **عن ابن عباس قال نهى رسول الله ان توطأ حامل حتى تضع او حائل حتى تحيض** (ب)) دار قطنی، کتاب النکاح ج ثالث، ص ١٨٠ نمبر ٣٥٩٨ ٣ سنن للبیہقی، باب استبراء من ملک الامۃ ج سابع ص ٧٣٨، نمبر ١٥٥٨٧) اس حدیث میں قیدی عورتوں کے بارے میں فرمایا۔ پہلے شوہر کے حمل سے ہو تو وضع حمل کے بعد وطی کرے۔ اور غیر حاملہ ہو تو ایک حیض گزرنے کے بعد استبراء رحم کر کے صحبت کرے۔ اس سے معلوم ہوا کہ قیدی عورت کا نکاح ٹوٹ جائے گا۔ جنگ اوطاس کی قیدی عورتوں کی تفصیل مسلم شریف، باب جواز وطی المسبية بعد الاستبراء وان كان لها زوج انفسخ نكاحه بالسبى ص ٤٧٠ نمبر ١٤٥٦ میں ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ قید ہونے سے نکاح ٹوٹ جائے گا۔

[١٨٤١] (١١٦) اور اگر دونوں ساتھ قید ہوئے تو بینونت واقع نہیں ہوگی۔

**تشریح** اگر میاں بیوی دونوں ساتھ قید ہو کر دار الحرب سے دار الاسلام آئے ہوں تو دونوں کا نکاح نہیں ٹوٹے گا۔

---

حاشیہ : (پچھلے صفحہ سے آگے) جانتا ہے۔ پس اگر ان کو جانو کہ مومنہ ہیں تو کفار کی طرف مت لوٹاؤ۔ یہ ان کے لئے حلال نہیں اور وہ ان کے لئے حلال نہیں۔ اور جو کچھ کفار نے خرچ کیا ہے اس کو دیدو۔ اور تم پر کوئی حرج نہیں ہے کہ نکاح کرو اگر ان کو ان کا مہر دیدو۔ اور کافروں کا دامن مت تھامو (الف) حضرت ابن عباس فرماتے ہیں اگر نصرانیہ شوہر سے ایک گھنٹہ پہلے مسلمان ہو جائے تو اس پر حرام ہو جائے گی۔ حضرت عطاء سے ذمی عورت کے بارے میں پوچھا کہ وہ اسلام لے آئی پھر اس کا شوہر عدت میں مسلمان ہوا تو کیا وہ اس کی بیوی رہی؟ فرمایا نہیں مگر یہ کہ نئے نکاح اور نئے مہر سے چاہے (ب) آپؐ نے منع فرمایا کہ صحبت کرے حاملہ عورت سے یہاں تک کہ بچہ جن دے۔ یا غیر حاملہ سے یہاں تک کہ ایک حیض آ جائے۔

**معا لم تقع البینونة[۱۸۴۲](۱۱۷) واذا خرجت المرأة الینا مهاجرة جاز لها ان تتزوج فی الحال فلا عدة علیها عند ابی حنیفة رحمه الله تعالی[۱۸۴۳] (۱۱۸) فان کانت حاملا لم تتزوج حتی تضع حملها.**

---

**وجہ** اختلاف دارین نہیں ہوا (۲) ساتھ ہیں اس لئے بیوی اور شوہر کی مصلحت باقی ہے کہ صحبت کر سکتا ہے اس لئے نکاح توڑنے سے فائدہ نہیں ہے (۳) جس طرح کسی کی باندی ہو اور اس کی شادی کسی مرد سے کرادی جائے تو آقا کی باندی رہتے ہوئے شوہر سے استفادہ کر سکتی ہے۔ اسی طرح یہاں آقا کی باندی رہتے ہوئے شوہر سے استفادہ کرے گی۔ اس لئے نکاح توڑوانے کی ضرورت نہیں ہے۔

[۱۸۴۲](۱۱۷) اگر عورت دار الاسلام کی طرف ہجرت کر کے آئی تو اس کے لئے جائز ہے کہ فی الحال شادی کرے۔ اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس پر عدت نہیں ہے۔

**وجہ** آیت میں ہے **ولا جناح علیکم ان تنکحوا ھن اذا آتیتموھن اجورھن ولا تمسکو بعصم الکوافر** (الف) (آیت ۱۰ سورة الممتحنة ۶۰) اس آیت میں ہے کہ مہر ادا کرو تو مہاجرہ عورت سے شادی کر سکتے ہو۔ جس سے معلوم ہوا کہ فوری طور پر اس سے شادی کر سکتا ہے (۲) یہ عورت ہجرت کر کے دار الاسلام آئی ہے۔ یہاں اس کا کوئی ذی رحم محرم نہیں ہوگا اس لئے یہ اگر شادی کر کے شوہر نہ بنائے تو کیسے اجنبی کے پاس رہے گی۔ اس لئے شریعت نے عدت گزارے بغیر شادی کو جائز قرار دیا (۳) عدت پہلے شوہر کے احترام کے لئے ہے۔ اور پہلا شوہر کافر اور حربی ہے اس لئے اس کا کوئی احترام نہیں ہے۔ اس لئے ایسی عورت پر عدت بھی نہیں ہے۔

**فائدہ** صاحبین فرماتے ہیں کہ اس پر عدت ہے۔ کیونکہ وہ دار الاسلام میں آگئی ہے۔ اس لئے اس پر دار الاسلام کا حکم لازم ہوگا۔ اور دار الاسلام کا حکم یہ ہے کہ مطلقہ اور تفریق شدہ عورت پر عدت لازم ہوتی ہے۔ حدیث اوپر گزر گئی ہے (دار قطنی، کتاب النکاح، ج ثالث، ص ۱۸۰، نمبر ۳۳۵۹۸)

[۱۸۴۳](۱۱۸) پس اگر وہ حاملہ ہے تو شادی نہ کرے یہاں تک کہ حمل نہ جن لے۔

**تشریح** دار الحرب سے ہجرت کر کے دار الاسلام آنے والی عورت پہلے شوہر سے حاملہ ہے تو حمل کی حالت میں شادی تو کر سکتی ہے لیکن صحبت نہ کرائے۔

**وجہ** کیونکہ پہلے شوہر کا حمل موجود ہے تو دوسرے شوہر سے صحبت کرانے سے دوسرے آدمی سے پہلے کی کھیتی کو سیراب کرنا لازم آئے گا۔ اور پتہ نہیں چلے گا کہ کس کا بچہ ہے۔ اس لئے حمل جننے تک نئے شوہر سے صحبت نہ کرائے (۲) اوپر حدیث گزر چکی ہے۔ **عن ابی سعید الخدری رفعه انه قال فی سبایا اوطاس لا توطأ حامل حتی تضع ولا غیر ذات حمل حتی تحیض حیضة** (ب) (سنن

---

حاشیہ: (ب) تم پر کوئی حرج نہیں ہے کہ مہاجرہ عورتوں سے نکاح کرو جب ان کو ان کا مہر دو۔ اور کافروں کا دامن مت تھامو (ب) جنگ اوطاس کے قیدیوں کے بارے میں آپؐ نے فرمایا حاملہ سے صحبت مت کرو یہاں تک کہ بچہ جن دے۔ اور غیر حاملہ سے جب تک ایک حیض نہ آجائے۔

**[۱۸۴۴](۱۱۹) واذا ارتد احد الزوجين عن الاسلام وقعت البينونة بينهما وكانت الفرقة بينهما بغير طلاق[۱۸۴۵] (۱۲۰) فان كان الزوج هو المرتد وقد دخل بها فلها**

للبیھقی، باب استبراء من ملک الامۃ ج سابع ص ۴۴۹ ر دار قطنی، کتاب النکاح ج ثالث ص ۱۸۰ نمبر ۳۵۹۸) اس حدیث میں ہے کہ حاملہ عورت سے وضع حمل سے پہلے صحبت نہ کرے۔

**نوٹ** عبارت میں **لم تتزوج** کا مطلب یہ ہے کہ صحبت نہ کرائے۔البتہ شادی کرسکتی ہے۔

[۱۸۴۴](۱۱۹) اگر بیوی شوہر میں سے ایک اسلام سے مرتد ہو جائے تو دونوں میں بینونت واقع ہوگی۔اور فرقت دونوں کے درمیان بغیر طلاق کے ہوگی

**تشریح** بیوی اور شوہر میں سے کوئی نعوذ باللہ مرتد ہو جائے تو فوراً بینونت ہو جائے گی۔اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک یہ جدائیگی فسخ نکاح شمار ہوگی

**وجہ** فوراً نکاح ٹوٹنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ کافر ہو گیا اور کافر کا نکاح مسلمان کے ساتھ صحیح نہیں ہے۔ بلکہ یہ تو اسلام کے بعد اور تمام باتیں سمجھنے کے بعد مرتد ہوا ہے اس لئے یہ اشد کافر ہے۔اس لئے اس کا نکاح فوراً ٹوٹے گا (۲) آیت میں ہے **لاهن حل لهم ولاهم يحلون لهن** (الف) (آیت ۱۰ سورۃ الممتحنۃ ۶۰) کہ نہ مسلمان عورتیں کافر کے لئے حلال ہیں اور نہ کافر مرد مسلمان عورتوں کے لئے حلال ہیں (۳) **عن ابن عباس اذا اسلمت النصرانية قبل زوجها بساعة حرمت عليه** (ب) (بخاری شریف، باب اذا اسلمت المشرکۃ او النصرانیۃ تحت الذمی او الحربی ص ۷۹۶ نمبر ۵۲۸۸) اس اثر میں ہے کہ نصرانیہ مسلمان ہو جائے تو وہ شوہر پر حرام ہو جائے گی۔اسی طرح مسلمان مرتد ہو جائے تو وہ عورت پر حرام ہو جائے گا۔اور یہ فرقت امام ابو حنیفہ کے نزدیک طلاق نہیں ہوگی۔

**وجہ** اس لئے کہ ارتداد میں احترام نہیں رہتا۔اور طلاق قرار دینا احترام کی دلیل ہے۔اس لئے فسخ نکاح ہوگا (۲) اثر میں ہے **عن عطاء في النصرانية تسلم تحت زوجها قال يفرق بينهما** (ج) (مصنف ابن ابی شیبۃ ۸۳ ما قالوا فی المرأۃ تسلم قبل زوجہا من قال یفرق بینہما ج رابع ص ۶۹) اس اثر میں ہے کہ تفریق کی جائے گی جس کا مطلب یہ ہے کہ فرقت ہوگی طلاق نہیں۔

**فائدہ** امام محمد فرماتے ہیں کہ شوہر مرتد ہوا ہے جس کی وجہ سے فرقت ہوئی ہے تو چونکہ شوہر کی جانب سے فرقت کی ابتدا ہوئی اس لئے وہ طلاق کے درجے میں ہوگی (۲) اثر میں ہے۔**عن ابراهيم قال كل فرقة كانت من قبل الرجل فهي طلاق** (د) (مصنف ابن ابی شیبۃ ۸۹ من قال کل فرقۃ تطلیقۃ ج رابع، ص ۱۱۳، نمبر ۱۸۳۳۷) اس اثر میں ہے کہ اگر شوہر کی جانب سے فرقت ہوئی ہو تو وہ طلاق شمار ہوگی۔اور دوسری روایت میں ہے۔**عن ابراهيم قال كل فرقة فهي تطليقة بائن** (ہ) (رابع ص ۱۱۳، نمبر ۱۸۳۴۰) اس سے معلوم ہوا کہ وہ طلاق بائنہ ہوگی۔

[۱۸۴۵](۱۲۰) پس اگر شوہر مرتد ہوا ہو اور اس سے صحبت کر چکا ہو تو عورت کے لئے پورا مہر ہوگا۔اور اگر صحبت نہ کی ہو تو اس کے لئے آدھا مہر

---

حاشیہ : (الف) نہ مومنہ عورتیں مشرک کے لئے حلال ہیں اور نہ مشرک مردان عورتوں کے لئے حلال ہیں (ب) حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ اگر نصرانیہ عورت شوہر سے ایک گھنٹہ پہلے مسلمان ہو جائے تو وہ اس پر حرام ہو جائے گی (ج) حضرت عطاء نے فرمایا نصرانیہ عورت شوہر کے تحت مسلمان ہو جائے، فرمایا تفریق ہو جائے گی (د) حضرت ابراہیم نے فرمایا ہر تفریق جو مرد کی جانب سے ہو وہ طلاق ہے (ہ) حضرت ابراہیم نے فرمایا ہر تفریق وہ طلاق بائنہ ہے۔

**کمال المهر وان لم یدخل بها فلها نصف المهر[۱۸۴۶] (۱۲۱) وان کانت المرأة هی المرتدة فان کان قبل الدخول فلا مهر لها[۱۸۴۷] (۱۲۲) وان کانت الردة بعد الدخول فلها المهر[۱۸۴۸] (۱۲۳) وان ارتدا معا ثم اسلما معا فهما علی نکاحهما [۱۸۴۹] (۱۲۴) ولا یجوز ان یتزوج المرتد مسلمة ولا مرتدة ولا کافرة وکذلک**

---

ہوگا۔

**وجہ** (۱) چونکہ عورت کا مال وصول کر چکا ہے۔اس لئے صحبت کر چکا ہو تو پورا مہر ملے گا (۲) اثر میں ہے۔عن الثوری قال اذا ارتدت المرأة ولها زوج ولم یدخل بها فلا صداق لها وقد انقطع ما بینهما فان کان قد دخل بها فلها الصداق کاملا (الف) (مصنف عبد الرزاق، باب المرتدین ج سابع ص۱۶۱ نمبر ۱۲۶۱۸) اس اثر سے معلوم ہوا کہ صحبت کی ہو تو عورت کو پورا مہر ملے گا۔اور عورت مرتد ہوئی ہو اور صحبت نہ کی گئی ہو تو اس کو کچھ نہیں ملے گا۔اور شوہر مرتد ہوا ہے اور عورت سے صحبت نہیں کی ہے تو اس کو آدھا مہر ملے گا۔کیونکہ عورت کی غلطی نہیں ہے، مرد کی غلطی ہے کہ وہ مرتد ہوا ہے۔اس لئے گویا کہ اس کی جانب سے صحبت سے پہلے طلاق واقع ہوئی ہے۔

[۱۸۴۶] (۱۲۱) اور اگر عورت مرتد ہوئی ہے۔پس اگر صحبت سے پہلے ہے تو اس کے لئے کوئی مہر نہیں ہے۔

**وجہ** (۱) عورت مرتد ہوئی ہے اس لئے فرقت کا سبب اس کی جانب سے ہوا ہے۔اور اس نے مال بھی سپرد نہیں کیا ہے اس لئے اس کو آدھا مہر بھی نہیں ملے گا (۲) اوپر اثر میں گزرا ہے کہ عورت مرتد ہوئی ہو اور اس سے صحبت نہ کی گئی ہو تو اس کو کچھ بھی نہیں ملے گا (مصنف عبد الرزاق ،نمبر ۱۲۶۱۸)

[۱۸۴۷] (۱۲۲) اور اگر مرتد ہونا صحبت کے بعد ہوا ہو تو عورت کے لئے پورا مہر ہوگا۔

**وجہ** (۱) عورت اگرچہ مرتد ہوئی ہے لیکن مال سپرد کر چکی ہے اس لئے اس کو پورا مہر ملے گا (۲) اوپر حضرت ثوری کا اثر گزرا کہ صحبت ہوئی ہو تو عورت کو پورا مہر ملے گا۔فان کان دخل بها فلها الصداق کاملا (مصنف عبد الرزاق، باب المرتدین ج سابع ص۱۶۱ نمبر ۱۲۶۱۸)

[۱۸۴۸] (۱۲۳) اگر دونوں ساتھ مرتد ہوئے ہوں پھر دونوں ساتھ مسلمان ہوئے تو دونوں نکاح پر بحال رہیں گے۔

**وجہ** بنی حنیفہ کے لوگ حضرت ابو بکرؓ کے زمانے میں ایک ساتھ مرتد ہوئے تھے اور ایک ساتھ مسلمان ہوئے تھے تو صحابہ نے کسی کا نکاح دوبارہ نہیں پڑھایا بلکہ پہلے نکاح پر بحال رکھا۔جس سے معلوم ہوا کہ دونوں ایک ساتھ مرتد ہوئے ہوں اور ایک ساتھ مسلمان ہوئے ہوں تو نکاح بحال رہے گا۔

[۱۸۴۹] (۱۲۴) نہیں جائز ہے کہ مرتد شادی کرے کسی مسلمان عورت سے نہ مرتدہ سے نہ کافرہ سے۔اور ایسے ہی مرتدہ عورت نہ شادی کرے

---

حاشیہ : (ج) حضرت ثوری نے فرمایا اگر عورت مرتد ہو جائے اور اس کا شوہر ہو اور صحبت نہ کی ہو تو مہر نہیں ملے گا۔اور نکاح ٹوٹ گیا اور صحبت کر چکا ہو تو اس کو پورا مہر ملے گا۔

**المرتد ة لا يتـزوجهـا مسلم ولا كافر ولا مرتد[۱۸۵۰](۱۲۵) واذا كان احد الزوجين**

---

اس سے مسلمان اور نہ کافر اور نہ مرتد۔

**تشریح** مرتد مرد نہ مسلمان عورت سے شادی کر سکتا ہے نہ مرتدہ عورت سے اور نہ کافرہ عورت سے شادی کر سکتا ہے۔اسی طرح مرتدہ عورت سے نہ مسلمان مرد شادی کر سکتا ہے نہ کافر کر سکتا ہے اور نہ مرتد مرد شادی کر سکتا ہے۔

**وجہ** مرتد مرد کو اسلام کی طرف بلانے کے بعد ایمان نہ لائے تو قتل کیا جائے گا اس لئے اس کو کسی سے شادی کرنے کی مہلت کہاں دی جائے گی (۲) حدیث میں ہے کہ مرتد کو فوری طور پر قتل کیا جائے۔**عن عكرمة قال اتى علي بزنادقة فاحرقهم فبلغ ذلك ابن عباس فقال لو كنت انا لم احرقهم لنهي رسول الله لا تعذبوا بعذاب الله ولقتلتهم لقول رسول الله ﷺ من بدل دينه فاقتلوه** (الف)(بخاری شریف، باب حکم المرتد والمرتدۃ واستتابتھم ص۱۰۲۲ نمبر ۶۹۲۲)اس حدیث میں ہے کہ دین بدلنے والے کو قتل کر دیا جائے (۳)ایک اور حدیث میں ہے۔**عن ابي موسى اشعري ... فاذا رجل عنده موثق قال (معاذ بن جبل) ما هذا ؟ قال كان يهوديا فاسلم ثم تهود قال اجلس قال لا اجلس حتى يقتل قضاء الله ورسوله ثلاث مرات فامر به فقتل** (ب) (بخاری شریف، باب حکم المرتد والمرتدۃ واستتابتھم ص۱۰۲۲ نمبر ۶۹۲۳)اس حدیث میں حضرت معاذ بن جبل اس وقت تک نہیں بیٹھے جب تک کہ مرتد کو قتل نہ کر دیا گیا۔اس لئے مرتد کو قتل کیا جائے گا۔اس کو کسی سے شادی کرنے کی مہلت نہیں دی جائے گی (۴) آیت میں بھی اس کا اشارہ ہے۔**ان الذين آمنوا ثم كفروا ثم آمنوا ثم كفروا ثم ازدادوا كفرا لم يكن الله ليغفر لهم ولا ليهديهم سبيلا** (ج)( آیت ۱۳۷ سورۃ النساء۴)اس آیت میں مرتد کے ساتھ اللہ نے سختی کا معاملہ کیا ہے۔

**نوٹ** عورت مرتدہ ہو جائے تو اس کو اس وقت تک قید میں رکھا جائے گا جب تک توبہ نہ کر لے۔اس لئے اس کو بھی باہر نکلنے کی اجازت نہیں ہوگی۔اس لئے وہ بھی شادی نہیں کر سکے گی۔

[۱۸۵۰](۱۲۵)اگر میاں بیوی میں سے ایک مسلمان ہو تو بچہ اس کے دین پر ہوگا۔

**وجہ** بچے کو مسلمان شمار کرنے سے اس کا فائدہ ہے کہ وہ آخرت میں جنت میں جائے گا اور دنیا میں اس کو دار الاسلام کی جانب سے بہت سی سہولتیں ملیں گی۔اس لئے بچے کو والد یا والدہ جو مسلمان ہو اس کے تابع کر کے مسلمان شمار کریں گے (۲) حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے بچہ مسلمان والد کو دیا۔**عن جدي رافع بن سنان انه اسلم وابت امرأته ان تسلم فاتت النبي ﷺ فقالت ابنتي وهي فطيم او**

---

حاشیہ : (الف) حضرت علی کے پاس کچھ زندیق لائے گئے تو ان کو جلا دیا۔یہ خبر عبداللہ بن عباس کے پاس پہنچی تو فرمایا اگر میں ہوتا تو ان کو نہ جلاتا۔کیونکہ حضورؐ نے منع فرمایا ہے کہ اللہ کے عذاب سے عذاب مت دو۔اور میں اس کو قتل کرتا۔کیونکہ حضورؐ نے فرمایا جو اپنا دین بدلے اس کو قتل کر دو (ب) حضرت معاذ بن جبلؓ یمن پہنچے تو وہاں ایک آدمی باندھا ہوا تھا۔تو حضرت معاذ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ کہا یہ یہودی تھا۔اسلام لایا پھر یہودی ہو گیا۔لوگوں نے کہا بیٹھئے۔حضرت معاذ نے فرمایا نہیں بیٹھوں گا یہاں تک کہ اس کو قتل کرو۔یہ اللہ اور اس کے رسول کا فیصلہ ہے۔تین مرتبہ فرمایا پھر اس مرتد کو قتل کر دیا گیا (ج) وہ لوگ جو ایمان لائے پھر کفر کیا، پھر کفر میں بڑھتے رہے۔اللہ ان کو معاف نہیں کریں گے اور نہ ان کو راستے کی ہدایت دیں گے۔

**مسلما فالولد على دينه[ ۱۸۵۱ ](۱۲۶ ) وكذلك ان اسلم احدهما وله ولد صغير صار ولده مسلما باسلامه[ ۱۸۵۲ ](۱۲۷ ) وان كان احد الابوين كتابيا والآخر مجوسيا فالولد كتابى[۱۸۵۳ ](۱۲۸ ) واذا تزوج الكافر بغير شهود او فى عدة كافر وذلك فى**

---

شبهه وقال رافع ابنتى فقال له النبى ﷺ اقعد ناحية وقال لها اقعدى ناحية واقعد الصبية بينهما ثم قال ادعواها فمالت الصبية الى امها فقال النبى ﷺ اللهم اهدها فمالت الصبية الى ابيها فاخذ ها (الف)(ابوداؤدشریف،باب اذا اسلم احد الابوین لمن یکون الولد ص۳۱۲ نمبر ۲۲۴۴ رنسائی شریف، باب اسلام احد الزوجین وتخییر الولد ص۴۹۱ نمبر ۳۵۲۵ )اس حدیث میں آپؐ نے دعا کر کے بچی کومسلمان والد کو اللہ سے دلوایا۔حالانکہ پرورش کا حق ماں کا ہوتا ہے۔

[۱۸۵۱](۱۲۶)ایسے ہی اگر اسلام لایا ان دونوں میں سے ایک نے اور ان کے لئے چھوٹا بچہ ہو تو ان کا بچہ مسلمان ہوگا اس کے مسلمان ہونے کی وجہ سے۔

**تشریح** میاں بیوی میں سے ایک مسلمان ہو گیا تو جو مسلمان ہوا اس کے تابع کر کے نابالغ بچے کو مسلمان قرار دیا جائے گا۔

**وجہ** اوپر مسئلہ نمبر ۱۲۵ میں حدیث گزر چکی ہے کہ والد مسلمان ہوئے تو اس کے تابع کر کے بچے کو مسلمان قرار دیا (ابوداؤد شریف،نمبر ۲۲۴۴ر نسائی شریف،نمبر ۳۵۲۵)

[۱۸۵۲](۱۲۷)اگر والدین میں سے ایک کتابی ہو اور دوسرا مجوسی ہو تو بچہ کتابی شمار ہوگا۔

**وجہ** کیونکہ مجوسی دین کے اعتبار سے بدتر ہے۔اور یہودی اور نصرانی پھر بھی آسمانی کتابوں پر یقین رکھتے ہیں۔اس لئے بچہ خیر الادیان کے تابع ہو کر کتابی شمار ہوگا۔

[۱۸۵۳](۱۲۸)اگر کافر نے بغیر گواہ کے نکاح کیا یا کافر کی عدت میں نکاح کیا اور یہ اس کے دین میں جائز ہو، پھر دونوں نے اسلام لایا تو دونوں کو نکاح پر برقرار رکھا جائے گا۔

**تشریح** کافر نے بغیر گواہ کے نکاح کیا اور یہ اس کے دین میں جائز ہو۔اسی طرح دوسرے کافر کی عدت گزار رہی تھی اسی حالت مین شادی کر لی اور یہ اس کے دین میں جائز ہو۔پھر دونوں مسلمان ہو جائے تو نکاح برقرار رکھا جائے گا توڑا نہیں جائے گا۔

**وجہ** (۱)لاکھوں کافروں کی شادی ان کے دین کے مطابق ہوئی اور جب دونوں مسلمان ہوئے تو پہلے کسی طرح بھی شادی ہوئی ہو اس کو برقرار رکھتے ہیں دوبارہ نکاح پڑھانے کی ضرورت نہیں پڑتی (۲) حدیث میں اس کا ثبوت ہے۔**وقال وهب الاسدى قال اسلمت وعندى**

---

حاشیہ : (الف) رافع بن سنان مسلمان ہوئے اور اس کی بیوی نے انکار کیا تو وہ حضورؐ کے پاس آئی اور کہا میری بیٹی چھوٹی ہے۔اور رافع نے کہا کہ میری بیٹی ہے۔تو حضورؐ نے فرمایا تم ایک طرف بیٹھو اور عورت سے کہا تم دوسری طرف بیٹھو اور بچی کو دونوں کے درمیان بٹھایا۔پھر کہا تم دونوں بچی کو بلاؤ،پس بچی ماں کی طرف مائل ہوئی تو حضورؐ نے فرمایا اے اللہ!اس کو ہدایت دے۔تو بچی باپ کی طرف مائل ہوئی۔پس باپ نے اس کو پکڑ لیا۔

**دینھم جائز ثم اسلما اقرا علیه[۱۸۵۴](۱۲۹) وان تزوج المجوسی امه او ابنته ثم اسلما فرق بینھما[۱۸۵۵](۱۳۰) وان کان للرجل امرأتان حرتان فعلیه ان یعدل بینھما**

ثمان نسوۃ قال فذکرت ذلک للنبی ﷺ فقال النبی ﷺ اختر منھن اربعا (الف)(ابوداؤد شریف، باب فی من اسلم وعندہ نساء اکثر من اربع او اختان ص۳۱۱ نمبر ۲۲۴۱ رترمذی شریف، باب ماجاء فی الرجل یسلم وعندہ عشر نسوۃ ص۲۱۴ نمبر ۱۱۲۸) اس حدیث میں کفر کی حالت میں جو شادی ہوئی تھی اس کو برقرار رکھا۔ اور چار عورتوں سے زیادہ کی شادی جو حرام تھی اس کو رد فرمایا۔ جس سے معلوم ہوا کہ عالم کفر کی شادی بحال رکھی جائے گی (۲) اس اثر میں ہے۔ قلت لعطاء، ابلغک ان رسول الله ﷺ ترک اھل الجاھلیة علی ما کانوا علیه من نکاح او طلاق ؟ قال نعم (مصنف ابن ابی شیبة ۲۱۹ فی الطلاق فی الشرک من راہ جائزا ج رابع، ص۱۸۳، نمبر ۱۹۰۸۹)

[۱۸۵۴](۱۲۹) اگر مجوسی نے اپنی ماں یا بیٹی سے شادی کی پھر دونوں اسلام لائے تو دونوں کے درمیان تفریق کی جائے گی۔

**وجہ** اصول یہ ہے کہ کوئی ایسا کام کرے کہ اسلام لانے کے بعد اس پر بحال رکھنا حرام ہو تو تفریق کر دی جائے گی۔ اب ماں اور بیٹی سے شادی کرنا حرام ہے۔ اس لئے اسلام لانے کے بعد تفریق کر دی جائے گی۔ البتہ اسلام لانے سے پہلے ذمیت کی وجہ سے اس کو چھیڑنے کے مجاز نہیں ہیں۔ لیکن اسلام لانے کے بعد اسلام کے احکام پر چلنا ضروری ہے اس لئے تفریق کی جائے گی (۲) اوپر کی حدیث میں صحابی کے پاس آٹھ بیویاں تھیں جو بہر حال حرام تھیں تو ان میں سے چار کو علیحدہ کرنے کا حکم دیا اور چار کا رکھنا جائز تھا ان کو رکھنے کا حکم دیا۔ جس سے معلوم ہوا کہ اسلام کے بعد جسکا کرنا حرام ہو اس کی اصلاح کی جائے گی (۳) آیت میں ہے۔ حرمت علیکم امھاتکم وبناتکم (آیت ۲۳ سورۃ النساء ۴) کہ ماں اور بہن سے شادی کرنا ہر حال میں حرام ہے۔ اس لئے اسلام لانے کے بعد ماں اور بہن سے تفریق کر دی جائے گی۔

## ﴿ باری کا بیان ﴾

[۱۸۸۵](۱۳۰) اگر آدمی کے پاس دو آزاد بیویاں ہوں تو اس پر ہے کہ باری میں انصاف کرے، دونوں باکرہ ہوں یا دونوں ثیبہ ہوں، یا دونوں میں سے ایک باکرہ ہو اور دوسری ثیبہ ہو۔

**تشریح** آدمی کے پاس سب آزاد بیویاں ہی ہوں تو تمام کے حقوق برابر ہیں۔ اس لئے سب کی باری برابر ہوگی۔ اور باکرہ اور ثیبہ کی وجہ سے کسی کو زیادہ دن اور کسی کو کم دن نہیں ملے گا۔

**وجہ** برابری کی دلیل یہ آیت ہے۔ ولن تستطیعوا ان تعدلوا بین النساء ولو حرصتم فلا تمیلوا کل المیل فتذروھا کالمعلقة (ب)(آیت ۱۲۹ سورۃ النساء ۴)(۲) حدیث میں ہے۔ عن ابی ھریرۃ عن النبی ﷺ قال من کانت له امرأتان فمال الی احداھما جاء یوم القیامة وشقه مائل (ج)(ابوداؤد شریف، باب فی القسم بین النساء ص۲۹۷ نمبر ۲۱۳۳ رترمذی شریف،

---

حاشیہ : (الف) وہب اسدی نے کہا میں مسلمان ہوا اور میرے پاس آٹھ بیویاں تھیں۔ میں نے حضورؐ کے سامنے اس کا تذکرہ کیا تو آپؐ نے فرمایا ان میں سے چار کو منتخب کر لو (ب) اور ہرگز طاقت نہیں رکھتے کہ عورتوں کے درمیان انصاف کر سکو اگر چہ تمہاری تمنا ہو۔ تاہم مکمل مائل نہ ہو جاؤ اور معلقہ کی طرح نہ چھوڑ دو (ج) آپؐ نے فرمایا جس کے پاس دو بیویاں ہوں، پس ایک کی طرف مائل ہو گیا تو قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کا ایک حصہ مائل ہوگا۔

**فی القسم بکرین کانتا او ثیبین او احدٰیهما بکرا والاخری ثیبا[۱۸۵۶](۱۳۱) وان کانت احدٰیهما حرة والاخری امة فللحرة الثلثان وللامة الثلث[۱۸۵۷](۱۳۲) ولا حق لهن فی القسم فی حالة السفر ویسافر الزوج بمن شاء منهن.**

---

باب ماجاء فی التسویة بین الضرائر ص۲۱۶ نمبر۱۱۴۱)اس آیت اور حدیث سے معلوم ہوا کہ عورتوں میں برابری کرنی چاہئے۔

**فائدہ** بعض ائمہ کی رائے ہے کہ شادی کر کے لایا ہو تو پہلے باکرہ کو سات دن دے اور ثیبہ ہو تو تین دن دے۔ پھر سب کے درمیان باری تقسیم کرے۔

**وجہ** ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔ **عن انس ولو شئت ان اقول قال النبی ﷺ ولکن قال السنة اذا تزوج البکر اقام عندها سبعا واذا تزوج الثیب اقام عندها ثلاثا** (الف) (بخاری شریف، باب اذا تزوج البکر علی الثیب ص۸۵۷ نمبر ۵۲۱۳ رترمذی شریف، باب ماجاء فی القسمة للبکر والثیب ص ۲۱۶ نمبر ۱۱۳۹) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ باکرہ کو شادی کر کے لائے تو پہلے اس کو سات دن ملیں گے۔ اور ثیبہ کو شادی کر کے لائے تو اس کو تین دن ملیں گے۔ پھر سب کے لئے باری مقرر ہوگی۔

[۱۸۵۶](۱۳۱) اگر بیویوں میں سے ایک آزاد ہو اور دوسری باندی ہو تو آزاد کے لئے دو تہائی ہے اور باندی کے لئے ایک تہائی ہے۔

**تشریح** چونکہ باندی کا حق آزاد سے آدھا ہے اس لئے تمام حقوق میں باندی کو آزاد کا آدھا ملے گا۔ اور باری میں بھی آزاد کو دو دن ملیں گے تو باندی کو ایک دن ملے گا (۲) اثر میں ہے۔ **عن علی قال اذا تزوجت الحرة علی الامة قسم لها یومین وللامة یوما** (ب) (دار قطنی، کتاب النکاح ج ثالث، ص ۱۹۸ نمبر ۳۶۹۵ رسنن للبیہقی، باب الحر ینکح حرة علی الامة فیقسم للحرة یومین وللامة یوما ج سابع، ص ۴۸۹، نمبر ۱۴۷۵۰) اس اثر سے معلوم ہوا کہ باندی کو آزاد کا آدھا ملے گا۔

[۱۸۵۷](۱۳۲) ان کے لئے حق نہیں ہے باری میں سفر کی حالت میں۔ اور شوہر سفر کرے گا ان میں سے جن کے ساتھ چاہے گا۔

**تشریح** سفر کی حالت میں عورتوں کی باری ساقط ہو جائے گی اور شوہر جس کے ساتھ چاہے سفر کرے۔ اور ان دنوں کا حساب بھی نہیں کیا جائیگا۔

**وجہ** سفر میں ذہین اور سمجھدار عورت کی ضرورت پڑتی ہے اس لئے باری برقرار رکھنا مشکل ہے (۲) حضورؐ سفر میں باری بحال نہیں رکھتے تھے بلکہ قرعہ اندازی کے ذریعہ جس کا نام نکلتا ان کو ساتھ لیکر جاتے تھے۔ یہ بھی واجب نہیں تھا لیکن دل کی تسلی کے لئے ایسا کرتے تھے۔ حدیث میں ہے۔ **عن عائشة ان النبی ﷺ کان اذا اراد سفرا اقرع بین نسائه** (ج) (بخاری شریف، باب القرعة بین النساء اذا اراد سفرا ص ۸۴۷ نمبر ۵۲۱۱ رمسلم شریف، باب فی حدیث الافک وقبول توبة القاذف، کتاب التوبة ص ۳۶۴ نمبر ۲۷۷۰)

---

حاشیہ : (الف) حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ اگر چاہوں تو کہوں کہ حضورؐ نے فرمایا کہ سنت یہ ہے کہ جب باکرہ سے شادی کرے تو اس کے پاس سات روز ٹھہرے۔ اور جب ثیبہ سے شادی کرے تو اس کے پاس تین دن ٹھہرے (ب) حضرت علیؓ نے فرمایا جب آزاد سے باندی پر شادی کرے تو آزاد کی باری دو دن اور باندی کی باری ایک دن ہے (ج) آپؐ جب سفر کا ارادہ کرتے تو عورتوں کے درمیان قرعہ ڈالتے۔

**[۱۸۵۸] (۱۳۳) والاولی ان یقرع بینھن فیسافر بمن خرجت قرعتھا [۱۸۵۹] (۱۳۴) واذا رضیت احدی الزوجات بترک قسمھا لصاحبتھا جاز ولھا ان ترجع فی ذلک.**

[۱۸۵۸] (۱۳۳) اور زیادہ بہتر ہے کہ عورتوں کے درمیان قرعہ اندازی کرے، پس سفر میں لے جائے اس کو جس کا قرعہ نکلے۔

**تشریح** قرعہ اندازی کرنا واجب نہیں ہے۔ البتہ بیویوں کی تسلی کے لئے ایسا کرے تو بہتر ہے۔

**وجہ** سفر میں ذہین اور سمجھدار عورت کو لے جانے کی ضرورت پڑتی ہے۔ اس لئے قرعہ سے کام نہیں چلے گا۔ اس لئے قرعہ ڈالنا ضروری نہیں ،تاہم تسلی کے لئے قرعہ ڈال لے اور جس کا نام نکلے اس کو ساتھ لے جائے تو بہتر ہے تا کہ نفرت نہ ہو (۲) اوپر کی حدیث میں قرعہ کا تذکرہ ہے۔

[۱۸۵۹] (۱۳۴) اگر راضی ہو جائے کوئی بیوی اپنی باری چھوڑنے پر اپنی شوکن کے لئے تو جائز ہے۔ اور اس کے لئے جائز ہے کہ اس کو واپس کر لے **وجہ** شوہر سے باری وصول کرنا اپنا حق ہے۔ اس لئے اس کو دوسروں کے حوالے بھی کر سکتی ہے (۲) حدیث میں ہے کہ حضرت سودہؓ نے اپنی باری حضرت عائشہ کو سپرد کی تھی۔ **عن عائشة ان سودة بنت زمعة وھبت یومھا لعائشة وکان النبی ﷺ یقسم لعائشة بیومھا ویوم سودة** (الف) (بخاری شریف، باب المرأة تھب یومھا من زوجھا لضرتھا وکیف یقسم ذلک ص ۷۸۵ نمبر ۵۲۱۲ مسلم شریف، باب جواز ھبتھا نوبتھا لضرتھا ص ۴۷۳ نمبر ۱۴۶۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اپنی باری شوکن کو دے سکتی ہے (۳) آیت میں اس کا اشارہ موجود ہے۔ **وان امرأة خافت من بعلھا نشوزا او اعراضا فلا جناح علیھما ان یصلحا بینھما صلحا والصلح خیر** (ب) (آیت ۱۲۸ سورۃ النساء ۴) اس آیت میں صلح کرنے سے باری ساقط کرنے کی طرف اشارہ ہے۔

اور جب تک باری ساقط رکھی ساقط رہے گی۔ اور جب واپس لینا چاہے تو لے سکتی ہے۔

**وجہ** کیونکہ ہمیشہ کے لئے ساقط نہیں کی (۲) یہ ہبہ کی طرح ہے اور پہلے گزر چکا ہے کہ ہبہ دینے کے بعد واپس لے سکتا ہے اس لئے اپنی باری بھی واپس لے سکتی ہے (۳) اثر میں ہے حضرت علی کے لمبے قول کا ٹکڑا یہ ہے۔ **فما طابت به نفسھا فلا بأس به فان رجعت سوی بینھما** (ج) (سنن للبیہقی، باب المرأة ترجع فیما وھبت من یومھا ج سابع ص ۴۸۵، نمبر ۱۴۷۳۷) اس اثر میں **فان رجعت سوی بینھما** ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ باری واپس لے لے تو برابری کی جائے گی۔



حاشیہ : (الف) حضرت سودہؓ نے اپنی باری حضرت عائشہ کو ہبہ کی۔ اس لئے حضورؐ حضرت عائشہ کے لئے اس کی باری اور سودہ کی باری تقسیم کرتے (ب) اگر عورت شوہر سے نافرمانی اور اعراض کا خوف کرے تو دونوں پر کوئی حرج نہیں ہے کہ آپس میں صلح کرے، اور صلح کرنا خیر ہے (ج) جتنی دیر تک خوشی سے باری دی تو کوئی بات نہیں ہے۔ اور اگر باری واپس لے لے تو دونوں بیویوں میں برابری کرے۔

# ﴿كتاب الرضاع﴾

## [۱۸۶۰](۱)قليل الرضاع او كثيره اذا حصل فی مدة الرضاع تعلق به التحريم

﴿ کتاب الرضاع ﴾

**ضروری نوٹ** ڈھائی سال کے اندر دودھ پلانے کو رضاعت کہتے ہیں۔اس سے بھی ویسے ہی حرمت ثابت ہوتی ہے جیسے نسب سے۔اس آیت میں اس کا ثبوت ہے۔**وامهاتكم التی ارضعنكم واخواتكم من الرضاعة** (الف) (آیت ۲۳ سورۃ النساء۴) دوسری آیت میں مدت رضاعت کا تذکرہ ہے۔**والوالدات يرضعن اولادهن حولين كاملين لمن اراد ان يتم الرضاعة** (ب) (آیت ۲۳۳ سورۃ البقرۃ ۲) ان دونوں آیتوں سے رضاعت کا ثبوت ہوا۔

[۱۸۶۰](۱) تھوڑا دودھ پلانا اور زیادہ دودھ پلانا اگر حاصل ہو رضاعت کی مدت میں تو اس سے حرمت ثابت ہوگی۔

**تشریح** رضاعت کی مدت امام اعظمؒ کے نزدیک ڈھائی سال ہے۔اگر اس مدت میں عورت نے تھوڑا سا بھی بچے کو دودھ پلایا تو اس سے حرمت ثابت ہو جائے گی۔اور اس عورت سے اس بچے کا نکاح کرنا حرام ہوگا۔پانچ گھونٹ پینا ضروری نہیں ہے۔

**وجہ** (۱) حرمت کی دلیل اوپر آیت گزری **وامهاتكم التی ارضعنكم واخواتكم من الرضاعة** (آیت ۲۳ سورۃ النساء۴) (۲) حدیث میں ہے۔**ان عائشة زوج النبی ﷺ اخبرتها ... فقال نعم الرضاعة تحرم ما تحرم الولادة** (ج) (بخاری شریف، باب ویحرم من الرضاعۃ ما یحرم من النسب ص ۷۶۳ نمبر ۵۰۹۹ رمسلم شریف، باب یحرم من الرضاعۃ ما یحرم من الولادۃ ص ۴۶۶ نمبر ۱۴۴۴ر ترمذی شریف، نمبر ۱۱۴۶ رابوداؤد شریف، نمبر ۲۰۵۵) اس سے ثابت ہوا کہ نسب کی وجہ سے جن عورتوں سے نکاح حرام ہے رضاعت کی وجہ سے بھی حرام ہوگا۔

اور تھوڑا سا بھی دودھ ہو اس سے حرمت ثابت ہوگی اس کی دلیل یہ ہے۔

**وجہ** **ان عليا وابن مسعود كانا يقولان يحرم من الرضاع قليله وكثيره** (د) (نسائی شریف، القدر الذی یحرم الرضاعۃ ص ۴۵۷ نمبر ۳۳۱۳ ردار قطنی، کتاب الرضاع ج رابع ص ۱۰۱ نمبر ۴۳۱۰ رسنن للبیہقی، باب من قال یحرم قلیل الرضاع وکثیرہ ج سابع ص ۷۵۴، نمبر ۱۵۶۴۱) (۲) **ان ابن عباس كان يقول ماكان فی الحولين وان كانت مصة واحدة فهی تحرم** (ہ) موطا امام محمد، باب الرضاع ص ۲۷۶) ان آثار سے معلوم ہوا کہ ایک مرتبہ چوسنے سے بھی حرمت ثابت ہو جائے گی (۳) آیت **ارضعنكم** مطلق ہے۔کئی گھونٹ کی قید نہیں ہے اس لئے تھوڑا سا پلانے سے بھی حرمت ثابت ہو جائے گی۔

**فائدہ** امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ پانچ مرتبہ بچہ دودھ چوسے گا تب حرمت ثابت ہوگی، اس سے کم سے نہیں۔

---

حاشیہ : (الف) تمہاری مائیں جس نے تم کو دودھ پلایا اور تمہاری رضاعی بہن جن سے نکاح حرام ہے (ب) مائیں اپنی اولاد کو دو سال مکمل دودھ پلائیں جو مدت رضاعت پوری کرنا چاہیں (ج) آپؐ نے فرمایا ہاں! رضاعت حرام کرتی ہے ان کو جن کو نسب کرتا ہے (د) حضرت علی اور ابن مسعود فرماتے تھے کہ حرام ہوتا ہے تھوڑا اور زیادہ دودھ پینے سے (ہ) حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ دو سال کے اندر ہو تو چاہے ایک مرتبہ چوسنا ہو وہ حرام کرتا ہے۔

**[۱۸۶۱] (۲) ومدة الرضاع عند ابی حنیفة رحمه الله تعالی ثلثون شهرا عندهما سنتان**

**وجہ** ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔ **عن عائشة انها قالت کان فیما انزل من القرآن عشر رضعات معلومات یحرمن ثم نسخن بخمس معلومات فتوفی رسول الله وهی فیما یقرأ من القرآن** (الف) (مسلم شریف، باب التحریم بخمس رضعات ص ۴۶۹ نمبر ۱۴۵۲ر ابوداؤد شریف، باب ھل یحرم مادون خمس رضعات ص ۲۸۸ نمبر ۲۰۶۲ر ترمذی شریف، باب ماجاء لاتحرم المصة ولا المصتان ص ۲۱۸ نمبر ۱۱۵۰) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پانچ مرتبہ چوسنے سے پہلے حرمت ثابت نہیں ہوگی (۲) دوسری حدیث میں ہے۔ **عن عائشة ... ان النبی ﷺ قال لا تحرم المصة والمصتان** (ب) (مسلم شریف، باب فی المصة والمصتان ص ۲۶۸ نمبر ۱۴۵۰ر ابوداؤد شریف، باب ھل یحرم مادون خمس رضعات ص ۲۸۸ نمبر ۲۰۶۳ر ترمذی شریف نمبر ۱۱۵۰) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک مرتبہ اور دومرتبہ چوسنے سے حرمت ثابت نہیں ہوگی۔

[۱۸۶۱] (۲) رضاعت کی مدت امام ابوحنیفہ کے نزدیک تیس مہینے ہیں اور صاحبین کے نزدیک دوسال ہیں۔

**تشریح** امام ابوحنیفہ کے نزدیک بھی اصل میں دوسال ہی ہیں البتہ احتیاط کے طور پر چھ ماہ زیادہ کردیا ہے تاکہ دوسال کے بعد دودھ چھوڑتے چھوڑتے چھ ماہ نکل جائیں گے۔ چنانچہ موطا امام محمد میں اس کی تصریح ہے۔ **وکان ابو حنیفة یحتاط بستة اشهر بعد الحولین فیقول یحرم ما کان فی الحولین وبعدهما الی تمام ستة اشهر وذلک ثلثون شهرا ولا یحرم ما کان بعد ذلک ونحن لا نری انه یحرم ونری انه لا یحرم ماکان بعد الحولین** (ج) (موطا امام محمد، باب الرضاع ص ۲۷۸) اس عبارت سے معلوم ہوا کہ حرمت کے لئے دوسال اصل ہیں اور مزید چھ ماہ احتیاط کے لئے ہیں۔

**فائدہ** صاحبینؒ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ دوسال کے اندر اندر کسی عورت کا دودھ پیئے گا تو حرمت ثابت ہوگی۔ اس کے بعد پیئے گا تو حرمت ثابت نہیں ہوگی۔

**وجہ** (۱) اس آیت میں ہے۔ **والوالدات یرضعن اولادهن حولین کاملین لمن اراد ان یتم الرضاعة** (د) (آیت ۲۳۳ سورة البقرة ۲) اس آیت میں ہے کہ دوسال دودھ پلائے (۲) **عن ابن عباس قال رسول الله ﷺ لا رضاع الا ماکان فی الحولین** (د) (دار قطنی، کتاب الرضاع ج رابع ص ۱۰۳ نمبر ۴۳۱۸ر سنن للبیہقی، باب ماجاء فی تحدید ذلک بالحولین ج سابع ص ۷۶۰)، نمبر ۱۵۶۶۳ (۳) اس حدیث میں بھی اس کا اشارہ ہے۔ **عن عائشة ... فقال انظرن ما اخواتکن فانما الرضاعة من المجاعة** (و)

---

حاشیہ : (الف) حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ قرآن میں اترا ہے کہ دس مرتبہ چوسنا حرام کرتا ہے۔ پھر منسوخ ہوکر پانچ مرتبہ چوسنا رہ گیا، پس حضورؐ دنیا سے رخصت ہوئے اور وہ ایسے ہی ہے جو قرآن میں پڑھا جاتا ہے (نوٹ: قرآن میں یہ بھی منسوخ ہوگیا اب یہ آیت نہیں ہے) (ب) آپؐ نے فرمایا ایک دومرتبہ چوسنا حرام نہیں کرتا (ج) حضرت امام ابوحنیفہؒ احتیاط کرتے تھے دوسال کے بعد چھ مہینے کے ساتھ۔ پس فرماتے تھے کہ دوسال میں حرام ہوگا، اور اس کے بعد چھ مہینے تک اور۔ یہ تیس مہینے ہوئے، اس کے بعد حرام نہیں ہوگا۔ اور ہم نہیں سمجھتے ہیں کہ حرام ہوگا۔ ہماری رائے ہے کہ دوسال کے بعد حرمت رضاعت نہیں ہوگی (د) مائیں اپنی اولاد کو مکمل دوسال پلائیں جو رضاعت پوری کرنا چاہیں (ہ) آپؐ نے فرمایا نہیں رضاعت ہے مگر دوسال کے اندر (و) آپؐ نے فرمایا دیکھنا تمہاری (باقی اگلے صفحہ پر)

[۱۸۶۲](۳) واذا مضت مدة الرضاع لم یتعلق بالرضاع التحریم[۱۸۶۳](۴) ویحرم من الرضاع ما یحرم من النسب[۱۸۶۴](۵) الا ام اخته من الرضاع فانه یجوز ان یتزوجها ولا یجوز ان یتزوج ام اخته من النسب[۱۸۶۵](۶) واخت ابنه من الرضاع

---

(بخاری شریف، باب من قال لا رضاع بعد حولین ص۸۶۴ نمبر۵۱۰۲/ابوداؤد شریف، باب فی رضاعة الکبیر ص۲۸۸ نمبر۲۰۵۸)اس حدیث میں ہے کہ جس زمانے میں صرف دودھ سے بھوک دور ہواس زمانے میں دودھ پلانے سے رضاعت ثابت ہوگی۔یعنی دوسال کے اندر۔

[۱۸۶۲](۳)اگر رضاعت کی مدت گزر جائے تو دودھ پلانے سے حرمت ثابت نہیں ہوگی۔

تشریح مثلا بچے کی عمر دوسال سے زیادہ ہوجائے۔اب کسی عورت کا دودھ پیئے تو اس عورت سے حرمت ثابت نہیں ہوگی۔

وجہ (۱)اوپر حدیث گزر گئی لا رضاع الا ما کان فی الحولین (الف)(دار قطنی،نمبر۴۳۱۸)اور دوسری حدیث گزری فانما الرضاعة من المجاعة(ب)(بخاری شریف،نمبر۵۱۰۲)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مدت رضاعت ختم ہونے کے بعد بچے کو دودھ پلائے تو اس سے رضاعت ثابت نہیں ہوگی۔

[۱۸۶۳](۴)اور دودھ پلانے سے حرام ہوتے ہیں وہ لوگ جو نسب سے حرام ہوتے ہیں۔

تشریح یہاں سے فرمانا چاہتے ہیں کہ جو لوگ نسب سے حرام ہوتے ہیں وہی لوگ رضاعت سے بھی حرام ہوتے ہیں۔لیکن کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو نسب سے تو حرام ہوجائیں گے لیکن رضاعت کی وجہ سے وہ دور کے رشتہ دار ہوجاتے ہیں۔اس لئے وہ لوگ حرام نہیں ہوں گے۔اس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

وجہ رضاعت سے حرمت کی دلیل گزر گئی۔فقال:' نعم' الرضاعة تحرم ما تحرم الولادة(ج)(بخاری شریف نمبر۵۰۹۹،مسلم شریف۱۴۴۴)

[۱۸۶۴](۵)مگر رضاعی بہن کی ماں کہ جائز ہے اس سے نکاح کرنا۔اور نہیں جائز ہے کہ نسبی بہن کی ماں سے شادی کرے۔

تشریح رضاعی بہن کی ماں اجنبیہ ہوگی اس لئے اس سے نکاح کرنا جائز ہے۔اور نسبی بہن کی ماں تو خود کی ماں بن گئی اس لئے اس سے نکاح جائز نہیں ہوگا۔یا اپنی سوتیلی بہن کی ماں سوتیلی ماں ہوگی اور باپ کی مدخول بہا ہوگی اس لئے اس سے نکاح جائز نہیں ہوگا۔

[۱۸۶۵](۶)اور رضاعی بیٹے کی بہن سے جائز ہے نکاح کرنا۔اور نہیں جائز ہے نسبی بیٹے کی بہن سے شادی کرنا۔

وجہ رضاعی بیٹے کی بہن اجنبیہ ہوگی۔اس لئے اس سے نکاح جائز ہوگا۔اور اپنے نسبی بیٹے کی بہن اپنی بیٹی ہوگی اس لئے اس سے نکاح جائز نہیں ہوگا۔

---

حاشیہ : (پچھلے صفحہ سے آگے) بہنیں کون ہیں،رضاعت بھوک دور کرنے سے ہوتی ہے(الف) حرمت رضاعت نہیں ہے مگر دوسال کے اندر(ب)اور رضاعت بھوک دور کرنے سے ثابت ہوتی ہے(ج) آپؐ نے فرمایا ہاں! رضاعت حرام کرتی ہے جو نسب حرام کرتا ہے۔

**یجوز ان یتزوجها ولا یجوز ان یتزوج اخت ابنه من النسب[۱۸۶۶](۷) ولا یجوز ان یتزوج امرأة ابنه من الرضاع کما لا یجوز ان یتزوج امرأة ابنه من النسب[۱۸۶۷](۸) ولبن الفحل یتعلق به التحریم وھو ان ترضع المرأة صبیة فتحرم ھذہ الصبیة علی زوجھا**

[۱۸۶۶](۷)اورنہیں جائز ہے کہ شادی کرے اپنی رضاعی بیٹے کی بیوی سے جیسا کہ نہیں جائز ہے کہ شادی کرے اپنے بیٹے کی بیوی سے۔

تشریح بیوی نے کسی کے بچے کو دودھ پلایا تو وہ بچہ اس شوہر کا رضاعی بیٹا بن گیا، اب اس کی بیوی سے نکاح کرنا حرام ہے۔ کیونکہ وہ رضاعی بہو بن گئی۔ جس طرح اپنا نسبی بیٹا ہوتا تو اس کی بیوی سے نکاح حرام ہوتا۔

وجہ آیت میں ہے۔ وحلائل ابنائکم الذین من اصلابکم (آیت۲۳ سورۃ النساء۴) اس آیت میں اپنے صلبی بیٹے کی بیوی سے نکاح کرنا حرام قرار دیا۔ اس سے متبنی بیٹے کی بیوی نکل گئی۔ اس سے شادی کرسکتا ہے۔ لیکن رضاعی بیٹے کی بیوی داخل ہے اور اس سے نکاح کرنا حرام ہے (۲) اثر میں ہے۔ حدثنی عمی ایاس بن عامر قال قال لا تنکح من ارضعته امرأة ابیک ولا امرأة ابنک ولا امرأة اخیک (الف) (سنن للبیہقی، باب یحرم من الرضاع ما یحرم من الولادۃ وان لبن الفحل یحرم ج سابع، ص ۴۶۷، نمبر ۱۵۶۱۶) اس اثر میں ہے کہ رضاعی بیٹے کی بیوی سے شادی مت کرو۔

[۱۸۶۷](۸) مرد کے دودھ سے حرمت متعلق ہوتی ہے وہ یہ کہ عورت دودھ پلائے بچی کو تو حرام ہو جائے یہ بچی اس کے شوہر پر اور شوہر کے باپ پر اور شوہر کے بیٹوں پر اور وہ شوہر جس سے عورت کا دودھ اترا ہے وہ دودھ پینے والی بچی کا باپ ہوگا۔

تشریح مثلا فاطمہ نے ساجدہ بچی کو دودھ پلایا تو فاطمہ کا شوہر مثلا زید ہے جس کی وطی سے فاطمہ کو دودھ اترا ہے۔ اس شوہر کے لئے ساجدہ دودھ پینے والی بچی حرام ہوگئی۔ اسی طرح شوہر زید کا باپ بچی کیلئے دادا بن گیا۔ اس لئے زید کا باپ ساجدہ سے شادی نہیں کرسکتا۔ زید کا نسبی بیٹا خالد ساجدہ بچی کا رضاعی بھائی بن گیا اس لئے ساجدہ اس رضاعی بھائی سے شادی نہیں کرسکتی۔

وجہ صحبت کرنے کی وجہ سے دودھ اترا ہے اس لئے شوہر کا اصول یعنی باپ دادا اور فروع یعنی بیٹا اور پوتا بچی پر حرام ہوگئے۔ جیسے نسبی باپ، دادا اور بھائی حرام ہوجاتے ہیں (۲) حدیث میں ہے۔ عن عائشة قالت جاء عمی من الرضاعة یستأذن علی فابیت ان آذن له حتی استأمر رسول اللہ ﷺ فقال رسول اللہ ﷺ فلیلج علیک فانه عمک، قالت انما ارضعتنی المرأة ولم یرضعنی الرجل قال فانه عمک فلیلج علیک (ب) (ترمذی شریف، باب ماجاء فی لبن الفحل ص ۲۱۸ نمبر ۱۱۴۸ / بخاری شریف، باب لبن الفحل ص ۷۶۴ نمبر ۵۱۰۳ / مسلم شریف، باب تحریم الرضاعة من ماء الفحل ص ۴۶۶ نمبر ۱۴۴۵) اس حدیث میں ہے کہ رضاعی باپ کا جو

---

حاشیہ : (الف) ایاس بن عامر نے فرمایا جس کو دودھ پلایا ہے وہ باپ کی بیوی سے شادی نہ کرے، اور نہ رضاعی بیٹے کی بیوی سے، اور نہ رضاعی بھائی کی بیوی سے۔

حاشیہ : (ب) حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میرے رضاعی چچا آئے اور اندر داخل ہونے کی اجازت مانگنے لگے۔ میں نے اجازت دینے سے انکار کیا۔ یہاں تک کہ حضورؐ سے مشورہ کرلوں۔ آپؐ نے فرمایا وہ آپ کے پاس آسکتے ہیں اس لئے کہ وہ آپ کے چچا ہیں۔ حضرت عائشہ نے فرمایا مجھے عورت نے دودھ پلایا ہے مرد نے نہیں۔ آپؐ نے فرمایا وہ آپ کے رضاعی چچا ہیں آپ کے پاس آسکتے ہیں۔

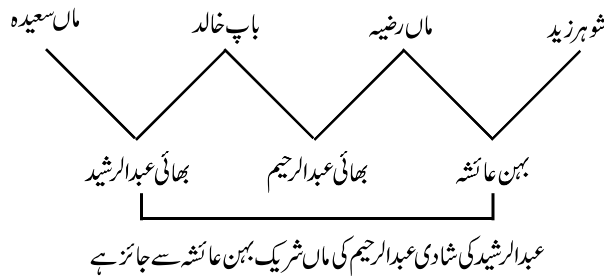
**وعلی آبائه وابنائه ویصیر الزوج الذی نزل لها منه اللبن ابا للمرضعة[۱۸۶۸](۹) ویجوز ان یتزوج الرجل باخت اخیه من الرضاع کما یجوز ان یتزوج باخت اخیه من**

بھائی تھا جس کو رضاعی چچا کہتے ہیں۔اس سے پردہ نہیں ہے۔جس سے معلوم ہوا کہ وہ بھی محرم بن گئے۔اور رضاعی باپ کے اصول اور فروع بھی محرم بن گئے۔ان سے بھی شادی کرنا حرام ہو گیا(۲)عن ابن عباس انه سئل عن رجل له جاریتان ارضعت احداهما جاریة والاخری غلاما ایحل للغلام ان یتزوج الجاریة ؟فقال: لا، اللقاح واحد (الف)(ترمذی شریف،باب ماجاء فی لبن الفحل ص ۲۱۸ نمبر ۱۱۴۹رسنن للبیہقی ، باب یحرم من الرضاع ما یحرم من الولادة وان لبن الفحل یحرم ج سابع ص۴۵۳)اس اثر میں ایک آقا کی دو باندیاں تھیں۔اور دونوں کو دودھ اترتا تھا۔ایک باندی نے لڑکے کو دودھ پلایا اور دوسری نے لڑکی کو دودھ پلایا تو چونکہ دونوں کا رضاعی باپ ایک ہے اس لئے یہ دونوں آپس میں شادی نہیں کر سکتے۔جس سے معلوم ہوا کہ جس شوہر کی صحبت سے دودھ اترا ہے حرمت میں اس کا اعتبار ہے۔

[۱۸۶۸](۹)اور جائز ہے کہ آدمی رضاعی بھائی کی بہن سے شای کرے جیسا جائز ہے کہ نسبی بھائی کی بہن سے شادی کرے۔اس کی مثال اس طرح ہے کہ جیسے باپ شریک بھائی اس کی ماں شریک بہن ہو۔جائز ہے اس کے باپ شریک بھائی کے لئے یہ کہ شادی کرے اس کی ماں شریک بہن سے۔

**تشریح** یہاں دو مسئلے ہیں۔پہلا مسئلہ یہ ہے کہ رضاعی بھائی کی اپنی بہن سے شادی کرنا جائز ہے۔مثلا زید کا رضاعی بھائی خالد تھا۔ان دونوں نے ایک تیسری عورت سے دودھ پیا تھا۔اب خالد کی اپنی بہن تھی جو زید کے لئے اجنبیہ تھی اس لئے زید کے لئے جائز ہے کہ خالد کی اپنی بہن سے شادی کر لے۔اس لئے کہ خالد کی بہن زید کے لئے اجنبیہ ہے۔البتہ زید یا خالد اگر لڑکی ہو تو ان دونوں کے درمیان شادی نہیں ہو سکتی۔کیونکہ یہ دونوں رضاعی بھائی بہن ہیں۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ سوتیلے بھائی کی ماں شریک بہن سے نکاح جائز ہے۔اس نقشہ کو دیکھیں۔



عبدالرشید کی شادی عبدالرحیم کی ماں شریک بہن عائشہ سے جائز ہے

حاشیہ : (الف)حضرت ابن عباس سے پوچھا گیا کہ ایک آدمی کو دو باندیاں ہیں۔ان میں سے ایک نے ایک لڑکی کو دودھ پلایا اور دوسری نے لڑکے کو تو کیا لڑکی کے لئے حلال ہے کہ لڑکے سے شادی کرے؟ حضرت نے فرمایا نہیں۔حمل ایک ہی آدمی کا ہے۔

**النسب وذلک مثل الاخ من الاب اذا کان له اخت من امه جاز لاخیه من ابیه ان یتزوجها[۱۸۶۹](۱۰) وکل صبیین اجتمعا علی ثدی واحد لم یجز لاحدهما ان یتزوج الآخر[۱۸۷۰](۱۱) ولا یجوز ان یتزوج المرضعة احدا من وُلد التی ارضعت.**

تشریح رضیہ نے پہلی شادی زید سے کی تھی اس سے عائشہ پیدا ہوئی۔ پھر دوسری شادی خالد سے کی اس سے عبدالرحیم پیدا ہوا۔ جس کی بنا پر عائشہ رحیم کی ماں شریک بہن ہوئی۔ ادھر خالد نے ایک اور شادی سعیدہ سے کی جس سے عبدالرشید پیدا ہوا جو عبدالرحیم کا سوتیلا بھائی ہوا۔ اس لئے عبدالرشید کی شادی عائشہ سے ہو سکتی ہے۔ کیونکہ عائشہ عبدالرشید کے لئے اجنبیہ ہے۔

[۱۸۶۹](۱۰) جن دو بچوں نے ایک چھاتی سے دودھ پیا تو نہیں جائز ہے ان دونوں میں سے ایک کے لئے کہ دوسرے سے شادی کرے

تشریح مثلا خالد اور سعیدہ نے ایک عورت سے دودھ پیا چاہے ایک نے چند سال پہلے دودھ پیا ہو اور دوسری نے چند سال بعد دودھ پیا ہو تو خالد سعیدہ سے شادی نہیں کر سکتا۔

وجہ کیونکہ دونوں رضاعی بھائی بہن ہو گئے (۲) حدیث میں ہے کہ حضورؐ اور حضرت حمزہؓ نے حضرت ثوبیہ سے دودھ پیا تھا جس کی وجہ سے دونوں رضاعی بھائی ہو گئے تھے۔ اور حضرت حمزہ کی بیٹی رضاعی بھتیجی ہو گئی تھی۔ اور آپؐ نے فرمایا تھا کہ حضرت حمزہ کی بیٹی میرے اوپر پیش نہ کرو وہ رضاعی بھتیجی ہے۔ حدیث کا ٹکڑا یہ ہے۔ ان زینب ابنة ابی سلمة اخبرته ... انها لابنة اخی من الرضاعة ارضعتنی وابا سلمة ثوبیة فلا تعرضن علی بناتکن واخواتکن (الف) (بخاری شریف، باب یحرم من الرضاعة ما یحرم من النسب ص ۷۶۳ نمبر ۵۱۰۱) (۳) ایک آدمی نے ایک عورت سے شادی کی تو ایک عورت نے گواہی دی کہ میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے۔ اس لئے تمہاری شادی اس عورت سے حلال نہیں ہے۔ کیونکہ ایک ہی چھاتی سے دونوں نے دودھ پیا ہے۔ لمبی حدیث کا ٹکڑا یہ ہے۔ قال وقد سمعته من عقبة ... قال تزوجت امرأة فجائتنا امرأة سوداء فقالت ارضعتکما فاتیت النبی ﷺ فقلت تزوجت فلانة بنت فلانة فجاءتنا امرأة سوداء فقالت لی انی قد ارضعتکما (ب) (بخاری شریف، باب شہادة المرضعة ص ۷۶۴ نمبر ۵۱۰۴) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دولڑکا لڑکی نے ایک عورت سے دودھ پیا ہو تو آپس میں نکاح حلال نہیں ہے۔

لغت ثدی : پستان۔

[۱۸۷۰](۱۱) اور نہیں جائز ہے کہ شادی کرے دودھ پینے والی بچی کسی ایسے بچے سے جس کو اس کی ماں نے دودھ پلایا ہے۔

تشریح یہ پہلے ہی مسئلے کا اعادہ ہے۔ یعنی ماں نے بچی کو بھی دودھ پلایا اور بچے کو بھی دودھ پلایا تو بچی کا نکاح اس بچے سے جائز نہیں ہے۔

وجہ کیونکہ دونوں رضاعی بھائی بہن ہوئے۔

حاشیہ : (الف) آپؐ نے فرمایا میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہے۔ مجھ کو اور ابو سلمہ (حمزہ) کو حضرت ثوبیہ نے دودھ پلایا تھا۔ اس لئے اپنی لڑکیوں اور بہنوں کو مجھ پر پیش نہ کیا کرو (ب) حضرت عقبہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک عورت سے شادی کی۔ پس ایک کالی عورت آئی اور کہا کہ میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے۔ پس میں حضور کے پاس آیا۔ میں نے کہا کہ میں نے فلاں بنت فلاں سے شادی کی تھی۔ اب ایک کالی عورت آئی اور کہا میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا تھا۔

**[١٨٧١](١٢) ولا يتزوج الصبى المرضَع اخت زوج المرضعة لانها عمته من الرضاع[١٨٧٢](١٣) واذا اختلط اللبن بالماء واللبن هو الغالب يتعلق به التحريم فان غلب الماء لم يتعلق به التحريم[١٨٧٣](١٤) واذا اختلط بالطعام لم يتعلق به التحريم وان كان اللبن غالبا عند ابى حنيفة رحمه الله وقالا رحمهما الله تعالى يتعلق به التحريم**

[١٨٧١](١٢)اورنہیں جائز ہے دودھ پینے والے بچے کا نکاح دودھ پلانے والی عورت کے شوہر کی بہن سے اس لئے کہ وہ رضاعی پھوپی ہے۔

**تشریح** دودھ پلانے والی ماں کا شوہر رضاعی باپ ہوا اور اس کی بہن رضاعی پھوپی ہوئی ہے اس لئے دودھ پینے والے بچے کا نکاح رضاعی پھوپی سے جائز نہیں ہے۔

**وجہ** پہلے گزر چکا ہے الرضاعة تحرم ما تحرم الولادة (بخاری شریف، نمبر ۵۰۹۹) کہ نسب سے جس طرح حرام ہوتا ہے رضاعت سے بھی حرام ہوتا ہے۔

[١٨٧٢](١٣)اگر دودھ کو پانی کے ساتھ ملایا اور دودھ غالب ہے تو اس کے ساتھ حرمت متعلق ہوگی۔پس اگر پانی غالب ہو تو اس کے ساتھ حرمت متعلق نہیں ہوگی۔

**تشریح** دودھ میں پانی ملا کر بچے کو پلایا۔پس اگر دودھ غالب ہو یعنی آدھے پانی سے زیادہ ہو تو جس عورت کا دودھ ہے اس سے رضاعت ثابت ہوگی۔اور اگر پانی غالب ہو تو رضاعت ثابت نہیں ہوگی۔

**وجہ** یہاں اعتبار للاکثر حکم الکل کا ہے۔اس لئے جو غالب ہو اس کا اعتبار کیا جائے گا۔

[١٨٧٣](١٤)اگر دودھ کھانے کے ساتھ مل جائے تو اس کے ساتھ حرمت متعلق نہیں ہوگی اگر چہ غالب ہو امام ابوحنیفہ کے نزدیک۔اور صاحبین فرماتے ہیں اس کے ساتھ حرمت متعلق ہوگی۔

**وجہ** امام ابوحنیفہ کی نظر حدیث کا لفظ یا عائشة انظرن من اخوانکن فانما الرضاعة من المجاعة (الف) (بخاری شریف، باب الشهادة على الانساب والرضاع المستفيض والموت القديم ص ٤٣٦٠ نمبر ٢٦٤٧ رمسلم شریف، باب انما الرضاعة من المجاعة ص ٤٦٩ نمبر ١٤٥٥) میں الرضاعة من المجاعة کی طرف گئی ہے۔اس حدیث میں ہے کہ صرف دودھ سے بھوک ختم ہو تو اس دودھ سے رضاعت ثابت ہوگی۔اور دودھ کو کھانے میں ملا دیا تو کھانا اصل ہو گیا اس سے بھوک دور ہوگی۔اور دودھ تابع ہو گیا اب اس سے بھوک دور ہونا اصل نہیں رہا۔اس لئے اس سے حرمت ثابت نہیں ہوگی۔

**فائدہ** صاحبین فرماتے ہیں کہ دودھ غالب ہے اس لئے دودھ اصل ہے۔اس لئے حرمت ثابت ہو جائے گی۔

---

حاشیہ : (الف) اے عائشہ! بھائیوں کو دیکھنا، رضاعت تو بھوک دور کرنے سے ہوتی ہے۔

[۱۸۷۴](۱۵) واذا اختلط بالدواء واللبن غالب تعلق به التحریم[۱۸۷۵](۱۶) واذا حلب اللبن من المرأة بعد موتها فاوجر به الصبی تعلق به التحریم[۱۸۷۶](۱۷) واذا اختلط لبن المرأة بلبن شاة ولبن المرأة ھو الغالب تعلق به بالتحریم فان غلب لبن الشاة لم یتعلق به التحریم [۱۸۷۷](۱۸) واذا اختلط لبن امرأتین یتعلق به التحریم باکثرھما

[۱۸۷۴](۱۵) اگر دودھ مل جائے دوا کے ساتھ اور دودھ غالب ہو تو حرمت اس سے متعلق ہوگی۔

**تشریح** کسی عورت کے دودھ کو دوا کے ساتھ ملا کر دو سال کے اندر بچے کو پلایا اور دودھ غالب ہو تو بچے کی رضاعت اس عورت سے ثابت ہو جائے گی۔

**وجہ** (۱) دودھ غالب ہے اس لئے دودھ اصل ہو گیا اور بھوک دور کرنا ثابت ہو گیا اس لئے حرمت ثابت ہو جائے گی۔

**اصول** ان سب مسئلوں کا دارومدار اس بات پر ہے کہ دودھ اصل بن کر بھوک دور کر رہا ہو تو اس سے حرمت رضاعت ثابت ہوگی۔ اور اگر تابع بن کر پیا جا رہا ہو تو حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوگی۔ اور اس کی دلیل حدیث کا لفظ الرضاعة من المجاعة ہے (۲) عن ابن مسعود قال لا رضاع الا ما شد العظم وانبت اللحم (الف) (ابو داؤد شریف، باب رضاعة الکبیر ص ۲۸۸ نمبر ۲۰۵۹ / دار قطنی، کتاب الرضاع ج رابع ص ۱۰۲ نمبر ۴۳۱۵)

[۱۸۷۵](۱۶) جبکہ دودھ نکالا عورت سے اس کے مرنے کے بعد اور ڈال دیا اس کو بچے کے حلق میں تو متعلق ہوگی اس سے حرمت۔

**تشریح** عورت کے مرنے کے بعد اس سے دودھ نکالا اور اس کو بچے کے حلق میں ڈال دیا تو اس سے حرمت رضاعت ثابت ہو جائے گی۔

**وجہ** اس دودھ میں بچے کی بھوک دور کرنے کی صلاحیت ہے۔ اس لئے اس سے رضاعت ثابت ہوگی۔

**لغت** اوجر : منہ میں دوا ڈالنا۔

[۱۸۷۶](۱۷) اگر مل گیا دودھ بکری کے دودھ کے ساتھ اور وہ غالب ہے تو متعلق ہوگی اس سے حرمت۔ پس اگر غالب ہو گیا بکری کا ددھ تو اس سے حرمت متعلق نہیں ہوگی۔

**تشریح** عورت کا دودھ بکری کے دودھ کے ساتھ ملا دیا اور عورت کا دودھ غالب ہو اور اس کو کسی بچے کو پلا دے تو اس سے حرمت رضاعت ثابت ہو جائے گی۔ اور اگر عورت کا دودھ مغلوب ہو تو حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوگی۔

**وجہ** عورت کا دودھ غالب ہو تو وہ بھوک دور کرنے میں اصل ہو گیا اس لئے اس سے حرمت رضاعت ثابت ہوگی۔ اصول اور اس کے لئے حدیث پہلے گزر چکی ہے۔

[۱۸۷۷](۱۸) اگر دو عورتوں کا دودھ ملا دیا تو حرمت متعلق ہوگی ان دونوں میں سے اکثر کے ساتھ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک۔ اور امام محمدؒ

حاشیہ : (الف) حضرت ابن مسعود نے فرمایا رضاعت نہیں ہے مگر اس دودھ سے جو ہڈی مضبوط کرے اور گوشت پیدا کرے۔

**عند ابی یوسف رحمه الله تعالی وقال محمد رحمه الله تعالی تعلق بهما التحرتیم [۱۸۷۸](۱۹) واذا نزل للبكر لبن فارضعت صبیا یتعلق به التحریم[۱۸۷۹](۲۰) واذا نزل للرجل لبن فارضع به صبیا لم یتعلق به التحریم[۱۸۸۰](۲۱) واذا شرب صبیان من**

---

نے فرمایا حرمت متعلق ہوگی دونوں کے ساتھ۔

**وجہ** امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ جس عورت کا دودھ زیادہ ہے بھوک دور کرنے میں وہ اصل ہو گیا اور دوسرا تابع ہو گیا اس لئے جس عورت کا دودھ زیادہ ہو اس سے حرمت رضاعت ثابت ہوگی۔

**فائدہ** امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ دونوں ایک ہی جنس ہیں اس لئے اصل اور تابع کا اعتبار نہیں ہوگا۔ بلکہ دونوں اصل ہوں گے۔اس لئے دونوں عورتوں سے حرمت رضاعت ثابت ہوگی۔

[۱۸۷۸](۱۹) اگر باکرہ عورت کو دودھ اترے اور کسی بچے کو پلا دیا تو اس سے حرمت متعلق ہوگی۔

**تشریح** عورت کو دودھ دو طرح سے اترتا ہے۔ایک بچہ پیدا ہونے کے بعد اور دوسرا کچھ دوائی کھانے سے۔اس صورت میں صحبت کئے بغیر بھی عورت سے دودھ اتر سکتا ہے۔چونکہ عورت سے دودھ اتر رہا ہے اس لئے اس کا حکم بھی وہی ہے جو بچہ پیدا ہونے کے بعد دودھ اترے۔یعنی اس کے پینے سے بھی حرمت رضاعت ثابت ہوگی۔

**وجہ** آیت میں ہے **وامھاتکم التی ارضعنکم** (آیت ۲۳ سورۃ النساء۴) آیت میں پلانے والی ماں سے حرمت کا ثبوت ہے۔اور یہ بھی پلانے والی ماں ہے اس لئے اس کے پلانے سے بھی حرمت ثابت ہوگی۔

**لغت** البکر : وہ عورت جس سے صحبت نہ ہوئی ہو۔

[۱۸۷۹](۲۰) اگر مرد سے دودھ اتر جائے اور اس کو کسی بچے کو پلا دے تو اس سے حرمت متعلق نہیں ہوگی۔

**وجہ** آیت میں **امھاتکم التی ارضعنکم** کہا ہے کہ ماں دودھ پلائے تو حرمت ثابت ہوگی۔اور یہ دودھ براہ راست باپ کا ہوگا اس لئے اس سے حرمت ثابت نہیں ہوگی (۲) اثر میں ہے۔**عن جابر عن عامر انهما كانا لایریان لبن الفحل شیئا** (الف) (مصنف ابن ابی شیبۃ ۱۸۷ من رخص فی لبن الفحل ولم یرہ شیئا ج رابع ،ص ۱۹، نمبر ۱۷۳۵۶) اس اثر سے ثابت ہوا کہ مرد کے دودھ سے حرمت رضاعت نہیں ہوگی۔

[۱۸۸۰](۲۱) اگر دو بچوں نے بکری کا دودھ پیا تو دونوں کے درمیان رضاعت نہیں ہے۔

**وجہ** رضاعت انسانی اعضاء کی جزئیت سے ہوتی ہے۔اور یہ حیوان کا دودھ ہے اس لئے اس سے رضاعت نہیں ہوگی (۲) آیت میں **امھات** کہا ہے کہ ماں کا دودھ پلائے تب رضاعت ہوگی اور بکری ماں نہیں ہوگی اس لئے اس کے دودھ پینے سے رضاعت نہیں ہوگی (۳) بلکہ انسان

---

حاشیہ : (الف) حضرت عامر مرد کے دودھ سے کوئی حرمت نہیں سمجھتے تھے۔

**لبن شاة فلا رضاع بینهما [۱۸۸۱] (۲۲) واذا تزوج الرجل صغیرة وکبیرة فارضعت الکبیرة الصغیرة حرمتا علی الزوج[۱۸۸۲](۲۳) فان کان لم یدخل بالکبیرة فلا مھر لھا وللصغیرة نصف المھر[۱۸۸۳](۲۴) ویرجع بہ الزوج علی الکبیرة ان کانت تعمدت بہ الفساد وان لم تتعمد فلا شیء علیھا[۱۸۸۴](۲۵) ولا تقبل فی الرضاع**

---

میں سے مرد دودھ پلائے تو رضاعت نہیں ہوگی کیونکہ وہ ماں نہیں ہے تو بکری کے دودھ سے رضاعت کیسے ثابت ہوگی۔

**اصول** یہ مسئلے اس اصول پر ہیں کہ ماں کا دودھ ہو تو رضاعت ثابت ہوگی ورنہ نہیں۔

[۱۸۸۱](۲۲) اگر آدمی نے چھوٹی بچی اور بڑی عورت سے شادی کی۔ پس بڑی نے چھوٹی کو دودھ پلا دیا تو شوہر پر دونوں حرام ہوں گی۔

**تشریح** ایک آدمی نے دو سال کے اندر کی بچی اور بڑی عورت سے شادی کی۔ پس بڑی عورت نے چھوٹی بیوی کو دودھ پلا دیا تو دونوں شوہر پر حرام ہو جائیں گی۔

**وجہ** دودھ پلانے کی وجہ سے چھوٹی بچی بڑی بیوی کی رضاعی بیٹی بن گئی۔ اس لئے یہ مرد ماں اور بیٹی کو جمع کرنے والا ہوا اس لئے دونوں حرام ہوں گی جیسے نسبی ماں اور بیٹی کو جمع کرنا حرام ہے۔

[۱۸۸۲](۲۳) پس اگر بڑی سے صحبت نہ کی ہو تو اس کے لئے مہر نہیں ہے اور چھوٹی کے لئے آدھا مہر ہے۔

**تشریح** بڑی سے صحبت نہیں کی اور تفریق واقع ہوئی تو اس کو آدھا مہر ملنا چاہئے۔ لیکن بڑی کے دودھ پلانے سے تفریق واقع ہوئی ہے اس لئے تفریق کا سبب بڑی کی جانب سے ہے۔ اس لئے اس کو آدھا مہر بھی نہیں ملے گا۔ اور چھوٹی کی جانب سے تفریق نہیں ہے اور صحبت سے پہلے تفریق واقع ہوئی ہے اس لئے اس کو آدھا مہر ملے گا۔

[۱۸۸۳](۲۴) اور شوہر مہر وصول کرے گا بڑی سے اگر جان کر فساد کی ہو۔ اور اگر فساد کا ارادہ نہ کی ہو تو بڑی پر کچھ نہیں ہے۔

**تشریح** بڑی نے نکاح توڑنے ہی کے لئے چھوٹی کو دودھ پلایا ہو تو جو آدھا مہر شوہر نے چھوٹی کو دیا وہ بڑی سے وصول کرے گا۔

**وجہ** کیونکہ اس نے جان کر نکاح تڑوایا اور آدھا مہر دلوانے کا سبب بنی۔ اور اگر بچی بھوک سے رو رہی تھی اور دودھ پلانے کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا۔ یا نکاح ٹوٹنے کا علم نہیں تھا تو جو آدھا مہر چھوٹی کو دیا ہے وہ بڑی سے شوہر وصول نہیں کرے گا۔

**وجہ** کیونکہ عورت نے اصلاح کی ہے فساد نہیں کی ہے۔

[۱۸۸۴](۲۵) اور نہیں قبول کی جائے گی رضاعت میں تنہا عورتوں کی گواہی بلکہ ثابت ہوگی دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی سے۔

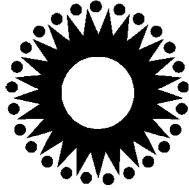
**وجہ** رضاعت کے ثبوت سے حرمت ثابت ہوگی اور نکاح فاسد ہوگا جو حقوق العباد ہیں۔ اور حقوق العباد کے ثبوت میں دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی درکار ہے۔ اس لئے رضاعت کے ثبوت کے لئے تنہا دو عورتوں یا چار عورتوں کی گواہی قابل قبول نہیں ہے (۲) آیت یہ ہے۔ واستشھدوا شھیدین من رجالکم فان لم یکونا رجلین فرجل وامرأتان ممن ترضون من الشھداء ان تضل

**شهادة النساء منفردات وانما يثبت بشهادة رجلين او رجل وامرأتين.**

احداهما فتذكر احداهما الاخرى (الف) (آیت ۲۸۲ سورۃ البقر (۲) اس آیت سے معلوم ہوا کہ دو مرد ہوں یا ایک مرد اور دو عورتیں ہوں۔ صرف عورتیں گواہ نہ ہوں (۳) ایک اثر سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ ان عمر بن الخطاب اتى فى امرأة شهدت على رجل وامرأته انها ارضعتها فقال لا حتى هشهد رجلان او رجل وامرأتان (ب) (سنن للبیہقی، باب شہادۃ النساء فی الرضاع ج سابع ص ۴۶۳) اس اثر سے معلوم ہوا کہ رضاعت کے لئے بھی دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں چاہئے۔

**فائدہ** امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ ثبوت رضاعت کے لئے ایک عادلہ عورت کافی ہے۔

**وجہ** (۱) دودھ پلانے کا معاملہ پردے میں ہوتا ہے اس لئے ممکن ہے کہ مرد نہ دیکھ سکے۔ اس لئے ایک عورت کی گواہی کافی ہوگی (۲) حدیث میں ہے کہ ایک کالی عورت نے دودھ پلانے کی گواہی دی اور حضورؐ نے مان لی۔ قال سمعت من عقبة لكنى لحديث عبيد احفظ ... قال تزوجت امرأة فجائتنا امرأة سوداء فقالت ارجعتكما فاتيت النبى ﷺ فقلت تزوجت فلانة بنت فلان فجائتنا امرأة سوداء فقالت لى انى قد ارضعتكما وهى كاذبة فاعرض عنى فاتيته من قبل وجهه قلت انها كاذبة قال كيف بها وقد زعمت انها قد ارضعتكما دعها عنك (ج) (بخاری شریف، باب شہادۃ المرضعۃ ص ۶۴۷ نمبر ۵۱۰۴ / ترمذی شریف، باب ماجاء فی شہادۃ المرأۃ والواحدۃ فی الرضاع، ص ۲۱۸، نمبر ۱۱۵۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رضاعت میں ایک عورت کی گواہی کافی ہے۔



حاشیہ : (الف) تم میں سے دو مردوں کو گواہ بناؤ۔ پس اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں جن گواہوں سے تم راضی ہوں۔ تا کہ ایک کو پتہ نہ رہے تو دوسری اس کو یاد دلائے (ب) حضرت عمرؓ کے پاس ایک عورت نے ایک مرد اور اس کی بیوی پر گواہی دی کہ اس نے دونوں کو دودھ پلایا ہے۔ تو حضرت نے فرمایا نہیں! دو مرد گواہی دیں یا ایک مرد اور دو عورتیں گواہی دیں (ج) حضرت عقبہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک عورت سے شادی کی تو ایک کالی عورت آئی اور کہا میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے۔ پس میں حضورؐ کے پاس آیا اور کہا میں نے فلاں بنت فلاں سے شادی کی تھی۔ پس ایک کالی عورت آئی اور مجھ سے کہا کہ میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا تھا۔ حالانکہ وہ جھوٹی ہے۔ تو حضورؐ نے مجھ سے منھ پھیر لیا۔ پھر میں آپؐ کے چہرے کی جانب سے آیا اور کہا کہ وہ جھوٹی ہے۔ آپؐ نے فرمایا کیسے ہوگا؟ حالانکہ وہ کہتی ہے کہ میں نے تم دونوں کو پلایا ہے۔ بیوی کو چھوڑ دو۔

## ﴿ كتاب الطلاق ﴾

**[١٨٨٥] (١) الطلاق علی ثلثة اوجه احسن الطلاق وطلاق السنة وطلاق البدعة [١٨٨٦] (٢) فاحسن الطلاق ان یطلق الرجل امرأته تطلیقة واحدة فی طهر واحد لم یجامعها فیه ویترکها حتی تنقضی عدتها [١٨٨٧] (٣) وطلاق السنة ان تطلق المدخول**

---

﴿ کتاب الطلاق ﴾

**ضروری نوٹ** عورت کو نکاح سے الگ کرنے کو طلاق کہتے ہیں۔اس کا ثبوت اس آیت سے ہے۔ **الطلاق مرتان فامساک بمعروف او تسریح باحسان** (الف) (آیت ۲۲۹ سورۃ البقرۃ ۲) **یا ایھا النبی اذا طلقتم النساء فطلقوھن لعدتھن واحصوا العدۃ** (ب) (آیت ۱ سورۃ الطلاق ۶۵) اور حدیث میں ہے (۲) **عن ابن عمر عن النبی** ﷺ **قال ابغض الحلال الی اللہ عزوجل الطلاق** (ج) (ابوداؤد شریف، باب فی کراہیۃ الطلاق ص ۳۰۳ نمبر ۲۱۷۸) ان آیتوں اور حدیث سے طلاق دینے کا ثبوت ہوا۔

[١٨٨٥] (١) طلاق کی تین قسمیں ہیں۔احسن طلاق، طلاق سنت اور طلاق بدعت۔

**تشریح** طلاق دینے کے تین طریقے ہیں ان کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

[١٨٨٦] (٢) احسن طلاق یہ ہے کہ آدمی اپنی بیوی کو ایک طلاق دے ایسے طہر میں کہ جس میں اس سے وطی نہ کی ہو۔ پھر اس کو چھوڑ دے یہاں تک کہ اس کی عدت گزر جائے۔

**تشریح** یوں تو طلاق نہیں دینی چاہئے لیکن اگر مجبوری میں دینی ہی پڑے تو اس کا احسن طریقہ یہ ہے کہ جس طہر میں صحبت نہ کی ہو اس طہر میں ایک طلاق دے کر چھوڑ دے۔ یہاں تک کہ عدت گزر کر خود بائنہ ہو جائے۔

**وجہ** احسن اس لئے کہا کہ عدت کے اندر رجوع کرنا چاہے تو کر سکتا ہے (۲) اثر میں ہے۔ **عن عبد اللہ قال من اراد الطلاق الذی ھو الطلاق فلیطلقھا تطلیقۃ ثم یدعھا حتی تحیض ثلاث حیض** (د) (مصنف ابن ابی شیبۃ ۲ ما یستحب من طلاق السنۃ وکیف ھو؟ ج رابع، ص ۵۷، نمبر ۱۷۷۳۳ ار مصنف عبد الرزاق، باب وجہ الطلاق وھو طلاق العدۃ والسنۃ ج سادس ص ۳۰۱ نمبر ۱۰۹۲۰) اس اثر سے معلوم ہوا کہ ایسے طہر میں طلاق دے جس میں جماع نہ کیا ہو۔ پھر عورت کو چھوڑ دے یہاں تک کہ عدت گزر جائے یہ احسن طلاق ہے۔ اور بعض مرتبہ اس کو طلاق سنت بھی کہتے ہیں۔

[١٨٨٧] (٣) اور طلاق سنت یہ ہے کہ طلاق دے مدخول بہا کو تین! تین طہروں میں۔

---

حاشیہ : (الف) طلاق دو مرتبہ ہے۔ پھر اچھے انداز میں روک لینا ہے یا احسان کے ساتھ چھوڑ دینا ہے (ب) اے نبی اگر بیویوں کو طلاق دو تو عدت گزارنے کے مناسب طلاق دیں اور عدت کو گنیں (ج) آپؐ نے فرمایا اللہ تعالی کو حلال میں سے مبغوض چیز طلاق ہے (د) جو مناسب طلاق دینا چاہے تو وہ ایک طلاق دیدے۔ پھر اس کو تین حیض تک چھوڑ دے۔

**بهاثلاثا فی ثلاثة اطهار[۱۸۸۸](۴) وطلاق البدعة ان یطلقها ثلثا بکلمة واحدة او ثلثا**

---

تشریح جس عورت سے صحبت نہیں کی ہے اس کو ایک طلاق بھی دے گا تو وہ فورا بائنہ ہو کر جدا ہو جائے گی۔اور دوسری اور تیسری طلاق دینے کا محل باقی نہیں رہتی۔اور اس پر عدت نہیں ہے۔اس لئے جس عورت سے صحبت نہ کی ہو اس کو تین مجلس میں تین طلاق نہیں دے سکتا۔تین مجلس میں تین طلاقیں تو صحبت شدہ عورت کو دے سکتا ہے۔اس لئے اس کے لئے سنت یہ ہے کہ تین طہروں میں تین طلاقیں دے۔

وجہ یہ سنت طریقہ ہے لیکن چونکہ عورت کو تین طہروں میں تین طلاقیں واقع ہوں گی اور حلالہ کرانے کی ضرورت پڑے گی اس لئے یہ پہلی والی سے کم درجہ ہے(۲) حدیث میں ہے۔**عن عبد اللہ انہ قال طلاق السنة تطلیقة وھی طاھر فی غیر جماع فاذا حاضت وطھرت طلقھا اخری فاذا حاضت وطھرت طلقھا اخری ثم تعتد بعد ذلک بحیضة** (الف)(نسائی شریف، باب طلاق السنة ص ۴۷۵ نمبر ۳۴۲۳ ردار قطنی، کتاب الطلاق ج رابع ص ۴ نمبر ۳۸۴۶)اس حدیث میں ہے کہ ہر طہر میں ایک طلاق دے(۲) حدیث میں ہے کہ عبد اللہ بن عمر نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دی تو آپ نے رجعت کرنے کا حکم دیا پھر فرمایا کہ جب طہر آجائے تو اس میں چاہے تو طلاق دے اور چاہے تو بیوی رکھ لے۔حدیث یہ ہے **عن عبد اللہ بن عمر انہ طلق امرأتہ وھی حائض علی عھد رسول اللہ فسأل عمر بن الخطاب رسول اللہ ﷺ عن ذلک فقال رسول اللہ ﷺ مرہ فلیراجعھا ثم لیمسکھا حتی تطھر ثم تحیض ثم تطھر ثم ان شاء امسک بعد وان شاء طلق قبل ان یمس فتلک العدة التی امر اللہ ان یطلق لھا النساء** (ب)(بخاری شریف، باب وقول اللہ تعالی یا ایھا النبی اذا طلقتم النساء فطلقوھن لعدتھن واحصوا العدة (آیت ا سورة الطلاق ۶۵) ص ۷۹۱، نمبر ۵۲۵۱) رمسلم شریف، باب تحریم طلاق الحائض بغیر رضاھا ص ۴۷۶ نمبر ۱۴۷۱ رابوداؤد شریف، باب فی طلاق السنة ص ۳۰۳ نمبر ۲۱۷۹)اس آیت اور حدیث سے معلوم ہوا کہ ایسے طہر میں طلاق دے جس میں جماع نہ کیا ہو۔اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حیض کی حالت میں طلاق دینا مبغوض ہے۔

[۱۸۸۸](۴)اور طلاق بدعت یہ ہے کہ عورت کو تین طلاق دے ایک کلمے سے یا تین طلاق دے ایک طہر میں۔پس جب یہ کرے تو طلاق واقع ہو جائے گی اور عورت بائنہ ہو جائے گی۔اور وہ گنہگار رہوگا۔

تشریح بدعت طلاق کی کئی صورتیں ہیں۔ان میں سے ایک یہ ہے کہ ایک جملے سے تین طلاق دیدے۔اور دوسری صورت یہ ہے کہ ایک ہی طہر میں تین طلاقیں دیدے تاہم طلاق دیدی تو تینوں طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔

---

حاشیہ (الف)حضرت عبد اللہ نے فرمایا سنت طلاق ایک طلاق ہے۔اس حال میں کہ عورت پاک ہو جماع کی ہوئی نہ ہو۔پس جب حیض آجائے اور پاک ہو جائے تو اس کو دوسری طلاق دے۔پھر جب حیض آجائے اور پاک ہو تو تیسری طلاق دے۔پھر اس کے بعد ایک حیض سے عدت گزارے(ب)حضرت عبد اللہ بن عمر نے حضورؐ کے زمانے میں اپنی بیوی کو طلاق دی اس حال میں کہ وہ حائضہ تھی۔پس حضرت عمر نے اس کے بارے میں حضورؐ سے پوچھا تو آپؐ نے فرمایا۔اس کو حکم دو کہ اس سے رجعت کر لے۔پھر اس کو روک لے یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائے پھر حیض آئے پھر پاک ہو جائے۔پھر چاہے تو اس کے بعد روک لے اور چاہے تو طلاق دیدے جماع سے پہلے۔یہ اس کی عدت گزارنے کا وقت ہے جس کا اللہ نے حکم دیا ہے کہ اس کے لئے عورتوں کو طلاق دو۔

فی طهر واحد فاذا فعل ذلک وقع الطلاق وبانت امرأته منه وکان عاصیا.

**وجہ** (۱) حدیث میں ہے۔ سمعت محمود بن لبید قال اخبر رسول الله عن رجل طلق امرأته ثلاث تطلیقات جمیعا فقام غضبانا ثم قال ایلعب بکتاب الله وانا بین اظهرکم (الف) (نسائی شریف، الثلاث المجموعۃ ومافیہ من التغلیظ ص ۴۷۵ نمبر ۳۴۳۰ر دار قطنی، کتاب الطلاق ج رابع ص ۱۴ نمبر ۳۹۰۰) اس حدیث میں یک وقت تین طلاق دینے سے آپؐ غصہ ہوئے جس سے معلوم ہوا کہ یہ طلاق بدعت ہے۔

اور تینوں طلاقیں واقع ہو جائیں گی اس کی دلیل لمبی حدیث کا یہ ٹکڑا ہے۔ ان سهل بن سعد الساعدی اخبره ان عویمر العجلانی جاء الی عاصم ....... قال عویمر کذبت علیها یا رسول الله ان امسکتها فطلقها ثلاثا قبل ان یأمره رسول الله ﷺ (ب) (بخاری شریف، باب من جوز الطلاق الثلاث ص ۷۹۱ نمبر ۵۲۵۹ر مسلم شریف، کتاب اللعان ص ۴۸۸ نمبر ۱۴۹۲) اس حدیث میں حضرت عویمر نے یک وقت تین طلاقیں دی اور واقع بھی ہو گئیں (۲) عن مجاهد قال کنت عند ابن عباس فجاء ه رجل فقال انه طلق امرأته ثلاثا قال فسکت حتی ظننت انه رادها الیه ثم قال ینطلق احدکم فیرکب الحموقة ثم یقول یا ابن عباس! یا ابن عباس! وان الله قال ومن یتق الله یجعل له مخرجا (آیت ۲ سورة الطلاق ۶۵) وانک لم تتق الله فلا اجد لک مخرجا عصیت ربک وبانت منک امرأتک (ج) (ابوداؤد شریف، باب نسخ المراجعۃ بعد التطلیقات الثلاث ص ۳۰۴ نمبر ۲۱۹۷ر مصنف ابن ابی شیبۃ ۱۰ من کرہ ان یطلق الرجل امرأتہ ثلاثا فی مقعد واحد واجاز ذلک علیہ ج رابع، ص ۶۲، نمبر ۱۷۷۸۳) اس اثر سے بھی معلوم ہوا کہ طلاق واقع ہو جائے گی۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ یک وقت تین طلاقیں دینا مبغوض ہے۔ ایک اور اثر میں ہے۔ سئل عمران بن حصین عن رجل طلق امرأه ثلاثا فی مجلس قال اثم بربه وحرمت علیه امرأته (د) (مصنف ابن ابی شیبۃ ۱۰ من کرہ ان یطلق الرجل امرأتہ ثلاثا فی مقعد واحد واجاز ذلک علیہ ج رابع، ص ۶۲، نمبر ۱۷۷۸۲ر سنن للبیہقی، باب من جعل الثلاث واحدة وما ورد فی خلاف ذلک ج سابع، ص ۵۵۱، نمبر ۱۴۹۷۴) اس اثر سے معلوم ہوا کہ ایک مجلس میں تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔

**فائدہ** ایک اثر میں ہے کہ حضورؐ کے زمانے میں ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک شمار کی جاتی تھیں، اثر یہ ہے۔ عن ابن عباس قال کان الطلاق علی عهد رسول الله وابی بکر وسنتین من خلافة عمر طلاق الثلاث واحدة فقال عمر بن الخطاب ان

---

حاشیہ: (الف) حضور کو خبر دی گئی کہ ایک آدمی نے اپنی بیوی کو اکٹھے تین طلاقیں دی تو آپؐ غصے میں اٹھے۔ پھر فرمایا کہ لوگ اللہ کی کتاب سے کھیلتے ہیں اور میں ابھی تمہارے درمیان موجود ہوں (ب) حضرت عویمر نے فرمایا یا رسول اللہ میں عورت پر جھوٹ بولوں اگر میں اس کو رکھ لوں۔ پھر اس کو حضورؐ کے حکم دینے سے پہلے تین طلاقیں دی (ج) حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ میں عبداللہ بن عباس کے پاس تھا کہ اس کے پاس ایک آدمی آیا اور کہا کہ میں نے تین طلاقیں دی ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس خاموش رہے۔ ہم نے گمان کیا کہ وہ عورت کو مرد کی طرف لوٹا دیں گے۔ پھر فرمایا تم لوگ حماقت کرتے ہو پھر کہتے ہوا ے ابن عباس! اے ابن عباس! حالانکہ اللہ نے فرمایا جو اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کے راستہ نکال دیں گے۔ اور تم لوگ اللہ سے ڈرتے نہیں اس لئے کوئی راستہ نہیں پاتا۔ آپ نے رب کی نافرمانی کی اور تمہاری بیوی تم سے بائنہ ہو گئی (د) حضرت عمران بن حصین سے ایک آدمی کے بارے میں پوچھا جس نے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دی تھیں۔ فرمایا اپنے رب کی نافرمانی کی اور اس کی بیوی اس پر حرام ہو گئی۔

**الناس استعجلوا فی امر قد کانت لھم فیہ اناۃ فلو امضیناہ علیھم فامضاھم علیھم** (الف)(مسلم شریف، باب طلاق الثلاث ص ۴۷۷ نمبر ۳۶۷۲ ۱۴ رنسائی شریف، باب طلاق الثلاث المتفرقۃ قبل الدخول بالزوجۃ ص ۴۷۶ نمبر ۳۴۳۵) اس اثر میں اگر چہ ہے کہ حضورؐ کے زمانے میں اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کے شروع زمانے میں ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک شمار کرتے تھے۔لیکن اسی حدیث کے آخر میں ہے کہ حضرت عمر کو اس کے منسوخ ہونے کا علم تھا اس لئے اس کو منسوخ کیا۔اور ان کے ہی زمانے میں بالاتفاق اس کو تین طلاق شمار کرنے لگے۔اثر کا آخری لفظ ہے **فامضاہ علیھم** یعنی تین طلاقیں نافذ کردیں (۲) دوسرے اثر سے معلوم ہوتا ہے کہ صحبت سے پہلے عورت کو تین طلاقیں دے تو اس کو ایک شمار کرتے تھے اور وہ تو ہم بھی کہتے ہیں۔اثر میں اس کا ثبوت ہے۔**ان رجلا یقال لہ ابوا لصھباء کان کثیر السوال لابن عباس قال اما علمت ان الرجل کان اذا طلق امرأتہ ثلاثا قبل ان یدخل بھا جعلوھا واحدۃ علی عھد رسول اللہ وابی بکر وصدرا من امارۃ عمر قال ابن عباس بلی کان الرجل اذا طلق امرأتہ ثلاثا قبل ان یدخل بھا جعلوھا واحدۃ علی عھد النبی ﷺ وابی بکر وصدرا من امارۃ عمر فلما رای الناس قد تتابعوا فیھا قال اجیزوھن علیھن** (ب)(سنن للبیھقی، باب من جعل الثلاث واحدۃ وما ورد فی خلاف ذلک ج سابع ص ۵۵۴، نمبر ۱۴۹۸۵ رمصنف ابن ابی شیبۃ ۲۰ ما قالوا اذا طلق امرأتہ ثلاثا قبل ان یدخل بھا فھی واحدۃ ج رابع، ص ۲۰، نمبر ۱۷۸۷۲) اس اثر میں ہے کہ صحبت سے پہلے تین طلاق دے تو اس کو ایک طلاق شمار کرتے تھے۔لیکن لوگوں نے زیادتی کی تو ان کو بھی تین طلاقیں شمار کرنے لگے۔یہ تو ہم بھی کہتے ہیں کہ غیر مدخول بھا کو ایک مجلس میں طلاق، طلاق، طلاق کہہ کر طلاق دے تو صرف پہلی طلاق واقع ہوگی اور باقی ضائع ہو جائے گی۔کیونکہ اب وہ طلاق کا محل باقی نہیں رہی (۳) آیت میں تین کو تین ہی مانا ہے۔اس لئے اس کو ایک کیسے مان سکتے ہیں۔آیت یہ ہے **فان طلقھا فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ** (آیت ۲۳۰ سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت میں ہے کہ تیسری طلاق دے تو حلالہ کے بغیر بیوی حلال نہیں ہے۔اس لئے تمام ائمہ کا اتفاق ہے کہ ایک مجلس میں تین طلاقوں کو ایک ماننا صحیح نہیں ہے۔

**نوٹ** حیض کی حالت میں طلاق دے یا ایسے طہر میں طلاق دے جس میں جماع کر چکا ہو تو یہ بھی طلاق بدعی ہیں۔

**وجہ** حیض کی حالت میں طلاق دینا مبغوض ہے۔اس کی دلیل حدیث ابن عمر گزری کہ حضرت عبد اللہ بن عمر کے طلاق دینے پر آپؐ ناراض ہوئے اور رجعت کرنے کا حکم دیا۔اور طہر میں جماع کیا ہو پھر طلاق دی ہو اس کے مبغوض ہونے کی دلیل یہ اثر ہے۔**عن ابن عباس یقول ... اما الحرام فان یطلقھا وھی حائض او یطلقھا حین یجامعھا لا تدری اشتمل الرحم علی ولد ام لا** (ج)(دارقطنی،

---

حاشیہ : (الف) حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ حضورؐ، ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کی خلافت کے دو سال تک تین طلاقیں ایک تھیں۔پس حضرت عمرؓ نے فرمایا لوگوں نے اس معاملے میں جلدی کی جس میں سہولت تھی تو کیا ان پر نافذ کردیں؟ چنانچہ ان پر تین طلاقیں نافذ کردی (ب) حضرت ابو صہبا حضرت ابن عباس سے بہت سوال کیا کرتے تھے۔چنانچہ انہوں نے فرمایا کہ کیا آپ کو معلوم ہے کہ آدمی صحبت سے پہلے تین طلاقیں دے تو حضورؐ، حضرت ابو بکرؓ اور امارت حضرت عمرؓ کے شروع زمانے میں ان کو ایک قرار دیتے تھے۔حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا ہاں! کہ شوہر صحبت سے پہلے تین طلاقیں دے تو حضورؐ، حضرت ابو بکرؓ اور امارت حضرت عمرؓ کے شروع زمانے میں ایک قرار دیتے تھے۔پس جب دیکھا کہ لوگ اس میں زیادتی کر رہے ہیں تو لوگوں پر تین طلاقیں نافذ کردی (ج) بہر حال طلاق حرام یہ ہے کہ عورت کو حیض کی حالت میں طلاق دے۔یا ایسی حالت میں طلاق دے کہ اس سے جماع کر چکا ہو۔معلوم نہیں رحم میں بچہ ہے یا نہیں۔

[۱۸۸۹](۵) والسنة فی الطلاق من وجھین سنة فی الوقت وسنة فی العدد[۱۸۹۰](٦) فالسنة فی العدد یستوی فیھا المدخول بھا وغیر المدخول بھا[۱۸۹۱](۷) والسنة فی

---

باب کتاب الطلاق ج رابع ص۳ نمبر ۳۸۴۵ رسنن للبیہقی ، باب ماجاء فی طلاق السنة وطلاق البدعة ج سابع ص۵۳۲،نمبر ۱۴۹۱۶)(۳)اوپر عبداللہ بن عمر کی حدیث گزری جس میں تھا وان شاء طلق قبل ان یمس (بخاری شریف،نمبر ۵۲۵۱) جس سے معلوم ہوا کہ طہر میں وطی سے پہلے طلاق دے۔وطی کے بعد طلاق دینا بدعت ہے،لیکن یہ طلاق واقع ہو جائے گی۔

**وجہ** اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔قال طلق ابن عمر امرأته وھی حائض فذکر عمر للنبی ﷺ فقال لیراجعھا قلت تحتسب قال فمه؟ (الف)(بخاری شریف،باب اذا طلقت الحائض تعتد بذلک الطلاق ص ۷۴۰ نمبر ۵۲۵۲ رمسلم شریف،باب تحریم طلاق الحائض بغیر رضاھا الخ ص ۴۷۵ نمبر ۱۴۷۱/ ۳۶۶۷ ردار قطنی ، کتاب الطلاق ج رابع ص۴ نمبر ۳۸۴۸)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حیض کی حالت میں دی ہوئی طلاق واقع ہوگی۔

[۱۸۸۹](۵)پس سنت طلاقیں دو طریقوں سے ہیں(۱)وقت میں سنت (۲)اور عدد میں سنت۔

**تشریح** وقت میں سنت کا مطلب یہ ہے کہ ایسے وقت میں طلاق دے کہ طہر ہو،حیض کا زمانہ نہ ہو اور صحبت نہ کی ہو۔اور عدد میں سنت یہ ہے کہ ایک طلاق دے۔بیک وقت تین طلاق نہ دے۔

[۱۸۹۰](٦)پس عدد کی سنت میں مدخول بھا اور غیر مدخول بھا دونوں برابر ہیں۔

**تشریح** جس عورت سے صحبت کر چکا ہے سنت یہ ہے کہ اس کو بھی ایک ہی طلاق دے۔اور جس عورت سے صحبت نہیں کی ہے اس کے لئے بھی سنت یہ ہے کہ ایک ہی طلاق دے۔بیک وقت تین نہ دے۔اس سنت میں دونوں برابر ہیں۔

**وجہ** اثر میں ہے۔عن ابراھیم قال کانوا (الصحابة) یستحبون ان یطلقھا واحدة ثم یترکھا حتی تحیض ثلاث حیض (ب)(مصنف ابن ابی شیبة ۲ مایستحب من طلاق السنة وکیف ھو؟ ج رابع ص ۵ رمصنف عبد الرزاق ، باب وجہ الطلاق وھو طلاق العدة والسنة ج سادس،ص ۵۸ نمبر ۱۰۷۳۷)اس اثر سے معلوم ہوا کہ ایک طلاق دے کر چھوڑ دینا سنت ہے۔

[۱۸۹۱](۷)اور سنت وقت میں ثابت ہے مدخول بہا کے حق میں خاص طور پر اور وہ یہ ہے کہ ایک طلاق دے ایسے طہر میں جس میں صحبت نہ کی ہو

**تشریح** وقت کے اعتبار سے سنت کا اعتبار صرف مدخول بہا بیوی کے ساتھ خاص ہے۔کیونکہ غیر مدخول بہا کو تو جب چاہے طلاق دے چاہے حیض کا زمانہ ہو یا طہر کا زمانہ ہو۔اور اس کی شکل یہ ہے کہ ایسے طہر میں طلاق دے جس میں وطی نہ کی ہو۔

**وجہ** کیونکہ مدخول بہا کو حیض کے زمانے میں طلاق دینا بدعت ہے۔اور جس طہر میں جماع کیا ہو اس میں بھی طلاق دینا بدعت ہے (۲)

---

حاشیہ : (الف)حضرت عبداللہ بن عمر نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دی۔پس حضرت عمرؓ نے حضورؐ سے اس کا تذکرہ کیا۔آپؐ نے فرمایا ان کو رجعت کر لینا چاہئے۔میں نے کہا یہ طلاق شمار کی جائے گی؟ فرمایا تو پھر کیا ہوگا؟(ب)حضرت ابراہیم نے فرمایا صحابہ مستحب سمجھتے تھے کہ ایک طلاق دے پھر عورت کو چھوڑ دے۔یہاں تک کہ تین حیض گزر جائے۔

**الوقت تثبت فی حق المدخول بھا خاصة وھو ان یطلقھا واحدة فی طھر لم یجامعھا فیہ[۱۸۹۲] (۸)وغیر المدخول بھا ان یطلقھا فی حال الطھر والحیض[۱۸۹۳](۹) واذا کانت المرأة لا تحیض من صغر او کبر فاراد ان یطلقھا للسنة طلقھا واحدة فاذا**

---

حدیث گزر چکی ہے۔عن عبد اللہ بن عمر ... ثم تحیض ثم تطھر ثم ان شاء امسک بعد وان شاء طلق قبل ان یمس (الف)(بخاری شریف، باب قول اللہ تعالی یا ایھا النبی اذا طلقتم النساء فطلقوھن لعدتھن ص۷۹۰ نمبر ۵۲۵۱ رمسلم شریف نمبر ۱۴۷۱)اس حدیث میں قبل ان یمس سے معلوم ہوا کہ اس طہر میں طلاق دے جس میں بیوی کو چھویا نہ ہو یعنی جماع نہ کیا ہو۔

[۱۸۹۲](۸)اور غیر مدخول بہا کو طلاق دے طہر کی حالت میں اور حیض کی حالت میں۔

**وجہ** چونکہ ابھی تک جماع نہیں کیا ہے اس لئے ہر وقت اس میں رغبت ہے۔اس لئے حیض اور طہر دونوں حالتوں میں اس کو طلاق دے سکتا ہے (۲) جس کو عدت گزارنا ہو اس کے لئے طہر کا انتظار کیا جائے گا تاکہ عدت لمبی نہ ہو۔اور غیر مدخول بہا کو عدت نہیں گزارنی ہے اس لئے جب چاہے طلاق دیدے(۳) اثر میں اس کا ثبوت ہے۔ عن الثوری فی رجل طلق البکر حائضا قال لا بأس بہ لانہ لا عدة لھا (ب)(مصنف عبد الرزاق، باب ھل یطلق الرجل البکر حائضا ج سادس، ص۳۱۲ نمبر ۱۰۹۷۵)اس اثر سے معلوم ہوا کہ غیر مدخول بہا کو حیض کی حالت میں طلاق دے سکتا ہے۔

[۱۸۹۳](۹)اگر عورت ایسی ہو کہ حیض نہ آتا ہو کم سنی کی وجہ سے یا بڑھاپے کی وجہ سے، پس چاہتا ہے کہ طلاق دے اس کو سنت کے طریقے پر تو طلاق دے اس کو ایک۔پس جب گزر جائے ایک ماہ تو طلاق دے دوسری اور جب گزر جائے ایک ماہ تو طلاق دے تیسری۔

**تشریح** عورت ایسی ہے کہ چھوٹی ہونے کی وجہ سے یا بڑی عمر ہونے کی وجہ سے یا کسی مرض کی وجہ سے اس کو حیض نہیں آتا ہے۔اور شوہر چاہتا ہے کہ اس کو سنت طریقے سے ہر طہر میں طلاق دے اور تین طہر میں تین طلاقیں پوری کرے تو اس کے لئے یہ ہے کہ پہلی طلاق جب چاہے دے۔پھر ہر ماہ ایک طلاق دے تو سنت کے مطابق ہو جائے گی۔

**وجہ** جس کو حیض نہ آتا ہو اس کے لئے ہر ایک ماہ ایک طہر کے درجے میں ہے اس لئے ہر ماہ پر ایک طلاق دیدے(۲) آیت میں ہے والتی یئسن من المحیض من نسائکم ان ارتبتم فعدتھن ثلثة اشھر (آیت۴ سورة الطلاق ۶۵)اس آیت میں تین حیض کو تین مہینے قرار دیئے۔جس سے معلوم ہوا کہ ہر ماہ ایک حیض کے درجے میں ہے(۳) اثر میں ہے۔عن الزھری فی البکر التی لم تحض والتی قعدت من الحیض طلاقھا کل ھلال تطلیقة (ج)(مصنف عبد الرزاق، باب طلاق التی لم تحض ج سادس، ص۳۴۳ نمبر ۱۱۱۱۱)اس اثر سے معلوم ہوا کہ ہر ماہ میں ایک طلاق دے۔

---

حاشیہ : (الف) عبد اللہ بن عمر کی حدیث میں ہے پھر حیض آئے پھر پاک ہو۔پھر چاہے تو اس کے بعد روک لے اور چاہے تو صحبت سے پہلے طلاق دے (ب) حضرت ثوری نے فرمایا شوہر باکرہ عورت کو حیض کی حالت میں طلاق دے؟ فرمایا کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔اس لئے کہ اس کے لئے عدت نہیں ہے (ج) حضرت زہری نے فرمایا باکرہ عورت جس کو حیض نہ آتا ہو اور جو حیض سے بیٹھ گئی ہو اس کی طلاق ہر مہینے میں ایک طلاق ہے۔

**مضی شهر طلقها اخری واذا مضی شهر طلقها اخری[۱۸۹۴](۱۰) ویجوز ان یطلقها ولا یفصل بین وطیها وطلاقها بزمان [۱۸۹۵](۱۱)وطلاق الحامل یجوز عقیب الجماع[۱۸۹۶](۱۲) ویطلقها للسنة ثلثا یفصل بین کل تطلیقتین بشهر عند ابی حنیفة**

---

[۱۸۹۴](۱۰)اور جائز ہے کہ اس کو طلاق دے۔اور وطی اور طلاق کے درمیان زمانے سے فصل نہ کرے۔

**تشریح** جس عورت کو حیض نہیں آتا ہے اس کو وطی کرے اور فورا طلاق دینا چاہے تو دے سکتا ہے۔حیض والی عورت کی طرح نہیں ہے کہ وطی کرنے کے بعد حیض آئے، رحم صاف ہو پھر اگلے طہر آئے تب طلاق دے۔

**وجہ** چونکہ حیض نہیں آتا ہے اس لئے حمل ٹھہرنے کا سوال نہیں ہے۔کیونکہ جس کو حیض کا خون آتا ہو اسی کو حمل ٹھہرتا ہے۔اور حیض اور اگلے طہر کا انتظار اس لئے کرتے تھے کہ حیض کی وجہ سے رحم صاف ہو جائے اور یہاں حمل ٹھہرنے کا امکان نہیں ہے اس لئے جماع کے فورا بعد طلاق دینا چاہے تو دے سکتا ہے۔

[۱۸۹۵](۱۱) جائز ہے حاملہ عورت کو طلاق دینا جماع کے بعد۔

**تشریح** بیوی حاملہ ہے اس سے جماع کیا اور جماع کے فورا بعد طلاق دینا چاہے تو دے سکتا ہے۔ایک ماہ کے انتظار کی ضرورت نہیں ہے۔

**وجہ** حاملہ عورت سے جماع کے بعد دوسرا حمل ٹھہرنے کا امکان نہیں ہے۔کیونکہ رحم کا منہ بند ہے۔اس لئے فورا طلاق دے سکتا ہے (۲) اثر میں ہے۔**عن الحسن و محمد قالا اذا کانت حاملا طلقها متی شاء**(الف)(مصنف ابن ابی شیبة ۳ ما قالوا فی الحامل کیف تطلق ج رابع، ص ۵۸، نمبر ۱۷۷۴۲)اس اثر سے معلوم ہوا کہ حاملہ عورت کو جماع کے فورا بعد طلاق دے سکتا ہے۔

[۱۸۹۶](۱۲) حاملہ کو طلاق دے سنت کے مطابق تین اور فصل کرے ہر دو طلاقوں میں ایک مہینے کا شیخین کے نزدیک۔اور کہا امام محمد نے نہیں طلاق دے سنت کے طریقے پر مگر ایک۔

**تشریح** حاملہ عورت کو سنت کے طریقے پر طلاق دینا چاہے تو شیخین کے نزدیک تین طلاقیں دے سکتا ہے۔البتہ آئسہ کی طرح ہر دو طلاقوں کے درمیان ایک مہینہ کا فصل کرے یعنی ایک طلاق کے بعد دوسری طلاق ایک ماہ کے بعد دے۔اور تیسری طلاق پھر ایک ماہ کے بعد دے، فورا نہ دے۔

**وجہ** اس کو حیض تو آتا نہیں ہے کہ حیض کا انتظار کرے۔اس لئے آئسہ کی طرح ایک ماہ ایک طہر کے مطابق ہوگا۔اس لئے ایک ماہ کے بعد دوسری طلاق دے (۲) اثر میں ہے۔**قلت للزهری اذا اراد ان یطلقها حاملا ثلاثا کیف ؟ قال علی عدة اقرائها** (ب) (مصنف عبد الرزاق، باب طلاق الحامل ج سادس ص ۳۰۴ نمبر ۱۰۹۳۲ر مصنف ابن ابی شیبة ۳ ما قالوا فی الحامل کیف تطلق ج رابع، ص ۵۸،

---

حاشیہ : (الف) حضرت حسن اور محمد بن سیرین نے فرمایا اگر عورت حاملہ ہو تو طلاق دے جب چاہے (ب) میں نے حضرت زہری سے پوچھا اگر عورت کو حمل کی حالت میں تین طلاقیں دینا چاہے تو کیسے کرے؟ فرمایا حیض کی عدت کے مطابق۔

وابی یوسف رحمهما الله تعالی وقال محمد رحمه الله لایطلقها للسنه الا واحدة[۱۸۹۷](۱۳) واذا طلق الرجل امرأته فی حال الحیض وقع الطلاق ویستحب له

نمبر۱۷۷۴۴)اس اثر سے معلوم ہوا کہ ہر ماہ میں ایک طلاق دے۔

**فائدہ** امام محمد فرماتے ہیں کہ حاملہ عورت کو سنت کے طور پر طلاق دینا ہو تو صرف ایک ہی طلاق دے کر چھوڑ دے۔وضع حمل کے بعد بائنہ ہو جائے گی اور عدت بھی گزر جائے گی۔

**وجہ** اس کی عدت وضع حمل کے بعد ایک ہی مرتبہ ختم ہوگی۔اس لئے ایک ہی طلاق دے سکتا ہے(۲) طلاق دینا مبغوض ہے اس لئے زیادہ طلاق دینا اچھا نہیں ہے۔اس لئے ایک ہی پر اکتفا کرے(۳) اثر میں ہے۔عن الحسن قال لاتزاد الحامل علی تطلیقة حتی تضع فاذا وضعت فقد بانت منه (الف)(مصنف عبد الرزاق، باب طلاق الحامل ج سادس ص۳۰۴ نمبر۱۰۹۳۴ر مصنف ابن ابی شیبۃ ۳ ما قالوا فی الحامل کیف تطلق؟ ج رابع، ص ۵۸، نمبر ۱۷۷۴۰)

[۱۸۹۷](۱۳) اگر مرد اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دیدے تو طلاق واقع ہوگی۔اور مرد کے لئے مستحب ہے کہ اس سے رجعت کرلے۔پس جب پاک ہو جائے پھر حیض آئے پھر پاک ہو جائے تو اس کو اختیار ہے چاہے طلاق دے چاہے عورت کو روک لے۔

**وجہ** حیض کی حالت میں طلاق دے تو واقع ہو جائے گی۔البتہ ایسا کرنا بدعت اور مبغوض ہے۔اس لئے اس کو رجعت کر لینا چاہئے۔پھر پاک ہو پھر حیض آئے پھر پاک ہو تو اس وقت چاہے تو طلاق دے اور چاہے تو بیوی کو روک لے(۲) حضرت عبد اللہ بن عمر نے حیض کی حالت میں طلاق دی تھی تو ان کو حضورؐ نے رجوع کرنے کے لئے کہا تھا۔حدیث یہ ہے عن ابد الله بن عمر انه طلق امرأته وهی حائض علی عهد رسول الله ﷺ فسأل عمر بن الخطاب رسول الله عن ذلک فقال رسول الله ﷺ مره فلیراجعها ثم لیمسکها حتی تطهر ثم تحیض ثم تطهر ثم ان شاء امسک بعد وان شاء طلق قبل ان یمس فتلک العدة التی امر الله ان یطلق لها النساء (ب)(بخاری شریف، باب قول اللہ تعالی یا ایها النبی اذا طلقتم النساء فطلقوهن لعدتهن واحصوا العدة، سورۃ الطلاق ۶۵ ص ۷۹۰ نمبر ۵۲۵۱ر مسلم شریف، باب تحریم طلاق الحائض بغیر رضاها ص ۴۷۵ نمبر ۱۴۷۱) اس حدیث میں مسئلے کی پوری تفصیل موجود ہے۔اور حیض کی حالت میں طلاق واقع ہو جائے گی اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔سمعت ابن عمر قال طلق ابن عمر امرأته وهی حائض فذکر عمر للنبی ﷺ فقال لیراجعها قلت تحتسب؟ قال فمه؟ (ج)(بخاری شریف، باب اذا طلقت الحائض تعتد

---

حاشیہ : (الف) حضرت حسن نے فرمایا حاملہ عورت کو ایک طلاق سے زیادہ نہ دے یہاں تک کہ جن دے۔پس جب جن دے تو اس سے بائنہ ہو جائے گی(ب) حضرت عبد اللہ بن عمر نے اپنی بیوی کو حضورؐ کے زمانے میں حیض ہونے کی حالت میں طلاق دی۔پس حضرت عمر نے حضورؐ سے اس کے بارے میں پوچھا۔پس حضورؐ نے فرمایا اس کو حکم دو کہ وہ رجعت کرلیں۔پھر اس کو روک لیں یہاں تک کہ پاک ہو جائے۔پھر حیض آئے پھر پاک ہو جائے۔پھر اگر چاہے تو روک لیں اس کے بعد اور اگر چاہے تو جماع سے پہلے طلاق دے دیں۔یہ عدت ہے جس کا اللہ نے حکم دیا ہے کہ اس وقت میں عورتوں کو طلاق دیں (ج) حضرت ابن عمر نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دی۔پس حضرت عمر نے حضورؐ کے سامنے اس کا تذکرہ کیا تو آپؐ نے فرمایا اس کو رجعت کر لینا چاہئے۔میں نے پوچھا یہ (باقی اگلے صفحہ پر)

**ان یـراجعهـا فـاذا طهـرت وحـاضـت و طهـرت فهو مخیـر ان شـاء طلقهـا وان شـاء امسـکها[۱۸۹۸](۱۴) ویقع طلاق کل زوج اذا کان عاقلا بالغا[۱۸۹۹](۱۵) ولا یقع طـلاق الـصبی والـمجنون والنائم[۱۹۰۰](۱۶) واذا تزوج العبد باذن مولاہ وطلق وقع**

---

بذلک الطلاق ص۹۰۷نمبر۵۲۵۲رمسلم شریف، باب تحریم طلاق الحائض بغیر رضاھا ص۴۷۵نمبر۱۴۷۱/۳۶۵۸رترمذی شریف،نمبر۱۱۷۵رابو داؤدشریف،نمبر۲۱۸۴)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حیض کی حالت میں دی ہوئی طلاق شمار کی جائے گی۔اوراگر رجعت نہیں کرے گا تو عدت گزار کر بائنہ ہوجائیگی۔

[۱۸۹۸](۱۴)واقع ہوگی طلاق ہر شوہر کی جو عاقل اور بالغ ہو۔

وجہ بغیر عقل اور بلوغ کے عقود اور فسوخ واقع نہیں ہوتے اور نہ شریعت اس کا اعتبار کرتی ہے(۲)حدیث اگلے نمبر میں ہے۔

[۱۸۹۹](۱۵)اس لئے نہیں واقع ہوگی طلاق بچے کی اور مجنون کی اور سونے والے کی۔

وجہ (۱) بچے اور مجنون میں عقل نہیں ہوتی اس لئے ان کی طلاق واقع نہیں ہوگی (۲) حدیث میں ہے کہ ان لوگوں کی طلاق واقع نہیں ہوگی۔عـن عـلـی عـن الـنبی ﷺ قـال رفـع الـقـلـم عن ثلاثة عن النائم حتی یستیقظ وعن الصبی حتی یحتلم وعن الـمـجنون حتی یعقل (الف)(ابوداؤدشریف،باب فی المجنون یسرق اویصیب حدا ص۲۵۶نمبر۴۴۰۳؍بخاری شریف،باب الطلاق فی الاغلاق والکرہ والسکر ان والمجنون وامرھما ص۷۹۳نمبر۵۲۶۹؍نسائی شریف،نمبر۳۴۳۲)(۳)بخاری شریف میں قول صحابی ہے۔وقـال عثـمـان لیـس لـمجنون ولا لسکران طلاق .وقال ابن عباس طلاق السکران والمستکرہ لیس بجائز وقال عقبة بن عـامـر لا یـجوز طلاق الموسوس (ب)(بخاری شریف،باب الطلاق فی الاغلاق والکرہ ص۷۹۳نمبر۵۲۶۹)اس حدیث اوراثر سے معلوم ہوا کہ مجنون اور بچے کی طلاق واقع نہیں ہوگی (۴) آیت میں ہے۔ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطأنا (آیت ۲۸۶ سورة البقرة ۲)اس آیت میں ہے کہ اگر میں بھول گیا یا غلطی کی تو نہ پکڑنا۔جس سے معلوم ہوا کہ بھول اور غلطی سے کوئی کام ہوجائے تو اس کا اعتبار نہیں ہے۔اور بچے اور مجنون سے جو کام ہوتا ہے وہ بھول میں ہوتا ہے۔اس لئے اس کی طلاق کا اعتبار نہیں ہوگا۔اور یہی حال سونے والے کا ہے۔ اثر میں ہے عن ابن عباس قال لایجوز طلاق الصبی (مصنف ابن ابی شیبة ۳۲ ما قالوا فی الصبی ج رابع،ص ۶۷،نمبر ۱۷۹۲۹)

[۱۹۰۰](۱۶)اگر غلام نے مولی کی اجازت سے شادی کی اور طلاق دی تو اس کی طلاق واقع ہوگی۔

تشریح غلام نے آقا کی اجازت سے شادی کی تو شادی ہوگئی۔اور چونکہ غلام نے شادی کی تھی اس لئے اب مولی کو طلاق دینے کا اختیار نہیں ہوگا بلکہ غلام ہی کو طلاق دینے کا اختیار ہوگا۔

---

حاشیہ : (پچھلے صفحہ سے آگے)طلاق شمار کی جائے گی؟ فرمایا تو کیا ہوگا؟ (الف)حضورؐ نے فرمایا تین آدمیوں سے قلم اٹھالیا گیا ہے۔سونے والے سے یہاں تک کہ بیدار ہوجائے۔اور بچے سے یہاں تک کہ بالغ ہوجائے۔اور مجنون سے یہاں تک کہ سمجھدار ہوجائے (ب) حضرت عثمان نے فرمایا مجنون اور مست کے لئے طلاق نہیں ہے۔حضرت ابن عباس نے فرمایا نشہ اور زبردستی والے کی طلاق جائز نہیں ہے۔اور حضرت عقبہ نے فرمایا وسوسے والے کی طلاق جائز نہیں۔

**طلاقه[۱۹۰۱](۱۷) ولا يقع طلاق مولاه على امرأته [۱۹۰۲](۱۸) والطلاق على ضربين صريح و كناية فالصريح قوله انت طالق ومطلقة وطلقتک فهذا يقع به الطلاق**

**وجہ** حدیث میں اس کی تفصیل ہے۔عن ابن عباس قال اتی النبی ﷺ رجل فقال یا رسول الله ! ان سیدی زوجنی امته وهو یرید ان یفرق بینی وبینها ،قال فصعد رسول الله المنبر فقال یا ایها الناس ما بال احدکم یزوج عبده امته ثم یرید ان یفرق بینهما ؟ انما الطلاق لمن اخذ بالساق (الف)(ابن ماجہ شریف،باب طلاق العبد ص۲۹۹ نمبر۲۰۸۱ دار قطنی، کتاب الطلاق ج رابع ص۲۴ نمبر ۳۹۴۶)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس نے شادی کی اسی کو طلاق دینے کا حق ہے(۲)اثر میں ہے۔ان ابن عمر کان یقول من اذن لعبده ان ینکح فالطلاق بید العبد،لیس بید غیره من طلاقه شیء (ب)(سنن للبیہقی،باب طلاق العبد بغیر اذن سیدہ ج سابع ،ص۵۹۰،نمبر ۱۵۱۱۴)اس اثر سے بھی معلوم ہوا کہ طلاق کا اختیار غلام کو ہے مولی کو نہیں۔

[۱۹۰۱](۱۷)اور نہیں واقع ہوگی آقا کی طلاق غلام کی بیوی پر۔

**تشریح** آقا کی اجازت سے غلام کی شادی تو ہوئی لیکن اب طلاق دینے کا مجاز آقا نہیں رہا غلام خود ہوگا۔

**وجہ** گزر گئی۔

﴿ طلاق صریح اور طلاق کنایہ کا بیان ﴾

[۱۹۰۲](۱۸) طلاق دو قسموں پر ہے صریح اور کنایہ،پس صریح جیسے یوں کہے تجھے طلاق ہے،تم طلاق دی ہوئی ہے، میں نے تمہیں طلاق دیدی،پس اس سے طلاق رجعی واقع ہوگی۔

**تشریح** طلاق دینے کے دو طریقے ہیں۔ایک صریح کہ جس سے صاف معلوم ہو کہ شوہر طلاق دینا چاہتا ہے۔اور دوسرا طریقہ کنایہ کا ہے۔کنایہ کی شکل یہ ہوتی ہے کہ شوہر ایسے الفاظ استعمال کرے جن کے دو معنی ہوں۔ایک معنی کے اعتبار سے طلاق نہ ہوتی ہو اور دوسرے معنی کے اعتبار سے طلاق واقع ہو جاتی ہو۔اس شکل میں طلاق کی نیت کرے گا،یا حالت ایسی ہو جس سے طلاق واقع ہونے کا تقاضا ہو تو اس سے طلاق واقع ہوگی۔اوپر کے تینوں الفاظ صریح ہیں۔کیونکہ ان سے طلاق کا صاف پتہ چلتا ہے۔اور قرآن میں بھی طلاق کے لئے یہی لفظ استعمال ہوا ہے۔

**وجہ** الطلاق مرتان فامسک بمعروف او تسریح باحسان (ج)(آیت ۲۲۸ سورۃ البقرۃ ۲)اس آیت سے ایک بات تو یہ معلوم

---

حاشیہ : (الف)حضورؐ کے پاس ایک آدمی آیا اور کہا کہ اے اللہ کے رسول! میرے آقا نے میری باندی سے میری شادی کرائی۔اور وہ چاہتا ہے کہ میرے درمیان اور اس کے درمیان تفریق کرادے۔فرماتے ہیں کہ حضورؐ منبر پر چڑھے اور کہا اے لوگو! تم لوگوں کو کیا ہوا کہ اپنے غلام کو اپنی باندی سے شادی کراتے ہو پھر چاہتے ہو کہ دونوں کے درمیان تفریق کرادے۔طلاق کا حق اس کو ہے جس نے پنڈلی پکڑی یعنی شادی کی (ب)حضرت ابن عمر نے فرمایا جس نے اپنے غلام کو نکاح کی اجازت دی تو طلاق غلام کے ہاتھ میں ہے۔دوسرے کے ہاتھ میں طلاق میں سے کچھ نہیں ہے(ج) طلاق دو مرتبہ ہے۔پس اچھے انداز سے روک لینا ہے یا احسان کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔

الرجعی[۱۹۰۳](۱۹) ولا یقع به الا واحدة وان نوی اکثر من ذلک[۱۹۰۴](۲۰) ولا یفتقر بهذه الالفاظ الی نیة[۱۹۰۵](۲۱) وقوله انت الطلاق وانت طالق الطلاقَ وانت

ہوئی کہ طلقت ، طالق اور مطلقة صریح ہیں۔اس لئے کہ قرآن میں یہ لفظ استعمال ہوا ہے۔دوسری بات معلوم ہوئی کہ اس لفظ کے استعمال کرنے کے بعد رجعت کر سکتا ہے۔کیونکہ قرآن نے کہا کہ اس کے بعد بیوی کو رکھ بھی سکتا ہے۔اور احسان کے ساتھ چھوڑ بھی سکتا ہے۔جس سے معلوم ہوا کہ رجعت کر سکتا ہے(۲) حضرت عبداللہ بن عمر نے طلاق صریح دی تو ایک طلاق رجعی واقع ہوئی۔سمعت ابن عمر قال طلق ابن عمر امرأته وهی حائض فذکر عمر للنبی فقال لیراجعها قلت تحتسب ؟قال فمه؟ (الف)(بخاری شریف ، باب اذا طلقت الحائض تعتد بذلک الطلاق ص ۷۹۰ نمبر ۵۲۵۲/مسلم شریف ، باب تحریم طلاق الحائض بغیر رضاها ص ۴۷۵ نمبر ۱۴۷۱/۳۶۵۸/ترمذی شریف ،نمبر ۱۱۷۵/ابوداؤد شریف ،نمبر ۲۱۸۴)اوراگلی روایت میں ہے عن ابن عمر قال حسبت علی بتطلیقة (بخاری شریف ، باب اذا طلقت الحائض تعتد بذلک الطلاق ص ۷۹۰ نمبر ۵۲۵۳/مسلم شریف ،نمبر ۱۴۷۱)ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ صریح الفاظ سے طلاق رجعی واقع ہوگی اور ایک طلاق واقع ہوگی۔

[۱۹۰۳](۱۹)اور نہیں واقع ہوگی مگر ایک اگر چہ نیت کی ہو اس سے زیادہ کی۔

**تشریح** ان الفاظ سے ایک ہی طلاق واقع ہوگی اگر چہ زیادہ کی نیت کی ہو۔

**وجہ** نیت کا اعتبار کنایہ الفاظ میں ہوتا ہے صریح الفاظ میں نیت کا اعتبار نہیں ہے(۲) اثر میں ہے۔عن الشعبی قال النیة فیما خفی فاما فیما ظهر فلا نیة فیه (ب)(مصنف ابن ابی شیبة ۹۶ ما قالوا فی رجل یطلق امرأته واحدة ینوی ثلاثا ج رابع ،ص ۱۱۵،نمبر ۱۸۳۶۱)اس اثر سے معلوم ہوا کہ صریح الفاظ میں نیت کا اعتبار نہیں ہے(۳) عن الحسن فی رجل طلق امرأته واحدة ینوی ثلاثا قال هی واحدة (ج)(مصنف ابن ابی شیبة ۹۵ ما قالوا فی رجل یطلق امرأته واحدة ینوی ثلاثا ج رابع ،ص ۱۱۵،نمبر ۱۸۳۶۲)اس اثر سے معلوم ہوا کہ صریح الفاظ میں تین کی نیت کرے تب بھی تین واقع نہیں ہوگی ایک ہی واقع ہوگی۔

[۱۹۰۴](۲۰) یہ الفاظ نہیں محتاج ہیں نیت کے۔

**تشریح** صریح الفاظ میں طلاق دینے کے لئے نیت کی ضرورت نہیں ہے۔بلکہ طلاق دیتے ہی بغیر نیت کے طلاق واقع ہو جائے گی۔

[۱۹۰۵](۲۱)اور شوہر کا قول انت الطلاق ، انت طلاق الطلاق اور انت طالق طلاقا میں اگر اس کی کوئی نیت نہیں ہے تو ایک رجعی طلاق،اور دو کی نیت کی تو نہیں واقع ہوگی مگر ایک۔اور اگر نیت کی اس سے تین کی تو تین ہوگی۔

**تشریح** طلاق اسم فاعل کے صیغے مثلا انت طالق سے واقع ہوتی ہے۔اور چونکہ لفظ صریح ہے اس لئے ایک طلاق رجعی واقع ہوگی۔لیکن

حاشیہ : (الف)ابن عمر نے حیض کی حالت میں اپنی بیوی کو طلاق دی۔پس حضرت عمر نے اس کا تذکرہ حضورؐ کے سامنے کیا تو آپؐ نے فرمایا اس کو رجعت کر لینا چاہئے۔میں نے کہا کہ کیا طلاق ہو جائے گی۔آپؐ نے فرمایا تو پھر کیا ہوگا؟(ب) حضرت شعبی نے فرمایا نیت اس چیز میں ہے جو پوشیدہ ہو۔بہر حال جو ظاہر ہو تو اس میں نیت نہیں ہے(ج) حضرت حسن نے فرمایا جو آدمی اپنی بیوی کو ایک طلاق دے اور تین کی نیت کرے۔فرمایا وہ ایک ہی ہے۔

**طالق طلاقًا فان لم تکن له نية فهي واحدة رجعية وان نوی ثنتين لايقع الا واحدة وان نوی به ثلثا كان ثلثا[١٩٠٦](٢٢) والضرب الثاني الكنايات ولا يقع بها الطلاق الا بالنية او بدلالة حال وهي على ضربين منها ثلثة الفاظ يقع بها الطلاق الرجعي ولا يقع بها الا**

صرف مصدر مثلا الطلاق استعمال کرے تو مصدر اسم فاعل کے معنی میں ہوتا ہے جیسے رجل عدل مصدر بول کر عادل مراد لیتے ہیں۔اس لئے انت الطلاق مصدر بولا تو انت طالق اسم فاعل کے معنے میں ہو کر ایک طلاق واقع ہو جائے گی۔مصدر کا دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ وہ عدد کا احتمال نہیں رکھتا۔اس لئے مصدر بول کر عدد کی نیت نہیں کر سکتے۔اس لئے انت الطلاق بول کر دو طلاق کی نیت نہیں کر سکتے۔البتہ جنس کا احتمال رکھتا ہے اس لئے مجموعے کی نیت کر سکتے ہیں۔اس لئے نیت نہ ہو تو اقل درجہ ایک مراد ہوگی اور ایک طلاق واقع ہوگی۔اور تین کی نیت کی ہو تو جنس کا اعتبار کرتے ہوئے مجموعہ واقع ہوگی۔یعنی آزاد کو تین کیونکہ یہ اس کی آخری طلاق ہے۔اور باندی کو دو کیونکہ یہی اس کی آخری طلاق ہے۔

**اصول** یہ مسائل اس اصول پر ہیں کہ مصدر اسم فاعل کے معنی میں ہوتا ہے۔اور دوسرا اصول یہ ہے کہ مصدر عدد کا احتمال نہیں رکھتا، البتہ اسم جنس ہونے کی وجہ سے مجموعے کا احتمال رکھتا ہے۔اس لئے تین واقع ہوگی دو طلاق نہیں۔

**لغت** الطلاق : مصدر معرفہ ہے، طلاقا : مصدر نکرہ ہے۔

[١٩٠٦](٢٢) دوسری قسم کنایات ہے۔نہیں واقع ہوتی اس سے طلاق مگر نیت سے، یا دلالت حال سے اور اس کی بھی دو قسمیں ہیں۔ان میں سے تین الفاظ ان سے طلاق رجعی واقع ہوتی ہے اور نہیں واقع ہوگی ان سے مگر ایک طلاق اور وہ یہ ہیں عدت گزار لے اور اپنا رحم صاف کر لے اور تو اکیلی ہے

**تشریح** پہلے گزر چکا ہے کہ طلاق کنایہ ان الفاظ سے ہوتی ہے جن کے دو معنی ہوں۔ایک معنی کے اعتبار سے طلاق ہوتی ہو اور دوسرے معنی کے اعتبار سے واقع نہیں ہوتی ہو۔چونکہ ان کے دو معنی ہیں اس لئے یا تو نیت کرے یا حالات کا تقاضہ ہو کہ وہ طلاق ہی دینا چاہتا ہے تب طلاق واقع ہوگی۔

**وجہ** حدیث میں اس کا ثبوت ہے۔عن عبد الله بن علی بن یزید بن رکانة عن ابیه عن جده انه طلق امرأته البتة فاتی رسول الله ﷺ فقال ما اردت ؟ قال واحدة قال الله ؟ قال الله قال هو علی ما اردت (الف) (ابوداؤد شریف، باب فی البتۃ ص ۳۰۷ نمبر ۲۲۰۸ ر ترمذی شریف، باب ماجاء فی الرجل یطلق امرأته البتة ص ۲۲۲ نمبر ۱۱۷۷) اس حدیث میں حضرت رکانہ نے طلاق البتہ دیا ہے جس کے دو معنی ہیں (۱) کسی چیز کو کاٹنا (۲) اور نکاح کو کاٹنا۔چونکہ دو معنی تھے اس لئے حضورؐ نے رکانہ سے پوچھا کیا نیت کی ہے؟ انہوں نے فرمایا ایک طلاق کی۔پس آپ نے فرمایا جتنی نیت کی ہے اتنی ہی طلاق واقع ہوگی۔اس سے معلوم ہوا الفاظ کنایہ میں طلاق واقع ہونے کے لئے نیت کی ضرورت ہوگی۔

اس عبارت میں دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ الفاظ کنایات میں سے تین الفاظ ایسے ہیں جن سے ایک طلاق رجعی واقع ہوگی۔

حاشیہ : (الف) حضرت رکانہ نے اپنی بیوی کو طلاق البتہ دی اور حضورؐ کے پاس آئے اور کہا میں نے نہیں ارادہ کیا ہے مگر ایک۔آپؐ نے فرمایا خدا کی قسم ایک ہی کی نیت کی ہے؟ حضرت رکانہ نے فرمایا خدا کی قسم۔آپؐ نے فرمایا جو ارادہ کیا وہی صحیح ہے۔

## واحدة وهی قوله اعتدّی واستبرئ رحمک وانت واحدة[۱۹۰۷](۲۳) وبقیة الکنایات

وجہ وجہ یہ ہے کہ ان الفاظ میں انت طالق لفظ صریح محذوف ماننا پڑے گا۔اور انت طالق سے ایک طلاق رجعی واقع ہوتی ہے اس لئے ان الفاظ سے بھی ایک طلاق رجعی واقع ہوگی۔مثلا اعتدی کا ترجمہ ہے عدت گزار لو تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس سے پہلے میں نے طلاق دے دی ہے اس لئے عدت گزار لو۔عبارت یوں ہوگی انت طالق فاعتدی ۔اس لئے اعتدی کے لفظ کنایہ ہے (۲) حدیث میں ہے۔ عن ابی هریرة ان رسول الله قال لسودة بنت زمعه اعتدی فجعلها تطلیقة واحدة وهو املک بها (الف) (سنن للبیہقی، باب ماجاء فی کنایات الطلاق التی لا یقع الطلاق بھا الا ان یرید بمخرج الکلام منہ الطلاق ج سابع ص ۵۶۱، نمبر ۱۵۰۰۶ رمصنف ابن ابی شیبة ۲۴ فی الرجل یقول لامرأتہ اعتدی ما یکون ج رابع ص ۲۷، نمبر ۱۷۸۹۱) اس حدیث میں ہے کہ اعتدی سے ایک طلاق شمار کی اور هو املک بها سے رجعی کا پتہ چلا۔اور استبرئی رحمک کا ترجمہ ہے اپنا رحم صاف کرلو۔اس کے دو مطلب ہیں۔رحم صاف کرلو اس لئے کہ مجھے جماع کرنا ہے۔اور دوسرا ترجمہ ہے رحم صاف کرلو اس لئے کہ میں نے تم کو طلاق دے دی ہے۔اور عبارت یوں ہوگی انت طالق فاستبرئی رحمک ۔اور انت طالق سے ایک طلاق رجعی واقع ہوتی ہے۔اس لئے استبرئی رحمک سے ایک طلاق رجعی واقع ہوگی۔اور انت واحدة کا ترجمہ ہے تو اکیلی ہے۔یا تجھ کو ایک طلاق ہے۔اور عبارت ہوگی انت طالق تطلیقة واحدة ۔اس لئے صریح لفظ سے ایک طلاق رجعی واقع ہوگی۔چونکہ واحدة کا لفظ موجود ہے اس لئے دو اور تین کی بھی نیت نہیں کر سکتا۔

[۱۹۰۷](۲۳) اور بقیہ الفاظ کنایات اگر نیت کرے طلاق کی تو ایک طلاق بائنہ ہوگی۔اور اگر نیت کرے تین کی تو تین اور اگر نیت کرے دو کی تو ایک ہوگی۔

تشریح اوپر کے تین الفاظ کے علاوہ کنایات کے جتنے الفاظ ہیں ان میں نیت نہیں کرے گا تو کچھ واقع نہیں ہوگی۔اور طلاق کی نیت کرے گا تو ایک طلاق بائنہ ہوگی، طلاق رجعی نہیں۔اور دو طلاق کی نیت کرے گا تب بھی ایک ہی طلاق واقع ہوگی دو نہیں۔اور تین طلاق کی نیت کرے گا تو تین طلاقیں واقع ہوں گی۔

وجہ نیت کرنے پر ایک طلاق بائنہ واقع ہونے کی وجہ یہ اثر ہے۔عن ابراهیم قال اذا قال لا سبیل لی علیک فهی تطلیقة بائنة (ب) (مصنف ابن ابی شیبة ۳۹ فی رجل قال لامرأتہ قد خلیت سبیلک او لا سبیل لی علیک ج رابع ص ۸۱، نمبر ۱۷۹۸۹ رمصنف عبد الرزاق، باب اذھبی فانکحی ج سادس ص ۳۶۶ نمبر ۱۱۲۱۷) اس اثر میں لا سبیل لی علیک لفظ کنایہ ہے۔جس سے طلاق کی نیت کرنے سے حضرت ابراہیم نے طلاق بائنہ واقع کی۔اس سے معلوم ہوا کہ نیت کرنے سے ایک طلاق بائنہ واقع ہوگی (۲) حدیث میں ہے کہ آپؐ نے عمرة ابنة جون کو الحقی باهلک کہا اور طلاق کی نیت کی تو طلاق واقع ہوگئی۔عن عائشة ان ابنة الجون لما ادخلت علی رسول الله ﷺ ودنا منها قال اعوذ بالله منک فقال لها لقد عذت بعظیم الحقی باهلک (ج) (بخاری شریف، باب من طلق وهل

---

حاشیہ : (الف) آپؐ نے حضرت سودہ سے فرمایا عدت گزار لو۔پس وہ طلاق رجعی واقع ہوئی اور شوہر عورت کا مالک رہا (ب) حضرت ابراہیم نے فرمایا اگر شوہر نے کہا میرا تم پر کوئی راستہ نہیں ہے تو وہ ایک طلاق بائنہ ہے (ج) حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ بنت جون جب رخصت ہو کر حضورؐ کے پاس آئی اور (باقی اگلے صفحہ پر)

**اذا نوی بها الطلاق کانت واحدة بائنة وان نوی ثلثا کانت ثلثا وان نوی ثنتین کانت واحدة[۱۹۰۸] (۲۴)وهذه مثل قوله انت بائن وبتّة وبتلة وحرام وحبلک علی غاربک والحقی باهلک وخلیّة و بریّة ووهبتک لاهلک اسرحتک واختاری وفارقتک وانت**

یواجه الرجل امرأتہ بالطلاق ص۹۰ ۷نمبر۵۲۵۴ )اور دو طلاق کی نیت کرے گا تو دو واقع نہیں ہوگی اس کی وجہ پہلے گزر چکی ہے کہ یہ الفاظ جنس کا احتمال رکھتے ہیں جس سے مجموعہ مراد ہوگی اور طلاق کا مجموعہ تین ہے اس لئے تین کی نیت کرے گا تو تین واقع ہوگی اور دو نہ فرد اقل ہے اور نہ مجموعہ ہے۔اس لئے دو کی نیت کرے گا تو دو واقع نہیں ہوگی۔الفاظ کنایات میں تین کی نیت کرے گا تو تین واقع ہوگی اس کے لئے یہ اثر ہے۔عن علی قال الخلیة والبریة والبتة والبائن والحرام اذا نوای فهو بمنزلة الثلاث(الف)(سنن للبیہقی ،باب قال فی الکنایات انہا ثلث ج سابع ،ص۵۶۴ ،نمبر۱۵۰۱۷ (۲) لفظ کنایہ بول کر تین کی نیت کرنے سے تین طلاق واقع ہوگی اس کی دلیل حضرت رفاعہ کی لمبی حدیث ہے جس میں طلقنی فبت طلاقی کہا ہے اور بت لفظ کنایہ سے تین طلاق مراد لی ہے۔حدیث کا ٹکڑا یہ ہے۔ان رفاعة طلقنی فبت طلاقی وانی نکحت بعده عبد الرحمن بن زبیر القرظی (ب)(بخاری شریف ،باب من جوز الطلاق الثلاث ص۷۹۱ نمبر۵۲۶۰ )اس حدیث سے معلوم ہوا کہ لفظ کنایہ بول کر تین طلاق مراد لی جا سکتی ہے۔(۳)عن ابراهیم فی الخلیة ان نوی طلاقا فادنی ما یکون تطلیقه بائن ان شاء وشاء ت تزوجها وان نوی ثلاثا فثلاث (ج)(مصنف ابن ابی شیبة ۶۴ ما قالوا فی الخلیۃ ج رابع ،ص۵۶ ،نمبر۱۸۱۴۸ )اس اثر میں ہے کہ طلاق کی نیت کرے گا تو ادنی درجہ ایک طلاق بائنہ واقع ہوگی اور تین کی نیت کریگا تو تین طلاقیں واقع ہوں گی۔

[۱۹۰۸](۲۴)اور وہ الفاظ کنایہ ہیں (۱) تو مجھ سے جدا ہو جا (۳/۲) تیرا مجھ سے قطع تعلق ہے (۴) تو حرام ہے (۵) تیری رسی تیری گردن پر ہے (۶) تو اپنے اہل کے ساتھ مل جا (۷) تو بالکل چھوڑ دی گئی (۸) تو بالکل بری ہے (۹) تجھے تیرے عزیزوں کو ہبہ کر دیا (۱۰) میں نے تجھے چھوڑ دیا (۱۱) خود مختار ہو جا (۱۲) میں نے تجھے جدا کر دیا (۱۳) تو آزاد ہے (۱۴) چادر اوڑھ لے (۱۵) پردہ کر لے (۱۶) دور ہو جا (۱۷) شوہروں کو تلاش کر لے۔

**تشریح** یہ سب الفاظ کنایہ کے ہیں جن کے دو معنی ہیں۔ایک معنی کی نیت سے طلاق واقع ہوگی اور کچھ نیت نہ کرنے سے طلاق واقع نہیں ہوگی۔

**وجہ** کچھ الفاظ کی دلیل اوپر احادیث میں آچکی ہے۔مثلا البتة ، خلیة ، بریة ، حرام اور الحقی باهلک سے طلاق ہونے کی دلیل اوپر گزر چکی ہے۔اسی پر باقی کو قیاس کر لیں۔ایک اثر یہ بھی ہے۔ان رجلا قال لامرأته حبلک علی غاربک قال ذلک مرارا

---

حاشیہ : (پچھلے صفحہ سے آگے) آپ اس سے قریب ہوئے تو بنت جون نے کہا اعوذ بالله منک ،تو آپ نے اس سے فرمایا بڑی ذات سے پناہ مانگی ہے اپنے اہل کے پاس چلی جاؤ (الف) حضرت علی نے فرمایا خلیۃ ،بریۃ ،بتۃ ،بائن اور حرام سے اگر نیت کرے تو وہ تین طلاقوں کے درجے میں ہیں (ب) حضرت رفاعہ نے مجھے طلاق دی تو تین طلاقیں دی اور میں نے اس کے بعد عبد الرحمن بن زبیر قرظی سے شادی کی (ج) حضرت ابراہیم نے خلیۃ کے بارے میں کہا اگر طلاق کی نیت کی تو کم سے کم ایک طلاق بائنہ واقع ہوگی۔اگر شوہر اور اس کی بیوی چاہے۔اور اگر تین کی نیت کرے تو تین واقع ہوگی۔

**حرة وتقنعی واستتری واغربی وابتغی الازواج [۱۹۰۹](۲۵) فان لم یکن له نیة الطلاق لم یقع بهذه الالفاظ طلاق الا ان یکونا فی مذاکرة الطلاق فیقع بها الطلاق فی القضاء**

---

**فاتی عمر بن الخطاب فاستحلفه بین الرکن والمقام ما الذی اردت بقولک قال اردت الطلاق ففرق بینهما (الف)** سنن للبیہقی، باب ماجاء فی کنایات الطلاق التی لایقع الطلاق بھا الا ان یرید مخرج الکلام منہ الطلاق ج سابع ص ۵۶۲، نمبر ۱۵۰۱۲ مصنف عبد الرزاق، باب حبلک علی غاربک ج سادس ص ۳۰۷، نمبر ۱۱۲۳۲) اس اثر سے معلوم ہوا کہ نیت کرنے کے بعد طلاق واقع ہوگی۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ طلاق بائنہ واقع ہوگی۔ تب ہی تو حضرت عمرؓ نے تفریق کرائی۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ **حبلک علی غاربک** الفاظ کنایہ میں سے ہے۔

اگر نیت نہ کرے تو کچھ واقع نہیں ہوگی اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ **عن عائشة قالت خیرنا رسول الله ﷺ فاخترنا الله ورسوله فلم یعد ذلک علینا شیئا (ب)** بخاری شریف، باب من خیر ازواجہ ص ۷۹۱ نمبر ۵۲۶۲) مصنف عبد الرزاق، باب اذھبی فانکحی ج سادس ص ۳۶۶ نمبر ۱۱۲۱۴) اس حدیث میں لفظ اختیار کنایہ ہے۔ لیکن حدیث میں اس سے طلاق کی نیت ازواج مطہرات نے نہیں کی اس لئے اس سے طلاق واقع نہیں ہوئی۔

[۱۹۰۹](۲۵) پس اگر طلاق کی نیت نہ ہو تو ان الفاظ سے طلاق واقع نہیں ہوگی مگر یہ کہ وہ دونوں طلاق کے مذاکرے میں ہو تو طلاق واقع ہوگی قضاءً اور نہیں واقع ہوگی فیما بینہ وبین اللہ مگر یہ کہ طلاق کی نیت کرے۔

**تشریح** الفاظ کنایہ بول کر طلاق کی نیت نہ کی ہو تو طلاق واقع نہیں ہوگی۔ البتہ طلاق کا ذکر چل رہا تھا اور انداز یہ تھا کہ الفاظ کنایہ بول کر طلاق دینا چاہتا ہے تو قضاء اور فیصلے کے اعتبار سے طلاق واقع ہو جائے گی۔ لیکن شوہر اور اللہ کے درمیان یہی ہے کہ نیت کی ہوگی تو طلاق واقع ہوگی اور نیت نہیں کی ہوگی تو طلاق واقع نہیں ہوگی۔

**وجہ** مذاکرہ طلاق کا ایک واقعہ عمرۃ بنت جون کا ہے کہ اس نے پناہ چاہی اور حضورؐ کو ہاتھ لگانے نہیں دیا تو آپؐ نے لفظ کنایہ فرمایا '**الحقی باھلک**'، تو چونکہ مذاکرہ طلاق کا ماحول تھا اس لئے **الحقی باھلک** سے طلاق واقع ہوگئی۔ اور یہاں طلاق دینے کی نیت بھی تھی جس کی وجہ سے طلاق واقع ہوگئی۔ حدیث یہ ہے۔ **عن عائشة ان ابنة الجون لما ادخلت علی رسول الله ودنا منه قالت اعوذ بالله منک فقال لها لقد عذت بعظیم الحقی باھلک (ج)** (بخاری شریف، باب من طلق وھل یواجہ الرجل امرأتہ بالطلاق ص ۷۹۰ نمبر

---

حاشیہ : (الف) ایک آدمی نے اپنی بیوی سے تیری رسی تیرے کندھے پر ہے کہا اور کئی مرتبہ کہا۔ پھر عمر بن خطاب کے پاس آئے۔ انہوں نے اس کو رکن اور مقام ابراہیم کے درمیان قسم دی کہ اپنی بات سے کیا ارادہ کیا؟ آدمی نے کہا میں نے طلاق کا ارادہ کیا۔ حضرت عمرؓ نے دونوں کے درمیان تفریق کرادی (ب) حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ اللہ اور اس کے رسول نے ہمیں اختیار دیا۔ ہم نے اللہ اور اس کے رسول کو اختیار کیا تو اس کی وجہ سے ہم پر کوئی طلاق شمار نہیں ہوئی (ج) حضرت عائشہؓ نے فرمایا بنت جون جب رخصت ہو کر حضورؐ کے پاس آئی اور حضورؐ اس کے قریب ہوئے تو کہنے لگی میں آپ کے بارے میں اللہ سے پناہ چاہتی ہوں۔ آپؐ نے فرمایا تم نے بڑی ذات سے پناہ مانگی اس لئے اپنے اہل کے پاس چلی جاؤ۔

**ولا يقع فيما بينه وبين الله تعالى الا ان ينويه[۱۹۱۰](۲۶) وان لم يكونا في مذاكرة الطلاق وكانا في غضب او خصومة وقع الطلاق بكل لفظة لايقصد بها السبُّ والشتيمة [۱۹۱۱](۲۷)ولم يقع بما يقصد بها السب والشتيمة الا ان ينويه [۱۹۱۲] (۲۸) واذا وصف الطلاق بضرب من الزيادة كان بائنا.**

---

۵۲۵۴)اس حدیث میں اعوذ بالله منک تذکرہ طلاق ہے جس کی وجہ سے الحقی باھلک سے طلاق واقع ہوئی۔

[۱۹۱۰](۲۶)اگر دونوں مذاکرہ طلاق میں نہ ہوں لیکن غصے اور خصومت کی حالت میں ہوں تو طلاق واقع ہوگی ہر وہ لفظ سے جس سے گالی گفتار مقصود نہ ہو اور اس لفظ سے واقع نہیں ہوگی جس سے گالی گلوچ مقصود ہو۔

**تشریح** مذاکرہ طلاق کی حالت نہ ہو لیکن غصے اور گالم گلوچ کی حالت ہو تو جن الفاظ سے گالم گلوچ ظاہر نہ ہوتا ہو ان الفاظ سے طلاق واقع ہو جائے گی۔

**وجہ** اگرچہ مذاکرہ طلاق کی حالت نہیں ہے لیکن غصے اور گالم گلوچ کی حالت ہے۔ اور الفاظ ایسے ہیں کہ گالی دینے کے معنی نہیں ہے تو طلاق ہی دینے کا انداز ہو سکتا ہے۔ اس لئے طلاق واقع ہو جائے گی۔

**اصول** یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ جن الفاظ سے یا حالات سے طلاق کا اندازہ ہوتا ہو اس سے طلاق واقع ہوگی۔

**لغت** السب : گالی، الشتیمۃ : گالی دینا۔

[۱۹۱۱](۲۷)اور نہیں واقع ہوگی ان الفاظ سے جن سے گالی گلوچ مقصود ہو مگر یہ کہ طلاق کی نیت کرے۔

**تشریح** مذاکرہ طلاق کی حالت نہیں ہے البتہ غصے کی حالت ہے اور الفاظ ایسے ہیں کہ گالی بن سکتے ہیں اس لئے ان کو گالی پر محمول کریں گے، طلاق پر محمول نہیں کریں گے اس لئے طلاق واقع نہیں ہوگی۔ ہاں ان الفاظ سے طلاق کی نیت کرے تو طلاق واقع ہو جائے گی۔ کیونکہ یہ الفاظ طلاق کا احتمال رکھتے ہیں۔

**فائدہ** امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ الفاظ کنایہ سے طلاق رجعی واقع ہوگی۔ البتہ تین کی نیت کرے گا تو تین واقع ہو جائے گی۔

[۱۹۱۲](۲۸)اگر طلاق کی صفت ہو کسی زیادتی کے ساتھ تو طلاق بائن ہوگی۔

**تشریح** انت طالق کے ساتھ یا طلاق صریح کے ساتھ کوئی ایسا جملہ بڑھا دیا جس سے طلاق کی شدت محسوس ہوتی ہو تو اس سے طلاق رجعی کے بجائے طلاق بائنہ واقع ہوگی۔

**وجہ** انت طالق کی وجہ سے ایک طلاق رجعی واقع ہوئی۔ اور مزید کوئی شدت کا جملہ مثلا بائن اور بتۃ ہیں ان سے طلاق میں شدت واقع ہوگی۔ اور طلاق میں شدت بائنہ سے ہوتی ہے۔ اس لئے شدت کے جملے لگانے سے طلاق بائنہ واقع ہوگی۔ اور اگر اس سے تین کی نیت کرے گا تو تین واقع ہوگی۔ کیونکہ اس کا احتمال رکھتا ہے (۲) اثر میں ہے۔ عن علی فی رجل طلق امرأته حمل بعير ،قال لا تحل له حتى

[١٩١٣](٢٩) مثل ان يقول انت طالق بائن وانت طالق اشد الطلاق او افحش الطلاق او طلاق الشيطان اوطلاق البدعة او كالجبل او ملأ البيت[١٩١٤](٣٠) واذا اضاف الطلاق الى جملتها او الى ما يعبر به عن الجملة وقع الطلاق[١٩١٥](٣١) مثل ان يقول انت طالق او رقبتک طالق او عنقک طالق او روحک طالق او بدنک او جسدک او

---

تنكح زوجا غيره (الف)(مصنف ابن ابی شیبة ٣٧ ما قالوا فی الرجل يقول لامرأته انت طالق واحد کاف وطالق حمل بعير ج رابع ص ١٠٢، نمبر ١٨٢١٥)(٣)عن عائشة فی رجل طلق امرأته واحدة کالف قال لا تحل له حتی تنکح زوجا غيره (ب) (مصنف ابن ابی شیبة ج رابع ،ص ١٠٢، ١٨٢١٦ حوالہ بالا) ان دواثروں سے معلوم ہوا کہ شدت کے الفاظ ملانے سے طلاق مغلظہ بھی واقع ہو سکتی ہے۔

[١٩١٣](٢٩) مثلا یوں کہے(١) تو بائنہ طلاق والی ہے(٢) تو بڑی سخت طلاق والی ہے(٣) تو بدترین طلاق والی ہے(٤) تجھ پر شیطان کی طلاق ہے(٥) تجھ پر بدعت کی(٦) یا پہاڑ کے برابر(٧) یا گھر بھرنے کے مثل طلاق ہے۔

**تشریح** ان تمام الفاظ میں طلاق کے ساتھ شدت کے الفاظ ہیں اس لئے ان سے طلاق بائنہ واقع ہوگی۔

**وجہ** دلیل اوپر اثر گزر چکا ہے۔

**فائدہ** امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ طلاق مبغوض ہے اس لئے شدت کے الفاظ لگانے سے بھی طلاق رجعی ہی واقع ہوگی۔

[١٩١٤](٣٠) اگر منسوب کیا طلاق کو کل کی طرف یا ایسے عضو کی طرف جس سے کل کی تعبیر ہوتی ہو تو طلاق واقع ہوگی۔

**تشریح** طلاق کو کل جسم کی طرف منسوب کیا یا ایسے عضو کی طرف منسوب کیا جس سے کل جسم کی تعبیر کرتے ہیں تب بھی طلاق واقع ہو جائے گی۔

**وجہ** آیت اور حدیث کے محاورے میں تعبیر کرنے کا انداز دونوں ہیں کہ کسی چیز کو کل کی طرف منسوب کرتے ہیں اور کسی چیز کو ایسے عضو کی طرف منسوب کرتے ہیں جس سے پورا جسم مراد لیا جاتا ہو۔مثال اور دلیل آگے آرہی ہے۔

[١٩١٥](٣١) مثلا یوں کہے(١) تو طلاق والی ہے(٢) تیری گردن کو(٣) تیری گردن کو(٤) تیری روح کو(٥) تیرے بدن کو(٦) تیرے جسم کو(٧) یا تیری شرم گاہ کو(٨) تیرے چہرے کو طلاق ہے۔

**تشریح** تو طلاق والی ہے اس میں پورے جسم کی طرف طلاق منسوب کی۔اور رقبتک طالق میں اس کے ایسے عضو کی طرف منسوب کی جس سے پورا جسم مراد لیتے ہیں۔اسی طرح دوسرے اعضاء بھی ہیں۔

**وجہ** رقبة بول کر پورا جسم مراد لینے کا ثبوت اس آیت میں ہے۔ومن قتل مؤمنا خطاء فتحریر رقبة مؤمنة (ج)(آیت ٩٢ سورة

---

حاشیہ : (الف) حضرت علی نے فرمایا ایک آدمی نے اپنی بیوی کو حمل بعیر کی طلاق دی۔فرمایا جب تک دوسری شادی نہ کرے پہلے کے لئے حلال نہیں (ب) حضرت عائشہ نے فرمایا کسی آدمی نے بیوی کو ہزار کی طرح ایک طلاق دی، فرمایا اس کے لئے حلال نہیں ہے جب تک دوسری شادی نہ کرے (ج) کسی (باقی اگلے صفحہ پر)

**فرجک او وجهک[١٩١٦](٣٢) وكذلك ان طلق جزء شائعا منها مثل ان يقول نصفک او ثلثک طالق[١٩١٧](٣٣) وان قال يدک او رجلک طالق لم يقع الطلاق[١٩١٨](٣٤) وان طلقها نصف تطليقة او ثلث تطليقة كانت تطليقة واحدة۔**

---

النساء۴)اورعنق بول پوراجسم مراد لینے کا ثبوت اس آیت میں ہے۔**فظلت اعناقهم لها خاضعين** (الف)(آیت۴سورۃ الشعراء۲۶) اوروجہ بول کر پوراجسم مراد لینے کا ثبوت اس آیت میں ہے۔ **وعنت الوجوه للحي القيوم**(ب)(آیت۱۱۱سورۃ طہ۲۰)باقی کواسی پر قیاس کرلیں۔اثر میں ہے۔**عن قتادة قال اذا قال اصبعک طالق فهي طالق قد وقع الطلاق عليها** (مصنف عبدالرزاق،باب یطلق بعض تطلیقۃ ج سادس ص۳۷۳نمبر۱۱۲۵۲)اس سے انگلی کا ثبوت ہوا۔لیکن گردن وغیرہ تو اس سے اہم عضو ہے اس سے بدرجۂ اولی طلاق واقع ہوگی۔

[۱۹۱۶](۳۲)اسی طرح اگرعورت کے جزء شائع کوطلاق دی۔مثلا یوں کہا تیرا نصف یا تیرا ثلث حصہ طلاق والا ہے۔

**تشریح** آدھا،تہائی،چوتھائی ان کو جزء شائع کہتے ہیں۔اگرعورت کے جزء شائع کوطلاق دی تو پورے جسم پر سرایت ہوگی اور پورے انسان کو طلاق واقع ہوگی۔

**وجہ** آدھے جسم کوطلاق واقع ہوگی تو عورت کے ہر ہرعضو کے آدھے پرطلاق واقع ہوگی اس لئے طلاق میں آدھانہیں ہوتا پورا ہی ہوتا ہے۔ اس لئے پورے انسان کوطلاق ہوگی (۲)اثر میں ہے۔**عن الشعبي قال اذا قال انت طالق نصفا او ثلث تطليقة فهي تطليقة** (ج)(مصنف ابن ابی شیبۃ ۱۵ما قالوافی الرجل یطلق امرأتہ نصف تطلیقۃ ج رابع ص۸۷،نمبر۱۸۰۵۵رمصنف عبدالرزاق،نمبر۱۱۲۵۱)اس اثر میں آدھی طلاق اورتہائی طلاق کوایک طلاق قرار دیا۔اسی پر قیاس کرکے آدھے انسان کو پوراانسان قرار دیا جائے گا۔

[۱۹۱۷](۳۳)اوراگرکہا تیرے ہاتھ یا تیرے پاؤں کوطلاق تو طلاق واقع نہیں ہوگی۔

**وجہ** ہاتھ اور پاؤں بول کر پوراجسم مرادنہیں لیتے اس لئے ہاتھ کواور پاؤں کوطلاق دی تو پورے انسان کوطلاق واقع نہیں ہوگی۔

[۱۹۱۸](۳۴)اگرعورت کوآدھی طلاق دی یا تہائی طلاق دی توایک طلاق واقع ہوگی۔

**وجہ** (۱)آدھی طلاق یا تہائی طلاق مکمل طلاق ہوتی ہے(۲)اثر میں گزر چکا ہے۔**قيل لعمر بن عبد العزيز الرجل يطلق امرأته نصف تطليقة قال تطليقة**(د)(مصنف ابن ابی شیبۃ ۱۵ما قالوافی الرجل یطلق امرأتہ نصف تطلیقۃ ج رابع ص۸۷،نمبر ۱۸۰۵۳رمصنف عبدالرزاق،باب یطلق بعض تطلیقۃ،ج سادس،ص۳۷۳،نمبر۱۱۲۵۱)اس اثر میں آدھی طلاق کو پوری ایک طلاق قرار دیا۔

---

حاشیہ ((پچھلے صفحہ سے آگے) آدمی کوغلطی سے قتل کیا توایک مؤمن غلام آزاد کرے(الف)ان کی گردیں جھک گئیں(ب)چہرے حی قیوم کے سامنے جھک گئے(ج)حضرت شعبی نے فرمایا اگر کہا تم کوآدھی طلاق یا ایک طلاق کی تہائی تو وہ ایک طلاق ہوگی(د)حضرت عمرابن عبدالعزیز سے پوچھا کوئی آدمی اپنی بیوی کوآدھی طلاق دے تو پوری طلاق ہے۔

## [١٩١٩](٣٥) وطلاق المكره.

[١٩١٩](٣٥) زبردستی کئے ہوئے کی طلاق واقع ہے۔

**تشریح** شوہر کو طلاق دینے کے لئے زبردستی کی۔انہوں نے مجبور ہو کر طلاق دی یہ طلاق واقع ہو جائے گی۔

**وجہ** ان کی دلیل یہ اثر ہے۔**عن ابراهيم قال طلاق المكره جائز ،انما هو شيء افتدى به نفسه** (الف) یہی بات حضرت شعبی،قاضی شریح،سعید بن مسیّب اور ابن سیرین اور حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں (مصنف ابن ابی شیبة ۴۸ من کان یری طلاق المکرّہ جائزا ج رابع،ص ۸۵،نمبر ۱۸۰۳۴/۱۸۰۳۵/مصنف عبدالرزاق،باب طلاق الکرہ ج سادس ص ۴۱۰ نمبر ۱۱۴۱۹/۱۱۴۲۰) اس اثر سے معلوم ہوا کہ زبردستی کر کے لی ہوئی طلاق واقع ہوتی ہے (۲) شوہر جان دینے یا طلاق دینے دونوں میں سے ایک میں مبتلا ہوا تو طلاق دینے کو اپنی صوابدید سے اختیار کیا اس لئے طلاق واقع ہوگی۔کیونکہ اپنے اختیار اور ارادے سے ایک چیز کو اختیار کیا۔

اکراہ کی تفصیل بیان کرتے ہوئے حضرت شریح نے فرمایا **القيد كره والوعيد كره والسجن كره** ۔اور حضرت عمر بن الخطاب نے فرمایا **ليس الرجل امينا على نفسه اذا اجعته او اوثقته او ضربته** (ب) (مصنف عبدالرزاق،باب طلاق الکرہ ج سادس ص ۴۱۱ نمبر ۱۱۴۲۳/۱۱۴۲۴/سنن للبیہقی،باب ما یکون اکراھا ج سابع،ص ۵۸۸،نمبر ۱۵۱۰۸) اس سے معلوم ہوا کہ بھوکا رکھنا،مارنا،قید کرنا یہ سب زبردستی کی شکلیں ہیں۔

**فائدہ** امام شافعی فرماتے ہیں کہ زبردست کر کے لی ہوئی طلاق واقع نہیں ہوگی۔

**وجہ** ان کی دلیل یہ آیت ہے۔**الا من اكره وقلبه مطمئن بالايمان** (آیت ۱۰۶ سورۃ النحل ۱۶) اس آیت میں ہے کہ زبردستی کرنے کی وجہ سے زبان سے کلمۂ کفر بول دیا اور دل ایمان سے مامور ہے تو اس کے کفر اعتبار نہیں۔اسی طرح زبردستی کرنے کی وجہ سے زبان سے طلاق بول دیا اور دل میں طلاق کی نیت نہیں ہے تو طلاق واقع نہیں ہوگی (۲) حدیث میں ہے۔**عن ابی ذر الغفاری قال قال رسول الله ﷺ ان الله تجاوز لی عن امتی الخطاء والنسيان وما استكرهوا عليه** (ابن ماجہ شریف،نمبر ۲۰۴۳) **حدثتنی عائشه ان رسول الله ﷺ قال لا طلاق ولا عتاق فی اغلاق** (ج) ابن ماجہ شریف،باب طلاق المکرّہ والناسی ص ۲۹۳ نمبر ۲۰۴۶/سنن للبیہقی،باب ماجاء فی طلاق المکرّہ ج سابع،ص ۵۸۵،نمبر ۱۵۰۹۷) (۳) اثر میں ہے۔**وقال ابن عباس طلاق السكران والمستكره ليس بجائز** (د) (بخاری شریف،باب الطلاق فی الاغلاق والکرہ ص ۷۹۳ نمبر ۵۲۶۹/سنن للبیہقی،باب ماجاء فی طلاق المکرّہ ج سابع ص ۵۸۶،نمبر ۱۵۱۰۲) اس سے معلوم ہوا کہ زبردستی لی ہوئی طلاق واقع نہیں ہوگی۔

---

حاشیہ : (الف) حضرت ابراہیم نے فرمایا زبردستی کئے ہوئے کی طلاق جائز ہے۔بات یہ ہے کہ اپنی جان کے بدلے طلاق کا فدیہ دیا (ب) حضرت عمرؓ نے فرمایا آدمی اپنی ذات سے محفوظ نہیں ہے۔اگر اس کو تکلیف دی جائے یا باندھا جائے یا مارا جائے (ج) آپؐ نے فرمایا اللہ تعالی نے میری امت سے غلطی،بھول اور جو اس پر زبردستی کی گئی ہے ان کو معاف کیا ہے۔اور حضرت عائشہؓ نے بیان کیا کہ حضورؐ نے کہا زبردستی میں نہ طلاق واقع ہوگی اور نہ آزادگی واقع ہوگی (د) حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا نشہ میں مست اور زبردستی کئے ہوئی کی طلاق جائز نہیں ہے۔

**[۱۹۲۰] (۳۶) والسکران واقع [۱۹۲۱] (۳۷) ویقع الطلاق اذا قال نویت به الطلاق**

**[۱۹۲۲] (۳۸) ویقع طلاق الاخرس بالاشارۃ.**

---

[۱۹۲۰] (۳۶) اور نشہ میں مست کی طلاق واقع ہوگی۔

**تشریح** اگر دوا کی وجہ سے نشہ آیا اور اس میں مست ہو کر طلاق دی تو طلاق واقع نہیں ہوگی۔لیکن جان بوجھ کر نشہ پیا اور اس کی وجہ سے مست ہو کر طلاق دی تو واقع ہو جائے گی۔

**وجہ** اثر میں ہے۔**عن مجاھد قال طلاق السکران جائز** (الف) اور یہی رائے حضرت عطاء، حضرت حسن، محمد ابن سیرین، عمر ابن عبد العزیز، حضرت ابراہیم نخعی اور سعید بن مسیّب وغیرہ کی ہے (مصنف ابن ابی شیبۃ ۳۴ من اجاز طلاق السکران ج رابع، ص ۷۸، نمبر ۱۷۹۵۱ / سنن للبیہقی، باب من قال یجوز طلاق السکران وعتقہ ج سابع، ص ۵۸۹، نمبر ۱۵۱۱۲) ان اثروں سے معلوم ہوا کہ سکر کی حالت میں دی ہوئی طلاق واقع ہوگی۔

**فائدہ** امام شافعی فرماتے ہیں کہ نشہ کی حالت میں دی ہوئی طلاق واقع نہیں ہوگی۔

**وجہ** (۱) عقل زائل ہو چکی ہے اور پہلے گزر چکا ہے کہ عقل کے زائل ہونے کے بعد کسی چیز کا اعتبار نہیں ہے۔**رفع القلم عن ثلاثۃ عن النائم حتی یستیقظ وعن الصبی حتی یحتلم وعن المجنون حتی یعقل** (ب) (ابوداؤد شریف، باب المجنون یسرق او یصیب حداص ۲۵۶ نمبر ۴۴۰۳) اور نشہ والے کی بھی عقل زائل ہوگئی ہے اس لئے اس کی طلاق کا اعتبار نہیں ہے (۲) اثر میں ہے۔**وقال عثمان لیس لمجنون ولا لسکران طلاق** (ج) (بخاری شریف، باب الطلاق فی الاغلاق والکرہ والسکران والمجنون وامرھما، ص ۷۹۳ نمبر ۵۲۶۹ / سنن للبیہقی، باب من قال لا یجوز طلاق السکران ولا عتقہ ج سابع، ص ۵۸۹، نمبر ۱۵۱۱۳ / مصنف ابن ابی شیبۃ ۳۵ من کان لا یری طلاق السکران جائز ج رابع، ص ۷۹، نمبر ۱۷۹۶۷) ان آثار سے معلوم ہوا کہ نشہ میں مست آدمی کی طلاق واقع نہیں ہوگی۔

[۱۹۲۱] (۳۷) مست آدمی طلاق کہہ کر یہ کہے کہ میں نے اس سے طلاق کی نیت کی تو طلاق واقع ہوگی۔

**تشریح** اس عبارت کا مطلب شاید یہ ہے کہ نشہ آور آدمی طلاق کا لفظ بول کر یوں کہے کہ میں نے اس سے طلاق کی نیت کی ہے تب طلاق واقع ہوگی۔باقی تفصیل کا علم نہیں ہے۔

[۱۹۲۲] (۳۸) گونگے کی طلاق اشارہ سے واقع ہوگی۔

**وجہ** اس کا تمام کام اشارے سے ہی ہوتے ہیں۔اس لئے طلاق بھی اشارے سے ہی واقع ہوگی۔اس کا اشارہ ضرورت کے موقع پر کلام کے درجے میں ہے۔حدیث میں ہے۔**عن سھل قال رسول اللہ ﷺ انا وکافل الیتیم فی الجنۃ ھکذا واشار بالسبابۃ والوسطی وفرج بینھما شیئا** (بخاری شریف، باب اللعان ص... نمبر ۵۳۰۴) حدیث میں انگلی کے اشارے سے قربت کو بتایا (۳) قال

---

حاشیہ : (الف) مجاہد نے فرمایا نشہ میں مست کی طلاق جائز ہے (ب) تین آدمیوں سے قلم اٹھا لیا گیا ہے۔سونے والے سے یہاں تک کہ بیدار ہو جائے، بچے سے یہاں تک کہ بالغ ہو جائے اور مجنون سے یہاں تک کہ عقلمند ہو جائے (ج) حضرت عثمان نے فرمایا مجنون اور نشہ میں مست کی طلاق نہیں ہے۔

[۱۹۲۳] (۳۹) واذا اضاف الطلاق الی النکاح وقع عقیب النکاح مثل ان یقول ان

ابراهیم الاخرس اذا کتب الطلاق بیده لزمه وقال حماد الاخرس والاصم ان قال برأسه جاز (بخاری شریف، باللعان نمبر ۵۳۰۰) اس اثر میں ہے گونگے اشارے سے کہے تب بھی طلاق واقع ہوگی (۴) لکھنا بھی ایک قسم کا اشارہ ہے اور لکھنے سے طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ اس لئے اشارے سے بھی طلاق واقع ہو جائے گی۔ لکھنے سے طلاق واقع ہونے کی دلیل یہ اثر ہے۔ عن الزهری قال اذا کتب الیها بطلاقها فقد وقع الطلاق علیها فان جحد بطلاقها استحلف (الف) (مصنف عبدالرزاق، باب الرجل یکتب الی امرأته بطلاقها ج سادس ص ۴۱۳ نمبر ۱۱۴۳۳ر مصنف ابن ابی شیبة ۱۴۱ فی الرجل یکتب طلاق امرأته بیده ج رابع، ص ۸۱، نمبر ۱۷۹۹۲) اس اثر میں لکھنے سے طلاق واقع ہونے کا ثبوت ہے۔

[۱۹۲۳] (۳۹) اگر طلاق کو منسوب کیا نکاح کی طرف تو طلاق واقع ہوگی نکاح کے بعد۔ مثلا یوں کہے اگر میں نے شادی کی تو تجھ کو طلاق ہے۔ یا ہر وہ عورت جس سے شادی کروں اس کو طلاق ہے۔

**تشریح** ایک تو صورت یہ ہے کہ نکاح سے پہلے ہی طلاق دے تو اس سے طلاق نہیں ہوگی۔ مثلا اجنبیہ سے کہے کہ تجھ کو طلاق۔ پھر دو دن بعد اس سے شادی کرے تو اجنبیہ کو طلاق واقع نہیں ہے۔ کیونکہ حدیث میں اس طلاق کو کالعدم قرار دیا ہے۔ لیکن نکاح کی شرط پر طلاق معلق کرے تو حنفیہ کے نزدیک طلاق واقع ہوگی۔

**وجہ** ابھی اجنبی ہونے کی حالت میں طلاق نہیں دینا ہے بلکہ بیوی ہونے کی شرط پر طلاق کیا ہے۔ اور جزا پانے پر طلاق کا انعقاد جائز ہے (۲) اثر میں اس کا ثبوت ہے۔ ان رجلا اتی عمر بن الخطاب فقال کل امرأة اتزوجها فهی طالق ثلاثا فقال له عمر فهو کما قلت (ب) (مصنف عبدالرزاق، نمبر ۱۱۴۷۴) عن ابراهیم قال اذا وقت امرأة او قبیلة جاز، واذا عم کل امرأة فلیس بشیء (ج) (مصنف عبدالرزاق، باب الطلاق قبل النکاح ج سادس، ص ۴۲۱ نمبر ۱۱۴۷۱ر مصنف ابن ابی شیبة ۱۶ من کان یوقعه علیه ویلزمه الطلاق اذا وقت ج رابع، ص ۶۶، نمبر ۱۷۸۳۲ر کتاب الاثار لامام محمد، باب من قال ان تزوجت فلانة فهی طالق ص ۱۱۰، نمبر ۵۰۸) اس اثر سے معلوم ہوا کہ نکاح پر طلاق کو معلق کرے تو شرط پانے پر طلاق واقع ہوگی۔

**فائدہ** امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ نکاح سے پہلے طلاق نہیں ہے۔ اس لئے نکاح کی شرط پر معلق کر کے طلاق دینے سے بھی واقع نہیں ہوگی۔

**وجہ** حدیث میں اس کا ثبوت ہے۔ عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده ان النبی ﷺ قال لا طلاق الا فیما تملک ولا عتق الا فیما تملک (د) (ابو داؤد شریف، باب فی الطلاق قبل النکاح ص ۳۰۵ نمبر ۲۱۹۰ر ترمذی شریف، باب ماجاء لاطلاق قبل النکاح

---

حاشیہ : (الف) حضرت زہری نے فرمایا اگر عورت کو طلاق لکھ کر بھیجے تو اس پر طلاق واقع ہوگی۔ اور اگر اس کا انکار کرے تو قسم لی جائے گی (ب) ایک آدمی عمر بن خطاب کے پاس آیا اور کہا جتنی عورت سے میں شادی کروں ان کو تین طلاق ہو۔ تو حضرت عمرؓ نے کہا اس نے جیسا کہا ویسا ہی ہوگا (ج) حضرت ابراہیم نے فرمایا اگر کسی عورت یا قبیلے کی تعیین کی تو جائز ہے۔ اور اگر ہر عورت کو عام کیا تو اس طلاق کا اعتبار نہیں ہے (د) آپؐ نے فرمایا جس کا مالک نہیں اس کو طلاق نہیں۔ اور جس کا مالک نہیں اس کو آزاد کرنا درست نہیں۔

**تزوجتک فانت طالق او قال کل امرأة اتزوجها فهی طالق[۱۹۲۴] (۴۰)واذااضافه الی شرط وقع عقیب الشرط مثل ان یقول لامرأته ان دخلت الدار فانت طالق[۱۹۲۵](۴۱)**

ص۲۲۳نمبر۱۱۸۱)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نکاح سے پہلے طلاق نہیں ہے(۲)عن علی ابن ابی طالب عن النبی ﷺ قال لا طلاق قبل النکاح (الف)(ابن ماجہ شریف، باب لا طلاق قبل النکاح ص۲۹۳نمبر۲۰۴۹)(۳) آیت میں بھی اس کا اشارہ ہے۔یا ایھا الذین آمنوا اذا نکحتم المؤمنات ثم طلقتموھن من قبل ان تمسوھن (ب)( آیت۴۹سورۃالاحزاب۳۳)اس آیت میں پہلے نکاح کا حکم ہے اس کے بعد طلاق کا، جس سے معلوم ہوا کہ نکاح سے پہلے طلاق نہیں ہوگی۔اس کے علاوہ عبد اللہ بن عباس، حضرت علی، حضرت سعید بن المسیب وغیرہ بہت سے ائمہ کے اقوال بخاری شریف میں ہیں( بخاری شریف، باب لا طلاق قبل النکاح ص۹۳۷نمبر ۵۲۶۹باب۹)جن سے معلوم ہوا کہ نکاح سے پہلے طلاق نہیں ہے۔

[۱۹۲۴](۴۰)اگر طلاق کو شرط کی طرف منسوب کیا تو واقع ہوگی شرط کے بعد مثلا بیوی سے یوں کہے اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو تم کو طلاق

تشریح طلاق کو شرط پر معلق کرتے وقت بیوی ہو اور اس کو کہے کہ اگر تم گھر میں داخل ہوئی تو تم کو طلاق ہے۔یا فلاں شرط پائی جائے تو تم کو طلاق ہے،تو شرط پائی جائے گی تو طلاق واقع ہوگی۔

وجہ معلق کرتے وقت ملک ہے اجنبیہ نہیں ہے اس لئے معلق کرنا جائز ہوگا(۲)حدیث میں اس کا اشارہ ہے۔عن عمر ابن شعیب عن ابیہ عن جدہ ان النبی ﷺ قال ... زاد ابن الصباح ولا وفاء نذر الا فیما تملک (ج)(ابوداؤد شریف، باب فی الطلاق قبل النکاح ص۳۰۵نمبر۲۱۹۰)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر نکاح کی ملکیت ہو تو نذر یا شرط پوری کی جاسکتی ہے(۲)اثر میں ہے۔عن الحسن قال اذا قال انت طالق اذا کان کذا وکذاالامر لا یدری ایکون ام لا،فلیس بطلاق حتی یکون ذلک ،وله ان یطأها فیما بین ذلک وان مات قبل ما اجل توارثا (د)(مصنف عبد الرزاق، باب الطلاق الی اجل ج سادس،ص۳۸۷نمبر ۱۱۳۱۵ر مصنف ابن ابی شیبۃ ۹ فی الرجل یقول لامرأته ان دخلت ھذہ الدار فانت طالق فتدخل ولا یعلم ج رابع ،ص۶۱، نمبر۱۷۷۸۱رسنن للبیہقی ، باب الطلاق بالوقت والفعل ج سابع ،ص۵۸۳ ،نمبر۱۵۰۹۰)اس اثر سے معلوم ہوا کہ شرط پائی جائے تو طلاق واقع ہوگی۔

[۱۹۲۵](۴۱)اور نہیں صحیح ہے طلاق کو منسوب کرنا مگر یہ کہ قسم کھانے والا مالک ہو یا اس کو اپنی ملک کی طرف منسوب کرے۔

تشریح طلاق کو شرط پر معلق کرنے سے اسی وقت طلاق واقع ہوگی جب معلق کرتے وقت بیوی ہو یا ابھی بیوی تو نہ ہو لیکن بیوی ہونے پر معلق کرے جیسے اوپر گزرا کہ اگر میں شادی کروں تو طلاق۔لیکن اگر ابھی بیوی نہ ہو اور نہ شادی کرنے پر معلق کرے تو طلاق واقع نہیں ہوگی۔

---

حاشیہ : (الف) آپؐ نے فرمایا نکاح سے پہلے طلاق نہیں (ب) اے ایمان والو! جب نکاح کرو مومن عورتوں سے پھر اس کو طلاق دو صحبت سے پہلے (ج) ابن الصباح نے یہ بھی زیادہ کیا نذر کا وفا نہیں مگر جس چیز کا مالک ہو (د) حضرت حسن نے فرمایا اگر کہے کہ تجھے طلاق ہے اگر ایسا ایسا ہو۔اور معاملہ کا علم نہیں کہ ہوگا یا نہیں تو طلاق نہیں ہے یہاں تک کہ وہ ہو جائے۔اور اس کے لئے جائز ہے کہ اس درمیان بیوی سے وطی کرے۔اور اگر مدت آنے سے پہلے مرجائے تو دونوں ایک دوسرے کے وارث ہوں گے۔

**ولا یصح اضافة الطلاق الا ان یکون الحالف مالکا او یضیفه الی ملکه[۱۹۲۶](۴۲) فان قال لاجنبیة ان دخلت الدار فانت طالق ثم تزوجها فدخلت الدار لم تطلق [۱۹۲۷](۴۳) والفاظ الشرط ان واذا واذاما وکل وکلما ومتی ومتی ما[۱۹۲۸](۴۴) ففی کل هذه الالفاظ ان وجد الشرط انحلت الیمین ووقع الطلاق[۱۹۲۹](۴۵) الا فی**

---

**وجہ** پہلے حدیث گزر چکی ہے۔عن عمر ابن شعیب ان النبی ﷺ قال لا طلاق الا فیما تملک (الف)(ابوداؤد شریف، باب فی الطلاق قبل النکاح ص ۳۰۵ نمبر ۲۱۹۰ رترمذی شریف، نمبر ۱۱۸۱)

[۱۹۲۶](۴۲) پس اگر اجنبی سے کہا کہ اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو تم کو طلاق ہے۔ پھر اس سے شادی کی پھر گھر میں داخل ہوئی تو طلاق نہیں ہوگی

**تشریح** یہ مسئلہ اوپر کے قاعدے پر متفرع ہے کہ اگر بیوی بھی نہ ہو اور نہ شادی کی طرف منسوب کرے تو طلاق واقع نہیں ہوگی۔ چنانچہ اجنبیہ عورت سے کہا کہ اگر تم گھر میں داخل ہوئی تو تم کو طلاق ہے۔ اس کے بعد اس سے شادی کی۔ اور شادی کے بعد وہ اس گھر میں داخل ہوئی پھر بھی پچھلے قول کی وجہ سے اس کو طلاق واقع نہیں ہوگی۔

**وجہ** کیونکہ شرط پر معلق کرتے وقت نہ بیوی تھی اور نہ بیوی ہونے پر معلق کیا تھا (۲) حدیث گزر گئی۔ عن علی عن النبی ﷺ قال لا طلاق قبل النکاح (ب)(ابن ماجہ شریف، ص ۲۹۳ نمبر ۲۰۴۹)

[۱۹۲۷](۴۳) عربی میں یہ الفاظ شرط کے ہیں۔ ان اور اذا اور اذاما اور کل اور کلما اورمتی اور متی ما.

**تشریح** عربی میں یہ الفاظ شرط کے ہیں۔ ان سے شرط کا انعقاد ہوتا ہے۔

**وجہ** آیت میں ہے۔ وان تعدوا نعمة الله لا تحصوها (آیت ۳۴ سورۃ ابراہیم ۱۴) اس آیت میں ان شرط کے معنی میں ہے۔ اذا کے بارے میں یہ آیت ہے۔ اذا طلقتم النساء فطلقوهن لعدتهن (ج)(آیت ا سورۃ الطلاق ۶۵) اسی پر باقی حروف کو قیاس کر لیں۔

[۱۹۲۸](۴۴) پس ان الفاظ میں اگر شرط پائی گئی تو قسم پوری ہو جائے گی اور طلاق واقع ہو جائے گی۔

**تشریح** کلما کے علاوہ شرط کے ان الفاظ میں ایک مرتبہ شرط پائی گئی تو ایک مرتبہ طلاق واقع ہو جائے گی اور بس۔ لیکن اگر اس کے بعد دوبارہ شرط پائی گئی تو دوبارہ طلاق واقع نہیں ہوگی۔

**وجہ** اس لئے کہ ان الفاظ میں تکرار اور بار بار ہونے کے معنی نہیں ہے۔ اس لئے ایک مرتبہ طلاق واقع ہو کر قسم ختم ہو جائے گی۔

[۱۹۲۹](۴۵) مگر لفظ کلما کہ اس میں طلاق مکرر ہوگی شرط کے مکرر ہونے کی وجہ سے، یہاں تک کہ واقع ہوگی تین طلاقیں۔

**تشریح** کلما میں تکرار کے معنی ہیں اس لئے ایک مرتبہ شرط پائی جائے اور ایک طلاق واقع ہو جائے اس پر بس نہیں ہوگا بلکہ تین مرتبہ شرط پائی

---

حاشیہ : (ج) حضورؐ نے فرمایا جس کا مالک نہیں اس پر طلاق واقع نہیں ہوگی (ب) آپؐ نے فرمایا نکاح سے پہلے طلاق نہیں (ج) اگر عورت کو طلاق دو تو عدت گزارے ایسے وقت اس کو طلاق دو۔

**كلما فان الطلاق يتكرر بتكرر الشرط حتى يقع ثلث تطليقات[١٩٣٠](٤٦) فان تزوجها بعد ذلك وتكرر الشرط لم يقع شيء[١٩٣١](٤٧) وزوال الملك بعد اليمين لا يبطلها[١٩٣٢](٤٨) فان وجد الشرط في ملك انحلت اليمين ووقع**

جائے اور تین طلاق واقع ہو تب اس کا تقاضہ ختم ہوگا۔

**وجہ** کلما میں تکرار کے معنی ہے اس کے لئے یہ آیت ہے۔ کلما نضجت جلودهم بدلنا هم جلودا غيرها ( آیت ۵۶ سورۃ النساء ۴ ) اس آیت میں کلما بار بار کے لئے آیا ہے کہ جب جب جہنمیوں کی کھال پکے گی اللہ ہر بار اس کی کھال کو بدل دیں گے۔

**نوٹ** البتہ یہ ضروری ہے کہ بیوی ہو اور گھر میں داخل ہو تب طلاق واقع ہوگی۔ اگر بیوی نہ ہو اور شرط پائی گئی تو طلاق واقع نہیں ہوگی (۲) اثر میں ہے۔ سألت الحكم وحمادا عن رجل قال لامرأته انت طالق كلما شئت قال الحكم كلما شائت فهي طالق (الف) ( مصنف ابن ابی شیبۃ ۲۱۶ فی رجل قال لامرأتہ انت طالق کلما شئت ج رابع ، ص ۷۱ ، نمبر ۱۹۰۸۴ ) اس اثر میں ہے کہ تین طلاق تک جب چاہے گی عورت طلاق دے سکتی ہے۔ کیونکہ کلما تکرار کا تقاضہ کرتا ہے۔

[۱۹۳۰] ( ۴۶ ) پس اگر اس سے شادی کی اس کے بعد اور شرط مکرر ہوئی تو کچھ واقع نہیں ہوگی۔

**تشریح** شوہر نے کلما استعمال کیا تھا۔ اس کے بعد تین مرتبہ شرط پائی گئی اور تین مرتبہ عورت پر طلاق واقع ہوئی۔ اس کے بعد عورت نے دوسرے شوہر سے شادی کی پھر اس نے طلاق دی اور اس عورت نے پہلے شوہر سے شادی کی اور چوتھی مرتبہ شرط پائی گئی تو اب چوتھی مرتبہ طلاق واقع نہیں ہوگی۔

**وجہ** اس کی وجہ یہ ہے کہ کلما کا تقاضہ ملک اول تک ہے۔ اور تین طلاق کے بعد ملک اول بالکل ختم ہوگئی اس لئے زوج ثانی کے بعد جب پہلے شوہر کے پاس آئی تو کلما کا اثر ختم ہو چکا تھا۔ اس لئے اب گھر میں داخل ہونے سے طلاق واقع نہیں ہوگی۔

**اصول** یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ ملک اول تک کلما کا تقاضہ رہتا ہے اس کے بعد ختم ہو جاتا ہے۔

[۱۹۳۱] ( ۴۷ ) قسم کے بعد ملک کا زائل ہونا قسم کو باطل نہیں کرتا۔

**تشریح** قسم کھانے کے بعد مثلا بیوی کو طلاق دیدی اور ملک زائل ہوگئی پھر بھی شرط اور قسم ختم نہیں ہوگی بلکہ اگر شرط پائی گئی تو اس کا اثر ہوگا۔ مثلا بیوی سے کہا تھا کہ اگر گھر میں داخل ہوئی تو طلاق، اب شوہر نے الگ سے طلاق بائنہ دے کر الگ کر دیا اس حال میں بیوی گھر میں داخل ہوئی تو شرط کا تقاضہ پورا ہو گیا۔ اب دوبارہ اس شوہر سے شادی کرے اور گھر میں داخل ہو تو طلاق واقع نہیں ہوگی۔

[۱۹۳۲] ( ۴۸ ) پس اگر ملک میں شرط پائی گئی تو قسم پوری ہو جائے گی اور طلاق واقع ہوگی۔

**تشریح** اگر بیوی رہتے ہوئے شرط پائی گئی یعنی مثلا گھر میں داخل ہوئی تو طلاق واقع ہوگی اور قسم بھی پوری ہو جائے گی۔ اب اگر دوبارہ گھر میں

---

حاشیہ : (الف) حضرت حکم اور حماد سے پوچھا کہ ایک آدمی نے اپنی بیوی سے کہا، تجھ کو طلاق ہے جب جب تو چاہے، حضرت حکم نے فرمایا جب جب چاہے گی طلاق واقع ہوگی۔

**الطلاق[١٩٣٣](٤٩) وان وجد في غير الملك انحلت اليمين ولم يقع شيء[١٩٣٤](٥٠) واذا اختلفا في وجود الشرط فالقول قول الزوج فيه الا ان تقيم المرأة البينة [١٩٣٥](٥١)فان كان الشرط لا يعلم الا من جهتها فالقول قولها في حق**

---

داخل ہوگی تو اب دوسری مرتبہ طلاق واقع نہیں ہوگی۔

**وجہ** کیونکہ شرط پوری ہوگئی۔

[١٩٣٣](٤٩)اور اگر ملک کے علاوہ میں شرط پائی گئی تو قسم پوری ہو جائے گی اور کچھ واقع نہیں ہوگی۔

**تشریح** شرط ایسے وقت پائی گئی جبکہ شوہر کی ملکیت نہیں تھی یعنی عورت بیوی نہیں تھی۔اس کو طلاق بائنہ دیکر الگ کر دیا تھا تو طلاق واقع نہیں ہوگی۔لیکن شرط چونکہ پائی گئی اس لئے اب شرط ختم ہو جائے گی۔

**وجہ** طلاق تو اس لئے نہیں ہوگی کہ عورت اس وقت بیوی نہیں رہی تھی۔اور شرط اس لئے ختم ہو جائیگی کہ اس میں بار بار کا تقاضہ نہیں ہے۔اس لئے ایک بار ہو کر ختم ہو جائے گی۔اسی کو انحلت الیمین کہتے ہیں۔

[١٩٣٤](٥٠)اگر شرط کے پانے میں دونوں اختلاف کر دے تو شوہر کے قول کا اعتبار ہوگا مگر یہ کہ عورت بینہ قائم کر دے۔

**تشریح** شرط کے پانے میں اختلاف ہوگیا۔عورت کہتی ہے کہ شرط پائی گئی اس لئے مجھے طلاق واقع ہوگئی۔اور مرد کہتا ہے کہ شرط نہیں پائی گئی اس لئے طلاق واقع نہیں ہوئی تو ایسی صورت میں اگر کوئی بینہ نہ ہو تو شوہر کی بات قسم کے ساتھ مانی جائے گی۔ہاں اگر عورت نے بینہ اور گواہی پیش کر دی تو عورت کے مطابق فیصلہ ہوگا۔

**وجہ** اس صورت میں عورت شرط پائے جانے اور طلاق واقع ہونے کی مدعیہ ہے۔اس لئے اس پر بینہ لازم ہے۔اور شوہر مدعی علیہ ہے اور منکر ہے۔اس لئے اگر بینہ نہ ہو تو قسم کے ساتھ اس کی بات مان لی جائے گی (٢) البينة على من ادعى واليمين على من انكر کئی مرتبہ گزر چکا ہے (دار قطنی ،نمبر ٣١٦٦)

[١٩٣٥](٥١)اگر شرط کا علم نہیں ہو سکتا ہو مگر عورت کی جانب سے تو عورت کے قول کا اعتبار ہے اس کی ذات کے حق میں۔

**تشریح** شوہر نے ایسی شرط پر طلاق معلق کی جو عورت ہی کو معلوم ہو سکتی ہو مثلا حیض آنے پر طلاق معلق کی ہو تو خود عورت کے حق میں اس کی بات مان لی جائے گی دوسرے کے حق میں نہیں۔

**وجہ** اثر سے پتہ چلتا ہے کہ عورت کی ذات کے سلسلے میں اس کی بات مانی جائے گی۔عن ابى قال ان من الامانة ان المرؤة اؤ تمنت على فرجها (الف) مصنف ابن ابی شیبة ٢٨٠ من قال اؤتمنت المرأة على فرجها ج رابع ،ص ٢٠٥ ،نمبر ١٩٢٨٤)(٢)عن الشعبى قال جاء رجل الى على بن ابى طالب فقال انى طلقت امرأتى فجائت بعد شهرين فقالت قد انقضت عدتى وعند على

---

حاشیہ : (الف) حضرت ابی نے فرمایا امانت میں سے یہ بھی ہے کہ عورت اپنی شرمگاہ پر امین ہے۔

**نفسها[۱۹۳۶](۵۲) مثل ان یقول ان حضت فانت طالق فقال قد حضت طلقت[۱۹۳۷](۵۳) وان قال لها اذا حضت فانت طالق وفلانة معک فقالت قد حضت طلقت هی ولم تطلق فلانة[۱۹۳۸](۵۴) واذا قال لها اذا حضت فانت طالق فرأت الدم**

شریح فقال قل فیها قال وانت شاهد یا امیر المؤمنین قال نعم قال ان جاء ت ببطانة من اهلها من العدول یشهدون انها حاضت ثلاث حیض والا فهی کاذبة فقال علی قالون بالرومیة ای اصبت (الف)(سنن للبیهقی، باب تصدیق المرأۃ فیما یمکن فیہ انقضاء عدتھا ج سابع، ص ۶۸۷، نمبر ۱۵۴۰۵ / مصنف ابن ابی شیبۃ ۲۸۰ من قال اؤتمنت المرأۃ علی فرجھا ج رابع، ص ۲۰۶، نمبر ۱۹۲۸۹) اس اثر سے پتہ چلا کہ عورت کی ذات کے بارے میں اس کی بات مان لی جائے گی۔ کیونکہ حیض ختم ہونے کے بارے میں حضرت علیؓ نے عورت کی بات مان لی (۳) آیت میں اس کا اشارہ ہے۔ ولا یحل لهن ان یکتمن ما خلق الله فی ارحامهن (ب)(آیت ۲۲۸ سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت کے اشارے سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ عورت کے بارے میں اس کی بات مانی جائے گی۔ کیونکہ قرآن نے یوں کہا کہ عورتوں کو ان کے رحموں کے بارے میں چھپانا نہیں چاہئے۔

[۱۹۳۶](۵۲) مثلا یوں کہے اگر تجھے حیض آئے تو تم کو طلاق ہے، پس اس نے کہا مجھے حیض آیا تو طلاق واقع ہوگی۔

**وجہ** شوہر نے کہا کہ اگر تم کو حیض آئے تو تم کو طلاق اور عورت نے کہا کہ مجھے حیض آیا ہے تو اس کے کہنے پر اعتماد کرتے ہوئے طلاق واقع کر دی جائے گی۔

[۱۹۳۷](۵۳) اور اگر بیوی سے کہا اگر تجھے حیض آئے تو تجھے طلاق اور تمہارے ساتھ فلانہ کو طلاق۔ پس عورت نے کہا مجھے حیض آ گیا تو اس عورت کو طلاق واقع ہوگی اور فلاں کو طلاق واقع نہیں ہوگی۔

**تشریح** شوہر نے کہا کہ اگر تجھے حیض آئے تو تجھے بھی طلاق اور تمہارے ساتھ تمہاری شوکن رشیدہ کو بھی طلاق۔ اس کے بعد عورت نے کہا کہ مجھے حیض آ گیا تو اس کہنے پر صرف اسی عورت کو طلاق واقع ہوگی اور شوکن رشیدہ کو طلاق واقع نہیں ہوگی۔

**وجہ** عورت کو تو اس لئے طلاق واقع ہوگی کہ اس کی بات پر اس کی ذات کے بارے میں اعتماد کر کے طلاق واقع کی گئی۔ لیکن دوسرے پر طلاق واقع کرنے کے لئے مکمل گواہی دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی چاہئے۔ جو نہیں ہوئی اس لئے شوکن رشیدہ پر طلاق واقع نہیں ہوگی

**اصول** یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ دوسروں پر طلاق واقع کرنے کے لئے مکمل رکن شہادت چاہئے۔

[۱۹۳۸](۵۴) اگر عورت سے کہا کہ اگر تجھے حیض آئے تو تجھے طلاق۔ پس خون دیکھا تو طلاق واقع نہیں ہوگی یہاں تک کہ خون تین دن تک

---

حاشیہ : (الف) حضرت شعبی نے فرمایا ایک آدمی حضرت علی کے پاس آیا اور کہا میں نے اپنی بیوی کو طلاق دی۔ وہ دو ماہ کے بعد آئی اور کہنے لگی کہ میری عدت ختم ہو چکی ہے۔ اور حضرت علی کے پاس قاضی شریح تھے تو حضرت علی نے فرمایا اس بارے میں آپ بتائیں۔ انہوں نے کہا آپؓ امیر المؤمنین گواہ ہیں؟ فرمایا ہاں! قاضی شریح نے فرمایا اگر عورت کے اہل خانہ میں سے عادل آدمی گواہی دیں کہ تین حیض آ گئے ہیں تو ٹھیک ہے ورنہ وہ جھوٹی ہے۔ حضرت علی نے رومی زبان میں فرمایا قالون یعنی آپ نے ٹھیک فتوی دیا (ب) اور عورتوں کے لئے حلال نہیں ہے کہ چھپائے جو اللہ نے ان کے رحموں میں پیدا کیا۔

**لم یقع الطلاق حتی یستمر الدم ثلثة ایام فاذا تمت ثلثة ایام حکمنا بوقوع الطلاق من حین حاضت[١٩٣٩](٥٥) وان قال لها اذا حضت حیضة فان طالق لم تطلق حتی تطهر من حیضها[١٩٤٠](٥٦) وطلاق الامة تطلیقتان وعدتها حیضتان حرا کان زوجها او**

---

جاری رہے۔ پس جب تین دن پورے ہو جائیں تو ہم حکم لگائیں گے وقوع طلاق کا جس وقت سے حائضہ ہوئی ہے۔

**تشریح** شوہر نے حیض آنے پر طلاق معلق کیا۔ پس تھوڑا سا خون آیا تو معلوم نہیں ہوگا کہ حیض کا خون ہے یا استحاضہ کا اس لئے تین دن تک انتظار کیا جائے گا۔ جب تین دن تک آیا تو پتہ چلا کہ یہ حیض کا خون ہے۔ اب طلاق کا حکم لگائیں گے۔ لیکن چونکہ حیض کے پہلے ہی خون پر طلاق کا مدار تھا اس لئے پہلے خون کے وقت ہی سے مطلقہ شمار ہوگی۔

**وجہ** طلاق حیض پر معلق کیا ہے اور حیض کا پتہ تین دن کے بعد چلے گا اس لئے تین دن تک انتظار کیا جائے گا (٢) اثر میں ہے کہ حیض کی کم سے کم مدت تین دن ہے۔ **سمعت خالد بن سعدان قال اقل ما تکون حیضة المرأة ثلاثة ایام وآخرها عشرة** (الف) (مصنف ابن ابی شیبة ٢٨١ ما قالوا فی الحیض ج رابع ص ٢٠٦، نمبر ١٩٢٩٢) اس اثر سے معلوم ہوا کہ کم سے کم حیض کی مدت تین دن ہے۔

[١٩٣٩] (٥٥) اگر عورت سے کہا کہ اگر تجھ کو ایک حیض آئے تو تجھے طلاق تو نہیں طلاق ہوگی یہاں تک کہ حیض سے پاک ہو جائے۔

**وجہ** چونکہ پورے ایک حیض آنے پر طلاق معلق کیا ہے اس لئے حیض سے پاک ہونے کے بعد طلاق واقع ہوگی۔ کیونکہ عبارت میں حیضة سے مراد ایک حیض ہے۔

**وجہ** اثر میں ہے۔ **عن الثوری قال فی رجل قال لامرأته اذا حضت حیضة فانت طالق او قال متی حضت فانت طالق قال اما التی قال اذا حضت فانت طالق فاذا دخلت فی الدم طلقت، واما التی قال متی حضت حیضه فحتی تغتسل من آخر حیضتها لانه لا یراجعها حتی تغتسل** (ب) (مصنف عبد الرزاق، باب الطلاق الی اجل ص ٣٨٨ نمبر ١١٣٢١)

[١٩٤٠] (٥٦) باندی کی طلاقیں دو ہیں اور اس کی عدت دو حیض ہیں آزاد ہو اس کا شوہر یا غلام۔

**وجہ** باندی کی نعمت آدھی ہوتی ہے اس لئے اس کی طلاق بھی آزاد عورت سے آدی ہوگی۔ لیکن تین طلاق کی آدھی ڈیڑھ ہوتی ہے اور طلاق ڈیڑھ نہیں ہوگی تو دو کر دی گئی اس لئے دو طلاق ہوگی (٢) حدیث میں ہے۔ **عن عائشة عن النبی ﷺ قال طلاق الامة تطلیقتان وقروءها حیضتان** (الف) (ابو داؤد شریف، باب فی سنة طلاق العبد ص ٣٠٤ نمبر ٢١٨٩ / ترمذی شریف، باب ماجاء ان طلاق الامة تطلیقتان ص ٢٢٣ نمبر ١١٨٢) اس حدیث سے پتہ چلا کہ باندی کی طلاقیں دو ہیں۔ اور اس میں شوہر کے غلام اور آزاد کا تذکرہ نہیں ہے۔ اس

---

حاشیہ : (الف) حضرت خالد بن سعدان نے فرمایا عورت کا کم سے کم حیض تین دن ہے اور آخری دس دن (ب) حضرت ثوری نے فرمایا کسی نے اپنی بیوی سے کہا جب تم کو ایک حیض آ جائے تو طلاق ہے۔ یا کہا جب حیض آئے تو طلاق ہے۔ بہر حال جب کہے کہ جب حیض آئے تو طلاق ہے تو جوں ہی خون آئے تو طلاق واقع ہو جائے گی۔ اور جب کہا کہ تم کو ایک حیض آئے تو طلاق ہے تو جب تک آخری حیض کا غسل نہ کرلے۔ اس لئے کہ غسل سے پہلے تک رجعت نہیں کیا (ج) آپ نے فرمایا باندی کی طلاق دو ہیں اور اس کا قروء دو حیض ہیں (یعنی اس کی عدت دو حیض ہیں۔

**عبدا[۱۹۴۱](۵۷)وطلاق الحرة ثلاث حرا کان زوجها او عبدا[۱۹۴۲](۵۸) واذا طلق الرجل امرأته قبل الدخول بها ثلثا وقعن علیها[۱۹۴۳](۵۹) وان فرق الطلاق بانت بالاولی و لم تقع الثانیة والثالثة.**

لئے شوہر چاہے غلام ہو یا آزاد ہر حال میں وہ دو طلاقوں سے مغلظہ ہو جائے گی (۳) اثر میں ہے۔ **قال علی بن ابی طالب الطلاق بالنساء والعدة بهن** (الف) (موطا امام محمد باب طلاق الحرة تحت العبد ص ۲۵۵) اس اثر سے معلوم ہوا کہ طلاق اور عدت میں عورت کا اعتبار رہے گا۔

[۱۹۴۱] (۵۷) آزاد عورت کی طلاق تین ہیں اس کا شوہر آزاد ہو یا غلام۔

**تشریح** آزاد عورت کو زیادہ سے زیادہ تین طلاق دے سکتے ہیں۔ اسی سے وہ مغلظہ ہو جائے گی، اس سے زیادہ نہیں۔

**وجہ** اوپر اثر گزار چکا ہے کہ طلاق کا مدار عورت پر ہے۔ اس لئے عورت آزاد ہو تو تین طلاقوں سے مغلظہ ہوگی، شوہر چاہے آزاد ہو یا غلام۔

**وجہ** آیت میں ہے۔ **فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیره** (ب) (آیت ۲۳۰ سورة البقرة ۲) اس آیت میں تیسری طلاق کا تذکرہ ہے کہ اس کے بعد حلالہ کئے بغیر حلال نہیں ہوگی۔

[۱۹۴۲] (۵۸) اگر طلاق دی آدمی نے اپنی بیوی کو صحبت سے پہلے تین تو واقع ہو جائیں گی۔

**تشریح** صحبت سے پہلے بیک وقت تین طلاقیں دی تو تینوں واقع ہو جائیں گی۔ اور الگ الگ کر کے دی تو پہلی سے بائنہ ہو جائے گی اور باقی دو طلاقیں بیکار جائے گی۔

**وجہ** اثر میں ہے۔ **ان ابن عباس وابا هریرة وعبد الله بن عمرو بن العاص رضی الله تعالی عنهم سئلو عن البکر یطلقها زوجها ثلاثا فکلهم قال لا تحل له حتی تنکح زوجا غیره** (ج) (سنن للبیہقی، باب ماجاء فی طلاق التی لم یدخل بھا ج سابع ص ۵۸۱، نمبر ۱۵۰۸۳ رمصنف عبد الرزاق، باب طلاق البکر ج سادس ص ۳۳۱ نمبر ۱۱۰۶۴ رمصنف ابن ابی شیبة ۱۹ فی الرجل یقول لامرأته انت طالق انت طالق انت طالق قبل ان یدخل علیها متی یقع علیها ج رابع ص ۷۰، نمبر ۱۷۸۷۱)

[۱۹۴۳] (۵۹) اور اگر جدا جدا دیں تو بائنہ ہو جائے گی پہلی ہی سے اور دوسری اور تیسری واقع نہیں ہوگی۔

**وجہ** جس عورت سے صحبت نہیں کی ہے اس پر عدت نہیں ہے اس لئے ایک طلاق پڑتے ہی بائنہ ہو کر جدا ہو جائے گی اور بیوی نہیں رہے گی۔ اور جب بیوی نہیں رہی تو اگلی طلاق کیسے واقع ہوگی؟ (۲) اثر میں ہے۔ **عن ابن عباس فی رجل طلاق امرأته ثلاثا قبل ان یدخل بها قال عقدة کانت بیده ارسلها جمیعا واذا کان تتری فلیس شیء، قال سفیان تتری یعنی انت طالق انت**

---

حاشیہ : (الف) حضرت علی نے فرمایا طلاق کا مدار عورتوں پر ہے۔ اور عدت کا مدار بھی انہیں پر ہے (ب) پس اگر بیوی کو تیسری طلاق دی تو شوہر کے لئے حلال نہیں ہے جب تک کہ دوسرے شوہر سے شادی نہ کرے (ج) حضرت ابن عباس، ابو ہریرہ اور عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے پوچھا کہ باکرہ عورت کو اس کا شوہر تین طلاقیں دیدے؟ تو سبھی نے فرمایا وہ شوہر کے لئے حلال نہیں ہوگی جب تک کہ دوسرے شوہر سے شادی نہ کرے۔

[۱۹۴۴](۶۰) وان قال لها انت طالق واحدة وواحدة وقعت عليها واحدة

[۱۹۴۵](۶۱) ولو قال لها انت طالق واحدة قبل واحدة وقعت عليها واحدة

[۱۹۴۶](۶۲) وان قال لها واحدة قبلها واحدة وقعت عليها ثنتان[۱۹۴۷](۶۳) وان

---

طالق انت طالق فانها تبين بالاولى والثنتان ليستا بشيء (الف) (سنن للبیہقی، باب ماجاء فی طلاق التی لم یدخل بھا، ج سابع ص ۵۸۲، نمبر ۱۵۰۸۷ مصنف عبدالرزاق، باب طلاق البکر ج سادس ص ۳۳۳ نمبر ۱۱۰۷۰ مصنف ابن ابی شیبۃ ۱۹ فی الرجل یقول لامرأتہ انت طالق ج رابع ص ۷۰، نمبر ۱۷۸۷۱) اس اثر سے معلوم ہوا کہ جدا جدا طلاق دے تو پہلی طلاق سے بائنہ ہو جائے گی اور باقی بیکار جائیں گی۔

[۱۹۴۴] (۶۰) اگر بیوی سے کہا تجھے طلاق ہے ایک اور ایک تو اس پر واقع ہوگی ایک۔

**وجہ** چونکہ پہلے ایک کہا تو پہلی ہی طلاق میں غیر مدخول بھا بائنہ ہو کر چلی جائے گی اور بیوی باقی نہیں رہے گی۔ اس لئے اگلی طلاق واقع نہیں ہوگی۔

[۱۹۴۵] (۶۱) اگر عورت سے کہا تجھے طلاق ہے ایک، ایک سے پہلے تو واقع ہوگی ایک۔

**وجہ** یہ سب مسئلے اس اصول پر متفرع ہیں کہ غیر مدخول بہا کو ایک ساتھ دو طلاق واقع ہو جائیں تو دونوں واقع ہوں گی۔ اور اگر جدا جدا دینے کی شکل پیدا ہو جائے تو ایک طلاق واقع ہوگی اور دوسری طلاق بیکار ہوگی۔ اس صورت میں کہا تجھے ایک طلاق ہے تو وہ واقع ہوگئی اور دوسری واقع ہونے کا موقع نہیں رہا۔ اور چونکہ جدا جدا واقع ہوئی اس لئے ایک ہی طلاق واقع ہوگی۔

**اصول** ایک ساتھ دو ہوں تو دونوں واقع ہوں گی، اور جدا جدا ہو تو پہلی واقع ہوگی۔

[۱۹۴۶] (۶۲) اگر کہا اس کو طلاق ہے ایک اس کے پہلے ایک تو واقع ہوگی اس پر دو۔

**تشریح** قاعدہ یہ ہے کہ شوہر جس طلاق کو ٹکا کر دینا چاہتا ہے اس طلاق سے پہلے ایک ہو جائے تو چونکہ زمانۂ ماضی میں واقع نہیں ہوئی تو ساتھ ہو کر دو واقع ہو جائیں گی۔ اور جس طلاق کو ٹکا کر دینا چاہتا ہے اس کے بعد ایک ہو تو ٹکائی طلاق واقع ہوگی اور بعد والی طلاق کا محل باقی نہیں رہے گا اس لئے وہ واقع نہیں ہوگی۔ عبارت کے مسئلے میں ٹکا کر ایک طلاق دینا چاہتا ہے اور اس سے پہلے ایک دینا چاہتا ہے تو دونوں ساتھ ہو جائیں گی اور دو طلاق واقع ہو جائیں گی۔ اور جو طلاق ٹکا کر دینا چاہتا ہے اس کے بعد ایک ہو تو ٹکی ہوئی طلاق واقع ہوگی اور بعد والی کا محل باقی نہیں رہے گا۔

[۱۹۴۷] (۶۳) اور اگر کہا ایک اس کے بعد ایک تو واقع ہوگی اس پر ایک۔

**وجہ** یہاں ٹکا کر ایک دینا چاہتا ہے اور اس کے بعد ایک ہے تو ٹکی ہوئی طلاق واقع ہوئی اور اس کے بعد والی کا محل باقی نہیں رہا اس لئے ٹکی ہوئی

---

حاشیہ : (الف) حضرت ابن عباس سے منقول ہے کہ کوئی آدمی بیوی کو صحبت سے پہلے تین طلاقیں دے تو فرمایا اس کے ہاتھ میں عقد تھا جس کو ایک ساتھ چھوڑ دیا۔ اور اگر یکے بعد دیگرے دیتا تو کچھ حرج نہیں ہے۔ اور حضرت سفیان نے تنزی کے معنی بتایا کہ ترتیب کے ساتھ انت طالق، انت طالق، انت طالق کہے تو پہلی طلاق سے بائنہ ہوگی اور باقی دو کا کچھ اعتبار نہیں۔

**قال واحدة بعدها واحدة وقعت عليها واحدة[۱۹۴۸](۶۴) وان قال لها انت طالق واحدة بعد واحدة[۱۹۴۹](۶۵) او مع واحدة او معها واحدة وقعت ثنتان [۱۹۵۰] (۶۶) وان قال لها اذا دخلت الدار فانت طالق واحدة وواحدة فدخلت الدار وقعت**

ایک طلاق واقع ہوئی اور بعد والی بیکار گئی۔

[۱۹۴۸](۶۴) اور اگر کہے تجھے طلاق ہے ایک ایک کے بعد تو طلاق واقع ہوگی دو۔

**وجہ** ٹکا کر طلاق دی ایک لیکن یہ ٹکی ہوئی طلاق ایک طلاق کے بعد ہے تو چونکہ ٹکی ہوئی طلاق سے پہلے ایک طلاق ہوئی تو یہ طلاق ٹکی ہوئی کے ساتھ ہو جائے گی اور ملکر دو واقع ہوگی۔ اثر اور دلیل گزر چکی ہے۔

[۱۹۴۹](۶۵) یا ایک کے ساتھ، یا اس کے ساتھ ایک تو واقع ہوگی دو۔

**تشریح** ان دونوں صورتوں میں شوہر نے ٹکا کر جو طلاق دی ہے اس کے ساتھ ایک اور ہوگئی۔ اس لئے مل کر دو واقع ہوگی۔

**وجہ** گزر چکی ہے۔ ان ابن عباس وابا هريرة و عبد الله بن عمر سئلوا عن البكر يطلقها زوجها ثلاثا فكلهم قالوا لا تحلوا له حتى تنكح زوجا غيره (الف) (سنن للبیہقی، باب ماجاء فی طلاق التی لم یدخل بھاج سابع ،ص ۵۸۱، نمبر ۱۵۰۸۳ رمصنف عبد الرزاق، باب طلاق البکر، ج سادس، ص ۳۳۳ نمبر ۱۱۰۷۱)

[۱۹۵۰](۶۶) اگر عورت سے کہا اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو ایک طلاق اور ایک طلاق۔ پس داخل ہوئی گھر میں تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک واقع ہوگی اس پر ایک اور صاحبین نے فرمایا واقع ہوگی دو۔

**تشریح** اس صورت میں شرط کو مقدم کیا ہے بعد میں دو طلاقیں جدا جدا دی ہیں۔ اور دونوں کے درمیان حرف عطف واو ہے۔ اور واو کبھی جمع کے لئے آتا ہے اور کبھی ترتیب کے لئے آتا ہے۔ اگر ترتیب کے لئے ہو تو دونوں طلاقیں جدا جدا ہوئیں اس لئے امام ابو حنیفہؒ نے یہاں ترتیب کی رعایت کرتے ہوئے پہلی طلاق واقع کی اور دوسری کا محل باقی نہیں رہا اس لئے ایک ہی طلاق واقع ہوئی۔

**وجہ** طلاق دینا مبغوض ہے اس لئے ترتیب اور جمع میں شک ہونے کی وجہ سے ایک ہی طلاق واقع کرنا اچھا ہے اور ترتیب کا اعتبار کرنا بہتر ہے۔

**فائدہ** صاحبین فرماتے ہیں کہ دو طلاقیں واقع ہوں گی۔

**وجہ** واو مطلق جمع کے لئے آتا ہے اس لئے جمع کی رعایت کرتے ہوئے دونوں طلاقیں ایک ساتھ واقع ہوں گی۔

**نوٹ** اگر شرط مؤخر کردے اور یوں کہے **انت طالق واحدة وواحدة ان دخلت الدار** تو بالاتفاق دو طلاقیں واقع ہوں گی۔

**وجہ** اس عبارت میں **ان دخلت الدار** شرط مؤخر ہونے کی وجہ سے پہلی دونوں طلاقوں کو جمع کر دیا اس لئے دونوں ایک ساتھ واقع

حاشیہ : (الف) حضرت ابن عباس، ابو ہریرہ اور عبد اللہ بن عمر سے باکرہ کے بارے میں پوچھا کہ شوہر اس کو تین طلاقیں بیک وقت دے تو سب نے فرمایا کہ شوہر کے لئے حلال نہیں ہے جب تک دوسرے شوہر سے شادی نہ کرے۔

**علیها واحدة عند ابی حنیفة رحمه الله وقالا تقع ثنتان[۱۹۵۱](۶۷) وان قال لها انت طالق بمکة فهی طالق فی الحال فی کل البلاد[۱۹۵۲](۶۸) وکذلک اذا قال لها انت طالق فی الدار [۱۹۵۳](۶۹) وان قال لها انت طالق اذا دخلت بمکة لم تطلق حتی**

ہوں گی۔اور غیر مدخول بہا پر ایک ساتھ دو طلاقیں دیں تو دونوں واقع ہوتی ہیں۔

[۱۹۵۱](۶۷)اگر بیوی سے کہا تجھے طلاق ہے مکہ میں تو فی الحال طلاق واقع ہوگی تمام شہروں میں۔

**تشریح** یہ جملہ بولنے کے دو طریقے ہیں۔ایک تو یہ ہے کہ طلاق کو مکہ میں داخل ہونے کی شرط پر معلق کرے۔اس صورت میں اگر مکہ مکرمہ میں داخل ہوگی تو طلاق واقع ہوگی ورنہ نہیں۔اور دوسری صورت یہ ہے کہ داخل ہونے کی شرط پر معلق نہ کرے بلکہ بغیر شرط کے کہے کہ تم کو مکہ میں طلاق ہے تو چونکہ شرط پر معلق نہیں کیا اس لئے مکہ مکرمہ سے باہر بھی کسی شہر میں ہوگی تو فورا طلاق واقع ہو جائے گی۔

**وجہ** اگر طلاق کو شرط پر معلق نہ کرے تو طلاق کسی شہر کے ساتھ خاص نہیں ہوتی بلکہ ہر جگہ واقع ہوتی ہے۔اس لئے ہر جگہ واقع ہوگی اور فورا واقع ہوگی۔

[۱۹۵۲](۶۸)ایسے ہی اگر کہا کہ تجھے طلاق ہے گھر میں۔

**تشریح** اگر بیوی کو کہا کہ تجھے طلاق ہے گھر میں تو چونکہ گھر میں داخل ہونے کی شرط پر معلق نہیں کیا تو فورا ہی طلاق واقع ہوگی۔چاہے گھر میں داخل ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو۔

**وجہ** دونوں مسئلوں کی دلیل یہ اثر ہے۔**عن الحسن فی الرجل یقول لامرأته انت طالق الی سنة قال یقع علیها یوم قال** (الف)(مصنف ابن ابی شیبة ۲۲ فی الرجل یطلق امرأته الی سنة متی یعق علیها ج رابع ،ص ۷۱، نمبر ۱۷۸۸۲ رمصنف عبد الرزاق، باب الطلاق الی اجل ص ۳۸۷ نمبر ۱۱۳۱۷)اس اثر میں ہے کہ سال تک پر طلاق دی تو چونکہ سال آنے پر معلق نہیں کیا اس لئے اسی دن طلاق واقع ہوگی۔اسی طرح گھر اور مکہ میں داخل ہونے پر معلق نہیں کیا تو فورا طلاق واقع ہوگی۔

[۱۹۵۳](۶۹)اگر بیوی سے کہا تجھے طلاق ہے تو مکہ میں داخل ہو،تو نہیں طلاق ہوگی یہاں تک کہ مکہ میں داخل ہو جائے۔

**تشریح** مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کی شرط پر طلاق کو معلق کیا تو داخل ہونے سے پہلے طلاق واقع نہیں ہوگی۔

**وجہ** کیونکہ داخل ہونے کی شرط پر طلاق کو معلق کیا اس لئے اس سے پہلے واقع نہیں ہوگی (۲)اثر میں ہے۔**سئل عطاء عن رجل قال لامرأته انت طالق اذا ولدت أیصیبها بین ذلک ؟ قال نعم ولا تطلق حتی یاتی الاجل** (ب)(مصنف عبد الرزاق، باب الطلاق الی اجل، ج سادس، ص ۳۸۶ نمبر ۱۱۳۰۸ مصنف ابن ابی شیبة ۲۳ من قال لا یطلق حتی یحل الاجل ج رابع ص ۷۲، نمبر ۱۷۸۸۷ر

---

حاشیہ : (الف)حضرت حسن نے فرمایا کوئی آدمی اپنی بیوی سے کہے تجھ کو طلاق ہے ایک سال تک تو اس پر اسی دن طلاق واقع ہوگی جس دن کہا (ب)حضرت عطاء سے پوچھا،کوئی آدمی اپنی بیوی سے کہے تجھے طلاق ہے جب تم کو بچہ پیدا ہو تو کیا اس درمیان عورت سے وطی کر سکتا ہے؟ فرمایا ہاں! طلاق واقع نہیں ہوگی جب تک وقت نہ آ جائے یعنی بچہ نہ پیدا ہو جائے۔

**تدخل مكة [١٩٥٤](٧٠) وان قال انت طالق غدا وقع عليها الطلاق بطلوع الفجر الثاني[١٩٥٥](٧١) وان قال لامرأته اختاری نفسک ینوی بذلک الطلاق او قال لها**

---

سنن للبیہقی ، باب الطلاق بالوقت والفعل ج سابع ،ص ۵۸۳ ،نمبر ۱۵۰۹۲ )اس اثر سے معلوم ہوا کہ شرط پر معلق کرے تو شرط جب تک نہ پائی جائے طلاق واقع نہیں ہوگی۔

[۱۹۵۴](۷۰)اور اگر کہا کہ تجھے طلاق ہے کل تو اس پر طلاق واقع ہوگی صبح صادق کے طلوع ہونے سے۔

**تشریح روجہ** صبح صادق سے شروع ہو کر شام تک کو غد کہتے ہیں۔اس لئے غد یعنی کل پر طلاق معلق کی اور کوئی نیت نہیں کی تو اول وقت پر طلاق واقع ہوگی۔یعنی صبح صادق کے وقت طلاق واقع ہو جائے گی۔البتہ دن کے کسی اور حصے کی نیت کرے تو چونکہ اس کا احتمال رکھتا ہے اس لئے دیانت کے طور پر اس کی تصدیق کی جائے گی۔

﴿ تفویض طلاق کا بیان ﴾

**ضروری نوٹ** یہاں چار مسئلے ہیں (۱) اختاری نفسک ،اس صورت میں عورت نے شوہر کو چھوڑ کر اپنے آپ کو اختیا کیا تو ایک طلاق بائنہ واقع ہوگی۔لیکن مجلس ہی میں طلاق دے سکتی ہے مجلس کے بعد نہیں۔کیونکہ اختاری کا لفظ کنایہ ہے،اور کنایہ سے طلاق بائنہ واقع ہوتی ہے (۲) دوسرا لفظ ہے طلقی نفسک ،اس صورت میں عورت نے اپنے آپ کو طلاق دی تو طلاق رجعی واقع ہوگی۔کیونکہ اس میں طلاق صریح ہے۔لیکن یہ بھی مجلس کے ساتھ خاص ہوگی۔

**وجہ** کیونکہ اس صورت میں عورت کو طلاق کا مالک بنایا ہے وکیل نہیں بنایا ہے۔اور وہ مجلس کے ساتھ خاص ہوتا ہے (۳) تیسرا لفظ ہے امرک بیدک ،اس صورت میں بھی عورت نے اپنے آپ کو طلاق دی تو طلاق رجعی واقع ہوگی اور مجلس کے ساتھ خاص ہوگی۔اس کا حکم اور طلقی نفسک کا حکم ایک ہے (۴) اور چوتھا لفظ ہے کہ کسی اور آدمی سے کہا کہ طلق امرأتی ،تو اس میں دوسرے آدمی کو اپنی بیوی کو طلاق دینے کا وکیل بنایا ہے۔اس لئے اس کی تو کیل مجلس کے ساتھ خاص نہیں ہوگی بلکہ مجلس کے بعد بھی طلاق دینے کا اختیار رہوگا۔البتہ چونکہ طلاق صریح ہے اس لئے اس کے طلاق دینے سے طلاق رجعی واقع ہوگی۔تفصیل آگے آرہی ہے۔

[۱۹۵۵](۷۱)اگر اپنی بیوی سے کہا اپنے آپ کو اختیار کر لے اور اس سے طلاق کی نیت کی ،یا کہا کہ اپنے آپ کو طلاق دیدے تو اس کے لئے اختیار ہے کہ اپنے آپ کو طلاق دیدے جب تک اس مجلس میں ہے۔پس اگر اس مجلس سے کھڑی ہوگئی یا کسی اور کام میں لگ گئی تو اس کے ہاتھ سے اختیار نکل جائے گا۔

**تشریح** کسی نے اپنی بیوی سے کہا کہ اپنے آپ کو اختیار کر لے،یعنی اختیار کر کے جدا کر لے۔اور اس کہنے سے شوہر نے بیوی کو طلاق دے دینے کا اختیار دیا۔یا کہا کہ اپنے آپ کو طلاق دے لے تو مجلس میں رہنے تک اختیار کرنے کا اور طلاق دینے کا اختیار رہے گا اس کے بعد نہیں۔چنانچہ اگر وہ اس مجلس سے اٹھ کر کھڑی ہوئی یا کسی اور کام میں لگ گئی جس کو بھی مجلس بدلنا کہتے ہیں تو اس سے عورت کا اختیار ختم ہو جائیگا۔

**طلقی نفسک فلها ان تطلق نفسها مادامت فی مجلسها ذلک فان قامت منه او اخذت فی عمل آخر خرج الامر من یدها[١٩٥٦](٢٧) وان اختارت نفسها فی قوله اختاری**

وجہ مجلس کے ساتھ اختیار خاص ہوگا اس کی دلیل یہ اثر ہے۔عن مجاهد فی قول ابن مسعود قال اذا ملکها امرها فتفرقا قبل ان تقضی شیئا فلا امر لها (نمبر ۱۱۹۲۹) اور دوسرے قول میں ہے۔عن مجاهد قال اذا خیر الرجل امرأته فلم تخیر فی مجلسها فلیس بشیء (الف) (مصنف عبد الرزاق، باب الخیار والتملیک ما کانا فی مجلسهما ج سادس ص ۵۲۴ نمبر ۱۱۹۳۰ر مصنف ابن ابی شیبة ۵۸ ما قالوا فی الرجل یخیر امرأته فلاتختار حتی تقوم من مجلسها ج رابع ،ص ۹۲ ،نمبر ۱۸۱۰۴) اس اثر سے معلوم ہوا کہ مجلس تک ہی طلاق دینے کا اختیار رہے گا (۲) اس اختیار میں عورت کو طلاق کا مالک بنانا ہے اور مالک بنانے کا جواب مجلس میں چاہئے ورنہ قبول کرنے کا اختیار نہیں رہتا جیسا کہ بیع میں ہوتا ہے اس لئے مجلس کے بعد اختیار نہیں رہے گا۔

[۱۹۵۶] (۲۷) پس اگر عورت اختیار کر لے اپنے آپ کو اس کے قول اختاری نفسک میں تو ایک طلاق بائنہ ہوگی۔اور تین نہیں ہوگی اگر چہ شوہر اس کی نیت کرے۔

تشریح شوہر نے عورت سے اختاری نفسک کہا تھا۔اس صورت میں عورت نے اپنے آپ کو اختیار کر لیا یعنی اپنے آپ کو شوہر سے جدا کر لیا تو اس سے ایک طلاق بائنہ واقع ہوگی۔لیکن اس لفظ سے عورت تین طلاقیں دینا چاہے تو نہیں دے سکتی چاہے شوہر نے تین کی نیت کی ہو۔

وجہ (ا) یہ لفظ کنایہ ہے اور کنایہ سے طلاق بائنہ واقع ہوتی ہے۔اس لئے اختاری لفظ سے بھی طلاق بائنہ واقع ہوگی (۲) اثر میں ہے۔عن علی انه کان یقول ان اختارت نفسها فواحدة بائنة وان اختارت زوجها فلا شیء (ب) (سنن للبیہقی، باب ماجاء فی التخییر ج سابع ،ص ۵۶۷ ،نمبر ۱۵۰۳۱ر ترمذی شریف، باب ماجاء فی الخیار ص ۲۲۳ نمبر ۱۱۷۹ر مصنف عبد الرزاق، باب المرأة تملک امرها فردته هل تستحلف ج سادس ص ۵۲۱ نمبر ۱۱۹۱۵) اس اثر سے معلوم ہوا کہ ایک طلاق بائنہ واقع ہوگی۔

اور تین کی نیت کرے پھر بھی تین واقع نہیں ہوگی اس کی دلیل یہ اثر ہے۔عن علقمة قال کنت عند الله بن مسعود فاتاه رجل فقال ... فقلت لها هی بیدک قالت فانی قد طلقتک ثلاثا قال عبد الله هی تطلیقة واحدة وانت احق بها قال فذکرت ذلک لعمر فقال لو قلت غیر ذلک لرأیت انک لم تصب (ج) (مصنف ابن ابی شیبة ۵۵ ما قالوا فیه اذا جعل امرأته بیدها

---

حاشیہ : (الف) حضرت مجاہد نے حضرت ابن مسعود کے قول کے بارے میں فرمایا، اگر عورت کو اس کے معاملے کا مالک بنایا جائے پھر جدا ہو جائے کسی بات کا فیصلہ کئے بغیر تو اب عورت کو اختیار نہیں ہوگا۔دوسرے قول میں حضرت مجاہد نے فرمایا اگر مرد نے بیوی کو اختیار دیا پھر عورت نے مجلس میں اختیار نہیں کیا تو اب کوئی اختیار نہیں ہوگا (ب) حضرت علی فرماتے ہیں کہ اگر عورت نے اپنے آپ کو اختیار کیا تو ایک بائنہ ہوگی۔اور اگر شوہر کو اختیار کیا تو کچھ نہیں ہوگا (ج) عبد اللہ ابن مسعود کے پاس ایک آدمی آیا اور کہا...پس شوہر نے کہا کہ یہ یعنی طلاق تیرے ہاتھ میں ہے،عورت نے کہا میں نے اپنے آپ کو تین طلاقیں دیں،حضرت عبد اللہ نے کہا ایک طلاق واقع ہوگی۔اور آپ اس سے رجعت کر سکتے ہیں۔میں نے حضرت عمرؓ سے اس کا تذکرہ کیا تو فرمایا اگر آپ اس کے علاوہ فتوی دیتے تو میں سمجھتا کہ آپ نے صحیح نہیں کہا

**نفسک کانت واحدة بائنة ولایکون ثلثا وان نوی الزوج ذلک[۱۹۵۷](۷۳) ولا بد من ذکر النفس فی کلامه او فی کلامها[۱۹۵۸](۷۴) وان طلقت نفسها فی قوله طلقی نفسک فهی واحدة رجعیة.**

---

فتقول انت طالق ثلاثا ج رابع ،ص ۹۰ ،نمبر ۱۸۰۸۶ ر مصنف عبد الرزاق ، باب المرأة تملک امرھا فردتہ ھل تستحلف ؟ ج سادس ص ۵۲۱ نمبر ۱۱۹۱۷ )اس اثر سے معلوم ہوا کہ تین طلاقیں دے پھر بھی ایک ہی واقع ہوگی (۲) یہ لفظ اسم جنس نہیں ہے جو تین کا احتمال رکھے ۔اس لئے ایک ہی واقع ہوگی ۔

**نوٹ** اور اگر شوہر کو اختیار کر لے تو کچھ واقع نہیں ہوگی ۔

**وجہ** حدیث میں ہے ۔عن عائشة قالت خیرنا رسول الله فاخترنا الله ورسوله فلم یعد ذلک علینا شیء (الف) (بخاری شریف ، باب من خیر ازواجہ ص ۷۹۱ نمبر ۵۲۶۲ رابو داؤد شریف ، باب فی الخیار ص ۳۰۷ نمبر ۲۲۰۳ )اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شوہر کو اختیار کر لے تو کچھ واقع نہیں ہوگی ۔

[۱۹۵۷] (۷۳) اور ضروری ہے لفظ نفس کا ذکر کرنا شوہر کے کلام میں یا بیوی کے کلام میں ۔

**وجہ** لفظ اختاری کنایہ ہے ،شوہر اور بیوی دونوں میں سے کسی کے کلام میں نفس کا لفظ نہ ہوتو اختاری کے معنی طلاق کے علاوہ کسی اور چیز کا اختیار کرنا ہو جائے گا ۔اس لئے دونوں میں سے کسی ایک کے کلام میں نفس کے لفظ کا ذکر کرنا ضروری ہے (۲) اوپر اثر میں نفس لفظ مذکور ہے ۔عن علی انه کان یقول ان اختارت نفسها (سنن للبیہقی ، باب ماجاء فی التخییر ج سابع ص ۵۶۷ ،نمبر ۱۵۰۳۱ )اس اثر میں نفسها کا لفظ موجود ہے ۔جس سے معلوم ہوا کہ دونوں میں سے ایک کے کلام میں تفسیر کے سے نفس کا لفظ موجود ہو ۔

[۱۹۵۸] (۷۴) اور اگر اپنے آپ کو طلاق دی اس کے قول طلقی نفسک میں تو وہ ایک رجعی ہوگی ۔

**تشریح** شوہر نے بیوی سے کہا کہ اپنے آپ کو طلاق دیدو ۔پس عورت نے اپنی اس اختیار سے اپنے آپ کو طلاق دی تو اس سے ایک طلاق رجعی واقع ہوگی ۔

**وجہ** طلقی کا لفظ صریح ہے اور صریح سے ایک طلاق رجعی واقع ہوتی ہے اس لئے اس لفظ سے عورت نے طلاق دی تو ایک طلاق رجعی واقع ہوگی ۔دلیل پہلے گزر چکی ہے ۔عن علی اذا ملک الرجل امرأته مرة واحدة فان قضت فلیس له من امرها شیء وان لم تقض فهی واحدة وامرها الیه (ب) (سنن للبیہقی ، باب ماجاء فی التملیک ج سابع ص ۵۷۱ ،نمبر ۱۵۰۴۷ )اس اثر میں ایک ہی طلاق رجعی واقع کی ۔

---

حاشیہ : (الف) حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ ہمیں حضورؐ نے اختیار دیا تو ہم نے اللہ اور اس کے رسول کو اختیار کیا تو ہم پر کچھ واقع نہیں ہوئی (ب) حضرت علی نے فرمایا اگر مرد نے بیوی کو ایک مرتبہ مالک بنایا ۔پس اگر فیصلہ کرے تو مرد کو اختیار نہیں ہے ۔اور اگر نہیں فیصلہ کرے تو ایک طلاق رجعی واقع ہوگی ۔

**[۱۹۵۹](۷۵) وان طلقت نفسها ثلثا وقد اراد الزوج ذلک وقعن عليها[۱۹۶۰](۷۶) وان قال لها طلقی نفسک متی شئت فلها ان تطلق نفسها فی المجلس وبعده[۱۹۶۱] (۷۷) واذا قال لرجل طلق امرأتی فله ان يطلقها فی المجلس وبعده[۱۹۶۲](۷۸) وان**

---

[۱۹۵۹](۷۵) اور اگر عورت نے اپنے آپ کو تین طلاقیں دی اور شوہر نے ان کا ارادہ کیا تو اس پر تینوں واقع ہوں گی۔

**تشریح** شوہر نے بیوی سے طلقی نفسک کہا تھا۔ اس کی وجہ سے عورت نے اپنے اوپر تین طلاقیں دیدی تو تینوں واقع ہو جائیں گی۔

**وجہ** طلقی امر کا صیغہ ہے۔ اور اس میں مصدر پوشیدہ ہے۔ اور مصدر جنس ہے جو آخری عدد تین کا احتمال رکھتا ہے۔ اس لئے اس احتمال سے فائدہ اٹھاتے ہوئے شوہر اس کی نیت کرے اور عورت تین طلاقیں دے تو واقع ہو جائیں گی (۲) اثر میں ہے۔ عن ابن عباس فی رجل قال لامرأته امرک بیدک فقالت انت طالق ثلاثا فقال ابن عباس خطاء الله نوء ها لو قالت ،انا طالق ثلاثا لکان کما قالت (الف) (مصنف ابن ابی شیبۃ ۵۵ ما قالوا فیہ اذا جعل امر امرأتہ بیدھا فتقول انت طالق ثلاثا، ج رابع، ص ۹۰، نمبر ۱۸۰۸۲) اس اثر میں ہے کہ عورت نے تین طلاق دی تو حضرت عبداللہ ابن عباس نے تینوں واقع کی۔ البتہ چونکہ اس میں بھی عورت کو طلاق دینے کا مالک بنایا ہے اس لئے مجلس کے ساتھ خاص ہوگی۔

[۱۹۶۰](۷۶) اور اگر عورت سے کہا اپنے آپ کو طلاق دے دو جب چاہو تو اس کو اختیار ہے کہ اپنے کو طلاق دے مجلس میں اور اس کے بعد۔

**تشریح** اس عبارت میں صرف اتنا نہیں کہا کہ اپنے آپ کو طلاق دے بلکہ کہا کہ جب چاہو طلاق دے لو تو مجلس کے بعد بھی طلاق دے سکتی ہے۔

**وجہ** متی شئت جب چاہو کا لفظ مجلس اور غیر مجلس کے لئے عام ہے۔ اس لئے مجلس کے بعد بھی طلاق دے سکتی ہے۔

[۱۹۶۱](۷۷) اگر کسی آدمی سے کہا میری بیوی کو طلاق دے دو تو اس کو اختیار ہے کہ طلاق دے مجلس میں اور مجلس کے بعد بھی۔

**وجہ** بیوی کے علاوہ دوسرے آدمی کو طلاق دینے کے لئے کہا تو یہ مالک بنانا نہیں ہے بلکہ طلاق دینے کا وکیل بنانا ہے۔ اور وکالت مجلس کے ساتھ خاص نہیں ہوتی اس لئے مجلس کے بعد بھی طلاق دے سکتا ہے۔

**اصول** یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ طلاق کا مالک بنانا مجلس کے ساتھ خاص ہوتا ہے۔ اور طلاق دینے کا وکیل بنانا مجلس کے ساتھ خاص نہیں ہے۔

[۱۹۶۲](۷۸) اور اگر کہا بیوی کو طلاق دو اگر چاہو تو اس کو طلاق دے سکتا ہے مجلس میں خاص طور پر۔

**تشریح** کسی آدمی سے شوہر نے کہا کہ اگر تو چاہے تو میری بیوی کو طلاق دیدے۔ تو اس صورت میں صرف مجلس تک طلاق دینے کا اختیار رہے گا

---

حاشیہ : (الف) حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کوئی آدمی اپنی بیوی سے کہے تمہارا معاملہ تمہارے ہاتھ میں ہے۔ پس عورت نے کہا تجھ کو طلاق ہے تین۔ تو ابن عباس نے فرمایا اللہ اس کو سزا دے اگر عورت کہتی مجھ کو طلاق ہیں تین تو ایسے ہی ہوتا جیسی کہتی۔

**قال طلقها ان شئت فله ان یطلقها فی المجلس خاصة [۱۹۶۳] (۷۹) وان قال لها ان کنت تحبینی او تبغضینی فانت طالق فقالت انا احبک او ابغضک وقع الطلاق وان کان فی قلبها خلاف ما اظهرت [۱۹۶۴] (۸۰) وان طلق الرجل امرأته فی مرض موته طلاقا**

مجلس کے بعد نہیں۔

**وجہ** ان شئت کا لفظ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اگر مصلحت سمجھیں تو ابھی طلاق دے دیں اس لئے یہ اختیار مجلس کے ساتھ خاص ہوگا۔ اور مجلس ہی میں طلاق دے سکے گا بعد میں نہیں۔

[۱۹۶۳] (۷۹) اگر عورت سے کہا کہ تم مجھ سے محبت یا بغض رکھتی ہو تو تجھے طلاق ہے۔ پس عورت نے کہا میں تم سے محبت رکھتی ہوں یا بغض رکھتی ہوں تو طلاق واقع ہوگی اگر چہ اس کے دل میں اس کے خلاف ہو جو ظاہر کیا۔

**تشریح** شوہر نے عورت سے کہا کہ اگر تم کو مجھ سے محبت ہے تو تم کو طلاق۔ اس پر عورت نے کہا کہ مجھ کو تم سے محبت ہے اور دل میں نفرت تھی پھر بھی طلاق واقع ہو جائے گی۔

**وجہ** دل کے اندر کیا ہے اس پر فیصلہ نہیں ہوگا بلکہ زبان سے جو جملہ نکلا اس پر فیصلہ ہوگا۔ اور زبان سے یہ نکلا کہ مجھ کو تم سے محبت ہے اس لئے طلاق واقع ہو جائے گی (۲) اثر میں ہے کہ جو ظاہر ہو اس کا اعتبار ہے جو پوشیدہ ہو اس کا اعتبار نہیں ہے۔ **عن الشعبی قال النیة فیما خفی فاما فیما ظهر فلا نیة فیه.** دوسرے اثر میں ہے۔ **عن الحسن فی رجل طلق امرأته واحدة ینوی ثلاثا قال هی واحدة** (الف) (مصنف ابن ابی شیبة ۹۶ ما قالوا فی رجل یطلق امرأته واحدة ینوی ثلاثا، ج رابع، ص ۱۱۵، نمبر ۱۸۳۶۱/۱۸۳۶۲) اس اثر میں ہے کہ طلاق ایک دی ہو اور تین کی نیت کی ہو تو ایک واقع ہوگی تین نہیں۔ جس سے معلوم ہوا کہ لفظ کا اعتبار ہے دل کے تاثر کا نہیں۔

[۱۹۶۴] (۸۰) اگر شوہر نے اپنی بیوی کو اپنے مرض الموت میں طلاق بائن دی پھر مر گیا اس حال میں کہ وہ عدت میں تھی تو شوہر کا وارث بنیگی۔

**تشریح** شوہر مرض الموت میں مبتلا تھا اس حال میں بیوی کو طلاق بائنہ دی۔ ابھی وہ عدت ہی میں تھی کہ شوہر کا انتقال ہو گیا تو عورت شوہر کے مال کا وارث ہوگی۔ طلاق کی وجہ سے کچھ فرق نہیں پڑے گا۔

**وجہ** اثر میں ہے کہ وہ وارث ہوگی۔ **فقال عبد الله بن زبیر طلق عبد الرحمن بن عوف تماضر بنت الاصبغ الکلبیة فبتها ثم مات وهی فی عدتها فورثها عثمان قال ابن الزبیر واما انا فلا اری ان ترث مبتوتة** (ب) (سنن للبیهقی، باب ماجاء فی

---

حاشیہ : (الف) حضرت شعبی نے فرمایا نیت کی ضرورت اس میں ہے جو پوشیدہ ہو۔ بہر حال جو ظاہر ہو اس میں نیت کی ضرورت نہیں۔ دوسرے اثر کا ترجمہ یہ ہے کہ حضرت حسن نے فرمایا کوئی آدمی اپنی بیوی کو ایک طلاق دے اور تین کی نیت کرے تو ایک طلاق واقع ہوگی (ب) حضرت عبداللہ بن زبیر نے فرمایا کہ عبدالرحمٰن بن عوف نے تماضر بنت اصبغ کلبیہ کو طلاق بائنہ دی پھر وفات پا گئے اس حال میں کہ وہ اپنی عدت میں تھی۔ تو حضرت عثمان نے اس کو وارث بنایا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر نے فرمایا بہر حال میں تو نہیں سمجھتا ہوں کہ بائنہ عورت کو وارث بناؤں۔

**بـائـنـا فـمـات وهـي فـي العدة ورثت منه[۱۹۶۵](۸۱) وان مات بعد انقضاء عدتها فلا میـراث لهـا[۱۹۶۶](۸۲) واذا قـال لامـرأتـه انـت طالق ان شاء الله تعالی متصلا لم یقع**

توریث المبتوتۃ فی مرض الموت ج سابع ،ص۵۹۳،نمبر۱۵۱۲۴رمصنف ابن ابی شیبۃ ۲۰۱ ما قالوا فی الرجل یطلق امرأتہ ثلاثا وھو مریض ھل ترثہ؟ ج رابع ،ص ۱۷۶،نمبر ۱۹۰۲۸رمصنف عبدالرزاق ،باب المطلقۃ یموت عنھا زوجھا وھی فی عدتھا اوتموت فی العدۃ ج سادس ص ۷۴ نمبر ۱۱۷۰۹)اس اثر سے معلوم ہوا کہ عورت عدت میں ہوتو وارث بنے گی (۲) شوہر طلاق دے کر عورت کو اپنی وراثت سے محروم کرنا چاہتا تھا لیکن شریعت نے اس کی بات نہیں چلنے دی اور وارث بنایا (۳) عدت تک بیوی کسی نہ کسی انداز میں بیوی رہتی ہے اس لئے اس کو بیوی مان کر وارث بنایا۔اور عدت کے بعد بالکل جدا ہو جاتی ہے اس لئے اب اس کو وراثت نہیں ملے گی۔

**فائدہ** امام شافعیؒ کی ایک روایت یہ ہے کہ بائنہ عورت وارث نہیں ہوگی۔

**وجہ** اس لئے کہ وہ شوہر سے الگ ہوگئی (۲) اوپر اثر میں حضرت ابن زبیر کا یہ قول گزرا کہ **و اما انا فلا اری ان ترث مبتوتة** (سنن للبیہقی ج سابع ،ص ۵۹۳،نمبر۱۵۱۲۴) جس سے معلوم ہوا کہ مبتوتہ وارث نہیں ہوگی۔

[۱۹۶۵](۸۱)اور اگر مر گیا اس کی عدت ختم ہونے کے بعد تو اس کو میراث نہیں ملے گی۔

**وجہ** عدت گزرنے کے بعد بالکل جدا ہو جاتی ہے چاہے طلاق بائنہ ہو چاہے طلاق رجعی،اس لئے اب اس کو وراثت نہیں ملے گی (۲) اثر میں ہے۔**اتانی عروة البـارقـی مـن عند عمر فی الرجل یطلق امرأته ثلاثا فی مرضه،انها ترثه مادامت فی العدة ولا یرثها** (الف) (مصنف ابن ابی شیبہ ۲۰۲ من قال ترثہ مادامت فی العدۃ منہ اذا طلق وھو مریض ج رابع ،ص ۱۷۷،نمبر ۱۹۰۳۱رسنن للبیہقی ،باب ماجاء فی توریث المبتوتۃ فی مرض الموت ج سابع ،ص ۵۹۵،نمبر ۱۵۱۳۱)اس اثر سے معلوم ہوا کہ عدت کے بعد شوہر مرا تو عورت وارث نہیں ہوگی۔

## ﴿طلاق میں استثناء کا بیان﴾

[۱۹۶۶](۸۲)اگر اپنی عورت سے کہا تجھے طلاق ہے ان شاء اللہ متصلا تو اس پر طلاق واقع نہیں ہوگی۔

**تشریح** کسی نے طلاق دینے کے ساتھ ہی متصلا ان شاء اللہ کہا تو طلاق واقع نہیں ہوگی۔

**وجہ** (۱)ان شاء اللہ کے معنی ہیں اگر اللہ چاہے۔اور اللہ کے چاہنے کا پتہ نہیں اس لئے طلاق واقع نہیں ہوگی (۲) حدیث میں ہے۔**عـن ابن عـمـر یبـلـغ به النبی قال من حلف علی یمین فقال ان شاء الله فقد استثنی** (ب) (ابو داؤد شریف ،باب الاستثناء فی الیمین ص ۱۰۸ نمبر ۳۲۶۱رترمذی شریف ،باب ماجاء فی الاستثناء فی الیمین ص ۲۷۹ نمبر ۱۵۳۱رابن ماجہ شریف،نمبر ۲۱۰۴)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ان شاء اللہ متصلا کہے تو اس کام سے حانث نہیں ہوگا۔اور یہی حال طلاق کا ہے۔**عـن ابـن عبـاس ان رسول الله قال من قال لامرأته**

---

حاشیہ : (الف)عروہ بارقی حضرت عمر کے پاس سے آئے ایک مرد کے بارے میں،جس نے اپنی بیوی کو مرض میں تین طلاقیں دیں تو عورت کو وارث بنایا جب تک عدت میں ہو اور مرد اس کا وارث نہیں بنے گا (ب) حضورؐ نے فرمایا کسی نے کوئی قسم کھائی پھر کہا ان شاء اللہ تو استثناء کیا۔یعنی قسم واقع نہیں ہوگی۔

الطلاق علیھا[۱۹۶۷](۸۳) وان قال لھا انت طالق ثلثا الا واحدة طلقت ثنتین[۱۹۶۸](۸۴) وان قال ثلثا الا ثنتین طلقت واحدة[۱۹۶۹](۸۵) واذا ملک

---

انت طالق ان شاء اللہ او غلامه انت حر ان شاء اللہ او علیه المشی الی بیت اللہ ان شاء اللہ فلا شیء علیه ( الف ) (سنن للبیہقی ، باب الاستثناء فی الطلاق والعتق والنذر کھو فی الایمان لا یخالفھا ج سابع ،ص ۵۹۳ ،نمبر ۱۵۱۲۳ ) اس سے بھی معلوم ہوا کہ ان شاء اللہ کہے تو طلاق واقع نہیں ہوگی ۔

اگر ان شاء اللہ متصلا نہیں کہا تو اس کا اعتبار نہیں ہے۔

**وجہ** اثر میں ہے۔عن الثوری فی رجل حلف بطلاق امرأته ان لایکلم فلانا شھرا ثم قال بعد ذلک الا ان یبدو لی قال ان اتصل الکلام فله الاستثناء وان قطعه وسکت ثم استثنی بعد ذلک فلا اتثناء له (ب)(مصنف عبد الرزاق، باب الاستثناء فی الطلاق ج سادس ،ص ۳۸۵ ،نمبر ۱۱۳۰۵ )عن ابن عمر قال کل استثناء غیر موصول فصاحبه حانث (دار قطنی ، کتاب الوکالة ج رابع ص ۹۴ نمبر ۴۲۸۴ ) اس اثر سے معلوم ہوا کہ ان شاء اللہ منفصلا کہے تو اس کا اعتبار نہیں ہے۔ یہ تو بعد میں بات کو پھیرنا ہے۔

[۱۹۶۷] ( ۸۳ ) اگر بیوی سے کہا تم کو طلاق ہے تین مگر ایک تو طلاق واقع ہوگی دو۔

**وجہ** تین طلاق میں سے ایک کو استثناء کر کے ساقط کر دیا تو دو طلاقیں رہیں اس لئے دو طلاقیں ہی واقع ہوں گی (۲) حدیث میں ایسا استثناء ہے۔عن ابی ھریرة ان رسول اللہ قال ان للہ تسعة وتسعین اسما مائة الا واحدا من احصاھا دخل الجنة(ج)(بخاری شریف، باب ان للہ مائة اسم الا واحدة ص ۱۰۹۹ نمبر ۷۳۹۲ ،کتاب التوحید رمسلم شریف، باب فی اسماء اللہ تعالی وفضل من احصاھا ص ۳۴۲ نمبر ۲۶۷۷ ) اس حدیث میں سو میں سے ایک کو استثناء کیا جس کی بنا پر ننانوے نام باقی رہے۔

[۱۹۶۸] ( ۸۴ ) اور اگر کہا تین طلاقیں مگر دو تو واقع ہوگی ایک۔

**تشریح** شوہر نے کہا تم کو تین طلاقیں ہیں مگر دو تو ایک طلاق واقع ہوگی۔

**وجہ** اس لئے کہ تین میں سے دو کو استثناء کر دیا تو ایک باقی رہی۔اس لئے ایک طلاق واقع ہوگی۔حدیث اوپر گزر گئی۔

**اصول** استثناء کرنے کے بعد جو باقی رہتا ہے اعتبار اس کا ہوتا ہے۔

[۱۹۶۹] ( ۸۵ ) اگر شوہر اپنی بیوی کا مالک بن جائے یا اس کے ایک حصے کا یا بیوی اپنے شوہر کا مالک بن جائے یا اس کے ایک حصے کا تو دونوں کے درمیان فرقت واقع ہوجائے گی۔

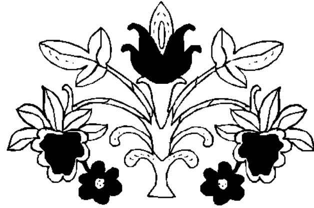
---

حاشیہ : (الف) آپؐ نے فرمایا جس نے اپنی بیوی سے کہا تم کو طلاق ہے ان شاء اللہ۔ یا غلام سے کہا تم آزاد ہو ان شاء اللہ۔ یا مجھ کو بیت اللہ تک جانا ہے ان شاء اللہ تو اس پر کچھ نہیں ہے (ب) حضرت ثوری نے فرمایا کوئی آدمی بیوی کو طلاق دینے کی قسم پر کہے کہ فلاں سے ایک ماہ بات نہیں کروں گا۔ پھر اس کے بعد کہا مگر یہ کہ میرا جی چاہے۔فرمایا اگر متصلا کہا تو اس کے لئے استثناء ہے۔اور اگر منقطع کر دیا اور چپ رہا پھر اس کے بعد استثناء کیا تو اس کے لئے استثناء نہیں ہے (ج) آپؐ نے فرمایا اللہ کے لئے ننانوے نام ہیں، سو مگر ایک۔ جو ان کو گنے گا وہ جنت میں داخل ہوگا۔

**الزوج امرأته او شقصا منها او ملکت المرأة زوجها او شقصا منه وقعت الفرقة بینهما.**

تشریح شوہر آزاد تھا اور باندی بیوی سے شادی کی تھی، بعد میں اس کو خرید لیا یا وارث بن گیا جس کی وجہ سے شوہر اس کے ایک حصے کا مالک بن گیا۔ یا بیوی آزاد تھی اس نے غلام سے شادی کی۔ بعد میں بیوی نے شوہر کو یا اس کے ایک حصے کو خرید لیا جس کی وجہ سے وہ شوہر کا یا اس کے ایک حصے کا مالک بن گئی تو ان چاروں صورتوں میں نکاح ٹوٹ جائے گا۔

وجہ بیوی اور شوہر کے حقوق میں برابری ہوتی ہے۔ اور مالک اور مملوک میں بہت تفاوت ہوتا ہے اس لئے مالک بنتے ہی نکاح ٹوٹ جائے گا (۲) اثر میں ہے۔ **عن علی ان امرأة ورثت من زوجھا شقصا فرفع ذلک الی علی فقال ھل غشیتھا قال: لا کنت غشیتھا رجمتک بالحجارة ثم قال ھو عبدک ان شئت بعتیه وان شئت وھبتیه وان شئت اعتقتیه وتزوجتیه** (الف) (سنن للبیہقی، باب النکاح وملک الیمین لا یجتمعان ج سابع، ص ۲۰۷، نمبر ۱۳۷۳۷) اس اثر سے معلوم ہوا کہ نکاح ٹوٹ جائے گا۔ حضرت عمرؓ سے بھی اسی قسم کا اثر ہے (سنن للبیہقی ج سابع، ص ۲۰۷، نمبر ۱۳۷۳۶)



حاشیہ: (الف) حضرت علی سے منقول ہے ایک عورت وارث ہوئی اپنے شوہر کے ایک حصے کا تو یہ معاملہ حضرت علی کے پاس لایا تو پوچھا کیا تم نے اس سے صحبت کی ہے؟ کہا نہیں! حضرت علی نے فرمایا اگر تم اس سے صحبت کرتے تو میں تم کو پتھر سے رجم کرتا۔ پھر کہا یہ تیرا غلام ہے، اگر چاہے تو اس کو بیچ دو اور چاہو تو ہبہ کر دو اور چاہو تو اس کو آزاد کر دو اور شادی کر لو۔

## ﴿باب الرجعة﴾

[۱۹۷۰](۱)اذا طلق الرجل امرأته تطليقة رجعية او تطليقتين فله ان يراجعها فی عدتها

﴿ باب الرجعة ﴾

**ضروری نوٹ** بیوی کوایک طلاق یا دوطلاق رجعی دے اور عدت کے اندر شوہر اس کو واپس کرے اس کو رجعت کرنا کہتے ہیں۔طلاق بائنہ میں رجعت نہیں کرسکتا۔اس کی دلیل یہ آیت ہے۔**وبعولتهن احق بردهن فی ذلک ان ارادوا اصلاحا** (الف)(آیت ۲۲۸ سورة البقرة ۲) دوسری آیت میں ہے۔**الطلاق مرتان فامساک بمعروف او تسریح باحسان** (ب)(آیت ۲۲۹ سورة البقرة ۲) اس آیت میں **فامساک بمعروف** یعنی معروف کے ساتھ روک لوکا مطلب ہے کہ رجعت کرلو(۳) حدیث میں ہے۔**سمعت ابن عمر قال طلق ابن عمر امرأته وهی حائض فذکر عمر للنبی** ﷺ **فقال لیراجعها** (ج)(بخاری شریف، باب اذا طلقت الحائض تعتد بذلک الطلاق ص ۷۹۰ نمبر ۵۲۵۲) اس حدیث میں رجعت کا حکم دیا۔جس سے رجعت کا ثبوت ہوا۔

[۱۹۷۰](۱) اگر شوہر نے بیوی کو ایک طلاق رجعی دی یا دو طلاقیں رجعی دی تو اس کو اختیار ہے کہ اس سے رجعت کر لے عدت میں، عورت راضی ہو اس سے یا راضی نہ ہو۔

**تشریح** شوہر نے بیوی کو ایک طلاق رجعی یا دو طلاق رجعی دی۔اب وہ عدت کے اندر اندر عورت سے رجعت کرنا چاہے تو کرسکتا ہے۔اس رجعت پر عورت راضی ہو یا نہ ہو۔

**وجہ** ایک یا دو طلاقیں رجعی دی ہو تو اس پر رجعت کرسکتا ہے اس کی دلیل اوپر کی آیت **الطلاق مرتان فامساک بمعروف او تسریح باحسان** ہے۔جس میں ہے کہ دو طلاقیں دی ہو تو معروف کے ساتھ روک سکتا ہے۔اور عدت کے اندر اندر رجعت کرسکتا ہے اس کی دلیل یہ آیت ہے۔**فاذا بلغن اجلهن فامسکوهن بمعروف او فارقوهن بمعروف واشهدوا ذوی عدل منکم** (د)(آیت ۲ سورة الطلاق ۶۵) اس آیت میں ہے کہ اجل پر یعنی مدت پر پہنچ جائے یعنی عدت ختم ہونے کے قریب پہنچ جائے تو دو اختیار ہیں۔ایک روک لینا اور دوسرا چھوڑ دینا۔اس لئے عدت ختم ہو جائے تو اب رجعت نہیں کرسکتا (۲) اثر میں ہے۔**عن ابن عباس وعن مرة عن عبد الله وعن اناس من اصحاب رسول الله** ﷺ **فذکر التفسیر الی قوله الطلاق مرتان قال هو المیقات الذی یکون علیها فیه الرجعة فاذا طلق واحدة او ثنتین فاما ان یمسک ویراجع بمعروف واما یسکت عنها حتی تنقضی عدتها فتکون احق بنفسها** (ه)(سنن للبیهقی، کتاب الرجعة ج سابع ص ۶۰۱، نمبر ۱۵۱۵۰ مصنف ابن ابی شیبة ۱۵۱، ما قالوا فی قوله الطلاق مرتان

---

حاشیہ : (الف) ان کے شوہر زیادہ حقدار ہیں بیویوں کے واپس کرنے کے اس عدت میں اگر وہ اصلاح کا ارادہ رکھتے ہوں (ب) طلاق دو مرتبہ ہیں، پس معروف کے ساتھ روک رکھے یا احسان کے ساتھ چھوڑ دے (ج) ابن عمر نے فرمایا کہ انہوں نے حیض کی حالت میں بیوی کو طلاق دی، پس حضرت عمرؓ نے حضورؐ کے سامنے تذکرہ کیا تو آپؐ نے فرمایا اس کو رجعت کر لینا چاہئے (د) پس جب وہ اپنی مدت کو پہنچ گئی تو اس کو روک لو معروف کے ساتھ یا اس کو جدا کر دو معروف کے ساتھ۔اور تم میں سے انصاف ور آدمی کو گواہ بنانا چاہئے (ہ) طلاق دو مرتبہ ہیں، فرمایا وہ وقت ہے جس میں رجعت ہو سکتی ہے۔پس جب طلاق دے ایک یا دو (باقی اگلے صفحہ پر)

**رضیت المرأة بذلک او لم ترض[ ۱۹۷۱ ](۲) والرجعة ان یقول لها راجعتک او راجعت امرأتی او یطأها او یقبلها او یلمسها بشهوة او ینظر الی فرجها بشهوة[ ۱۹۷۲ ](۳) ویستحب له ان یشهد علی الرجعة شاهدین وان لم یشهد صحت**

---

فامساک بمعروف اوتسریح باحسان ج رابع ،ص ۱۹۶،نمبر۱۹۲۱۱)اس تفسیر سے معلوم ہوا کہ عدت کے اندر اندر رجعت کرسکتا ہے اس کے بعد نہیں ۔اورعورت راضی نہ ہو تب بھی رجعت کرسکتا ہے اس کی دلیل ۔

**وجہ** اوپر کی آیت میں ہے ۔**فامسکوهن بمعروف** جس میں مرد کو کہا گیا ہے کہ تم بیوی کو روک سکتے ہو۔جس کا مطلب یہ ہے کہ بیوی روکنے میں اس کو پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے (۲) اثر میں ہے ۔**عن ابراهیم قال اذا ادعی الرجعة قبل انقضاء العدة فعلیه البینة** (الف) (مصنف ابن ابی شیبة ۲۴۹ ما قالوا فی الرجل یدعی الرجعة قبل انقضاء العدة ج رابع ،ص ۱۹۵،نمبر ۱۹۲۰۵) اس اثر میں ہے کہ مرد عدت ختم ہونے سے پہلے رجعت کرنے کا دعوی کرے تو اس پر بینہ لازم ہے ۔اس سے معلوم ہوا کہ رجعت کرنے کے لئے عورت کی رضامندی ضروری نہیں ہے ۔

[۱۹۷۱] (۲) اور رجعت یہ ہے کہ عورت سے کہے میں نے تجھ سے رجعت کرلی ،میں نے اپنی بیوی سے رجعت کرلی ۔یا اس سے صحبت کرلے یا اس کو بوسہ دیدے یا اس کو شہوت سے چھولے یا اس کے فرج کو شہوت سے دیکھ لے ۔

**تشریح** ان چھ صورتوں میں سے کسی ایک کا ارتکاب کرے گا تو رجعت ہو جائے گی ۔

**وجہ** **رجعتک** اور **راجعت امرأتی** تو رجعت کے معنی میں صریح ہے اس لئے رجعت ہو جائے گی ۔اور وطی کرنا ،بوسہ دینا ،شہوت سے چھونا ،شہوت سے فرج دیکھنا یہ بیوی کے ساتھ خاص ہیں اس لئے ان سے بھی رجعت ہو جائے گی ۔کیونکہ رجعت کرنا نہ ہوتا تو خصوصی حرکت کیوں کرتا ۔

[۱۹۷۲] (۳) اور مستحب ہے کہ رجعت پر دو گواہ بنالے ۔اور اگر گواہ نہ بنایا پھر بھی رجعت صحیح ہے ۔

**وجہ** اوپر آیت میں ہے ۔**واشهدوا ذوی عدل منکم واقیموا الشهادة لله** (آیت ۲ سورة الطلاق ۶۵) اس آیت میں ہے کہ رجعت کرنے پر یا چھوڑنے پر گواہ بنالے ،جس سے گواہ بنانا مستحب ہوا ۔اور اگر گواہ نہیں بنایا پھر بھی رجعت صحیح ہے ،اثر میں اس کا ثبوت ہے ۔**عن عبد الله قال اذا طلق سرا راجع سرا ذلک رجعة فان واقع فلا بأس وان طلق علی نیته وراجع فلیشهد علی رجعته** (ب) (مصنف ابن ابی شیبة ۲۵۲ ما قالوا اذا طلق سرا وراجع سرا ج رابع ،ص ۱۹۷،نمبر ۱۹۲۱۸) اس اثر میں ہے کہ چپکے سے رجعت کرلی اور

---

حاشیہ : (پچھلے صفحہ سے آگے) پس یا تو روک لے اور رجعت کرلے معروف کے ساتھ یا چپ رہے یہاں تک کہ عدت ختم ہو جائے ۔پس عورت اپنی ذات کی زیادہ حقدار ہے (الف) حضرت ابراہیم نے فرمایا عدت ختم ہونے سے پہلے رجعت کا دعوی کرے تو شوہر پر بینہ لازم ہے (ب) حضرت عبد اللہ نے فرمایا اگر طلاق دی چپکے سے اور رجعت کی چپکے سے تو یہ رجعت ہے ۔پس اگر صحبت کی تو کوئی حرج کی بات نہیں ہے ۔اور اگر طلاق دی نیت کے اعتبار سے اور رجعت کی تو اپنی رجعت پر گواہ بنانا چاہئے ۔

**الرجعة[۱۹۷۳](۴) واذا انقضت العدة فقال الزوج قد کنت راجعتها فی العدة فصدقته فهی رجعة[۱۹۷۴](۵) وان کذبته فالقول قولها ولا یمین علیها عند ابی حنیفة رحمه الله تعالی[۱۹۷۵](۶) واذا قال الزوج قد راجعتک فقالت مجیبة له قد انقضت عدتی**

گواہ نہ بنایا پھر بھی رجعت ہوگئی اور گواہ بنانا بہتر ہے۔ اثر میں ہے۔ ان عمران بن الحصین سئل عن رجل یطلق امرأته ثم یقع بها ولم یشهد علی طلاقها ولا علی رجعتها فقال عمران طلقت بغیر سنة وراجعت بغیر سنة اشهد علی طلاقها وعلی رجعتها (الف) (ابن ماجہ شریف، باب الرجعۃ ص ۲۹۰ نمبر ۲۰۲۵ / ابوداؤد شریف، باب الرجل یراجع ولا یشهد ص ۳۱۸ نمبر ۲۱۸۶)

[۱۹۷۳] (۴) اگر عدت ختم ہوگئی پھر شوہر نے کہا کہ میں نے تم سے عدت میں رجعت کی تھی اور عورت نے اس کی تصدیق کر لی تو وہ رجعت ہے۔

**تشریح** عورت کی عدت ختم ہوگئی اس کے بعد شوہر نے کہا کہ میں نے تم سے عدت میں رجعت کر لی تھی، اور عورت نے اس کی تصدیق کر دی کہ ہاں! آپ نے عدت میں رجعت کر لی تھی تو رجعت ہو جائے گی۔

**وجہ** بیوی کی تصدیق کے بعد بات پکی ہوگئی کہ اس نے رجعت کی ہے اس لئے رجعت مان لی جائے گی۔

[۱۹۷۴] (۵) اور اگر شوہر کو جھٹلا دیا تو عورت کا قول معتبر ہوگا اور اس پر قسم نہیں ہوگی امام ابو حنیفہ کے نزدیک۔

**تشریح** عدت گزرنے کے بعد شوہر نے کہا کہ میں نے عدت ہی میں رجعت کی تھی اور عورت نے اس کو جھٹلا دیا۔ اور شوہر کے پاس بینہ نہیں ہے تو عورت کی بات مانی جائے گی۔

**وجہ** شوہر مدعی ہے اور عورت منکر ہے اور مدعی پر بینہ لازم ہے، اور اس کے پاس بینہ نہ ہو تو عورت کی بات مانی جائے گی۔ لیکن امام ابو حنیفہ کے نزدیک قسم اس لئے لازم نہیں ہوگی کہ پانچ مسئلوں میں منکر پر قسم لازم نہیں ہے اس میں سے ایک مسئلہ یہ بھی ہے (۲) اثر میں ہے۔ عن ابراهیم قال اذا ادعی الرجعة قبل انقضاء العدة فعلیه البینة (ب) (مصنف ابن ابی شیبۃ ۲۴۹ ما قالوا فی الرجل یدعی الرجعۃ قبل انقضاء العدۃ ج رابع، ص ۱۹۵، نمبر ۱۹۲۰۵) اس اثر میں ہے کہ شوہر پر بینہ چاہئے، اور اگر بینہ نہیں ہے تو عورت کی بات مانی جائے گی۔

[۱۹۷۵] (۶) جب شوہر نے کہا میں نے تجھ سے رجعت کر لی، عورت نے جواب دیتے ہوئے کہا میری عدت گزر چکی ہے تو رجعت صحیح نہیں ہوگی امام ابو حنیفہ کے نزدیک۔

**تشریح** شوہر نے کہا میں نے رجعت کر لی، اسی وقت عورت نے جواب دیا کہ میری عدت گزر چکی ہے تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک رجعت صحیح نہیں ہوگی۔

---

حاشیہ : (الف) حضرت عمران بن حصین سے ایک آدمی کے بارے میں پوچھا کہ اپنی بیوی کو طلاق دے پھر اس سے جماع کرے اور طلاق پر گواہ نہ بنائے اور نہ رجعت پر گواہ بنائے تو؟ تو حضرت عمران نے فرمایا بغیر سنت کے طلاق دی اور بغیر سنت کے رجعت کی، اپنی طلاق اور رجعت پر گواہ بناؤ (ب) حضرت ابراہیم نے فرمایا اگر رجعت کا دعوی کرے عدت ختم ہونے سے پہلے تو اس پر بینہ ہے۔

**لم تصح الرجعت عند ابی حنیفة رحمه الله تعالی[۱۹۷٦](۷) واذا قال زوج الامة بعد انقضاء عدتها قد کنت راجعتک فی العدة فصدقه المولی وکذبته الامة فالقول قولها عند ابی حنیفة رحمه الله تعالی[۱۹۷۷](۸) واذا انقطع الدم من الحیضة الثالثة لعشرة ایام انقطعت الرجعة وانقضت عدتها وان لم تغتسل وان انقطع الدم لاقل من عشرة ایام**

---

**وجہ** جب عورت نے کہا کہ میری عدت گزر چکی تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ شوہر کے رَجَعْتُ کہنے سے پہلے عدت گزر چکی ہے۔اس لئے رجعت ہوئی بعد میں اور عدت ختم ہوگئی پہلے اس لئے رجعت نہیں ہوگی۔کیونکہ پہلے گزر چکا ہے کہ عدت ختم ہونے کے بعد رجعت نہیں ہوتی۔

**فائدہ** صاحبین فرماتے ہیں کہ شوہر نے رجعت کے لئے کہا ہے اور عورت کا جملہ کہ عدت گزر چکی یہ بعد میں واقع ہوا ہے اس لئے رجعت ہو جائے گی۔

**وجہ** اس لئے کہ ظاہر یہی ہے کہ اس وقت تک عدت ختم نہیں ہوئی ہوگی جب شوہر نے رَجَعْتُ کہا تھا۔

**اصول** یہ دونوں مسئلے اس اصول پر ہیں کہ عدت ختم ہونے سے پہلے رجعت کرنے سے رجعت ہوگی اور ختم ہونے کے بعد رجعت نہیں ہوگی۔

[۱۹۷٦](۷) اگر باندی کے شوہر نے عدت ختم ہونے کے بعد کہا کہ میں نے تم سے عدت میں رجعت کی تھی۔پس مولی نے اس کی تصدیق کی اور باندی نے اس کی تکذیب کی تو باندی کے قول کا اعتبار ہے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک۔

**وجہ** امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ رجعت صحیح ہونے کا مدار عدت پر ہے۔اور عدت ختم ہوئی یا نہیں ہوئی اس میں باندی کے قول کا اعتبار ہے۔اس لئے رجعت میں تصدیق اور تکذیب کا اعتبار باندی کا ہوگا۔یعنی وہ کہتی ہے کہ عدت میں رجعت نہیں کی بلکہ عدت کے بعد رجعت کی ہے تو اسی کی بات کا اعتبار ہوگا اور رجعت صحیح نہیں ہوگی۔چاہے آقا کہتا ہو کہ عدت ہی میں رجعت ہوئی تھی کیونکہ اس کو عدت ختم ہونے اور نہ ہونے کا کیا پتہ ہے۔

**فائدہ** صاحبین فرماتے ہیں کہ مولی کی بات کا اعتبار ہے۔

**وجہ** شوہر کی طلاق کے بعد بضع آقا کا حق گیا تو گویا کہ شوہر بضع حاصل کرنے کا مدعی ہوا اور آقا اس کا منکر ہوا۔اور بینہ نہ ہو تو منکر کی بات مانی جاتی ہے اس لئے آقا کی بات مانی جائے گی۔

[۱۹۷۷](۸) اور جب خون منقطع ہو جائے تیسرے حیض سے دس دن میں تو رجعت ختم ہو جائے گی اور پوری ہو جائے گی اس کی عدت اگر چہ غسل نہ کیا ہو۔اور اگر خون منقطع ہو جائے دس دن سے کم میں تو رجعت ختم نہیں ہوگی یہاں تک کہ غسل کرے یا اس پر نماز کا وقت گزر جائے یا تیمّم کر کے نماز پڑھے امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک۔اور امام محمدؒ نے فرمایا جب تیمّم کیا تو رجعت منقطع ہو جائے گی چاہے نماز نہ پڑھی ہو۔

**وجہ** زیادہ سے زیادہ حیض دس دن ہے اس لئے دس دن پورے ہونے کے بعد اب حیض کا خون آنے کا امکان نہیں ہے۔اس لئے دس دن پر

**لم تنقطع الرجعة حتى تغتسل او يمضى عليها وقت صلوة او تيمم وتصلى عند ابى حنيفة وابى يوسف رحمهما الله وقال محمد رحمه الله تعالى اذا تيممت المرأة انقطعت الرجعة وان لم تصل[۱۹۷۸](۹) وان اغتسلت ونسيت شيئا من بدنها لم يصبه الماء فان كان عضوا كاملا فما فوقه لم تنقطع الرجعة وان كان اقل من عضو انقطعت الرجعة**

---

عدت ختم ہو جائے گی۔اب غسل کا انتظار نہیں کیا جائے گا۔اور اگر دس دن سے کم میں حیض کا خون منقطع ہوا تو ابھی خون آنے کا امکان ہے اس لئے غسل کرے تو معلوم ہوگا کہ اب حیض کا خون نہیں آئے گا۔

**وجہ** اس اثر میں ہے۔**عن عمرو عبد الله قالا هو احق بها حتى تغتسل من الحيضة الثالثة** (الف) (مصنف ابن ابی شیبۃ ۱۸۰ من قال ھو احق برجعتھا مالم تغتسل من الحیضۃ الثالثۃ ج رابع ص ۱۶۴، نمبر ۱۸۸۹۱) دوسری صورت یہ ہے کہ اس عورت پر نماز کا ایک وقت گزر جائے۔چونکہ نماز کا وقت گزرنے سے اللہ کا حکم لازم ہو گیا اس لئے بندے کا حق بھی اس کے ساتھ متعلق ہو جائے گا۔اور تیسری صورت یہ ہے کہ تیمّم کرے اور نماز پڑھے تب عدت ختم ہوگی۔

**وجہ** تنہا تیمّم غسل کے قائم مقام ضرور ہے لیکن وہ ضرورت کے تحت ہے اس لئے تیمّم کے بعد نماز پڑھے گی تو اللہ کی ذمہ داری اس پر آ گئی اس لئے اب عدت ختم ہوگی۔

**فائدہ** امام محمد فرماتے ہیں کہ پانی پر قدرت نہ ہونے کی حالت میں تیمّم اصل ہے اس لئے جس طرح غسل کر لے تو عدت ختم ہو جاتی ہے اسی طرح صرف تیمّم کر لے تو عدت ختم ہو جائے گی (۲) دس دن حیض ہونے کی دلیل یہ حدیث ہے۔**عن ابى امامة قال قال رسول الله اقل ما يكون من الحيض للجارية والبكر الثيب ثلاث واكثر ما يكون من المحيض عشرة ايام فاذا رأت الدم اكثر من عشرة ايام فهى مستحاضة** (ب) (دار قطنی، کتاب الحیض ج اول ص ۲۲۵ نمبر ۸۳۵) اس سے معلوم ہوا کہ زیادہ سے زیادہ دس دن ہیں۔اس لئے اس پر خون ختم ہوا تو ختم ہوتے ہی عدت پوری ہو جائے گی۔

[۱۹۷۸](۹) اور اگر غسل کیا اور بدن میں سے کچھ حصہ بھول گئی جس پر پانی نہیں بہا، پس اگر پورا عضو ہو یا اس سے زیادہ ہو تو رجعت ختم نہیں ہوگی۔اور اگر ایک عضو سے کم ہو تو رجعت ختم ہو جائے گی۔

**تشریح** دس دن سے کم میں حیض کا خون ختم ہوا اس لئے مکمل غسل کرنے پر عدت ختم ہوگی۔اس نے غسل تو کیا لیکن مکمل ایک عضو پر پانی بہانا بھول گئی تو گویا کہ غسل کیا ہی نہیں۔اس لئے شوہر کو ابھی رجعت کرنے کا حق ہوگا۔اور ایک عضو سے کم خشک رہا تو چونکہ بہت کم خشک رہا اور اتنے عضو پر جلدی خشکی آسکتی ہے اس لئے اس کا اعتبار نہیں ہوگا۔اور یوں سمجھا جائے گا کہ غسل مکمل کر لیا اس لئے اب رجعت کرنے کا حق نہیں

---

حاشیہ : (الف) حضرت عمر اور عبد اللہ نے فرمایا شوہر کو رجعت کا زیادہ حق ہے یہاں تک کہ تیسرے حیض کا غسل کرے (ب) آپؐ نے فرمایا باکرہ اور ثیبہ عورت کی کم سے کم حیض کی مدت تین حیض ہے۔اور زیادہ حیض دس دن ہیں۔پس جب دس دن سے زیادہ خون دیکھے تو وہ مستحاضہ ہے۔

**[۱۹۷۹](۱۰) والمطلقة الرجعية تتشوّف وتتزيّن[۱۹۸۰](۱۱) ويستحب لزوجها ان لا يدخل علها حتى يستأذنهااويسمعها خفق نعليه[۱۹۸۱](۱۲) والطلاق الرجعي**

ہوگا۔

**اصول** یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ غسل مکمل کر لیا ہوتو رجعت کرنے کا وقت ختم ہو گیا۔اور غسل مکمل نہیں کیا ہوتو ابھی رجعت کرنے کا وقت ہے۔

[۱۹۷۹](۱۰) مطلقہ رجعی بناؤ سنگھار کرے گی اور زینت اختیار کرے گی۔

**وجہ** مطلقہ رجعیہ کا نکاح قائم ہے اس لئے بہتر ہے کہ بناؤ سنگھار کرے تو شوہر رجعت کر لے اور ازدواجی زندگی بحال ہو جائے (۲) اثر میں ہے۔عن ابراهيم فى الرجل يطلق امرأته طلاقا يملک الرجعة قال تكتحل وتلبس المعصفر وتشوف له ولا تضع ثيابها (الف) (مصنف ابن ابی شیبۃ ۱۸۸ ما قالوا فیہ اذا طلقھا طلاقا یملک الرجعۃ تشوف وتزین لہ ج رابع ص ۱۶۹، نمبر ۱۸۹۴۸) اس اثر میں ہے کہ مطلقہ رجعیہ بناؤ سنگھار کرے گی۔

**لغت** تتشوف : بناؤ سنگھار کرنا۔

[۱۹۸۰](۱۱) اور مستحب ہے اس کے شوہر کے لئے یہ کہ نہ داخل ہو اس پر یہاں تک کہ اس سے اجازت لے لے یا اس کو جوتے کی آواز سنا دے۔

**تشریح** مطلقہ رجعیہ شوہر کے گھر میں عدت گزار رہی ہو تو جب تک اس سے اجازت نہ لے لے، یا اس کو جوتے کی آواز سنا کر اپنے آنے کی اطلاع نہ دے، گھر میں داخل نہیں ہونا چاہئے۔

**وجہ** تا کہ ایسا نہ ہو کہ وہ ستر کھولی ہوئی ہو اور اس پر اچانک شہوت کی نظر پڑ جائے جس سے رجعت ہو جائے گی اور بعد میں پھر طلاق دے گا تو عدت لمبی ہوگی۔اس لئے اطلاع دے کر گھر میں داخل ہو تا کہ خواہ مخواہ رجعت نہ ہو جائے (۲) اثر میں ہے۔ عن عبد الله بن عمر قال طلق ابن عمر امرأته تطليقة فكان يستأذن عليها اذا اراد ان يمر (ب) (مصنف عبد الرزاق، باب استأذن علیھا ولم یبیتھا ج سادس ص ۳۲۳ نمبر ۱۱۰۲۳ رمصنف ابن ابی شیبۃ ۱۸۶، ما قالوا فی المطلقۃ یستأذن علیھا زوجھا ام لا؟ ج رابع، ص ۱۶۸، نمبر ۱۸۹۳۸) اس اثر سے معلوم ہوا کہ مطلقہ رجعیہ پر اطلاع کے بغیر داخل ہونا نہیں چاہئے۔

**لغت** خفق نعلیہ : جوتے کی آواز۔

[۱۹۸۱](۱۲) طلاق رجعی صحبت حرام نہیں کرتی۔

**تشریح** طلاق رجعی دے تو اس میں بیوی سے وطی کر سکتا ہے۔لیکن جیسے ہی وطی کرے گا تو رجعت بھی ہو جائے گی۔

---

حاشیہ : (الف) حضرت ابراہیم نے فرمایا کوئی آدمی اپنی بیوی کو طلاق رجعی دے تو وہ سرمہ لگائیگی، عصفر میں رنگا کپڑا پہنے گی، بناؤ سنگھار کرے گی، اور اپنا کپڑا شوہر کے سامنے نہیں اتارے گی (ب) حضرت عبداللہ ابن عمر نے فرمایا کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق دی تو میں اس سے اجازت لیتا تھا جب وہاں سے گزرنا چاہتا تھا۔

**لایحرِّم الوطی[۱۹۸۲](۱۳) وان کان طلاقا بائنا دون الثلث فله ان یتزوجها فی عدتها وبعد انقضاء عدتها[۱۹۸۳](۱۴) وان کان الطلاق ثلثا فی الحرة او اثنتین فی الامة لم**

**وجه** اثر میں اس کا اشارہ ہے۔**عن الزھری وقتادة قالا لتشوف الی زوجھا**(الف)(مصنف عبدالرزاق، باب ما تحل لہ منھا قبل ان یراجعھا ج سادس ص ۳۲۵ نمبر ۱۱۰۳۳)اس اثر میں ہے کہ عورت شوہر کے لئے زینت کرے، اور زینت اسی لئے کرے کہ شوہر بیوی سے صحبت کرے۔اس لئے رجعت کرنے سے پہلے بھی صحبت کر سکتا ہے۔اور یہی صحبت رجعت ہوجائے گی۔

**فائدہ** امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ رجعت سے پہلے مطلقہ رجعیہ سے صحبت نہیں کر سکتا۔

**وجہ** (۱)طلاق دینے کی وجہ سے وہ بیوی نہیں ہے جب تک کہ رجعت کر کے بیوی نہ بنالے(۲)اثر میں اس کا ثبوت ہے۔**قلت لعطاء ما یحل للرجل من امرأته یطلقھا فلا یبیتھا ؟ قال لا یحل له منھا شیء مالم یراجعھا و عمرو** (ب)(مصنف عبدالرزاق، باب ما تحل لہ منھا قبل ان یراجعھا ج سادس، ص ۳۲۵ نمبر ۱۱۰۳۰ ر سنن للبیہقی، باب الرجعیۃ لحرمۃ علیہ تحریم المبتوتۃ حتی یراجعھا ج سابع، ص ۶۱۰، نمبر ۱۵۱۸۶)اس اثر میں ہے کہ رجعت کرنے سے پہلے شوہر کے لئے بیوی کے ساتھ کچھ کرنا حلال نہیں ہے۔

[۱۹۸۲](۱۳)اور اگر طلاق بائن ہو تین سے کم تو شوہر کے لئے جائز ہے کہ بیوی سے شادی کرے عدت میں اور عدت ختم ہونے کے بعد۔

**تشریح** شوہر نے بیوی کو طلاق بائنہ دی لیکن تین طلاقوں سے کم دی۔ایک طلاق بائنہ دی یا دو طلاق بائنہ دی تو جب عدت گزار رہی ہے اس وقت بھی شوہر اس سے شادی کر سکتا ہے اور عدت ختم ہو جائے تب بھی شادی کر سکتا ہے۔

**وجہ** تین طلاق یعنی طلاق مغلظہ دی ہو تو دوسرے شوہر سے شادی کئے بغیر حلال نہیں ہوگی۔لیکن اس سے کم دی ہو تو یہ شوہر کسی وقت بھی اس سے شادی کر سکتا ہے۔چاہے عدت کے وقت ہو چاہے عدت کے بعد ہو۔کیونکہ اگر عورت کے پیٹ میں بچہ ہوگا تو اسی شوہر کا بچہ ہے اس لئے نسل کے اشتباہ کا مسئلہ بھی نہیں رہے گا۔اس لئے عدت میں بھی شادی کر سکتا ہے(۲) آیت میں ہے۔**الطلاق مرتان فامسان بمعروف او تسریح باحسان** (ج)( آیت ۲۲۹ سورۃ البقرۃ ۲)اس آیت سے معلوم ہوا کہ دو طلاق کے بعد معروف کے ساتھ روک سکتا ہے۔اس میں اشارہ ہے کہ دو طلاق بائنہ دی ہو تو عدت میں بیوی سے نئی شادی کر کے روک سکتا ہے۔

[۱۹۸۳](۱۴)اور اگر تین طلاقیں دی ہو آزاد میں یا دو طلاقیں دی ہو باندی میں تو حلال نہیں ہوگی اس کے لئے یہاں تک کہ دوسرے سے شادی کرے نکاح صحیح، اور اس سے صحبت کرے پھر اس کو طلاق دے یا مر جائے۔

**تشریح** آزاد عورت تین طلاقوں سے مغلظہ ہوتی ہے اور باندی دو طلاقوں سے مغلظہ ہوتی ہے۔اس لئے آزاد کو تین طلاقیں دے یا باندی کو دو طلاقیں دے تو عدت گزارنے کے بعد دوسرے آدمی سے شادی کرے۔پھر وہ صحبت کرے، پھر وہ طلاق دے یا مر جائے تب اس کی عدت

---

حاشیہ : (الف)حضرت زہری اور قتادہ نے فرمایا رجعی مطلقہ شوہر کے لئے زینت اختیار کرے(ب)میں عطاء سے پوچھا مرد کے لئے عورت سے کیا حلال ہے جبکہ طلاق بائنہ نہ دی ہو؟ فرمایا اس کا کچھ حلال نہیں ہے جب تک اس سے رجعت نہ کرے، اور حضرت عمرؓ نے بھی فرمایا(ج)طلاق دو مرتبہ ہے، پس روک لے معروف کے ساتھ یا احسان کے ساتھ چھوڑ دے۔

**تحل له حتى تنكح زوجا غيره نكاحا صحيحا ويدخل بها ثم يطلقها او يموت عنها [۱۹۸۴](۱۵) والصبی المراهق فی التحلیل کالبالغ.**

گزارکر پہلے شوہر سے شادی کرسکتی ہے۔اور پہلے شوہر کے لئے حلال ہوسکتی ہے۔

**وجہ** دوسرے شوہر سے شادی کرنے کی دلیل یہ آیت ہے۔**فان طلاقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجا غيره** ( آیت ۲۳۰ سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت میں ہے کہ تیسری طلاق کے بعد جب تک دوسرے شوہر سے شادی نہ کرے پہلے کے لئے حلال نہیں ہوگی۔اور دوسرے شوہر کی وطی کئے بغیر حلال نہیں ہوگی اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔**عن عائشة ان رجلا طلق امرأة ثلاثا فتزوجت فطلق فسئل النبی ﷺ اتحل للاول؟ قال لا حتى يذوق عسيلتها كما ذاق الاول** (الف)(بخاری شریف، باب من جوز الطلاق الثلاث ص ۹۱ ۷ نمبر ۵۲۶۱ / مسلم شریف، باب لا تحل المطلقة ثلاثا لمطلقها حتی تنکح زوجا غیرہ ویطأ ھا ثم یفارقھا وتنقضی عدتھا ص ۷۷۴ نمبر ۱۴۳۳ / ابوداؤد شریف، نمبر ۲۳۰۹ / ترمذی شریف، نمبر ۱۱۱۸) اس حدیث مشہور سے معلوم ہوا کہ صحبت کئے بغیر پہلے شوہر کے لئے حلال نہیں ہوگی۔اور باندی دو طلاقوں سے مغلظہ ہوگی اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔**عن عائشة عن النبی ﷺ قال طلاق الامة تطليقتان وقروئها حيضتان** (ب) (ابوداؤد شریف، باب فی سنۃ طلاق العبد ص ۳۰۴ نمبر ۲۱۸۹ / ترمذی شریف، باب ماجاء ان طلاق الامۃ تطلیقتان ص ۲۲۳ نمبر ۱۱۸۲ / ابن ماجہ شریف، نمبر ۲۰۸۰) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ باندی دو طلاقوں سے مغلظہ ہو جائے گی۔

[۱۹۸۴](۱۵) قریب البلوغ لڑکا حلال کرنے میں بالغ کی طرح ہے۔

**تشریح** جس طرح بالغ مرد سے نکاح کر کے وطی کرائے تو عورت پہلے شوہر کے لئے حلال ہو جاتی ہے اسی طرح وہ لڑکا جو ابھی بالغ تو نہیں ہوا ہے لیکن بالغ ہونے کے قریب ہے اس سے نکاح کر کے وطی کرائے تو پہلے شوہر کے لئے حلال ہو جائے گی۔

**وجہ** قریب البلوغ لڑکے کو صرف انزال نہیں ہوتا لیکن مرد عورت دونوں کو لذت اتنی ہی حاصل ہوتی ہے جتنی بالغ مرد سے۔اور انزال ہونا حلالہ کے لئے شرط نہیں ہے صرف صحبت کرنا شرط ہے جو یہ لڑکا کرے گا اس لئے اس کی صحبت سے پہلے کے لئے حلال ہو جائے گی (۲) اثر میں ہے، **قلت لعطاء التی يبيتها زوجها ثم يتزوجها غلام لم يبلغ ان يهريق يحلها ذلك لزوجها الاول؟ قال نعم فيما نرى** (ج) (مصنف عبد الرزاق، باب ھل یحلھا لہ غلام لم یحتلم ج سادس ص ۳۵۰ نمبر ۱۱۱۴۵) اس اثر سے معلوم ہوا کہ قریب البلوغ لڑکے کی صحبت سے پہلے شوہر کے لئے حلال ہو جائے گی (۲) اس لئے کہ انزال شرط نہیں ہے صرف لذت کے ساتھ وطی شرط ہے جو وہ کرے گا۔

**فائدہ** امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ قریب البلوغ لڑکے کی صحبت سے عورت پہلے شوہر کے لئے حلال نہیں ہوگی۔

---

حاشیہ : (الف) حضرت عائشہ نے فرمایا کہ آدمی نے بیوی کو تین طلاقیں دی پھر عورت نے شادی کی پھر طلاق دی۔پس حضورؐ سے پوچھا کیا پہلے کے لئے حلال ہے؟ کہا نہیں! یہاں تک کہ اس کا مزہ نہ چکھ لے جیسا کہ پہلے سے چکھا (ب) حضورؐ نے فرمایا باندی کی طلاقیں دو ہیں۔اور عدت بھی دو حیض ہیں (ج) میں نے حضرت عطاء سے پوچھا جس عورت کو شوہر نے طلاق بائنہ دی پھر اس سے نابالغ لڑکے نے شادی کی کہ انزال نہ کر سکے۔کیا اس کی وطی عورت کو زوج اول کے لئے حلال نہیں کرے گی؟ فرمایا میرا خیال ہے ہاں کرے گی

## [۱۹۸۵](۱۶) ووطی المولی امته لایحلها[۱۹۸۶](۱۷) واذا تزوجها بشرط التحلیل

وجہ اثر میں ہے **عن الحسن قال لایحلها لیس بزوج** (الف)(مصنف عبد الرزاق، باب ھل یحلھا لہ غلام لم یحتلم ج سادس ص ۳۵۰ نمبر ۱۱۱۴۷) اس اثر سے معلوم ہوا کہ پہلے شوہر کے لئے حلال نہیں ہوگی (۲) قریب البلوغ لڑکے کی صحبت سے انزال نہیں ہوگا اور پورے طور پر وطی بھی نہیں ہوگی اس لئے اس کی صحبت سے حلال نہیں ہوگی۔

لغت المراھق : قریب البلوغ۔

[۱۹۸۵](۱۶) اور آقا کا باندی سے وطی کرنا اس کو شوہر کے لئے حلال نہیں کرتا۔

تشریح باندی نے کسی سے شادی کی تھی اس کو شوہر نے دو طلاق دے کر مغلظہ کر دیا۔ اب اس سے مولی نے وطی کی تو اس وطی کی وجہ سے شوہر کے لئے حلال نہیں ہوگی جب تک کہ کسی مرد سے شادی کر کے وطی نہ کرائے۔

وجہ آقا جو وطی کرے گا وہ ملک یمین اور باندی ہونے کے اعتبار سے وطی کرے گا، نکاح کر کے وطی نہیں کرے گا، کیونکہ آقا سے نکاح ہی جائز نہیں ہے۔ اور آیت میں ہے کہ نکاح کر کے وطی کرے تب حلال ہوگی اس لئے آقا کی وطی سے عورت پہلے شوہر کے لئے حلال نہیں ہوگی (۲) آیت میں ہے۔ **فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیره** (ب)(آیت ۲۳۰ سورۃ البقرہ ۲) اس آیت میں تنکح کا لفظ ہے جس سے معلوم ہوا کہ نکاح کر کے وطی کرائے تو حلال ہوگی (۳) اثر میں ہے۔ **عن زید بن ثابت انه کان یقول فی الرجل یطلق الامة ثلاثا ثم یشتریها انها لا تحل له حتی تنکح زوجا غیره وسمعت مالکا یقول قال ذلک غیر واحد من اصحاب النبی ﷺ** (ج)(سنن للبیہقی، باب الرجل تکون تحتہ امۃ فیطلقھا ثلاثا ثم یشتریھا ج سابع ص ۶۱۶، نمبر ۱۵۲۰۴) چونکہ پہلے شوہر تھا اب حلالہ کے بغیر آقا بن کر وطی کرنا چاہتا ہے تو حلال نہیں ہے۔

[۱۹۸۶](۱۷) اگر عورت سے شادی کی حلالہ کی شرط پر تو نکاح مکروہ ہے۔ پس اگر اس کو طلاق دی وطی کے بعد تو پہلے کے لئے حلال ہو جائیگی

تشریح اگر عورت نے حلالہ کی شرط پر دوسرے شوہر سے شادی کی تو ایسا کرنا مکروہ ہے، تاہم کر ہی لی اور دوسرے شوہر نے وطی کر لی اور طلاق دی تو پہلے شوہر کے لئے حلال ہو جائے گی۔

وجہ مکروہ ہونے کی وجہ یہ حدیث ہے۔ **عن عبد الله بن مسعود قال لعن رسول الله المحل والمحل له** (د) ترمذی شریف، باب ماجاء فی المحل والمحلل لہ ص ۲۱۳ نمبر ۱۱۲۰ (۲) ابن ماجہ شریف میں ہے۔ **قال عقبه بن عامر قال رسول الله الا اخبرکم بالتیس المستعار ؟ قالوا بلی یا رسول الله! قال المحلل . لعن الله المحلل والمحلل له** (ہ)(ابن ماجہ شریف، باب المحلل والمحلل لہ

---

حاشیہ : (الف) حضرت حسن نے فرمایا نابالغ لڑکا عورت کو زوج اول کے لئے حلال نہیں کرے گا اس لئے کہ وہ مکمل شوہر نہیں ہے (ب) پس اگر عورت کو تیسری طلاق دی تو شوہر کے لئے حلال نہیں ہے جب تک کہ دوسرے شوہر سے شادی نہ کرے (ج) حضرت زید بن ثابت فرماتے ہیں کہ کوئی آدمی باندی بیوی کو تین طلاقیں دے پھر اس کو خرید کر وطی کرنا چاہے تو حلال نہیں ہے جب تک کہ دوسرے شوہر سے شادی نہ کرے۔ اور حضرت مالک سے کہتے ہوئے سنا کہ یہی بات کہی بہت سے اصحاب رسول ﷺ نے (د) آپ نے حلالہ کرنے والے اور جس کے لئے حلالہ کیا ان پر لعنت کی (ہ) حضور نے فرمایا کیا مانگا ہوا سانڈ نہ بتاؤں؟ (باقی اگلے صفحہ پر)

**فالنکاح مکروہ فان طلقها بعد وطیها حلت للاول[۱۹۸۷] (۱۸) واذا طلق الرجل الحرة تطلیقة او تطلیقتین وانقضت عدتها وتزوجت بزوج آخر فدخل بها ثم عادت الی الاول عادت بثلاث تطلیقات ویهدم الزوج الثانی مادون الثلث کما یهدم الثلث عند ابی حنیفة**

ص ۲۷۷ نمبر ۱۹۳۶) ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حلالہ کے لئے نکاح کرنا مکروہ ہے۔ تاہم نکاح صحیح ہے اس لئے وطی کرنے سے پہلے شوہر سے حلال ہو جائے گی۔

**نوٹ** دونوں کے دل میں یہ ہو کہ نکاح کے بعد طلاق دے دیں گے تا کہ پہلے شوہر کے لئے حلال ہو جائے لیکن اس کی شرط نہ لگائے۔ اور عورت کے حالات ایسے ہوں کہ پہلے شوہر کے پاس جانا ضروری ہو تو کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔

[۱۹۸۷] (۱۸) اگر شوہر نے آزاد عورت کو طلاق دی ایک، یا دو طلاقیں اور اس کی عدت گزر گئی اور شادی کی دوسرے شوہر سے۔ پس اس نے اس سے صحبت کی پھر پہلے شوہر کی طرف لوٹ آئے تو تین طلاقوں کے ساتھ آئے گی۔ اس لئے کہ دوسرا شوہر تین کو کالعدم کرتا ہے جیسے تین سے کم کو کالعدم کرتا ہے امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک۔

**تشریح** اگر شوہر نے آزاد عورت کو ایک طلاق یا دو طلاقیں دی۔ وہ عدت گزار کر دوسرے شوہر سے شادی کی۔ پھر اس سے صحبت بھی ہوئی پھر اس نے طلاق دی اور اس کی عدت گزار کر پہلے شوہر سے دوبارہ شادی کی تو پہلا شوہر اس عورت کو اب کتنی طلاقیں دے تو یہ مغلظہ ہوگی؟ تین طلاقوں سے مغلظہ ہوگی یا پہلے کا مابقیہ؟ مثلا پہلے ایک طلاق دی تھی تو اب صرف دو طلاقوں سے مغلظہ ہو جائے گی اور اس کو حلالہ کرانا ہوگا یا تین طلاقوں سے مغلظہ ہوگی اور حلالہ کرانا ہوگا۔ اور اگر پہلے دو طلاقیں دی تھی تو اب صرف ایک طلاق دینے سے مغلظہ ہوگی اور حلالہ کرانا ہوگا یا تین طلاقیں دینے سے مغلظہ ہوگی؟ امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ زوج ثانی سے نکاح کرنے اور وطی کرنے کے بعد جب پہلے شوہر کے پاس آئے گی تو پوری تین طلاقیں لیکر آئے گی اور تین طلاقوں سے مغلظہ ہوگی۔ اور پہلے جو ایک طلاق یا دو طلاقیں دی تھی وہ کالعدم ہو جائے گی اس کا اعتبار نہیں۔ اس کو کہتے ہیں کہ حل جدید کے ساتھ آئے گی۔

**وجہ** جس طرح تین طلاقیں ہوتی اور دوسرے شوہر سے شادی اور وطی کرا کے آتی تو حل جدید کے ساتھ آتی اسی طرح اس سے کم میں بھی حل جدید کے ساتھ آئے گی۔ اس لئے کہ زوج ثانی تین طلاقوں کی شدت کو دھوتا ہے تو اس سے کم کی شدت کو بدرجہ اولی دھوئے گا (۲) اثر میں اس کا ثبوت ہے۔ عن ابن عباس وابن عمر قالا نکاح جدید وطلاق جدید (الف) (مصنف عبد الرزاق، باب النکاح جدید والطلاق جدید ج، سادس ص ۳۵ نمبر ۱۱۱۶۲/۱۱۱۶۴/مصنف ابن ابی شیبة ۹۸ من قال ھی عندہ علی الطلاق جدید ج رابع، ص ۱۱۷، نمبر ۱۸۳۸۰/کتاب الآثار لامام محمد، باب من طلق ثم تزوجت امرأتہ ثم رجعت الیہ ص ۱۰۰، نمبر ۴۶۷) اس سے معلوم ہوا کہ ایک اور دو طلاقوں کی صورت

حاشیہ (پچھلے صفحہ سے آگے) لوگوں نے کہا ہاں! اے اللہ کے رسول! آپؐ نے فرمایا وہ حلالہ کرنے والا اور جس کے لئے حلالہ کیا گیا (الف) حضرت ابن عباس اور ابن عمر نے فرمایا زوج ثانی کے بعد نیا نکاح ہے اور نئی طلاق ہے۔

**وابی یوسف رحمهما الله[۱۹۸۸](۱۹) وقال محمد رحمه الله تعالی لایهدم الزوج الثانی لا یهدم الزوج الثانی مادون الثلاث[۱۹۸۹](۲۰) واذا طلقها ثلثا فقال قد انقضت عدتی وتزوجت بزوج آخر ودخل بی الزوج الثانی وطلقنی وانقضت عدتی والمدة**

---

میں بھی عورت حل جدید کے ساتھ اور نکاح جدید کے ساتھ زوج اول کے پاس آئے گی۔

[۱۹۸۸](۱۹) امام محمد نے فرمایا زوج ثانی نہیں کالعدم کرتا ہے تین سے کم کو۔

**تشریح** یعنی پہلے شوہر نے تین طلاقوں سے کم دی تو زوج ثانی سے نکاح اور وطی کرنا اس کو کالعدم نہیں کرے گا بلکہ بحال رہے گی اور مابقیہ طلاق دینے کا اختیار ہوگا۔

**وجہ** اثر میں ہے۔قال عمر بن الخطاب ایما امرأة طلقها زوجها تطلیقة او تطلیقتین ثم ترکها حتی تنکح زوجا غیره فیموت عنها او یطلقها ثم ینکحها زوجها الاول فانها عنده علی ما بقی من طلاقها (الف) (مصنف عبدالرزاق، باب النکاح جدید والطلاق جدید ج سادس ص ۳۵۱ نمبر ۱۱۱۴۹ رمصنف ابن ابی شیبۃ ۹۸ ما قالوا فی الرجل یطلق امرأتہ تطلیقتین او تطلیقۃ فتزوج ثم ترجع الیہ علی کم تکون عندہ؟ ج رابع ص ۷۸) اس اثر سے معلوم ہوا کہ زوج اول مابقی طلاق کا مالک ہوگا۔

[۱۹۸۹](۲۰) اگر عورت کو طلاق دی تین، پس اس نے کہا میری عدت گزر گئی اور میں نے دوسرے شوہر سے شادی کی اور دوسرے شوہر نے مجھ سے صحبت کی اور مجھ کو طلاق دی اور میری عدت گزر گئی۔اور مدت میں اس کا احتمال بھی ہے تو پہلے شوہر کے لئے جائز ہے کہ اس کی تصدیق کرلے جبکہ غالب گمان ہو کہ وہ سچی ہے۔

**تشریح** شوہر نے بیوی کو تین طلاقیں دیں۔ بیوی ایک مدت کے بعد واپس آئی اور کہنے لگی کہ میں نے آپ کی عدت گزار کر دوسرے شوہر سے شادی کی۔اس نے مجھ سے صحبت بھی کی اور اس نے بھی جلدی میں طلاق دیدی۔اس کی عدت گزار کر آپ کے لئے حلال ہو کر آئی ہوں آپ مجھ سے شادی کرلیں۔ پس اگر پہلے شوہر کی طلاق اور واپس آنے کے درمیان اتنی مدت ہے کہ ایسا ہوسکتا ہے۔اور حالات سے اندازہ ہوتا ہو کہ اس نے ایسا کیا ہوگا تو پہلے شوہر کے لئے گنجائش ہے کہ اس کی تصدیق کرے اور بیوی سے شادی کرے۔مثلا مدخول بہا عورت کو تین طلاقیں دی اور وہ ۹۳ تیرانوے دنوں کے بعد واپس آئی، غیر مدخول بہا کو بیک وقت تین طلاقیں دی اور ۳۹ انچالیس دنوں کے بعد واپس آئی تو گمان کیا جاسکتا ہے کہ وہ سچ بول رہی ہے۔

**وجہ** حیض کی کم سے کم مدت تین دن ہے تو تین حیض کے ۹ دن ہوئے۔اور دو حیض کے درمیان کم سے کم مدت پندرہ دن ہے تو تین حیض کے درمیان دو طہر آئیں گے تو دو طہر کے تیس دن ہوئے۔اب نو دن اور تیس دن انچالس دن ہوئے پھر طہر آئے گا جس میں عورت دوسرے

---

حاشیہ : (الف) حضرت عمر نے فرمایا کسی عورت کو شوہر نے طلاق دی ایک یا دو، پھر اس کو چھوڑ دیا یہاں تک کہ عورت نے دوسری شادی کرلی۔پھر اس کا شوہر مر گیا یا طلاق دیدی، پھر پہلے شوہر سے نکاح کیا تو عور زوج اول کے پاس مابقی طلاق پر ہوگی۔

**تحتمل ذلک جاز للزوج الاول ان یصدقھا اذا کان غالب ظنہ انھا صادقة.**

شوہر سے شادی کرے گی اس کے پندرہ دن ہوئے۔اس کے بعد دوسرے شوہر کی انچالیس دن تک عدت گزارے گی تو پندرہ اورانچالیس چون دن ہوئے۔ پہلے شوہر کی عدت انچالیس دن اور دوسرے شوہر کی عدت میں چون دن ہوئے۔مجموعہ تیرانوے دن ہوئے۔نقشہ اس طرح ہے۔

| پہلے شوہر سے طلاق اور عدت | : | – | حیض | طہر | حیض | طہر | حیض | مجموعہ |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| | | – | ۳ | ۱۵ | ۳ | ۱۵ | ۳ | ۳۹ |
| دوسرے شوہر سے شادی، طلاق اور عدت | : | طہر | حیض | طہر | حیض | طہر | حیض | مجموعہ |
| | | ۱۵ | ۳ | ۱۵ | ۳ | ۱۵ | ۳ | ۵۴ |
| دونوں عدتوں کا مجموعہ : | ۳۹ + ۵۴ = ۹۳ تیرانوے دن | | | | | | | |

اس لئے ۹۳ دن کے بعد عورت واپس آئے تو اس کی تصدیق کی جا سکتی ہے۔

**وجہ** اثر میں اس کا ثبوت ہے۔**عن الشعبی قال جاء رجل الی علی بن ابی طالب فقال انی طلقت امرأتی فجائت بعد شھرین فقالت قد انقضت عدتی وعند علی شریح فقال قل فیھا قال وانت شاھد یا امیر المؤمنین قال نعم قال ان جائت ببطانة من اھلھا من العدول یشھدون انھا حاضت ثلاث حیض والا فھی کاذبة فقال علی قالون بالرومیة انی اصبت** (الف)(سنن للبیہقی، باب تصدیق المرأة فیما یمکن فیہ انقضاء عدتھا ج سابع ص ۶۸۷، نمبر ۱۵۴۰۵ ر مصنف ابن ابی شیبہ ۲۸۰ من قال اؤتمنت المرأة علی فرجھا ج رابع، ص ۲۰۶، نمبر ۱۹۲۸۹)اس اثر سے معلوم ہوا کہ مدت اس کا تحمل کرتی ہو اور غالب گمان ہو کہ وہ سچ بولتی ہے تو بات مان لی جائے گی۔

عورت غیر مدخول بہا کو ایک طلاق دی ہے اس لئے صرف دوسرے شوہر کی عدت گزارتی ہے جو کم سے کم ۳۹ دن ہوں گے۔اور وہ دو ماہ کے بعد واپس آتی ہے اس لئے سچ پر محمول کیا جا سکتا ہے اگر قرائن سے سچی معلوم ہو ورنہ عمومی طور پر تین حیض کے لئے تین ماہ چاہئے۔



حاشیہ : (الف) حضرت شعبی نے فرمایا ایک آدمی حضرت علیؓ کے پاس آیا اور کہا میں نے بیوی کو تین طلاقیں دیں پھر وہ دو ماہ کے بعد آئی اور کہا میری عدت ختم ہو چکی ہے۔حضرت علیؓ کے پاس قاضی شریح تھے۔انہوں نے فرمایا قاضی صاحب آپ کہیں! حضرت شریح نے فرمایا امیر المؤمنین! آپ گواہ ہیں؟ کہا ہاں! حضرت شریح نے کہا اگر اس کے خاص اہل والے عادل آدمی گواہی دیں کہ اس کو تین حیض ہوئے ہیں تو وہ سچ ہے ورنہ تو وہ جھوٹی ہے۔پس حضرت علیؓ نے فرمایا قالون! رومی زبان میں۔اس کا ترجمہ ہے ٹھیک فتوی دیا۔

## ﴿ کتاب الایلاء ﴾

**[۱۹۹۰](۱)اذا قال الرجل لامرأته واللہ لا اقربک او لا اقربک اربعة اشهر فهی مول**

**[۱۹۹۱](۲) فان وطیها فی الاربعة الاشهر حنث فی یمینه ولزمته الکفارة وسقط**

﴿ کتاب الایلاء ﴾

**ضروری نوٹ** ایلا کے معنی قسم ہیں۔شریعت میں چار ماہ تک بیوی سے نہ ملنے کی قسم کھائے اس کو ایلاء کہتے ہیں۔اگر چار ماہ تک نہ ملنے کی قسم کھائی اور نہیں ملا تو ایک طلاق بائنہ واقع ہوگی۔اور اگر مل گیا تو قسم کا کفارہ دینا ہوگا۔اور اگر چار ماہ سے کم نہ ملنے کی قسم کھائی تو محاورہ میں یہ بھی ایلاء ہے لیکن اس سے طلاق واقع نہیں ہوگی۔البتہ اگر اس مدت سے پہلے مل گیا تو قسم کا کفارہ لازم ہوگا،اور اس وقت تک نہیں ملا تو طلاق واقع نہیں ہوگی۔اس کا ثبوت اس آیت میں ہے۔**للذین یؤلون من نسائهم تربص اربعة اشهر فان فاء وا فان اللہ غفور رحیم o وان عزموا الطلاق فان اللہ سمیع علیم** (الف)( آیت ۲۲۷ سورة البقرة ۲)اس آیت میں ہے کہ چار مہینے ہوں تب ایلاء ہوگا (۲) حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے بیویوں سے ایک ماہ کا ایلاء کیا تھا۔**سمع انس بن مالک یقول الی رسول اللہ من نسائه وکانت انفکت رجله فاقام فی شربة له تسعا و عشرین** (ب)(بخاری شریف،باب قول اللہ تعالیٰ للذین یؤلون من نسایھم تربص اربعۃ اشہر ص ۷۹۷ نمبر ۵۲۸۹)

[۱۹۹۰](۱) جب کہا آدمی نے اپنی بیوی سے خدا کی قسم میں تیرے قریب نہیں آؤں گا،یا بخدا میں چار ماہ تک تیرے قریب نہ آؤں گا تو وہ ایلاء کرنے والا ہو گیا۔

**تشریح** آدمی نے بیوی سے کہا خدا کی قسم تیرے قریب نہیں آؤں گا تو اس صورت میں چار ماہ کی مدت متعین نہیں کی،عام چھوڑا اس لئے ہمیشہ ہوگا۔اس لئے اس میں چار ماہ بھی شامل ہیں اس لئے ایلاء ہو جائے گا۔اور دوسری صورت میں واضح طور پر کہا کہ چار ماہ تک نہیں قریب آؤں گا۔اس لئے آیت کے مطابق چار ماہ کی قید لگائی اس لئے ایلاء ہو جائے گا۔قسم کھا کر کہے تب ایلاء ہوگا اس کی دلیل یہ اثر ہے۔**عن ابن عباس قال لا ایلاء الا بحلف** (ج)(مصنف ابن ابی شیبة ۱۳۳ من قالا لا ایلاء الا بحلف ج رابع ص ۱۳۸،نمبر ۱۸۶۲۳)اس اثر سے معلوم ہوا کہ قسم کھا کر کہے گا تب ایلاء ہوگا۔اور چار ماہ ہو اس کی دلیل اوپر کی آیت ہے۔

**لغت** مول : ایلاء سے اسم فاعل ہے،ایلاء کرنے والا۔

[۱۹۹۱](۲) پس اگر چار ماہ کے اندر صحبت کر لی تو قسم میں حانث ہو جائے گا اور اس کو کفارہ لازم ہوگا اور ایلاء ساقط ہو جائے گا۔

**وجہ** چونکہ چار ماہ تک بیوی کے پاس نہ جانے کی قسم کھائی تھی اور اس سے پہلے بیوی سے مل لیا تو قسم کا کفارہ لازم ہوگا (۲) قسم کے کفارہ کی

---

حاشیہ : (الف) جو لوگ اپنی بیویوں سے ایلاء کرتے ہیں ان کو چار مہینے رکنا ہے،پس اگر رجوع کر لیا تو اللہ معاف کرنے والے ہیں،اور اگر طلاق کا ارادہ کر لیا تو اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے (ب) حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے اپنی بیویوں سے ایلاء کیا۔اور آپ کے پاؤں مبارک میں موچ آئی تھی۔پس آپؐ اپنی کوٹھری میں انتیس دن ٹھہرے رہے (ج) حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ نہیں ایلاء ہوتا ہے مگر قسم کے ساتھ۔

**الایلاء[۱۹۹۲](۳) وان لم یقربها حتی مضت اربعة اشهر بانت بتطلیقة واحدة.**

دلیل اس آیت میں ہے۔ ذلک کفارة ایمانکم اذا حلفتم واحفظوا ایمانکم (الف) ( آیت ۸۹ سورۃ المائدۃ ۵) اس آیت سے معلوم ہوا کہ قسم ٹوٹ جائے تو کفارہ لازم ہوگا۔ اور ایلاء اس لئے ساقط ہو جائے گا کہ چار ماہ تک نہ ملنے کی قسم کھائی اور درمیان میں مل لیا تو ایلاء کی مدت ہی پوری نہیں ہوئی۔ اس لئے ایلاء ساقط ہو جائے گا۔ اس کا ثبوت اس آیت میں ہے۔ للذین یؤلون من نسائهم تربص اربعة اشهر فان فاء وا فان الله غفور رحیم (ب) ( آیت ۲۲۶ سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت میں فان فاء وا سے اشارہ ہے کہ چار مہینے سے پہلے بیوی سے مل لیا تو ایلاء ساقط ہو جائے گا (۲) اس اثر میں دونوں کا ثبوت ہے۔ عن ابن عباس فی آیة الایلاء قال الرجل یحلف لامرأته باللہ لا ینکحها تتربص اربعة اشهر فان هو نکحها کفر عن یمینه باطعام عشرة مساکین او کسوتهم او تحریر رقبة فمن لم یجد فصیام ثلاثة ایام وان مضت اربعة اشهر قبل ان ینکحها خیره السلطان الخ (ج) (سنن للبیہقی ، باب من قال عزم الطلاق انقضاء الاربعۃ الاشہر ج سابع ، ص ۶۲۳ ، نمبر ۱۵۲۳۱) اس اثر میں ہے کہ چار ماہ سے پہلے نکاح یعنی وطی کر لی تو قسم کا کفارہ ادا کرے گا۔

[۱۹۹۲] (۳) اور اگر بیوی کے قریب نہیں گیا یہاں تک کہ چار ماہ گزر گئے تو ایک طلاق کے ساتھ بائنہ ہو جائے گی۔

**تشریح** ایلاء کے بعد چار ماہ تک بیوی سے نہیں ملا تو چار ماہ گزرتے ہی خود ایلاء سے طلاق بائنہ واقع ہو جائے گی۔ الگ سے طلاق دینے کی ضرورت نہیں۔ اب وہ مطلقہ کی عدت گزار کر جدا ہو جائے۔

**وجہ** اثر میں ہے چار ماہ گزرنا ہی طلاق ہے۔ قلت لسعید بن جبیر اکان ابن عباس یقول اذا مضت اربعة اشهر فهی واحدة بائنة ولا عدة علیها وتزوج ان شاءت قال نعم (د) (دار قطنی ، کتاب الطلاق ج رابع ص ۳۴ نمبر ۴۰۰۳ ر سنن للبیہقی ، باب من قال عزم الطلاق انقضاء الاربعۃ الاشہر ج سابع ، ص ۶۲۱ ، نمبر ۱۵۲۲۳ ر مصنف عبد الرزاق نمبر ۱۱۶۵۰) اس اثر سے معلوم ہوا کہ چار مہینے گزرنے سے ہی طلاق بائنہ ہو جائے گی (۲) عثمان و زید بن ثابت کانا یقولان اذا مضت الاربعة اشهر فهی تطلیقة بائنة (ہ) (دار قطنی ، کتاب الطلاق ج رابع ص ۳۴ نمبر ۴۰۰۰ ر سنن للبیہقی ، حوالہ بالا (۳) شوہر نے چار ماہ جدا رکھ کر عورت پر ظلم کیا تو شریعت نے اس ظلم کو ہی طلاق قرار دے دیا ، الگ سے طلاق لینے میں شوہر کا محتاج نہیں کیا۔

**فائدہ** امام شافعیؒ نے فرمایا چار ماہ گزرنے کے بعد توقف کیا جائے گا یا تو الگ سے طلاق دے کر عورت کو علیحدہ کرے یا پھر واپس رکھ لے۔

---

حاشیہ : (الف) یہ تمہارے قسم کا کفارہ ہے جب تم قسم کھاؤ۔ اور تمہاری قسموں کو محفوظ رکھو (ب) جو لوگ اپنی عورتوں سے ایلاء کرتے ہیں ان کو چار ماہ تک رکنا ہے۔ پس اگر رجوع کر لیا تو اللہ تعالی معاف کرنے والے ہیں (ج) ایلاء کی آیت میں حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا ، آدمی قسم کھائے کہ بیوی سے صحبت نہیں کرے گا ، چار ماہ تک رکنا ہے۔ پس اگر وطی کر لی تو قسم کا کفارہ دے گا ، دس مسکین کو کھانا کھلائے یا اس کو کپڑا پہنائے یا غلام آزاد کرے اور جو نہ پائے وہ تین دن تک روزے رکھے۔ اور اگر صحبت کرنے سے پہلے چار مہینے گزر جائے تو بادشاہ اس کو اختیار دے گا (د) کیا ابن عباس فرماتے ہیں کہ چار ماہ گزر جائے تو ایک طلاق بائنہ ہوگی اور اس پر عدت نہیں ہے۔ اگر چاہے تو شادی کرے؟ فرمایا ہاں! (ہ) حضرت عثمان اور زید بن ثابت فرماتے تھے جب چار ماہ گزر جائے تو ایک طلاق بائنہ ہوگی۔

**[۱۹۹۳](۴) فان کان حلف علی اربعة اشهر فقد سقطت الیمین[۱۹۹۴](۵) وان کان حلف علی الابد فالیمین باقیة فان عاد فتزوجها عاد الایلاء فان وطیھالزمته الکفارة والا وقعت بمضی اربعة اشهر تطلیقة اخری فان تزوجها ثالثا عاد الایلاء ووقعت علیها بمضی**

---

**وجہ** اثر میں ہے۔ عن ابن عمر اذا مضت اربعة اشهر یوقف حتی یطلق ولا یقع علیه الطلاق حتی یطلق ویذکر ذلک عن عثمان وعلی وابی الدرداء وعائشة واثنی عشر رجلا من اصحاب النبی ﷺ (الف) (بخاری شریف، باب قول اللہ تعالی للذین یؤلون من نسائھم ص ۷۹۷ نمبر ۵۲۹۱/دار قطنی، کتاب الطلاق ج رابع، ص ۳۳ نمبر ۳۹۹۵/سنن للبیھقی، باب من قال یوقف المولی بعد تربص اربعة اشهر فان فاء والا طلق ج رابع، ص ۳۱۸، نمبر ۱۵۲۰۸) اس اثر سے معلوم ہوا کہ چار ماہ گزر جانے کے بعد توقف کیا جائے گا، یا تو واپس رکھ لے یا شوہر طلاق دے کر جدا کر دے۔

[۱۹۹۳] (۴) پس اگر چار مہینے کی قسم کھائی تو قسم ساقط ہو جائے گی۔

**تشریح** چار مہینے تک بیوی کے پاس نہ جانے کی قسم کھائی تھی وہ پوری کر دی اور بیوی کو ایک طلاق واقع ہو کر بائنہ ہو گئی۔ اس لئے اب قسم پوری ہو گئی۔ اب اگر دوبارہ اس عورت سے شادی کر کے صحبت کرے گا تو نہ طلاق واقع ہوگی اور نہ کفارہ لازم ہوگا۔

**وجہ** کیونکہ چار مہینے ہی کی قسم تھی جو پوری ہو گئی۔

[۱۹۹۴] (۵) اور اگر قسم کھائی ہمیشہ کے واسطے تو قسم باقی رہے گی، پس اگر لوٹ کر اس سے شادی کرے تو ایلاء لوٹ آئے گا، پس اگر اس سے صحبت کی تو شوہر کو کفارہ لازم ہوگا ورنہ تو واقع ہوگی دوسری طلاق چار مہینے گزرنے پر، پس اگر اس سے شادی کی تیسری مرتبہ تو ایلاء لوٹ آئے گا اور واقع ہوگی اس پر چار ماہ گزرنے پر تیسری طلاق، پس اگر شادی کی اس عورت سے دوسرے شوہر کے بعد تو اس ایلاء سے طلاق واقع نہیں ہوگی اور قسم باقی رہے گی، پس اگر صحبت کی تو اپنی قسم کا کفارہ دے گا۔

**تشریح** یہ مسئلہ دو قاعدوں پر مشتمل ہے۔ ایک تو یہ کہ ہمیشہ کے لئے قسم کھائی تو زندگی میں جب بھی اس بیوی سے صحبت کرے گا کفارہ دینا ہوگا کیونکہ قسم باقی ہے۔ اور دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ اس ایلاء کا انعقاد زوج ثانی سے پہلے پہلے تک ہوگا، زوج ثانی کے بعد واپس آئے گی تو اس ایلاء کا انعقاد نہیں ہوگا۔ اور اس کے بعد چار مہینے نہ ملنے سے طلاق واقع نہیں ہوگی۔ ان قاعدوں کو سمجھنے کے بعد مسئلے کی تشریح یہ ہے کہ شوہر نے ہمیشہ نہ ملنے کی قسم کھائی، پس اگر چار ماہ میں مل گیا تو ایلاء ختم ہو گیا البتہ قسم کا کفارہ لازم ہوگا۔ اور اگر نہیں ملا تو ایک طلاق بائنہ واقع ہوگی۔ پھر دوبارہ اس عورت سے شادی کی تو پھر ایلاء بحال ہو جائے گا کیونکہ ہمیشہ کی قسم باقی ہے۔ اگر اس مرتبہ چار ماہ کے اندر مل گیا تو ایلاء ختم ہو جائے گا اور کفارہ لازم ہوگا۔ اور اگر نہیں ملا تو چار ماہ گزرنے پر دوسری طلاق واقع ہوگی۔ پھر اگر تیسری مرتبہ اس عورت سے شادی کی تو پھر ایلاء بحال ہو

---

حاشیہ : (الف) ابن عمرؓ سے منقول ہے کہ چار ماہ گزر جائے تو ٹھہرایا جائے گا، یہاں تک کہ طلاق دے۔ طلاق واقع نہیں ہوگی یہاں تک کہ طلاق دے۔ یہ حضرت عثمان، علی، ابودرداء اور حضرت عائشہ اور دس صحابہ سے منقول ہے۔

**اربعة اشهر تطليقة اخرى فان تزوجها بعد زوج آخر لم يقع بذلك الايلاء طلاق واليمين باقية فان وطيها كفر عن يمينه[۱۹۹۵](٦) فان حلف على اقل من اربعة اشهر لم يكن موليا[۱۹۹۶](٧) وان حلف بحج او بصوم او بصدقة او عتق او طلاق فهو مول.**

---

جائے گا۔اور چار ماہ کے اندر مل لیا تو کفارہ لازم ہوگا اور نہیں ملا تو تیسری طلاق واقع ہو جائے گی۔اور اب حلالہ کے بغیر اس عورت سے شادی کرنا حرام ہوگا۔پس اگر حلالہ کے بعد یہ عورت پہلے شوہر کے پاس آئی تو اب پچھلا ایلاء بحال نہیں ہوگا۔اور چار ماہ تک نہ ملے تو طلاق واقع نہیں ہوگی۔کیونکہ زوج ثانی کی وجہ سے حل جدید اور نکاح جدید کے ساتھ پہلے شوہر کے پاس آئی ہے۔البتہ جب بھی صحبت کرے گا تو کفارہ لازم آئے گا۔کیونکہ ہمیشہ کی قسم کھانے کی وجہ سے ابھی بھی قسم برقرار ہے۔

**وجہ** اثر میں ہے۔عن ابراهيم قال اذا مضت الا شهر فقد بانت منه فان تزوجها بعد ذلك فهو مول ايضا وان لم يمسها حتى تمضى الاشهر فقد بانت منه وان تزوجها بعد ذلك فهو مول ايضا وان لم يمسها حتى تمضى الاشهر بانت منه ايضا (الف)(مصنف عبد الرزاق، باب الذی یحلف بالطلاق ثلاثا ان لا یقربھا ھل یکون ایلاء؟ ج سادس ص ۴۵۳ نمبر ۱۱۶۳۶)اس اثر سے معلوم ہوا کہ تین مرتبہ تک طلاق واقع ہوگی۔

[۱۹۹۵](٦)پس اگر چار مہینے سے کم کی قسم کھائی تو ایلا کرنے والا نہیں ہوگا۔

**وجہ** آیت میں تصریح ہے کہ چار ماہ کی قسم ہو اس کو ایلاء کہتے ہیں۔اس لئے چار ماہ سے کم کی قسم کھائی تو وہ ایلاء نہیں ہوگا جس سے طلاق بائنہ واقع ہو۔للذين يؤلون من نسائهم تربص اربعة اشهر (آیت ۲۲۶ سورة البقرة ۲)(۲)اثر میں ہے۔عن ابن عباس قال كان ايلاء اهل الجاهلية السنة والسنتين و اكثر من ذلك فوقت الله عزوجل لهم اربعة اشهر فان كان ايلاءه اقل من اربعة اشهر فليس بايلاء (ب)(سنن للبیہقی، باب الرجل یحلف لا یطأ امرأتہ اقل من اربعۃ اشہر ج سابع ص ۶۲۵، نمبر ۱۵۲۳۷/ مصنف ابن ابی شیبۃ ۱۲۵ ما قالوا فی الرجل یولی دون الاربعۃ اشہر من قال لیس بایلاء س رابع ص ۱۳۵، نمبر ۱۸۵۸۱)اس اثر سے معلوم ہوا کہ چار ماہ سے کم کی قسم کھائی تو ایلاء نہیں ہوگا۔

[۱۹۹۶](٧)اگر قسم کھائی حج کی یا روزہ کی یا صدقہ کی یا آزاد کرنے کی یا طلاق کی تو وہ ایلاء کرنے والا ہے۔

**تشریح** مثلا یوں کہے کہ اگر میں چار ماہ تک بیوی کے پاس جاؤں تو مجھ پر حج لازم یا مجھ پر روزہ لازم یا مجھ پر صدقہ لازم یا میرا غلام آزاد یا میری بیوی کو طلاق تو ایسی صورت میں ایلاء منعقد ہو جائے گا۔

---

حاشیہ : (الف)ابراہیم نے فرمایا اگر چار ماہ گزر جائے تو اس سے بائنہ ہوگی۔پس اگر اس کے بعد اس شوہر سے شادی کی تو ایلاء کرنے والا ہوگا۔اور اگر صحبت نہیں کی یہاں تک کہ چار ماہ گزر گئے تو بائنہ ہو جائے گی۔اور اگر اس کے بعد شادی کی تو پھر ایلاء کرنے والا ہوگا۔اور اگر صحبت نہیں کی یہاں تک کہ چار ماہ گزر گئے تو پھر بائنہ ہو جائے گی (ب)حضرت ابن عباس نے فرمایا زمانہ جاہلیت میں ایلاء ایک سال دو سال تک یا اس سے زیادہ ہوتا تھا۔پس اللہ نے اس کے لئے چار ماہ متعین کر دیا۔پس اگر ایلاء چار ماہ سے کم ہو تو وہ ایلاء نہیں ہے۔

[۱۹۹۷](۸) وان آلی من المطلقة الرجعیة کان مولیا وان آلی من البائنة لم یکن مولیا[۱۹۹۸](۹) ومدة ایلاء الامة شهران[۱۹۹۹](۱۰) وان کان المولی مریضا لایقدر علی الجماع او کانت المرأة مریضة او کانت رتقاء او صغیرة لا یجامع مثلها او

---

**وجہ** قاعدہ یہ ہے کہ ہروہ کام کہ کے شرط پرقسم جس سے بیوی شوہر کا ملنا دشوار ہو جائے اس سے ایلاء کا انعقاد ہوتا ہے۔صورت مذکورہ میں چار مہینے کے اندر اندر بیوی سے ملے گا تو حج وغیرہ لازم ہوگا یا بیوی کو طلاق واقع ہوگی جن کی وجہ سے بیوی سے ملنا دشوار ہوگیا اس لئے ایلاء ہو جائے گا(۲) اثر میں ہے۔عن ابن عباس قال کل یمین منعت جماعا فھی ایلاء وروینا ایضا عن الشعبی والنخعی (الف)(سنن للبیہقی، باب کل یمین منعت الجمع بکل حال اکثر من اربعة اشھر بان یحنث الحالف فھی ایلاء ج سابع ص ۶۲۶،نمبر ۱۵۲۳۹/مصنف عبدالرزاق باب ما حال بینہ وبین امرأتہ فھو ایلاء ج سادس ص ۴۴۸ نمبر ۱۱۶۱۱) اس اثر سے معلوم ہوا کہ ہروہ قسم جو صحبت روک دے اس سے ایلاء منعقد ہوگا۔

[۱۹۹۷](۸) اگر مطلقہ رجعیہ سے ایلاء کیا تو ایلاء کرنے والا ہوگا۔اور اگر بائنہ سے ایلاء کیا تو ایلاء کرنے والا نہیں ہوگا۔

**وجہ** مطلقہ رجعیہ عدت کے اندر ہر اعتبار سے بیوی ہے اس لئے اس سے ایلاء ہوگا۔اور مطلقہ بائنہ اب بیوی نہیں رہی اس لئے اس سے ایلاء نہیں ہوگا(۲) آیت میں ہے کہ بیوی سے ایلاء ہوگا اگر بیوی نہ ہو ایلاء نہیں ہوگا۔للذین یؤلون من نسائھم (آیت ۲۲۶ سورة البقرة ۲) اس آیت میں نسائھم سے پتہ چلا کہ بیوی ہو تو ایلاء ہوگا ورنہ نہیں۔

[۱۹۹۸](۹) باندی کی مدت ایلاء دو مہینے ہیں۔

**تشریح** باندی بیوی ہو تو اگر یوں کہے کہ دو ماہ تک تمہارے پاس نہیں جاؤں گا تو ایلاء ہو جائے گا۔

**وجہ** اثر میں ہے کہ باندی کی مدت ایلاء آزاد سے آدھی ہے۔عن الحسن انہ کان یقول فی الایلاء من الامة اذا مضی شھران ولم یفیء زوجھا فقد وقع الایلاء (ب)(مصنف ابن ابی شیبة ۱۳۰، ما قالوا فی الرجل یولی من الامة کم ایلاؤھا ج رابع ص ۱۳۷،نمبر ۱۸۶۰۵) اس اثر سے معلوم ہوا کہ باندی کی مدت ایلاء دو ماہ ہیں۔

[۱۹۹۹](۱۰) اگر ایلاء کرنے والا بیمار ہو جس کی وجہ سے جماع پر قدرت نہ رکھتا ہو۔یا عورت بیمار ہو یا بند راستہ والی ہو یا اتنی چھوٹی ہو کہ اس سے وطی نہ ہو سکتی ہو یا دونوں کے درمیان اتنی مسافت ہو کہ ایلاء کی مدت میں وہاں تک پہنچنے کی قدرت نہ ہو تو اس کا رجوع یہ کہہ دینا ہے کہ میں اس کی طرف رجوع کر لیا۔جب یہ کہہ دے تو ایلاء ساقط ہو جائے گا۔

**تشریح** یہ مسئلے اس قاعدے پر ہیں کہ کسی مجبوری کی وجہ سے عورت سے جماع پر قدرت نہیں ہے تو پھر جماع کرنا ضروری نہیں ہوگا۔بلکہ زبان

---

حاشیہ : (الف) حضرت ابن عباس نے فرمایا ہر وہ قسم جو جماع کو روک دے تو وہ ایلاء ہے۔حضرت شعبی سے بھی یہی منقول ہے(الف) حضرت حسن باندی کے ایلاء کے بارے میں فرماتے تھے اگر دو ماہ گزر جائے اور شوہر رجوع نہ کرے تو ایلاء واقع ہو جائے گا۔

**کانت بینھما مسافة لا یقدر ان یصل الیھا فی مدة الایلاء ففیئه ان یقول بلسانه فئت الیھا فان قال ذلک سقط الایلاء[۲۰۰۰](۱۱) وان صح فی المدة بطل ذلک الفیء وصار فیئه الجماع[۲۰۰۱](۱۲) واذا قال لامرأته انت علی حرام سئل عن نیته فان قال اردت**

سے کہہ دے کہ میں نے بیوی سے رجوع کر لیا تو اس کہہ دینے سے ایلاء ساقط ہو جائے گا اور قسم کا کفارہ لازم ہوگا۔ البتہ اگر جماع پر قادر ہو تو جماع کرنے سے ہی ایلاء ساقط ہوگا۔

وجہ اس اثر میں اس کا ثبوت ہے۔ وقال ابن مسعود فان کان به علة من کبر او مرض او حبس یحول بینه وبین الجماع فان فیئه ان یفیء بقلبه او لسانه (الف) (مصنف ابن ابی شیبة ۱۲۹ من قال لا فیء له الا الجماع ج رابع ص ۱۳۶، نمبر ۱۸۶۰۲ رسنن للبیہقی، باب الفیئة الجماع الا من عذر ج سابع ص ۶۲۴، نمبر ۱۵۲۳۵ رمصنف عبد الرزاق، باب الفیء الجماع ج سادس ص ۴۶۲ نمبر ۱۱۶۷۷) اس اثر سے معلوم ہوا کہ عذر ہو تو زبان سے رجوع کر لینا بھی کافی ہو جائے گا اور ایلاء ساقط ہو جائے گا۔

لغت رتقاء : وہ عورت جس کا رحم ہڈی وغیرہ کی وجہ سے بند ہو، فیء : ایلاء سے رجوع کرنے کو فیء کہتے ہیں۔

[۲۰۰۰](۱۱) اور اگر تندرست ہو گیا مدت میں تو باطل ہو جائے گا یہ رجوع اور ہو جائے گا اس کا رجوع جماع کرنا۔

تشریح عذر کی بنا پر زبان سے رجوع کر لیا تھا۔ لیکن ابھی چار مہینے گزرنے سے پہلے عذر ختم ہو گیا اور جماع پر قادر ہو گیا تو اب جماع کر کے ہی رجوع کرنا ہوگا۔

وجہ ایلاء سے رجوع کرنے کے لئے جماع کرنا ضروری ہے اور وہی اصل ہے۔ اور زبان سے رجوع کرنا فرع ہے اور مجبوری کی بنیاد پر ہے۔ اس لئے جب اصل پر قادر ہو گیا تو اصل یعنی جماع ہی سے رجوع کرنا ہوگا (۲) اثر میں ہے۔ عن ابن عباس قال الفیء الجماع (ب) (سنن للبیہقی، باب الفیئة الجماع الا من عذر ج سابع ص ۶۲۴، نمبر ۱۵۲۳۴ رمصنف عبد الرزاق، باب الفیء الجماع ج سادس ص ۴۶۱ نمبر ۱۱۶۷۴ رمصنف ابن ابی شیبة ۱۲۹ من قال لا فیء له الا الجماع ج رابع ص ۱۳۶، نمبر ۱۸۵۹۵) اس اثر سے معلوم ہوا کہ رجوع کا اصل طریقہ جماع ہی ہے۔ اس لئے مدت ایلاء میں جماع پر قدرت ہو جائے تو جماع کر کے رجوع کرنا ہوگا۔

[۲۰۰۱](۱۲) اگر اپنی بیوی سے کہا تو مجھ پر حرام ہے تو اس کی نیت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ پس اگر کہا کہ میں نے جھوٹ کا ارادہ کیا ہے تو ایسے ہی ہوگا۔

تشریح لفظ حرام چار معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ اس سے طلاق بائنہ اور طلاق مغلظہ بھی ہو سکتی ہے۔ اس سے ظہار بھی ہوتا ہے۔ اس سے ایلاء بھی ہوتا ہے اور اس سے قسم بھی منعقد ہوتی ہے۔ اور کہے کہ حرام بول کر جھوٹ بول رہا ہوں تو جھوٹ بھی ہوگا اور طلاق واقع نہیں

---

حاشیہ : (الف) حضرت ابن مسعود نے فرمایا اگر عذر ہو، بڑھاپے یا مرض یا قید، جو قید اور جماع میں حائل ہو جائے تو اس کا رجوع یہ ہے کہ دل اور زبان سے رجوع کر لے (ب) ابن عباس فرماتے ہیں ایلاء کا رجوع جماع کرنا ہے۔

**الکذب فھو کما قال[۲۰۰۲](۱۳) وان قال اردت به الطلاق فھی تطلیقة بائنة الا ان ینوی الثلاث[۲۰۰۳](۱۴) وان قال اردت به الظھار فھو ظھار.**

ہوگی۔اس لئے یہ پوچھا جائے گا کہ حرام بول کر نیت کیا کی ہے؟ اس اعتبار سے فیصلہ ہوگا۔اس لئے اگر اس نے جھوٹ بولنے کی نیت کی تو جھوٹ شمار کریں گے، اور عورت پر طلاق واقع نہیں ہوگی۔

**وجہ** (۱) بیوی حقیقت میں حرام تو نہیں ہے وہ تو حلال ہے اس لئے واقعی وہ جھوٹ ہی بول رہا ہے۔اور چونکہ نیت بھی جھوٹ کی کی ہے اس لئے اسی پر محمول کر کے طلاق واقع نہیں کریں گے (۲) اثر میں ہے۔**عن الثوری قال یقول فی الحرام علی ثلاثة وجوه ،ان نوی طلاقا فھو علی مانوی، وان نوی ثلاثا فثلاث، وان نوی واحدة فواحدة بائنة، وان نوی یمینا فھی یمین، وان نوی لم ینو شیئا فھی کذبة فلیس فیه کفارة** (الف) (مصنف عبد الرزاق، باب الحرام ج سادس ص ۴۰۵ نمبر ۱۱۳۹۰ ر مصنف ابن ابی شیبة ۶۹ من قال الحرام یمین ولیست بطلاق ج رابع، ص ۹۹، نمبر ۱۸۱۸۳) اس اثر سے معلوم ہوا کہ حرام بول کر جھوٹ کی نیت کرے تو کچھ واقع نہیں ہوگی۔

[۲۰۰۲] (۱۳) اور اگر کہا اس سے طلاق کی نیت کی تو ایک طلاق بائنہ ہوگی مگر یہ کہ نیت کرے تین۔

**تشریح** **انت علی حرام** کہہ کر طلاق کی نیت کی تو کم سے کم ایک طلاق بائنہ واقع ہوگی۔اور اگر تین طلاق کی نیت کی تو تین طلاقیں واقع ہوں گی۔

**وجہ** (۱) لفظ حرام کنایات میں سے ہے۔اور کنایہ میں کم سے کم ایک طلاق بائنہ واقع ہوتی ہے۔اور اگر تین کی نیت کرے تو تین بھی واقع ہوتی ہے (۲) اوپر حضرت ثوری کا اثر گزرا جس میں تھا کہ ایک طلاق بائنہ واقع ہوگی اور تین کی نیت کی تو تین واقع ہوگی (۳) **عن علی وزید بن ثابت فی البریة والبتة والحرام انھا ثلاث ثلاث** (ب) (سنن للبیھقی، باب من قال لامرأته انت علی حرام ج سابع، ص ۵۷۶، نمبر ۱۵۰۶۷) (۴) **وقال الحسن نیته وقال اھل العلم اذا طلق ثلاثا فقد حرمت علیه حراما بالطلاق والفراق** (ج) (بخاری شریف، باب من قال لامرأته انت علی حرام ص ۷۹۲ نمبر ۵۲۶۴) اس اثر سے معلوم ہوا کہ نیت کرے تو تین طلاقیں واقع ہوں گی۔

[۲۰۰۳] (۱۴) اور اگر کہے کہ میں نے اس سے ظہار کی نیت کی تو ظہار ہوگا۔

**تشریح** **انت علی حرام** بول کر ظہار کرنے کی نیت کی تو بیوی سے ظہار واقع ہو جائے گا۔

**وجہ** اثر میں ہے۔**عن سماک بن الفضل عن وھب قالوا ھو بمنزلة الظھار اذا قال ھی علی حرام، عتق رقبة او صیام شھرین متتابعین او اطعام ستین مسکینا** (د) (مصنف عبد الرزاق، باب الحرام ج سادس ص ۴۰۴ نمبر ۱۱۳۸۷) اس اثر میں ہے کہ

---

حاشیہ : (الف) حضرت ثوری نے فرمایا حرام میں تین طریقے ہیں۔اگر نیت کی طلاق کی تو جیسی نیت کی ویسی ہوگی۔اور اگر نیت کی تین کی تو تین واقع ہونگی۔اور اگر نیت کی ایک کی تو ایک بائنہ واقع ہوگی۔اور اگر نیت کی قسم کی تو قسم ہوگی۔اور اگر کچھ نیت نہیں کی تو جھوٹ ہوگا۔پس اس میں کفارہ نہیں ہوگا (ب) حضرت علی اور زید بن ثابت نے فرمایا کہ بریة اور حرام میں تین تین طلاقیں واقع ہوں گی (ج) حضرت حسن فرماتے ہیں کہ نیت کا اعتبار ہے۔اور اہل علم نے فرمایا اگر تین طلاقیں دے تو شوہر پر حرام ہو جائے گی اس لئے اس کو حرام کہتے ہیں طلاق اور فراق کی وجہ سے (د) حضرت وہب نے فرمایا لفظ حرام ظہار کے درجے میں ہے (باقی اگلے صفحہ پر)

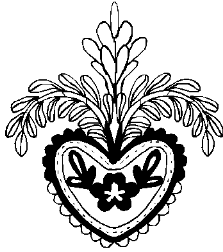
[۲۰۰۴](۱۵) وان قال اردت به التحریم او لم ارد به شیئا فھی یمین یصیر به مولیا.

حرام کے لفظ سے ظہار واقع ہوگا۔

[۲۰۰۴](۱۵)اور اگر کہا میں نے اس سے حرمت کا ارادہ کیا ہے، یا کچھ ارادہ نہیں کیا تو یہ قسم ہوگی اور اس سے ایلاء کرنے والا ہوگا۔

**تشریح** اگر طلاق کی نیت نہیں کی، ظہار کی نیت بھی نہیں کی۔ اور جھوٹ بولنے کی بھی نیت نہیں کی بلکہ تحریم کی نیت یعنی حرام کرنے کی نیت کی۔ یا کسی چیز کی بھی نیت نہیں کی تو ان دونوں صورتوں میں لفظ حرام سے قسم ہوگی اور ایلاء بھی ہو جائے گا۔

**وجہ** حضورؐ نے کچھ بیویوں کو حرام کیا جس سے قسم واقع ہوئی اور کفارہ لازم ہوا۔ یا ایھا النبی لم تحرم ما احل اللہ لک تبتغی مرضات ازواجک واللہ غفور رحیم o قد فرض اللہ لکم تحلہ ایمانکم (الف) (آیت ۲ سورۃ التحریم ۶۶) اس آیت میں تحرم سے قسم ثابت ہوئی اور تحلہ ایمانکم سے قسم کا کفارہ دینے کی طرف اشارہ ہے (۲) ان ابن عباس قال فی الحرام یکفر (ب) (بخاری شریف، سورۃ التحریم، کتاب التفسیر ص ۷۲۹ نمبر ۴۹۱۱ر مسلم شریف، وجوب الکفارۃ علی من حرم امرأتہ ولم ینوی الطلاق ص ۴۷۸ نمبر ۱۴۷۳ر سنن للبیہقی، باب من قال لامرأتہ انت علی حرام ج سابع ص ۵۷۴، نمبر ۱۵۰۵۶ر مصنف عبد الرزاق، باب الحرام ج سادس ص ۴۰۰ نمبر ۱۱۳۶۱ر مصنف ابن ابی شیبۃ ۶۹ من قال الحرام یمین ولیس بطلاق ج رابع ص ۹۹، نمبر ۱۸۱۸۳) (۳) عن ابن مسعود انہ کان یقول نیتہ فی الحرام ما نوی ان لم یکن نوی طلاق فھی یمین (ج) (سنن للبیہقی، باب من قال لامرأتہ انت علی حرام ج سابع، ص ۵۷۵، نمبر ۱۵۰۶۲ر مصنف عبد الرزاق، نمبر ۱۱۳۶۶) اس اثر سے معلوم ہوا کہ حرام میں کچھ نیت نہ کرے تو قسم واقع ہوگی۔ اور قسم ہوگی تو ایلاء بھی ہوگا۔



حاشیہ: (پچھلے صفحہ سے آگے) جب کہ کہے وہ مجھ پر حرام ہے۔ اس لئے غلام آزاد کرے، یا پے در پے دو ماہ روزے رکھے یا ساٹھ مسکین کو کھانا کھلائے (الف) اے نبی کیوں حرام کرتے ہیں ایسی چیز کو جس کو اللہ نے حلال کی ہے بیویوں کی رضامندی کے لئے۔ اور اللہ معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ اللہ نے فرض کیا تمہارے لئے قسموں کو حلال کرنے کے لئے (ب) حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ لفظ حرام میں کفارہ دے (ج) حضرت ابن مسعود فرماتے تھے لفظ حرام میں نیت کا اعتبار ہے جو بھی نیت کرے۔ اور اگر طلاق کی نیت نہ کرے تو قسم واقع ہوگی۔

# ﴿ کتاب الخلع ﴾

**[۲۰۰۵](۱)اذا تشاق الزوجان وخافا ان لا یقیما حدود الله فلا بأس ان تفتدی نفسها**

## ﴿ باب الخلع ﴾

**ضروری نوٹ** خلع کے معنی نکالنا ہیں، زوجیت کو مال کے بدلے میں نکال دینے کو خلع کہتے ہیں۔ خلع میں بیوی کی جانب سے مال ہوتا ہے اور شوہر اس کے بدلے طلاق دیتا ہے اس کو خلع کہتے ہیں۔ اس کا ثبوت اس آیت میں ہے۔ **فان خفتم الا یقیما حدود الله فلا جناح علیهما فیما افتدت به** (الف) (آیت ۲۲۹ سورۃ البقرۃ ۲) (۲) اور اس حدیث میں بھی اس کا ثبوت ہے۔ **عن ابن عباس انه قال جائت امرأة ثابت بن قیس الی رسول الله انی لا اعتب علی ثابت فی دین و لا خلق ولکنی لا اطبقه فقال رسول الله فترد ین عیله حدیقته ؟ قالت نعم** (ب) (بخاری شریف، باب الخلع وکیف الطلاق فیہ ص ۷۹۴ نمبر ۵۲۷۵) (ابو داؤد شریف، باب فی الخلع ص ۳۰۹ نمبر ۲۲۲۸) اس آیت اور حدیث سے معلوم ہوا کہ بیوی شوہر کے درمیان اختلاف ہو جائے تو خلع کر سکتا ہے۔

[۲۰۰۵] (۱) اگر میاں بیوی میں ناچاکی ہو جائے اور دونوں خوف کرے کہ اللہ کی حدود کو قائم نہ کر سکے تو کوئی حرج نہیں ہے کہ عورت اپنی جان کے بدلے کچھ مال دے کر خلع کرے، پس جب انہوں نے یہ کر لیا تو خلع سے طلاق بائنہ واقع ہو جائے گی اور عورت کو مال لازم ہوگا۔

**تشریح** میاں بیوی میں اختلاف ہو جائے اور اس بات کا خوف ہو کہ اللہ کی حدود کو قائم نہ کر سکے تو عورت کے لئے جائز ہے کہ شوہر کو کچھ مال دے کر طلاق لے لے اور اپنی جان چھڑا لے۔ خلع کر کے شوہر مال لے تو خلع کرتے ہی طلاق بائنہ واقع ہو جائے گی۔ الگ سے طلاق دینے کی ضرورت نہیں ہے۔

**وجہ** خلع جائز ہونے کی دلیل اوپر کی آیت اور حدیث ہے۔ اور خلع ہی سے طلاق واقع ہو جائے گی اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ **عن ابن عباس ان النبی ﷺ جعل الخلع تطلیقة بائنة** (ج) (سنن للبیہقی، باب الخلع هل هو فسخ او طلاق ج سابع ص ۳۱۶ رمصنف ابن ابی شیبۃ ۱۰۴ ما قالوا فی الرجل اذا خلع امرأته کم یکون من الطلاق؟ ج رابع ص ۸۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خلع خود ہی طلاق بائنہ ہے (۲) جب شوہر نے رقم لی تو اس کے بدلے عورت کی جان چھوٹنی چاہئے اور یہ اسی شکل میں ہو سکتا ہے جبکہ خلع طلاق بائنہ کے درجے میں ہو، ورنہ عورت کو رقم دینے سے فائدہ کیا ہوا؟

**فائدہ** بعض ائمہ کی رائے ہے کہ خلع سے طلاق واقع نہیں ہوگی بلکہ مال لینے کے بعد باضابطہ شوہر طلاق دے تب طلاق واقع ہوگی۔

**وجہ** ان کی دلیل اوپر کی حدیث کا یہ ٹکڑا ہے۔ **عن عکرمة ان اخت عبد الله بن ابی بهذا وقال تردین حدیقته ؟ قالت نعم فردتها و امرأة یطلقها** (د) (بخاری شریف، باب الخلع وکیف الطلاق فیہ ص ۷۹۴ نمبر ۵۲۷۴) اس حدیث میں ہے کہ بعد میں طلاق دے

---

حاشیہ : (الف) اگر تم خوف کرو کہ میاں بیوی اللہ کی حدود کو قائم نہ کر سکے تو دونوں پر کوئی حرج کی بات نہیں ہے کہ عورت اس کا فدیہ دے (ب) ثابت بن قیس کی بیوی حضورؐ کے پاس آ کر کہنے لگی یا رسول اللہ! میں ثابت پر دین اور اخلاق کے بارے میں عیب نہیں لگاتی، لیکن میں اس کے ساتھ رہنے کی طاقت نہیں رکھتی۔ حضورؐ نے پوچھا کیا اس کا باغ اس کو واپس دے سکتی ہے؟ کہنے لگی ہاں (ج) حضورؐ نے خلع کو طلاق بائنہ قرار دیا (د) آپ نے عبد اللہ کی بہن سے فرمایا کیا تم (باقی اگلے صفحہ پر)

**منه بمال یخلعها به فاذا فعل ذلک وقع بالخلع تطلیقة بائنة ولزمها المال[۲۰۰۶](۲) وان کان النشوز من قبله کره له ان یأخذ منها عوضا[۲۰۰۷](۳) وان کان النشوز من**

،اس کا مطلب یہ ہوا کہ خلع طلاق نہیں ہے(۲)اثر میں ہے۔ سال ابراهیم بن سعد ابن عباس عن امرأة طلقها زوجها تطلیقتین ثم اختلعت منه ایتزوجها ؟ قال ابن عباس ذکر الله عزوجل الطلاق اول الآیة وآخرها والخلع بین ذلک فلیس الخلع بطلاق ینکحها (الف)(سنن للبیہقی، باب الخلع ھل ھو فسخ او طلاق؟ ج سابع ص ۵۱۷، نمبر ۱۴۸۶۳ر مصنف ابن ابی شیبة ۱۰۶ من کان لا یری الخلع طلاقا ج رابع ص ۱۲۳، نمبر ۱۸۴۴۵)اس اثر سے معلوم ہوا کہ خلع طلاق نہیں ہے۔

[۲۰۰۶](۲)اگر نافرمانی مرد کی جانب سے ہوتو اس کے لئے مکروہ ہے کہ عورت سے عوض لے۔

**تشریح** شرارت مرد کی ہے جس کی وجہ سے عورت خلع کرنے پر مجبور ہے تو مرد کو عوض لینا مکروہ ہے۔

**وجہ** اس لئے کہ مرد کی شرارت بھی ہے اور مجبور کر کے عوض بھی لے رہا ہے تو یہ خوشی سے نہیں ہوا۔اور بغیر خوشی کے مال لینا اچھا نہیں ہے۔عن عمرو بن یثربی قال شهدت رسول الله ﷺ فی حجة الوداع بمنی فسمعته یقول لا یحل لامرء من مال اخیه شیء الا ماطابت به نفسه (ب)(دار قطنی، کتاب البیوع ج ثالث ص ۲۲ نمبر ۲۸۶۰)اثر میں ہے۔ عن الزهری قال اذا افتدت امرأة من زوجها واخرجت البینة ان النشوز کا ن من قبله وانه کان یضرها ویضارها رد الیها مالها (ج)(مصنف عبد الرزاق، باب یضارها حتی تختلع منہ ج سادس ص ۵۰۱ نمبر ۱۱۸۳۵)اس اثر سے معلوم ہوا کہ اگر شوہر کی شرارت ہو تو رقم بیوی کو واپس کی جائے۔

[۲۰۰۷](۳)اگر نافرمانی عورت کی جانب سے ہو تو مکروہ ہے شوہر کے لئے کہ اس سے زیادہ لے جتنا عورت کو دیا ہے، پس اگر ایسا کیا تو جائز ہے قضاءً

**تشریح** اگر عورت کی شرارت ہو تو شوہر نے جتنا دیا ہے اتنا تو لے سکتا ہے اس سے زیادہ لینا مکروہ ہے۔تاہم اس سے زیادہ لے لیا تو قضاء کے طور پر جائز ہے۔

**وجہ** عن ابن عباس ان جمیلة بنت سلول اتت النبی ﷺ فقالت ... لا اطیقه بغیضا فقال لها النبی ﷺ اتردین علیه حدیقته ؟ قالت نعم فامره رسول الله ان یأخذ منها حدیقته ولا یزداد (د)(ابن ماجہ شریف، باب المختلعة یأخذ ما اعطاها ص ۲۹۴ نمبر ۲۰۵۶)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جتنا دیا ہے اس سے زیادہ لینا مکروہ ہے۔اگر زیادہ دے پھر بھی جائز ہے اس کی دلیل یہ اثر ہے۔عن

---

حاشیہ : (پچھلے صفحہ سے آگے)اس باغ کو واپس کرنا چاہتی ہے؟ کہا ہاں! پس باغ کو واپس کیا اور حضورؐ نے شوہر کو حکم دیا کہ عورت کو طلاق دے(الف)حضرت ابراہیم نے پوچھا، ابن عباس نے فرمایا اللہ نے طلاق کو اول آیت میں ذکر کیا اور آخر آیت میں۔اور خلع کو اس کے درمیان، پس خلع طلاق نہیں ہے اس لئے نکاح کر سکتا ہے(ب)میں حجۃ الوداع میں منی میں حضورؐ کے پاس حاضر ہوا تو آپؐ کو کہتے ہوئے سنا نہیں حلال ہے کسی آدمی کے لئے اپنے بھائی کا مال مگر خوش دلی سے(ج) حضرت زہری نے فرمایا اگر بیوی شوہر کو فدیہ دے اور بینہ پیش کر دے کہ شرارت مرد کی جانب سے ہے، اور وہ بیوی کو تکلیف دیتا تھا تو عورت کا مال واپس کر دیا جائے(د)جمیلہ بنت سلول حضورؐ کے پاس آئی اور کہنے لگی میں اب نفرت کی طاقت نہیں رکھتی۔آپؐ نے پوچھا کیا اس کا باغ اس کو واپس کر سکتی ہو، کہا ہاں! پس آپؐ نے شوہر کو حکم دیا کہ اپنا باغ واپس لے لے لیکن زیادہ نہ لے۔

**قبلها کره له ان یأخذ اکثر مما اعطاها فان فعل ذلک جاز فی القضاء[۲۰۰۸](۴) وان طلقها علی مال فقبلت وقع الطلاق ولزمها المال وکان الطلاق بائنا[۲۰۰۹](۵) وان بطل العوض فی الخلع مثل ان یخالع المرأة المسلمة علی خمر او خنزیر فلا شیء للزوج والفرقة بائنة[۲۰۱۰](۶) وان بطل العوض فی الطلاق کان رجعیا.**

---

ابن عباس قال یختلع حتی بعقاصها (مصنف ابی شیبة ۱۱۸ من رخص ان یأ خذ من المختلفة اکثر مما اعطاها ج رابع، ص ۱۲۹، نمبر ۱۸۵۲۲ مصنف عبد الرزاق، باب المفتدیة بزیادة علی صداقها ج سادس ص ۵۰۵ نمبر ۱۱۸۵۴) اس اثر سے معلوم ہوا کہ مہر سے زیادہ دیکر خلع کرے تب بھی جائز ہے۔

[۲۰۰۸](۴) اور اگر طلاق دی مال کے بدلے اور عورت نے قبول کر لی تو طلاق واقع ہو جائے گی اور اس کو مال لازم ہوگا اور طلاق بائنہ ہوگی۔

**تشریح** شوہر نے ایجاب کیا کہ بیوی مال کے بدلے طلاق لے اور بیوی نے قبول کر لیا تو طلاق واقع ہو جائے گی۔ یعنی خلع کرنا ہی طلاق ہے، الگ سے طلاق دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور یہ طلاق بائنہ ہوگی۔

**وجہ** شوہر نے مال کے بدلے عورت کے قبول پر طلاق کو معلق کیا اور عورت نے قبول کر لی تو ظاہر ہے کہ طلاق واقع ہو جائے گی۔ البتہ شرط کے مطابق عورت پر مال لازم ہوگا (۲) طلاق کی حدیث گزر گئی ہے۔ عن ابن عباس ان النبی ﷺ جعل الخلع تطلیقة بائنة (الف) (دار قطنی، کتاب الطلاق ج رابع، ص ۳۱ نمبر ۳۹۸۰ سنن للبیہقی، باب الخلع ہل ہو فسخ او طلاق ج سابع، ص ۵۱۸، نمبر ۱۴۸۶۵ مصنف ابن ابی شیبة ۱۰۵ ما قالوا فی الرجل اذا خلع امرأتہ کم یکون من الطلاق ج رابع، ص ۱۲۱، نمبر ۱۸۴۲۵) اس میں کہا ہے۔ عن عثمان قال الخلع تطلیقة بائنة۔ جس سے معلوم ہوا کہ خلع طلاق بائنہ ہے۔

[۲۰۰۹](۵) اگر عوض باطل ہو جائے خلع میں، مثلا یہ کہ مسلمان عورت خلع کرے شراب پر یا سور پر تو شوہر کے لئے کچھ نہ ہوگا اور فرقت بائنہ ہوگی

**تشریح** عورت نے خلع میں ایسا مال دینے کا وعدہ کیا جو مسلمان کے لئے مال نہیں تھا، مثلا شراب یا سور دینے کا وعدہ کیا جس کی وجہ سے عوض باطل ہو گیا تو اگر خلع کیا تھا تو اس کی وجہ سے طلاق بائنہ ہوگی اور شوہر کو کچھ نہیں ملے گا۔

**وجہ** شوہر کچھ اس لئے نہیں ملے گا کہ مسلمان عورت سور یا شراب کسی کو نہیں دے سکتی، اور نہ اس کی قیمت دے سکتی ہے اس لئے شوہر کو کچھ نہیں ملے گا۔ اور طلاق بائنہ اس لئے واقع ہوگی کہ عورت کے قبول کرتے ہی طلاق واقع ہو گئی اس لئے اب وہ اٹھ نہیں سکتی۔ اور بائنہ اس لئے واقع ہوگی کہ لفظ خلع کنایہ ہے اور کنایہ سے طلاق بائنہ واقع ہوتی ہے۔ اس لئے لفظ خلع سے طلاق بائنہ واقع ہوگی۔ او پر حدیث گزر چکی۔ ان النبی ﷺ جعل الخلع تطلیقة بائنة۔ کہ لفظ خلع سے طلاق بائنہ واقع ہوگی۔

[۲۰۱۰](۶) اور اگر عوض باطل ہو طلاق میں تو رجعی ہوگی۔

---

حاشیہ : (الف) حضورؐ نے خلع کو طلاق بائنہ قرار دیا۔

[۲۰۱۱](۷) وما جاز ان یکون مهرا فی النکاح جاز ان یکون بدلا فی الخلع [۲۰۱۲](۸)فان قالت خالعنی علی ما فی یدی فخالعها ولم یکن فی یدها شیء فلا شیء له علیها[۲۰۱۳] (۹)وان قالت خالعنی علی ما فی یدی من مال فخالعها ولم یکن فی یدها شیء ردت علیها مهرها[۲۰۱۴](۱۰) وان قالت خالعنی علی ما فی یدی من دراھم

---

**تشریح** عورت نے خلع کا لفظ استعمال نہیں کیا بلکہ طلاق کا لفظ استعمال کیا کہ طلاق کے بدلے مال ہو۔ پھر سور اور شراب ہونے کی وجہ سے عوض باطل ہو گیا تو طلاق رجعی واقع ہوگی۔

**وجہ** یہاں طلاق صریح استعمال کیا ہے اس لئے اگر اس کے بدلے مال ہوتا تو طلاق بائنہ واقع ہوتی۔ لیکن عوض باطل ہو گیا اس لئے صرف طلاق صریح باقی رہی۔ اس لئے اس سے طلاق رجعی واقع ہوگی۔

[۲۰۱۱](۷) جو چیز جائز ہے کہ نکاح میں مہر بنے جائز ہے کہ وہ خلع میں بدل بنے۔

**تشریح** جو چیز نکاح میں مہر بن سکتی ہو وہ خلع میں بدل بن سکتی ہے۔

**وجہ** مہر بضع کا بدلا ہے۔ اور خلع میں بھی ایک قسم کا بضع کا بدلا ہے اس لئے جو چیز نکاح میں مہر بن سکتی ہے وہ خلع میں بدل بن سکتی ہے۔

[۲۰۱۲](۸) اگر عورت نے کہا مجھ سے خلع کریں اس کے بدلے جو میرے ہاتھ میں ہے، پس اس سے خلع کیا اور اس کے ہاتھ میں کچھ نہیں تھا تو شوہر کے لئے عورت پر کچھ لازم نہیں ہوگا **وجہ** عورت نے یہ نہیں کہا کہ جو مال میرے ہاتھ میں ہے اس کے بدلے خلع کریں۔ چونکہ مال کا نام نہیں لیا اور ہاتھ میں کچھ نہیں تھا تو عورت پر کوئی مال لازم نہیں ہوگا۔

[۲۰۱۳](۹) اور اگر کہا مجھ سے خلع کریں اس کے بدلے جو میرے ہاتھ میں ہے مال میں سے، پس اس سے خلع کیا اور عورت کے ہاتھ میں کچھ نہیں تھا تو عورت اپنا مہر واپس دے گی۔

**تشریح** اس صورت میں عورت نے کہا ہے جو مال میرے ہاتھ میں ہے اس کے بدلے خلع کریں اور عورت کے ہاتھ میں کچھ نہیں تھا تو عورت کو مہر واپس کرنا ہوگا۔

**وجہ** یہاں کوئی مال متعین نہیں ہے۔ البتہ دونوں کے درمیان ایک مال پہلے متعین ہو چکا ہے یعنی مہر اس لئے مجبورا مہر کی طرف پھیرا جائے گا اور وہی لازم کیا جائے گا۔ کیونکہ شوہر سے مال کا وعدہ کیا ہے اس لئے وہ کوئی مال لئے بغیر طلاق دینے پر راضی نہیں ہوگا۔

**اصول** یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ کوئی چیز متعین نہ ہو تو جو پہلے سے معہود و متعین ہو وہی لازم کر دیا جائے گا۔

[۲۰۱۴](۱۰) اور اگر کہا مجھ سے خلع کر و اس کے بدلے جو میرے ہاتھ میں ہے عام یا خاص درہموں میں سے، پس اگر ایسا کر لیا اور نہیں تھا اس کے ہاتھ میں کچھ تو عورت پر تین درہم لازم ہیں۔

**وجہ** دراہم جمع کا صیغہ ہے جس کا اطلاق کم سے کم تین پر ہوتا ہے۔ اس لئے الف لام کے بغیر دراھم نکرہ استعمال کرے یا الف لام کے ساتھ

**او من الدراھم ففعل ولم یکن فی یدھا شیء فعلیھا ثلثة دراھم[۲۰۱۵](۱۱) وان قال طلقنی ثلثا بالف فطلقھا واحدة فعلیھا ثلث الالف [۲۰۱۶](۱۲) وان قالت طلقنی ثلثا علی الف فطلقھا واحدةفلا شیء علیھا عند ابی حنیفة رحمه الله تعالی.**

---

معرفہ استعمال کرے دونوں صورتوں میں تین درہم لازم ہوں گے۔

**اصول** یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ جمع کا صیغہ استعمال کرے تو کم سے کم تین عدد لازم ہوگی۔

[۲۰۱۵](۱۱) اگر عورت نے کہا مجھے تین طلاقیں دیں ہزار کے بدلے، پس اس کو طلاق دی ایک تو عورت پر ہزار کی تہائی لازم ہوگی۔

**وجہ** جب تین طلاقیں ایک ہزار کے بدلے میں تو یہ ایک ہزار ہر طلاق پر تقسیم ہو جائے گا ار ہر ایک طلاق کے بدلے تین سوتینتیس درہم ہونگے۔ اب شوہر نے ایک طلاق دی تو شوہر کو ایک تہائی تین سوتینتیس درہم ملیں گے۔ اور چونکہ رقم کے بدلے میں طلاق دی ہے اس لئے طلاق بائنہ ہوگی۔

**اصول** یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ ب بدلیت کے لئے استعمال ہوتا ہے اورعوض معوض پر تقسیم ہو جاتا ہے۔ اثر میں ہے۔ **عن الثوری فی رجل قالت له امرأته بعنی ثلاث تطلیقات بالف درھم فطلقھا واحدة ثم ابی قال له ثلث الالف وھی واحدة بائنة** (الف) (مصنف عبد الرزاق، باب الفداء بالشرط ج سادس ص ۴۹۳ نمبر ۱۱۸۰۶) اس اثر میں تین طلاقیں ایک ہزار کے بدلے میں مانگی ہے اور ایک طلاق دی تو تہائی ہزار لازم کی اور طلاق بائنہ واقع کی۔

[۲۰۱۶](۱۲) اور اگر کہا مجھے تین طلاقیں دیں ہزار کی شرط پر، پس طلاق دی اس کو ایک تو عورت پر کچھ لازم نہیں ہوگا امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک۔

**وجہ** علی شرط کے لئے آتا ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ تین طلاق کی شرط پر ایک ہزار دینے کا وعدہ کیا اور شرط پوری نہیں ہوئی۔ کیونکہ شوہر نے ایک ہی طلاق دی اس لئے شوہر کو کچھ نہیں ملے گا۔ کیونکہ شرط نہیں پائی گئی۔ اور یہاں ہزار تین طلاقوں پر تقسیم نہیں ہوگا (۲) اثر میں ہے۔ **عن الثوری وان قالت له اعطیک الف درھم علی ان تطلقنی ثلاثا ،فان طلق ثلاثا کان له الف درھم ، وان طلق واحدة او اثنتین لم یکن له شیء وھو احق بھا** (ب) (مصنف عبد الرزاق، باب الفداء بالشرط ج سادس ص ۴۹۴ نمبر ۱۱۸۰۶) اس اثر میں ہے کہ علی استعمال کیا اور تین طلاق کی شرط پر ایک ہزار دینے کا وعدہ کیا اور شوہر نے ایک طلاق دی تو عورت پر کچھ بھی لازم نہیں ہوگا، اور طلاق رجعی واقع ہوگی، کیونکہ کسی بدلے کے بغیر طلاق واقع ہوئی۔

**اصول** یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ شرط مشروط پر تقسیم نہیں ہوگی۔

---

حاشیہ : (الف) حضرت ثوری نے فرمایا کوئی عورت شوہر سے کہے مجھے تین طلاقیں ایک ہزار میں بیچو، پس اس نے طلاق دی ایک پھر انکار کر دیا۔ پس حضرت زہری نے فرمایا شوہر کے لئے ایک ہزار کی تہائی ہوگی۔ اور اس پر ایک طلاق بائنہ واقع ہوگی (ب) حضرت ثوری نے فرمایا اگر عورت نے شوہر سے کہا میں آپ کو ایک ہزار دیتی ہوں اس شرط پر کہ مجھے تین طلاقیں دیں، پس اگر طلاق دی تین تو اس کے لئے ایک ہزار ہے۔ اور اگر طلاق دی ایک یا دو تو شوہر کے لئے کچھ نہیں ہوگا۔ اور شوہر عورت کا زیادہ حقدار ہے یعنی طلاق واقع نہیں ہوگی۔

[۲۰۱۷](۱۳) وقالا رحمهما الله تعالی علیها ثُلُث الالف[۲۰۱۸](۱۴) ولو قال الزوج طلقی نفسک ثلثا بالف او علی الف فطلقت نفسها واحدة لم یقع علیها شیء من الطلاق[۲۰۱۹] (۱۵)والمبارأة کالخلع والخلع والمبارأة یسقطان کل حق لکل واحد

---

[۲۰۱۷](۱۳) اور صاحبین نے فرمایا کہ عورت پر ہزار کی تہائی لازم ہوگی۔

**وجہ** وہ فرماتے ہیں کہ یہاں بھی علی، ب کے معنی میں ہے، اور بدلیت کے معنی میں ہے۔اس لئے اس صورت میں بھی ہر ایک طلاق پر ہزار تقسیم ہوجائے گا۔اور ایک طلاق پر ایک تہائی رقم لازم ہوگی۔

[۲۰۱۸](۱۴) اگر شوہر نے بیوی سے کہا تم اپنے آپ کو تین طلاقیں دو ایک ہزار کے بدلے، یا ایک ہزار کی شرط پر تو پس طلاق دی ایک تو عورت پر کچھ واقع نہیں ہوگی۔

**تشریح** شوہر نے بیوی سے کہا کہ تم اپنے آپ کو ایک ہزار کے بدلے تین طلاق دے دو۔عورت نے ایک طلاق دی تو عورت پر کوئی طلاق واقع نہیں ہوگی۔اور شوہر کو تہائی رقم بھی نہیں ملے گی۔

**وجہ** چاہے ہزار کے بدلے میں کہے یا ہزار کی شرط پر کہے دونوں صورتوں میں یہاں شرط کے معنی میں ہے۔کیونکہ شوہر ہزار سے کم پر راضی نہیں ہوگا۔اور ایک تہائی رقم پر عورت کو جدا کرنے پر راضی نہیں ہوگا۔اس لئے عورت کے خلاف شرط کرنے پر نہ طلاق واقع ہوگی اور نہ عورت پر کچھ لازم ہوگا۔

[۲۰۱۹](۱۵) اور مبارات خلع کی طرح ہے۔اور خلع اور مبارات ساقط کر دیتے ہیں ہر وہ حق کو جو میاں بیوی کے درمیان ہو دوسرے پر جو نکاح سے تعلق رکھتے ہوں امام ابوحنیفہ کے نزدیک۔

**تشریح** جتنے حقوق نکاح کی وجہ سے میاں بیوی پر عائد ہوئے ہیں خلع کرنے کی وجہ سے اور ایک دوسرے کو بری کرنے کی وجہ سے سب ساقط ہو جائیں گے۔مثلا عدت کا نفقہ، سکنی، مہر وغیرہ شوہر پر لازم نہیں ہوں گے۔

**وجہ** مبارات کا مطلب یہ ہے کہ بیوی شوہر کے تمام حقوق سے بری اور شوہر بیوی کے تمام حقوق سے بری۔اس لئے دونوں تمام حقوق سے بری ہوجائیں گے۔اور خلع میں شوہر ہی بیوی سے لیتا ہے تو شوہر اس کو کیسے دیگا (۲) اثر میں اس کا ثبوت ہے۔عن قتادة قال لیس للمختلعة والمبارئة نفقة (الف) (مصنف ابن ابی شیبة ۱۱۴ ما قالوا فی المختلعة تکون لھا نفقة ام لا؟ ج رابع، ص ۱۲۷، نمبر ۱۸۴۹۳/ مصنف عبد الرزاق، باب نفقة المختلعة الحامل ج سادس ص ۵۰۷ نمبر ۱۱۸۶۳) اس اثر میں ہے کہ خلع اور مبارات میں شوہر سے نفقہ ساقط ہو جائے گا (۲) عن الشعبی سئل عن المختلعة لھا نفقة؟ فقال کیف ینفق علیھا وھو یأخذ منھا (ب) (مصنف ابن ابی شیبة ۱۱۳

---

حاشیہ : (الف) خلع والی کے لئے اور مبارات کرنے والی کے لئے نفقہ نہیں ہے (ب) حضرت شعبی سے پوچھا کیا خلع کرنے والی کو نفقہ ملے گا؟ فرمایا اس پر کیسے خرچ کرے گا اس سے تو لے رہا ہے۔

**من الزوجين على الآخر مما يتعلق بالنكاح عند ابى حنيفة رحمه الله تعالى[٢٠٢٠](١٦) وقال ابو يوسف رحمه الله تعالى المبارأة تسقط [٢٠٢١](١٧) وقال محمد رحمه الله تعالى لاتسقطان الا ما سمّاه.**

---

ما قالوا فی المختلعة تکون لھا نفقة ام لا؟ ج رابع، ص ۱۲۷، نمبر ۱۸۴۹۱) اس اثر سے بھی وہی معلوم ہوا۔

[۲۰۲۰](۱۶) اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا مبارات ساقط کرتا ہے۔

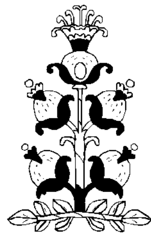
**تشریح** امام ابو یوسف فرماتے ہیں مبارات سے حقوق زوجین ساقط ہوں گے خلع سے ساقط نہیں ہوں گے۔

**وجہ** مبارات کے معنی ہی ہیں ایک دوسرے کو ہر حقوق سے بری کرنا۔ اس لئے اس سے ساقط ہو جائیں گے۔ اور خلع میں متعین کرے کہ فلاں فلاں حقوق ساقط ہوں گے تو وہ ساقط ہو جائیں گے۔ اور جو متعین نہ کرے وہ ساقط نہیں ہوں گے۔ کیونکہ خلع میں تمام حقوق کو ساقط کرنے کے معنی نہیں ہیں۔

[۲۰۲۱](۱۷) اور امام محمد فرماتے ہیں کہ نہیں ساقط کریں گے مگر وہ جو متعین کرے۔

**تشریح** وہ فرماتے ہیں کہ اگر حقوق متعین کرے کہ فلاں فلاں حق خلع اور مبارات سے ساقط ہوں گے تو وہ حقوق ساقط ہوں گے باقی نہیں۔

**وجہ** اثر میں ہے۔ عن ابراهيم قال للمختلعة السكنى والنفقة (الف) (مصنف ابن ابی شیبة ۱۱۴، ما قالوا فی المختلعة تکون لھا نفقة ام لا؟ ج رابع، ص ۱۲۷، نمبر ۱۸۴۸۹/ مصنف عبد الرزاق، باب نفقة المختلعة الحامل ج سادس، ص ۵۰۸ نمبر ۱۱۸۶۵) اس سے معلوم ہوا کہ شرط لگائے تو ساقط ہوں گے ورنہ نہیں۔



---

حاشیہ : (الف) ابراہیم نے فرمایا خلع کرنے والی کو سکنی اور نفقہ ملے گا۔

# ﴿كتاب الظهار﴾

[۲۰۲۲](۱)اذا قال الزوج لامرأته انت علی كظهر امی فقد حرمت علیه لا يحل له

﴿کتاب الظہار﴾

**ضروری نوٹ** ظہار کے لغوی معنی ہیں پیٹھ،اور شرعی معنی ہیں اپنی بیوی کو محرم عورت کی پیٹھ سے تشبیہ دینا۔یعنی جس طرح محرم عورتوں کی پیٹھ سے استفادہ کرنا حرام ہے اسی طرح بیوی کی پیٹھ سے استفادہ کرنا حرام ہے۔زمانۂ جاہلیت میں ظہار کرنے سے ہمیشہ کے لئے بیوی حرام ہو جاتی تھی۔لیکن اسلام نے یہ کیا کہ کفارہ ادا کردے تو بیوی دوبارہ حلال ہو جائے گی۔ظہار کا ثبوت اس آیت میں ہے۔**والذين يظاهرون من نسائهم ثم يعودون لما قالوا فتحرير رقبة من قبل ان يتماسا ذلكم توعظون به والله بما تعملون خبير ٥ فمن لم يجد فصيام شهرين متتابعين من قبل ان يتماسا فمن لم يستطع فاطعام ستين مسكينا ذلك لتؤمنوا بالله ورسوله** (الف)(آیت ۳،۴ سورۃ المجادلۃ ۵۸)اس آیت میں ظہار اور اس کے کفارے کا تذکرہ ہے(۲)حدیث میں ہے۔**عن خويلة بنت مالك بن ثعلبة قالت ظاهر منى زوجى اوس بن الصامت فجئت رسول الله اشكو اليه ورسول الله يجادلنى فيه ويقول اتقى الله فانه ابن عمك فما برحت حتى نزل القرآن قد سمع الله قول التى فتجادلك فى زوجها آيت ۱ سورۃ المجادلة ۵۸ الى الفرض فقال يعتق رقبة قالت لا يجد قال فيصوم شهرين متتابعين قالت يا رسول الله انه شيخ كبير ما به من صيام قال فليطعم ستين مسكينا قالت ما عنده من شيء يتصدق به قالت فاتى ساعتئذ بعرق من تمر قلت يا رسول الله فانى اعينه بعرق آخر قال قد احسنت اذهبى فاطعمى بها عنه ستين مسكينا وارجعى الى ابن عمك قال والعرق ستون صاعا** (ب)(ابوداؤد شریف، باب فی الظہار ص ۳۰۸ نمبر ۲۲۱۴ر ترمذی شریف، باب ماجاء فی کفارۃ الظہار ص ۲۲۷ نمبر ۱۲۰۰)اس حدیث سے ظہار اور اس کے کفارے کا ثبوت ہوا۔

[۲۰۲۲](۱)اگر شوہر نے اپنی بیوی سے کہا تم میرے اوپر میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہو تو وہ اس پر حرام ہو جائے گی۔مرد کے لئے حلال نہیں ہے بیوی سے وطی کرنا اور نہ اس کا چھونا اور نہ اس کا بوسہ لینا یہاں تک کہ ظہار کا کفارہ دے۔

حاشیہ : (الف)وہ لوگ جو اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں پھر ظہار سے رجوع کرنا چاہتے ہیں تو غلام آزاد کرنا ہے صحبت سے پہلے۔اس کی تم کو نصیحت کی جاتی ہے۔اور اللہ جس چیز کو تم کرتے ہو خبر رکھنے والے ہیں۔پس جو غلام نہ پائے تو مسلسل دو ماہ روزے رکھنا ہے صحبت سے پہلے۔پس جو طاقت نہ رکھتا ہو تو ساٹھ مسکین کو کھانا کھلانا ہے۔یہ اس لئے ہے تا کہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھو(ب)خویلہ بنت ثابت نے کہا کہ مجھ سے میرے شوہر اوس بن صامت نے ظہار کیا تو میں حضورؐ کے پاس شکایت کرنے آئی۔اور حضورؐ مجھے سمجھا رہے تھے کہ اللہ سے ڈرو وہ تیرے چچازاد بھائی ہیں۔تھوڑی دیر کے بعد ہی قرآن نازل ہوا کہ اللہ نے اس کی بات سنی جو شوہر کے بارے میں جھگڑ رہی ہے۔پس آپؐ نے فرمایا غلام آزاد کرے۔خویلہ نے کہا وہ غلام کی طاقت نہیں رکھتے ہیں۔فرمایا دو ماہ مسلسل روزے رکھے۔کہا یا رسول اللہ وہ بہت بوڑھے ہیں وہ روزے کیسے رکھیں گے؟ کہا ساٹھ مسکین کو کھانا کھلائے۔کہا اس کے پاس صدقہ کرنے کا کچھ نہیں ہے۔خویلہ نے فرمایا اسی وقت کھجور کا عرق آیا۔میں نے کہا اے اللہ کے رسول میں دوسرے عرق سے مدد کروں گی۔آپؐ نے فرمایا اچھا ہے۔جاؤ! اس سے ساٹھ مسکین کو کھانا کھلاؤ۔اور اپنے چچازاد بھائی کی طرف لوٹ جاؤ۔راوی کہتے ہیں عرق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے۔

**وطؤها ولا مسها ولا تقبیلها حتی یکفر عن ظهاره[۲۰۲۳](۲) فان وطئها قبل ان یکفر استغفر اللہ ولا شیء علیہ غیر الکفارۃ الاولی[۲۰۲۴](۳) ولایعاود حتی یکفر [۲۰۲۵](۴) والعود الذی یجب بہ الکفارۃ ھو ان یعزم علی وطیھا.**

---

تشریح: شوہر نے بیوی سے کہا تم مجھ پر میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہوتو بیوی اس کہنے سے حرام ہو جائے گی اور ظہار واقع ہو جائے گا۔اب اس کے لئے اس سے وطی کرنا، یا دواعی وطی کرنا مثلا چھونا، بوسہ لینا وغیرہ حرام ہیں جب تک کفارہ نہ دے۔

وجہ: آیت اور حدیث اوپر گزر چکی ہے۔ظہار کرنے کا طریقہ اس اثر سے ثابت ہے۔ قلت لعطاء الظھار ھو ان یقول ھی علی کامی ؟ قال نعم (الف) (مصنف عبد الرزاق، باب کیف الظہار ج سادس ص ۴۲۲ نمبر ۱۱۴۷۶) اس اثر سے معلوم ہوا کہ ظہار کس طرح کہنے سے واقع ہوگا۔

[۲۰۲۳] (۲) پس اگر صحبت کر لی کفارہ دینے سے پہلے تو اللہ سے استغفار کرے اور اس پر کوئی چیز نہیں ہے پہلے کفارہ کے علاوہ۔

تشریح: ضروری تھا کہ پہلے ظہار کا کفارہ ادا کرے پھر بیوی سے وطی کرے۔لیکن بدقسمتی سے کفارہ ادا کرنے سے پہلے وطی کر لی تو دوسرا کفارہ لازم نہیں ہوگا۔اللہ سے اس گناہ پر استغفار کرے اور پہلا کفارہ ہی ادا کر دے۔

وجہ: حدیث میں ہے کہ حضرت سلمہ بن صخر نے ظہار کرنے کے بعد صحبت کر لی تو پہلا کفارہ ہی ادا کرنے کا حکم دیا۔ابو داؤد شریف میں اس کی لمبی حدیث ہے۔عن سلمۃ بن صخر البیاضی عن النبی ﷺ فی المظاھر یواقع قبل ان یکفر قال کفارۃ واحدۃ (ب) ترمذی شریف، باب ما جاء فی المظاہر یواقع قبل ان یکفر ص ۲۲۷ نمبر ۱۱۹۸/ ابو داؤد شریف، باب فی الظہار ص ۳۰۸ نمبر ۲۲۱۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک ہی کفارہ لازم ہوگا۔

[۲۰۲۴] (۳) اور دوبارہ وطی نہ کرے یہاں تک کہ کفارہ دے۔

تشریح: ایک مرتبہ وطی کر لی تو ایسا نہیں کہ بار بار وطی کرتا رہے بلکہ وطی ابھی بھی حرام ہے۔اس لئے کفارہ ادا کرنے سے پہلے اب دوبارہ وطی نہ کرے۔

وجہ: اسی حدیث کے اگلے ٹکڑے میں ہے۔عن ابن عباس ان رجلا اتی النبی ﷺ قد ظاھر من امرأتہ فوقع علیھا ... قال فلا تقربھا حتی تفعل ما امرک اللہ بہ (ج) (ترمذی شریف، باب ما جاء فی المظاہر یواقع قبل ان یکفر ص ۲۲۷ نمبر ۱۱۹۹/ ابو داؤد شریف، باب فی الظہار ص ۳۰۸ نمبر ۲۲۲۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کفارہ ادا کرنے سے پہلے دوبارہ وطی نہ کرے۔

[۲۰۲۵] (۴) اور وہ عود جس سے کفارہ لازم ہوتا ہے یہ ہے کہ بیوی کی وطی پر پختہ ارادہ کرے۔

---

حاشیہ : (الف) میں نے حضرت عطاء سے پوچھا کیا ظہار یہ ہے کہ کہے وہ میرے اوپر میری ماں کی طرح ہے؟ فرمایا ہاں! (ب) حضورؐ نے فرمایا ظہار کرنے والا کفارہ ادا کرنے سے پہلے صحبت کرے تو ایک ہی کفارہ لازم ہوگا (ج) ایک آدمی حضورؐ کے پاس آیا جس نے اپنی بیوی سے ظہار کیا اور اس سے جماع کیا...آپؐ نے فرمایا بیوی کے قریب نہ جانا یہاں تک کہ وہ کرلو جس کا اللہ نے حکم دیا ہے۔

**[۲۰۲۶](۵) واذا قال انت علی کبطن امی او کفخذھا او کفرجھا فھو مظاھر[۲۰۲۷] (۶)وکذلک ان شبھھا بمن لایحل لہ النظر الیھا علی سبیل التابید من محارمہ مثل اختہ او عمتہ او امہ من الرضاعۃ[۲۰۲۸](۷) وکذلک ان قال رأسک علی کظھر امی او**

**تشریح** ظہار کرنے کے بعد اگر بیوی سے جماع کرنے کا پختہ ارادہ کر لے تو اس کو کفارہ دینا ہوگا۔اور اگر واپس کرنے اور جماع کا ارادہ نہیں ہے تو پھر کفارہ دینے کی ضرورت نہیں ہے۔

**وجہ** عود کرنے پر کفارہ ہے۔اور عود کرنے کا ارادہ نہ ہو تو کفارہ نہیں ہے(۲) آیت میں ہے۔**والذین یظاھرون من نسائھم ثم یعودون لما قالوا فتحریر رقبۃ من قبل ان یتماسا ذلکم توعظون بہ**(الف)(آیت۳ سورۃ المجادلۃ ۵۸)اس آیت میں ہے کہ لوٹنے کا ارادہ کرے تو صحبت سے پہلے کفارہ ادا کرے۔

[۲۰۲۶](۵) اگر کہا تو مجھ پر میری ماں کے پیٹ، یا ران یا فرج کی مانند ہے تو وہ ظہار کرنے والا ہوگا۔

**تشریح** ظہار **ظھر** سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں پیٹھ، لیکن پیٹھ کے بجائے ماں کے پیٹ یا ران یا فرج یا وہ عضو جس کا دیکھنا بیٹے کے لئے حرام ہے اس سے بیوی کو تشبیہ دیدی تب بھی ظہار ہو جائے گا۔

**وجہ** کیونکہ جس طرح ماں کی پیٹھ کو دیکھنا حرام ہے اسی طرح پیٹ، ران اور فرج کو دیکھنا بھی حرام ہے۔اس لئے ان عضووں سے بیوی کو تشبیہ دے تب بھی ظہار ہو جائے گا (۲) اس لئے کہ اس قسم کے کلام کا مطلب بیوی سے قطع تعلق کو ثابت کرتا ہے۔

**اصول** یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ جن اعضاء کو دیکھنا حرام ہے ان اعضاء سے تشبیہ دینے سے بھی ظہار ہوگا۔

[۲۰۲۷](۶) ایسے ہی اگر بیوی کو تشبیہ دی ایسی عورت کے ساتھ جس کی طرف دیکھنا حلال نہ ہو، ہمیشہ کے طور پر محارم میں سے، مثلا اپنی بہن کے ساتھ یا پھوپی کے ساتھ یا رضاعی ماں کے ساتھ۔

**تشریح** ماں کی طرح جو عورتیں ذی رحم ہیں، جن سے ہمیشہ نکاح کرنا حرام ہے ان کے پیٹ یا پیٹھ کے ساتھ تشبیہ دینے سے بھی ظہار ہو جائے گا۔جیسے بہن، پھوپی۔رضاعی ماں وغیرہ کے ساتھ نکاح حرام ہے۔ان لوگوں کے ساتھ بھی بیوی کو تشبیہ دی تو ظہار ہو جائے گا۔

**وجہ** اثر میں ہے۔**عن عطاء قال من ظاھر بذات محرم ذات رحم او اخت من رضاعۃ کل ذلک کامہ لا تحل لہ حتی یکفر** (ب)(مصنف عبدالرزاق، باب الظاھر بذات محرم ج سادس ص ۴۲۳ نمبر ۱۱۴۸۰)اس اثر سے معلوم ہوا کہ ذی رحم عورتوں کے ساتھ تشبیہ دے تو ظہار ہوگا۔

[۲۰۲۸](۷) ایسے ہی اگر بیوی سے کہا تیرا سر میرے اوپر میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے۔یا تیرا فرج یا تیرا چہرہ یا تیری گردن یا تیرا نصف یا ثلث

---

حاشیہ : (الف) جو لوگ ظہار کرتے ہیں اپنی عورتوں سے، پھر جو کچھ کہا اس سے رجوع کرنا چاہے تو غلام کو آزاد کرنا ہے صحبت سے پہلے، اس کی تمہیں نصیحت کی جاتی ہے(ب) حضرت عطاء نے فرمایا جس نے ظہار کیا ذی رحم محرم سے یا رضاعی بہن سے یہ تمام ماں کی طرح ہیں۔نہیں حلال ہوگی جب تک کفارہ نہ دے۔

**فرجک او وجھک او رقبتک او نصفک او ثلثک[۲۰۲۹](۸) وان قال انت علی مثل امی یرجع الی نیتہ فان قال اردت بہ الکرامۃ فھو کما قال[۲۰۳۰](۹) وان قال اردت الظھار فھو ظھار[۲۰۳۱] (۱۰)وان قال اردت الطلاق فھو طلاق بائن**

---

**تشریح** یہ مسئلہ اس قاعدے پر ہے کہ بیوی کے وہ اعضاء جن سے پورا انسان مراد لیتے ہیں ان کو ماں کی پیٹھ یا پیٹ سے تشبیہ دے اس سے بھی ظہار ہو جائے گا۔ مثلا کہے کہ تیرا سر میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے، یا تیرا فرج یا تیرا چہرہ یا تیری گردن میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہیں۔

**وجہ** محاورے میں ان اعضاء سے پورا جسم مراد لیتے ہیں اس لئے یوں کہے کہ تم میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے تو اس سے ظہار ہوگا۔ اسی طرح یوں کہے کہ تیری گردن میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے اس سے بھی ظہار ہوگا۔ کیونکہ اس سے مقصد قطع تعلق ہے۔

**اصول** یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ جن اعضاء سے پورے جسم کو تعبیر کرتے ہیں ان سے بھی ظہار ثابت ہوگا۔

اسی طرح آدھا اور تہائی بھی عضو شائع ہیں یعنی ہر ہر عضو کا آدھا یا ہر ہر عضو کی تہائی۔ اور پہلے گزر چکا ہے کہ آدھا عضو طلاق دے تو مکمل عضو کو طلاق واقع ہوتی ہے۔ اسی طرح آدھے عضو سے ظہار کرے تو مکمل عضو سے ظہار ہوگا۔ اثر میں ہے۔ **عن قتادۃ قال اذا قال اصبعک طالق فھی طالق قد وقع الطلاق علیھا** (الف) (مصنف عبد الرزاق، باب یطلق بعض تطلیقۃ ج سادس ص ۳۷۳ نمبر ۱۱۲۵۲) جب طلاق ایک عضو پر واقع ہونے سے پورے جسم پر واقع ہوگی تو اسی پر قیاس کرتے ہوئے ظہار ایک عضو سے ہو تو پورے جسم سے ہوگا۔

**لغت** رقبۃ : گردن۔

[۲۰۲۹] (۸) اور اگر کہا تو میرے اوپر میری ماں کی طرح ہے تو اس کی نیت کی طرف رجوع کیا جائے گا، اگر کہے میں نے اس سے عزت کا ارادہ کیا تو ویسی ہی ہوگا۔

**تشریح** شوہر نے بیوی سے کہا تو میرے اوپر میری ماں کی طرح ہے۔ ظہار کا لفظ نہیں بولا تو چونکہ اس کے کئی معانی ہیں اس لئے شوہر کی نیت کی طرف رجوع کیا جائے گا کہ اس نے اس جملے سے کیا ارادہ کیا ہے۔ اگر وہ کہتا ہے کہ میرا مقصد یہ تھا کہ جس طرح میری ماں میرے لئے محترم ہے تو بھی میرے لئے محترم ہے، تو اس کی بات مان لی جائے گی اور ظہار واقع نہیں ہوگا اور نہ طلاق واقع ہوگی۔

**وجہ** کیونکہ ماں کی طرح بزرگی اور احترام میں بھی ہو سکتی ہے۔

[۲۰۳۰] (۹) اور اگر کہا میں نے ارادہ کیا ہے ظہار کا تو ظہار ہوگا۔

**وجہ** تو میری ماں کی طرح ہے میں پیٹھ کا لفظ محذوف مانا جا سکتا ہے جس سے ظہار ہو جائے گا۔ اس لئے اگر نیت کی تو ظہار ہو جائے گا اور عبارت یوں ہوگی، **انت علی مثل ظھر امی**۔

[۲۰۳۱] (۱۰) اور اگر کہا میں نے طلاق کا ارادہ کیا تو طلاق بائنہ ہوگی۔

---

حاشیہ : (ب) حضرت قتادہ نے فرمایا اگر کہے تمہاری انگلی کو طلاق تو وہ مطلقہ ہو جائے گی، اس پر طلاق واقع ہوگی۔

**[۲۰۳۲](۱۱) وان لم تكن له نية فليس بشیء[۲۰۳۳](۱۲) ولا يكون الظهار الا من زوجته فان ظاهر من امته لم يكن مظاهرا[۲۰۳۴](۱۳) ومن قال لنسائه انتن على كظهر**

وجہ شوہر طلاق کی نیت کرے گا تو عبارت یوں ہوگی انت علی حرام مثل امی، کہ تو مجھ پر میری ماں کی طرح حرام ہے، اور حرام کے لفظ سے طلاق واقع ہوتی ہے۔ البتہ حرام کا لفظ عبارت میں نہیں ہے اس لئے شوہر کی نیت پر اس کا مدار ہوگا۔

[۲۰۳۲](۱۱) اور اگر کچھ نیت نہ ہو تو کچھ واقع نہیں ہوگی۔

وجہ کچھ نیت نہ ہو تو احترام پر حمل کیا جائے گا اور طلاق یا ظہار کچھ واقع نہیں ہوگا۔

[۲۰۳۳](۱۲) اور نہیں ہوگا ظہار مگر اپنی بیوی سے، پس اگر ظہار کیا اپنی باندی سے تو ظہار کرنے والا نہیں ہوگا۔

وجہ آیت میں ہے کہ بیوی سے ظہار کرے اس لئے باندی سے ظہار نہیں ہوگا۔ والذین یظاھرون من نسائھم ثم یعودون (آیت ۳ سورۃ المجادلۃ ۵۸) اس میں ہے کہ بیوی سے ظہار کرے اور باندی بیوی نہیں ہوتی اس لئے اس سے ظہار نہیں ہوگا (۲) اثر میں ہے۔ عن ابن عباس قال من شاء باھلته انه ليس للامة ظهار (الف) (سنن للبیہقی، باب لا ظہار فی الامۃ ج سابع ص ۶۳۰، نمبر ۱۵۲۵۰) اس اثر سے بھی پتہ چلا کہ باندی سے ظہار نہیں ہے۔

[۲۰۳۴](۱۳) کسی نے اپنی بیویوں سے کہا تم لوگ میرے اوپر میری ماں کی طرح ہو تو یہ ظہار کرنے والا ہوگا سب سے، اور شوہر پر ہر ایک کے لئے کفارہ ہے۔

تشریح شوہر کے پاس مثلا چار بیویاں تھیں، ایک ہی جملے میں چاروں سے کہا تم لوگ میرے اوپر میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہو تو سب سے الگ الگ ظہار ہو جائیں گے۔ اور ہر ایک کے لئے الگ الگ کفارہ لازم ہوگا۔ اور شوہر کو چار کفارے ادا کرنے ہوں گے۔

وجہ (۱) اگر چہ جملہ ایک ہے لیکن بیویاں چار ہیں اس لئے ظہار چار ہوئے۔ اور ہر ظہار کے لئے الگ کفارہ چاہئے اس لئے کفارہ بھی چار لازم ہوں گے (۲) اثر میں ہے۔ عن الزهری قال اذا ظاهر من اربع نسوة فاربع كفارات۔ وكذلك قال الحسن وطاؤس (الف) (مصنف عبد الرزاق، باب المظاہر من نساء ہ فی قول واحد ج سادس ص ۴۳۹ نمبر ۱۱۵۶۹ ر سنن للبیہقی، باب الرجل یظاہر من اربع نسوۃ لہ بکلمۃ واحدۃ ج سابع ص ۶۳۱، نمبر ۱۵۲۵۴) اس اثر سے معلوم ہوا کہ چار ظہار ہوں گے اور چار کفارہ دینے ہوں گے۔

فائدہ امام شافعیؒ کا قول قدیم یہ ہے کہ ایک ہی کفارہ لازم ہوگا۔

وجہ اثر میں ہے۔ عن ابن عباس وعن عمر فی رجل ظاهر من اربع نسوة بكلمة قال كفارة واحدة (ج) (سنن للبیہقی، باب الرجل یظاہر من اربع نسوۃ لہ بکلمۃ واحدۃ ج سابع ص ۶۳۰، نمبر ۱۵۲۵۳ ر مصنف عبد الرزاق، باب المظاہر من نساء ہ فی قول واحد ج

---

حاشیہ: (الف) حضرت ابن عباس نے فرمایا جو چاہے میں اس سے مباہلہ کر سکتا ہوں کہ باندی میں ظہار نہیں ہے (ب) حضرت زہری نے فرمایا اگر چار عورتوں سے ظہار کرے تو چار کفارے لازم ہوں گے، اور حضرت حسن اور طاؤس نے بھی یہی فرمایا (ج) حضرت عمرؓ نے فرمایا کوئی آدمی ظہار کرے چار بیویوں سے ایک کلمے سے تو ایک ہی کفارہ ہوگا۔

**امی کان مظاهرا من جماعتهن وعليه لكل واحدة منهن كفارة[۲۰۳۵](۱۴) وكفارة الظهار عتق رقبة فان لم يجد فصيام شهرين متتابعين فمن لم يستطع فاطعام ستين مسكينا كل ذلک قبل المسيس[۲۰۳۶](۱۵) ويجزئ فی ذلک عتق الرقبة المسلمة و الكافرة والذكر والانثى والصغير والكبير.**

---

سادس ص۴۳۸ نمبر ۱۱۵۶۶) اس اثر سے معلوم ہوا کہ ایک ہی کفارہ لازم ہوگا۔

[۲۰۳۵](۱۴) اور کفارہ ظہار غلام کو آزاد کرنا ہے، پس اگر نہ پائے تو دو ماہ پے در پے روزے رکھنا ہے، پس جو طاقت نہ رکھتا ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے۔ یہ سب وطی سے پہلے ہو۔

**تشریح** کفارہ ادا کرنے کی ترتیب یہ ہے کہ پہلے غلام آزاد کرنے کی کوشش کرے، اس پر قدرت نہ ہو تو پے در پے دو ماہ روزے رکھے، اور اس پر بھی قدرت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔ اور یہ سب وطی کرنے سے پہلے کرے پھر وطی کرے۔

**وجہ** آیت اور حدیث میں اسی طرح کفارہ لازم کیا ہے۔ **والذين يظاهرون من نسائهم ثم يعودون لماقالوا فتحرير رقبة من قبل يتماسا ذلكم توعظون به والله بما تعملون خبير ٥ فمن لم يجد فصيام شهرين متتابعين من قبل ان يتماسا فمن لم يستطع فاطعام ستين مسكينا** (الف) (آیت ۳/۴ سورۃ المجادلۃ ۵۸) اس آیت میں کفارہ کی تفصیل اوپر کی ترتیب کے ساتھ ہے۔ اور یہ بھی ذکر ہے کہ وطی سے پہلے کفارہ دے۔ اور حدیث میں بھی اسی ترتیب کے ساتھ کفارے کا ذکر ہے (ابو داؤد شریف، باب فی الظہار نمبر ۲۲۱۳)

**لغت** المسیس : چھونا، مراد ہے صحبت کرنا۔

[۲۰۳۶](۱۵) اور کافی ہے اس میں مسلمان غلام کا آزاد کرنا اور کافر کا اور مذکر کا اور مؤنث کا اور چھوٹے کا اور بڑے کا۔

**تشریح** کفارۂ ظہار میں غلام آزاد کرنا ہے۔ لیکن حنفیہ کے نزدیک ہر قسم کا غلام باندی آزاد کرنا جائز ہے۔ کفارۂ قتل کی طرح مؤمن ہونا ضروری نہیں ہے۔

**وجہ** آیت میں **تحریر رقبة** ہے۔ جو کافر اور مؤمن کو عام ہے۔ اس لئے دونوں غلام کافی ہوں گے۔ البتہ مومن آزاد کرنا زیادہ بہتر ہے۔

**فائدہ** امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ کافر غلام آزاد کرنا کافی نہیں ہے۔

**وجہ** وہ فرماتے ہیں کہ کفارۂ قتل میں مومن غلام شرط ہے جس سے معلوم ہوا کہ کفارے میں مومن ہی کافی ہوں گے۔ اس لئے کفارۂ ظہار میں

---

حاشیہ : (الف) جو لوگ ظہار کرتے ہیں اپنی بیویوں سے پھر رجوع کرنا چاہتے ہیں اس سے جو کہا تو غلام کا آزاد کرنا ہے صحبت سے پہلے، اس کی نصیحت کی جاتی ہے۔ جو کرتے ہو اللہ اس سے خبردار ہے۔ جو غلام نہ پائے اس کو مسلسل دو ماہ کے روزے رکھنا ہے صحبت سے پہلے۔ پس جو اس کی طاقت نہ رکھتا ہو تو ساٹھ مسکین کو کھانا کھلانا ہے۔

**[۲۰۳۷](۱۶) ولا یجزئ العمیاء ولا مقطوعة الیدین والرجلین[۲۰۳۸] (۱۷)ویجوز الاصم والمقطوع احدی الیدین واحدی الرجلین من خلاف[۲۰۳۹](۱۸) ولا یجوز مقطوع ابهامی الیدین.**

---

بھی مومن ہونا ضروری ہے(۲) تفصیل (سنن للبیہقی، باب عتق المومنة فی الظہار ج سابع ص ۳۸۷) میں ہے(۳) کفارہ میں غلام اس لئے آزاد کرتے ہیں تا کہ وہ اللہ کی عبادت کرے۔اور کافر عبادت کے اہل نہیں اس لئے اس کو آزاد کرنا درست نہیں (۳) آپؐ نے مومنہ باندی کو آزاد کرنے کی ترغیب دی ہے۔

[۲۰۳۷](۱۶)اور نہیں کافی ہوگا اندھا اور نہ دونوں ہاتھ پاؤں کٹا ہوا۔

**تشریح** کفارے میں نابینا غلام باندی یا دونوں ہاتھ کٹے ہوئے ہوں یا دونوں پاؤں کٹے ہوئے ہوں ایسا غلام آزاد کرنا کافی نہیں ہوگا۔

**وجہ** ان اعضاء کے معذور ہونے سے غلام کی منفعت ختم ہوئی اور مکمل غلام باقی نہیں رہا۔اور آیت میں تحریر رقبة سے مکمل غلام مراد ہے۔اس لئے انتہائی معذور غلام کو آزاد کرنا کافی نہیں ہے (۲) جس طرح قربانی میں انتہائی معذور جانور ذبح کرنا کافی نہیں اسی طرح کفارے میں انتہائی معذور غلام آزاد کرنا کافی نہیں ہے۔البتہ تھوڑا بہت عیب ہو تو چل جائے گا۔جس طرح قربانی کے جانور میں تھوڑا بہت عیب ہوتا ہے تو چل جاتا ہے۔

**اصول** ناقص غلام کفارے میں کافی نہیں۔

**لغت** العمیاء : عمی کی جمع ہے،اندھا۔

[۲۰۳۸](۱۷)اور جائز ہے بہرا غلام کو آزاد کرنا،اور دو ہاتھوں میں ایک کٹا ہوا،اور دو پیروں میں سے ایک کٹا ہوا خلاف سے۔

**تشریح** غلام بہرا ہو یا ایک ہاتھ اور ایک پیر خلاف جانب سے کٹے ہوئے ہوں مثلا دائیں ہاتھ اور بائیں پاؤں کٹے ہوئے ہوں۔یا بائیں ہاتھ اور دائیں پاؤں کٹے ہوئے ہوں تو ایسے غلام کو آزاد کرنا جائز ہے۔

**وجہ** یہ عیب تو ہیں لیکن اتنے معذور نہیں ہیں کہ نہ چل سکے اس لئے کافی ہو جائے گا،جس طرح قربانی کے جانور میں تھوڑا بہت عیب ہو تو کافی ہو جائے گا۔

**لغت** الاصم : بہرا۔

[۲۰۳۹](۱۸)اور نہیں جائز ہے جس کے دونوں ہاتھوں کے انگوٹھے کٹے ہوئے ہوں۔

**وجہ** دونوں ہاتھوں کے انگوٹھے کٹے ہوئے ہوں تو وہ غلام انتہائی عیب دار ہو گیا۔اب وہ کوئی کام نہیں کر سکتا۔کیونکہ کام انگوٹھے ہی سے کرتا ہے۔اس لئے دونوں ہاتھوں کے انگوٹھے کٹے ہوئے ہوں تو وہ غلام کفارہ میں نہیں چلے گا (۲) کفارہ ایک قسم کی عبادت ہے اور عبادت میں بہت زیادہ عیب دار دینا اچھا نہیں۔قربانی کے سلسلے میں یہ حدیث موجود ہے۔**سألت البراء بن عازب مالایجوز فی الاضاحی فقال**

**[۲۰۴۰](۱۹) و لایجوز المجنون الذی لایعقل[۲۰۴۱](۲۰) ولایجوز عتق المدبر وام الولد والمکاتب الذی ادی بعض المال.**

---

قام فینا رسول اللہ ... فقال اربع لاتجوز فی الاضاحی العوراء بین عورها والمریضة بین مرضها والعرجاء بین ظلعها والکسیر التی لا تنقی (الف)(ابوداؤد شریف، باب ما یکرہ من الضحایا ص۳۱ نمبر۲۸۰۲ رترمذی شریف، باب مالا یجوز من الاضاحی ص۲۷۵ نمبر۱۴۹۷)اس حدیث میں ہے کہ عیب دار جانور عبادت میں کافی نہیں۔اسی پر غلام کو قیاس کیا جائے گا۔

[۲۰۴۰](۱۹)اور نہیں جائز ہے وہ مجنون جس کو بالکل سمجھ نہ ہو۔

**وجہ** جس کو بالکل سمجھ نہ ہو اس کا ہاتھ پاؤں کام نہیں کرتا ہے۔اس لئے وہ بہت عیب دار ہو گیا اور جنس منفعت ختم ہو گئی اس لئے مجنون بھی کافی نہیں ہے۔

**نوٹ** اگر مجنون بات سمجھتا ہو اور کبھی کبھی جنون ہوتا ہو تو کچھ نہ کچھ منفعت باقی ہے اس لئے کفارہ میں کافی ہو جائے گا۔

[۲۰۴۱](۲۰)اور نہیں جائز ہے مدبر اور ام ولد اور وہ مکاتب جس نے بعض مال ادا کیا ہو۔

**تشریح** کفارے میں مدبر غلام،ام ولد باندی یا وہ مکاتب جس نے کچھ مال ادا کر دیا ہو اس کو آزاد کرنا چاہے تو کافی نہیں ہے۔

**وجہ** اس لئے کہ ان غلاموں میں آزادگی کا شائبہ آ گیا ہے اس لئے مکمل غلام نہیں رہے۔اس لئے ان کو کفارے میں آزاد کرنا کافی نہیں ہے۔

**نوٹ** مکاتب پر ایک درہم باقی ہو تب وہ بعض احکام میں غلام کی طرح ہے لیکن بدل کتابت کچھ ادا کرنے کے بعد کچھ نہ کچھ آزادگی کا شائبہ آ چکا ہے اس لئے وہ مکمل غلام نہ رہا اس لئے اس کو کفارے میں آزاد کرنا کافی نہیں ہے (۲) حدیث میں اس کا اشارہ ہے۔سمعت ام سلمة تقول قال لنا رسول اللہ اذا کان لاحد اکن مکاتب فکان عندہ ما یودی فلتحتجب منہ (ب)(ابوداؤد شریف، باب فی المکاتب یودی بعض کتابتہ فیعجز او یموت ص۱۹۱ نمبر۳۹۲۸)اس حدیث کے اشارے سے پتہ چلا کہ کچھ نہ کچھ آزادگی آ چکی ہے اس لئے وہ کفارے میں کافی نہیں۔

**فائدہ** امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ مکاتب پر ایک درہم بھی باقی ہو تو مکمل غلام ہے اس لئے اس کا آزاد کرنا درست ہے۔

**وجہ** ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ عن النبی ﷺ قال المکاتب عبد مابقی علیہ من کتابتہ درھم (ج)(ابوداؤد شریف، باب فی المکاتب یودی بعض کتابتہ فیعجز او یموت ص۱۹۱ نمبر۳۹۲۶)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک درہم بھی باقی ہو تو مکاتب ابھی مکمل غلام ہے اس لئے اس کو کفارے میں آزاد کرنا جائز ہے۔

---

حاشیہ : (الف)میں نے کہا کہ قربانی میں کیا جائز ہے؟ فرمایا ہمارے درمیاں حضور کھڑے ہوئے..فرمایا چار قسم کے جانور قربانی میں جائز نہیں ہیں۔کانا جس کا کانا پن واضح ہو،جس کی بیماری واضح ہو،جس کا لنگڑا پن واضح ہو اور اتنا لاغر کہ ہڈی نظر آئے (ب)ام سلمہ فرماتی ہیں کہ مجھے حضورؐ نے فرمایا اگر تم میں سے کسی کے پاس مکاتب ہو اور اس کے پاس ادا کرنے کی چیز ہے تو اب اس سے پردہ کرنا چاہئے (ج) آپؐ نے فرمایا مکاتب غلام ہے جب تک اس پر کتابت کا ایک درہم بھی باقی ہے۔

**[۲۰۴۲](۲۱) فان اعتق مکاتبا لم یؤد شیئا جاز[۲۰۴۳](۲۲) فان اشتری اباہ او ابنه وینوی بالشراء الکفارة جاز عنها[۲۰۴۴](۲۳) وان اعتق نصف عبد مشترک عن الکفارة وضمن قیمة باقیه فاعتقه لم یجز عند ابی حنیفة رحمه الله وقال ابویوسف و**

---

[۲۰۴۲](۲۱)اور اگر آزاد کیا ایسے مکاتب کو جس نے کچھ ادا نہیں کیا ہو تو جائز ہے۔

وجہ ابھی مال کتابت میں سے کچھ ادا نہ کیا ہو تو اس میں آزادگی کا شائبہ نہیں آیا ہے اس لئے وہ مکمل غلام ہے۔اس لئے اس کو کفارے میں آزاد کرنا جائز ہے۔صرف کتابت کی بات کرنے سے کیا ہوتا ہے(۲)اوپر کی حدیث بھی اس کی تائید میں ہے۔

[۲۰۴۳](۲۲)اگر اپنی باپ، بیٹے یا ذی رحم محرم کو خریدنے سے نیت کی کفارے کی تو کفارے سے کافی ہوگا۔

تشریح باپ، بیٹے یا ذی رحم محرم کو خریدنے سے پہلے کفارے کی نیت تھی تو خریدتے ہی آزاد ہو جائیں گے لیکن کفارہ بھی ادا ہو جائے گا۔

وجہ یہاں آزاد ہونے کے دو اسباب ہیں۔ایک ذی رحم محرم ہونے کی وجہ سے آزاد ہونا اور دوسرا کفارے کی وجہ سے آزاد ہونا۔چونکہ خریدنے والی کی نیت کفارہ کی جانب سے آزاد کرنا ہے اس لئے اس کی رعایت ہوگی اور کفارہ ادا ہو جائے گا(۲)حدیث میں اس کا اشارہ ہے۔**عن ابی هریرة قال قال رسول الله ﷺ لا یجزی ولد والدا الا ان یجد مملوکا فیشتریه فیعتقه**(الف)(مسلم شریف، باب فضل عتق الوالد ص۴۹۵ نمبر۱۵۱۰/ابوداؤد شریف، باب فی برالوالدین ج ثانی ص۳۵۲ نمبر۵۱۳۷)اس حدیث میں اگر چہ والد کو آزاد کرنے کی فضیلت ہے لیکن اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ کفارے کی جانب سے ادا کرے تب بھی کفارہ ادا ہو جائے گا۔اور ذی رحم محرم کے مالک ہوتے ہی آزاد ہو جائے گا اس کی حدیث یہ ہے۔**عن سمرة بن جندب فیما یحسب حماد قال قال رسول الله من ملک ذا رحم محرم فهو حر**(ب)(ابوداؤد شریف، باب فیمن ملک ذا رحم محرم ص۱۹۴ نمبر۳۹۴۹)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ذی رحم محرم کا مالک ہوا تو وہ اس پر آزاد ہو جائے گا۔

[۲۰۴۴](۲۳)اگر مشترک غلام کے آدھے کو آزاد کیا کفارے کی طرف سے اور ضامن ہو گیا باقی کی قیمت کا پھر اس کو آزاد کیا تو کافی نہیں ہے امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک۔اور فرمایا صاحبین نے کہ کافی ہوگا اگر آزاد کرنے والا مالدار ہے۔اور اگر تنگدست ہے تو کافی نہیں ہوگا۔

تشریح یہ مسئلہ دو قاعدوں پر ہے۔ایک قاعدہ یہ ہے کہ غلام دو آدمیوں کے درمیان مشترک ہو اور ایک آدمی اپنا حصہ آزاد کرے تو اگر وہ مالدار ہے تو پورا غلام ہی آزاد ہو جائے گا اور شریک کے حصے کی قیمت ادا کرنی ہوگی۔اور اگر آزاد کرنے والا غریب ہے تو جتنا اس نے آزاد کیا اتنا آزاد ہوگا اور باقی حصے کا غلام کما کر آقا کو ادا کرے گا پھر آزاد ہوگا۔اس قاعدے کی دلیل یہ حدیث ہے۔**عن ابی هریرة ان النبی ﷺ قال من اعتق نصیبا او شقیصا فی مملوک فخلاصه علیه فی ماله ان کان له مال والا قوم علیه فاستسعی به غیر**

---

حاشیہ : (الف) آپؐ نے فرمایا والد کا بدلہ اس سے کم میں نہیں ہوگا کہ اس کو مملوک پائے پھر اس کو خرید کر آزاد کر دے(ب) آپؐ نے فرمایا کوئی ذی رحم محرم کا مالک بنے تو وہ آزاد ہو جائے گا۔

**محمد رحمهما الله يجزيه ان كان المعتق موسرا وان كان معسرا لم يجز [۲۰۴۵](۲۴)وان اعتق نصف عبده عن كفارته ثم اعتق باقيه عنها جاز[۲۰۴۶](۲۵) وان اعتق نصف عبده عن كفارته ثم جامع التى ظاهر منها ثم اعتق باقيه لم يُجز عند ابى**

---

مشقوق علیہ (الف)(بخاری شریف، باب اذا اعتق نصیبا فی عبد ولیس لہ مال استسعی العبد(۳۴۳نمبر۲۵۲۷رمسلم شریف، باب ذکر سعایۃ العبدص۴۹۱نمبر۱۵۰۳)اس حدیث میں ہے کہ مالدار ہوتو پورا غلام آزاد ہوگا۔اور دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ شریک کا حصہ جو آزاد ہوا اس میں نقص آ کر آزاد ہوا یا مکمل آزاد ہوا تو امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ دوسرے کے حصے میں پہلے آزادگی کا نقص آیا پھر اس کا ضامن ہوا پھر آزاد ہوا اس لئے نقص والا غلام آزاد ہوا مکمل غلام آزاد نہیں ہوا۔اس لئے یہ غلام کفارے کے لئے کافی نہیں ہے۔

اور صاحبین فرماتے ہیں کہ آزاد کرنے والے نے شریک کی ذمہ داری لے لی تو شریک کے حصے میں کمی نہیں آئی۔بلکہ مکمل غلام آزاد ہوا۔اس لئے کفارہ کے لئے کافی ہے۔اور اگر آزاد کرنے والا تنگدست ہو تو آدھا غلام ہی کفارے والے کی جانب سے آزاد ہوا باقی آدھے کے بارے میں غلام خود سعی کر کے رقم ادا کرے گا اور آزاد ہوگا اس لئے کفارہ ادا نہیں ہوگا۔

[۲۰۴۵](۲۴)اور اگر اپنے ہی غلام کے آدھے حصے کو کفارے کی طرف سے آزاد کیا پھر باقی کو اس کی جانب سے آزاد کیا تو جائز ہے۔

**تشریح** کفارے والے نے اپنے غلام کے آدھے حصے کو آزاد کیا پھر باقی آدھے حصے کو بعد میں آزاد کیا تو کفارہ کی طرف سے کافی ہوگا۔

**وجہ** آدھے غلام کو آزاد کرنے سے جو نقص ہوا وہ اپنی ملکیت میں ہوا اس لئے مکمل غلام آزاد کرنا سمجھا جائے گا اور ایسا ہوا کہ ایک کفارہ دو جملوں میں ادا کیا اس لئے کافی ہوگا۔

**اصول** یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ اپنا آدھا غلام آزاد کرے اور باقی کو آزاد کرے تو اس نقص کا اعتبار نہیں ہے۔کیونکہ مالک ہونے کی وجہ سے گویا کہ پورا غلام ایک مرتبہ ہی آزاد ہوا۔

[۲۰۴۶](۲۵)اور اگر اپنے غلام کا آدھا اپنے کفارے کی طرف سے آزاد کیا پھر وطی کی اس عورت سے جس سے ظہار کیا تھا پھر آزاد کیا باقی غلام کو تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک کافی نہیں ہوگا۔

**وجہ** آیت کے اعتبار سے وطی سے پہلے پورا غلام کفارہ میں ادا کرنا چاہئے۔اس نے آدھا غلام ہی ادا کیا اور آدھا بعد میں ادا کیا۔اور حنفیہ کے نزدیک غلام آزاد کرنے میں تجزی ہوسکتی ہے اس لئے آدھا ہی آزاد ہوا اس لئے کفارے میں کافی نہیں ہے۔

**وجہ** حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ غلام آزاد کرنے میں تجزی ہوسکتی ہے۔حدیث میں ہے۔**عن ابن عمر قال قال رسول الله ﷺ من اعتق شركا له فى عبدفكان له مال يبلغ ثمن العبد قوم عليه قيمة العدل فاعطى شركاء ه حصصهم وعتق عليه العبد**

---

حاشیہ : (الف) آپؐ نے فرمایا کوئی اپنا حصہ آزاد کرے یا مملوک کا ایک ٹکڑا آزاد کرے تو اس کے مال میں سے اس کو چھٹکارا دلانا ہے اگر اس کے پاس مال ہو۔اور مالک کے پاس مال نہ ہو تو غلام کی قیمت لگائی جائے گی اور غلام کما کر ادا کرے گا اس طرح کہ اس پر مشقت نہ ہو۔

**حنیفة رحمه الله[۲۰۴۷] (۲۶)فان لم یجد المظاهر ما یعتقه فکفارته صوم شهرین متتابعین لیس فیهما شهر رمضان ولا یوم الفطر ولا یوم النحر ولا ایام التشریق.**

---

والا فقد عتق منه ما عتق (الف)(مسلم شریف، باب من اعتق شرکا لہ فی عبد ص ۴۹۱ نمبر ۱۵۰۱ رابوداؤد شریف، باب فیمن روی انہ لا یستسعی ص ۱۹۴ نمبر ۳۹۴۰)اس حدیث میں الا فقد عتق منه ما عتق سے معلوم ہوا کہ جتنا آزاد کیا اتنا ہی آزاد ہوگا جس سے آزادگی میں تجزی کا پتہ چلتا ہے۔اس لئے اوپر کے مسئلے میں آدھا غلام جماع سے پہلے آزاد ہوا اور آدھا غلام جماع کے بعد۔چونکہ جماع سے پہلے پورا غلام آزاد نہیں ہوا اس لئے کفارہ ظہار کے لئے کافی نہیں ہوگا۔

**فائدہ** امام صاحبین کے نزدیک یہ ہے کہ پورا غلام ایک ساتھ آزاد ہوگا۔ان کے یہاں تجزی نہیں ہے اس لئے جب آدھا غلام جماع سے پہلے آزاد کیا تو پورا ہی آزاد ہوگیا۔اس لئے کفارے میں کافی ہوجائے گا۔

**وجہ** ان کی دلیل اوپر کی حدیث ہے۔عن ابی هریرة ان النبی ﷺ قال من اعتق نصیبا او شقیصا فی مملوک فخلاصه علیه فی ماله ان کان له مال والا قوم علیه فاستسعی به غیر مشقوق علیه (ب)(بخاری شریف، باب اذا اعتق نصیبا فی عبد ولیس لہ مال استسعی العبد ص ۳۴۳ نمبر ۲۵۲۷ رمسلم شریف، باب ذکر سعایۃ العبد ص ۴۹۱ نمبر ۱۵۰۳)اس حدیث سے پتہ چلا کہ آزاد کرنے والا غریب ہوتب بھی پورا غلام آزاد ہوجائے گا۔البتہ غلام پر بقیہ حصے کی سعی لازم ہوگی۔جس سے معلوم ہوا کہ غلام آزاد کرنے میں تجزی نہیں ہے۔اس لئے جماع سے پہلے آدھا آزاد کیا تو پورا غلام آزاد ہوجائے گا اور کفارے کے لئے کافی ہوگا۔

[۲۰۴۷](۲۶)پس اگر ظہار کرنے والا غلام نہ پائے جس کو آزاد کرے تو اس کا کفارہ دو مہینے مسلسل روزہ رکھنا ہے،جن میں رمضان کا مہینہ نہ ہو،نہ عید الفطر کا اور نہ یوم نحر کا اور نہ ایام تشریق ہوں۔

**تشریح** ظہار کرنے والے کے پاس آزاد کرنے کے لئے غلام یا باندی نہیں ہیں تو اب اس کو دو ماہ تک مسلسل روزے رکھنا ہے۔ان روزوں کے درمیان رمضان کا مہینہ نہ ہو،عید الفطر کا دن نہ ہو،عید الاضحیٰ کا دن نہ ہو،اور تین دن تشریق کے دن نہ ہوں۔

**وجہ** درمیان میں رمضان کا روزہ ہوگا تو مسلسل دو مہینے روزے نہیں رکھ سکے گا۔اسی طرح عید الفطر،عید الاضحیٰ اور ایام تشریق میں روزہ رکھنا مکروہ ہے۔اور مکروہ روزہ رکھے گا تو کافی نہیں ہوگا۔اس لئے یہ دن بھی درمیان میں نہ ہوں (۲) اثر میں ہے۔ عن عطاء قال ان جعل بینهما شهر رمضان او یوم النحر لم یوال حینئذیقول یستأنف (ج)۰مصنف عبد الرزاق، باب یصوم فی الظہار شہر اثم یمرض ج سادس،ص ۴۲۹ نمبر ۱۱۵۱۹)اس اثر میں ہے کہ درمیان میں رمضان یا یوم النحر وغیرہ آجائے تو چونکہ آیت کے مطابق مسلسل نہیں ہوا اس لئے

---

حاشیہ : (الف) آپؐ نے فرمایا کسی نے مشترکہ غلام کو آزاد کیا اور اس کے پاس اتنا مال ہو جو غلام کی قیمت کو پہنچ سکتا ہو تو اس کی انصاف والی قیمت لگائی جائے گی۔پس دو شریکوں کا ان کا حصہ اور پورا غلام ان پر آزاد ہوجائے گا۔اور مال نہ ہو تو جتنا آزاد ہوا اتنا ہی آزاد ہوگا (ب) آپؐ نے فرمایا کسی مملوک کا کچھ حصہ آزاد کیا تو اس کے مال میں اس کا چھٹکارا کرنا ہے اگر اس کے پاس مال ہو۔اور مال نہ ہو تو غلام کی قیمت لگائی جائے گی اور غلام کما کر ادا کرے گا اس طرح کہ اس پر مشقت نہ ہو (ج) حضرت عطاء نے فرمایا اگر دو مہینوں کے درمیان رمضان کا مہینہ ہو یا یوم نحر ہو تو اس وقت پے در پے نہیں ہوا۔فرماتے ہیں کہ از سر نو روزہ رکھے۔

**[۲۰۴۸](۲۷) فان جامع التی ظاھر منھا فی خلال الشھرین لیلا عامدا او نھارا ناسیا استأنف عند ابی حنیفة ومحمد رحمھما اللہ[۲۰۴۹] (۲۸) وان افطر یوما منھا بعذر او**

شروع سے روزہ رکھے(۳) **سألت الزھری عن الرجل یصوم شھرا فی الظھار ثم یمرض فیفطر قال فلیستأنف** (الف) (مصنف عبدالرزاق، باب یصوم فی الظھار شھرا ثم یمرض ج سادس ص ۴۲۸ نمبر ۱۱۵۰۹) اس اثر سے معلوم ہوا کہ عذر کی بنا پر بھی روزہ چھوڑا تو شروع سے روزہ رکھے گا۔

[۲۰۴۸] (۲۷) جس نے ظہار کیا تھا اس سے جماع کر لیا دو ماہ کے درمیان رات کو جان کر یا دن کو بھول کر تو امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک شروع سے روزہ رکھے گا۔

**تشریح** جس بیوی سے ظہار کیا تھا اس سے مسلسل دو ماہ روزہ رکھنے سے پہلے جماع نہیں کرنا چاہئے تھا لیکن اس سے جماع کر لیا تو شروع سے دوبارہ روزہ رکھے گا۔

**وجہ** ظہار والی بیوی سے رات میں جان کر جماع کر لیا تو روزہ نہیں ٹوٹا۔ اسی طرح دن میں بھول کر جماع کر لیا تو روزہ نہیں ٹوٹا۔ اور دو ماہ کے تسلسل میں خامی نہیں آئی۔ پھر بھی شروع سے روزہ اس لئے رکھے کہ مسلسل دو ماہ روزے جماع سے پہلے رکھنا چاہئے۔ اور اس نے کچھ روزے پہلے رکھا اور کچھ بعد میں اس لئے کفارہ ادا نہیں ہوا۔ اس لئے دوبارہ روزے رکھے(۲) آیت میں **فمن لم یجد فصیام شھرین متتابعین من قبل ان یتماسا** ہے (آیت ۴ سورۃ المجادلۃ ۵۸) اس آیت سے معلوم ہوا کہ جماع سے پہلے مسلسل دو ماہ روزے رکھے۔ اور اس نے آدھا پہلے رکھا اور آدھا بعد میں رکھا اس لئے کفارہ کے لئے کافی نہیں۔ اس لئے شروع سے دو ماہ روزہ رکھے(۳) اثر میں ہے۔ **عن الحسن او غیرہ فی المظاھر یصوم ثم یقع علی امرأتہ قبل ان یتم صومہ قال یھدم الصوم** (ب) (مصنف عبدالرزاق، باب المظاھر یصوم ثم یوسر للعتق ج سادس ص ۴۲۷ نمبر ۱۱۵۰۸) اس اثر سے معلوم ہوا کہ پہلا روزہ بیکار گیا شروع سے روزہ رکھے۔

**فائدہ** امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ اس جماع کرنے سے درمیان میں روزہ نہیں ٹوٹا۔ اس لئے تسلسل ختم نہیں ہوا اس لئے یہ روزے کفارے کے لئے کافی ہیں دوبارہ شروع سے رکھنے کی ضرورت نہیں، مابقیہ کو رکھ لے۔

[۲۰۴۹] (۲۸) اگر دو ماہ میں سے ایک دن روزہ چھوڑ دیا عذر کی وجہ سے یا بغیر عذر کے تو شروع سے روزہ رکھے۔

**وجہ** آیت میں ہے کہ مسلسل دو ماہ روزے رکھے۔ اور اس نے مسلسل نہیں رکھا بلکہ ایک دن چھوڑ دیا چاہے عذر ہی سے کیوں نہ چھوڑا ہو۔ اس لئے از سر نو دوبارہ رکھنا ہوگا۔ آیت پہلے گزر چکی ہے(۲) اثر میں ہے۔ **سألت الزھری عن الرجل یصوم شھرا فی الظھار ثم یمرض فیفطر قال فلیستأنف** (ج) **عن ابراھیم قال یستأنف صیامہ** (مصنف عبدالرزاق، باب یصوم فی الظھار شھرا ثم یمرض ج

---

حاشیہ : (الف) حضرت زہری سے پوچھا ایک آدمی ظہار کا ایک ماہ روزہ رکھے پھر بیمار ہو جائے جس کی وجہ سے روزہ چھوڑ دے؟ فرمایا شروع سے روزہ رکھے (ب) حضرت حسن وغیرہ نے فرمایا ظہار کرنے والا روزہ رکھے پھر اپنا روزہ پورا کرنے سے پہلے اپنی بیوی سے جماع کرے؟ فرمایا پہلا روزہ کالعدم ہو جائے گا (ج) میں نے حضرت زہری سے پوچھا کوئی آدمی ایک ماہ روزہ رکھے ظہار کا پھر بیمار ہو جائے اور روزہ چھوڑ دے تو کیا کرے؟ فرمایا از سر نو روزہ رکھے۔

**بغير عذر استأنف[۲۰۵۰](۲۹) وان ظاهرا العبد لم يجزه فى الكفارة الا الصوم [۲۰۵۱](۳۰) فان اعتق المولى عنه او اطعم لم يجزئه[۲۰۵۲](۳۱) فان لم يستطع المظاهر الصيام اطعم ستين مسكينا[۲۰۵۳](۳۲) ويطعم كل مسكين نصف صاع من**

---

سادس،ص ۴۲۷،نمبر ۱۱۵۰۹/۱۱۵۱۱)اس اثر سے معلوم ہوا کہ عذر کی بنا پر روزہ چھوڑ دے تب بھی شروع سے روزہ رکھے گا۔

[۲۰۵۰](۲۹)اگر غلام ظہار کرے تو نہیں جائز ہے کفارے میں مگر روزہ۔

**تشریح** غلام نے اپنی بیوی سے ظہار کیا تو کفارہ صرف روزے سے ہی ادا کرے۔کھانا کھلانا یا غلام آزاد کرنا کافی نہیں ہوں گے۔

**وجہ** اس کے پاس کچھ مال ہی نہیں ہے کہ کھانا کھلائے یا غلام آزاد کرے، جو مال ہے وہ سب مولی کا ہے۔اس لئے صرف روزے سے ہی کفارہ ادا ہوگا۔

[۲۰۵۱](۳۰)پس اگر آقا نے غلام کی جانب سے آزاد کیا یا کھانا کھلایا تو کافی نہیں ہوگا۔

**تشریح** مظاہر غلام کی جانب سے آقا نے کفارے میں غلام آزاد کر دیا یا ساٹھ مسکین کو کھانا کھلا دیا تو کافی نہیں ہوں گے۔

**وجہ** یہ مال آقا کے ہیں غلام کے ہیں ہی نہیں۔اس لئے غلام کی جانب سے کچھ ادا نہیں ہوا۔

[۲۰۵۲](۳۱)پس اگر ظہار کرنے والا روزے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔

**وجہ** آیت میں ہے کہ روزے کی طاقت نہ رکھتا ہو مثلا بوڑھا ہو یا مجبوری ہو تو پھر ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔**فمن لم يستطع فاطعام ستين مسكينا** (الف)(آیت ۴ سورة المجادلة ۵۸)(۲)اور لمبی حدیث کا ٹکڑا یہ ہے۔**عن سلمة بن صخر ... قال فصم شهرين متتابعين قال وهل اصبت الذى الا من الصيام قال فاطعم وسقا من تمر بين ستين مسكينا** (ب)(ابوداؤد شریف، باب فی الظہار ص ۳۰۸ نمبر ۲۲۱۳)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ روزے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو ساٹھ مسکین کو کھانا کھلائے۔

[۲۰۵۳](۳۲)اور کھلائے ہر مسکین کو آدھا صاع گیہوں یا ایک صاع کھجور یا جو یا اس کی قیمت۔

**تشریح** ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانے کے دو طریقے ہیں۔ایک تو یہ ہے کہ اس کے ہاتھ میں گیہوں یا کھجور یا جو دیدے۔اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ کھانا پکا کر کھلا دیا جائے۔اگر اس کے ہاتھ میں گیہوں دے تو ہر مسکین کو آدھا صاع دے۔اور کھجور یا جو دے تو ایک ایک صاع دے یا اس کی قیمت دے۔

**وجہ** اوپر کی حدیث میں ہے۔**فاطعم وسقا من تمر بين ستين مسكينا** (ج)(ابوداؤد شریف، باب فی الظہار ص ۳۰۸ نمبر ۲۲۱۳/سنن للبیہقی، باب لا یجزی ان یطعم اقل من ستین مسکینا کل مسکین مدا من طعام بلدہ ج سابع ،ص ۶۴۳،نمبر ۱۵۲۸۷)اس حدیث میں ایک وسق کو

---

حاشیہ : (ج)جو روزہ کی طاقت نہ رکھتا ہو وہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے (د) آپؐ نے فرمایا دو ماہ پے در پے روزے رکھو،فرمایا جو مصیبت آئی ہے وہ روزے ہی سے آئی ہے۔فرمایا ایک وسق کھجور کھانے میں دو ساٹھ مسکینوں کے درمیان (ج) کھلاؤ ایک وسق کھجور ساٹھ مسکینوں کے درمیان۔

**بـر او صـاعـا مـن تـمـر او شعیر او قیمة ذلک[۲۰۵۴](۳۳) فان غدَّاھم وعشّا ھم جاز قلیلا کان ماا کلوا او کثیرا[۲۰۵۵](۳۴) وان اطعم مسکینا واحدا ستین یوما اجزاہ وان**

ساٹھ مسکینوں کے درمیان تقسیم کرنے کے لئے کہا ہے۔اور ایک وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے۔جس کا مطلب یہ ہوا کہ ہر ایک مسکین کو ایک ایک صاع کھجور دے۔اور پہلے باب صدقۃ الفطر میں گزر چکا ہے کہ ایک صاع کھجور آدھا صاع گیہوں کے برابر قیمت تھی۔اس لئے آدھا صاع گیہوں بھی ہر ایک مسکین کو دیا جا سکتا ہے۔

**فائدہ** کچھ ائمہ کے نزدیک ہر مسکین کو ایک مد دے دینا کافی ہے۔

**وجہ** ان کی دلیل ابوداؤد کی حدیث کا یہ ٹکڑا ہے۔**عن اوس اخی عبادة بن الصامت ان النبی ﷺ اعطاہ خمسة عشر صاعا من شعیـر اطعام ستین مسکینا** (الف)(ابوداؤد شریف، باب فی الظہار ص ۳۰۸ نمبر ۲۲۱۸/ترمذی شریف، باب ماجاء فی کفارۃ الظہار ص ۲۲۷ نمبر ۱۲۰۰)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ساٹھ مسکینوں کے لئے صرف پندرہ صاع کھجور دے تو ایک مسکین کے لئے چوتھائی صاع ہوا جو ایک مد ہوتا ہے۔کیونکہ چار مد کا ایک صاع ہوتا ہے۔اس لئے ہر ایک مسکین کو ایک مد کھجور دینا کافی ہوگا۔

**لغت** بر : گیہوں۔

[۲۰۵۴](۳۳)اور اگر مسکینوں کو صبح اور شام کھلایا تو بھی جائز ہے کم کھائیں یا زیادہ۔

**تشریح** ہاتھ میں گیہوں دینے کے بجائے کھانا پکا کر صبح اور شام کھلا دیا تو اس سے بھی کفارہ ادا ہو جائے گا۔چاہے وہ آدھا صاع سے زیادہ کھالے یا کم کھالے۔

**وجہ** آیت میں **اطعـام ستین مسکینا** ہے۔جس کا ترجمہ ہے کھانا کھلانا،اس لئے پکا کر کھلانے سے بھی کفارہ ادا ہو جائے گا۔حدیث میں بھی ہے۔**فـلیـطـعم ستین مسکینا**(ب)(ابوداؤد شریف،نمبر ۲۲۱۴)جس سے معلوم ہوا کہ کھانا کھلا دینے سے بھی کفارہ ادا ہو جائے گا۔

**لغت** غدا : صبح کو کھلانا، عشاء : شام کو کھانا کھلانا۔

[۲۰۵۵](۳۴)اگر ایک ہی مسکین کو ساٹھ دنوں تک کھلایا تب بھی کافی ہے۔اور اگر دیا اس کو ایک ہی دن میں کافی نہیں ہوگا مگر ایک دن سے۔

**تشریح** گنتی کر کے ساٹھ مسکینوں کو کھلانا چاہئے۔لیکن ایک ہی مسکین کو ساٹھ دنوں تک کھلاتا رہا تب بھی کافی ہو جائے گا۔

**وجہ** ہر دن کی الگ الگ ضرورتیں ہیں اس لئے گویا کہ ہر دن الگ الگ مسکین کو دیا اس لئے ساٹھ مسکینوں کے کفارے کے لئے کافی ہے۔

اور اگر ایک ہی آدمی کو ایک ہی دن میں ساٹھ صاع دے دیا تو ایک آدمی کا کفارہ ادا ہوگا،ابھی انسٹھ باقی رہے گا۔

**وجہ** ایک ہی آدمی کو ساٹھ صاع دے دیا تو عدد کے اعتبار سے ایک ہی مسکین ہوا چاہے اس کو جتنا دیدے۔آیت کے اعتبار سے ساٹھ کی تعداد پورا کرنا ضروری تھا،**فاطعام ستین مسکینا**(آیت ۴ سورۃ المجادلۃ ۵۸)اس لئے ایک ہی آدمی شمار ہوگا۔

---

حاشیہ : (الف)آپؐ نے پندرہ صاع جو دیا ساٹھ مسکینوں کے کھانے کے لئے (ب) کھانا کھلانا ہے ساٹھ مسکینوں کو۔

**اعطاہ فی یوم واحد لم یجزہ الا عن یومہ[۲۰۵۶](۳۵) وان قرب التی ظاھر منھا فی خلال الاطعام لم یستأنف[۲۰۵۷](۳۶) ومن وجبت علیہ کفارتا ظھار فاعتق رقبتین لاینوی لاحدھما بعینھا جاز عنھما وکذلک ان صام اربعۃ اشھر او اطعم مائۃ وعشرین مسکینا جاز[۲۰۵۸](۳۷) وان اعتق رقبۃ واحدۃ عنھما او صام شھرین کان لہ ان یجعل**

[۲۰۵۶](۳۵)اوراگرجس بیوی سے ظہار کیا تھا اس سے صحبت کر لی کھلانے کے درمیان تو شروع سے نہ کھلائے۔

**تشریح** کفارہ میں مسکینوں کو کھانا کھلا رہا تھا مثلا تیس مسکینوں کو کھانا کھلا یا اس درمیان ظہار والی بیوی سے صحبت کر لی تو ایسا کرنا اچھا تو نہیں تھا لیکن پھر بھی شروع سے کھلانے کی ضرورت نہیں ہے۔ بقیہ مسکینوں کو کھانا کھلانے سے کفارہ ادا ہو جائے گا۔

**وجہ** آیت میں غلام آزاد کرنے اور روزہ رکھنے کی قید ہے کہ صحبت کرنے سے پہلے کرے۔ لیکن کھانا کھلانے میں یہ قید نہیں ہے۔ اس لئے درمیان میں صحبت کر لی تو از سر نو کھلانے کی ضرورت نہیں ہے۔ آیت یہ ہے۔ **فمن لم یستطع فاطعام ستین مسکینا** (الف) (آیت ۴ سورۃ المجادلۃ ۵۸) اس آیت میں **قبل ان یتماسا** کی قید نہیں ہے۔

[۲۰۵۷](۳۶) کسی پر ظہار کے دو کفارے واجب ہوں۔ پس دو غلام آزاد کئے اور کسی ایک کی متعین طور پر نیت نہیں کی تو دونوں کی طرف سے ہو جائیں گے، اسی طرح اگر چار مہینے روزے رکھا یا ایک سو بیس مسکینوں کو کھانا کھلا یا تو جائز ہے۔

**تشریح** کسی پر دو کفارۂ ظہار تھے۔ اسلئے دو غلام آزاد کرنا تھا۔ اور بہتر یہ تھا کہ ایک غلام آزاد کرتے وقت متعین طور پر ایک ظہار کی نیت کرتا اور دوسرے غلام کو آزاد کرتے وقت دوسرے ظہار کی نیت کرتا تا کہ کوئی شک شبہ باقی نہیں رہتا۔ لیکن اس نے دو ظہاروں کی جانب سے دو غلام آزاد کئے اور کسی ایک ظہار کو متعین نہیں کیا تب بھی دونوں ظہاروں سے کفارہ کافی ہو جائے گا۔ اسی طرح چار ماہ روزے رکھا اور کسی ایک ظہار کو متعین نہیں کیا۔ اسی طرح ایک سو بیس مسکینوں کو کھانا کھلا یا اور کسی ایک ظہار کو متعین نہیں کیا تب بھی دونوں کفاروں کے لئے کافی ہیں۔

**وجہ** دونوں کفارے بھی ایک ہی قسم کے ہیں اور غلام بھی دو ہیں اس لئے ایک جنس ہونے کی وجہ سے خصوصی تعیین کی ضرورت نہیں ہے۔ دونوں ادا ہو جائیں گے۔

[۲۰۵۸](۳۷) اگر آزاد کیا ایک غلام دو کفاروں کی جانب سے یا روزہ رکھا دو مہینے تو اس کے لئے جائز ہے کہ جس کی طرف سے چاہے قرار دے لے

**تشریح** آدمی پر دونوں کفارے ظہار کے تھے، اس نے دونوں کفاروں کی جانب سے ایک غلام آزاد کیا، یا دو مہینے روزے رکھے تو بعد میں اس کو اختیار ہوگا کہ آزاد کئے ہوئے غلام کو کسی ایک کفارے کے لئے متعین کر دے۔ یا روزے کو کسی ایک کفارے کے لئے متعین کر دے۔ جب ایک ظہار کے لئے متعین کرے گا تو اس ظہار کا کفارہ ادا ہو جائے گا۔

**وجہ** چونکہ دونوں کفارے ظہار کے ہی ہیں اور ایک جنس کے ہیں۔ اس لئے آزاد کرنے سے پہلے ایک ظہار کا تعین ضروری نہیں ہے، بعد میں

حاشیہ : (الف) پس جو شخص اس کی طاقت نہ رکھتا ہو وہ ساٹھ مسکین کو کھانا کھلائے۔

**ذلک عن ایتهما شاء.**

---

بھی متعین کرسکتا ہے۔ جیسے رمضان کے دو روزے ہوں اور ایک روزہ قضا رکھا لیکن کس دن کا قضا ہے متعین نہیں کیا تو بعد میں متعین کرسکتا ہے۔ جس دن کا متعین کرے گا اس دن کا متعین ہوجائے گا، اور اس دن کی ادائیگی ہوجائے گی۔

**اصول** جنس ایک ہو تو ہر ایک کو خصوصی طور پر متعین کرنا ضروری نہیں ہے۔ بعد میں تخصیص کرنا بھی کافی ہوجائے گا۔



## ﴿ کتاب اللعان ﴾

[۲۰۵۹](۱)اذا قذف الرجل امرأته بالزنا وهما من اهل الشهادة والمرأة ممن یحد

﴿ کتاب اللعان ﴾

**ضروری نوٹ** لعان کے معنی لعنت کرنا ہے۔ چونکہ لعان میں مرد آخر میں اپنے او پر لعنت کرتا ہے اس لئے اس کو لعان کہتے ہیں۔ مرد اپنی بیوی پر زنا کی تہمت ڈالے اور اس پر گواہی نہ لا سکے اور مرد وعورت اہل شہادت میں سے ہوں تو عورت کے مطالبے پر لعان واجب ہوگا۔ اس کا ثبوت اس آیت میں ہے۔ **والذین یرمون ازواجهم ولم یکن لهم شهداء الا انفسهم فشهادة احدهم اربع شهادات بالله انه لمن الصادقین ٥ والخامسة ان لعنت الله علیه ان کان من الکاذبین** (الف) ( آیت ۷ سورۃ النور ۲۴) اس آیت میں لعان کا تذکرہ ہے (۲) اور اس بارے میں عویمر العجلانی کی مشہور حدیث ہے جس کا ایک ٹکڑا یہ ہے۔ **ان عویمر العجلانی جاء الی عاصم بن عدی ... قال سهل فتلاعنا وانا مع الناس عند رسول الله فلما فرعا من تلاعنهما قال عویمر کذبت علیها یا رسول الله ان امسکتها فطلقها ثلاثا قبل ان یامره رسول الله ﷺ قال ابن شهاب فکانت سنة المتلاعنین** (ب) (بخاری شریف، باب اللعان ومن طلق بعد اللعان ص ۷۹۹ نمبر ۵۳۰۸ مسلم شریف، کتاب اللعان ص ۴۸۸ نمبر ۱۴۹۲ ابو داؤد شریف، باب فی اللعان ص ۳۱۳ نمبر ۲۲۴۵) اس حدیث سے لعان کا ثبوت ہے۔

[۲۰۵۹](۱) اگر شوہر نے اپنی بیوی کو زنا کی تہمت لگائی۔ اور میاں بیوی اہل شہادت میں سے ہوں اور عورت اس میں سے ہو جس کے تہمت لگانے والے کو حد لگائی جاتی ہو، یا بچے کے نسب کی نفی کرے اور عورت موجب قذف کا مطالبہ کرے تو شوہر پر لعان ہے۔

**تشریح** چار شرطیں ہوں تو شوہر پر لعان واجب ہے۔ پہلی یہ کہ شوہر بیوی پر زنا کی تہمت لگائے کہ تم نے زنا کرایا ہے۔ یا بیوی کو بچہ ہو تو کہے کہ یہ بچہ میرا نہیں ہے۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ زنا کرا کے لائی ہے۔ دوسری شرط یہ ہے کہ شوہر میں وہ تمام شرائط موجود ہوں جو گواہی دینے والے میں ہوتی ہیں۔ مثلا مرد عاقل، بالغ اور آزاد ہو اور اس پر حد قذف لگا یا ہوا نہ ہو۔ اور تیسری شرط یہ ہے کہ عورت ان میں سے ہو کہ اس پر تہمت لگانے والے کو حد قذف لگ جاتی ہو۔ مثلا وہ عاقلہ، بالغہ اور آزاد ہو اور اس پر کبھی حد قذف نہ لگی ہو۔ یا اس کے پاس بچہ مجہول النسب نہ ہو تب اس پر تہمت لگانے سے لعان ہوگا۔ اور چوتھی شرط یہ ہے کہ بیوی قاضی سے لعان کرانے کا مطالبہ کرے تب لعان ہوگا۔

**وجہ** ہر ایک کی دلیل یہ ہے، شوہر تہمت لگائے تب لعان واجب ہوگا اس کی دلیل کہ آیت میں ہے۔ **الذین یرمون ازواجهم ولم یکن لهم شهداء الا انفسهم** (ج) ( آیت ۶ سورۃ النور ۲۴) کہ جو لوگ بیویوں کو زنا کی تہمت ڈالتے ہیں۔ جس سے معلوم ہوا کہ تہمت زنا

---

حاشیہ : (الف) جو لوگ اپنی بیویوں پر تہمت لگاتے ہیں اور اپنی ذات کے علاوہ اس کے لئے کوئی گواہ نہیں ہے تو ان کو چار مرتبہ گواہی دینا ہے، خدا کی قسم وہ سچے ہیں۔ اور پانچویں مرتبہ اللہ کی اس پر لعنت ہو اور وہ جھوٹے ہیں (ب) حضرت سہیل نے فرمایا کہ عویمر العجلانی اور اس کی بیوی نے لعان کیا۔ اور میں لوگوں کے ساتھ حضورؐ کے پاس تھا۔ پس جب دونوں لعان سے فارغ ہوئے تو عویمر نے فرمایا میں اس پر جھوٹ بولوں یا رسول اللہ اگر اس کو رکھ لوں! پس حضورؐ کے حکم دینے سے پہلے اسکو تین طلاقیں دیں۔ حضرت ابن شہاب فرماتے ہیں کہ لعان کرنے والے کا یہ طریقہ ہو گیا کہ لعان کے بعد عورت کو جدا کر دے (ج) جو اپنی (باقی اگلے صفحہ پر)

**قاذفها او نفی نسب ولدها وطالبته المرأة بموجب القذف فعليه اللعان[۲۰۶۰](۲) فان**

لگائے تب لعان ہوگا۔اور مرد اور عورت اہل شہادت میں سے ہوں اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔**عن عمر بن شعیب عن ابیه عن جده ان النبی ﷺ قال اربع من النساء لا ملاعنة بینهن النصرانیة تحت المسلم والیهودیة تحت المسلم والحرة تحت المملوک والمملوکة تحت الحر** (الف)(ابن ماجہ شریف، باب اللعان ص ۲۹۷ نمبر ۲۰۷۱)اس حدیث میں نصرانیہ مسلمان کے تحت میں ہو تو لعان نہیں جس کا مطلب یہ ہوا کہ لعان کے لئے عورت کا مسلمان ہونا ضروری ہے۔اسی طرح آزاد عورت مملوک کے ماتحت میں ہو تو لعان نہیں جس کا مطلب یہ ہوا کہ شوہر کا آزاد ہونا ضروری ہے۔اور فرمایا کہ باندی بیوی آزاد کے تحت میں ہو، جس کا مطلب یہ ہوا کہ بیوی کا آزاد ہونا ضروری ہے تب لعان ہوگا۔مصنف نے اسی کا ترجمہ کیا کہ بیوی اور شوہر اہل شہادت میں سے ہوں (۲) آیت میں ہے کہ **فشهادة احدهم اربع شهادات بالله** ،جس سے معلوم ہوا کہ لعان مرد اور عورت دونوں کی جانب سے شہادت کے درجے میں ہے۔یعنی مرد گواہی دے رہا ہے کہ عورت نے زنا کرایا ہے۔اور عورت گواہی دے رہی ہے کہ میں نے زنا نہیں کرایا ہے۔جب ان دونوں کا لعان گواہی کے درجے میں ہے تو دونوں کا اہل شہادت ہونا ضروری ہے۔بیوی کے بچے کی نفی کرے جس سے لعان ہوتا ہے اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔**عن ابن عمر ان النبی ﷺ لاعن بین رجل وامرأته فانتفی من ولدها ففرق بینهما والحق الولد بالمرأة** (ب) (بخاری شریف، باب یلحق الولد بالملاعنۃ ص ۸۰۱ نمبر ۵۳۱۵ مسلم شریف، کتاب اللعان ص ۴۸۸ نمبر ۱۴۹۴)اس حدیث میں لڑکے کو باپ سے نفی کر کے ماں کے ساتھ ملحق کیا جس سے معلوم ہوا کہ بچے کے انکار کرنے کی وجہ سے لعان ہوا ہے۔اور عورت کے مطالبے پر لعان ہوگا اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ اس کا حق ہے، اگر حق چھوڑ دے تو لعان نہیں ہوگا۔

[۲۰۶۰](۲)اگر شوہر رک جائے لعان سے تو حاکم اس کو قید کرے یہاں تک کہ لعان کرے یا اپنے آپ کو جھٹلائے تا کہ اس پر حد لگائی جائے۔

**تشریح** شوہر نے تہمت لگائی پھر لعان کرنے کے لئے کہا تو لعان کرنے سے انکار کر دیا تو حاکم اس کو قید کرے گا تا کہ یا تو لعان کرے یا اپنے آپ کو جھٹلائے۔اگر اپنے آپ کو جھٹلایا تو اس پر حد لگ جائے گی۔

**وجہ** عورت پر تہمت لگانے کے بعد لعان کروانا اس کا حق ہو جاتا ہے تا کہ اس کی عزت محفوظ رہے، اور وہ نہیں کر رہا ہے تو حاکم اس کو قید کرے گا۔اگر اپنے آپ کو جھٹلائے تو حد لازم ہوگی اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔**ان هلال بن امیة قذف امرأته عند النبی ﷺ بشریک بن سحماء فقال النبی ﷺ البینة او حد فی ظهرک** (ج)(ابوداؤد شریف، باب فی اللعان ص ۳۱۳ نمبر ۲۲۵۴)اس حدیث سے

---

حاشیہ : (پچھلے صفحہ سے آگے) بیویوں کو زنا کی تہمت لگاتے ہیں اور ان کے پاس اپنی ذات کے علاوہ کوئی گواہ نہ ہو الخ (الف) آپؐ نے فرمایا چار قسم کی عورتوں سے لعان نہیں ہے۔نصرانیہ مسلمان کی بیوی ہو۔اور یہودیہ مسلمان کی بیوی ہو۔اور آزاد عورت غلام کی بیوی ہو۔اور باندی آزاد کی بیوی ہو (ب) آپؐ نے لعان کرایا شوہر اور اس کی بیوی کے درمیان، اور اس کے بچے کی نفی کی اور دونوں کے درمیان تفریق کی اور بچے کو ماں کے ساتھ لاحق کر دیا (ج) حضرت ہلال بن امیہ نے حضورؐ کے پاس بیوی کو شریک بن سحماء کے ساتھ تہمت لگائی تو آپؐ نے فرمایا یا گواہی لاؤ یا تیری پیٹھ پر حد لگے گی۔

**امتنع منه حبسه الحاکم حتی یلاعن او یکذب نفسه فیحد[ ۲۰۶۱ ](۳) وان لاعن وجب علیھا اللعان فان امتنعت حبسھا الحاکم حتی تلاعن او تصدقه[ ۲۰۶۲ ](۴) واذا کان**

معلوم ہوا کہ تہمت لگانے کے بعد اس کو ثابت نہ کرے یا لعان نہ کرے تو اس پر حد لازم ہوگی۔

[۲۰۶۱] (۳) اور اگر شوہر نے لعان کیا تو عورت پر لعان واجب ہے، پس اگر وہ لعان سے باز رہے تو حاکم اس کو قید کرے یہاں تک کہ لعان کرے یا شوہر کی تصدیق کرے۔

**وجہ** اگر شوہر نے لعان کیا تو عورت پر لعان واجب ہوگا کیونکہ شوہر کا حق ہو گیا ہے، ورنہ اس کو قید کرے یہاں تک کہ لعان کرے یا شوہر کی تصدیق کرے۔

[۲۰۶۲] (۴) اگر شوہر غلام ہو یا کافر ہو یا قذف کی سزا یافتہ ہو اور بیوی کو تہمت لگائے تو ان پر حد ہوگی۔

**تشریح** یہ مسئلہ اس قاعدے پر ہے کہ شوہر نے بیوی پر زنا کی تہمت لگائی لیکن شوہر اہل شہادت میں سے نہیں ہے اس لئے لعان نہیں کر سکتا اس لئے اس پر حد لگ جائے گی۔ مثلا شوہر غلام ہے یا کافر ہے یا حد قذف کی سزا پا چکا ہے تو یہ لوگ لعان نہیں کر سکتے۔ اور لعان نہیں کر سکتے تو حد لازم ہوگی۔

**وجہ** یہ لوگ لعان نہیں کر سکتے اس کی وجہ ابن ماجہ شریف کی حدیث گزر چکی ہے۔ **عن عمر بن شعیب ان النبی ﷺ قال اربع من النساء لا ملاعنة بینھن النصرانیة تحت المسلم والیھودیة تحت المسلم والحرة تحت المملوک والمملوکة تحت الحر** (الف) (ابن ماجہ شریف، باب اللعان ص ۲۹۷ نمبر ۲۰۷۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شوہر مسلمان نہ ہو یا غلام ہو تو وہ لعان نہیں کر سکتا۔ اور قذف کی سزا یافتہ کو بھی اسی پر قیاس کیا جائے (۲) لعان کرنا گواہی پیش کرنے کے درجے میں ہے۔ اور گواہی پیش نہ کر سکے تو اس پر حد ہے۔ اس لئے یہ لوگ لعان نہ کر سکے تو ان پر حد لازم ہوگی۔ آیت میں ہے۔ **والذین یرمون المحصنات ثم لم یأتوا باربعة شھداء فاجلدوھم ثمانین جلدة ولا تقبلوا لھم شھادة ابدا واولئک ھم الفاسقون** (ب) (آیت ۴ سورة النور ۲۴) اس آیت میں ہے کہ زنا کی تہمت لگانے کے بعد اس پر چار گواہ نہ لا سکے تو اس پر حد لگے گی۔ اور لعان نہ کر سکا تو گویا کہ چار گواہ نہ لا سکا۔ اس لئے ایسے شوہر پر حد قذف لگے گی (۳) اثر میں ہے۔ **عن علی بن ابی طالب انه ضرب عبدا افتری علی حر اربعین** (نمبر ۱۳۷۸۸) **عن ابن عباس انه کان یقول حد العبد یفتر علی الحر اربعون** (ج) (مصنف عبد الرزاق، باب العبد یفتری علی الحر ج سابع ص ۴۳۷ نمبر ۱۳۷۹۰) اس اثر سے معلوم ہوا کہ غلام شوہر آزاد بیوی پر تہمت ڈالے تو اس پر حد قذف لگے گی۔

---

حاشیہ : (الف) آپؐ نے فرمایا چار قسم کی عورتوں سے لعان نہیں ہے۔ نصرانیہ مسلمان کی بیوی ہو، یہود یہ مسلمان کی بیوی ہو اور آزاد عورت غلام کی بیوی ہو اور باندی آزاد کی بیوی ہو تو لعان نہیں ہے (ب) جو لوگ پاکدامن عورتوں کو تہمت لگاتے ہیں پھر چار گواہ نہیں لا سکتے تو ان کو اسی کوڑے مارو اور کبھی بھی ان کی گواہی قبول نہ کرو اور وہ لوگ فاسق ہیں (ج) حضرت علی نے غلام کو چالیس کوڑے لگائے جس نے آزاد پر تہمت لگائی تھی۔ حضرت ابن عباس سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ غلام آزاد پر تہمت لگائے تو چالیس کوڑے ہیں۔

الزوج عبدا او کافرا ومحدودا فی قذف فقذف امرأته فعلیه الحد[۲۰۶۳](۵) وان کان الزوج من اهل الشهادة وهی امة او کافرة او محدودة فی قذف او کانت ممن لایحد قاذفها فلا حد علیه فی قذفها ولا لعان[۲۰۶۴](۶) وصفة اللعان ان یبتدئ القاضی

[۲۰۶۳](۵)اور اگر شوہر اہل شہادت میں سے ہو اور بیوی باندی ہو یا کافرہ ہو یا تہمت میں سزا یافتہ ہو یا اس میں سے ہو جس کے تہمت لگانے والے کو حد نہیں لگائی جا سکتی ہو تو تہمت لگانے پر نہ اس پر حد ہوگی اور نہ لعان ہوگا۔

تشریح لعان کرنے کے لئے شوہر میں کوئی خامی نہیں ہے لیکن بیوی میں خامی ہے کہ وہ اہل شہادت میں سے نہیں ہے۔مثلا وہ باندی ہے یا کافرہ ہے یا تہمت میں سزا یافتہ ہے یا بچی ہے یا مجنونہ ہے یا زانیہ ہے تو اس صورت میں شوہر پر نہ حد لازم ہوگی اور نہ لعان ہوگی۔

وجہ کیونکہ تہمت لگانے والے کی جانب سے خامی نہیں ہے بلکہ خامی عورت میں ہے(۲)قلت لعطاء رجل افتری علی عبد او امة قال لا حد ولا نکال ولا شیء ،وان نکحت الامة حرا فکذلک لیس علی من قذف امة او نصرانیة تحت مسلم حد الا ان یعاقبه السلطان الا ان یری ذلک (الف)(مصنف عبد الرزاق، باب فریة الحر علی المملوک ج سابع ص ۴۳۸ نمبر ۱۳۷۹۶) اس اثر سے معلوم ہوا کہ شوہر باندی وغیرہ پر تہمت لگائے تو نہ حد لازم ہوگی اور نہ لعان ہوگا۔کافرہ کے سلسلے میں یہ اثر ہے۔عن عطاء فی رجل قذف نصرانیة تحت مسلم قال ینکل ولا یحد وقال ان افتری علی مشرک فعقوبة ولا حد (ب)(مصنف عبد الرزاق، باب الفریة علی اہل الجاہلیة ج سابع ص ۴۳۶ نمبر ۱۳۷۸۴) اس اثر میں ہے کہ کافرہ پر تہمت لگائے تو تعزیر کرے،تہمت لگانے والے پر حد لازم نہیں ہے۔اور صغیرہ کے سلسلے میں یہ اثر ہے۔عن الحسن فی رجل قذف امرأته وهی صغیرة قال لیس علیه حد ولا لعان (ج)(مصنف ابن ابی شیبة ۲۵۸ ما قالوا فی الرجل یقذف امرأته صغیرة ایلاعن ج رابع ص ۱۹۸،نمبر ۱۹۲۲۸/مصنف عبد الرزاق، باب قذف الصغیرین ج سابع ص ۴۲۰ نمبر ۱۳۶۹۹) اس اثر سے معلوم ہوا کہ چھوٹی بچی پر تہمت ڈالے تو تہمت لگانے والے پر حد لازم نہیں ہے۔کیونکہ بچی اہل شہادت میں سے نہیں ہے۔

[۲۰۶۴](۶)لعان کا طریقہ یہ ہے کہ قاضی شروع کرے شوہر سے،پس گواہی دے چار مرتبہ،کہے ہر مرتبہ کہ میں گواہ بناتا ہوں اللہ کو کہ بیشک میں سچا ہوں اس میں جو میں نے تہمت لگائی ہے اس کو زنا کی،پھر پانچویں مرتبہ کہے کہ اللہ کی لعنت ہو مجھ پر اگر میں جھوٹا ہوں اس میں جو میں نے اس کو زنا کی تہمت لگائی۔

تشریح لعان کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ قاضی مرد سے شروع کرے اور اس کو پہلے لعان کی گواہی دلوائے۔اور لعان کرنے کا طریقہ یہ ہوگا کہ

حاشیہ : (الف) میں نے حضرت عطاء سے پوچھا آدمی نے غلام یا باندی پر تہمت لگائی،فرمایا نہ کوئی حد ہے اور نہ سزا ہے اور نہ کوئی چیز ہے۔اور اگر باندی نے آزاد سے شادی کی تو ایسے ہی کچھ نہیں ہے۔کسی نے باندی یا نصرانیہ جو مسلمان کی بیوی ہو تہمت لگائے تو اس پر کچھ نہیں ہے مگر یہ کہ بادشاہ اس کو سزا دے اگر وہ مناسب سمجھے (ب) حضرت عطاء نے فرمایا کوئی آدمی مسلمان کی بیوی نصرانیہ پر تہمت لگائے تو اس پر سزا ہے حد نہیں ہے،اور فرمایا اگر مشرک پر تہمت ڈالے تو سزا ہے حد نہیں ہے (ج) حضرت حسن نے فرمایا کوئی آدمی بیوی کو تہمت لگائے اس حال میں کہ وہ چھوٹی ہو،فرمایا اس پر نہ حد ہے اور نہ لعان ہے۔

**فیشھد اربع مرات یقول فی کل مرة اشھد باللہ انی لمن الصادقین فیما رمیتھا بہ من الزنا ثم یقول فی الخامسة لعنة اللہ علیہ ان کان من الکاذبین فیما رماھا بہ من الزنا[۲۰۶۵](۷)و یشیر الیھا فی جمیع ذلک[۲۰۶۶](۸) ثم تشھد المرأة اربع شھادات تقول فی کل مرة اشھد باللہ انہ لمن الکاذبین فیما رمانی بہ من الزنا وتقول فی**

چار مرتبہ کہے میں اللہ کو گواہ بنا کے کہتا ہوں کہ میں نے بیوی پر جو زنا کی تہمت لگائی ہے اس میں سچا ہوں، اور پانچویں مرتبہ کہے کہ اگر زنا کی تہمت لگانے میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر اللہ کی لعنت ہو۔

**وجہ** آیت میں اسی انداز سے لعان کا طریقہ مذکور ہے۔ آیت میں ہے۔ والذین یرمون ازواجھم ولم یکن لھم شھداء الا انفسھم فشھادة احدھم اربع شھادات باللہ انہ لمن الصادقین ٥ والخامسة ان لعنة اللہ علیہ ان کان من الکاذبین (الف) (آیت ۶/۷ سورة النور ۲۴) اس آیت میں لعان کرنے کے طریقے کا ذکر ہے اور یہ بھی ہے کہ پانچویں مرتبہ کہے میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر اللہ کی لعنت۔ اور یہ بھی پتہ چلا کہ پہلے مرد سے لعان لے (۲) اور اس وجہ سے بھی کہ اس نے ہی زنا کی تہمت لگائی ہے (۳) حدیث میں بھی اسی طرح لعان کرنے کا تذکرہ ہے۔ عن سعید بن جبیر ... فبدأ بالرجل فشھد اربع شھادات باللہ انہ لمن الصادقین والخامسة ان لعنة اللہ علیہ ان کان من الکاذبین الخ (ب) (مسلم شریف، کتاب اللعان ص ۴۸۸ نمبر ۱۴۹۳/ ابو داؤد شریف، باب فی اللعان ص ۳۱۳ نمبر ۲۲۵۳/۲۲۵۶) اس حدیث میں لعان کا وہی طریقہ ہے اور مرد سے لعان کی ابتدا کی گئی۔

**لغت** رمی : تیر پھینکنا، یہاں مراد ہے زنا کی تہمت ڈالنا۔

[۲۰۶۵] (۷) اور اشارہ کرے عورت کی طرف ان تمام میں۔

**تشریح** مرد جب قسم کھائے تو اس وقت عورت کی طرف اشارہ کرے۔

**وجہ** کیونکہ عبارت میں ہے فیما رمیت بہ جس چیز کا میں نے اس کو تہمت ڈالا، اسم اشارہ استعمال کیا ہے نام نہیں لیا ہے۔ اس لئے انگلی سے عورت کی طرف اشارہ کرے تا کہ وہ عورت متعین ہو جائے۔

[۲۰۶۶] (۸) پھر عورت چار گواہی دے، ہر مرتبہ کہے میں اللہ کو گواہ بناتی ہوں کہ بیشک یہ جھوٹا ہے اس میں جو تہمت لگائی ہے اس نے زنا کی اور پانچویں مرتبہ کہے اللہ کا غضب ہو مجھ پر اگر یہ سچا ہو اس میں جس کی تہمت لگائی ہے اس نے مجھ کو۔

**تشریح** مرد کی گواہی کے بعد چار مرتبہ عورت گواہی دے کہ میں اللہ کو گواہ بناتی ہوں اس بات کی جو اس نے مجھ پر زنا کی تہمت لگائی ہے اس

حاشیہ : (الف) وہ لوگ جو اپنی بیویوں کو تہمت لگاتے ہیں اور ان کے پاس اپنی ذات کے علاوہ کوئی گواہ نہ ہو تو وہ چار مرتبہ گواہی دے کہ خدا کی قسم وہ سچا ہے۔ اور پانچویں مرتبہ یہ کہے کہ اللہ کی ہو اگر وہ جھوٹا ہو (ب) سعید بن جبیر سے منقول ہے... لعان مرد سے شروع کیا، پس چار مرتبہ گواہی دی کہ خدا کی قسم وہ سچا ہے اور پانچویں مرتبہ کہا اللہ کی لعنت ہو اگر وہ جھوٹا ہو۔

**الخامسة غضب الله عليها ان كان من الصادقين فيما رمانى به من الزنا[۲۰۶۷](۹) واذا التعنا فرق القاضى بينهما[۲۰۶۸](۱۰) وكانت الفرقة تطليقة بائنة عند ابى حنيفة و**

بارے میں وہ جھوٹا ہے۔اور پانچویں مرتبہ کہے کہ اگر مجھ پر زنا کی تہمت میں وہ سچا ہے تو مجھ پر اللہ کا غضب ہو۔

**وجہ** آیت اور حدیث دونوں میں اسی طرح لعان کرنے کا تذکرہ ہے۔ویدرؤا عنها العذاب ان تشهد اربع شهادات بالله انه لمن الكاذبين o والخامسة ان غضب الله عليها ان كان من الصادقين (الف) (آیت ۹ سورۃ النور ۲۴) اور حدیث میں ہے۔عن سعيد بن جبير ... ثم ثنى بالمرأة فشهدت اربع شهادات بالله انه لمن الكاذبين والخامسة ان غضب الله عليها ان كان من الصادقين ثم فرق بينهما (ب) (مسلم شریف، کتاب اللعان ص ۴۸۸ نمبر ۱۴۹۳/ ابوداؤد شریف، باب فی اللعان ص ۳۱۳ نمبر ۲۲۵۳) اس آیت اور حدیث میں لعان کرنے کے طریقے کا تذکرہ ہے۔اور یہ بھی ہے کہ عورت کہے اگر مرد تہمت میں سچا ہے تو مجھ پر غضب ہو۔

[۲۰۶۷] (۹) جب دونوں لعان کرلیں تو قاضی تفریق کردے۔

**تشریح** دونوں کے لعان سے فارغ ہونے کے بعد قاضی دونوں کے درمیان تفریق کردے۔

**وجہ** اوپر حدیث میں گزرا ثم فرق بينهما (ج) (مسلم شریف، کتاب اللعان ص ۴۸۸ نمبر ۱۴۹۳/ بخاری شریف، باب التفریق بین المتلاعنین ص ۸۰۱ نمبر ۵۳۱۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ لعان کے بعد قاضی خود بیوی شوہر کے درمیان تفریق کرادے۔

[۲۰۶۸] (۱۰) اور فرقت طلاق بائنہ ہوگی امام ابوحنیفہ اور محمد کے نزدیک اور امام ابو یوسف نے فرمایا کہ دائمی حرمت ہوگی۔

**وجہ** طرفین کی دلیل یہ ہے کہ جو فرقت شوہر کی حرکت سے ہو وہ طلاق بائنہ شمار کی جاتی ہے۔جیسے ایلاء شوہر کی حرکت سے ہوتا ہے تو ایلاء طلاق بائنہ ہے (۲) اثر میں ہے۔عن ابراهيم قال كل فرقة كانت من قبل الرجل فهى طلاق۔اور اگلی روایت میں ہے۔عن ابراهيم قال كل فرقة فهى تطليقة بائن (د) (مصنف ابن ابی شیبۃ ۹۰ من قال کل فرقۃ تطلیقۃ ج رابع، ص ۱۱۳، نمبر ۱۸۳۳۷) اس اثر سے معلوم ہوا کہ جو فرقت بھی شوہر کی جانب سے ہو وہ طلاق بائنہ شمار ہوگی۔اور لعان شوہر کی جانب سے ہے اس لئے یہ بھی طلاق بائنہ شمار ہوگی۔

**فائدہ** امام ابو یوسف کی دلیل یہ اثر ہے۔قال سهل حضرت هذا عند رسول الله ﷺ فمضت السنة بعد فى المتلاعنين ان يفرق بينهما ثم لا يجتمعان ابدا (ه) (ابوداؤد شریف، باب فی اللعان ص ۳۱۳ نمبر ۲۲۵۰/ سنن للبیہقی، باب سنۃ اللعان ونفی الولد

---

حاشیہ : (الف) عورت سے سزا ہٹالی جائے گی اگر چار مرتبہ گواہی دی کہ خدا کی قسم شوہر جھوٹا ہے، اور پانچویں مرتبہ یہ کہے کہ اللہ کی اس پر غضب ہو اگر وہ سچا ہے (ب) پھر عورت کی طرف متوجہ ہوئے، پس اس نے چار مرتبہ گواہی دی کہ خدا کی قسم وہ جھوٹوں میں سے ہے، اور پانچویں مرتبہ کہا کہ اس پر اللہ کا غضب ہو اگر وہ سچا ہو۔پھر دونوں کے درمیان تفریق کردی گئی (ج) پھر میاں بیوی میں تفریق کردی گئی (د) حضرت ابراہیم سے منقول ہے کہ ہر تفریق جو مرد کی جانب سے ہو وہ طلاق ہے۔اور دوسری روایت میں ہے کہ ہر تفریق طلاق بائنہ ہے (ه) حضرت سہل نے فرمایا میں حضورؐ کے پاس لعان کے وقت حاضر ہوا۔اس کے بعد لعان کرنے والوں میں سنت یہ رہی کہ دونوں میں تفریق کردی جائے پھر کبھی جمع نہ ہوں۔

**محمد رحمهما الله وقال ابو یوسف رحمه الله یکون تحریما مؤبدا[۲۰۶۹](۱۱) وان کان القذف بولد نفی القاضی نسبه والحقه بامه[۲۰۷۰](۱۲) فان عاد الزوج واکذب نفسه حده القاضی وحل له ان یتزوجها وکذلک ان قذف غیرها فحد به او زنت**

---

والحاقہ بالام وغیر ذلک ج سابع ،ص ۶۵۸ ،نمبر ۱۵۳۲۲) اس سے معلوم ہوا کہ لعان کے بعد بیوی شوہر کبھی نہیں مل سکیں گے۔ کیونکہ دونوں کے درمیان حرمت مؤبد ہو گئی۔

۲۰۶۹] (۱۱) اور اگر تہمت ہو بچے کی نفی کرنے کی تو قاضی اس کے نسب کی نفی کرے اور اس کو اس کی ماں کے ساتھ ملحق کرے۔

**تشریح** شوہر نے یوں کہا کہ یہ میرا بچہ نہیں ہے۔ اور بچے کی اپنے سے نفی کی تو لعان کے بعد قاضی بچے کا نسب باپ سے ساقط کر کے ماں کے ساتھ ملا دے گا۔ اور اب بچہ ماں کے ساتھ پکارا جائے گا باپ کے نام کے ساتھ نہیں۔

**وجہ** حدیث میں اس کا ثبوت ہے کہ آپؐ نے لعان کے بعد بچے کو ماں کے ساتھ ملحق کر دیا۔ **عن ابن عمر ان النبی ﷺ لاعن بین رجل وامرأته فانتفی من ولدها ففرق بینهما والحق الولد بالمرأة** (الف) (بخاری شریف، باب یلحق الولد بالملاعنة ص ۸۰۱ نمبر ۵۳۱۵ر ابو داؤد شریف، باب فی اللعان ص ۳۱۳ نمبر ۲۲۵۹) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تفریق کے بعد بچے کو ماں کے ساتھ ملحق کر دیگا۔

[۲۰۷۰] (۱۲) اگر شوہر لوٹ کر اپنے آپ کی تکذیب کرے تو قاضی اس کو حد لگائے اور اس کے لئے حلال ہے کہ اس عورت سے شادی کرے۔ اسی طرح اگر دوسرے کو تہمت لگائی اور اس کی وجہ سے شوہر کو حد لگ گئی یا عورت نے زنا کروایا اور اس کو حد لگ گئی۔

**تشریح** شوہر نے بیوی کو زنا کی تہمت لگائی جس کی وجہ سے لعان کیا اور دونوں کے درمیان تفریق ہو گئی۔ بعد میں شوہر نے اپنے آپ کو جھٹلایا تو قاضی اس کو حد قذف اسی کوڑے لگائے۔ اب اس کے لئے حلال ہے کہ اس بیوی سے شادی کرے۔ اسی طرح اس مرد نے کسی اور عورت کو زنا کی تہمت لگائی اور چار گواہوں سے ثابت نہ کر سکا جس کی وجہ سے اس کو حد قذف لگ گئی تو حد لگنے کے بعد اس کے لئے جائز ہے کہ اس بیوی سے دوبارہ شادی کرے جس سے لعان کیا تھا۔

**وجہ** اوپر گزر چکا ہے کہ زنا کی تہمت لگانے کے بعد اگر اجنبیہ کو تہمت لگائی ہے تو اس پر چار گواہ لائیں ورنہ حد قذف لگ جائے گی۔ اور میاں بیوی لعان کریں۔ یہ لعان چار گواہوں کے درجے میں ہے اسی لئے لعان میں چار مرتبہ قسم کھاتے ہیں۔ اور لعان نہیں کیا یا اپنے آپ کو جھٹلایا تو دونوں صورتوں میں مرد پر حد قذف لگے گی (۲) اس آیت میں اس کا ثبوت ہے۔ **والذین یرمون المحصنات ثم لم یأتوا باربعة شهداء فاجلدوهم ثمانین جلدة ولا تقبلوا لهم شهادة ابدا** (ب) (آیت ۴ سورة النور ۲۴) اس آیت میں ہے کہ تہمت لگانے کے بعد چار گواہ نہ لا سکے تو اس پر اسی کوڑے حد لگے گی (۳) اثر میں ہے۔ **ان قبیصة بن ذویب کان یحدث عن عمر ابن الخطاب**

---

حاشیہ : (الف) حضورؐ نے لعان کروایا شوہر اور اس کی بیوی کے درمیان اور اس کے بچے کی نفی کی۔ پس دونوں کے درمیان تفریق کی اور بچے کو ماں کے ساتھ ملا دیا (ب) جو لوگ پاکدامن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں پھر چار گواہ نہیں لاتے تو ان کو اسی کوڑے مارو۔ اور کبھی بھی ان کی گواہیاں قبول نہ کرو۔

**فحدث[ ۲۰۷۱ ](۱۳ ) وان قذف امرأته وھی صغیرۃ او مجنونۃ فلا لعان بینھما ولا**

---

**انہ قضی فی رجل انکر ولد امرأتہ وھو فی بطنھا ثم اعترف بہ وھو فی بطنھا حتی اذا ولد انکرہ فامر بہ عمر بہ الخطاب فجلد ثمانین جلدۃ لفریتہ علیھا ثم الحق بہ ولدھا** (الف)(سنن للبیہقی، باب الرجل یقر بحبل امرأتہ او بولدھا مرۃ فلا یکون لہ نفیہ بعدہ ج سابع، ص ۶۷۶، نمبر ۱۵۳۶۷)اس اثر میں پہلے آدمی نے اپنا بچہ ہونے کا انکار کیا، پھر اپنی تکذیب کی اور اپنا بچہ ہونے کا اقرار کیا تو حضرت عمر نے اس کو حد لگائی۔جس سے معلوم ہوا کہ اپنی تکذیب کرنے پر قاضی آدمی کو حد لگائے۔**ثم الحق بہ ولدھا** سے معلوم ہوا کہ لعان ختم کر کے بچہ والد کے ساتھ منسوب ہوگا۔مسئلہ نمبر ۱۰ میں گزرا کہ میاں بیوی پھر شادی نہیں کر سکیں گے، اثر تھا۔**ثم لا یجتمعان ابدا** (ابوداؤد شریف، باب فی اللعان ص ۳۱۳ نمبر ۲۲۵۰) کیونکہ یہ دونوں لعان کرنے والے ہیں۔لیکن شوہر نے اپنے آپ کی تکذیب کر لی تو اب لعان پر برقرار نہیں رہے اس لئے اب اس بیوی سے دوبارہ شادی کر سکتا ہے(۲) آیت میں اس کا اشارہ ہے۔**الا الذین تابوا من بعد ذلک واصلحوا فان اللہ غفور رحیم** (ب)( آیت ۵ سورۃ النور ۲۴)اس آیت میں اشارہ ہے کہ مرد توبہ کر لے اور اصلاح کر لے تو پھر اس کے لئے کوئی راستہ نکالا جا سکتا ہے(۳) اثر میں اس کا ثبوت ہے۔**سمعت ابن المسیب یقول اذا تاب الملاعن واعترف بعد الملاعنۃ فانہ یجلد ویلحق بہ الولد وتطلق امرأتہ تطلیقۃ بائنۃ ویخطبھا مع الخطاب ویکون ذلک متی اکذب نفسہ** (ج)(مصنف عبد الرزاق، باب لا یجتمع المتلاعنان ابدا، ج سابع ص ۱۱۳ نمبر ۱۲۴۴۳)اس اثر سے معلوم ہوا کہ مرد اپنے آپ کو جھٹلا دے تو مرد کو حد لگے گی اور شادی کرنا چاہے تو بیوی سے دوبارہ شادی کر سکتا ہے۔

اور اگر کسی کو تہمت لگائی اور حد لگ گئی تو اب اس کی گواہی قابل قبول نہیں ہے۔اور وہ گواہی دینے اور لعان کرنے کے قابل نہیں رہا۔اور اب وہ لعان پر برقرار بھی نہیں رہا اس لئے اب وہ شادی کر سکتا ہے۔اس کی گواہی قابل نہیں اس کی دلیل سورۃ النور کی وہی آیت ہے۔**ولا تقبلوا لھم شھادۃ ابدا واولئک ھم الفاسقون** (د)( آیت ۴ سورۃ النور ۲۴)اور عورت نے زنا کیا اور اس کو حد زنا لگ گئی اب وہ قابل لعان نہیں رہی اس لئے لعان پر برقرار نہیں رہی اس لئے اب وہ اس شوہر سے دوبارہ شادی کر سکتی ہے۔

[۲۰۷۱](۱۳)اور اگر اپنی بیوی کو تہمت لگائی اس حال میں کہ وہ چھوٹی ہے یا مجنونہ ہے تو ان دونوں کے درمیان لعان نہیں ہے اور نہ حد ہے۔

**تشریح** شوہر نے بیوی کو زنا کی تہمت لگائی وہ چھوٹی نابالغہ تھی یا مجنونہ تھی تو اس تہمت کی وجہ سے نہ تو لعان ہوگا اور نہ شوہر کو حد لگے گی البتہ تعزیر ہوگی۔

---

حاشیہ : (الف)حضرت عمر نے فیصلہ کیا ایک آدمی کے بارے میں جس نے اپنی بیوی کے بچے کا انکار کیا اس حال میں کہ بچہ پیٹ میں تھا، پھر بچے کا اقرار کیا اس حال میں کہ وہ پیٹ میں تھا۔یہاں تک کہ جب پیدا ہوا تو پھر اس کا انکار کر دیا تو حضرت عمر نے حکم دیا کہ اس کو اسی کوڑے مارے بیوی پر تہمت لگانے کی وجہ سے، اور اس بچے کو مرد کے ساتھ ملحق کر دیا(ب) مگر جو اس کے بعد توبہ کر لے اور اصلاح کر لے تو اللہ تعالی معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے(ج) حضرت ابن مسیّب فرماتے تھے اگر لعان کرنے والا توبہ کر لے اور لعان کے بعد اعتراف کر لے تو حد لگائی جائے گی اور بچہ اس کے ساتھ ملا دیا جائے گا۔اور عورت پر ایک طلاق بائنہ واقع ہوگی۔اور عورت کو پیغام نکاح دے سکتا ہے(د) اور اس کی گواہی کبھی قبول نہ کرو اور وہ فاسق ہیں۔

## حد[۲۰۷۲] (۱۴) وقذف الاخرس لا يتعلق به اللعان.

وجہ صغیرہ اور مجنونہ اہل شہادت میں سے نہیں ہیں اس لئے ان پر تہمت لگانے سے لعان نہیں ہوگا اور حد بھی نہیں لگے گی (۲) اثر میں ہے۔عن الزهری قال من قذف صبيا او صبية فلا حد عليه (الف) (مصنف عبد الرزاق، باب قذف الصغیرین ج سابع ص ۴۲۰ نمبر ۱۳۶۹۹ / مصنف ابن ابی شیبۃ ۲۵۸ ما قالوا فی الرجل یقذف امرأتہ صغیرۃ ایلاعن؟ ج رابع ص ۱۹۸، نمبر ۱۹۲۲۸) اس اثر سے معلوم ہوا کہ صغیرہ پر تہمت لگانے سے لعان نہیں ہوگا۔اور اسی پر مجنونہ کو بھی قیاس کیا جائے گا۔کیونکہ صغیرہ کی طرح اس کو بھی عقل نہیں ہے۔

[۲۰۷۲] (۱۴) اور گونگے کی تہمت لگانے سے لعان نہیں ہوگا۔

تشریح گونگا شوہر بیوی پر زنا کی تہمت لگائے تو اس سے لعان نہیں ہوگا۔

وجہ لعان اصل حد کے درجے میں ہے اور گونگے کے اقرار سے حد لازم نہیں ہوتی اس لئے اس کی تہمت سے لعان بھی نہیں ہوگا۔کیونکہ حد شبہ سے بھی ساقط ہو جاتی ہے۔حدیث میں ہے۔عن عائشة قالت قال رسول الله ﷺ ادرء وا الحدود عن المسلمين ما استطعتم فان كان له مخرج فخلوا سبيله (ب) (ترمذی شریف، باب ماجاء فی درء الحدود ص ۲۶۳ نمبر ۱۴۲۴ / دار قطنی، کتاب الحدود ج ثالث ص ۶۸ نمبر ۳۰۷۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حتی الامکان حد کو ساقط کی جائے۔اور گونگے کے اشارے میں شبہ ہے کہ معلوم نہیں وہ کیا کہہ رہا ہے۔اس لئے اس کے اشارے سے لعان نہیں ہوگا (۲) گونگے کے اشارے سے لعان نہیں ہوگا جب تک کہ صراحت سے تہمت نہ لگائے اس کی دلیل یہ ہے کہ ایک صحابی نے اشارے سے بیوی پر تہمت لگائی کہ میری بیوی نے کالا بچہ دیا ہے اور صاف نہیں کہا کہ وہ زانیہ ہے تو آپؐ نے اس کو سمجھا کر واپس کر دیا لعان نہیں کرایا۔حدیث یہ ہے۔عن ابی هريرة ان رجلا اتى النبى ﷺ فقال يا رسول الله ولد لى غلام اسود فقال هل لك من ابل؟ قال نعم قال ما الوانها ؟ قال حمر قال هل فيها من اورق ؟ قال نعم قال فانى ذلك؟ قال لعل نزعه عرق قال فلعل ابنك هذا نزعه (ج) (بخاری شریف، باب اذا عرض بنفی الولد ص ۷۹۹ نمبر ۵۳۰۵) اس حدیث میں اشارے سے بیوی پر تہمت لگائی تو آپؐ نے لعان نہیں کروایا بلکہ سمجھا کر واپس کر دیا۔

فائدہ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اوپر گزر چکا ہے کہ گونگے کا اشارہ کلام کے درجے میں ہے اس لئے اس کے اشارے سے طلاق واقع ہوتی ہے اس لئے اس کے اشارے سے تہمت زنا بھی ثابت ہوگی اور لعان بھی ہوگا۔بخاری میں اس طرح ہے۔فاذا قذف الاخرس امرأته بكتابة او اشارة او ايماء معروف فهو كالمتكلم لان النبى ﷺ قد اجاز الاشارة فى الفرائض وقال تعالى فاشارت اليه قالوا كيف نكلم من كان فى المهد صبيا (د) (آیت ۲۹ سورۂ مریم ۱۹ (بخاری شریف، باب اللعان ص ۷۹۸ نمبر ۵۳۰۰) اس

---

حاشیہ : (الف) حضرت زہری نے فرمایا کسی نے بچے یا بچی کو تہمت لگائی تو اس پر حد نہیں ہے (ب) حضورؐ نے فرمایا جتنا ہو سکے مسلمانوں سے حد دفع کرو، اگر اس کے لئے کوئی راستہ ہو تو راستہ نکالو (ج) ایک آدمی حضورؐ کے پاس آیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ میرا لڑکا کالا ہے۔آپؐ نے فرمایا کیا تمہارے پاس اونٹ ہے؟ کہا ہاں! آپؐ نے پوچھا اس کا رنگ کیا ہے؟ کہا لال۔آپؐ نے پوچھا کیا اس میں کالا پن بھی ہے؟ کہا ہاں! آپؐ نے پوچھا یہ کیسے ہوا؟ کہا شاید کسی رگ سے ٹپک پڑا ہو۔آپؐ نے فرمایا آپ کا لڑکا بھی کسی رگ سے پھٹک کر کالا ہوا ہوگا (د) اگر گونگے نے اپنی بیوی کو لکھ کر تہمت لگائی یا اشارے سے یا معروف حرکتوں سے تو (باقی اگلے صفحہ پر)

**[۲۰۷۳](۱۵) واذا قال الزوج لیس حملک منی فلا لعان[۲۰۷۴](۱۶) وان قال زنیتِ وهذا الحمل من الزناء تلاعنا [۲۰۷۵](۱۷) ولم ینف القاضی الحمل منه.**

میں اشارے سے لعان ثابت کیا ہے۔

[۲۰۷۳](۱۵) اگر شوہر نے کہا تیرا حمل مجھ سے نہیں ہے تو لعان لازم نہیں ہے۔

**وجہ** یہ مسئلہ اس قاعدے پر ہے کہ صراحت سے تہمت نہ لگائی ہو بلکہ اشارے سے تہمت لگائی ہو تو اس سے لعان نہیں ہے۔ یہاں صرحۃً زنا کی تہمت نہیں لگائی بلکہ اشارۃً کہا کہ حمل میرا نہیں ہے اس لئے لعان نہیں ہوگا (۲) حدیث مسئلہ نمبر ۱۴ میں گزر گئی (بخاری شریف نمبر ۵۳۰۵ر مسلم شریف، کتاب اللعان ص ۴۸۸ نمبر ۱۵۰۰) اس حدیث میں اشارے سے تہمت لگائی تو آپؐ نے لعان کا حکم نہیں دیا (۳) اثر میں ہے۔ اخبرنا ابن جریح قال قلت لعطاء التعریض ؟ قال لیس فیه حد قال هو وعمر فیه نکال (الف) (مصنف عبد الرزاق، باب التعریض ج سابع ص ۴۲۰ نمبر ۱۳۷۰۱) جب تعریض سے حد نہیں ہے تو لعان بھی نہیں ہوگا۔

[۲۰۷۴](۱۶) اور اگر شوہر نے کہا تو نے زنا کیا ہے اور یہ حمل زنا سے ہے تو دونوں لعان کریں گے۔

**وجہ** اس عبارت میں صراحت کے ساتھ تہمت لگائی ہے کہ تو نے زنا کیا ہے۔ اس لئے اس سے لعان ہوگا۔

[۲۰۷۵](۱۷) اور قاضی حمل کو شوہر سے نفی نہیں کرے گا۔

**وجہ** اوپر حدیث گزری جس میں ایک آدمی نے بچے کے انکار کرنے کی کوشش کی پھر بھی آپؐ نے حمل کو اس آدمی سے نفی نہیں کی، بلکہ اس بچے کا نسب باپ ہی سے ثابت کیا (بخاری شریف نمبر ۵۳۰۵ر مسلم شریف نمبر ۱۵۰۰) (۲) اس حدیث کے اخیر میں اثر کا یہ ٹکڑا ہے۔ عن الزهری ... وهذا لعله ان یکون نزعه عرق، ولم یرخص له من الانتفاء منه (ب) (مصنف عبد الرزاق، باب الرجل ینفی من ولده ج سابع ص ۱۰۰ نمبر ۱۲۳۷۱) اس اثر سے بھی پتہ چلا کہ حمل کو باپ سے نفی نہیں کی جائے گی (۳) شریعت میں نسب ثابت کرنے کی اہمیت ہے۔ اس لئے جب تک کہ باضابطہ باپ بچے کا انکار نہ کرے حمل کی نفی نہیں ہوگی۔ حدیث میں اس کا ثبوت ہے۔ عن ابی هریرة قال قال رسول الله الولد للفراش وللعاهر الحجر (ج) ترمذی شریف، باب ماجاء ان الولد للفراش ص ۲۱۹ نمبر ۱۱۵۷ر مسلم شریف، باب الولد للفراش ص ۴۷۰ نمبر ۱۴۵۷)

**فائدہ** امام شافعیؒ کے نزدیک حمل باپ سے نفی کر کے ماں سے ملا دیا جائے گا۔

**وجہ** وہ فرماتے ہیں کہ ہلال بن امیہ کا معاملہ پیش آیا تو لعان بھی کیا اور اس کے حمل کی بھی باپ سے نفی کی۔ حدیث کا ٹکڑا یہ ہے۔ عن حدیث

---

حاشیہ : (پچھلے صفحہ سے آگے) یہ بات کرنے کے حکم میں ہوگا۔ اس لئے کہ حضورؐ نے فرائض میں اشارے کی اجازت دی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا، حضرت عیسیٰ کی والدہ نے حضرت عیسیٰ کی طرف اشارہ کیا۔ لوگ کہنے لگے کیسے بات کریں ایسے بچے سے جو گہوارے میں ہے (الف) میں نے حضرت عطاء سے پوچھا کہ اشارے سے تہمت میں کیا ہوگا ؟ فرمایا اس میں حد نہیں ہے۔ حضرت عطا اور حضرت عمرؓ نے فرمایا اس میں تعزیر ہے (ب) حضرت زہری سے یہ منقول ہے... یہ ہوسکتا ہے کہ کوئی رگ چھٹک گئی ہو۔ اور بچے کو باپ سے نفی کرنے کی اجازت نہیں دی (ج) بچہ فراش والے کے لئے ہوگا اور زانی کے لئے روکنا ہوگا یا پتھر ہوگا۔

**[۲۰۷۲](۱۸) واذا نفى الرجل ولد امرأته عقيب الولادة اوفى الحال التى تقبل التهنية فيها او تبتاع له آلة الولادة صح نفيه ولاعن به وان نفاه بعد ذلك لاعن ويثبت النسب وقال ابو يوسف و محمد رحمهما الله تعالى يصح نفيه فى مدة النفاس.**

---

سهل بن سعد اخى بنى ساعدة ... وكانت حاملا وكان ابنها يدعى لامه (الف)(بخاری شریف، باب التلاعن فی المسجد ص ۸۰۰ نمبر ۵۳۰۹ رابوداؤد شریف، باب فی اللعان ص ۳۱۳ نمبر ۲۲۵۹) اس حدیث میں حمل کو نفی کر کے ماں سے ملا دیا ہے۔

[۲۰۷۲](۱۸) اگر نفی کی شوہر نے بیوی کے بچے کی ولادت کے بعد یا اس حالت میں جس میں مبارکبادی قبول کی جاتی ہے یا ولادت کا سامان خریدا جاتا ہے تو اس کی نفی صحیح ہوگی اور لعان کرے گا۔ اور اگر نفی کی اس کے بعد تو لعان کرے گا اور نسب ثابت ہوگا۔ اور صاحبین فرماتے ہیں کہ اس کی نفی کرنا صحیح ہے نفاس کی مدت میں۔

**تشریح** شوہر بچے کا انکار ولادت کے فورا بعد کرتا ہے کہ یہ بچہ میرا نہیں ہے، یا ایسے وقت تک کرتا ہے جب ولادت کا سامان خریدا جا رہا ہو، یا بچہ پیدا ہونے پر جب لوگ مبارک بادی دے رہے تھے اس زمانے میں انکار کیا تو لعان ہوگا اور بچے کا نسب باپ سے منقطع کر دیا جائے گا۔ اور اگر اس زمانے تک کچھ نہیں بولا اور اس کے بعد بچے کا انکار کیا تو لعان ہوگا اور بچے کا نسب باپ سے ہی ثابت کیا جائے گا۔

**وجہ** یہ مسئلہ اس قاعدے پر ہے کہ بچہ پیدا ہونے کے بعد عملا بچے کا انکار نہیں کیا بلکہ خاموش رہا جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ بچہ میرا ہے اور بعد میں انکار کیا تو اقرار کے بعد انکار کرے تو بچے کا نسب باپ سے ثابت ہوگا۔ اور چونکہ عورت پر زنا کی تہمت لگائی ہے اس لئے لعان بھی ہوگا (۲) اثر میں ہے۔ **عن عمر انه قضى فى رجل انكر ولد امرأته وهو فى بطنها ثم اعترف به وهو فى بطنها حتى اذا ولد انكره فامر به عمر بن الخطاب فجلد ثمانين جلدة لفريته عليها ثم الحق به ولدها** (ب)(سنن للبیہقی، باب الرجل یقر بحبل امرأته او بولدها مرة فلا یکون له نفیه بعده ج سابع ص ۶۷۲، نمبر ۱۵۳۶۷) اس اثر میں ایک مرتبہ اقرار کے بعد بچے کا انکار کیا تو حضرت عمرؓ نے حد لگائی اور بچے کو باپ کے ساتھ ہی ملحق کر دیا۔ جس سے معلوم ہوا کہ عملاً بھی اقرار کیا تو اس کے بعد انکار نہیں کر سکتا (۳) ایک اور اثر میں ہے۔ **ان شريحا قال فى الرجل يقر بولده ثم ينكر يلاعن فبلغ ذلك عمر بن الخطاب فكتب اليه ان اذا اقربه طرفه عين فليس لى ان ينكر** (ج)(مصنف عبد الرزاق، باب الرجل ینتفی من ولده ج سابع ص ۱۰۰ نمبر ۱۲۳۷۵) اس اثر میں ہے کہ ایک لمحہ کے لئے بھی بچے کا اقرار کر لیا تو پھر اس کا انکار نہیں کر سکتا۔ بچہ اسی کا ہوگا۔ اور یہاں خاموش رہا ہے اس لئے عملاً اقرار ہوا اس لئے بچے

---

حاشیہ : (الف) بنی سعد کے سلسلے میں ہے ...عورت حاملہ تھی اور اس کا بیٹا ماں کے نام سے پکارا جاتا تھا (ب) حضرت عمرؓ نے ایک آدمی کے بارے میں فیصلہ کیا جس نے اپنی بیوی کے بچے کا انکار کیا اس حال میں کہ وہ پیٹ میں تھا۔ پھر اس کا اقرار کیا اس حال میں کہ وہ پیٹ میں تھا۔ یہاں تک کہ جب پیدا ہوا تو اس کا انکار کیا تو حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ اسی کوڑے مارو عورت پر تہمت لگانے کی وجہ سے۔ پھر عورت کے بچے کو باپ کے ساتھ ملحق کر دیا (ج) حضرت شریح نے ایک آدمی کے بارے میں کہا کہ اپنے بچے کے بارے میں اقرار کرے پھر انکار کرے تو لعان کرے گا۔ یہ بات حضرت عمرؓ کو پہنچی تو انہوں نے حضرت شریح کو لکھا کہ کہ اگر ایک لمحے کے لئے اقرار کیا تو اس کے لئے انکار کی گنجائش نہیں ہے۔

**[۲۰۷۷](۱۹) وان ولدت ولدين فی بطن واحد فنفی الاول اعترف بالثانی ثبت نسبهما وحد الزوج[۲۰۷۸](۲۰) وان اعترف بالاول ونفی الثانی ثبت نسبهما ولاعن.**

کا نسب باپ ہی سے ثابت کیا جائے گا۔

**فائدہ** صاحبین فرماتے ہیں کہ مدت نفاس کے ختم ہونے تک ولادت کا اثر ہے۔اس لئے اس زمانے سے پہلے پہلے تک بچے کا انکار کرے تو لعان بھی ہوگا اور بچے کا نسب سے بھی باپ سے منقطع کر دیا جائے گا۔

[۲۰۷۷](۱۹) اگر عورت نے دو بچے دیئے ایک ہی حمل سے، پس پہلے کی نفی کی اور دوسرے کا اعتراف کیا تو دونوں کے نسب ثابت ہوں گے اور شوہر کو حد لگے گی۔

**تشریح** دو بچے ایک حمل سے ہوں۔اس کو جڑواں بچے کہتے ہیں۔یہ ایک ہی منی سے دونوں بچے کی پیدائش ہوتی ہے۔اب ایک ہی حمل سے دو بچے ہوئے ہیں۔اب شوہر پہلے کے بارے میں کہتا ہے کہ یہ میرا بچہ نہیں ہے اور دوسرے کے بارے میں کہتا ہے کہ یہ میرا بچہ ہے تو نسب تو دونوں کا باپ ہی سے ثابت ہوگا لیکن باپ کو حد بھی لگے گی۔

**وجہ** دونوں کا نسب تو اس لئے ثابت ہوگا کہ ایک کے بارے میں بھی ایک بار اقرار کرنا دونوں کے لئے اقرار کرنا ہے۔اس لئے اوپر کے اثر اور حدیث کی وجہ سے دونوں کا نسب ثابت ہوگا۔اور حد اس لئے لگے گی کہ پہلے بچے کا انکار کرکے بیوی پر تہمت لگائی، اور بعد میں دوسرے بچے کا اقرار کرکے اپنی تکذیب کی۔اور پہلے اثر گزر چکا ہے کہ انکار کے بعد اپنی تکذیب کرے تو حد لگے گی۔**عن عمر بن الخطاب انه قضى فی رجل انكر ولد امرأته وهو فی بطنها ثم اعترف به وهو فی بطنها حتى اذا ولد انكره فامر به عمر بن الخطاب فجلد ثمانين جلدة لفريته عليها ثم الحق به ولدها** (ب) (سنن للبیہقی، باب الرجل یقر بحبل امرأته او بولدها مرة فلا یکون له نفیه بعده ج سابع ،ص ۶۷۶، نمبر ۱۵۳۶۷ رمصنف عبد الرزاق، باب لا یجتمع المتلاعنان ابدا ج سابع ص ۱۱۳ نمبر ۱۲۴۴۳) اس اثر سے پتہ چلا کہ اقرار کے بعد انکار کرے تو حد بھی لگے گی اور بچے کا نسب بھی باپ سے ثابت ہوگا۔

[۲۰۷۸](۲۰) اور اگر اقرار کیا پہلے بچے کا اور انکار کیا دوسرے کا تو دونوں کا نسب ثابت ہوگا اور لعان کرے گا۔

**تشریح** شوہر نے پہلے بچے کا اقرار کیا کہ یہ میرا ہے اور دوسرے بچے کا انکار کیا کہ یہ میرا بچہ نہیں ہے تو دونوں بچوں کا نسب باپ سے ثابت ہوگا۔اور لعان بھی کرنا پڑے گا۔

**وجہ** ایک بچے کا اقرار کیا تو چونکہ دونوں ایک ہی منی سے پیدا ہوئے ہیں اس لئے ایک کے اقرار سے دونوں کا نسب ثابت ہوگا۔اور حد اس لئے نہیں لگے گی کہ دوسرے بچے کے انکار کرنے کے بعد پھر اپنی تکذیب نہیں کی ہے۔البتہ چونکہ بعد والے بچے کے انکار کرنے کی وجہ سے

---

حاشیہ : (الف) حضرت عمر نے ایک آدمی کے بارے میں فیصلہ فرمایا کہ اس نے بیوی کے بچے کا انکار کیا اس حال میں کہ وہ اس کے پیٹ میں تھا پھر اس کا اقرار کیا اس حال میں کہ وہ اس کے پیٹ میں تھا، یہاں تک کہ جب پیدا ہوا تو اس کا انکار کیا۔تو حضرت عمرؓ نے حکم دیا اس کو اسی کوڑے لگانے کا اس پر تہمت لگانے کی وجہ سے۔پھر اس کے بچے کو باپ کے ساتھ ملحق کر دیا۔

عورت پر تہمت لگائی اس لئے لعان کرنا ہوگا (۲) اس کے لئے حدیث اوپر گزر گئی ہے۔



## ﴿ کتاب العدة ﴾

**[۲۰۷۹](۱)اذاطلق الرجل امرأته طلاقا بائنا او رجعیا او وقعت الفرقة بینهما بغیر طلاق**

﴿ کتاب العدة ﴾

**ضروری نوٹ** عدت کے معنی گننا ہے۔ چونکہ عدت گزارنے والی عورت دن گنتی ہے اس لئے اس کو عدت کہتے ہیں۔ عدت گزارنے کی تین صورتیں ہیں۔حیض کے ذریعہ عدت گزارنا۔ دوسرا مہینے کے ذریعہ عدت گزارنا اور تیسرا وضع حمل کے ذریعہ عدت گزارنا۔ تینوں کی دلیل یہ آیتیں ہیں۔ **والمطلقات یتربصن بانفسهن ثلاثة قروء** (الف) (آیت ۲۲۸ سورۃ البقرۃ ۲) اس سے حیض کے ذریعہ عدت گزارنے کا تذکرہ ہے۔ اور مہینے کے ذریعہ عدت گزارنے کی آیت یہ ہے۔ **والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا یتربصن بانفسهن اربعة اشهر وعشرا** (ب) (آیت ۲۳۴ سورۃ البقرۃ ۲) اور مہینے کے ذریعہ اور وضع حمل کے ذریعہ عدت گزارنے کی آیت یہ ہے۔ **واللائی یئسن من المحیض من نسائکم ان ارتبتم فعدتهن ثلاثة اشهر واللائی لم یحضن واولات الاحمال اجلهن ان یضعن حملهن** (ج) (آیت ۴ سورۃ الطلاق ۶۵) ان آیتوں سے عدت کا پتہ چلا۔

[۲۰۷۹](۱) اگر شوہر نے اپنی بیوی کو طلاق بائنہ دی یا رجعی دی یا دونوں کے درمیان بغیر طلاق کے فرقت واقع ہوئی اور عورت آزاد ہے اور اس میں سے جس کو حیض آتا ہے تو اس کی عدت تین حیض ہیں۔ اور آیت میں قروء کا مطلب حیض ہے۔

**تشریح** شوہر نے بیوی کو طلاق بائنہ دی ہو یا طلاق رجعی دی ہو یا بغیر طلاق کے ہی فرقت ہوئی ہو جس کی وجہ سے عدت گزارنا ہو، اور عورت آزاد ہو اور حیض آتا ہو تو اس کی عدت تین حیض ہیں۔

**وجہ** اوپر آیت میں ہے **والمطلقات یتربصن بانفسهن ثلاثة قروء** (آیت ۲۲۸ سورۃ البقر ۲) اس آیت میں مطلقہ عورت کے لئے تین حیض عدت ہے۔ اور پہلے کئی مرتبہ گزر چکا ہے کہ تفریق بھی طلاق کے درجے میں ہے۔ اس لئے تفریق کی وجہ سے بھی تین حیض عدت گزارنی ہوگی۔ اگر عورت آزاد نہ ہو باندی ہو تو دو حیض عدت ہے۔ اور حیض نہ آتا ہو تو مہینے سے عدت گزارے گی۔

آیت میں قروء سے مراد حیض ہے۔

**وجہ** حدیث میں قرء کو حیض کہا گیا ہے۔ **ان ام حبیبة بنت جحش کانت تستحاض سبع سنین فسألت النبی ﷺ فقال لیست بالحیضة انما هو عرق فامرها ان تترک الصلوة قدر اقرائها وحیضتها وتغتسل وتصلی** (د) (نسائی شریف، باب ذکر الاغتسال من الحیض ص ۲۸ نمبر ۲۱۱) اس حدیث میں **قدر اقرائها** سے معلوم ہوا کہ قرء سے مراد حیض ہے (۲) دوسری حدیث میں

---

حاشیہ : (الف) طلاق والی عورتیں اپنے آپ کو تین حیض تک روکیں (ب) تم میں سے جو وفات پاتے ہیں اور بیویاں چھوڑ جاتے ہیں وہ اپنے آپ کو چار ماہ دس دن روکے رکھیں (ج) تمہاری عورتوں میں سے جو لوگ حیض سے مایوس ہو چکی ہیں اگر ان کو شک ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہیں۔ اور جن کو حیض نہیں آتا ان کی عدت بھی (تین مہینے ہیں) اور حمل والی عورتیں ان کی عدت یہ ہے کہ بچہ جن دے (د) ام حبیبہ سات سال تک مستحاضہ رہی۔ پس حضورؐ سے پوچھا تو آپؐ نے فرمایا یہ حیض نہیں ہے۔ یہ رگ کا خون ہے۔ پس ان کو حکم دیا کہ نماز چھوڑ دے قروء اور حیض کی مقدار اور غسل کرے اور نماز پڑھے۔

**وھی حر ۃ مـمـن تـحـیـض فـعدتھا ثلثة اقراء والاقراء الحیض[۲۰۸۰](۲) وان کانت لا تـحـیض من صغر او کبر فعدتھا ثلثة اشھر[ ۲۰۸۱](۳) وان کانت حاملا فعدتھا ان تضع حملھا.**

---

ہے۔ عـن عـائشة عـن الـنبی ﷺ قال طلاق الامة تطلیقتان وقرو ئھا حیضتان (الف)(ابوداؤد شریف، باب فی سنۃ طلاق العبد ص۲۲۳ نمبر ۲۱۸۹)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ باندی کی عدت دو حیض ہیں۔جس سے معلوم ہوا کہ آیت میں قروء سے مراد حیض ہے (۳)اگر عدت طہر سے گزاریں تو عدت یا تو ڈھائی طہر ہوگی یا ساڑھے تین طہر ہو جائے گی۔کیونکہ سنت کے طریقے پر طلاق طہر میں دے گا، پس اگر اس طہر کو عدت میں شمار کریں تو کچھ نہ کچھ طہر کی مدت گزر چکی ہوگی اس لئے طلاق دی ہوئی طہر اور دو طہر ہوں گے تو ڈھائی طہر ہوئی۔اور اگر طلاق دی ہوئی طہر کو عدت میں شمار نہ کریں تو اگلی تین طہر اور آدھی یہ تو ساڑھے تین طہر ہوں گی۔اس لئے آیت ثلاثۃ قروء مکمل تین قروء پر عمل نہیں ہوا۔اور قروء سے حیض مراد لیں تو ہر حال میں طہر میں طلاق کے بعد حیض سے عدت شروع ہو جائے گی اور تین حیض مکمل ہوں گے۔اس لئے قروء سے حیض مراد لینا بہتر ہے۔

**فائدہ** امام شافعیؒ کی ایک روایت ہے کہ قرء سے طہر مراد ہے۔

**وجہ** اثر میں ہے۔عـن عـائشة قـالـت الاقراء الاطهـار (ب)(سنن للبیہقی، جماع ابواب عدۃ المدخول بہاج سابع ص۶۸۲، نمبر ۱۵۳۸۳ رمصنف ابن ابی شیبۃ ۱۵۳ ما قالوا فی الاقراء ماھی؟ ج رابع ص۱۴۸، نمبر ۱۸۷۳۰)اس اثر سے معلوم ہوا کہ قرء سے مراد طہر ہے۔

[۲۰۸۰](۲)اور اگر حیض نہ آتا ہو کم سنی کی وجہ سے یا بڑھاپے کی وجہ سے تو اس کی عدت تین مہینے ہیں۔

**وجہ** آیت میں موجود ہے کہ حیض نہ آتا ہو تو اس کی عدت تین مہینے ہیں۔والـلا ئـی یـئـسـن مـن الـمـحـیـض من نسائکم ان ارتبتم فعدتھن ثلثة اشھر واللتی لم یحضن (ج)(آیت ۴ سورۃ الطلاق ۶۵)اس آیت میں یئسن سے مراد بوڑھی عورت ہے جس کو حیض نہ آتا ہو۔اور والـلاتـی لـم یحضن سے مراد چھوٹی لڑکی ہے جس کو کم عمری کی وجہ سے حیض نہ آتو ہو۔دونوں کے بارے میں آیت میں ان کی عدت تین مہینے ہیں۔

[۲۰۸۱](۳)اور اگر حاملہ ہو تو اس کی عدت یہ ہے کہ حمل جن دے۔

**تشریح** عورت حمل کی حالت میں تھی کہ شوہر نے طلاق دی تو ایسی عورت کی عدت وضع حمل ہے۔جیسے ہی بچہ جنے گی عدت پوری ہو جائے گی۔

**وجہ** آیت میں ہے۔واولات الاحـمـال اجلھن ان یضعن حملھن (د)(آیت ۴ سورۃ الطلاق ۶۵)اس آیت میں ہے کہ جو حمل والی ہے اس کی عدت وضع حمل ہے۔

---

حاشیہ : (الف) آپؐ نے فرمایا باندی کی طلاق دو ہیں۔اور اس کی عدت دو حیض ہیں (ب) حضرت عائشہؓ سے منقول ہے کہ قرء کا مطلب طہر ہے (ج) جو عورتیں حیض سے مایوس ہوگئی ہیں اگر تم شک ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہیں۔اور جن کو حیض نہیں آتا ہے ان کی عدت بھی تین مہینے ہیں (د) حمل والیوں کی عدت یہ ہے کہ بچہ جن دے۔

**[۲۰۸۲](۴) و ان کانت امة فعدتها حیضتان[۲۰۸۳](۵) و ان کانت لا تحیض فعدتها شهر و نصف[۲۰۸۴](۶) واذا مات الرجل عن امرأته الحرة فعدتها اربعة اشهر وعشرة ایام[۲۰۸۵](۷) و ان کانت امة فعدتها شهران وخمسة ایام.**

---

[۲۰۸۲](۴)اور اگر باندی ہو تو اس کی عدت دو حیض ہیں۔

**وجہ** حدیث میں ہے۔عن عائشة عن النبی ﷺ قال طلاق الامة تطلیقتان و قروئها حیضتان (الف)(ابوداؤد شریف، باب فی سنة طلاق العبد ص۳۰۴ نمبر۲۱۸۹ر ترمذی شریف، باب ما جاء ان طلاق الامة تطلیقتان ص۲۲۳ نمبر۱۱۸۲)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ باندی کی عدت دو حیض ہیں۔باندی ہونے کی وجہ سے اس کی عدت آزاد سے آدھی ہو کر ڈیڑھ حیض ہونی چاہئے لیکن ڈیڑھ تو نہیں ہوگی پورے دو ہوں گے۔

[۲۰۸۳](۵)اور اگر باندی کو حیض نہ آتا ہو تو اس کی عدت ایک ماہ اور آدھا ہے۔

**وجہ** اوپر حدیث گزری کہ باندی کی عدت دو حیض ہیں جس سے معلوم ہوا کہ باندی کی عدت آزاد سے آدھی ہے۔اس لئے آزاد کی عدت آیت کے اعتبار سے تین مہینے ہیں تو حیض نہ آنے پر باندی کی عدت ایک ماہ پندرہ دن ہوگی (۲) اثر میں ہے۔عن علی قال عدة الامة حیضتان فان لم تکن تحیض فشهر و نصف (سنن للبیہقی، باب عدة الامة ج سابع ص۶۹۹، نمبر۱۵۴۵۲)قال عمر شهر و نصف (ب)(مصنف عبد الرزاق، باب عدة الامة صغیرة او قد قعدت عن المحیض ج سابع ص۲۲۴ نمبر۱۲۸۸۵)اس اثر سے معلوم ہوا کہ باندی کی عدت ڈیڑھ ماہ ہے۔

[۲۰۸۴](۶)اگر آزاد بیوی کا شوہر مر جائے تو اس کی عدت چار مہینے دس دن ہیں۔

**وجہ** آیت میں یہی عدت بیان کی ہے۔والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا یتربصن بانفسهن اربعة اشهر وعشرا (ج) (آیت ۲۳۴ سورة البقرة ۲)اس آیت میں بیان کیا ہے کہ آزاد عورت کا شوہر مر جائے تو اس کی عدت چار مہینے دس دن ہیں۔

[۲۰۸۵](۷)اور اگر باندی ہو تو اس کی عدت دو مہینے پانچ روز ہیں۔

**وجہ** اوپر آیت سے معلوم ہوا کہ آزاد عورت کا شوہر مر جائے تو اس کی عدت چار ماہ دس روز ہیں۔اور باندی کا اس کا آدھا ہوتا ہے تو اس کی عدت دو ماہ پانچ روز ہوں گے (۲) ان سعید بن المسیب و سلیمان بن یسار کانا یقولان عدة الامة اذا هلک عنها زوجها شهران و خمس لیال (ج)(سنن للبیہقی، باب عدة الامة ج سابع ص۷۰۱، نمبر۱۵۴۵۸)اس اثر سے معلوم ہوا کہ باندی کی عدت وفات دو ماہ پانچ دن ہیں۔

---

حاشیہ : (الف) آپؐ نے فرمایا باندی کی طلاقیں دو ہیں۔اور اس کی عدت دو حیض ہیں (ب) حضرت علیؓ نے فرمایا باندی کی عدت دو حیض ہیں، پس اگر حیض نہ آتا ہو تو ڈیڑھ مہینے ہیں۔حضرت عمرؓ نے بھی فرمایا ڈیڑھ مہینے ہیں (ج) تم میں سے جو لوگ وفات پا جاتے ہیں اور اپنی بیویاں چھوڑتے ہیں تو وہ اپنے آپ کو چار ماہ دس روز روکے رکھیں (د) سعید بن مسیّب اور سلیمان بن یسار فرمایا کرتے تھے باندی کی عدت جب اس کا شوہر وفات پا جائے دو مہینے پانچ روز ہیں۔

**[۲۰۸۶](۸) وان کانت حاملا فعدتها ان تضع حملها[۲۰۸۷](۹) واذا ورثت المطلقة**

[۲۰۸۶](۸)اور اگر حاملہ ہو تو اس کی عدت وضع حمل ہے۔

**تشریح** عورت چاہے آزاد ہو چاہے باندی ہو اگر شوہر کی موت کے وقت وہ حاملہ ہو تو اس کی عدت وضع حمل ہے۔

**وجہ** آیت میں ہے کہ حمل والی کی عدت ہر حال میں وضع حمل ہے۔ **واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن** (الف)(آیت ۴ سورۃ الطلاق ۶۵)اس آیت میں مطلق تمام حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل ہے(۲) حدیث میں ہے۔ **عن المسور بن مخرمة ان سبیعة الاسلمیة نفست بعد وفات زوجها بلیال فجائت النبی ﷺ فاستأذنته ان تنکح فاذن لها فنکحت** (ب) (بخاری شریف، باب واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن ص ۸۰۱ نمبر ۵۳۲۰ رمسلم شریف، باب انقضاء عدة المتوفی عنها وغیرها بوضع الحمل ص ۴۸۶ نمبر ۱۴۸۵ رترمذی شریف، نمبر ۱۱۹۳)اس حدیث میں سبیعہ کے شوہر کا انتقال ہوا اور وہ حاملہ تھی۔ پھر دس دنوں کے بعد وضع حمل ہو گیا تو حضورؐ نے ان کو شادی کرنے کی اجازت دیدی۔ جس سے معلوم ہوا کہ حاملہ کی عدت وضع حمل ہے(۳) **عن ابی بن کعب قال قلت للنبی ﷺ واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن للمطلقة ثلاثا او للمتوفی عنها زوجها ؟ قال هی للمطلقة والمتوفی عنها زوجها** (ج)(دار قطنی، کتاب الطلاق ج رابع ص ۲۶ نمبر ۳۹۵۶)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وضع حمل مطلقہ اور متوفی دونوں کی عدت ہے۔

[۲۰۸۷](۹)اگر وارث ہو مطلقہ مرض الموت میں تو اس کی عدت دو مدتوں میں سے بعید تر ہے امام ابو حنیفہ کے نزدیک۔

**تشریح** شوہر نے مرض الموت میں بیوی کو طلاق بائنہ دی۔ وہ عدت گزار رہی تھی کہ شوہر کا انتقال ہوا جس کی وجہ سے وہ شوہر کے مال کی وارث ہو گی۔ اس لئے جو عدت بعد تک رہے وہ عدت گزارنی ہو گی۔ اگر وفات کی عدت چار ماہ دس روز بعد تک رہے تو وہ عدت گزارے۔ اور تین حیض کی عدت بعد تک رہے تو وہ عدت گزارے۔ اسی کو ابعد الاجلین کہتے ہیں۔

**وجہ** (۱)اس عورت کی دو حیثیتیں ہو گئیں۔ ایک تو یہ کہ وہ مطلقہ بائنہ ہے جس کی وجہ سے اس کو تین حیض عدت گزارنی ہے۔ اور چونکہ شوہر کے مال کا وارث بنی ہے اس لئے وہ بیوی بھی ہوئی جس کا شوہر انتقال کیا ہے۔ اس کی وجہ سے اس پر عدت وفات چار ماہ دس دن گزارنا ہے۔ اس لئے دونوں حیثیتوں کا اعتبار کرتے ہوئے دونوں عدتوں کو گزار دے اور بعد تک گزارتی رہے تا کہ دونوں عدتیں گزر جائیں(۲) اثر میں اس کا ثبوت ہے۔ **عن عکرمة انه قال لو لم یبق من عدتها الا یوم واحد ثم مات ورثته واستانفت عدة المتوفی عنها** (د) (مصنف ابن ابی شیبة ۲۰۹ ما قالوا فی الرجل یطلق ثلاثا فی مرضه فیموت اعلی امرأته عدة لوفاتة ج رابع ص ۱۸۱، نمبر ۱۹۰۷۱)اس اثر سے معلوم

حاشیہ : (الف)حمل والی عورتیں ان کی عدت یہ ہے کہ بچہ جن دیں (ب) حضرت سبیعہ شوہر کی وفات کے چند دنوں بعد بچہ جنی۔ پھر وہ حضورؐ کے پاس آ کر نکاح کرنے کی اجازت مانگی تو آپؐ نے ان کو اجازت دی، پس انہوں نے نکاح کیا (ج) حضرت ابی بن کعب فرماتے ہیں میں نے حضورؐ سے پوچھا کہ آیت اولات الاحمال الخ مطلقہ ثلاثہ کے لئے ہے یا متوفی عنہا زوجہا کے لئے ہے۔ آپؐ نے فرمایا وہ عدت مطلقہ کے لئے بھی ہے اور وفات والی عورتوں کے لئے بھی ہے (د) حضرت عکرمہ نے فرمایا اگر عدت میں سے نہیں باقی رہی مگر ایک دن پھر شوہر مر گیا تو وارث ہو گی اور عدت وفات شروع سے گزارے گی۔

**فی المرض فعدتها ابعد الاجلین عند ابی حنیفة رحمه الله تعالی[۲۰۸۸](۱۰) وان اعتقت الامة فی عدتها من طلاق رجعی انتقلت عدتها الی عدة الحرائر[۲۰۸۹](۱۱) وان اعتقت وهی مبتوتة او متوفی عنها زوجها لم تنقل عدتها الی عدة الحرائر.**

---

ہوا کہ مطلقہ ثلاثہ کا شوہر عدت کے اندر مر جائے تو وہ وارث بھی ہوگی اور از سر نو عدت وفات بھی گزارے گی۔

**فائدہ** امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ وہ حقیقت میں پہلے سے مطلقہ ہے اس لئے وہ مطلقہ کی عدت تین حیض گزارے گی۔عدت وفات نہیں گزارے گی کیونکہ وہ بیوی نہیں رہی ہے۔البتہ چونکہ شوہر وراثت دینے سے بھاگ رہا تھا اس لئے شریعت نے اس کو وراثت دلوائی۔

[۲۰۸۸](۱۰) اگر باندی طلاق رجعی کی عدت میں آزاد کی گئی تو اس کی عدت آزاد کی عدت کی طرف منتقل ہو جائے گی۔

**تشریح** باندی کو طلاق رجعی دی تھی جس کی عدت وہ گزار رہی تھی۔اس درمیان وہ آزاد کر دی گئی تو اب وہ آزاد عورت کی عدت تین حیض گزارے گی۔

**وجہ** طلاق رجعی دینے کی وجہ سے وہ ابھی بیوی تھی اسی درمیان آزاد کر دی گئی تو گویا کہ اب وہ آزاد ہو کر مطلقہ ہوئی ہے اور آزاد عورت کی عدت تین حیض ہیں اس لئے اب وہ تین حیض عدت گزارے گی (۲) اثر میں اس کا ثبوت ہے۔ **عن سعید بن المسیب قال عدة ام الولد اربعة اشھر وعشرا** (الف) (مصنف ابن ابی شیبة ۱۵۵ من قال عدتھا اربعة اشھر وعشرا ج رابع، ص ۱۴۹، نمبر ۱۸۷۴۱ / مصنف عبد الرزاق، باب عدة السریة ج سابع ص ۲۳۲ نمبر ۱۲۹۳۳) اس اثر میں ام ولد کی عدت چار ماہ دس دن ہے جس سے معلوم ہوا کہ آقا کے مرنے کے بعد ام ولد آزاد ہو جائے گی اس لئے وہ آزاد کی عدت وفات گزارے گی۔

[۲۰۸۹](۱۱) اور اگر آزاد ہوئی اس حال میں کہ وہ بائنہ تھی یا اس کا شوہر مر گیا تھا تو اس کی عدت آزاد کی عدت کی طرف منتقل نہیں ہوگی۔

**تشریح** باندی کو طلاق بائنہ دی تھی اور وہ طلاق بائنہ کی عدت گزار رہی تھی اس حال میں اس کو آقا نے آزاد کیا تو وہ باندی کی عدت دو حیض ہی گزارے گی، آزاد کی عدت تین حیض نہیں گزارے گی۔اسی طرح شوہر کا انتقال ہو گیا جس کی وجہ سے باندی کی عدت دو ماہ پانچ روز گزار رہی تھی اس حال میں آقا نے اس کو آزاد کیا تو وہ آزاد کی عدت کی طرف منتقل نہیں ہوگی۔

**وجہ** وہ طلاق بائنہ کے وقت اور شوہر کی وفات کے وقت ہی سے بیوی نہیں رہی اس لئے عدت کے درمیان آزاد کی گئی تو اس کی عدت آزاد کی عدت کی طرف منتقل نہیں ہوگی (۲) اثر میں اس کا ثبوت ہے۔ **عن ابراھیم قال اذا طلقت تطلیقتین ثم ادرکھا عتاقة اعتدت عدة الامة لما بانت منه والمتوفی عنھا زوجھا کذلک** (ب) (مصنف ابن ابی شیبة ۱۵۹ ما قالوا فی الامة تکون للرجل فیعتقھا تکون

---

حاشیہ : (الف) سعید بن مسیّب نے فرمایا ام ولد کے آقا مرنے پر اس کی عدت چار ماہ دس روز ہوگی (ب) حضرت ابراہیم نخعی نے فرمایا اگر ایک طلاق رجعی دی پھر عدت ختم ہونے سے پہلے آزادگی ملی تو وہ آزاد عورت کی عدت گزارے گی۔اور اگر دو طلاق بائنہ دی پھر آزادگی ملی تو باندی کی عدت گزارے گی۔کیونکہ وہ بائنہ ہو چکی ہے اور عدت وفات میں بھی ایسے ہی ہے۔

**[۲۰۹۰](۱۲) وان كانت آيسة فاعتدت بالشهور ثم رأت الدم انتقض مامضى من عدتها وكان عليها ان تستأنف العدة بالحيض[۲۰۹۱](۱۳) والمنكوحة نكاحا فاسدا**

علیھا عدة ؟ ج رابع ،ص۱۵۲،نمبر۱۸۷۷۹)اس اثر میں ایک طلاق سے طلاق رجعی مراد ہے اور دو طلاق سے بائنہ مراد ہے۔اس لئے اثر کا مطلب یہ ہوا کہ طلاق رجعی دی ہو تو آزاد کی عدت کی طرف منتقل ہوگی۔اور بائنہ دی ہو تو باندی ہی کی عدت گزارے گی (۲) عن ابراھیم فی امرأة مات عنها زوجها ثم اعتقت قال تمضی علی عدة الامة ولیس لھا الا عدة الامة (الف) (مصنف ابن ابی شیبة ۱۶۰ ما قالوا فی الرجل تکون تحتہ الامة فیموت ثم تعتق بعد موتہ ج رابع ،ص۱۵۳،نمبر۱۸۷۸۴)اس اثر سے معلوم ہوا کہ باندی کی عدت دو ماہ پانچ دن گزارے گی۔کیونکہ وفات کے وقت ہی سے وہ بیوی نہیں رہی ہے۔

[۲۰۹۰](۱۲)اگر آئسہ تھی اور عدت گزار رہی تھی مہینے سے پس خون دیکھا تو ٹوٹ جائے گی وہ عدت جو گزر چکی۔اور اس کو از سر نو عدت گزارنا ہوگا حیضوں سے۔

**تشریح** عورت کو حیض نہیں آتا تھا جس کی وجہ سے وہ مہینوں سے عدت گزار رہی تھی۔مثلا دو ماہ گزرنے کے بعد اس کو حیض کا خون آنا شروع ہو گیا تو پہلے دو مہینے عدت گزارے ہوئے بیکار گئے۔اب شروع سے حیض کے ذریعہ تین حیض عدت گزارنا ہوگا۔

**وجہ** مہینوں سے عدت گزارنا فرع تھا۔عدت ختم ہونے سے پہلے وہ اصل پر قادر ہو گئی ہے اس لئے اب پوری عدت اصل ہی سے گزارنی ہوگی (۲)اثر میں اس کا ثبوت ہے۔عن الزھری فی امرأة بکر طلقت لم تکن حاضت فاعتدت شھرا او شھرین ثم حاضت قال تعتد ثلاث حیض (ب) (مصنف عبد الرزاق، باب طلاق التی لم تحض ج سادس ص۳۴۳ نمبر۱۱۱۰۹ رمصنف ابن ابی شیبة ۱۴۲ الجاریة تطلق ولم تبلغ المحیض ما تعتد ج رابع ،ص۸۲،نمبر۱۷۹۹۷)اس اثر سے معلوم ہوا کہ ایک دو ماہ کے بعد حیض پر قادر ہو جائے جو اصل ہے تو تین حیض سے عدت گزارے۔

**لغت** آئسۃ : وہ عورت جو حیض سے مایوس ہو گئی ہو اس کو بڑھاپے کی وجہ سے حیض نہ آتا ہو، تستأنف : شروع سے کرے۔

[۲۰۹۱](۱۳)جس عورت کا نکاح فاسد ہوا ہو اور شبہ میں وطی ہوئی ہو تو ان دونوں کی عدت حیض ہیں فرقت اور موت کی شکل میں۔

**تشریح** عورت سے نکاح فاسد کیا یا شبہ میں وطی کر لی۔مثلا یہ سمجھ کر کہ بیوی ہے رات میں وطی کر لی بعد میں معلوم ہوا کہ وہ اجنبی ہے تو ان دونوں کے لئے تفریق ضروری ہے۔اور تفریق کے بعد عدت گزارنی ہوگی۔اور اگر ان دونوں کے شوہر کا انتقال ہو تب بھی عدت وفات نہیں گزارے گی بلکہ عدت تفریق یعنی تین حیض گزارے گی۔

**وجہ** اصل میں یہ شوہر کی بیوی ہی نہیں ہے۔کیونکہ نکاح فاسد کو حتی الامکان توڑ دینا چاہئے۔اور شبہ کی وطی میں تو نکاح ہے ہی نہیں تو بیوی کیسے

حاشیہ : (الف) حضرت ابراہیم نے فرمایا کسی باندی عورت کا شوہر مر جائے پھر آزاد کی گئی۔فرمایا باندی کی عدت گزارتی رہے گی۔اور اس کے لئے باندی کی عدت کے علاوہ کچھ نہیں ہے (ب) حضرت زہری نے فرمایا جوان عورت کو طلاق دی گئی جس کو حیض نہیں آتا تھا۔پس ایک مہینہ یا دو مہینے عدت گزاری پھر حیض آ گیا۔فرمایا اب مستقل تین حیض عدت گزارے گی۔

**والموطوئة بشبهة عدتهما الحيض فی الفرقة والموت[۲۰۹۲](۱۴) واذا مات مولی ام الولد عنها او اعتقها فعدتها ثلث حیض.**

ہوئی؟ اس لئے اس کے نقلی شوہر کے مرنے پر نہ غم ہے نہ افسوس۔ اس لئے موت کی عدت نہیں گزارے گی۔ البتہ وطی یا نکاح ہوا ہے اس لئے تفریق پر حیض سے عدت گزارے گی۔ کیونکہ یہ عدت رحم کو صاف کرنے کے لئے گزارتے ہیں (۲) اثر میں ہے کہ نکاح فاسد نکاح نہیں ہے۔ عن عطاء قال من نکح علی غیر وجہ النکاح ثم طلق فلا یحسب شیئا، انما طلق غیر امرأته (الف) (مصنف عبد الرزاق، باب النکاح علی غیر وجہ النکاح ج سادس ص ۲۰۳ نمبر ۱۰۵۱۰) اس اثر سے معلوم ہوا کہ نکاح فاسد نکاح ہی نہیں ہے۔ اور عدت گزارنے کے لئے اثر یہ ہے۔ ان علی بن ابی طالب اتی بامرأة نکحت فی عدتها وبنی بها ففرق بينهما وامرها ان تعتد بما بقی من عدتها الاولی ثم تعتد من هذا عدة مستقبلة (ب) (مصنف عبد الرزاق، باب نکاحھا فی عدتھا ج سادس ص ۲۰۸ نمبر ۱۰۵۳۲) اس اثر سے معلوم ہوا کہ نکاح فاسد میں تفریق کے بعد عورت عدت گزارے گی۔ لیکن چونکہ حقیقی شوہر نہیں ہے اس لئے عدت وفات نہیں گزارے گی۔

[۲۰۹۲] (۱۴) جب ام ولد کا آقا مر گیا یا اس کو آزاد کر دیا تو اس کی عدت تین حیض ہیں۔

**وجہ** ام ولد کا آقا اس کا شوہر نہیں ہے بلکہ آقا ہے اس لئے اس کے مرنے پر شوہر کی عدت وفات چار ماہ دس روز نہیں گزارے گی۔ لیکن چونکہ آقا سے صحبت کروائی تھی اس لئے رحم صاف کروانے کے لئے تین حیض عدت گزارے تاکہ رحم مکمل طور پر صاف ہو جائے (۲) اثر میں ہے۔ ان عمرو بن العاص امر ام ولد اعتقت ان تعتد ثلاث حيض وكتب الى عمر فكتب بحسن رأيه (ج) (مصنف ابن ابی شیبۃ ۱۵۷ ما قالوا فی ام الولد اذا اعتقت، کم تعتد؟ ج رابع ص ۱۵۰، نمبر ۱۸۷۵۵ / مصنف عبد الرزاق، باب عدۃ السریۃ اذا اعتقت او مات عنها سیدھا ج سابع ص ۲۳۲ نمبر ۱۲۹۳۱) اس اثر سے معلوم ہوا کہ ام ولد تین حیض عدت گزارے گی۔

**فائدہ** امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ آقا ام ولد کا شوہر تو ہے نہیں اس لئے وہ استبراء کے درجے میں ہے اس لئے ایک حیض سے عدت گزارنا کافی ہے۔

**وجہ** اثر میں ہے۔ عن الحسن انه کان یقول عدتها حيضة اذا توفی عنها سیدها. وعن ابن عمر قال عدتها حيضة (د) (مصنف ابن ابی شیبۃ ۱۵۶ من قال عدۃ ام الولد حیضۃ ج رابع، ص ۱۵۰، نمبر ۱۸۷۴۹ / ۱۸۷۴۷ / مصنف عبد الرزاق، باب عدۃ السریۃ اذا

---

حاشیہ : (الف) حضرت عطاء نے فرمایا کسی نے نکاح نکاح کے طریقے کے علاوہ سے کیا پھر طلاق دی تو وہ کچھ شمار نہیں کیا جائے گا۔ کیونکہ اس نے اپنی بیوی کے علاوہ کو طلاق دیا (ب) حضرت علی کے پاس ایک عورت لائی گئی جس سے اس کی عدت میں نکاح کیا گیا۔ اور اس کی رخصتی کی تو دونوں میں تفریق کرائی اور اس کو حکم دیا کہ عدت گزارے پہلی عدت کا باقی۔ پھر اس کی اگلی عدت گزارے یعنی نکاح فاسد کی عدت گزارے (ج) حضرت عمرو بن عاص نے ام ولد کو حکم دیا جو آزاد کی گئی کہ تین حیض گزارے۔ اور حضرت عمر کو یہ بات لکھی تو انہوں نے ان کے حسن رائے کی تعریف کی (د) حضرت حسن سے منقول ہے، وہ فرماتے تھے کہ اس کی عدت ایک حیض ہے اگر اس کا آقا اس کو چھوڑ کر وفات پا جائے۔ اور ابن عمر نے فرمایا اس کی عدت ایک حیض ہے۔

**[۲۰۹۳](۱۵) واذا مات الصغير عن امرأته وبها حبل فعدتها ان تضع حملها**

**[۲۰۹۴](۱۶) فان حدث الحبل بعد الموت فعدتها اربعة اشهر وعشرة ايام**

**[۲۰۹۵](۱۷) واذا طلق الرجل امرأته فی حالة الحيض لم تعتد بالحيضة التی وقع فيها**

---

اعتقت او مات عنها سيدها ج سابع ص ۲۳۲ نمبر ۱۲۹۳۰) اس اثر سے معلوم ہوا کہ ام ولد کی عدت ایک حیض ہے جب وہ مر جائے۔ بعض ائمہ کے نزدیک چار ماہ دس دن ہے۔ ان کی دلیل ابوداؤد کا اثر ہے (باب فی عدۃ ام الولد ص ۳۲۳ نمبر ۲۳۰۸ رمصنف عبدالرزاق، نمبر ۱۲۹۳۳)

[۲۰۹۳](۱۵) اگر بچہ مر گیا بیوی چھوڑ کر اور حال یہ ہے کہ اس کو حمل ہے تو اس کی عدت وضع حمل ہے۔

**تشریح** یہ تو طے ہے کہ شوہر بچہ ہونے کی وجہ سے بیوی کو جو حمل ہے وہ شوہر کا نہیں ہے کسی اور کا ہے۔ لیکن چونکہ یہ بچہ شوہر ہے اس لئے اس کا احترام کرتے ہوئے بیوی کی عدت وضع حمل ہوگی۔

**وجہ** آیت میں حاملہ کی عدت مطلقا وضع حمل ہے۔ **واولات الاحمال اجلهن ان يضعن حملهن** (الف) ( آیت ۴ سورۃ الطلاق ۶۵) آیت سے معلوم ہوا کہ حاملہ کی عدت وضع حمل ہے۔

**فائدہ** امام ابو یوسف اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ اس کی عدت چار ماہ دس دن ہیں۔

**وجہ** کیونکہ یہ حمل شوہر کا نہیں ہے تو شوہر کے حق میں گویا کہ وہ حاملہ نہیں ہے۔ اور غیر حاملہ کی عدت چار ماہ دس دن ہیں۔

[۲۰۹۴](۱۶) اور اگر حمل ظاہر ہوا موت کے بعد تو اس کی عدت چار ماہ دس دن ہیں۔

**وجہ** جس وقت بچہ شوہر مرا اس وقت حمل کا پتہ نہیں تھا تو شرعی اعتبار سے چار ماہ دس دن عدت لازم ہوگئی۔ اب وہ لازم ہونے کے بعد تبدیلی نہیں ہوگی۔ اس لئے چار ماہ دس دن ہی عدت ہوگی (۲) یوں بھی بچہ ہونے کی وجہ سے حمل اس کا نہیں ہے اس لئے اصل میں وہ غیر حاملہ ہے۔ اس لئے چار ماہ دس دن ہی لازم ہوں گے (۲) آیت میں ہے۔ **والذين يتوفون منكم ويذرون ازواجا يتربصن بانفسهن اربعة اشهر وعشرا** (ب) ( آیت ۲۳۴ سورۃ البقرۃ ۲)

**اصول** یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ بچے کا حمل نہیں ہے اس لئے گویا کہ وہ غیر حاملہ ہے۔

[۲۰۹۵](۱۷) اگر مرد نے بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دی تو وہ حیض شمار نہیں ہوگا جس میں طلاق دی۔

**تشریح** حیض کی حالت میں طلاق نہیں دینا چاہئے لیکن اگر کسی نے دیدی تو وہ حیض عدت میں شمار نہیں ہوگا۔ بلکہ اگلے تین حیض عدت گزارے۔

**وجہ** (۱) اگر اس حیض کو شمار کریں تو عدت ڈھائی حیض ہوں گے۔ مکمل تین حیض نہیں ہوں گے جبکہ آیت میں تین کی تاکید ہے۔ **والمطلقات**

---

حاشیہ : (الف) حمل والی عورتیں ان کی عدت یہ ہے کہ بچہ جن دے (ب) جو لوگ وفات پاتے ہیں اور اپنی بیویاں چھوڑتے ہیں وہ اپنے آپ کو چار ماہ دس دن روکے رکھیں۔

**الطلاق[۲۰۹۶](۱۸) واذا وطئت المعتدۃ بشبھۃ فعلیھا عدۃ اخری.[۲۰۹۷](۱۹)و**

یتربصن بانفسھن ثلاثہ قروء (الف)( آیت ۲۲۸ سورۃ البقرۃ ۲ )اس آیت میں تین کا لفظ قطعی ہے اس لئے جس حیض میں طلاق واقع ہوئی ہے وہ حیض عدت میں شمار نہیں کیا جائے گا(۲)اثر میں ہے۔عن ابن عمر اذا طلقھا وھی حائض لم تعتد بتلک الحیضۃ۔دوسری روایت میں ہے۔عن الفقھاء من اھل المدینۃ کانوا یقولون من طلق امرأتہ وھی حائض او ھی نفساء فعلیھا ثلاث حیض سوی الدم الذی ھی فیہ (ب)(سنن للبیہقی، باب لاتعتد بالحیضۃ التی وقع فیھا الطلاق ج سابع ص ۶۸۷،نمبر ۱۵۴۰۳/مصنف عبد الرزاق، باب الرجل یطلق امرأتہ ثلاثا وھی حائض اونفساء اھی تحتسب بتلک الحیضۃ؟ ج سادس ص ۳۱۱ نمبر ۱۰۹۲۶)
اس اثر سے بھی معلوم ہوا کہ طلاق والا حیض عدت میں شمار نہیں ہوگا۔

[۲۰۹۶](۱۸)اگر عدت گزارنے والی عورت سے شبہ میں وطی کر لی گئی تو اس پر دوسری عدت ہے۔

**تشریح** شوہر نے بیوی کو طلاق بائنہ دی تھی جس کی وجہ سے وہ عدت گزار رہی تھی مثلا ایک حیض گزار چکی تھی کہ شوہر نے شبہ میں وطی کر لی تو اب اس عورت کو وطی بالشبہ کی عدت تین حیض گزارنی ہوگی۔البتہ اس تین حیض گزارنے میں پہلی عدت کے بھی دو حیض گزر جائیں گے اور دونوں عدتیں تداخل ہو جائیں گی۔

**وجہ** وطی بالشبہ کی عدت گزارنے کی دلیل یہ ہے۔ان علی ابن ابی طالب اتی بامرأۃ نکحت فی عدتھا وبنی بھا ففرق بینھما امرھا ان تعتد بما بقی من عدتھا الاولی ثم تعتد من ھذا عدۃ مستقبلۃ (ج)(مصنف عبد الرزاق، باب نکاحھا فی عدتھا ج سادس ص ۲۰۸ نمبر ۱۰۵۳۲)اس اثر میں ثم تعتد من ھذا عدۃ مستقبلۃ سے فرمایا کہ وطی بالشبہ کی عدت پہلی عدت کے بعد گزارے۔اور دونوں عدتیں تداخل ہو جائیں گی اس کی دلیل حضرت عمر کا قول ہے۔ ان عمر بن الخطاب جعل للذی تزوجت فی عدتھا مھرھا کاملا بما استحق منھا ویفرق بینھما ولا یتناکحان ابدا وتعتد منھما جمیعا۔اور دوسری روایت میں ہے۔وقال الشعبی تعتد من الآخر ثم تعتد بقیۃ عدتھا منھا (د)(مصنف عبد الرزاق، باب نکاحھا فی عدتھا ج سادس ص ۲۱۱/۲۱۲ نمبر ۱۰۵۴۴/۱۰۵۴۵/سنن للبیہقی، باب اجتماع العدتین ج سابع ص ۷۲۵،نمبر ۱۵۵۳۹)اس اثر سے معلوم ہوا کہ دونوں عدتیں تداخل ہو جائیں گی۔

[۲۰۹۷](۱۹)اور دونوں عدتیں متداخل ہوں گی، پس جو دیکھے گی حیض میں سے تو دونوں میں شمار ہوں گے۔اور جب پوری ہو جائے گی پہلی عدت اور نہ پوری ہو دوسری تو اس پر دوسری عدت کو پورا کرنا ہے۔

---

حاشیہ : (الف)طلاق والی عورتیں اپنے آپ کو روکے رکھیں تین حیض (ب)حضرت ابن عمر فرماتے ہیں اگر بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دی تو یہ حیض شمار نہیں کیا جائے گا۔مدینہ کے فقہاء فرمایا کرتے تھے جس نے بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دی یا وہ نفساء تھی تو اس پر تین حیض اس خون کے علاوہ جس میں وہ تھی،یعنی الگ سے تین حیض گزارنا ہوگا۔(ج)حضرت علی کے پاس ایک عورت لائی گئی جس سے اس کی عدت میں نکاح کیا گیا تھا اور اس کی رخصتی بھی ہوئی تھی۔پس دونوں میں تفریق کی گئی اور اس کو حکم دیا کہ پہلی عدت کی ما بقیہ عدت گزارے پھر یہ اگلی عدت گزارے(د)جس نے عدت میں شادی کی حضرت عمرؓ نے اس کے لئے پورا مہر متعین کیا اس کی وجہ سے کہ وہ مستحق ہوئی۔اور دونوں کو علیحدہ کیا۔اور دونوں کبھی آپس میں نکاح نہ کریں،اور دونوں کی عدت ایک ساتھ گزارے۔اور شعبی نے فرمایا پہلے دوسرے کی عدت گزارے پھر اس کی پہلی عدت کا بقیہ گزارے۔

**تداخلت العدتان فيكون ما تراه من الحيض محتسبا منهما جميعا واذا انقضت العدة الاولى ولم تكمل الثانية فعليها اتمام العدة الثانية[٢٠٩٨](٢٠) وابتداء العدة فى الطلاق عقيب الطلاق وفى الوفاة عقيب الوفاة فان لم تعلم بالطلاق او الوفاة حتى مضت مدة العدة فقد انقضت عدتها [٢٠٩٩](٢١)والعدة فى النكاح الفاسد عقيب التفريق بينهما او عزم الواطى على ترك وطيها.**

---

تشریح دوعدتیں جمع ہو جائیں، ایک عدت طلاق کی اور دوسری عدت وطی بالشبہ کی تو جب طلاق کی عدت گزر جائے گی تو اس کے اندر وطی بالشبہ کی بھی عدت گزر جائے گی۔ مثلا مثال مذکور میں ایک حیض گزرنے کے بعد وطی بالشبہ ہوئی تو طلاق کی عدت دو حیض اور گزارنا ہے۔ اس لئے اس کے اندر دو حیض وطی بالشبہ کے بھی گزر جائیں گے اور ایک حیض مزید وطی بالشبہ کا گزارے۔ جس سے تین حیض پورے ہو جائیں گے۔

وجہ حضرت علی کا قول پہلے گزر چکا ہے ثم تعتد من هذا عدة مستقبلة (مصنف عبد الرزاق نمبر ١٠٥٣٢)

[٢٠٩٨](٢٠) عدت کی ابتدا طلاق میں طلاق کے بعد سے ہوگی اور وفات میں وفات کے بعد سے ہوگی، پس اگر علم نہ ہوا اس کو طلاق کا یا وفات کا یہاں تک کہ عدت کی مدت گزر گئی تو اس کی عدت پوری ہو گئی۔

وجہ اثر میں ہے۔ عن ابن عمر قال عدتها من يوم طلقها و من يوم يموت عنها (الف) (مصنف ابن ابی شیبۃ ١٨٢ ما قالوا فی المرأۃ یطلقھا زوجھا ثم یموت عنھا من ای یوم تعتد؟ ج رابع، ص ١٦٦، نمبر ١٨٩١٠) اس اثر میں ہے کہ طلاق کے بعد اور وفات کے بعد عدت گزرنی شروع ہو جائے گی چاہے عورت کو طلاق اور وفات کا علم ہو یا نہ ہو۔ چنانچہ تین حیض کے بعد اس کو طلاق کا علم ہوا یا چار ماہ دس روز کے بعد شوہر کے مرنے کا علم ہوا تو عدت گزر چکی ہوگی (٢) عدت کے اسباب طلاق اور وفات ہیں اس لئے یہ دونوں ہو تو عدت شروع ہو جائے گی کیونکہ سبب پایا گیا۔

[٢٠٩٩](٢١) اور عدت نکاح فاسد میں دونوں کے درمیان تفریق کے بعد یا وطی کرنے والے نے وطی چھوڑنے کے پختہ ارادہ کے بعد۔

تشریح نکاح فاسد کیا ہو تو وہ صحیح نکاح نہیں ہے اس لئے تفریق کرانا ہی طلاق کے درجے میں ہے۔ اس لئے تفریق کے بعد ہی عدت شروع ہو جائے گی۔ یا شوہر پختہ ارادہ کرے کہ آج تاریخ سے اس عورت سے وطی نہیں کرنا ہے تو جس تاریخ سے وطی نہ کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا اس تاریخ سے عدت شروع ہو جائے گی۔

وجہ کیونکہ نکاح تو صحیح ہے نہیں کہ طلاق دینے کی ضرورت پڑے۔ اس لئے وطی نہ کرنے کا پختہ ارادہ کرنا تفریق کا شائبہ ہے۔ اس لئے پختہ ارادہ کے بعد عدت شروع ہو جائے گی۔ فرق اتنا ہے کہ پہلے قاضی نے تفریق کرائی اور اب یہ خود تفریق کی طرف قدم اٹھا رہا ہے۔

---

حاشیہ : (الف) حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا عورت کی عدت اسی دن سے شروع ہوگی جس دن سے اس کو طلاق دی یا جس دن سے شوہر کا انتقال ہوا۔

**[۲۱۰۰] (۲۲) وعلی المبتوتة والمتوفی عنها زوجها اذا کانت بالغة مسلمة الاحداد**

**[۲۱۰۱] (۲۳) والاحداد ان تترک الطیب والزینة والدهن والکحل الا من عذر.**

﴿ سوگ منانے کا بیان ﴾

[۲۱۰۰] (۲۲) معتدہ بائنہ اور جس کا شوہر مر گیا ہو جبکہ وہ بالغہ اور مسلمہ ہے تو سوگ منانا ہے۔

**تشریح** بالغہ اور مسلمہ عورت ہو اس کو طلاق بائنہ دی ہو جس کی وہ عدت گزار رہی ہو یا اس کے شوہر کا انتقال ہو گیا ہو جس کی وہ عدت گزار رہی ہو اس زمانے میں وہ سوگ منائے۔ سوگ منانے کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

**وجہ** حدیث میں ہے۔ **دخلت علی ام حبیبة زوج النبی ﷺ ... انی سمعت رسول الله ﷺ یقول لایحل لامرأة تؤمن بالله والیوم الآخر ان تحد علی میت فوق ثلاث لیال الا علی زوج اربعة اشهر وعشرا** (الف) (بخاری شریف، باب تحد المتوفی عنها اربعة اشهر وعشرا ص ۸۰۳ نمبر ۵۳۳۴ رمسلم شریف، باب وجوب الاحداد فی عدة الوفات وتحریمة فی غیر ذلک الا ثلاثة ایام ص ۴۸۷ نمبر ۱۴۸۷) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ متوفی عنها چار ماہ دس دن سوگ منائے گی (۲) اور طلاق بائنہ دی ہوئی سوگ منائے اس کا استدلال اس حدیث سے ہو سکتا ہے جن میں مطلقا زوج کا لفظ استعمال کیا ہے چاہے وہ طلاق بائنہ والا شوہر ہو چاہے انتقال کیا ہوا شوہر ہو۔ **عن ام عطیة قالت قال النبی ﷺ لا یحل لامرأة تؤمن بالله والیوم الآخر ان تحد فوق ثلاث الا علی زوج فانها لاتکتحل ولا تلبس ثوبا مصبوغا الا ثوب عصب** (ب) (بخاری شریف، باب تلبس الحادة ثیاب العصب ص ۸۰۴ نمبر ۵۳۴۲ رمسلم شریف، باب وجوب الاحداد فی عدة والوفات وتحریمة فی غیر ذلک الا ثلاثة ایام ص ۴۸۷ نمبر ۱۴۹۰) اس حدیث میں زوج کا لفظ مطلق ہے۔ جس سے متوفی عنہ بھی ہو سکتا ہے اور معتدہ بہ بھی۔ اس لئے معتدہ بائنہ بھی عدت میں سوگ منائے گی (۳) جس طرح متوفی عنها کو شوہر کے مرنے کا افسوس ہے اسی طرح طلاق بائنہ والی کو شوہر کے چھوٹنے کا افسوس ہے اس لئے وہ بھی سوگ منائے گی۔

**فائدہ** امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ حدیث میں حصر کے ساتھ صرف متوفی عنہا کو سوگ منانے کے لئے کہا گیا ہے اس لئے طلاق بائنہ والی کو سوگ منانے کی ضرورت نہیں ہے۔

[۲۱۰۱] (۲۳) اور سوگ منانا یہ ہے کہ چھوڑ دے خوشبو، زینت، تیل اور سرمہ مگر عذر سے۔

**تشریح** جتنی چیزیں زینت کی ہیں اس کو چھوڑ دے۔ مثلا خوشبو، تیل، سرمہ وغیرہ۔ البتہ مرض اور بیماری کی وجہ سے کوئی مجبوری ہو جائے تو استعمال کر سکتی ہے۔

**وجہ** اوپر حدیث گزری (۲) دوسری حدیث میں ہے۔ **عن سلمة زوج النبی ﷺ عن النبی ﷺ انه قال المتوفی عنها زوجها**

---

حاشیہ : (الف) حضورؐ فرمایا کرتے تھے ایسی عورت جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتی ہو اس کے لئے حلال نہیں ہے کہ میت پر تین دن سے زیادہ سوگ منائے مگر شوہر پر چار مہینے دس روز سوگ منائے (ب) آپؐ نے فرمایا جو عورت اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہو اس کے لئے حلال نہیں ہے کہ تین دن سے زیادہ سوگ منائے مگر شوہر پر، اس لئے وہ سرمہ نہ لگائے، رنگا ہوا کپڑا نہ پہنے مگر اونی کپڑا۔

**[۲۱۰۲](۲۴) ولا تختضب بالحناء ولا تلبس ثوبا مصبوغا بورس ولا زعفران[۲۱۰۳] (۲۵) ولا احداد علی کافرة ولا صغیرة[۲۱۰۴] (۲۶)وعلی الامة الاحداد[۲۱۰۵] (۲۷) ولیس فی عدة النکاح الفاسد ولا فی عدة ام الولد احداد.**

لا تلبس المعصفر من الثیاب ولا الممشقة ولا الحلی ولا تختضب ولا تکتحل (الف)(ابوداؤدشریف، باب فیما تجتنب المعتدة فی عدتھا ص۳۲۲ نمبر۲۳۰۴) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ معتدہ عصفر میں رنگا ہوا اور گیرو میں رنگ میں رنگا ہوا کپڑا نہیں پہن سکتی، زیور نہیں پہن سکتی، خضاب نہیں کرسکتی اور سرمہ نہیں لگا سکتی۔البتہ مجبوری میں یہ چیزیں استعمال کرسکتی ہیں اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ عن ام عطیة ... ورخص لنا عند الطھر اذا اغتسلت احدانا من محیضھا فی نبذة من کست اظفار (ب)(بخاری شریف، باب القسط للحادة عند الطھر ص۸۰۴ نمبر۵۳۴۱ رمسلم شریف، باب وجوب الاحداد فی عدة الوفات ص۴۸۷ نمبر۱۴۹۱) اس حدیث میں طہر پاکی کے وقت مجبوری کے طور پر تھوڑا خوشبو استعمال کرنے کی اجازت ہے۔جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مجبوری کے وقت زینت کی چیزوں کو استعمال کرنا جائز ہے۔

**لغت** تختضب : خضاب لگانا، مہندی لگانا۔

[۲۱۰۲](۲۴) اور نہ لگائے مہندی اور نہ پہنے عصفر یا زعفران میں رنگا ہوا کپڑا۔

**وجہ** مہندی لگانا، عصفر میں یا زعفران میں رنگا ہوا کپڑا پہننا زینت ہے اس لئے سوگ میں یہ نہ پہنے۔حدیث اوپر گزر چکی ہے (ابوداؤد شریف، نمبر۲۳۰۴)

[۲۱۰۳](۲۵) اور نہیں سوگ ہے کافرہ پر اور نہ بچی پر۔

**وجہ** کافرہ عورت کفر کی وجہ سے شریعت کی مخاطب نہیں ہے۔اور چھوٹی بچی بچی ہونے کی وجہ سے شریعت کی مخاطب نہیں ہے اس لئے ان دونوں پر سوگ نہیں ہے (۲) حدیث میں اس کا ثبوت ہے۔عن ام عطیة قالت قال النبی ﷺ لا یحل لامرأة تؤمن باللہ والیوم الآخر ان تحد فوق ثلاث الخ (ج) بخاری شریف، باب تلبس الحادة ثیاب العصب ص۸۰۴ نمبر۵۳۴۲) اس حدیث میں لامرأة سے مراد بالغہ عورت ہے۔اور تؤمن باللہ والیوم الآخر سے مومنہ عورت مراد ہے۔اس لئے کافرہ عورت پر سوگ نہیں ہے۔

[۲۱۰۴](۲۶) اور باندی پر سوگ ہے۔

**وجہ** باندی بھی مومنہ ہے اور مخاطبہ ہے اس لئے اس پر بھی سوگ ہے۔

[۲۱۰۵](۲۷) نکاح فاسد کی عدت میں اور ام ولد کی عدت میں سوگ نہیں ہے۔

---

حاشیہ : (الف) آپؐ نے فرمایا متوفی عنہا زوجہا نہیں پہنے گی عصفور میں رنگا ہوا کپڑا اور نہ پتلا کپڑا اور نہ زیور اور نہ خضاب لگائے اور نہ سرمہ لگائے (ب) ام عطیہ سے منقول ہے ...رخصت دی ہم کو طہر کے وقت جب کہ غسل کریں ہم میں سے کوئی حیض کے وقت کچھ مشک لگائے (ج) آپؐ نے فرمایا نہیں حلال ہے کسی عورت کے لئے جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتی ہو یہ کہ تین دن سے زیادہ سوگ منائے۔

[۲۱۰۶](۲۸)ولا ينبغی ان تخطب المعتدة ولا بأس بالتعريض فی الخطبة [۲۱۰۷] (۲۹) ولا يجوز للمطلقة الرجعية والمبتوتة الخروج من بيتها ليلا او نهارا والمتوفی عنها

---

**تشریح** نکاح فاسد کی وجہ سے تفریق ہوئی ہو جس کی عدت گزار رہی ہو تو اس میں سوگ نہیں ہے۔

**وجہ** نکاح فاسد کو تو ختم کرنا چاہئے اس لئے اچھا ہوا کہ ختم ہو گیا۔ اس لئے شوہر جانے کا افسوس نہیں ہے۔ اس لئے سوگ بھی نہ کرے۔ اسی طرح ام ولد کا آقا اس کا شوہر نہیں ہے بلکہ اچھا ہوا کہ آقا سے جان چھوٹی اور وہ آزاد ہو گئی۔ اس لئے اس پر سوگ نہیں ہے۔

**اصول** یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ جو شوہر نہ ہو اس کی عدت گزار رہی ہو تو اس پر سوگ نہیں ہے۔

[۲۱۰۶](۲۸) مناسب نہیں ہے معتدہ کو نکاح کا پیغام دینا، اور کوئی حرج نہیں ہے کنایہ پیغام دینے میں۔

**تشریح** جو عورت عدت گزار رہی ہو اس کو کوئی اجنبی آدمی نکاح کا پیغام دے تو یہ مناسب نہیں ہے۔ البتہ اشارے اشارے میں کہے کہ عدت ختم ہونے کے بعد آپ سے شادی کروں گا تو اس کی گنجائش ہے۔ مثلا یوں کہے کہ آپ جیسی عورت کی مجھے ضرورت ہے، یا آپ جیسی عورت مجھے پسند ہے تو ٹھیک ہے۔

**وجہ** آیت میں ان دونوں مسئلوں کی تصریح ہے۔ **ولا جناح عليكم فيما عرضتم به من خطبة النساء او اكننتم فی انفسكم علم الله انكم ستذكرونهن ولكن لا تواعدوهن سرا الا ان تقولوا قولا معروفا ولا تعزموا عقدة النكاح حتى يبلغ الكتب اجله** (الف) (آیت ۲۳۵ سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت میں دونوں باتیں کہی ہیں کہ چپکے چپکے پیغام نکاح مت دو اور یہ بھی کہا کہ اشارے اشارے میں پیغام نکاح دے سکتے ہو۔

**لغت** تخطب : پیغام نکاح دے، التعریض : چھیڑنا، اشارے اشارے میں کوئی بات کہنا۔

[۲۱۰۷](۲۹) نہیں جائز ہے مطلقہ رجعیہ اور مطلقہ بائنہ کے لئے گھر سے نکلنا رات کو یا دن کو اور متوفی عنہا زوجہا نکل سکتی ہے دن میں اور رات کے کچھ حصے میں، اور نہ رات گزارے گھر کے سوا۔

**تشریح** جو عورت عدت گزار رہی ہے چاہے طلاق رجعی کی عدت گزار رہی ہو، چاہے طلاق بائنہ کی عدت گزار رہی ہو، اور چاہے شوہر کا انتقال ہوا ہو اس کی عدت گزار رہی ہو، ان تمام عورتوں کے لئے اس گھر میں رہنا چاہئے جس میں طلاق واقع ہوئی ہے یا وفات ہوئی ہے۔ البتہ عدت وفات والی دن میں روزی روٹی کمانے کے لئے نکل سکتی ہے۔ اسی طرح رات کے کچھ حصے میں باہر رہ سکتی ہے۔ البتہ سونے کا انتظام اسی گھر میں کرنا چاہئے جس میں عدت گزار رہی ہے۔

**وجہ** گھر میں رہنے کے لئے یہ آیت ہے۔ **يا ايها النبی اذا طلقتم النساء فطلقوهن لعدتهن واحصوا العدة واتقوا الله ربكم**

---

حاشیہ : (الف) تم پر کوئی حرج نہیں ہے اگر عورتوں کو اشارے میں پیغام نکاح دے یا تم اپنے دل میں چھپاؤ۔ اللہ جانتے ہیں کہ تم ان سے اس کا تذکرہ کروگے۔ لیکن چپکے سے اس سے وعدہ مت کرو مگر یہ کہ کوئی مناسب بات کرو اور نکاح کا پختہ ارادہ مت کرو جب تک کہ عدت پوری نہ ہو جائے۔

**زوجها تخرج نهارا وبعض اللیل ولا تبیت فی غیر منزلها.**

---

لا تخرجوھن من بیوتھن ولا یخرجن الا ان یأتین بفاحشة مبینة (الف)( آیت ا سورۃ الطلاق ٦٥ ) اس آیت میں ہے کہ مطلقہ کو عدت میں گھر سے نہ نکالو، الا یہ کہ مجبوری ہو جائے اور فاحشہ مبینہ یعنی گالم گلوچ کرے۔ عدت وفات کی معتدہ کے بارے میں یہ آیت ہے۔ والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا وصیة لازواجھم متاعا الی الحول غیر اخراج فان خرجن فلا جناح علیکم فی ما فعلن فی انفسھن من معروف ( آیت ٢٤٠ سورۃ البقرۃ ٢ ) اس آیت میں ہے کہ متوفی عنہا زوجہا کو گھر سے نہ نکالے۔ البتہ وہ خود نکل جائے تو اور بات ہے (٣) اس کے لئے حدیث کا ٹکڑا یہ ہے۔ عن عمته زینب بنت کعب بن عجرة ... اخبرتھا انھا جاء ت رسول الله ﷺ تسأله ان ترجع الی اھلھا فی بنی حذرة وان زوجھا خرج فی طلب اعبد له ابقوا حتی اذا کان بطرف القدوم لحقھم فقتلوه قالت فسألت رسول الله ان ارجع الی اھلی فان زوجی لم یترک لی مسکنا یملکه ولا نفقة قالت فقال رسول الله ﷺ نعم ،قالت فانصرفت حتی اذا کنت فی الحجرة او فی المسجد نادانی رسول الله او امر بی فنودیت له فقال کیف قلت؟ قالت فرددت علیه القصة التی ذکرت له من شان زوجی قال امکثی فی بیتک حتی یبلغ الکتاب اجله (ب) (ترمذی شریف، باب ماجاء این تعتد المتوفی عنہا زوجہا ص ٢٢٧ نمبر ١٢٠٤ /ابوداؤد شریف، باب فی المتوفی عنہا تنتقل ص ٣٢١ نمبر ٢٣٠٠ ) اس حدیث سے شوہر کے پاس گھر نہ ہو پھر بھی حتی الامکان اسی گھر میں عدت گزارے جس میں اس کی وفات ہوئی ہے۔ رات دن گھر میں رہے اس کی دلیل یہ اثر ہے۔ عن عبد الله بن عمر قال لا تبیت المتوفی عنھا زوجھا ولا المبتوتة الا فی بیتھا (سنن للبیہقی، باب سکنی المتوفی عنہا زوجہا ج سابع ص ١٥، نمبر ١٥٥٠٥ /مصنف ابن ابی شیبۃ ١٦٩ ما قالوا این تعتد؟ من قال فی بیتھا ج رابع ، ص ١٥٨، نمبر ١٨٨٣٠ /مصنف عبد الرزاق، باب این تعتد المتوفی عنہا؟ ج سابع ص ٣١ نمبر ١٢٠٦٣ ) اس اثر سے معلوم کہ معتدہ اور متوفی عنہا زوجہا عدت گھر میں گزارے۔ البتہ ضرورت کے لئے متوفی عنہ زوجہا گھر سے نکل سکتی ہے۔

**وجہ** اس کا شوہر مر چکا ہے اس لئے روزی روٹی کے لئے دن میں گھر سے نکلنا ہوگا اور ممکن ہے کہ رات کے کچھ حصے تک واپس آئے۔ اس لئے اس کے لئے دن میں باہر نکلنے کی گنجائش ہے (٢) اس حدیث میں ہے۔ سمع جابر بن عبد الله یقول طلقت خالتی فارادت ان

---

حاشیہ : (الف) اے نبی! جب آپ بیویوں کو طلاق دیں تو عدت کے موقع پر طلاق دیں۔ اور عدت گنیں اور اپنے رب اللہ سے ڈریں۔ اور بیویوں کو ان کے گھروں سے نہ نکالیں مگر یہ کہ فاحشہ مبینہ کرے (ب) کعب بن عجرہ نے خبر دی... کہ اس کی پھوپی زینب حضورؐ کے پاس آئی اور پوچھنے لگی کہ اپنے اہل بنی حذرۃ کے پاس لوٹ جائے۔ ان کا شوہر بھاگے ہوئے غلام کی تلاش میں نکلے تھے۔ یہاں تک کہ جب طرف القدوم کے پاس آئے تو لوگوں نے ان کو قتل کر دیا۔ انہوں نے پوچھا کہ اپنے آبائی خاندان کے پاس لوٹ جائے۔ اس لئے کہ میرے شوہر نے رہنے کے لئے کوئی ملکیت کی چیز نہیں چھوڑی اور نہ کوئی خرچ چھوڑا۔ فرماتی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا ہاں! زینب نے فرمایا میں واپس لوٹی یہاں تک کہ جب کمرے میں آئی یا مسجد میں آئی تو حضورؐ نے مجھے بلایا یا کسی کو آواز دینے کے لئے کہا۔ حضورؐ نے پوچھا کیسے بتایا؟ تو میں نے پورا قصہ دہرایا جو اپنے شوہر کے بارے میں ذکر کیا۔ آپؐ نے فرمایا اپنے گھر میں ٹھہرے رہو عدت پوری ہونے تک۔

**[۲۱۰۸](۳۰) وعلی المعتدة ان تعتد فی منزل الذی یضاف الیها بالسکنی حال وقوع الفرقة[۲۱۰۹](۳۱) فان کان نصیبها من دار المیت لا یکفیها واخرجها الورثة من**

---

**تجد نخلها فزجرها رجل ان تخرج فاتت النبی ﷺ فقال بلی فجدی نخلک فانک عسی ان تصدقی او تفعلی معروفا** (الف)(مسلم شریف، باب جواز خروج المعتدة البائن والمتوفی عنها زوجہا فی النہار لحاجتہا ص ۴۸۶ نمبر ۱۴۸۳ / ابوداؤد شریف، باب فی المبتوتۃ تخرج بالنہار ص ۳۲۰ نمبر ۲۲۹۷) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ معتدہ ضرورت کے لئے گھر سے نکل سکتی ہے (۳) اثر میں ہے۔ **عن ابن عمر قال المطلقة والمتوفی عنها زوجها تخرجان بالنهار ولا تبیتان لیلة تامة غیر بیوتهما** (ب)(سنن للبیہقی، باب کیفیۃ سکنی المطلقۃ والمتوفی عنہا سابع ص ۷۱۷، نمبر ۱۵۵۱۴ / مصنف ابن ابی شیبۃ ۱۶۹ ما قالوا این تعتد من قال فی بیتہا ج رابع، ص ۱۵۸، نمبر ۱۸۸۳۰) اس اثر سے معلوم ہوا کہ رات کو گھر میں گزارے اور دن کو نکل سکتی ہے۔

[۲۱۰۸](۳۰) معتدہ پر لازم ہے عدت گزارنا اس گھر میں جس کی طرف منسوب ہے اس کی رہائش فرقت کے وقت۔

**تشریح** طلاق واقع ہوتے وقت یا وفات کے وقت عورت جس گھر میں رہتی تھی اسی گھر میں عدت گزارنا ضروری ہے۔

**وجہ** (۱) اوپر آیت میں گزرا **لا تخرجوهن من بیوتهن** (ج)(آیت ا سورۃ الطلاق ۶۵) اس آیت میں بھی اشارہ ہے کہ عورت کو اس گھر سے نہ نکالو جس میں وہ رہتی تھی (۲) اوپر حدیث کا ٹکڑا گزرا **قال امکثی فی بیتک حتی یبلغ الکتب اجله** (د)(ترمذی شریف، باب ما جاء این تعتد المتوفی عنہا زوجہا ص ۲۲۹ نمبر ۱۲۰۴ / ابوداؤد شریف، باب فی المتوفی عنہا زوجہا ص ۳۲۱ نمبر ۲۳۰۰) اس حدیث میں بھی اسی گھر میں رہنے کے لئے کہا جس میں وہ رہتی تھی۔

[۲۱۰۹](۳۱) پس اگر عورت کا حصہ میت کے گھر میں سے اس کو کافی نہ ہو اور ورثہ اس کو اپنے حصے سے نکال دے تو وہ منتقل ہو جائے گی۔

**تشریح** شوہر کا انتقال ہو گیا اور ورثہ نے اس کا مال تقسیم کر لیا۔ اور جس مکان میں شوہر رہا کرتے تھے اس کو بھی تقسیم کر لیا۔ اب عورت کے حصے میں مکان کا اتنا حصہ آیا کہ وہ اس میں نہیں رہ سکتی اور ورثہ اپنے حصے میں رکھنے کے لئے تیار نہیں ہیں تو وہ عورت دوسری جگہ منتقل ہو کر عدت گزار سکتی ہے۔

**وجہ** یہ مجبوری ہے اور مجبوری کی وجہ سے دوسری جگہ منتقل ہو سکتی ہے (۲) حدیث میں ہے۔ **لقد عابت ذلک عائشة عنها اشد العیب یعنی حدیث فاطمة بنت قیس وقالت ان فاطمة کانت فی مکان وحش فخیف علی ناحیتها فلذلک رخص لها رسول الله ﷺ** (ہ)(ابوداؤد شریف، باب من انکر ذلک علی فاطمۃ بنت قیس ص ۳۲۰ نمبر ۲۲۹۲ / مصنف ابن ابی شیبۃ ۱۷۰ من رخص

---

حاشیہ : (الف) جابر بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ میری خالہ کو طلاق دی گئی، پس انہوں نے ارادہ کیا کہ کھجور کاٹے تو ایک آدمی نے نکلنے سے ڈانٹا تو وہ حضورؐ کے پاس آئی تو آپؐ نے فرمایا کیوں نہیں کھجور کاٹو۔ ہو سکتا ہے کہ اس سے صدقہ کرو یا کوئی خیر کا کام کرو (ب) حضرت ابن عمر نے فرمایا طلاق شدہ اور جس کا شوہر مر چکا ہو وہ نکل سکتی ہیں دن میں۔ البتہ اپنے گھر کے علاوہ پوری رات نہ گزارے (ج) معتدہ عورتوں کو اپنے گھروں سے نہ نکالو (د) اپنے گھر میں ٹھہری رہو عدت پوری ہونے تک۔ حاشیہ : (ہ) حضرت عائشہؓ نے فاطمہ بنت قیس کی حدیث پر سخت تنقید کی اور فرمایا کہ فاطمہ بنت قیس وحشی کے مکان میں تھی اس کے گرنے (باقی اگلے صفحہ پر)

**نصيبهم انتقلت[٢١١٠](٣٢) ولا يجوز ان يسافر الزوج بالمطلقة الرجعية [٢١١١] (٣٣)واذا طلق الرجل امرأته طلاقا بائنا ثم تزوجها فى عدتها وطلقها قبل ان يدخل بها فعليه مهر كامل و عليها عدة مستقبلة وقال محمد رحمه الله لها نصف المهر وعليها**

---

للمطلقة ان تعتد فی غیر بیتھا ج رابع ص ۱۵۸، نمبر ۱۸۸۳۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ضرورت پڑنے پر عورت اپنے گھر سے منتقل ہو سکتی ہے (۲) اثر میں ہے۔قال نقل علی ام کلثوم بعد قتل عمر بسبع لیال وقال لانها كانت في دار الامارة (الف) (سنن للبیہقی، باب من قال سکنی للمتوفی عنہا زوجہا ج سابع ص۱۷، نمبر ۱۵۵۰۸) اس اثر سے معلوم ہوا کہ ضرورت پڑنے پر معتدہ منتقل ہو سکتی ہے۔

[۲۱۱۰] (۳۲) اور نہیں جائز ہے کہ شوہر سفر کرے مطلقہ رجعیہ کے ساتھ۔

**وجہ** مطلقہ رجعیہ کے ساتھ سفر کرے گا تو ممکن ہے کہ بے اختیاری طور پر رجعت ہو جائے حالانکہ وہ رجعت کرنا نہیں چاہتا تھا۔اس کے بعد پھر طلاق دے گا اور عدت لمبی ہو جائے گی اس لئے مطلقہ رجعیہ کے ساتھ شوہر سفر نہ کرے (۲) اثر میں ہے۔عن ابن عمر انه كان اذا طلق طلاقا يملك الرجعة لم يدخل حتى يستأذن وقال الشعبى كان اصحابنا يقولون يخفق بنعليه (ب) (مصنف ابن ابی شیبۃ ۱۸۶ ما قالوا فی المطلقۃ یستأذن علیہا زوجہا ام لا؟ ج رابع ص ۱۶۸، نمبر ۱۸۹۳۸ رمصنف عبد الرزاق، باب استأذن علیہا ولم یبنہا ج سادس ص ۳۲۴ نمبر ۱۱۰۲۵) اس اثر سے معلوم ہوا کہ مطلقہ رجعیہ کے پاس بغیر اطلاع دیئے نہ جائے اس لئے اس کے ساتھ سفر بھی نہ کرے۔اور اگر سفر کر ہی لیا تو جائز ہے کیونکہ وہ ابھی تک اس کی بیوی ہے۔البتہ زیادہ قربت کرنے سے رجعت ہو جائے گی۔

[۲۱۱۱] (۳۳) اگر آدمی نے اپنی بیوی کو طلاق بائنہ دی۔پھر اس کی عدت ہی میں اس سے شادی کی اور اس سے صحبت سے پہلے اس کو طلاق دی تو شوہر پر پورا مہر ہے اور عورت پر اگلی عدت ہے۔اور امام محمدؒ نے فرمایا عورت کے لئے آدھا مہر ہے اور اس پر پہلی عدت کو پورا کرنا ہے۔

**تشریح** اگر آدمی نے بیوی کو طلاق بائنہ دی۔ابھی وہ اس طلاق کی عدت گزار رہی تھی کہ شوہر نے اس سے دوبارہ شادی کر لی۔کیونکہ اس شوہر کے لئے عدت میں اس سے شادی کرنا جائز تھا۔کیونکہ اسی کے لئے عدت گزار رہی تھی۔شادی کے بعد شوہر نے عورت سے صحبت نہیں کی اور اس کو طلاق دیدی تو امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک شوہر پر پورا مہر لازم ہوگا۔اور اس طلاق کی مستقل عدت گزارنی ہوگی۔

**وجہ** اگر چہ اس نکاح میں صحبت نہیں کی ہے اس لئے عدت لازم نہیں ہونی چاہئے اور مہر بھی آدھا لازم ہونا چاہئے لیکن یہاں مہر بھی پورا لازم ہوگا اور مستقل طور پر پوری عدت بھی گزارنی ہوگی۔کیونکہ پہلے نکاح میں جو صحبت ہوئی ہے وہی اس نکاح میں بھی گن لی جائے گی تو گویا کہ اس نکاح میں بھی صحبت کر لی اس لئے مہر بھی پورا لازم ہوگا اور عدت بھی پوری لازم ہوگی (۲) اثر میں اس کا ثبوت ہے۔عن الشعبى فى الرجل

---

حاشیہ : (پچھلے صفحہ سے آگے) کا خوف تھا اس لئے حضورؐ نے ان کو دوسرے گھر میں رہنے کی اجازت دی تھی (الف) حضرت علی اپنی بیٹی ام کلثوم کو حضرت عمرؓ کے قتل کے سات دن بعد منتقل کیا اور فرمایا کہ ام کلثوم امارت کے گھر میں تھی (ب) حضرت عبد اللہ بن عمرؓ جب ایسی طلاق دیتے جس میں رجعت ہو تو اس پر نہیں داخل ہوتے یہاں تک کہ اجازت لے لیتے۔اور حضرت شعبی فرماتے ہیں کہ ہمارے بزرگ فرماتے تھے کہ جوتے سے آواز دے لے پھر داخل ہو۔

**تمام العدة الاولی[۲۱۱۲] (۳۴)ویثبت نسب ولد المطلقة الرجعیة اذا جائت به لسنتین او اکثر مالم تقر بانقضاء عدتها.**

یطلق امرأته تطلیقة بائنة ثم یتزوجها فی عدتها ثم یطلقها قبل ان یدخل بها قال لها الصداق وعیلها عدة مستقبلة (الف) (مصنف ابن ابی شیبة ۱۱۹ فی المرأة تخلع من زوجها ثم یتزوجها ثم یطلقها قبل ان یدخل بها ای شیء لها من الصداق؟ ج رابع، ص۱۳۰، نمبر ۱۸۵۲۶) اور دوسرے اثر میں ہے۔عن ابراهیم قال لها الصداق کاملا (مصنف ابن ابی شیبة ج رابع، ص۱۳۰، نمبر ۱۸۵۲۸) اس اثر سے معلوم ہوا مہر بھی پورا ملے گا اور عدت بھی لازم ہوگی۔

**فائدہ** امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ عورت کو آدھا مہر ملے گا اور مستقل عدت لازم نہیں ہوگی بلکہ پہلی عدت جو باقی رہ گئی ہے اسی کو پوری کرے۔

**وجہ** چونکہ دوسری شادی میں صحبت نہیں کی ہے اس لئے مہر بھی آدھا لازم ہوگا اور مستقل طور پر عدت بھی لازم نہیں ہوگی۔البتہ پہلی عدت پوری نہیں ہوئی تھی اس لئے پہلی عدت کو پوری کرے (۲) اثر میں ہے۔عن الحسن سئل عن رجل الی من امرأته فبانت منه ثم تزوجها فی عدتها ثم طلقها قبل ان یدخل بها قال نصف الصداق ولیس علیها عدة (ب) دوسرے اثر میں ہے۔وتکمل ما بقی علیها العدة (ج) (مصنف ابن ابی شیبة ۱۱۹ من قال لها نصف الصداق ج رابع، ص۱۳۰، نمبر ۱۸۵۳۰/۱۸۵۳۱) اس اثر سے معلوم ہوا کہ آدھا مہر لازم ہوگا اور پہلی عدت مکمل کرے گی۔

﴿ ثبوت نسب کا بیان ﴾

[۲۱۱۲] (۳۴) ثابت ہوگا مطلقہ رجعیہ کے بچے کا نسب جب وہ جنے دو سال یا زیادہ میں جب تک کہ وہ عدت گزرنے کا اقرار نہ کرے۔

**تشریح** بیوی کو طلاق رجعی دی۔وہ عدت گزار رہی تھی، دو سال یا اس سے زیادہ تک عدت گزرنے کا اقرار نہیں کیا۔اس درمیان اس نے بچہ دیا تو اس بچے کا نسب باپ سے ثابت ہوگا۔

**وجہ** جب تک عدت گزرنے کا اقرار نہ کرے اس وقت تک وہ شوہر کی فراش ہے، اور جب وہ فراش ہے تو بچہ اسی کا ہوگا (۲) حدیث میں ہے کہ بچہ فراش والے کا ہوتا ہے۔لمبی حدیث کا ٹکڑا یہ ہے۔عن عائشة ... الولد للفراش وللعاهر الحجر (د) (مسلم شریف، باب الولد للفراش وتوقی الشبهات ص ۴۷۰ نمبر ۱۴۵۷/ابوداؤد شریف، باب الولد للفراش ص ۳۱۷ نمبر ۲۲۷۳) اس حدیث میں ہے کہ عورت جس کا فراش ہوگی بچے کا نسب اس سے ثابت ہوگا (۳) یوں بھی شریعت ہر حال میں بچے کا نسب ثابت کرنا چاہتی ہے تاکہ بچہ زندگی بھر حرامی نہ شمار کیا جائے۔البتہ عدت ختم ہونے کا اقرار کر لیا تو اب وہ شوہر کا فراش نہیں رہی اس لئے اس کا معاملہ اور ہوگا جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

---

حاشیہ : (الف) حضرت شعبی فرماتے ہیں آدمی اپنی بیوی کو طلاق بائنہ دے پھر اس سے عدت میں شادی کرے پھر اس کو صحبت سے پہلے طلاق دے، فرمایا اس کے لئے مہر ہوگا اور اس پر اگلی عدت ہوگی (ب) حضرت حسن کو ایک آدمی کے بارے میں پوچھا کہ اس نے بیوی سے ایلاء کیا جس کی وجہ سے وہ بائنہ ہوگئی پھر اس سے عدت میں شادی کی پھر صحبت سے پہلے اس کو طلاق دی، فرمایا اس کو آدھا مہر ملے گا اور اس پر عدت نہیں ہے (ج) اور روہ پوری کرے اس کی مابقیہ عدت کو (د) آپؐ نے فرمایا بچہ فراش والے کے لئے ہے اور زانی کو محروم رکھا جائے گا۔

[۲۱۱۳](۳۵) وان جائت به لاقل من سنتین ثبت نسبه وبانت من زوجها[۲۱۱۴](۳۶) وان جائت به لاکثر من سنتین ثبت نسبه وکانت رجعة [۲۱۱۵] (۳۷) والمبتوتة یثبت نسب ولدها اذا جائت به لاقل من سنتین[۲۱۱۶](۳۸) واذا جائت به لتمام سنتین من

---

[۲۱۱۳](۳۵) اگر دو سال سے کم میں جنا تو شوہر سے بائنہ ہو جائے گی۔

**تشریح** طلاق کے بعد دو سال سے کم میں بچہ جنا تو اس بچے کا نسب باپ سے ثابت ہوگا اور عورت کی عدت گزر جائے گی جس کی وجہ سے بائنہ ہو جائے گی۔

**وجہ** بچہ زیادہ سے زیادہ دو سال تک پیٹ میں رہ سکتا ہے اس لئے اگر دو سال کے اندر بچہ جنا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ عورت طلاق کے وقت حاملہ تھی اور وضع حمل سے اس کی عدت گزر گئی اس لئے بائنہ ہوگئی۔ دو سال تک بچہ پیٹ میں رہنے کی دلیل یہ اثر ہے۔ **عن عائشة قالت ما تزید المرأة فی الحمل علی سنتین ولا قدر ما یتحول ظل عود المغزل (الف)** (سنن للبیہقی، باب ماجاء فی اکثر الحمل ج سابع ص ۷۲۸، نمبر ۱۵۵۵۲) اس اثر سے معلوم ہوا کہ حمل کی مدت زیادہ سے زیادہ دو سال ہے۔

[۲۱۱۴](۳۶) اور اگر جنا دو سال سے زیادہ میں تو اس کا نسب ثابت ہوگا اور رجعت ہوگی۔

**تشریح** مطلقہ رجعیہ نے دو سال کے بعد بچہ جنا تو شوہر سے نسب ثابت ہوگا لیکن بچہ ہونا رجعیت شمار ہوگی۔

**وجہ** دو سال سے زیادہ میں بچہ جنا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ طلاق کے وقت عورت حاملہ ہوتی تو دو سال کے اندر بچہ جن دیتی۔ اس لئے ماننا پڑے گا کہ طلاق کے بعد شوہر نے عورت سے وطی کی ہے۔ اور مطلقہ رجعیہ سے عدت میں وطی کرے تو رجعت ہو جائے گی اس لئے عورت سے رجعت بھی ہوگئی۔ اور چونکہ شوہر کی وطی سے بچہ ہوا ہے اس لئے شوہر سے نسب ثابت ہوگا۔

[۲۱۱۵](۳۷) بائنہ طلاق والی کے بچے کا نسب ثابت ہوگا جبکہ بچہ جنے دو سال سے کم میں۔

**تشریح** طلاق بائنہ دی ہو تو دو سال کے اندر اندر بچہ دے تو اس بچے کا نسب باپ سے ثابت ہوگا۔ اور دو سال کے بعد دے تو شوہر کے دعوے کے بعد ثابت ہوگا۔

**وجہ** طلاق بائنہ کی عدت گزار رہی ہے اس لئے وہ شوہر کی بیوی نہیں رہی اس لئے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ عدت کے زمانے میں اس سے وطی کی ہوگی کیونکہ وہ حرام ہے۔ البتہ یہ ہوگا کہ طلاق کے وقت عورت حاملہ تھی اس لئے دو سال کے اندر اندر بچہ دے گی تو باپ سے نسب ثابت کیا جائے گا ورنہ نہیں۔

[۲۱۱۶](۳۸) اور اگر پورے دو سال میں جنے فرقت کے دن سے تو اس کا نسب ثابت نہیں ہوگا مگر یہ کہ اس کا شوہر دعوی کرے۔

---

حاشیہ : (الف) حضرت عائشہؓ نے فرمایا حمل دو سال سے زیادہ پیٹ میں نہیں رہ سکتا اور نہ تکلے کی لکڑی کے سایہ کی مقدار رہ سکتا ہے۔ یعنی تکلے کی سایہ کی مقدار حمل ہو تب بھی دو سال میں بڑا ہو کر باہر آ جائے گا۔

**يوم الفرقة لم يثبت نسبه الا ان يدعيه الزوج [٢١١٧](٣٩) ويثبت نسب ولد المتوفى عنها زوجها ما بين الوفاة وبين سنتين [٢١١٨](٤٠) واذا اعترفت المعتدة بانقضاء عدتها ثم جائت بولد لاقل من ستة اشهر ثبت نسبه[٢١١٩](٤١) وان جائت به لستة**

---

**تشریح** طلاق بائنہ کے دوسال بعد عورت نے بچہ دیا تو اس کا نسب شوہر سے ثابت نہیں کیا جائے گا۔

**وجہ** دوسال کے بعد بچہ دیا تو یہ طے ہے کہ طلاق کے وقت بچہ پیٹ میں نہیں تھا اور بائنہ ہونے کی وجہ سے طلاق کے بعد شوہر وطی کر نہیں سکتا اس لئے شوہر سے نسب ثابت نہیں ہوگا (۲) پہلے اثر گزر چکا ہے کہ بچہ دوسال تک ہی پیٹ میں رہ سکتا ہے۔ **عن عائشة قالت ماتزيد المرأة في الحمل على سنتين ولا قدر ما يتحول ظل عود المغزل** (الف) (سنن للبیہقی، باب ماجاء فی اکثر الحمل ج سابع ص ۷۲۸، نمبر ۱۵۵۵۲) اس اثر سے معلوم ہوا کہ حمل زیادہ سے زیادہ دوسال رہ سکتا ہے۔ البتہ اگر شوہر دعوی کرے کہ یہ بچہ میرا ہے تو اس سے نسب ثابت کر دیا جائے گا اور یوں تاویل کی جائے گی کہ عدت کے زمانے میں شوہر نے عورت سے شبہ میں وطی کی ہوگی جس سے حمل ٹھہر گیا ہوگا اور یہ بچہ ہو گیا۔ اس لئے دعوی کرنے کے بعد باپ سے نسب ثابت کیا جائے گا۔

[۲۱۱۷] (۳۹) اور ثابت ہوگا متوفی عنہا زوجہا کے بچے کا نسب وفات اور دوسال کے درمیان۔

**تشریح** شوہر کے انتقال کے دن سے دوسال کے اندر اندر بچہ پیدا ہوا تو اس بچے کا نسب شوہر سے ثابت ہوگا اور اس کے بعد ہوا تو باپ سے نسب ثابت نہیں ہوگا۔

**وجہ** دوسال کے اندر بچہ پیدا ہوا تو یہی سمجھا جائے گا کہ وفات کے وقت عورت حاملہ تھی اور یہ حمل شوہر ہی کا ہے۔ اور اگر دوسال کے بعد بچہ دیا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وفات کے وقت عورت حاملہ نہیں تھی اس لئے اس سے نسب ثابت نہیں ہوگا۔

[۲۱۱۸] (۴۰) اگر معتدہ نے اعتراف کیا عدت کے ختم ہونے کا پھر بچہ دیا چھ ماہ سے کم میں تو اس کا نسب ثابت ہوگا۔

**تشریح** معتدہ نے عدت ختم ہونے کا اعتراف کر لیا تو وہ اب شوہر کی بیوی نہیں رہی۔ لیکن اعتراف کرنے کے چھ ماہ کے اندر اندر بچہ دیا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اعتراف کرتے وقت عورت یقیناً حاملہ تھی اور حاملہ کی عدت وضع حمل تھی اس لئے عدت گزرنے کا اعتراف کرنا صحیح نہیں تھا اس لئے چھ مہینے کے اندر اندر بچہ دیا تو اس کا نسب باپ سے ثابت ہوگا۔

[۲۱۱۹] (۴۱) اور اگر بچہ دیا چھ مہینے پر تو اس کا نسب ثابت نہیں ہوگا۔

**وجہ** اگر عدت ختم ہونے کا اعتراف کیا اور اس کے چھ مہینے بعد بچہ پیدا ہوا تو اس بچے کا نسب باپ سے اس لئے نہیں ثابت کیا جائے گا کہ اعتراف کرتے وقت بچے کا پیٹ میں ہونا ضروری نہیں ہے۔ ہوسکتا ہے کہ عدت ختم ہونے کے بعد کسی اور کے ذریعہ حمل ٹھہرا ہو اور اسی کا بچہ ہو، باپ کا بچہ ہونا ضروری نہیں۔ کیونکہ حمل کی کم سے کم مدت چھ ماہ ہے۔ اور یہ بچہ چھ ماہ کے بعد پیدا ہوا ہے۔ اس لئے بہت ممکن ہے کہ عدت

---

حاشیہ : (الف) حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ حمل دوسال سے زیادہ پیٹ میں نہیں رہ سکتا اور نہ تکلی کی لکڑی کے سایہ کی مقدار۔

**اشھر لم یثبت نسبہ[۲۱۲۰](۴۲) واذا ولدت المعتدة ولدا لم یثبت نسبہ عند ابی حنیفة رحمہ اللہ الا ان یشھد بولادتھا رجلان او رجل وامرأتان الا ان یکون ھناک حبل**

ختم ہونے کے بعد حمل ٹھہرا ہو (۲) اثر میں ہے کہ حمل کی کم سے کم مدت چھ ماہ ہیں۔ **ان عمر اتی بامرأة قد ولدت لستة اشھر فھم برجمھا فبلغ ذلک علیاً فقال لیس علیھا رجم فبلغ ذلک عمر فارسل الیہ فسألہ فقال والوالدات یرضعن اولادھن حولین کاملین لمن اراد ان یتم الرضاعة وقال تعالی وحملہ وفصالہ ثلاثون شھرا، فستة اشھر حملہ وحولین تمام لاحد علیھا او قال لا رجم علیھا فخلی عنھا ثم ولدت** (الف) (سنن للبیہقی، باب ماجاء فی اقل الحمل ج سابع ص ۷۲۷، نمبر ۱۵۵۴۹) اس اثر میں ہے کہ قرآن کریم میں دودھ پلانے اور حمل کی مجموعی مدت تیس مہینے قرار دی ہے۔ اور دوسری آیت میں دودھ پلانے کی مدت دو سال بتائی ہے جس کا حاصل یہ ہوا کہ حمل کی کم سے کم مدت چھ ماہ رہ گئی۔ اس لئے حمل کی کم سے کم مدت چھ ماہ ہے۔

[۲۱۲۰] (۴۲) جب معتدہ بچہ دے تو نہیں ثابت ہوگا امام ابو حنیفہ کے نزدیک مگر یہ کہ اس کی ولادت کی گواہی دے دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں، مگر یہ کہ حمل ظاہر ہو یا شوہر کی جانب سے اعتراف ہو تو اس کا نسب ثابت ہوگا بغیر شہادت کے۔

**تشریح** امام ابو حنیفہؒ کی رائے یہ ہے کہ عدت گزارنے والی عورت چونکہ شوہر کی بیوی نہیں رہی اور اب مکمل فراش نہیں رہی اس لئے اس کے بچے کا نسب تو ثابت کیا جائے گا لیکن تین باتوں میں سے ایک ہو تو نسب ثابت کیا جائے گا۔ ایک تو یہ کہ بچہ پیدا ہونے پر دو مرد گواہی دیں، یا ایک مرد اور دو عورتیں گواہی دیں۔ دوسرا یہ کہ حمل ظاہر ہو جس سے معلوم ہوتا ہو کہ کسی وقت بچے کی ولادت ہو سکتی ہے، اس صورت میں بھی ولادت ہونے پر بغیر گواہی کے بھی نسب ثابت ہو جائے گا۔ اور تیسری شکل یہ ہے کہ شوہر اعتراف کرے کہ یہ حمل میرا ہے تو پھر ولادت پر گواہی کے بغیر بھی اس کا نسب باپ سے ثابت کیا جائے گا تاہم ایک عورت کی گواہی سے نسب ثابت نہیں ہوگا۔

**وجہ** (۱) عدت گزار رہی ہے اس لئے وہ شوہر کی مکمل فراش نہیں ہے۔ اس لئے ثبوت نسب کے لئے ولادت پر مکمل گواہی چاہئے (۲) اثر میں ہے۔ **عن علی قال لاتجوز شھادة النساء بحتا فی درھم حتی یکون معھن رجل** (ب) (مصنف عبد الرزاق، باب شھادة المرأة فی الرضاع والنفاس ج ثامن ص ۳۳۲ نمبر ۱۵۴۱۹) اس اثر سے معلوم ہوا کہ صرف عورت کی گواہی ولادت کے بارے میں بھی قابل قبول نہیں ہے (۳) آیت میں ہے کہ معاملات میں دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی چاہئے۔ **واستشھدوا شھیدین من رجالکم فان لم یکونا رجلین فرجل وامرأتان ممن ترضون من الشھداء** (ج) (آیت ۲۸۲ سورة البقرة ۲) اور یہ چونکہ معاملہ ہے اس

---

حاشیہ : (الف) حضرت عمر کے پاس ایک عورت لائی گئی جس کو شادی کے بعد چھ مہینے میں بچہ ہوا تھا تو انہوں نے اس کو رجم کرنے کا ارادہ کیا۔ پس یہ بات حضرت علی کو پہنچی تو فرمایا اس پر رجم نہیں ہے۔ حضرت عمر کو خبر پہنچی تو ان کو بلوایا تو حضرت علی نے فرمایا آیت میں ہے کہ مائیں اپنی اولاد کو دو سال تک دودھ پلائے جو مدت رضاعت کو پوری کرنا چاہے۔ اور اللہ تعالی نے فرمایا حمل اور دودھ چھڑانا تیس مہینے تک ہے۔ پس چھ ماہ حمل کے، باقی دو سال مکمل رہے۔ اس لئے اس پر حد نہیں ہے یا فرمایا اس پر رجم نہیں ہے، پس حضرت عمرؓ نے اس عورت کو چھوڑ دیا (ب) حضرت علی نے فرمایا صرف عورتوں کی گواہی ایک درہم کے بارے میں بھی جائز نہیں ہے جب تک کہ اس کے ساتھ مرد نہ ہو (ج) تمہارے مردوں میں سے دو گواہ بناؤ، پس اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ہوں، جن کی گواہی سے تم راضی ہو۔

**ظاھرا او اعتراف من قبل الزوج فیثبت النسب من غیر شھادة[۲۱۲۱](۴۳) وقال ابو یوسف و محمد رحمھما اللہ یثبت فی الجمیع بشھادة امرأة واحدة[۲۱۲۲](۴۴) واذا تزوج الرجل امرأة فجائت بولد لاقل من ستة اشھر منذ یوم تزوجھا لم یثبت نسبه.**

---

لئے دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی چاہئے، یا پھر حمل ظاہر ہو، یا شوہر اعتراف کرے تو نسب ثابت ہوگا۔

[۲۱۲۱](۴۳) اور امام ابو یوسف اور امام محمد نے فرمایا ثابت ہوگا تمام میں ایک عورت کی گواہی سے۔

**تشریح** صاحبین کی رائے یہ ہے کہ عورت کے تمام پوشیدہ معاملات میں جن پر مرد کا مطلع ہونا مشکل ہے ایک عورت کی گواہی مقبول ہے اور اسی سے فیصلہ کیا جائے گا۔ مثلا ولادت کے سلسلے میں ایک دائی کی گواہی کافی ہے۔

**وجہ** عدت گزار رہی ہے اس لئے کچھ نہ کچھ فراش باقی ہے اس لئے ایک عورت کی گواہی کافی ہے (۲) چونکہ مرد کا اس پر مطلع ہونا مشکل ہے ورنہ تو گناہ ہوگا اس لئے عورت کی گواہی کافی ہے (۳) حدیث میں ہے۔ عن حذیفة ان رسول اللہ ﷺ اجاز شھادة القابلة (الف) (سنن للبیہقی، باب ماجاء فی عدد من الی عدد النساء ج عاشر ص ۲۵۴، نمبر ۲۰۵۴۲) (۳) اثر میں ہے۔ عن الشعبی والحسن قالا تجوز شھادة المرأة الواحدة فیما لا یطلع علیه الرجال (ب) (مصنف عبد الرزاق، باب شہادة امرأة فی الرضاع والنفاس ج ثامن، ص ۳۳۳ نمبر ۱۵۴۲۳ سنن للبیہقی، باب شھادة النساء لا رجل معھن فی الولادة وعیوب النساء ج عاشر ص ۲۵۳، نمبر ۲۰۵۳۹) اس اثر اور حدیث سے معلوم ہوا کہ ولادت کے بارے میں ایک عورت کی گواہی قابل قبول ہے (۴) حضورؐ نے دودھ پلانے کے سلسلے میں ایک عورت کی گواہی پر نکاح توڑنے کا مشورہ دیا۔ پوری حدیث بخاری شریف میں ہے۔ عن عقبة بن الحارث قال تزوجت امرأة فجائت امرأة فقالت انی قد ارضعتکما فاتیت النبی ﷺ فقال وکیف وقد قیل؟ دعھا عنک او نحوه (ج) (بخاری شریف، باب شہادة المرضعة ص ۳۶۳ نمبر ۲۶۶۰) اس حدیث میں ایک عورت کی گواہی پر نکاح کے توڑنے کا فیصلہ فرمایا۔

[۲۱۲۲](۴۴) اگر آدمی نے شادی کی کسی عورت سے اور بچہ جنا چھ مہینے سے کم میں جس دن سے شادی ہوئی ہے تو اس کا نسب ثابت نہیں ہوگا۔

**تشریح** مرد نے کسی عورت سے شادی کی۔ اور شادی کے دن سے چھ مہینے کے اندر اندر بچہ دیا تو اس بچے کا نسب باپ سے ثابت نہیں ہوگا۔

**وجہ** اوپر گزرا کہ حمل کی کم سے کم مدت چھ ماہ ہے۔ اور یہاں چھ ماہ سے پہلے سالم بچہ جنا تو اس کا مطلب ہوا کہ شادی سے پہلے عورت کسی اور مرد سے حاملہ ہو چکی تھی۔ اور یہ حمل اس شوہر کا نہیں ہے اس لئے اس سے نسب ثابت نہیں ہوگا۔

---

حاشیہ : (الف) آپؐ نے دائی کی گواہی کو جائز قرار دیا (ب) حضرت شعبی اور حسن نے فرمایا ایک عورت کی گواہی جائز ہے ان باتوں میں جن پر مرد مطلع نہ ہو سکتے ہوں (ج) عقبہ بن حارث نے فرمایا میں نے ایک عورت سے شادی کی۔ ایک عورت آئی اور کہنے لگی کی میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے۔ پس میں حضورؐ کے پاس آیا تو حضورؐ نے فرمایا کیسے نہیں ہوگا؟ جبکہ ایک بات کہہ دی گئی۔ بیوی کو چھوڑ دو یا اسی قسم کی بات کہی۔

**[۲۱۲۳](۴۵) وان جائت بـه لستة اشهـر فصـاعدا يثبت نسبه ان اعترف به الزوج او سكـت[۲۱۲۴](۴۶) وان جحد الولادة يثبت بشهـادة امرأة واحدة تشهـد بـالولادة [۲۱۲۵](۴۷) واكثر مدة الحمل سنتان واقله ستة اشهر.**

---

[۲۱۲۳](۴۵)اوراگر بچہ جنا چھ مہینے میں یا زیادہ میں تو اس کا نسب ثابت ہوگا،شوہر اس کا اعتراف کرے یا چپ رہے۔

**وجہ** چھ مہینے کے بعد بچہ دیا تو یقین کیا جا سکتا ہے کہ شادی کے بعد حمل ٹھہرا ہے اسلئے یہ بچہ شوہر کا ہے۔اس لئے اس سے نسب ثابت کیا جائے گا۔اگر وہ اعتراف کرتا ہے کہ بچہ میرا ہے تو واضح ہے۔اور اگر چپ رہتا ہے تب بھی نسب ثابت کیا جائے گا۔کیونکہ بیوی اس کا فراش ہے۔اور فراش والے سے نسب ثابت کیا جائے گا۔حدیث میں گزر چکا ہے۔**فقال الولد للفراش والعاهر الحجر واحتجبى منه يا سودة** (الف)(ابوداؤد شریف، باب الولد للفراش ص ۳۱۷ نمبر ۲۲۷۳)

[۲۱۲۴](۴۶)اور اگر ولادت کا انکار کیا تو ثابت کیا جائے گا نسب ایک عورت کی گواہی سے جو گواہی دے ولادت کی۔

**تشریح** شوہر نے ولادت کا انکار کیا تو یہاں دو مرد کی گواہی کی ضرورت نہیں ہوگی بلکہ صرف ایک عورت بچہ پیدا ہونے کی گواہی دے اسی سے نسب ثابت کر دیا جائے گا۔

**وجہ** اس لئے کہ عورت شوہر کا فراش تو ہے ہی اس لئے جب بھی بچہ پیدا ہوگا اس کا نسب شوہر سے ثابت کیا جائے گا۔اس لئے اختلاف ثبوت نسب میں نہیں ہے صرف بچہ پیدا ہونے اور نہ ہونے میں ہے۔اور اس کا ثبوت صرف ایک عورت کی گواہی سے ہو سکتا ہے۔اس لئے ایک عورت بچہ پیدا ہونے کی گواہی دے اسی سے نسب ثابت ہو جائے گا (۲) حدیث گزر چکی ہے۔**عـن حـذيفة ان رسول الله اجاز شهادة القابلة** (ب)(سنن للبیہقی، باب ماجاء فی عدد ھن الی شہادۃ النساء ج عاشر،ص ۲۵۴،نمبر ۲۰۵۴۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک عورت کی گواہی سے نسب ثابت کیا جائے گا۔

[۲۱۲۵](۴۷)حمل کی زیادہ سے زیادہ مدت دو سال ہے اور کم سے کم چھ ماہ ہیں۔

**تشریح** علوق کے بعد سے ایک بچہ زیادہ سے زیادہ دو سال تک رہ سکتا ہے۔اس سے زیادہ نہیں۔اور کم سے کم چھ ماہ میں سالم بچہ پیدا ہو سکتا ہے۔اس سے پہلے نہیں۔اگر اس سے پہلے بچہ پیدا ہوا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ چھ ماہ سے پہلے حمل ٹھہرا ہے۔البتہ اس سے پہلے سقط پیدا ہو سکتا ہے جو ناقص بچہ ہوتا ہے۔

**وجہ** اثر میں ہے۔**عـن عـائشة قـالـت مـا تـزيد المرأة فى الحمل على سنتين ولا قدر ما يتحول ظل عود المغزل** (ج)(سنن للبیہقی، باب ماجاء فی اکثر الحمل ج سابع،ص ۷۲۸،نمبر ۱۵۵۵۲)

---

حاشیہ : (الف) آپؐ نے فرمایا بچہ فراش والے کے لئے ہوگا۔اور زانی کو محروم کیا جائے گا،اے سودہ اس سے پردہ کر لو (ب) آپؐ نے دائی کی گواہی کو جائز قرار دیا (ج) حضرت عائشہ نے فرمایا عورت کا حمل دو سال سے زیادہ نہیں رہ سکتا چاہے تکلی کے سایہ کے برابر ہو۔

**[۲۱۲۶] (۴۸) واذا طلق الذمی الذمیة فلا عدة علیھا[۲۱۲۷](۴۹) وان تزوجت**

اورکم سے کم مدت چھ ماہ ہے۔اس کی دلیل یہ اثر ہے۔**ان عمر اتی بامرأة قد ولدت لستةاشھر فھم برجمھا فبلغ ذلک علیا فقال لیس علیھا رجم فبلغ ذلک عمر فارسل الیہ فسألہ فقال والوالدات یرضعن اولادھن حولین کاملین لمن اراد ان یتم الرضاعة ،وقال : وحملہ وفصالہ ثلاثون شھرا، فستة اشھر حملہ وحولین تمام لا حد علیھا او قال لا رجم علیھا فخلی عنھا ثم ولدت** (الف)(سنن للبیہقی ،باب ماجاء فی اقل الحمل ج سابع ص ۷۲۷،نمبر ۱۵۵۴۹)اس اثر سے معلوم ہوا کہ حمل کی کم سے کم مدت چھ ماہ ہے۔

[۲۱۲۶](۴۸)اگر ذمی مرد ذمیہ عورت کوطلاق دے تو اس پر عدت نہیں ہے۔

**وجہ** عدت ایک قسم کی عبادت ہے جس کا مخاطب مسلمان عورت ہے۔اس لئے ذمیہ عورت پر عدت نہیں ہے(۲) آیت میں اس کا اشارہ موجود ہے۔**والمطلقات یتربصن بانفسھن ثلاثة قروء ولا یحل لھن ان یکتمن ما خلق اللہ فی ارحامھن ان کن یؤمن باللہ والیوم الآخر** (ب)( آیت ۲۲۸ سورۃ البقرۃ ۲)اس آیت میں عدت گزارنے کے بارے میں فرمایا اگر وہ اللہ اور یوم خرت پر ایمان رکھتی ہو۔جس کا مطلب یہ ہوا کہ مسلمان ہو تو اس پر یہ احکامات ہیں۔اس لئے کافرہ پر عدت نہیں ہے۔

[۲۱۲۷](۴۹)اگر زنا سے حاملہ شدہ عورت سے شادی کی تو نکاح جائز ہے لیکن اس سے وطی نہ کرے جب تک وضع حمل نہ ہو جائے۔

**تشریح** ایک عورت زنا کرانے کی وجہ سے حاملہ ہوگئی ہے تو اس سے کوئی شادی کرے تو شادی کرنا جائز ہے۔البتہ بچہ پیدا ہونے تک اس سے شوہر جماع نہ کرے۔

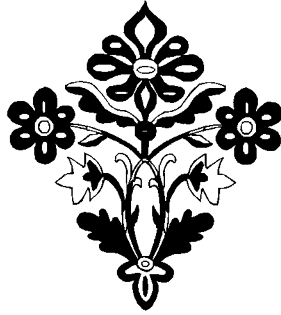
**وجہ** بچہ ثابت النسب نہیں ہے اس لئے اس سے شادی کرنا جائز ہے تاکہ اس کا گناہ چھپ جائے۔لیکن پیٹ میں دوسرے کا بچہ ہے اس لئے وطی نہ کرے(۲) حدیث میں ہے۔**عن رویفع بن ثابت عن النبی ﷺ قال من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلا یسق ماء ہ ولد غیرہ** (ج)(ترمذی شریف، باب ماجاء فی الرجل یشتری الجاریۃ وھی حامل ص ۲۱۴ نمبر ۱۱۳۱/ابوداؤد شریف، باب فی وطئ السبایا ص ۳۰۰ نمبر ۲۱۵۷)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دوسرے کی حاملہ عورت سے وطی کرنا جائز نہیں ہے۔اور زنا سے حاملہ عورت سے شادی کرنا جائز ہے اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔**یقال لہ بصرة قال تزوجت امرأة بکرا فی سترھا فدخلت علیھا فاذا ھی حبلی فقال النبی**

---

حاشیہ : (الف)حضرت عمرؓ کے پاس ایک عورت لائی گئی جس نے شادی کے بعد چھ ماہ میں بچہ دیا تھا۔پس اس کے رجم کرنے کا ارادہ کیا تو یہ خبر حضرت علیؓ کو پہنچی۔تو انہوں نے فرمایا اس پر رجم نہیں ہے۔پس یہ خبر حضرت عمر کو پہنچی تو حضرت علی کو بلایا اور ان کو پوچھا۔انہوں نے فرمایا کہ آیت میں ہے کہ مائیں اپنی اولاد کو مکمل دو سال دودھ پلائیں جو رضاعت کو پوری کرنا چاہیں۔اور آیت میں فرمایا حمل اور دودھ پلانا تیس مہینے کا ہوتا ہے۔پس چھ ماہ حمل کے اور دو سال مکمل۔اس پر حد نہیں ہے یا فرمایا اس پر رجم نہیں ہے۔پس حضرت عمر نے عورت کو چھوڑ دیا(ب)طلاق شدہ عورتیں اپنے آپ کو تین حیض تک روکے رکھیں اور ان کے لئے حلال نہیں ہے کہ چھپائے جو ان کے رحموں میں اللہ نے پیدا کیا اگر وہ اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہوں(ج) آپؐ نے فرمایا جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنا پانی دوسرے کے بچے کو نہ پلائے۔

## الحامل من الزنا جاز النکاح ولا یطأھا حتی تضع حملھا.

ﷺ لھا الصداق بما استحللت من فرجھا والولد عبد لک فاذا ولدت قال الحسن فاجلدھا (الف)(ابوداؤدشریف، باب الرجل یتزوج المرأة فیجدھا حبلی ص ۲۹۷ نمبر ۲۱۳۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نکاح کرنا جائز ہے۔اسی لئے تو عورت کے لئے مہر لازم کیا۔



حاشیہ : (الف) بصرہ نے کہا کہ میں ایک پردے والی عورت سے شادی کی۔اس کے پاس گیا تو وہ حاملہ تھی۔آپؐ نے فرمایا اس کے لئے مہر ہے،اس وجہ سے کہ تم نے اس کے فرج کو حلال کیا اور بچہ تمہارا غلام ہوگا۔پس جب بچہ دے چکی تو حضرت حسن نے فرمایا اس کو کوڑے لگائے۔

# ﴿ كتاب النفقات ﴾

**[۲۱۲۸](۱) النفقة واجبة للزوجة على زوجها مسلمة كانت او كافرة اذا سلمت نفسها**

---

﴿ كتاب النفقات ﴾

**ضروری نوٹ** کسی کو کھانا وغیرہ دینے کو نفقہ کہتے ہیں۔نفقہ بیوی کے لئے ہوتا ہے،مطلقہ کے لئے ہوتا ہے اور اولاد کے لئے ہوتا ہے،والدین کے لئے ہوتا ہے اور ذوی الارحام کے لئے ہوتا ہے۔اس کا ثبوت اس آیت میں ہے۔ **اسکنوهن من حيث سكنتم من وجدكم ولا تضاروهن لتضيقوا عليهن وان كن اولات حمل فانفقو عليهن حتى يضعن حملهن فان ارضعن لكم فأتوهن اجورهن وأتمروا بينكم بمعروف وان تعاسرتم فسترضع له اخرى ٥ لينفق ذوسعة من سعته ومن قدر عليه رزقه فلينفق مما آتاه الله لا يكلف الله نفسا الا مآتاها سيجعل الله بعد عسر يسرا** (الف)(آیت ۷ سورة الطلاق ۶۵) اس آیت میں تفصیل کے ساتھ حاملہ کے سکنی اور نفقے کا تذکرہ ہے(۲) دوسری آیت میں ہے۔ **وعلى المولود له رزقهن وكسوتهن بالمعروف** (آیت ۲۳۳ سورة البقرة ۲) اس آیت میں دودھ پلانے والی عورت کے نان ونفقے اور کپڑا دینے کا تذکرہ ہے(۳) حضورؐ نے حجۃ الوداع میں لمبی تقریر فرمائی جس کا ایک ٹکڑا یہ ہے۔ **ولهن عليكم رزقهن وكسوتهن بالمعروف** (ب)(مسم شریف، باب حجۃ النبیؐ ص ۳۹۴ نمبر ۱۲۱۸/ابو داؤد شریف، باب صفۃ حجۃ النبیؐ ص ۲۶۹ نمبر ۱۹۰۵) اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ بیوی کے لئے شوہر پر مناسب روزی اور کپڑا لازم ہے۔

[۲۱۲۸](۱) نفقہ واجب ہے بیوی کے لئے شوہر پر مسلمان ہو یا کافرہ ہو جب کہ اپنے آپ کو سپرد کردے شوہر کے گھر میں تو اس پر اس کا نفقہ ہے،اور اس کا لباس ہے اور اس کی رہائش ہے۔

**تشریح** بیوی مسلمان ہو یا اہل کتاب ہو جب اس نے اپنے آپ کو شوہر کے حوالے کر دیا تو شوہر پر بیوی کا نفقہ،اس کا لباس اور اس کی رہائش لازم ہیں۔

**وجہ** نفقہ احتباس کا بدلہ ہے۔اس لئے عورت نے اپنے آپ کو سپرد کر دیا تو شوہر پر اس کا بدلہ نفقہ،سکنی اور کپڑا لازم ہو گیا جو اس معاشرے میں چلتا ہے(۲) اوپر آیت گزری۔ **على المولود له رزقهن وكسوتهن بالمعروف** (آیت ۲۳۳ سورة البقر(۲) اور حدیث بھی گزری۔ **ولهن عليكم رزقهن وكسوتهن بالمعروف** (ج)(مسلم شریف، باب حجۃ النبیؐ ص ۳۹۴ نمبر ۱۲۱۸) جس سے معلوم ہوا کہ بیوی کا نفقہ شوہر پر لازم ہے۔اپنے آپ کو سپرد کرنے پر نفقہ لازم ہوگا اس کی دلیل یہ اثر ہے۔ **عن عطاء في الرجل يتزوج المرأة قال لا نفقة لها حتى يدخل بها** (د)(مصنف ابن ابی شیبۃ ۱۹۹ مقالوا فی الرجل یتزوج المرأۃ فتطلب النفقۃ قبل ان یدخل بھا ج لھا ذلک

---

حاشیہ : (الف) جہاں تم رہو اپنی گنجائش کے مطابق وہیں بیوی کو رکھو۔اور ان کو تکلیف نہ دو تنگ کرنے کے لئے۔اور اگر حاملہ ہیں تو ان پر خرچ کرو وضع حمل تک،پس اگر تمہارے لئے دودھ پلائے تو ان کو ان کی اجرت دو اور معروف کے ساتھ ان سے مشورہ کرو(ب) عورتوں کا تم پر نفقہ اور کپڑا ہے مناسب انداز میں(ج) عورتوں کا تم پر نفقہ اور کپڑا ہے مناسب انداز میں(د) حضرت عطاء نے فرمایا آدمی عورت سے شادی کرے؟ فرمایا اس کے لئے اس وقت تک نفقہ نہیں ہے(باقی اگلے صفحہ پر)

**فی منزله فعليه نفقتها وكسوتها وسكناها[۲۱۲۹](۲) يعتبر ذلك بحالهما جميعا موسرا كان الزوج او معسرا[۲۱۳۰](۳) فان امتنعت من تسليم نفسها حتى يعطيها**

---

ج رابع ،ص ۱۷۵،نمبر ۱۹۰۱۸)اس اثر سے معلوم ہوا کہ سپرد کرنے سے پہلے بیوی نفقہ کی حقدار نہیں ہے۔

[۲۱۲۹](۲)نفقے کا اعتبار کیا جائے گا دونوں کی حالتوں سے مالدار ہو شوہر یا تنگدست۔

**تشریح** حنفیہ کے نزدیک یہ نہیں ہے کہ شوہر مالدار ہے تو اس کی رعایت کرتے ہوئے مالدار کا نفقہ لازم ہو بلکہ دونوں کے درمیان کا نفقہ لازم ہوگا۔مثلا شوہر مالدار ہے اور عورت غریب ہو تو مالدار سے کم اور غریب سے زیادہ کا نفقہ لازم ہوگا۔

**وجہ** حدیث میں ہے۔**قالت هند يا رسول الله ان ابا سفيان رجل شحيح فهل علی جناح ان آخذ من ماله ما يكفينی وبنی ؟ قال خذی بالمعروف** (الف)(بخاری شریف، باب وعلی الوارث مثل ذلک ص ۸۰۸ نمبر ۵۳۷۰)اس حدیث میں عورت کی حیثیت زیادہ تھی اور شوہر کم دے رہے تھے تو آپؐ نے معروف کے ساتھ زیادہ نفقہ لینے کی اجازت دی۔جس سے معلوم ہوا کہ درمیانہ نفقہ لازم ہوگا۔

**فائدہ** امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ نفقہ میں مرد کی حالت کا اعتبار ہوگا۔یعنی مرد مالدار ہے تو مالدار کا نفقہ لازم ہوگا اور غریب ہے تو غریب کا نفقہ لازم ہوگا۔

**وجہ** آیت میں ہے۔**لينفق ذو سعة من سعته ومن قدر عليه رزقه فلينفق مما آتاه الله لا يكلف الله نفسا الا ما آتاها** (ب)(آیت ۷ سورۃ الطلاق ۶۵)اس آیت میں شوہر کو مخاطب کر کے کہا کہ اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرے۔اور یہ بھی کہا کہ جس پر تنگی ہوگئی ہو وہ اللہ کے مال میں سے خرچ کرے۔جس کا مطلب یہ ہوا کہ شوہر کی حالت کے اعتبار سے نفقہ لازم ہوگا۔**عن جده معاوية القشيری قال اتيت رسول الله قال فقلت ما تقول فی نسائنا قال اطعموهن مما تأكلون واكسوهن مما تكتسون** (ج)(ابوداؤد شریف، باب فی حق المرأۃ علی زوجہا ص ۲۹۸ نمبر ۲۱۴۴)اس حدیث میں ہے کہ جو کھاتے ہو وہ کھلاؤ جس سے معلوم ہوا کہ مرد کا اعتبار ہے۔

[۲۱۳۰](۳)اگر عورت باز رہے اپنے آپ کو سپرد کرنے سے یہاں تک کہ اس کو مہر دے تو اس کے لئے نفقہ ہے۔

**تشریح** عورت اپنے آپ کو اس لئے سپرد نہیں کر رہی ہے کہ مہر دے تب اپنے آپ کو سپرد کروں گی تو اس صورت میں عورت کو نفقہ ملے گا۔

**وجہ** اس لئے کہ عورت اپنے حق کی وجہ سے سپرد نہیں کر رہی ہے اس لئے وہ ناشزہ نہیں ہوئی اور گویا کہ سپرد کر دیا اس لئے اس کو نفقہ ملے گا۔

---

حاشیہ : (پچھلے صفحہ سے آگے) جب تک اس سے صحبت نہ کر لے (الف) حضرت ہند نے فرمایا اے اللہ کے رسول حضرت ابوسفیان بخیل آدمی ہیں۔تو کیا مجھ پر کوئی گناہ ہے؟ کہ میں ان کے مال میں سے اتنا لے لوں جو مجھ کو اور میرے بچوں کو کافی ہو؟ حضورؐ نے فرمایا مناسب نفقہ لے لو (ب) گنجائش والوں کو گنجائش کے مطابق خرچ کرنا چاہئے اور جس کی روزی میں تنگی ہو تو اس کو اتنا خرچ کرنا چاہئے جتنا اس کو اللہ نے دیا ہے۔اللہ نہیں مکلف بناتے ہیں کسی آدمی کو مگر جتنا اس کو اللہ نے دیا ہے (ج) معاویہ قشیری فرماتے ہیں کہ میں حضورؐ کے پاس آیا۔میں نے کہا آپ عورتوں کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ فرمایا ان کو وہ کھلاؤ جو تم کھاتے ہو اور ان کو وہ پہناؤ جو تم پہنتے ہو۔

**مهرها فلها النفقة[ ۲۱۳۱ ](۴) وان نشزت فلا نفقة لها حتی تعود الی منزله[ ۲۱۳۲ ](۵) وان کانت صغیرة لا یُستمتع بها فلا نفقة لها وان سلمت الیه نفسها.**

[۲۱۳۱](۴)اور اگر نافرمانی کی تو اس کے لئے نفقہ نہیں ہے یہاں تک کہ گھر نہ لوٹ آئے۔

**تشریح** عورت نے نافرمانی کی اور گھر سے نکل گئی تو اب اس کے لئے نفقہ نہیں ہے جب تک کہ گھر واپس نہ آئے۔

**وجہ** نافرمان عورت کا احتباس نہیں رہا اور نفقہ احتباس کی وجہ سے ہوتا ہے۔اس لئے اس کے لئے نفقہ نہیں ہوگا (۲) ایک عورت نے نافرمانی کی تو اس کو نفقہ نہیں ملا۔حدیث میں ہے۔عن فاطمة بنت قیس ان ابا عمرو بن الحفص طلقها البتة وهو غائب فارسل الیها وکیله بشعیر فتسخطته فقال والله مالک علینا من شیء فجائترسول الله فذکرت ذلک له فقال لها لیس لک علیه نفقة (الف) (ابوداؤد شریف، باب فی نفقة المبتوتة ص۳۱۸ نمبر ۲۲۸۴) دوسرے اثر میں ہے۔عن سلیمان ابن یسار فی خروج فاطمة قال انما کان ذلک من سوء الخلق (ب) ابوداؤد شریف، باب من انکر ذلک علی فاطمة بنت قیس ص۳۲۰ نمبر ۲۲۹۴ رمسلم شریف، باب المطلقة البائن لا نفقة لها ص۴۸۳ نمبر ۱۴۸۰) اس حدیث میں عورت نے شوہر کے وکیل کے ساتھ بدزبانی کی تو اس کو نفقہ نہیں دیا گیا جس سے معلوم ہوا کہ نافرمان عورت کے لئے نفقہ نہیں ہے، ہاں! گھر واپس آجائے تو اس کو نفقہ ملے گا (۲) اثر میں ہے۔ عن الشعبی انه سئل عن امرأة خرجت من بیتها عاصیة لزوجها الها نفقة ؟ قال لا وان مکثت عشرین سنة (ج) (مصنف ابن ابی شیبة ۲۰۰ ما قالوا فی المرأة تخرج من بیتها وهی عاصیة لزوجها الها النفقة ج رابع ص۱۷۶، نمبر ۱۹۰۲۳ رمصنف عبد الرزاق، نمبر ۱۲۳۵۲) اس اثر سے معلوم ہوا کہ نافرمانی کر کے نکل جائے تو اس کے لئے نفقہ نہیں ہے۔

**لغت** نشزت : نافرمانی کرنا، تعود : واپس لوٹنا۔

[۲۱۳۲](۵)اور اگر اتنی چھوٹی ہو کہ اس سے فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا ہو تو اس کے لئے نفقہ نہیں ہے اگر چہ اپنے آپ کو حوالے کر دی ہو۔

**تشریح** مثلا چھ سات سال کی بچی ہو جس سے صحبت کرنا ناممکن ہو۔اگر اس نے اپنے آپ کو شوہر کے حوالے کر دیا پھر بھی اس کو نفقہ نہیں ملے گا۔

**وجہ** حوالے کرنے کا مقصد یہ تھا کہ اس سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہو۔اور جب اس سے فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا ہو تو گویا کہ احتباس نہیں ہوا اس لئے اس کے لئے نفقہ نہیں ہوگا۔اثر میں ہے۔ عن عطاء فی الرجل یتزوج المرأة قال لا نفقة لها حتی یدخل بها (د) (مصنف ابن ابی شیبة ۱۹۹ ما قالوا فی الرجل یتزوج المرأة فتطلب النفقة قبل ان یدخل بها هل لها ذلک؟ ج رابع، ص۱۷۵، نمبر ۱۹۰۱۸ رکتاب الآثار لامام محمد، باب نفقة التی لم یدخل بها ص۱۱۲، نمبر ۵۱۹)

حاشیہ : (الف) عمرو بن حفص نے بائنہ طلاق دی اس حال میں کہ وہ غائب تھے، پس اس کے وکیل نے جو بھیجا تو فاطمہ بنت قیس غصہ ہو گئی تو عمرؓ نے فرمایا خدا کی قسم تمہارا مجھ پر کوئی حق نہیں ہے، پھر وہ حضورؐ کے پاس آئی اور اس کا تذکرہ کیا تو آپؐ نے فرمایا تمہارا اس پر نفقہ نہیں ہے (ب) سلیمان بن یسار فاطمہ کے نکلنے کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ اس کی بداخلاقی کی وجہ سے ہوا (ج) حضرت شعبی سے عورت کے بارے میں پوچھا جو شوہر کی نافرمان ہو کر گھر سے نکل گئی ہو کیا اس کو نفقہ ملے گا؟ فرمایا نہیں! اگر چہ بیس سال تک وہ ٹھہری رہے (د) حضرت عطاء نے فرمایا کوئی آدمی شادی کرے تو اس وقت اس کے لئے نفقہ نہیں ہے جب تک صحبت نہ کر لے۔

[۲۱۳۳](٦) وان كان الزوج صغيرا لا يقدر على الوطئ والمرأة كبيرة فلها النفقة من ماله[۲۱۳۴](٧) واذا طلق الرجل امرأته فلها النفقة والسكنى فى عدتها رجعيا كان او

فائدہ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ چونکہ عورت شوہر کے گھر جا چکی ہے اور حوالے کر چکی ہے اس لئے ظاہری طور پر احتباس ہو گیا اس لئے چاہے اس سے فائدہ نہ اٹھا سکتا ہو پھر بھی اس کے لئے نفقہ ہوگا۔

وجہ حدیث ولهن عليكم رزقهن وكسوتهن بالمعروف (مسلم شریف نمبر ۱۲۱۸) میں بالغ اور نابالغ بیوی کا فرق نہیں کیا بلکہ ہر قسم کی بیوی کے لئے نفقہ لازم کیا اس لئے صغیرہ کے لئے بھی نفقہ ہوگا۔

[۲۱۳۳](٦) اور اگر شوہر چھوٹا ہو، صحبت پر قدرت نہ رکھتا ہو اور عورت بڑی ہو تو اس کے لئے نفقہ ہوگا شوہر کے مال سے۔

تشریح شوہر اتنا چھوٹا ہے کہ صحبت پر قدرت نہیں رکھتا ہے اور بیوی بالغ ہے اور اپنے آپ کو سپرد کر چکی ہو تو اس کو شوہر کے مال سے نفقہ ملے گا۔

وجہ بیوی نے اپنے آپ کو سپرد کر دیا ہے اس لئے اس کو نفقہ ملے گا چاہے شوہر اس سے استفادہ نہ کر سکتا ہو۔ کیونکہ بیوی کی جانب سے احتباس ہو گیا ہے (۲) عن ابراهيم فى الرجل يتزوج المرأة فلا يبنى بها قال : ان كان الحبس من قبل الرجل فعليه النفقة وان كان من قبل المرأة فلا نفقة لها، قال محمد: وبه ناخذ، اذا كانت صغيرة لا تجامع مثلها فلا نفقة لها. وان كانت كبيرة والزوج صغير لا يجامع مثله فلها النفقة عليه فى ماله وهو قول ابى حنيفة رحمة الله عليه (کتاب الآثار لامام محمد، باب نفقة التى لم يدخل بها ص ۱۱۲، نمبر ۵۱۹)

[۲۱۳۴](٧) اگر شوہر نے بیوی کو طلاق دی تو اس کے لئے نفقہ اور سکنے ہے اس کی عدت میں طلاق رجعی دی ہو یا بائنہ۔

تشریح شوہر نے طلاق رجعی دی ہو یا بائنہ، جب تک عدت گزار رہی ہو شوہر پر نفقہ اور سکنے لازم ہے۔

وجہ آیت میں ہے کہ مطلقہ عورت کو گھر سے نہ نکالو بلکہ اس کو سکنی دو اور جب سکنی ہوگا تو نفقہ بھی ملے گا۔ يا ايها النبى اذا طلقتم النساء فطلقوهن لعدتهن واحصوا العدة واتقوا الله ربكم لا تخرجوهن من بيوتهن ولا يخرجن ال ان يأتين بفاحشة مبينة (الف) (آیت ا سورہ الطلاق ٦٥) (۲) حدیث میں ہے۔ عن جابر عن النبى ﷺ قال المطلقة ثلاثا لها السكنى والنفقة (ب) (دار قطنی، کتاب الطلاق ج رابع ص ۱۵ نمبر ۳۹۰۴) (۳) قال عمر لانترك كتاب الله وسنة نبينا لقول امرأة لا ندرى لعلها حفظت او نسيت لها السكنى والنفقة وتلا الآية قال الله عز وجل لا تخرجوهن من بيوتهن ، سورة الطلاق ٦ آیت ا (ج) (مسلم شریف، باب المطلقة البائن لا نفقة لها ص ۴۸۳ نمبر ۱۴۸۰/۳۷۱۰ ابوداؤد شریف، باب من انکر ذلک علی فاطمة بنت قیس

حاشیہ : (الف) اے نبی! اگر آپ عورتوں کے طلاق دیں تو ان کی عدت کے موقع پر طلاق دیں اور عدت گنیں۔ اور اپنے رب اللہ سے تقوی اختیر کریں۔ ان کو گھروں سے نہ نکالیں اور وہ خود بھی نہ نکلیں مگر یہ کہ فاحشہ مبینہ کریں یعنی بدزبانی کرنے لگیں (ب) آپؐ نے فرمایا مطلقہ ثلاثہ کے لئے سکنے اور نفقہ ہے (ج) حضرت عمرؓ نے فرمایا ہم اللہ کی کتاب اور نبی کی سنت کو ایک عورت کی بات کی وجہ سے نہیں چھوڑ سکتے۔ معلوم نہیں اس نے یاد رکھا یا بھول گئی۔ اس کے لئے نفقہ اور سکنی ہے۔ پھر یہ آیت تلاوت کی کہ عورتوں کو ان کے گھروں سے نہ نکالو۔

**بـائـنـا[۲۱۳۵](۸) ولا نفقة للمتوفی عنها زوجها[۲۱۳۶](۹) وکل فرقة جائت من قبل المرأة بمعصیة فلا نفقة لها.**

---

ص۳۲۰نمبر۲۲۹۱)اس حدیث اور اثر سے معلوم ہوا کہ عدت گزارنے والی عورت کے لئے نفقہ اور سکنی ہے(۴) معتدہ شوہر کے لئے عدت گزار رہی ہے تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ پیٹ میں بچہ ہے یا نہیں اس لئے شوہر پر اس کا نفقہ لازم ہوگا۔

**فائدہ** امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ بائنہ طلاق والی کے لئے نفقہ نہیں ہے۔

**وجہ** بائنہ طلاق والی کسی طرح بیوی نہیں ہے اور نہ اس کے پیٹ میں شوہر کا بچہ ہے اس لئے اس کے لئے نفقہ نہیں ہوگا(۲) حدیث میں ہے۔فاطمہ بنت قیس کی لمبی حدیث ہے جس میں ان کو نفقہ اور سکنے نہیں دیا گیا۔**عن فاطمة بنت قیس ... قالت فذکرت ذلک لرسول الله فقال لا نفقة لک ولا سکنی** (الف)(مسلم شریف، باب المطلقة البائن لا نفقة لھا ص۴۸۳ نمبر۱۴۸۰/ابوداؤد شریف، باب فی نفقة المبتوتة ص۳۱۹ نمبر۲۲۸۴)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بائنہ معتدہ کے لئے نفقہ اور سکنی نہیں ہے۔

[۲۱۳۵](۸)اور نفقہ نہیں متوفی عنہا زوجہا کے لئے۔

**تشریح** جس عورت کا شوہر مر گیا ہو اور وہ عدت گزار رہی ہو تو اس کے لئے نفقہ نہیں ہے۔

**وجہ** نفقہ اس لئے نہیں ہے کہ عورت کا عدت گزارنا شوہر کے حق کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ شرعی حق کی وجہ سے ہے جس کو عبادت میں شمار کیا گیا ہے۔اور یہی وجہ ہے کہ متوفی عنہا زوجہا کی عدت حیض سے نہیں بلکہ ایام کی گنتی سے چار مہینے اور دس دن ہیں چاہے اس کو حیض آتا ہو یا نہ آتا ہو(۲) شوہر کے مرنے کے بعد جو مال وہ چھوڑتا ہے اس میں اس کی ملکیت باقی نہیں رہتی ہے بلکہ وہ دوسروں (وارثوں) کا ہو جاتا ہے۔اور دوسروں کے اموال میں کسی کا نفقہ مقرر کرنا جائز نہیں ہے۔

[۲۱۳۶](۹)ہر وہ تفریق جو عورت کی جانب سے آئے معصیت کی وجہ سے تو اس کے لئے نفقہ نہیں ہے۔

**تشریح** عورت کی غلطی اور اس کی معصیت کی بنا پر تفریق ہوئی تو عورت کو نفقہ نہیں ملے گا۔

**وجہ** چونکہ عورت کی نافرمانی کی وجہ سے فرقت ہوئی ہے،شوہر کی شرارت نہیں ہے اس لئے عورت کو عدت کا نفقہ نہیں ملے گا(۲) فاطمہ بنت قیس کی نافرمانی تھی اس لئے اس کو نفقہ اور سکنی نہیں ملا۔اثر میں ہے۔**عن سلیمان بن یسار فی خروج فاطمة قال انما کان ذلک من سوء الخلق** (ب)(ابوداؤد شریف، باب من انکر ذلک علی فاطمة بنت قیس ص۳۲۰ نمبر۲۲۹۴)اس اثر سے معلوم ہوا کہ عورت کی نافرمانی ہو جس کی وجہ سے تفریق ہوئی ہو تو اس کو نفقہ نہیں ملے گا۔اثر میں ہے۔**عن عامر قال لیس للرجل ان ینفق علی امرأته اذا کان بالحبس من قبلها** (ج)(مصنف ابن ابی شیبة ۱۹۹ ما قالوا فی الرجل یتزوج المرأة فتطلب النفقة قبل ان یدخل بھا ھل لھا ذلک؟ ج رابع،

---

حاشیہ : (الف) حضرت فاطمہ بنت قیس فرماتی ہیں کہ میں اس کا تذکرہ (یعنی طلاق بائنہ کا تذکرہ) حضورؐ کے سامنے کیا تو آپؐ نے فرمایا تیرے لئے نہ نفقہ ہے اور نہ سکنے ہے (ب) سلیمان بن یسار حضرت فاطمہ کے گھر سے نکلنے کے بارے میں فرماتے ہیں کہ بدزبانی کی وجہ سے ہوا ہے (ج) حضرت عامر فرماتے ہیں کہ شوہر پر ضروری نہیں ہے کہ بیوی کو نفقہ دے جبکہ قید خود اس کی وجہ سے ہو۔

[۲۱۳۷](۱۰) وان طلقها ثم ارتدت سقطت نفقتها[۲۱۳۸](۱۱) وان مکّنت ابن زوجها من نفسها فان كان بعد الطلاق فلها النفقة وان كان قبل الطلاق فلا نفقة لها.

ص۱۷۶،نمبر۱۹۰۲۲)لیکن کسی حق کو وصول کرنے کے لئے نافرمانی کی ہو تو نفقہ ساقط نہیں ہوگا۔

[۲۱۳۷](۱۰)اگر عورت کو طلاق دی پھر وہ مرتد ہوگئی تو اس کا نفقہ ساقط ہو جائے گا۔

**وجہ** اوپر گزرا کہ عورت کی جانب سے نافرمانی ہو تو اس کو نفقہ نہیں ملے گا اور یہاں مرتد ہو کر عورت نے نافرمانی کی اس لئے اس کو نفقہ نہیں ملے گا (۲) نفقہ مسلمان عورت کو ملتا ہے اور یہ کافرہ ہوگئی اس لئے اس کو کیسے نفقہ ملے گا۔

[۲۱۳۸](۱۱)اگر عورت نے شوہر کے بیٹے کو قدرت دی اپنی ذات پر پس اگر طلاق کے بعد ہو تو عورت کے لئے نفقہ ہوگا اور اگر طلاق سے پہلے ہے تو اس کے لئے نفقہ نہیں ہے۔

**تشریح** دوسری بیوی سے شوہر کا بیٹا تھا عورت نے اس سے صحبت کرالی، پس اگر طلاق بائنہ واقع ہونے کے بعد صحبت کرائی تو اس کو نفقہ ملے گا۔اور اگر طلاق سے پہلے صحبت کرالی جس کی وجہ سے تفریق ہوئی تو اس کو نفقہ نہیں ملے گا۔

**وجہ** طلاق کے بعد صحبت کرائی تو صحبت کرانے سے تفریق نہیں ہوئی بلکہ طلاق بائنہ واقع ہونے سے تفریق ہو چکی ہے اور وہ عدت گزار رہی ہے اس لئے سوتیلے بیٹے سے زنا کرانا گناہ ضرور ہے لیکن چونکہ یہ تفریق کا سبب نہیں ہے اس لئے نفقہ ساقط نہیں ہوگا۔کیونکہ اس کی نافرمانی نہیں ہوئی۔

اور اگر طلاق سے پہلے شوہر کے بیٹے سے صحبت کرائی تو اس کو نفقہ نہیں ملے گا۔

**وجہ** طلاق سے پہلے سوتیلے بیٹے سے صحبت کرائی اس لئے صحبت کی وجہ سے نکاح ٹوٹا اور وہ تفریق کا سبب بنا اور یہی عورت کی نافرمانی اور معصیت کی وجہ سے ہے اس لئے عورت کو عدت کا نفقہ نہیں ملے گا (۲) اس کے لئے اثر اوپر گزر چکا ہے۔قال انما كان ذلك من سوء الخلق (ابوداؤد شریف، نمبر۲۲۹۴)

**اصول** یہ سب مسئلے اس اصول پر ہیں کہ عورت کی جانب سے غلطی کی وجہ سے تفریق ہوئی ہو یا احتباس نہ ہوا ہو تو عورت کو نفقہ نہیں ملے گا۔اور مرد کی جانب سے طلاق ہوئی ہو تو نفقہ ملے گا۔اس حدیث سے اس کی تائید ہوتی ہے۔عن عامر عن فاطمة بنت قيس قالت قال رسول الله ﷺ المطلقة ثلاثا لاسكنى لها ولا نفقة انما السكنى والنفقة لمن يملك الرجعة (الف) (دار قطنی، کتاب الطلاق ج رابع ص۱۵ نمبر۳۹۰۷) اس حدیث سے تو پتہ چلتا ہے کہ رجعی طلاق والی کے علاوہ کسی کو عدت کا نفقہ نہیں ملے گا۔اس لئے جن صورتوں میں عورت کی جانب سے نافرمانی ہو ان صورتوں میں عورت کو نفقہ نہیں ملے گا۔

حاشیہ : (الف) آپ نے فرمایا کہ مطلقہ ثلاثہ کو نہ سکنے ملے گا اور نہ نفقہ ملے گا۔سکنی اور نفقہ اس کے لے ہے جس کو طلاق رجعی دی ہو۔

[۲۱۳۹](۱۲) واذا حبست المرأة فی دین او غصبها رجل کرها فذهب بها او حجت مع غیر محرم فلا نفقة لها[۲۱۴۰](۱۳) واذا مرضت فی منزل الزوج فلها النفقة[۲۱۴۱](۱۴) وتفرض علی الزوج نفقة خادمها اذا کان موسرا ولا تُفرض لاکثر

[۲۱۳۹](۱۲)اگر قید کر لی گئی عورت قرض میں یا اس کو کسی نے زبردستی غصب کر لیا اور اس کو لے گیا یا محرم کے ساتھ حج کی تو اس کے لئے نفقہ نہیں ہے

**تشریح** قرض کی وجہ سے عورت قید کر لی گئی تو عورت ہی کی غلطی کی وجہ سے احتباس ختم ہوا اس لئے اس کو قانونی طور پر نفقہ نہیں ملے گا۔ یوں شوہر محبت میں دیدے تو بہتر ہے۔ اسی طرح کسی نے زبردستی کے طور پر عورت کو غصب کر لیا تو چونکہ اس کی جانب سے احتباس ختم ہو گیا اس لئے اس کو نفقہ نہیں ملے گا۔ اور محرم کے ساتھ حج کرنے چلی گئی اس صورت میں بھی عورت کی جانب سے احتباس ختم ہو گیا اس لئے اس کو نفقہ نہیں ملے گا۔

**وجہ** اثر گزر چکا ہے۔ عن عامر قال لیس للرجل ان ینفق علی امرأته اذا کان بالحبس من قبلها (الف) (مصنف ابن ابی شیبة ۱۹۹ اص رابع ص ۶ ۱۷، نمبر ۱۹۰۲۲ ر مصنف عبد الرزاق، باب الرجل یغیب عن امرأته فلا ینفق علیها ج سابع ص ۹۵ نمبر ۱۲۳۵۳)

[۲۱۴۰](۱۳) اگر بیمار ہو گئی شوہر کے گھر میں تو اس کے لئے نفقہ ہو گا۔

**وجہ** چونکہ عورت شوہر کے گھر میں ہے اس لئے شوہر اس سے کچھ نہ کچھ فائدہ اٹھائے گا۔ اس لئے احتباس ختم نہیں ہوا اس لئے اس کو نفقہ ملے گا۔

[۲۱۴۱](۱۴) اور مقرر کیا جائے گا شوہر پر عورت کے خادم کا نفقہ جبکہ وہ مالدار ہو، اور نہیں مقرر کیا جائے گا ایک خادم سے زائد کا۔

**تشریح** شوہر اتنا مالدار ہے کہ بیوی کے خادم کا بھی نفقہ برداشت کر سکتا ہے تو اس کی خدمت کے لئے ایک نوکر کا نفقہ شوہر پر لازم ہو گا۔

**وجہ** عورت کو خدمت کی ضرورت ہو اور شوہر کے پاس مال ہو تو عورت کی خدمت کراوانا چاہئے اس لئے اس کے اوپر خادم کا نفقہ لازم ہو گا۔ اور چانکہ ایک خادم سے کام چل جائے گا وہ اندر اور باہر دونوں خدمتیں کرے گا اس لئے ایک خادم کافی ہے (۲) اس حدیث سے اس کا استدلال ہے۔ عن علی ان فاطمة علیها السلام شکت ما تلقی فی یدها من الرحی فاتت النبی ﷺ تسأله خادما فلم تجده فذکرت ذلک لعائشة الخ (ب) (بخاری شریف، باب التکبیر والتسبیح عند المنام ص ۹۳۵ نمبر ۶۳۱۸، کتاب الدعوات ر مسلم شریف، باب الدعاء عند النوم ص ۳۴۸ نمبر ۲۷۱۳ ر ۶۸۹۱) اس حدیث میں حضرت فاطمہ نے حضورؐ سے خادم مانگا ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ اس کا نفقہ اس کے شوہر پر ہو گا۔

**فائدہ** امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ شوہر زیادہ مالدار ہو تو دو خادموں کا نفقہ لازم ہو گا۔ ایک باہر کی خدمت کرنے کے لئے اور ایک گھر کی

حاشیہ : (ب) حضرت عامر نے فرمایا شوہر پر ضروری نہیں ہے کہ بیوی پر خرچ کرے اگر قید خود ان کی جانب سے ہوئی ہے (ب) حضرت علی فرماتے ہیں کہ حضرت فاطمہ نے چکی پیسنے کی وجہ سے ہاتھ میں زخم کی شکایت کی تو وہ حضورؐ کے پاس خادم مانگنے آئی۔ آپ کو نہیں پائی تو اس کا تذکرہ حضرت عائشہ کے پاس کیا۔

**من خادم واحد[۲۱۴۲](۱۵) وعلیه ان یسکنها فی دار مفردة لیس فیها احد من اهله الا ان تختار ذلک[۲۱۴۳](۱۶) وللزوج ان یمنع والدیها وولدها من غیره واهلها من الدخول علیها[۲۱۴۴](۱۷) ولا یمنعهم من النظر الیها ولا من کلامهم معها فی ای وقت اختاروا[۲۱۴۵](۱۸) ومن اعسر بنفقة امرأته لم یفرق بینهما ویقال لها استدینی**

خدمت کرنے کے لئے۔

[۲۱۴۲](۱۵) شوہر پر لازم ہے کہ بیوی کو علیحدہ مکان میں رکھے جس میں شوہر کے رشتہ داروں میں سے کوئی نہ ہو، مگر یہ کہ عورت ان کے ساتھ رہنے پر راضی ہو۔

**تشریح** شوہر پر ایسا گھر لازم ہے جس میں شوہر کا کوئی رشتہ دار نہ رہتا ہو اور علیحدہ گھر ہو۔ البتہ عورت شوہر کے رشتہ دار کے ساتھ رہنے پر راضی ہو تو اس کی مرضی ہے۔

**وجہ** آیت میں اس کا اشارہ ہے۔ لاتخرجوھن من بیوتھن (الف) (آیت ۱ سورۃ الطلاق ۶۵) بیوت کا مطلب ایسا گھر ہے جس میں آدمی رہ سکے۔ اس سے اشارہ ہوتا ہے کہ ایسے گھر میں رکھے جو علیحدہ ہو تا کہ عورت اپنا سامان وغیرہ حفاظت سے رکھ سکے (۲) حضورؐ نے اپنے ازواج مطہرات کو علیحدہ علیحدہ کمروں میں رکھا تھا۔ جس سے معلوم ہوا کہ علیحدہ کمروں میں رکھے۔

[۲۱۴۳](۱۶) شوہر کو حق ہے کہ روکے اس کے والدین کو، دوسرے شوہر کی اولاد اور بیوی کے اعزاء کو اس کے پاس آنے سے۔

**تشریح** شوہر کو حق ہے کہ بیوی کے والدین، یا دوسرے شوہر سے بیوی کی اولاد اور بیوی کے رشتہ دار کو اپنے گھر میں داخل ہونے سے روکے۔

**وجہ** کیونکہ گھر شوہر کا ہے بیوی کا نہیں ہے۔ اس لئے ان لوگوں کو اپنے گھر میں داخل ہونے سے روکے تو روک سکتا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ اس میں کوئی مصلحت ہو۔

[۲۱۴۴](۱۷) اور نہ روکے ان کو بیوی کی طرف دیکھنے سے اور ان کے ساتھ بات کرنے سے جب چاہیں۔

**تشریح** بیوی کے رشتہ دار بیوی سے بات کرنا چاہے تو شوہر اس کو روک نہیں سکتا۔

**وجہ** رشتہ داروں سے بات کرنے میں شوہر کا کوئی حرج نہیں ہے اور اس کے لئے گھر میں داخل ہونا ضروری نہیں ہے۔ اس لئے رشتہ داروں سے بات کرنے سے نہیں روک سکتا (۲) بات کرنے سے روکنے سے قطع رحمی ہے جس کی شریعت میں گنجائش نہیں ہے اس لئے بات کرنے سے نہیں روک سکتا۔

[۲۱۴۵](۱۸) کوئی شخص عاجز ہو جائے بیوی کے نفقے سے تو دونوں میں تفریق نہیں کی جائے اور بیوی سے کہا جائے گا کہ تو اس کے ذمہ قرض لیتی رہ

**تشریح** کوی آدمی بیوی کو نفقہ دینے سے عاجز ہو جائے تو دونوں کے درمیان تفریق نہیں کی جائے گی بلکہ عورت کو کہا جائے گا کہ شوہر کے ذمے

حاشیہ : (الف) معتدہ عورتوں کو گھر سے نہ نکالو۔

**عليه[٢١٤٦](١٩) واذا غاب الرجل وله مال فی يد رجل يعترف به وبالزوجية فرض**

---

قرض لیتی رہے اور زندگی گزارتی رہے۔

**وجہ** تفریق کرنے سے شوہر کا نقصان ہے جو نفقہ نہ ادا کرنے سے زیادہ بڑا نقصان ہے۔اس لئے تفریق نہیں کی جائے گی اور نفقہ کا نقصان قرض لینے سے پورا ہو جائے گا۔اس لئے عورت کو کوئی بڑا نقصان نہیں ہوا(۲) اثر میں ہے۔**عن الحسن قال اذا عجز الرجل عن نفقة امرأته لم يفرق بها .وقال الزهری تستأنی به ،قال وبلغنی ان عمر بن عبد العزيز قال ذلک** (الف) (مصنف ابن ابی شیبۃ ۱۹۷ ما قالوا فی الرجل یعجز عن نفقۃ امرأتہ یجبر علی ان یطلق امرأتہ ام لا واختلافھما فی ذلک ج رابع ،ص ۱۷۵،نمبر ۱۹۰۰۹/۱۹۰۰۸/ مصنف عبد الرزاق ، باب الرجل لا یجد ما ینفق علی امرأتہ ج سابع ص ۹۵ نمبر ۱۲۳۵۵) اس اثر سے معلوم ہوا کہ میاں بیوی میں تفریق نہ کرائے بلکہ عورت شوہر کے ذمے قرض لیتی رہے(۳) حضرت ابو سفیان کی بیوی کی حدیث بھی متدل بن سکتی ہے جس میں حضرت ابو سفیان پورا نفقہ نہیں دیتے تھے تو آپؐ نے فرمایا۔**خذی مایکفیک وولدک بالمعروف**(ب) (بخاری شریف، باب اذا لم ینفق الرجل فللمرأۃ ان تأخذ بغیر علمہ ما یکفیھا وولدھا بالمعروف ص ۸۰۸ نمبر ۵۳۶۴)

**فائدہ** امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ تفریق کر دی جائے گی۔

**وجہ** اثر میں ہے۔**سألت سعيد ابن المسيب عن الرجل يعجز عن نفقة امرأته فقال يفرق بينهما فقلت سنة ؟ فقال سنة** (ج) (مصنف ابن ابی شیبۃ ۱۹۷ ما قالوا فی الرجل یعجز عن نفقۃ امرأتہ یجبر علی ایطلق امرءتہ ام لا واختلافھما فی ذلک ج رابع ،ص ۱۷۴،نمبر ۱۹۰۰۶/مصنف عبد الرزاق ، باب الرجل لا یجد ما ینفق علی امرءتہ ج سابع ص ۹۶ نمبر ۱۲۳۵۶) اس اثر سے معلوم ہوا کہ تفریق کرادے(۲) اس دور میں شوہر کے ذمے قرض لینا مشکل ہے اور اسلامی حکومت نہ ہونے کی وجہ سے عورت مجبور ہوتی ہے اس لئے حالات سنگین ہو تو تفریق کرادے لغت استدینی : قرض لے لیں۔

[۲۱۴۶] (۱۹) اگر آدمی غائب ہو جائے اور اس کا مال کسی آدمی کے پاس جو اس کا اقرار کرتا ہو اور بیوی ہونے کا اقرار کرتا ہو تو قاضی مقرر کرے اس کے مال میں غائب کی بیوی کا نفقہ اور اس کے چھوٹے بچوں کا نفقہ اور اس کے والدین کا نفقہ۔

**تشریح** آدمی غائب ہو لیکن کسی کے پاس اس کا مال ہو، وہ اس بات کا اعتراف بھی کرتا ہو کہ میرے پاس فلاں کا مال ہے اور یہ بھی اعتراف کرتا ہو کہ یہ فلاں غائب کی بیوی ہے۔اب اس اعتراف کے بعد شہادت کے ذریعہ یہ ثابت کرنے کی ضرورت نہیں رہی کہ میں اس کی بیوی ہوں ۔اس لئے قاضی غائب کے مال میں بیوی کا نفقی ،اس کے چھوٹے بچوں کا نفقہ اور والدین کا نفقہ مقرر کرے گا اور ان کو دلوائے گا۔

---

حاشیہ : (الف) حضرت حسن نے فرمایا آدمی بیوی کے نفقے سے عاجز ہو جائے تو دونوں میں تفریق نہیں کرائی جائے گی۔اور حضرت زہری نے فرمایا شوہر پر قرض لیتی رہے گی ،حضرت زہری فرماتے تھے کہ مجھے یہ بھی اطلاع ملی ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز بھی یہی فرماتے تھے کہ قرض لیتی رہے (ب) آپؐ نے حضرت ہند سے کہا ،مناسب انداز میں اتنا لو جو تم کو اور تمہاری اولاد کو کافی ہو جائے (ج) سعید بن مسیّب سے میں نے پوچھا کوئی آدمی بیوی کے نفقے سے عاجز ہو جائے؟ فرمایا دونوں میں تفریق کرادے۔میں نے پوچھا سنت ہے؟ فرمایا سنت ہے۔

**القاضی فی ذلک المال نفقة زوجة الغائب واولاده الصغار ووالدیه[۲۱۴۷](۲۰) ویأخذ منها کفیلا بها[۲۱۴۸](۲۱) ولا یقضی بنفقة فی مال الغائب الا**

وجہ اثر میں ہے۔عن ابن عمر ان عمر بن الخطاب کتب الی امراء الاجناد فی رجال غابوا عن نسائهم فامرهم ان یأخذوهم بان ینفقوا او یطلقوا فان طلقوا بعثوا بنفقة ما حبسوا (الف)(سنن للبیہقی، باب الرجل لایجد نفقة امرأتہ ج سابع، ص۷۷۳، رمصنف عبدالرزاق، باب الرجل یغیب عن امرأتہ فلاینفق علیہا ج سابع ص۹۴ نمبر۱۲۳۴۷ رمصنف ابن ابی شیبۃ ۱۹۸ من قال علی الغائب نفقۃ فان بعث والاطلق ج رابع ،ص۱۷۵، نمبر۱۹۰۱۳)اس سے معلوم ہوا کہ غائب آدمی کے مال میں بیوی کا نفقہ ہے۔اور قرض لے اس کے لئے یہ اثر ہے۔عن ابراهیم قال اذا ادانت فهو علیه وما اکلت من مالها فلیس علیه (ب)(مصنف عبدالرزاق، باب الرجل یغیب عن امرأتہ فلاینفق علیہا ج سابع ص۹۴ نمبر۱۲۳۴۸)اس اثر سے معلوم ہوا کہ قاضی کے کہنے سے قرض لیگی تب شوہر کے مال میں سے نفقہ ہوگا ورنہ اپنے مال میں سے نفقہ ہوگا۔

اور شوہر مناسب نفقہ ادا نہ کرتا ہو تو عورت کو اپنا اور اپنی اولاد کا مناسب نفقہ لے لینے کا حق ہے اس کے لیء یہ حدیث ہے۔عن عائشة ان هند بنت عتبة قالت یا رسول الله ان ابا سفیان رجل شحیح ولیس یعطینی ما یکفینی وولدی الا ما اخذت منه وهو لایعلم فقال خذی ما یکفیک وولدک بالمعروف (ج)(بخاری شریف، باب اذا لم ینفق الرجل للمرأۃ ان تأخذ بغیر علمہ ما یکفیہا وولدہا بالمعروف ص ۸۰۸ نمبر ۵۳۶۴)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شوہر کے پاس مال ہو اور وہ مناسب نفقہ نہ دیتا ہو تو عورت اپنے لئے اور اپنی اولاد کے لئے مناسب نفقہ شوہر کے مال سے نکال سکتی ہے۔

[۲۱۴۷](۲۰)اور قاضی عورت سے کفیل لے۔

تشریح قاضی غائب شوہر کے مال سے نفقہ لینے کا حکم دے لیکن مال زیادہ خرچ نہ کر دے اور خورد برد نہ کر دے اس کے لئے ایک کفیل متعین کرے جو اس پر نگرانی کرتا رہے تاکہ دونوں کے لئے اطمینان بخش ہو۔

وجہ اثر میں ہے۔کان ابن ابی لیلی یرسل الیها نساء فینظرن الیها (ای الی الحبل) فان عرفن ذلک وصدقنها اعطاها النفقة واخذ منها کفیلا (د)(مصنف عبدالرزاق، باب الکفیل فی نفقۃ المرأۃ ج سابع ص۲۴ نمبر۱۲۰۲۸)

[۲۱۴۸](۲۱)اور نہ فیصلہ کرے غائب کے مال میں مفقہ مگر ان لوگوں کے لئے۔

---

حاشیہ : (الف)حضرت عمرؓ نے لشکر کے امیروں کو لکھا، کوئی آدمی اپنی بیویوں سے غائب ہو جائے تو ان کو حکم دیا کہ اس کو پکڑیں اس طرح کہ وہ بیویوں پر خرچ کریں یا طلاق دیں۔پس اگر طلاق دی تو اتنی مدت کا نفقہ بھی بھیجے جتنی دیر تک محبوس رکھا(ب)حضرت ابراہیم نخعی نے فرمایا اگر عورت قرض لے تو اس کی ذمہ داری شوہر پر ہوگی۔اور اگر اپنے مال میں سے کھایا تو شوہر پر اس کی ذمہ داری نہیں ہے(ج)ہند بنت عتبہ نے کہا یا رسول اللہ! ابو سفیان بخیل آدمی ہیں۔اور مجھے اتنا نہیں دیتے جو مجھے اور میری اولاد کو کافی ہو مگر جو میں ان کی اطلاع کے بغیر لے لوں۔آپؐ نے فرمایا مناسب انداز میں اتنا لے لو جو تم کو اور تمہاری اولاد کو کافی ہو(د)ابن ابی لیلی مطلقہ عورت کے پاس عورتوں کو بھیجتے وہ ان کے حمل کو دیکھتے، پس اگر حمل کا علم ہوتا اور اس کی تصدیق کرتی تو اس کو نفقہ دیتے اور اس سے کفیل لے لیتے۔

**لھؤلاء[۲۱۴۹](۲۲) واذا قضی القاضی لھا بنفقة الاعسار ثم ایسر فخاصمته تمم لھا**

**تشریح** جوآدمی غائب ہواس کے مال میں بیوی، چھوٹی اولاد اور والدین کے نفقے کا فیصلہ کرے۔اس کے علاوہ کے نفقے کا فیصلہ نہ کرے۔

**وجہ** ان لوگوں کا نفقہ فیصلے کے پہلے ہی شریعت کی بنیاد پر واجب ہے فیصلہ کرنے کی ضرورت نہیں۔البتہ فیصلہ کرنے سے تائید ہو جائے گی تو فیصلہ کرنا تائید کے طور پر ہے فیصلے کے طور پر نہیں اس لئے ان لوگوں کے نفقے کا فیصلہ کر سکتا ہے(۲)اس کی ایک اور وجہ ہے اور وہ یہ ہے کہ جو آدمی غائب ہواس پر فیصلہ نہیں کر سکتا۔اس لئے غائب آدمی کے مال میں بیوی، چھوٹی اولاد اور والدین کے علاوہ کے نفقے کا فیصلہ نہیں کر سکتے۔غائب پر فیصلہ نہ کرنے کے لئے یہ حدیث ہے۔**عن علی قال بعثنی رسول اللہ الی الیمن قاضیا ... فاذا جلس بین یدیک الخصمان فلا تقضین حتی تسمع من الآخر کما سمعت من الاول فانہ احری ان یتبین لک القضاء (الف)** (ابو داؤد شریف، باب کیف القضاء ص۱۴۸ نمبر ۳۵۸۲ ر ترمذی شریف، باب ما جاء فی القاضی لا یقضی بین الخصمین حتی یسمع کلامھما ص ۲۴۸ نمبر ۱۳۳۱)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دوسرے کی بات سنے تب فیصلہ کرے اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جبکہ مدعی علیہ حاضر ہو۔اس لئے غائب پر فیصلہ کرنا جائز نہیں ہے(۲)دوسری حدیث میں ہے۔**عن عبد اللہ بن الزبیر قال قضی رسول اللہ ﷺ ان الخصمین یقعدان بین یدی الحکم (ب)** (ابو داؤد شریف، باب کیف یجلس الخصمان بین یدی القاضی ص۱۴۹ نمبر ۳۵۸۸)اس حدیث میں ہے کہ دونوں قاضی کے سامنے بیٹھے اور یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب دونوں حاضر ہوں۔اس لئے قضاء علی الغائب جائز نہیں ہے۔

[۲۱۴۹](۲۲)اگر فیصلہ کر دیا قاضی نے ناداری کے نفقے کا پھر مالدار ہو گیا پس بیوی نے دعوی کیا تو پورا کرے اس کے لئے مالداری کا نفقہ۔

**تشریح** شوہر پہلے غریب تھا جس کی وجہ سے غربت کے نفقے کا قاضی نے فیصلہ کیا۔بعد میں وہ مالدار ہو گیا اور بیوی نے قاضی کے پاس دعوی دائر کیا کہ مالدار ہے اور ثابت بھی کر دیا تو قاضی اب ما؛داری کے نفقے کا فیصلہ کرے۔

**وجہ** غربت کا نفقہ غربت کی مجبوری کی وجہ سے تھا اب مالدار ہو گیا تو مالداری کا نفقہ لازم ہوگا(۲)حدیث میں ہے کہ جو تم کھاتے ہو بیوی کو وہ کھلاؤ اور جو تم پہنتے ہو بیوی کو وہ پہناؤ۔پس جب شوہر مالدار ہو کر مالدار کا کھانا کھاتا ہے اور پہنتا ہے تو عورت کو بھی مالدار کا کھانا کھلائے اور مالدار کا کپڑا پہنائے۔حدیث میں ہے۔**عن معاویة القشیری قال اتیت رسول اللہ قال فقلت ماتقول فی نسائنا؟ قال اطعموھن مما تأکلون واکسوھن مما تکتسون (ج)** (ابو داؤد شریف، باب فی حق المرأة علی زوجھا ص۲۹۸ نمبر ۲۱۴۴)حدیث میں ہے مرد اپنی قدرت کے مطابق نفقہ دے۔پس جب وہ مالدار ہو گیا تو مالدار کا نفقہ دے۔آیت یہ ہے۔لینفق ذو سعة من سعتہ (آیت ۷ سورة الطلاق ۶۵)اس آیت سے بھی مالداری کے فیصلے کا پتہ چلتا ہے۔آدمی مالدار ہے تو مالداری کا نفقہ لازم ہوگا۔

---

حاشیہ : (الف) حضرت علی فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے مجھے یمن بھیجا...آپؐ نے فرمایا تمہارے سامنے مدعی اور مدعی علیہ بیٹھے تو فیصلہ نہ کریں جب تک کہ دوسرے کی بات نہ سن لیں۔جیسے پہلے کی بات سنی یہ زیادہ ناسب ہے کہ فیصلہ آپ کے سامنے واضح ہو جائے (ب) آپؐ نے فیصلہ کیا کہ مدعی اور مدعی علیہ حکم کے سامنے بیٹھیں (ج) معاویہ قشیری فرماتے ہیں کہ میں حضور کے پاس آیا۔میں نے پوچھا کہ بیویوں کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ فرمایا ان کو وہی کھلاؤ جو تم کھاتے ہو اور وہی پہناؤ جو تم پہنتے ہو۔

**نفقة الموسر[ ۲۱۵۰ ](۲۳) واذا مضت مدة لم ینفق الزوج علیها وطالبته بذلک فلا شیء لها الا ان یکون القاضی فرض لها نفقة او صالحت الزوج علی مقدارها فیقضی لها بنفقة ما مضی[ ۲۱۵۱ ](۲۴) فان مات الزوج بعد ما قضی علیه بالنفقة ومضت شهور**

لغت الاعسار : تنگدست، الموسر : مالدار۔

[۲۱۵۰](۲۳)اگر گزر گئی کچھ مدت اور شوہر نے اس پر خرچ نہیں کیا اور عورت نے اس کا مطالبہ کیا تو اس کے لئے کچھ نہیں ہوگا مگر یہ کہ قاضی نے اس کے لئے نفقہ مقرر کیا ہو یا شوہر سے کسی مقدار پر صلح کر لی ہو تو فیصلہ ہوگا اس کے لئے گزشتہ نفقہ کا۔

تشریح بیوی نے ایک مدت تک شوہر سے نفقہ نہیں لیا اب گزشتہ مہینوں کا نفقہ لینا چاہتی ہے،تو فرماتے ہیں کہ اگر قاضی نے گزشتہ مہینوں کے نفقے کا فیصلہ کیا تھا تب تو وہ ان مہینوں کا نفقہ وصول کر سکتی ہے۔یا شوہر نے کسی مقدار پر صلح کر لی تھی تب تو وہ مقدار وصول کر سکتی ہے۔اور اگر نہ قاضی نے فیصلہ کیا تھا اور نہ صلح ہوئی تھی تو عورت گزشتہ مہینوں کا نفقہ وصول نہیں کر سکتی۔

وجہ نفقہ ہمارے یہاں مزدوری نہیں ہے بلکہ صلہ رحمی ہے۔اور صلہ رحمی نیں فیصلہیا صلح کے بغیر لزام نہیں ہے۔اس لئے قانونی طور پر گزشتہ مہینوں کا نفقہ وصول نہیں کر سکتی۔البتہ شوہر دیدے تو بہتر ہے(۲)اثر میں ہے۔**عن النخعی قال اذا ادانت اخذ به حتی یقضی عنها وان لم تستدن فلا شیء لها علیه اذا اکلت من مالها،قال معمر ویقول آخرون من یوم ترفع امرها الی السلطان** (الف)(مصنف عبدالرزاق، باب الرجل یغیب عن امرأته فلا ینفق علیها ج سابع ص۹۴ نمبر ۱۲۳۴۹)اس اثر سے معلوم ہوا کہ جب بادشاہ کے پاس معاملہ لے گئی اس وقت سے عورت نفقہ لینے کا حقدار ہوگی۔

[۲۱۵۱](۲۴)اگر نفقے کے فیصلے کے بعد شوہر مر گیا اور کچھ مہینے گزر گئے تو نفقہ ساقط ہو جائے گا۔

تشریح قاضی نے نفقے کا فیصلہ کیا اس کے بعد شوہر تین ماہ تک زندہ رہا لیکن اس مدت کا نفقہ ادا نہیں کیا اور شوہر مر گیا تو ان تین مہینوں کا نفقہ ساقط ہو جائے گا۔شوہر کے چھوڑے ہوئے مال سے وصول نہیں کر سکے گی۔

وجہ نفقہ صلہ ہے اور صلہ پر قبضہ نہ کرے تو وہ اس کا نہیں ہوتا ہے۔اور اب شوہر بھی حیات نہیں رہا کہ اس سے وصول کر سکے اس لئے ساقط ہو جائے گا(۲)اثر میں ہے۔**عن النخعی قال اذا ادانت اخذ به حتی یقضی عنها وان لم تستدن فلا شیء لها علیه اذا اکلت من مالها** (ب)(مصنف عبدالرزاق،باب الرجل یغیب عن امرأته فلا ینفق علیها ج سابع ص۹۴ نمبر ۱۲۳۴۹)اس اثر سے معلوم ہوا کہ شوہر کے نام قرض لے گی تب شوہر کے ذمے ہوگا اور اپنا مال خرچ کیا تو شوہر سے وصول نہیں کر سکے گی۔اسی طرح وصول کرنے سے پہلے

حاشیہ : (الف)حضرت نخعی فرماتے ہیں کہ اگر بیوی نے قرض لیا تو شوہر سے لیا جائے گا جب تک کہ الگ ہونے کا فیصلہ نہ کر دیا جائے۔اور اگر قرض نہیں تو عورت کا شوہر پر کچھ نہیں ہے اگر عورت نے اپنا مال کھایا۔حضرت معمر فرماتے ہیں کہ دوسرے حضرات یہ فرماتے ہیں کہ جس دن سے معاملہ بادشاہ کے پاس لے گئی اس دن سے نفقہ ملے گا(ب)حضرت نخعی فرماتے ہیں کہ اگر قرض لیا تو شوہر سے لیا جائے گا جب تک کہ الگ ہونے کا فیصلہ نہ کر دیا جائے اور اگر قرض نہیں لیا تو عورت کا شوہر پر کچھ نہیں ہے اگر عورت نے اپنا مال کھایا۔

**سقطت النفقة[٢١٥٢](٢٥) وان اسلفها نفقة سنة ثم مات لم يسترجع منها بشيء وقال محمد رحمه الله يُحتسب لها نفقة ما مضى وما بقي للزوج[٢١٥٣](٢٦) واذا تزوج العبد حرة فنفقتها دين عليه يباع فيها[٢١٥٤](٢٧) واذا تزوج الرجل امة فبوّأها مولاها**

---

شوہر کا انتقال ہوگا تو وہ نفقہ ساقط ہو جائے گا۔

[٢١٥٢](٢٥) اگر پیشگی دیدے ایک سال کا نفقہ پھر شوہر مر جائے تو اس سے کچھ واپس نہیں لے گا۔ اور فرمایا امام محمد نے اس کے نفقے کا حساب کیا جائے گا جو گزر گیا اور جو شوہر کے لئے باقی رہا۔

**تشریح** مثلا شوہر نے ایک سال کا نفقہ بیوی کو دے دیا پھر چھ ماہ میں شوہر کا انتقال ہو گیا تو باقی چھ ماہ کا نفقہ واپس نہیں لے گا، وہ بیوی کے پاس ہی رہے گا۔

**وجہ** بیوی کا نفقہ صلہ ہے اور ہدیہ ہے۔ اور ہدیہ دینے کے بعد وہ اس کا مالک ہو جاتا ہے اس لئے واپس نہیں لے گا (٢) حدیث میں ہے کہ آپؐ سال بھر کا نفقہ بیویوں کے لئے روکتے تھے اور عطا کرتے تھے۔ اور جس سال آپؐ کا وصال ہوا اس سال ازواج مطہرات سے باقی نفقہ واپس لینے کا ثبوت نہیں ہے اس لئے باقی نفقہ بیوی کے پاس رہے گا۔ حدیث کا ٹکڑا یہ ہے۔ **قال عمر فانی احدثکم عن هذا ... فكان رسول الله ينفق على اهله نفقة سنتهم من هذا المال** (الف) (بخاری شریف، باب حبس الرجل قوت سنة علی اہلہ وکیف نفقات العیال؟ ص ٨٠٦ نمبر ٥٣٥٧) اس حدیث میں بیوی کو سال بھر کا نفقہ دینے کا ثبوت ہے۔

**فائدہ** امام محمد فرماتے ہیں کہ نفقہ دینے کے بعد شوہر جب تک زندہ رہا اس کا حساب کیا جائے گا۔ مثلا سال بھر کا نفقہ دیا اور چھ ماہ کے بعد شوہر کا انتقال ہو گیا تو باقی چھ ماہ کا نفقہ واپس لے گا۔

**وجہ** وہ فرماتے ہیں کہ نفقہ احتباس کا بدلہ ہے۔ اس لئے جتنے دنوں احتباس رہا اتنے دنوں کا نفقہ ساقط ہوگا اور جتنے دنوں کا احتباس نہیں رہا اتنے دنوں کا نفقہ واپس لیا جائے گا۔

[٢١٥٣](٢٦) اگر غلام آزاد عورت سے شادی کرے تو اس کا نفقہ غلام پر دین ہوگا اس میں وہ بیچا جا سکتا ہے۔

**تشریح** غلام نے آزاد عورت سے شادی کی۔ اب اس کا نفقہ اس کے ذمے واجب ہوگا لیکن چونکہ اس کے پاس کوئی پیسہ نہیں ہے، جو کچھ ہے وہ مولی کا مال ہے۔ اس لئے نفقہ اس کے ذمہ دین ہوگا۔ اور اگر ادا نہ کر سکا تو اس میں وہ بیچا جائے گا۔

**وجہ** چونکہ مولی کی اجازت سے غلام نے شادی کی ہے اس لئے نفقہ میں وہ بیچا جا سکتا ہے۔

[٢١٥٤](٢٧) اگر آدمی نے باندی سے شادی کی، پس اس کے مولی نے اس کے ساتھ ٹھہرنے کے لئے بھیج دیا تو اس پر اس کا نفقہ ہے۔ اگر نہیں ٹھہرایا تو اس کے لئے اس پر نفقہ نہیں ہے۔

---

حاشیہ : (ج) حضورؐ خرچ کرتے تھے اپنے اہل پر ایک سال کا نفقہ اس مال سے۔

**معه منزلا فعليه النفقة وان لم يبوئها فلا نفقة لها عليه[۲۱۵۵](۲۸) ونفقة الاولاد الصغار على الاب لايشاركه فيها احد كما لايشاركه فى نفقة الزوجة احد[۲۱۵۶](۲۹) فان كان الصغير رضيعا فليس على امه ان ترضعه ويستأجر له الاب من ترضعه عندها**

**تشریح** باندی سے شادی کی تو مولی پر ضروری نہیں ہے کہ اپنی خدمت ترک کروا کر شوہر کی خدمت میں بھیجے۔ بلکہ شوہر کو جب موقع ملے بیوی سے مل لے۔اس لئے جب بیوی شوہر کے گھر ٹھہرے گی تو اس کا نفقہ شوہر پر لازم ہوگا۔اور نہیں ٹھہرے گی تو اس کا نفقہ شوہر پر لازم نہیں ہوگا۔

**وجہ** اثر میں ہے کہ عورت کی جانب سے شوہر کے یہاں قیام کرنے سے کوتاہی ہو تو اس کو نفقہ نہیں ملے گا اور یہاں مولی کے روکنے کی وجہ سے قیام کرنا مشکل ہیا اس لئے اس کو نفقہ نہیں ملے گا۔**عن عامر قال ليس للرجل ان ينفق على امرأته اذا كان الحبس من قبلها** (الف)(مصنف ابن ابی شیبۃ ۱۹۹ ما قالوا فی الرجل یتزوج المرأۃ فتطلب النفقۃ قبل ان یدخل بھا ھل لھا ذلک؟ ج رابع، ص ۱۷۶، نمبر ۱۹۰۲۲/ مصنف عبد الرزاق، باب الرجل یغیب عن امرأتہ فلا ینفق علیہ ج سابع ص ۹۵ نمبر ۱۲۳۵۳)اور چونکہ حبس عورت کی جانب سے ہے اس لئے اس کو نفقہ نہیں ملے گا۔اور اگر شوہر کے یہاں قیام کرنا شروع کر دیا تو اس کو نفقہ ملے گا۔

**لغت** بوأ : ٹھہرانا، شوہر کے یہاں قیام کروانا۔

[۲۱۵۵](۲۸) چھوٹی اولاد کا نفقہ باپ پر ہے اس میں کوئی شریک نہ ہو جیسے کہ شوہر شریک نہیں کرتا بیوی کے نفقے میں کسی کو **تشریح** جیسے بیوی کے نفقے میں اولاد کو شریک نہیں کرتا بلکہ بیوی کو مستقل نفقہ دیتا ہے اسی طرح چھوٹی اولاد کے نفقے میں کسی کو شریک نہیں کرے گا بلکہ جتنا اس کا نفقہ ہوتا ہے وہ اولاد کو مستقل طور پر دے گا **وجہ** آیت میں ہے کہ اولاد کا نفقہ باپ پر واجب ہے۔وعلی المولود لہ رزقھن وکسوتھن بالمعروف (آیت ۲۳۳ سورۃ البقرۃ ۲)(۲)اور حدیث میں ہے۔**ان هند بنت عتبة قالت يا رسول الله ان ابا سفيان رجل شحيح وليس يعطينى ما يكفينى وولدى الا ما اخذت منه وهو لا يعلم فقال خذى ما يكفيك وولدك بالمعروف** (ب)(بخاری شریف، باب اذا لم ینفق الرجل فللمرأۃ ان تأخذ بغیر علمہ ما یکفیک وولدھا بالمعروف ص ۸۰۸ نمبر ۵۳۶۴)اس حدیث میں ہے کہ بچے کا نفقہ باپ پر واجب ہے۔اور بچے کا نفقہ مستقل طور پر واجب ہے تو اس میں کسی کو شریک نہیں کیا جا سکتا۔ہاں بچے خود دوسرے کو شریک کر لے تو یہ اس کی مرضی ہے۔

[۲۱۵۶](۲۹)اگر بچہ دودھ پینے والا ہو تو ماں پر لازم نہیں ہے کہ اس کو دودھ پلائے اور باپ اس کے لئے اجرت پر رکھے ایسی عورت کو جو ماں کے پاس دودھ پلائے۔

**تشریح** کوئی مجبوری ہو تو ماں پر بچے کو دودھ پلانا ضروری نہیں ہے۔اگر مجبوری نہ ہو تو اس کو دودھ پلانا چاہئے کیونکہ اس کا بچہ ہے۔اگر نہ پلا

حاشیہ : (الف)حضرت عامر نے فرمایا مرد کے لئے ضروری نہیں ہے کہ بیوی کو نفقہ دے اگر قید عورت کی وجہ سے ہوئی ہے (ب)حضرت ہند نے پوچھا یا رسول اللہ ابو سفیان بخیل آدمی ہے۔اور مجھے اتنا نہیں دیتے جو مجھے اور میری اولاد کو کافی ہو مگر جو میں اس کی اطلاع کے بغیر لے لوں۔آپؐ نے فرمایا مناسب انداز میں اتنا لے لو جو تم کو اور تمہاری اولاد کو کافی ہو۔

**[۲۱۵۷](۳۰) فان استأجرها وهی زوجته او معتدته لترضع ولدها لم یجز [۲۱۵۸](۳۱) وان انقضت عدتها فاستأجرها علی ارضاعه جاز[۲۱۵۹](۳۲) وان قال الاب لا استأجرها وجاء بغیرها فرضیت الام بمثل اجرة الاجنبیة کانت الام احق به وان**

---

سکتی ہوتو باپ ایسی عورت کو اجرت پر لے جو ماں کے پاس رہ کر دودھ پلائے۔

**وجہ** اوپر آیت گزری کہ باپ پر بچے کا نفقہ لازم ہے۔وعلی المولود له رزقهن وکسوتهن بالمعروف (الف)(آیت ۲۳۳ سورۃ البقرۃ ۲) اور ماں پر دودھ پلانا لازم نہیں ہے اس کے لئے اس آیت میں اشارہ ہے۔لا تضار والدة بولدها ولا مولود له بولده (ب) (آیت ۲۳۳ سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت سے معلوم ہوا کہ والدہ کو دودھ پلانے میں نقصان نہ ہونا چاہئے۔اور دوسری عورت کو دودھ پلانے کے لئے اجرت پر لے اس کے لئے یہ آیت ہے۔وان اردتم ان تسترضعوا اولادکم فلا جناح علیکم اذا سلمتم ما آتیتم بالمعروف (ج)(آیت ۲۳۳ سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت سے پتہ چلا کہ دودھ پلانے کے لئے کسی عورت کو اجرت پر لے۔اور چونکہ پرورش کا حق ماں کو ہے اس لئے ماں کے پاس رہ کر دودھ پلائے۔

[۲۱۵۷](۳۰) اگر اجرت پر لیا بیوی کو یا اپنی عدت گزارنے والی کو تا کہ اس کے بچے کو دودھ پلائے تو جائز نہیں ہے۔

**تشریح** شوہر نے اپنی بیوی یا طلاق کی عدت گزارنے والی کو اجرت پر لیا تو جائز نہیں ہے۔

**وجہ** یہ بچے کی ماں ہے اس لئے اگر مجبوری نہ ہو تو اس کو ہی دودھ پلانا چاہئے۔اور جب اجرت لیکر دودھ پلانے پر تیار ہوئی تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کو دودھ پلانے کی مجبوری نہیں ہے۔اس لئے اس کو اجرت پر لینا جائز نہیں ہے (۲) آیت میں ہے کہ والدہ کو دودھ پلانا چاہئے۔والوالدات یرضعن اولادهن حولین کاملین لمن اراد ان یتم الرضاعة (د)(آیت ۲۳۳ سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت سے معلوم ہوا کہ والدہ دودھ پلائے اس لئے اپنی والدہ کو اجرت پر لینا ٹھیک نہیں ہے۔کیونکہ وہ نفقہ وغیرہ لے رہی ہے۔

[۲۱۵۸](۳۱) اور اگر اس کی عدت ختم ہوگئی اور اس کو اجرت پر لیا دودھ پلانے کے لئے تو جائز ہے۔

**تشریح** بیوی عدت گزار رہی تھی اس دوران عدت ختم ہوگئی۔اب اس کو اپنے بچے کے دودھ پلانے کے لئے اجرت پر لیا تو جائز ہے۔

**وجہ** اب یہ بیوی نہیں رہی اور نہ شوہر سے نفقہ لے رہی ہے بلکہ اجنبیہ بن گئی اس لئے اس کو اجرت پر لینا جائز ہے۔

[۲۱۵۹](۳۲) اور اگر باپ نے کہا نہیں اجرت پر لوں گا والدہ کو اور کسی دوسری عورت کو لے آئے، پس ماں راضی ہوگئی اجنبیہ کی اجرت مثل پر تو ماں اس کی زیادہ حقدار ہوگی۔اور اگر وہ اجرت زیادہ طلب کرے تو شوہر کو اس پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔

---

حاشیہ : (الف) والد پر مناسب انداز میں ماؤں کا نفقہ اور کپڑا لازم ہے (ب) والدہ اپنے بچے اور والد اپنے بچے کی وجہ سے نقصان نہ اٹھائیں (ج) اگر تم اپنی اولاد کو دوسروں سے دودھ پلوانا چاہو تو تم پر کوئی حرج نہیں ہے اگر تم مناسب انداز میں ان کو خرچ دو (د) والدہ اپنی اولاد کو دو سال مکمل دودھ پلائیں جو مدت رضاعت پوری کرنا چاہتی ہو۔

**التمست زیادۃ لم یجبر الزوج علیھا[۲۱۶۰](۳۳) ونفقۃ الصغیر واجبۃ علی ابیہ وان خالفہ فی دینہ کما تجب نفقۃ الزوجۃ علی الزوج وان خالفتہ فی دینہ.**

---

**تشریح** بچے کی والدہ عدت گزار کر اجنبیہ ہو چکی تھی۔ اب باپ کہتا ہے کہ میں بچے کو دودھ پلانے کے لئے اس کو اجرت پر نہیں لاؤں گا۔ اب اگر والدہ اتنی ہی اجرت پر راضی ہو جاتی ہے جتنی اجنبیہ لیتی ہے تو والدہ اجرت لینے اور دودھ پلانے کی زیادہ حقدار ہے۔

**وجہ** والدہ کو بچے سے زیادہ محبت ہے اس لئے وہ زیادہ پیار سے پالے گی اس لئے وہ زیادہ حقدار ہے۔ اور اگر اس کو نہیں دیتے ہیں تو اس کو نقصان ہوگا اور والدہ کو نقصان دینے سے منع فرمایا ہے۔ **لاتضار والدۃ بولدھا ولا مولود لہ بولدہ** (الف) (آیت ۲۳۳ سورۃ البقرۃ ۲) اور اگر اجنبیہ عورت سے زیادہ اجرت مانگے تو باپ کو اس پر مجبور نہیں کیا جائے گا کہ والدہ کو زیادہ اجرت دے کر لاؤ۔

**وجہ** کیونکہ اس سے والد کو نقصان ہوگا۔ اور آیت میں والد کو نقصان دینے سے منع فرمایا۔ اوپر آیت میں تھا۔ **ولا مولود لہ بولدہ** اس لئے باپ کو زیادہ اجرت دینے پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔

**لغت** التمس : مانگنا، تلاش کرنا۔

[۲۱۶۰] (۳۳) چھوٹی اولاد کا نفقہ واجب ہے اس کے باپ پر اگرچہ دین میں مخالف ہو۔

**تشریح** مثلا باپ مسلمان ہے اور اولاد عیسائی ہے پھر بھی جب تک نابالغ ہے ان کا نفقہ والد پر واجب ہے۔ جیسے شوہر مسلمان ہو اور بیوی عیسائی ہو پھر بھی اس کا نفقہ شوہر پر واجب ہے۔

**وجہ** اگر بچے کا نفقہ باپ پر واجب نہ کریں تو بچہ ضائع ہو جائے گا اس لئے چھوٹی اولاد کا نفقہ باپ پر لازم ہے۔

**وجہ** اوپر آیت گزر گئی۔ **وعلی المولود لہ رزقھن وکسوتھن بالمعروف** (ب) (آیت ۲۳۳ سورۃ البقرۃ ۲) (۲) دوسری آیت میں ہے۔ **فان ارضعن لکم فأتوھن اجورھن وأتمروا بینکم بمعروف وان تعاسرتم فسترضع لہ اخری** (ج) (آیت ۶ سورۃ الطلاق ۶۵) سے معلوم ہوتا ہے کہ اولاد کا نفقہ باپ پر لازم ہے۔ اور دین کی تفصیل نہیں ہے کہ مسلمان ہو تب ہی لازم ہوگا۔ اس لئے دین میں مخالف ہو تب بھی لازم ہوگا۔

عورت کا نفقہ احتباس کی وجہ سے لازم ہوتا ہے اس لئے دین میں مخالف ہو تب بھی نفقہ لازم ہوگا (۲) آیت اور حدیث سے معلوم ہوا کہ بیوی کا نفقہ لازم ہے اس لئے دین کے مخالف بیوی کا بھی نفقہ لازم ہوگا کیونکہ وہ بیوی ہے۔ آیت میں تھا **وعلی المولود لہ رزقھن وکسوتھن بالمعروف**۔



---

حاشیہ : (الف) والدہ بچے کی وجہ سے اور باپ بچے کی وجہ سے نقصان نہ اٹھائے (ب) باپ پر مناسب انداز سے ماؤں کی روزی اور کپڑا لازم ہے (ج) اگر تمہارے لئے دودھ پلائے تو ان کو ان کی اجرت دو، اور مناسب انداز میں آپس میں مشورہ کرو۔ اور اگر تمہیں پریشانی ہو تو اس کے لئے دوسری عورت دودھ پلائے۔

**[۲۱۶۱](۳۴) واذا وقعت الفرقة بین الزوجین فالام احق بالولد[۲۱۶۲](۳۵) فان لم تکن الام فام الام اولی من ام الاب فاذا لم تکن له ام الام فام الاب اولی من الاخوات فان**

---

﴿ حضانت کا بیان ﴾

[۲۱۶۱](۳۴) اگر جدائیگی واقع ہو میاں بیوی کے درمیان تو ماں زیادہ حقدار ہے بچے کی۔

**تشریح** میاں بیوی کے درمیان جدائیگی ہو جائے تو نابالغی کی عمر میں بیوی پرورش کرنے کی زیادہ حقدار ہے۔

**وجہ** حدیث میں ہے۔ **عن عبد الله بن عمر ان امرأة قالت یا رسول الله ان ابنی هذا کان بطنی له وعاء وثدیی له سقاء وحجری له حواء وان اباه طلقنی و اراد ان ینتزعه منی فقال لها رسول الله انت احق به مالم تنکحی** (الف) (ابوداؤد شریف، باب من احق بالولد ص ۳۱۷ نمبر ۲۲۷۶) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ماں پرورش کی زیادہ حقدار ہے۔

[۲۱۶۲](۳۵) پس اگر ماں نہ ہو تو نانی زیادہ بہتر ہے دادی سے، اور اگر نانی نہ ہو تو دادی زیادہ بہتر ہے بہنوں سے، اور اگر دادی نہ ہو تو بہنیں زیادہ بہتر ہیں پھوپیوں اور خالاؤں سے۔

**وجہ** بچوں سے محبت کا تعلق ماں کی طرف ہے اور ماں کے رشتہ دار کی طرف ہے، اور باپ کے رشتہ داروں کی طرف کم ہے۔ اس لئے پرورش کا حق بھی ماں کے رشتہ داروں کو پہلے ہے اور باپ کے رشتہ داروں کو بعد میں ہے۔ اس لئے ماں کے رشتہ دار نہ ہوں یا ہوں لیکن نہ لینا چاہتے ہوں تب باپ کے رشتہ داروں کو ملے گا (۲) حضرت حمزہ کی بیٹی لینے کے لئے حضرت علی، حضرت زید اور حضرت جعفر نے مطالبہ کیا تو آپ نے جعفر کو دی اور فرمایا وہاں لڑکے کی خالہ ہے اور خالہ پرورش کی زیادہ حقدار ہے۔ لمبی حدیث کا ٹکڑا یہ ہے۔ **عن البراء قال اعتمر النبی ذی القعدة ... فقضی بها النبی لخالتها وقال الخالة بمنزلة الام** (ب) (بخاری شریف، باب کیف یکتب هذا ما صالح فلان بن فلان وفلان بن فلان وان لم ینسبه الی قبیلته اونسبه ص ۳۷۱ نمبر ۲۶۹۹، کتاب الصلح / ابوداؤد شریف، باب من احق بالولد ... نمبر ۲۲۷۸) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خالہ پرورش کی زیادہ حقدار ہے۔ کیونکہ وہ ماں کے درجے میں ہے، ماں نہ ہو یا دوسری جگہ شادی کر چکی ہو تو نانی پرورش کی زیادہ حقدار ہے اس کی دلیل حضرت ابوبکر کا فیصلہ ہے۔ **ان عمر طلق ام عاصم فکان فی حجر جدته فخاصمته الی ابی بکر فقضی ان یکون الولد مع جدته والنفقة علی عمرو قال هی احق به** (ج) (سنن للبیہقی، باب الام تتزوج فیسقط حقها من حضانة الولد وینتقل الی جدته ج، ثامن ص ۸، نمبر ۱۵۷۶۶) اس اثر میں حضرت ابوبکر نے بچے کی پرورش کا فیصلہ نانی کے لئے کیا۔ اور دادی یا

---

حاشیہ : (الف) ایک عورت نے کہا یا رسول اللہ ہمارے اس بیٹے کے لئے میرا پیٹ اس کے لئے برتن رہا، میرا پستان سیراب کرنے کے لئے برتن رہا اور میری گود اس کے لئے حفاظت کی چیز رہی۔ اور اس کے والد نے مجھے طلاق دی اور اس کو مجھ سے چھیننا چاہتا ہے۔ تو آپ نے اس سے کہا جب تک تم نکاح نہ کرو تم لڑکے کی زیادہ حقدار ہو (ب) حضور نے حضرت جعفر کی لڑکا کا فیصلہ اس کی خالہ کے لئے کیا اور فرمایا خالہ ماں کے درجے میں ہے (ج) حضرت عمرؓ نے ام عاصم کو طلاق دی، اور عاصم نانی کی گود میں تھے، پس حضرت ابوبکر کے پاس جھگڑا لے گئے تو فیصلہ یہ فرمایا کہ بچہ نانی کے ساتھ رہے گا اور نفقہ حضرت عمر پر ہوگا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ نانی بچے کی زیادہ حقدار ہے۔

**لم تکن جدة فالاخوات اولی من العمات والخالات[۲۱۶۳](۳۶) وتقدم الاخت من الاب والام ثم الاخت من الام ثم الاخت من الاب[۲۱۶۴](۳۷) ثم الخالات اولی من العمات[۲۱۶۵](۳۸) وینزلن کما نزلت الاخوات ثم العمات ینزلن کذلک [۲۱۶۶](۳۹) وکل من تزوجت من ھؤلاء سقط حقھا فی الحضانة الا الجدة اذا کان**

نانی بہنوں سے زیادہ تجربہ کار ہیں اس لئے بہنوں کے مقابلے میں ان کو پرورش کا حق دیا جائے گا۔اور بہنیں زیادہ محبت رکھتی ہیں اس لئے خالہ اور پھوپی سے وہ زیادہ حقدار ہوں گی۔

**لغت** العمات : پھوپیاں۔

[۲۱۶۳](۳۶)اور مقدم ہوگی حقیقی بہن، پھر ماں شریک بہن پھر باپ شریک بہن۔

**وجہ** حقیقی بہن ماں اور باپ دونوں جانب سے رشتہ دار ہوئی اس لئے وہ سوتیلی بہن اور ماں شریک بہن جس کو اخیافی کہتے ہیں دونوں سے پرورش کرنے میں مقدم ہوگی۔اور ماں شریک بہن کو باپ شریک بہن سے زیادہ محبت ہوتی ہے اس لئے وہ باپ شریک بہن پر مقدم ہوگی۔

[۲۱۶۴](۳۷) پھر خالائیں زیادہ بہتر ہیں پھوپیوں سے۔

**تشریح** اگر پرورش میں لینے والی خالہ اور پھوپی ہو تو خالہ کو دیا جائے گا۔

**وجہ** اوپر گزر چکا ہے کہ۔قال الخالة بمنزلة الام (الف)(بخاری شریف، نمبر ۲۶۹۹)اس لئے خالہ پھوپی سے زیادہ حقدار ہوگی (۲) یوں بھی خالہ میں پھوپی کے مقابلے میں زیادہ محبت ہوتی ہے۔اس لئے وہ زیادہ حقدار ہوگی۔

[۲۱۶۵](۳۸)اور ان میں وہی ترتیب ہے جو ترتیب بہنوں میں ہے، پھر پھوپیاں ترتیب وار ہوں گی اسی طرح۔

**تشریح** جس طرح بہنوں میں یہ ترتیب تھی کہ حقیقی بہن زیادہ حقدار تھی پھر ماں شریک بہن پھر باپ شریک بہن اسی طرح خالہ میں بھی حقیقی خالہ یعنی ماں باپ دونوں شریک خالہ زیادہ حقدار ہوگی، پھر ماں شریک خالہ پھر باپ شریک خالہ۔اسی طرح حقیقی پھوپی زیادہ حقدار ہوگی، پھر ماں شریک پھوپی، پھر باپ شریک پھوپی۔ینزلن کا مطلب یہی ہے۔

**وجہ** گزر گئی۔

[۲۱۶۶](۳۹) جس نے شادی کی ان میں سے اس کا حق ساقط ہو جائے گا پرورش میں مگر نانی اگر اس سے دادا نے شادی کی ہو۔

**تشریح** اوپر کی عورتوں میں سے کسی نے بچے کے اجنبی آدمی سے شادی کر لی تو اس کا حق پرورش ساقط ہو جائے گا۔لیکن اگر بچے کے ذی رحم محرم سے شادی کی تو حق پرورش ساقط نہیں ہوگا۔مثلا نانی نے بچے کے دادا سے شادی کر لی تو پرورش کا حق ساقط نہیں ہوگا۔

**وجہ** اجنبی سے شادی کرنے کے بعد اس لئے پرورش کا حق ساقط ہو جائے گا کیوں کہ اس کو بچے سے محبت نہیں ہوگی تو وہ بچے کو تکلیف دے

---

حاشیہ : (الف) آپؐ نے فرمایا خالہ ماں کے درجے میں ہے۔

**زوجھا الجد[۲۱٦۷](۴۰) فان لم تکن للصبی امرأۃ من اھلہ فاختصم فیہ الرجال فاولاھم بہ اقربھم تعصیبا.**

گا۔اورعورت شوہر کے تحت میں ہوتی ہے اس لئے اس کوروک بھی نہیں سکے گی۔اس لئے اجنبی سے شادی کرنے کے بعد مذکورہ عورت کا حق ساقط ہوجائے گا(۲)حدیث میں موجود ہے۔فقال لھا رسول اللہ ﷺ انت احق بہ مالم تنکحی (الف)(ابوداؤدشریف،باب من احق بالولدص ۳۱۷نمبر ۲۲۷٦)اس حدیث میں ہے کہ جب تک نکاح نہ کروتم کو پرورش کا حق ہے۔اس لئے نکاح کے بعد پرورش کا حق ساقط ہوجائے گا(۳)حضرت عمرؓ کی بیوی ام عاصم نے اجنبی سے شادی کر لی تھی اس لئے اس کا حق پرورش ساقط ہوگیا تھااور بچہ نانی کے پاس پرورش میں تھا۔اثر یہ ہے۔عن الفقھاء الذین ینتھی الی قولھم من اھل المدینۃ انھم کانوا یقولون قضی ابو بکر الصدیق علی عمر بن الخطاب لجدۃ ابنہ عاصم بن عمر بحضانتہ حتی یبلغ وام عاصم یومئذ حیۃ متزوجۃ (ب)(سنن للبیہقی ،باب الام تتزوج فیسقط حقھا من حضانۃ الولد وینتقل الی جدتہ ج ثامن،ص ۷،نمبر ۱۵۷٦۴)اس اثر میں ہے عاصم کی ماں نے اجنبی سے شادی کی تھی اس لئے اس کا حق پرورش ساقط ہوگیااور بچہ اس کی نانی کی پرورش میں چلا گیا۔

[۲۱٦۷](۴۰)پس اگر نہ ہو بچے کے لئے اسکے رشتہ داروں میں سے کوئی عورت اوراس کے لئے مرد جھگڑیں تو ان میں سے زیادہ حقدار قریبی عصبہ ہوگا۔

**تشریح** بچے کے رشتہ داروں میں سے کوئی عورت نہیں ہے جواس کولیکر پرورش کر سکے۔البتہ کچھ مرد ہیں جو لینے کا مطالبہ کر رہے ہیں تو مرد میں ترتیب یہ ہوگی کہ عصبہ کے اعتبار سے جس کو پہلے وراثت ملتی ہے بچہ اس کو پہلے ملے گا۔اور وہ نہ ہوتو اس کے بعد جس کو وراثت ملتی ہے اس کو بچہ ملے گا۔اس کے نہ ہونے پر تیسرے کو ملے گا۔اسی ترتیب سے بچہ ملے گا۔عصبہ کی ترتیب یہ ہے۔پہلے بیٹا کو وراثت ملتی ہے،پھر باپ،پھر دادا، پھر چچا،پھر بھائی،پھر چچازاد بھائی کو عصبہ کے اعتبار سے وراثت ملتی ہے۔اسی ترتیب سے بچہ پرورش کے لئے ملے گا۔

**وجہ** وراثت میں جو زیادہ حقدار ہوگا وہ بچے کی پرورش کا بھی زیادہ حقدار ہوگا۔عصبات کو لینے کا حق ہے اس کی دلیل یہ حدیث ہے کہ حضرت حمزہؓ کی بیٹی کے لئے حضرت علیؓ،حضرت زیدؓاور جعفرؓ نے مطالبہ کیا اور یہ سب عصبہ تھے۔جس سے معلوم ہوا کہ عورت نہ ہوتو مرد عصبات کو لینے کا حق ہے۔حدیث کا ٹکڑا یہ ہے۔فقال علی ان احق بھا وھی ابنۃ عمی وقال جعفر ابنۃ عمی وخالتھا تحتی وقال زید ابنۃ اخی فقضی بھا النبی ﷺ لخالتھا (ج)(بخاری شریف،باب کیف یکتب ھذا ماصالح فلان بن فلان بن فلان الخ ص ۳۷۱نمبر ۲٦۹۹)اوراثر میں ہے۔عن الضحاک فی ھذہ الآیۃ وعلی الوارث مثل ذلک ،قال الوالد یموت ویترک ولدا صغیرا

---

حاشیہ : (الف)حضورؐ نے عورت سے کہا تم بچے کی زیادہ حقدار ہو جب تک نکاح نہ کرلو(ب)وہ فقہاء جن کا قول اہل مدینہ تک پہنچا وہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ کے خلاف فیصلہ کیا کہ اس کا بیٹا عاصم نانی کی پرورش میں رہے بالغ ہونے تک۔اور عاصم کی ماں اس وقت زندہ تھی اور دوسری شادی کر چکی تھی۔(ج)حضرت علی نے فرمایا کہ میں حضرت کی لڑکی کا زیادہ حقدار ہوں کیونکہ وہ میرے چچا کی لڑکی ہے۔اورحضرت جعفر نے فرمایا میرے چچا کی بیٹی ہے اوراس کی خالہ میرے تحت میں ہے۔اورحضرت زید نے کہا میرے بھائی کی بیٹی ہے تو حضورؐ نے اس کی خالہ کے لئے فیصلہ فرمایا۔

[۲۱۶۸](۴۱) والام والجدة احق بالغلام حتی یأکل وحده ویشرب وحده ویلبس

فان کان لہ مال فرضاعہ فی مالہ وان لم یکن لہ مال فرضاعہ علی عصبتہ (الف)(مصنف ابن ابی شیبۃ ۲۲۸ فی قولہ علی الوارث مثل ذلک ج رابع ص ۱۸۹، نمبر ۱۹۱۴۷)

[۲۱۶۸](۴۱) ماں اور نانی لڑکے کے حقدار ہیں اس وقت تک کہ وہ خود کھانے لے اور خود پینے لگے اور خود استنجاء کرنے لگے۔

**تشریح** قانونی حیثیت سے ماں اور نانی لڑکے کی پرورش کا اس وقت تک حقدار ہیں کہ اپنے آپ خود اپنا ذاتی کام کرنے لگے اور پرورش کرنے والوں سے ایک حد تک بے نیاز ہو جائے۔ مثلا خود کھانے پینے، کپڑا پہننے اور استنجاء کرنے لگے عموما یہ سات سال کی عمر میں ہوتا ہے۔ اس لئے سات آٹھ سال تک ماں نانی کو لڑکے کی پرورش کا حق ہوگا۔ اس کے بعد لڑکا باپ کی نگرانی میں چلا جائے تا کہ مردانہ کام کاج سیکھ سکے اور زندگی گزار سکے۔

**وجہ** حدیث میں اس کا اشارہ موجود ہے کہ سات سال میں لڑکے قوی ہو جاتے ہیں اسی لئے اس کو نماز کا حکم دیا جائے گا۔ حدیث یہ ہے۔ عن ربیع بن سبرۃ قال قال النبی ﷺ مروا الصبی بالصلوۃ اذا بلغ سبع سنین واذا بلغ عشر سنین فاضربوہ علیھا (ب) (ابو داؤد شریف، باب متی یؤمر الغلام بالصلوۃ ص ۷۷ نمبر ۴۹۴ رترمذی شریف، باب ماجاء متی یأمر الصبی بالصلوۃ ص ۹۲ نمبر ۴۰۷) اس حدیث میں ہے کہ سات سال کی عمر میں نماز کا حکم دو جس کا مطلب یہ ہوا کہ سات سال کی عمر میں بچہ بہت حد تک پرورش کرنے والے سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ اثر میں ہے۔ عن عمارۃ الجرمی قال خیرنی علی بین امی و عمی ثم قال لاخ لی اصغر منی وھذا ایضا لو قد بلغ مبلغ ھذا لخیرتہ ... وقال فی الحدیث وکنت ابن سبع او ثمان سنین (ج)(سنن للبیہقی، باب الابوین اذا افترقا وھما فی قریۃ واحدۃ فالام احق بولدھا مالم تتزوج ج ثامن، ص ۶، نمبر ۱۵۷۶۱، نمبر ۱۵۷۶۲) اس اثر میں حضرت علی نے آٹھ سال کے بچے کو اختیار دیا اور اس سے چھوٹے کو اختیار نہیں دیا۔ اور اس سے بڑا ہو تو لڑکے کو اختیار دیا جائے گا ماں باپ میں سے جس کے ساتھ رہے۔

**وجہ** حدیث میں ہے کہ لڑکا تھا تو اس کو ماں یا باپ کے ساتھ رہنے کا اختیار دیا گیا اور لڑکے نے ماں کے ساتھ رہنا اختیار کیا۔ حدیث کا ٹکڑا یہ ہے۔ قال بینما انا جالس مع ابی ھریرۃ جائتہ امرأۃ فارسیۃ معھا ابن لھا... فقالت یا رسول اللہ ان زوجی یرید ان یذھب بابنی وقد سقانی من بئر ابی عنبۃ وقد نفعنی فقال رسول اللہ استھما علیہ فقال زوجھا من یحاقنی فی ولدی ؟ فقال النبی ﷺ ھذا ابوک وھذہ امک فخذ بید ایھما شئت فاخذ بید امہ فانطلقت بہ (ابو داؤد شریف، باب من احق بالولد ص ۳۱۷ نمبر ۲۲۷۷) اس حدیث میں عبارت ہے کہ لڑکے نے مجھے بیر عنبہ سے پانی پلایا اور نفع دیا جس سے معلوم ہوا کہ لڑکا آٹھ نو سال

---

حاشیہ : (الف) حضرت ضحاک نے اس آیت وعلی الوارث مثل ذلک کے بارے میں فرمایا والد کا انتقال ہو جائے اور چھوٹا بچہ چھوڑے، پس اگر بچے کے پاس مال ہو تو اس کی رضاعت اس کے مال میں ہے۔ اور اس کے پاس مال نہ ہو تو اس کا دودھ پلانا عصبات پر ہے (ب) آپؐ نے فرمایا بچے کو نماز کا حکم دو جب وہ سات سال کا ہو جائے۔ اور جب دس سال کا ہو جائے تو نماز نہ پڑھنے پر مارو (ج) عمارہ جرمی فرماتے ہیں کہ حضرت علی نے ماں اور چچا کے پاس رہنے کا مجھے اختیار دیا۔ پھر میرے چھوٹے بھائی سے کہا یہ بھی اس عمر کو پہنچتا تو اس کو بھی اختیار دیتا۔ اور میں سات یا آٹھ سال کا تھا۔

**وحده ویستنجی وحده [۲۱۶۹](۴۲) وبالجاریة حتی تحیض[۲۱۷۰](۴۳) ومن سوی الام والجدة احق بالجاریة حتی تبلغ حدا تشتھی[۲۱۷۱](۴۴) والامة اذا اعتقھا مولاھا وام الولد اذا اعتقت فھی فی الولد کالحرة[۲۱۷۲](۴۵) ولیس للامة وام الولد**

---

کا تھا جس کو ماں یا باپ کے ساتھ رہنے کا حضورؐ نے اختیار دیا۔

**فائدہ** امام شافعی فرماتے ہیں کہ بچے کو رہنے کا اختیار دیا جائے گا کہ ماں یا باپ جسکے ساتھ چاہے رہے۔

**وجہ** ان کی دلیل اوپر والی حدیث ہے جس میں لڑکے کو حضورؐ نے رہنے کا اختیار دیا تھا۔ **فقال رسول اللہ ﷺ استھما علیه (الف)** (ابوداؤد شریف، نمبر ۲۲۷۷)

[۲۱۶۹](۴۲) اور لڑکی حیض آنے تک۔

**تشریح** یعنی جب تک لڑکی کو حیض نہ آ جائے اور بالغ نہ ہو جائے ماں اور نانی اس کی پرورش کرنے کی حقدار ہیں۔

**وجہ** سات آٹھ سال میں تو وہ بے نیاز ہوگی، اس کے بعد عورتوں کے کام کاج سیکھنے کے لئے کچھ وقت درکار ہے جو ماں اور نانی کے پاس سیکھے گی۔ اس لئے بالغ ہونے تک ماں اور نانی کے پاس رہے گی۔ اور بالغ ہونے کے بعد اس کی نگرانی کی ضرورت ہے اور شادی کرانے کی ضرارت ہے جو باپ اچھی طرح کر سکتا ہے۔ اس لئے بالغ ہونے کے بعد باپ لڑکی کا زیادہ حقدار ہے۔

[۲۱۷۰](۴۳) ماں اور نانی علاوہ عورتیں لڑکی کے حقدار ہیں قابل شہوت ہونے تک۔

**تشریح** اگر ماں اور نانی کے علاوہ کوئی عورت بچی کی پرورش کر رہی ہو تو اس کو اس وقت تک اپنے پاس رکھنے کا حق ہے جب تک اس کو شہوت نہ ہونے لگے۔ جب قابل شہوت ہو جائے تو باپ کے پاس واپس کر دے۔

**وجہ** ماں اور نانی کے علاوہ دوسری عورتیں اتنے اچھے انداز میں لڑکی کو کام نہیں سیکھا سکیں گی اور نہ اس کی تربیت کر سکیں گی۔ اس لئے بے نیاز ہونے تک لڑکی کو اپنے پاس رکھ سکتی ہیں اس کے بعد واپس کر دے (۳) چونکہ مزید ضرورت نہیں ہے اس لئے ان لوگوں کے یہاں لڑکی رکھنے کی مدت کا حکم لڑکے رکھنے کی طرح ہوگا یعنی سات آٹھ سال جس عمر میں لڑکیوں کو شہوت ہو جاتی ہے۔

**لغت** تشتھی : شہوت ہونے لگے۔

[۲۱۷۱](۴۴) اگر باندی کو مولی نے آزاد کر دیا یا ام ولد کو آزاد کر دیا تو وہ بچے کے معاملے میں آزاد کی طرح ہیں۔

**تشریح** باندی کو مولی نے آزاد کر دیا یا ام ولد کو مولی نے آزاد کر دیا تو وہ اب آزاد کی طرح ہو گئیں۔ اس لئے وہ آزاد کی چرح بچے کی پرورش کرنے کے حقدار ہوں گی۔

[۲۱۷۲](۴۵) اور نہیں ہے باندی کے لئے اور ام ولد کے لئے آزادگی سے پہلے بچے میں کوئی حق۔

---

حاشیہ : (الف) آپؐ نے فرمایا تم دونوں بچے پر قرعہ ڈالو۔

**قبل العتق حق فی الولد[۲۱۷۳](۴۶) والذمیة احق بولدها المسلم مالم یعقل الادیان و یخاف علیہ ان یألف الکفر[۲۱۷۴](۴۷) واذا ارادت المطلقة ان تخرج بولدها من**

**تشریح** ماں باندی ہو یا ام ولد ہو اور باپ سے جدا ہو گئی ہو تو ان کو آزاد ہونے سے پہلے پرورش کا حق قانونی طور پر نہیں ہے۔

**وجہ** یہ دونوں مولی کی خدمت میں مشغول رہیں گی اس لئے صحیح طور پر بچے کی پرورش کا موقع نہیں ملے گا۔اس لئے ان کو پرورش کا حق نہیں ہے۔البتہ باپ پرورش کے لئے دے تو بہتر ہے کیونکہ ماں ہے۔

[۲۱۷۳](۴۶) ذمیہ عورت زیادہ حقدار ہے اپنے مسلمان بچے کی جب تک کہ دین نہ سمجھنے لگے اور اس پر خوف نہ ہو کہ کفر سے مانوس ہو جائے۔

**تشریح** باپ مسلمان ہے اور اس کے تحت میں بچہ بھی مسلمان ہے۔اب نصرانیہ یا یہودیہ یا کافرہ بیوی سے جدائیگی ہوئی تو جب تک بچہ دین کو نہ سمجھتا ہو اور کفر کے ساتھ مانوس ہونے کا خطرہ نہ ہو تو سات سال کے اندر اندر وہ ماں کی پرورش میں رہ سکتا ہے۔اور اگر سات سال کے اندر اندر دین کو سمجھنے لگا ہے اور کفر کے ساتھ مانوس ہونے کا خطرہ ہو جائے تو ماں سے واپس لے لیا جائے گا۔

**وجہ** ایک طرف چھوٹے ہونے کی وجہ سے پرورش کا مسئلہ ہے اور دوسری طرف کفر سے مانوس ہونے کا معاملہ ہے اس لئے دونوں کی رعایت کی جائے گی۔حدیث میں تو یہاں تک ہے کہ کفر کی وجہ سے بچپنے ہی میں حضورؐ نے باپ کو دے دیا۔**عن جدی رافع بن سنان انه اسلم وابت امرأته ان تسلم فاتت النبی ﷺ فقالت ابنتی وهی فطیم او شبه وقال رافع ابنتی فقال له النبی ﷺ اقعد ناحية وقال لها اقعدی ناحية واقعد الصبية بينهما ثم قال ادعواها فمالت الصبية الى امها فقال النبی ﷺ اللهم اهدها فمالت الصبية الى ابيها فاخذها** (الف)(ابوداؤد شریف، باب اذا اسلم احد الابوین لمن یکون الولد؟ ص ۳۱۲ نمبر ۲۲۴۴ رنسائی شریف، باب اسلام احد الزوجین وتخییر الولد ص ۴۹۱ نمبر ۳۵۲۵) اس حدیث میں والدہ کی کفر کی وجہ سے حضورؐ نے دعا کی اور دعا کی برکت سے بچی باپ کے پاس چلی گئی۔البتہ پرورش کی بھی ضرورت ہے اس لئے دین کے سمجھنے سے پہلے پہلے تک ماں کے پاس رکھا جائے گا۔

[۲۱۷۴](۴۷) اگر مطلقہ اپنے لڑکے کو شہر سے باہر لے جانا چاہے تو اس کے لئے یہ حق نہیں ہے مگر یہ کہ اس کو اپنے وطن کی طرف لے جائے یہاں شوہر نے اس سے شادی کی تھی۔

**تشریح** مطلقہ عورت کے پاس بچہ پرورش میں تھا۔وہ بچے کو شوہر کی اجازت کے بغیر شہر سے باہر لے جانا چاہتی ہے تو نہیں لے جاسکتی۔البتہ جس شہر میں شادی ہوئی تھی اس گاؤں میں لے جاسکتی ہے۔

**وجہ** شوہر کی اجازت کے بغیر عورت بچے کو باہر لے جائے گی تو شوہر کو تکلیف ہوگی اور آیت کے اعتبار سے بلا وجہ باپ کو تکلیف دینا جائز نہیں

---

حاشیہ : (الف) حضرت رافع بن سنان مسلمان ہوئے اور اس کی بیوی نے اسلام سے انکار کیا پھر وہ حضور کے پاس آئی۔اس نے کہا دودھ چھوڑنے والا ہے۔یا اسی قسم کی بات کہی اور رافع نے فرمایا میری بیٹی ہے تو حضورؐ نے فرمایا تم اس طرف بیٹھو اور عورت سے کہا تم دوسری طرف سے بیٹھو اور بچی کو درمیان میں بٹھایا پھر کہا تم دونوں بچی کو بلاؤ تو بچی ماں کی طرف مائل ہوئی۔پس حضورؐ نے فرمایا اے اللہ اس کو ہدایت دے، پھر بچی باپ کی طرف مائل ہوئی اور باپ نے اس کو لے لیا۔

**المصر فلیس لها ذلک الا ان تخرجه الی وطنها وقد کان الزوج تزوجها فیه [۲۱۷۵]**

**(۴۸) وعلی الرجل ان ینفق علی ابویه واجداده وجداته اذا کانوا فقراء وان خالفوہ فی دینه.**

ہٰذااس لئے شوہر کی اجازت کے بغیر شہر سے باہر لے جانا جائز نہیں۔آیت یہ ہے۔**لا تضار والدة بولدها ولا مولود له بولده** (الف) (آیت ۲۳۳ سورۃ البقرۃ ۲) البتہ جہاں شوہر نے بیوی سے شادی کی تھی وہ عورت کا میکا ہے وہاں عورت کا خاندان ہے اس لئے وہاں عورت جائے گی اور جب خود جائے گی تو بچے کو بھی ساتھ لے جانے کا حق رکھے گی۔ورنہ ماں کو تکلیف ہوگی۔اور اوپر کی آیت گزری کہ بچے کی وجہ سے ماں کو تکلیف نہیں ہونی چاہئے۔اس لئے اپنے میکے لیجانے کا حق رکھے گی۔

[۲۱۷۵] (۴۸) اور آدمی پر لازم ہے کہ وہ خرچ کرے والدین پر اور دادا پر اور دادیوں پر جبکہ وہ فقیر ہوں،اگر چہ وہ اس کے دین کے مخالف ہوں

**تشریح** والدین کے پاس روزانہ کے کھانے کا نہیں ہے اور لڑکے کے پاس ہے تو لڑکے پر والدین کا نفقہ لازم ہے۔چاہے وہ مسلمان ہو یا کافر ہو۔اسی طرح دادا،دادی اور نانا نانی کا حکم ہے۔

**وجہ** والدین کے ساتھ احترام کا معاملہ کرنا چاہئے۔اس لئے اس کے پاس نفقہ نہ ہو تو نفقہ دینا چاہئے (۲) آیت میں ہے۔**وصاحبهما فی الدنیا معروفا** (ب) (آیت ۱۵ سورۂ لقمان ۳۱) اس آیت میں ہے کہ والدین کے ساتھ دنیا میں اچھا معاملہ کرو۔اور چونکہ اتحاد دین کی قید نہیں ہے اس لئے والدین کافر بھی ہوں تو ان کے ساتھ اچھا معاملہ کرو اور نفقہ دو (۲) دوسری آیت میں ہے۔**وعلی الوارث مثل ذلک** (آیت ۲۳۳ سورۃ البقرۃ ۲) کہ والدین کی طرح وارث پر بھی نفقہ ہے۔اور بیٹا اور پوتا وارث ہیں اس لئے ان پر بھی والدین اور دادا دادی اور نانا نانی کا نفقہ ہوگا (۳) حدیث میں ہے۔**حدثنا کلیب بن منفعة عن جده انه اتی النبی ﷺ فقال یا رسول الله من ابر ؟ قال امک و اباک و اختک واخاک ومولاک الذی یلی ذلک حقا واجبا ورحما موصولة** (ج) (ابوداؤد شریف، باب فی بر الوالدین ص ۳۵۲ نمبر ۵۱۴۰) (۴) نسائی شریف میں ہے۔**عن طارق المحاربی قال قدمنا المدینة فاذا رسول الله قائم علی المنبر یخطب الناس وهو یقول ید المعطی العلیا وابداء بمن تعول امک واباک واختک واخاک ثم ادناک ادناک** (د) (نسائی شریف، باب ایتهما الید العلیا؟ ص ۳۵۰ نمبر ۲۵۳۳) اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ والدین کا نفقہ بیٹے پر واجب ہے۔اور دادا دادی اور نانا نانی بھی انہیں میں داخل ہیں اس لئے ان کا نفقہ بھی واجب ہوگا۔اور اگر ان لوگوں کے پاس اپنا مال ہو تو بیٹے پر نفقہ لازم نہیں ہوگا،کیونکہ ہر آدمی کا نفقہ اپنے مال میں لازم ہوتا ہے۔اس لئے ان لوگوں کا نفقہ انہیں کے مال میں لازم ہوگا۔

---

حاشیہ : (الف) والدہ اور باپ بچے کی وجہ سے نقصان نہ اٹھائے (ب) دنیا میں والدین کے ساتھ خیر خواہی کے ساتھ رہو (ج) کلیب بن منفعۃ فرماتے ہیں یا رسول اللہ! کن کے ساتھ نیکی کروں؟ فرمایا ماں،باپ،بہن،بھائی اور غلاموں کے ساتھ جو تمہارے قریب رہتے ہیں یہ حق واجب ہے اور صلہ رحمی بھی ہے (د) حضور منبر پر لوگوں کو خطبہ دے رہے تھے اور فرما رہے تھے دینے والے کا ہاتھ اونچا رہتا ہے۔جس کی کفالت کرتے ہو وہاں سے شروع کرو،تمہاری ماں اور باپ اور بہن اور بھائی پھر جو زیادہ قریب ہو ان کو دو۔

**[۲۱۷٦](۴۹) ولا تجب النفقة مع اختلاف الدين الا للزوجة والابوين والاجداد والجدات والولد وولد الولد[۲۱۷۷](۵۰) ولا يشارک الولد فی نفقة ابويه احد[۲۱۷۸](۵۱)والنفقة واجبة لكل ذی رحم محرم منه اذا كان صغيرا فقيرا او كانت**

---

[۲۱۷٦](۴۹)اور نہیں واجب ہوگا نفقہ اختلاف دین کے باوجود مگر بیوی کا اور والدین کا اور دادا نانا کا اور دادی نانی کا اور لڑکے کا اور پوتے کا۔

**تشریح** دین اور مذہب الگ الگ ہو پھر بھی مذکورہ لوگوں کا نفقہ واجب ہوتا ہے۔ان کے علاوہ کا نفقہ اختلاف دین کے ساتھ لازم نہیں ہے۔

**وجہ** بیوی کا نفقہ اصل میں احتباس کی مزدوری ہے اس لئے اگر بیوی یہودیہ یا نصرانیہ ہو پھر بھی اگر شوہر کے گھر میں رہتی ہو تو اس کا نفقہ لازم ہوگا(۲)یت میں ہے۔وعلی المولود له رزقهن وكسوتهن بالمعروف ۔اور بچوں کا نفقہ لازم ہے اس کی دلیل پہلے گزر چکی ہے۔ اور یہ آیت بھی ہے۔والوالدات يرضعن اولادهن حولين كاملين (آیت ۲۳۳ سورۃ البقر(۲)اور ماں باپ دادا دادی اور نانا نانی کا نفقہ لازم ہے اس کی دلیل مسئلہ نمبر ۴۸ میں گزر چکی ہے۔

[۲۱۷۷](۵۰)کوئی بھی شریک نہ کریں لڑکے کو والدین کے نفقے میں۔

**تشریح** والدین کو نفقہ دیا تو اس کے نفقے میں لڑکے کو شریک نہ کرے۔

**وجہ** لڑکے پر ماں باپ کا نفقہ مستقل طور پر الگ واجب ہوتا ہے اور بچے کا نفقہ الگ واجب ہوتا ہے اس لئے والدین کے نفقے میں بچے کو شریک نہ کرے(۲)والدین کا نفقہ مستقل طور پر واجب ہونے کی دلیل اوپر گزر چکی ہے۔اور ایک دلیل یہ حدیث بھی ہے۔عن عمر بن شعيب عن ابيه عن جده قال جاء رجل الی النبی ﷺ فقال ان ابی اجتاح مالی فقال انت ومالک لابيک،وقال رسول الله ﷺ ان اولادكم من اطيب كسبكم فكلوا من اموالكم (الف)(ابن ماجہ شریف، باب ماللرجل من مال ولده ص ۳۲۷ نمبر ۲۲۹۲)اس حدیث میں ہے کہ لڑکا والدین کا مال ہے اس لئے والدین لڑکے کا مال کھا سکتے ہیں۔اس سے اندازہ ہوا کہ لڑکے پر والدین کا مستقل نفقہ واجب ہے۔اس لئے ان کے نفقے میں کسی کو شریک نہ کرے۔

[۲۱۷۸](۵۱)نفقہ واجب ہے ذی رحم محرم کے لئے جب وہ چھوٹے ہوں اور فقیر ہوں یا عورت بالغہ ہو اور فقیر ہو یا اپاہج مرد ہو یا اندھا فقیر ہو۔واجب ہوگا یہ نفقہ میراث کی مقدار۔

**تشریح** قریب کے رشتہ داروں کا نفقہ تین شرطوں پر واجب ہے۔ایک تو یہ کہ نفقہ دینے والے کے پاس مال ہو،اگر اس کے پاس مال نہ ہو تو کیسے اس پر نفقہ واجب ہوگا؟۔دوسری شرط یہ ہے کہ ذی رحم محرم کے پاس نفقہ کی مقدار مال نہ ہو،کیونکہ ان کے پاس نفقہ کی مقدار مال ہو تو

---

حاشیہ : (الف)ایک آدمی حضورؐ کے پاس آیا اور کہا میرے باپ سارا مال لینا چاہتے ہیں تو آپؐ نے فرمایا تم اور تمہارا مال تمہارے باپ کا ہے۔آپؐ نے فرمایا تمہاری اولاد تمہاری بہتر کمائی ہے اس لئے اس مال میں سے کھاؤ۔

**امرأة بالغة فقيرة او كان ذكرا زمنا او اعمى فقيرا يجب ذلک على مقدار الميراث.**

دوسرے پر ان کا نفقہ واجب نہیں ہوگا۔اور تیسری شرط یہ ہے کہ آدمی کی ایسی مجبوری ہو کہ خود کام کر کے نفقہ حاصل کرنے پر قادر نہ ہو۔جس کی چند مثالیں عبارت میں ہیں۔مثلا ذی رحم محرم چھوٹا ہو اور فقیر ہو اور کوئی اس کی کفالت کرنے والا اس سے قریب کا نہیں ہو۔یا عورت بالغہ ہو لیکن فقیرہ ہو اور اس سے قریب کا کوئی آدمی اس کی کفالت کرنے والا نہ ہو۔اگر اس کو نفقہ نہ دیا جائے تو ضائع ہو جائے گی۔کیونکہ باہر جا کر کام کرنا اس کے بس کی بات نہیں ہے۔یا مرد ہو لیکن اپاہج ہو یا نابینا ہو اور فقیر ہو تو یہ لوگ کام کر کے کھانے کے قابل نہیں ہیں۔اس لئے ان لوگوں کا نفقہ رشتہ داروں پر واجب ہوگا میراث کی مقدار۔مثلا دو بھائی ہیں تو دونوں پر آدھا آدھا نفقہ ہوگا،کیونکہ دونوں بھائیوں کو اس ذی رحم محرم کی آدھی آدھی وراثت ملے گی۔

**وجہ** آیت میں ہے کہ وراثت کی مقدار نفقہ واجب ہے۔**وعلى الوارث مثل ذلک** (الف) (آیت ۲۳۳ سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت سے معلوم ہوا کہ وارث پر نفقہ واجب ہے۔اور وارث کے لفظ سے اشارہ ہے کہ وراثت کی مقدار واجب ہوگی (۲) حدیث میں ہے۔**حدثنا كليب بن منفعة عن جده انه اتى النبى ﷺ فقال يا رسول الله ! من ابر ؟ قال امک واباک واختک واخاک ومولاک الذى يلى ذلک حقا واجبا ورحما موصولة** (ب) (ابوداؤد شریف، باب فی بر الوالدین ج ثانی ص ۳۵۲ نمبر ۵۱۴۰) اور نسائی میں ہے (۳) **عن طارق المحاربى قال قدمنا المدينة فاذا رسول الله قائم على المنبر يخطب الناس وهو يقول يد المعطى العليا وابداء بمن تعول امک واباک واختک واخاک ثم ادناک ادناک** (ج) (سنن نسائی شریف، ص ۳۵۰ نمبر ۲۵۳۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ذی رحم محرم کا نفقہ بھی واجب ہوتا ہے (۴) اثر میں ہے۔**عن زيدبن ثابت قال اذا كان عم وام فعلى الام بقدر ميراثها وعلى العم بقدر ميراثه** (د) (مصنف ابن ابی شیبۃ ۲۲۸ من قال الرضاع علی الرجال دون النساء ج رابع ص ۱۶۷) اس اثر سے معلوم ہوا کہ ہر ایک وارث پر اس کی وراثت کی مقدار نفقہ واجب ہوگا۔اور خود اس آدمی کے پاس مال نہ ہو تب بھی ذی رحم محرم پر نفقہ واجب ہوگا اس کی دلیل یہ اثر ہے۔**عن الضحاک فى هذه الآية وعلى الوارث مثل ذلک ،قال الوالد يموت ويترک ولدا صغيرا فان كان له مال فرضاعه فى ماله وان لم يكن له مال فرضاعه على عصبته** (ہ) (مصنف ابن ابی شیبۃ ۲۲۸ فی قولہ وعلی الوارث مثل ذلک ج رابع ص ۱۸۹، نمبر ۱۹۱۴۷) اور کفایت کی مقدار نفقہ واجب ہے اس کی دلیل

حاشیہ : (الف) اور وارث پر اسی کی مثل نفقہ واجب ہے (ب) ایک آدمی حضورؐ کے پاس آیا پوچھا یا رسول اللہ! کس کے ساتھ نیکی کروں؟ آپؐ نے فرمایا ماں، باپ، بہن، بھائی اور غلاموں کے ساتھ جو تمہارے قریب ہوں۔یہ حق واجب ہے اور صلہ رحمی ہے (ج) آپ منبر پر لوگوں کو خطبہ دے رہے تھے اور فرما رہے تھے، دینے والا ہاتھ اونچا رہتا ہے۔جس کی کفالت کرتے ہو وہاں سے نیکی شروع کرو، تمہاری ماں، باپ، بہن، بھائی پھر جو قریب ہو جو قریب ہو (د) حضرت زید نے فرمایا اگر چچا اور ماں دونوں ہوں تو ماں پر اس کی میراث کی مقدار اور چچا پر اس کی میراث کی مقدار نفقہ لازم ہے (ہ) حضرت ضحاک نے آیت وعلی الوارث مثل ذلک کے بارے میں فرمایا۔والد انتقال کر جائے اور چھوٹا بچہ چھوڑ جائے، پس اگر اس کے پاس مال ہو تو دودھ کا پلانا بچے کے مال میں ہوگا۔اور اگر بچے کے پاس مال نہ ہو تو دودھ پلانا عصبات پر ہوگا۔

[۲۱۷۹](۵۲) وتجب نفقة الابنة البالغة والابن الزمن علی ابویه اثلاثا علی الاب الثلثان وعلی الام الثلث[۲۱۸۰](۵۳) ولا تجب نفقتهم مع اختلاف الدین[۲۱۸۱](۵۴) ولا

---

یہ اثر ہے۔عن قیس بن حازم قال حضرت ابا بکر الصدیق فقال له رجل یا خلیفة رسول الله هذا یرید ان یأخذ مالی کله ویجتاحه فقال ابو بکر انما لک من ماله ما یکفیک (الف)(سنن للبیہقی ،باب نفقۃ الابوین ج سابع ،ص۸۹۰،نمبر ۱۵۷۵۴)اس اثر سے معلوم ہوا کہ والدین کو بھی جتنی ضرورت ہو اتنا ہی لڑکے کے مال میں سے نفقہ لے سکتے ہیں اس سے زیادہ نہیں۔

**لغت** زمنا : اپاہج۔

[۲۱۷۹](۵۲) بالغہ بیٹی اور اپاہج بیٹے کا نفقہ واجب ہے والدین پر بطور اثلاث یعنی باپ پر دو تہائی اور ماں پر ایک تہائی۔

**تشریح** بالغہ بیٹی کے پاس مال نہیں ہے تو اس کا نفقہ باپ اور ماں پر واجب ہے۔اسی طرح بالغ لڑکا ہے لیکن اپاہج ہے کام نہیں کر سکتا ہے تو اس کا نفقہ والدین پر واجب ہے۔اب چونکہ باپ بیٹے اور بیٹی کے دو تہائی کا وارث بنتا ہے اس لئے اس پر دو تہائی نفقہ واجب ہوگا۔اور ماں اس کے آدھے یعنی ایک تہائی کا وارث بنتی ہے اس لئے اس پر ایک تہائی نفقہ واجب ہوگا۔

**وجہ** آیت میں ہے کہ وارث پر نفقہ لازم ہے تو جتنی وراثت ملتی ہو اس مقدار سے ہر ایک پر نفقہ واجب ہوگا۔آیت ہے۔وعلی الوارث مثل ذلک (آیت ۲۳۳ سورۃ البقرۃ ۲)(۲)اثر میں ہے۔عن زید بن ثابت قال اذا کان عم و ام فعلی الام بقدر میراثها وعلی العم بقدر میراثه (ب)(مصنف ابن ابی شیبۃ ۲۲۹ من قال الرضاع علی الرجال دون النساء ج رابع ،ص۱۹۰،نمبر ۱۹۱۵۵)اس اثر سے معلوم ہوا کہ وارث پر اس کو وراثت ملنے کی مقدار اس پر نفقہ لازم ہے۔چونکہ باپ کو بچے کی وراثت میں دوگنا ملتا ہے اس لئے اس پر دوگنا نفقہ لازم ہے۔اور ماں کو اس سے آدھا ملتا ہے اس لئے اس پر آدھا نفقہ لازم ہے۔

[۲۱۸۰](۵۳) ذی رحم محرم کا نفقہ لازم نہیں ہوگا اختلاف دین کے ساتھ۔

**تشریح** والدین،اولاد اور بیوی کے علاوہ جو ذی رحم محرم ہوں اگر وہ دین میں مختلف ہوں مثلا یہودی یا عیسائی یا کافر ہوں تو ان کا نفقہ مسلمان ذی رحم محرم پر لازم نہیں ہوگا۔

**وجہ** آیت میں ہے۔وعلی الوارث مثل ذلک (آیت ۲۳۳ سورۃ البقرۃ ۲) جس کا مطلب یہ ہوا کہ جو وارث ہوں ان پر ذی رحم محرم کا نفقہ لازم ہوگا۔اور اختلاف دین کی وجہ سے ان کا وارث نہیں ہو سکے گا اس لئے ان کا نفقہ بھی لازم نہیں ہوگا۔اس لئے اختلاف دین کے ساتھ ذی رحم محرم کا نفقہ لازم نہیں ہوگا۔

[۲۱۸۱](۵۴) اور نفقہ نہیں لازم ہوگا فقیر پر۔

---

حاشیہ : (الف) ایک آدمی حضرت ابو بکرؓ کے پاس آیا اور کہا کہ اے رسول اللہ کے خلیفہ یہ باپ میرا پورا مال لینا چاہتا ہے،اور اس کو سمیٹ لینا چاہتا ہے۔حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا آپ کا اتنا ہی حق ہے جتنا آپ کے لئے کافی ہو (ب) حضرت زید بن ثابت نے فرمایا اگر چچا اور ماں ہوں تو ماں پر ان کی میراث کی مقدار اور چچا پر اس کی میراث کی مقدار نفقہ ہے۔

**تجب علی الفقیر[۲۱۸۲](۵۵) واذا کان للابن الغائب مال قضی علیه بنفقة ابویه .**

**تشریح** آدمی خود فقیر ہوتو بیوی اور اولاد کے علاوہ کا نفقہ اس پر لازم نہیں ہوگا۔

**وجہ** خود فقیر ہے تو اس کا نفقہ دوسرے رشتہ داروں پر لازم ہوگا اس لئے اس پر کیسے لازم کریں؟ اور لازم کریں تو کہاں سے دے گا؟ اس کے پاس تو مال ہی نہیں ہے (۲) دوسروں کا نفقہ صلہ ہے اور صلہ اس وقت واجب ہوتا ہے جب اس کے پاس مال ہو۔ اور اس کے پاس مال نہیں ہے اس لئے صلہ بھی لازم نہیں ہوگا۔

البتہ بیوی اور چھوٹی اولاد کا نفقہ فقیر ہونے کے باوجود لازم ہوگا۔

**وجہ** شادی پر اقدام کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ اس کے پاس مال ہے یا مال کما کر لائے گا۔ اس لئے ان کا نفقہ فقر کی حالتمیں بھی لازم ہوگا (۲) حدیث میں ہے کہ ایک صحابی فقیر تھے اور رمضان میں بیوی سے صحبت کرنے کی وجہ سے ساٹھ مسکین کو کھانا کھلانا لازم ہوگیا۔ پھر بھی بیوی اور بچوں کا نفقہ ان پر لازم رہا۔ اور حضورؐ نے جو مدد کی تھی اس کے ذریعہ بیوی بچوں کا نفقہ ادا کیا۔ حدیث کا ٹکڑا یہ ہے۔ **عن ابی هريرة قال اتی النبی ﷺ رجل فقال هلكت ... قال علی احوج منا یا رسول الله ؟ فوالذی بعثک بالحق ما بین لا بیتها اهل بیت احوج منا فضحک النبی ﷺ حتی بدت انیابه قال فانتم اذا** (الف) (بخاری شریف، باب نفقة المعسر علی اہلہ ص ۸۰۸ نمبر ۵۳۶۸) بخاری شریف کی دوسری روایت میں ہے۔ **فاطعمه اهلک** (بخاری شریف، باب المجامع فی رمضان الخ ص ۲۵۹ نمبر ۱۹۳۷) اس حدیث میں صحابی کے فقیر ہونے کے باوجود اس پر بیوی بچوں کا نفقہ لازم رکھا۔

[۲۱۸۲] (۵۵) اگر غائب بیٹے کا مال ہوتو اس پر حکم کیا جائے گا والدین کے نفقے کا۔

**تشریح** والدین کے پاس مال نہ ہو اور غائب بیٹے کا مال ہوتو قاضی غائب بیٹے کے مال میں والدین کے نفقے کا فیصلہ کرسکتا ہے۔

**وجہ** اصل قاعدہ یہ ہے کہ غائب پر فیصلہ کرنا جائز نہیں ہے۔ لیکن یہاں حقیقت میں فیصلہ کرنا نہیں ہے کیونکہ والدین کا نفقہ پہلے ہی سے لڑکے پر واجب ہے، بلکہ صرف نفقہ لینے کا حکم کرنا ہے۔ اس لئے غائب پر فیصلہ نہیں ہے۔ بلکہ یوں کہئے کہ غائب کا مال ایک طرح سے والدین کا ہی ہے۔ اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ **عن عمر بن شعیب عن ابیه عن جده قال جاء رجل الی النبی ﷺ فقال ان ابی اجتاح مالی فقال انت ومالک لابیک وقال رسول الله ان اولادکم من اطیب کسبکم فکلوا من اموالکم** (ب) (ابن ماجہ شریف، باب ماللرجل من مال ولدہ ص ۳۲۸ نمبر ۲۲۹۲) اس حدیث میں فرمایا کہ لڑکے کا مال والدین کا مال ہے اس لئے اس کو کھاؤ اور پہلے سے کھانے کا حکم ہے تو قضاء علی الغائب نہیں ہوا۔

---

حاشیہ : (الف) حضورؐ کے پاس ایک صحابی آئے اور کہا میں ہلاک ہوگیا... انہوں نے کہا ہم سے بھی زیادہ کوئی محتاج ہے یا رسول اللہ! قسم اس ذات کی جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ بھیجا مدینے کے سنگلاخوں میں میرے گھر سے زیادہ کوئی محتاج ہے؟ حضورؐ ہنسے یہاں تک کہ دانت مبارک ظاہر ہوگئے پھر فرمایا تم جانو۔ دوسری روایت میں ہے یہ کفارہ گھر والوں کو کھلا دو (ب) ایک آدمی حضورؐ کے پاس آیا اور کہا میرے والد میرا سارا مال لینا چاہتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا تم اور تمہارا مال تمہارے والد کے ہیں، آپؐ نے فرمایا تمہاری اولاد تمہاری بہترین کمائی ہے اس لئے اپنے مال سے کھاؤ۔

**[۲۱۸۳](۵۶) وان باع ابواه متاعه فی نفقتهما جاز عند ابی حنیفة رحمه الله تعالی وان باع العقار لم یجز[۲۱۸۴](۵۷) وان کان للابن الغائب مال فی ید ابویه فانفقا منه لم**

[۲۱۸۳](۵۶)اگر والدین نے غائب لڑکے کے مال کو اپنے نفقے میں بیچا تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک جائز ہے۔اور اگر زمین کو بیچا تو جائز نہیں ہے

**تشریح** غائب لڑکے کے مال میں چاول، دال وغیرہ نہیں تھا کہ اس کو نفقہ میں استعمال کر سکے، البتہ کچھ منقول جائداد تھی جس کو بیچ کر نفقہ وصول کیا تو والدین کا منقولی جائداد بیچنا جائز ہے۔البتہ زمین وغیرہ غیر منقولی جائداد کو بیچنا جائز نہیں ہے۔

**وجہ** زمین وغیرہ اہم چیز ہے۔ایک مرتبہ بیچنے کے بعد دوبارہ ہاتھ آنا مشکل ہے اس لئے اس کو بیچنا جائز نہیں ہے(۲) زمین محفوظ بنفسہ ہے اس کو بیچ کر حفاظت کرنے کی ضرورت نہیں ہے اس لئے اس کو بیچنا جائز نہیں ہے۔اور منقول جائداد کو بیچ کر حفاظت کریں گے اور جب روپیہ پیسہ ہاتھ میں آیا تو کھا بھی سکتے ہیں۔

**فائدہ** صاحبین فرماتے ہیں کہ بالغ ہونے کے بعد والدین کی جائداد الگ ہوگئی اور بچے کی جائداد الگ ہوگئی۔اس لئے والدین دوسرے کی جائداد نہیں بیچ سکتے۔حدیث میں ہے۔**عن عبد اللہ بن عمر عن رسول اللہ ﷺ انه قام فقال لا یحلبن احدکم ما شیة رجل بغیر اذنه** (الف)(ابن ماجہ شریف، باب النھی ان یصیب منہا شیئا الا باذن صاحبہا ص ۳۲۹ نمبر ۲۳۰۲)اس حدیث میں ہے کہ دوسرے کی چیز بغیر اس کی اجازت کے لینا جائز نہیں ہے۔

[۲۱۸۴](۵۷)اگر غائب بیٹے کا مال والدین کے قبضے میں ہو اور انہوں نے اس میں سے خرچ کر دیا تو وہ ضامن نہیں ہوں گے۔

**تشریح** غائب بیٹے کا مال والدین کے قبضے میں تھا، انہوں نے اس مال میں سے کچھ خرچ کر دیا تو وہ اس مال کے ضامن نہیں ہوں گے اور نہ ان کو اس کا ضمان ادا کرنا ہوگا۔

**وجہ** اوپر گزر چکا ہے کہ قاضی کے فیصلے سے پہلے بھی والدین کا نفقہ لڑکے کے مال میں واجب تھا اس لئے جو مال ان کے ہاتھ میں تھا اس میں سے خرچ کر لیا تو گویا کہ اپنا حق وصول کر لیا۔اس لئے وہ اس کے ضامن نہیں ہوں گے۔انہوں نے تو گویا کہ اپنا ہی مال خرچ کیا(۲) حدیث میں گزر چکا ہے۔**فقال انت ومالک لابیک وقال رسول اللہ ﷺ ان اولادکم من اطیب کسبکم فکلوا من اموالکم** (ب)(ابن ماجہ شریف، باب ما للرجل من مال ولدہ ص ۳۲۸ نمبر ۲۲۹۲)(۳)اور یہ بھی گزرا کہ اپنا واجب شدہ نفقہ چپکے سے وصول کر لے تو جائز ہے۔حضرت ابوسفیان کی بیوی نے اپنا نفقہ چپکے سے وصول کرنے کی حضورؐ سے اجازت لی تھی۔**عن عائشة قالت جائت هند بنت عتبة فقالت یارسول اللہ ان ابا سفیان رجل مسیک فهل علی حرج ان اطعم من الذی له عیالنا ؟قال لا الا بامعروف** (ج)(بخاری شریف، باب نفقۃ امرأۃ اذا غاب عنہا زوجہا ونفقۃ الولد ص ۸۰۷ نمبر ۵۳۵۹)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غائب کے مال میں

حاشیہ : (الف) آپ کھڑے ہوئے اور فرمایا تم میں سے کوئی کسی آدمی کے جانور کا دودھ بغیر اس کی اجازت کے نہ دوہے (ب) آپؐ نے فرمایا تم اور تمہارا مال تمہارے والد کے ہو، اور آپؐ نے فرمایا تمہاری اولاد تمہاری بہترین کمائی ہے اس لئے اپنے مال سے کھاؤ (ج) ہند بنت عتبہ نے کہا یا رسول اللہ ابوسفیان بخیل آدمی ہیں۔مجھ پر کوئی حرج ہے اگر میں اپنے عیال کو کھلا دوں؟ فرمایا نہیں، مگر مناسب انداز میں کھلاؤ۔

**یضمنا [۲۱۸۵](۵۸) وان کان له مال فی ید اجنبی فانفق علیهما بغیر اذن القاضی ضمن [۲۱۸۶](۵۹) واذا قضی القاضی للولد والوالدین ولذوی الارحام بالنفقة فمضت مدة سقطت الا ان یأذن لهم القاضی فی الاستدانة علیه.**

---

سے اپنا مناسب نفقہ وصول کر سکتے ہیں۔اور ایسا کر لیا تو اس کا ضمان بھی لازم نہیں ہوگا۔

[۲۱۸۵](۵۸)اور اگر غائب کا مال اجنبی کے ہاتھ میں ہو اور اس نے والدین پر خرچ کیا بغیر قاضی کی اجازت کے تو وہ ضامن ہوگا۔

**تشریح** غائب لڑکے کا مال کسی اجنبی آدمی کے پاس تھا اس نے والدین پر بغیر قاضی کی اجازت کے خرچ کر دیا تو اجنبی آدمی اس مال کا ضامن ہو جائے گا۔

**وجہ** والدین کو اس مال میں نفقہ لینے کا حق تھا جو خود والدین کے پاس ہو۔اور جو مال اجنبی کے پاس ہے وہ اس کا محافظ ہے اس کو کسی پر خرچ کرنے کی اجازت نہیں ہے چاہے غائب کے والدین ہی کیوں نہ ہوں؟ اس لئے اس پر خرچ کرنے سے محافظ ضامن بن جائے گا۔البتہ قاضی نے حکم دیا تو چونکہ اس کے لئے اذن عام ہے اس لئے محافظ ضامن نہیں ہوگا۔

[۲۱۸۶](۵۹)اگر قاضی نے لڑکے کے لئے ،والدین کے لئے ،ذی رحم محرم کے لئے نفقے کا فیصلہ کیا اور ایک مدت گزر گئی تو نفقہ ساقط ہو جائے گا مگر یہ کہ قاضی اس کے اوپر قرض لینے کی اجازت دے۔

**تشریح** قاضی نے لڑکے کے لئے ،والدین کے لئے اور ذی رحم محرم کے لئے نفقے کا فیصلہ کیا لیکن اس کے اوپر قرض لینے کا فیصلہ نہیں کیا۔پھر ایک مدت گزر گئی جس کی ان لوگوں نے نفقہ نہیں لیا تو یہ نفقہ ساقط ہو جائے گا۔

**وجہ** یہ نفقہ مزدوری نہیں ہے بلکہ صلہ ہے اور احتیاج کی وجہ سے لازم کیا گیا ہے۔اور جب ایک مدت تک نفقہ نہیں لیا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس زمانے میں نفقے کی ضرورت نہیں رہی۔اس لئے اس زمانے کا نفقہ ساقط ہو جائے گا (۲) اثر میں ہے کہ قرض لینے کا فیصلہ کیا ہو تب تو ساقط نہیں ہوگا ،اور قرض لینے کا فیصلہ نہیں کیا تو ساقط ہو جائے گا۔**عن النخعی اذا ادانت اخذ به حتی یقضی عنها وان لم تستدن فلا شیء لها علیه اذا اکلت من مالها. قال معمر ویقول اخرون من یوم ترفع امرها الی السلطان** (الف)(مصنف عبد الرزاق ،باب المرأة یابق زوجها وھو عبد المرأة یأبق ج سابع ص۹۴ نمبر ۱۲۳۴۹)اس اثر میں ہے کہ قرض لیا ہو تو نفقہ لے سکتا ہے اور قرض نہ لیا ہو بلکہ اپنا مال کھایا ہو تو اس مدت کا نفقہ ساقط ہو جائے گا **لغت** الاستدانۃ : دین سے مشتق ہے ،قرض لینا۔



---

حاشیہ : (الف) حضرت ابراہیم نخعی نے فرمایا اگر عورت نے قرض لیا تو وہ شوہر سے لیا جائے گا جب تک کہ الگ ہونے کا فیصلہ نہ کرے۔اور اگر قرض نہیں لیا تو عورت کا شوہر پر کچھ نہیں ہے اگر اس نے اپنا مال کھایا۔حضرت معمر نے فرمایا دوسرے حضرات فرماتے ہیں کہ جس دن سے معاملہ بادشاہ کے پاس لے گئی اس دن سے نفقہ لے گی۔

**[۲۱۸۷](۶۰) وعلی المولی ان ینفق علی عبده وامته[۲۱۸۸](۶۱) فان امتنع من ذلک وکان لهما کسب اکتسبا وانفقا منه[۲۱۸۹](۶۲) وان لم یکن لهما کسب اُجبر**

---

﴿غلام، باندی کے نفقے کے احکام﴾

[۲۱۸۷](۶۰) آقا پر واجب ہے کہ وہ خرچ کرے اپنے غلام پر اور باندی پر۔

**وجہ** غلام اور باندی مولی کے لئے کام کرتے ہیں۔ اس لئے اس پر ان کا نفقہ واجب ہے (۲) حدیث میں ہے۔ **عن ابی هریرة عن رسول الله ﷺ انه قال للمملوک طعامه و کسوته و لا یکلف من العمل الا ما یطیق** (الف) (مسلم شریف، باب اطعام المملوک مما یأکل والباسہ مما یلبس ولا یکلفہ ما یغلبہ ص ۵۱ نمبر ۱۶۶۲، کتاب الایمان) اور بخاری شریف میں ہے۔ **رأیت ابا ذر الغفاری وعلیه حلة وعلی غلامه حلة ... ثم قال ان اخوانکم خولکم جعلهم الله تحت ایدیکم فمن کان اخوه تحت یده فلیطعمه مما یأکل ولیلبسه مما یلبس ولا تکلفوهم ما یغلبهم فان کلفتموهم ما یغلبهم فاعینوهم** (ب) (بخاری شریف، باب قول النبی ﷺ العبید اخوانکم فاطعموھم مما تأکلون ص ۳۴۶ نمبر ۲۵۴۵ رمسلم شریف، باب اطعام المملوک مما یأکل والباسہ مما یلبس ولا یکلفہ ما یغلبہ ص ۵۱ نمبر ۱۶۶۱) ان دونوں احادیث سے معلوم ہوا کہ مملوک کا نفقہ آقا پر واجب ہے۔

[۲۱۸۸](۶۱) پس اگر اس سے رک گیا اور ان کا کمایا ہوا کچھ مال ہو تو اس میں سے اپنے اوپر خرچ کر لیں۔

**تشریح** آقا غلام باندی کا نفقہ دینے سے انکار کر گیا تو دوسری صورت یہ ہے کہ اگر وہ کچھ کام کرتے ہوں تو اس کام کی اجرت سے اپنا نفقہ وصول کرتے رہیں گے۔ یا پہلے سے کمایا ہوا مال ان کے پاس ہو تب بھی اس سے اپنا نفقہ وصول کرتے رہیں گے۔

**وجہ** اس طرح غلام باندی کی زندگی بچ جائے گی۔ چانکہ یہ آقا کا مال ہے تو آقا کا مال بھی ضائع ہونے سے بچ جائے گا (۲) حدیث میں اس کا اشارہ ہے۔ **عن انس بن مالک قال حجم ابو طیبة النبی فامر له بصاع او صاعین من طعام وکلم موالیه فخفف عن غلته او ضریبته** (ج) (بخاری شریف، باب ضریبۃ العبد وتعاھد ضرائب الاماء ص ۳۰۴ نمبر ۲۲۷۷) اس حدیث میں ابوطیبہ غلام پر ٹیکس لازم کیا ہے جو زیادہ ہے۔ اور ہو سکتا ہے کہ وہ اسی اجرت سے اپنا نفقہ وصول کرتا ہو۔

[۲۱۸۹](۶۲) اور اگر ان کی کوئی کمائی نہ ہو تو زور دیا جائے گا آقا پر ان کے بیچ دینے کا۔

---

حاشیہ: (الف) آپ نے فرمایا مملوک کے لئے اس کا کھانا اور کپڑا ہے اور طاقت سے زیادہ کام کا مکلف نہ بنائے (ب) میں نے حضرت ابوذرؓ پر ایک حلہ دیکھا اور ان کے غلام پر اسی رنگ کا حلہ دیکھا... پھر فرمایا تمہارا بھائی تمہارا غلام بنا ہے، اور اللہ نے تمہارے ہاتھ نیچے کیا ہے۔ پس جس کا بھائی اس کے نیچے ہو اس کو وہی کھلائے جو خود کھاتا ہے اور وہی پہنائے جو خود پہنتا ہے۔ اور اس پر ایسا کام نہ ڈالے جو اس کو مغلوب کر دے۔ اور ایسا کام ڈال دیا جو اس کو مغلوب کر دے تو اس کی مدد کرو (ج) حضرت ابوطیبہ نے حضورؐ کا پچھنا لگایا۔ پس آپؐ نے ان کے لئے ایک صاع یا دو صاع کھانا دینے کا حکم دیا۔ اور ان کے آقا سے بات کی تو انہوں نے ان کا ٹیکس کم کر دیا۔

**المولی علی بیعهما.**

**تشریح** آقا غلام باندی کا نفقہ بھی ادا نہیں کرتا ہے اور غلام باندی کوئی کام بھی نہیں کر سکتے ہیں اور نہ ان کی کوئی کمائی ہے تو آقا کو مجبور کیا جائے گا کہ وہ اس کو بیچ دے تاکہ دوسرا آقا ان کا نفقہ ادا کر سکے اور ان کی جان جانے سے بچا سکے۔

**وجہ** حدیث میں ہے کہ جانور کو کھانا نہیں دیا وہ مر گیا تو عذاب ہوگا۔ اس لئے اگر انسان کو نفقہ نہیں دیا اور بیچا بھی نہیں اور مر گیا تو آقا کو عذاب ہوگا۔ حدیث میں ہے۔ عن ابی هريرة ان رسول الله قال عذبت امرأة فی هرة لم تطعمها ولم تسقها ولم تترکها تاکل من خشاش الارض (الف) (مسلم شریف، باب تحریم قتل الھرۃ ص ۲۳۶ نمبر ۲۲۴۳، کتاب السلام) جب جانور کو نفقہ نہ دے اور وہ مر جائے تو عذاب ہوتا ہے تو انسان کو نفقہ نہ دے اور وہ مر جائے تو آقا کو عذاب ہوگا، اس لئے اس کو بیچنے پر مجبور کیا جائے گا (۲) اوپر کی حدیث ولا یکلف من العمل الا ما یطیق (مسلم شریف، نمبر ۱۶۶۲) سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ طاقت سے زیادہ غلام باندی پر بوجھ ڈالنا جائز نہیں ہے۔



حاشیہ: (الف) حضورؐ نے فرمایا ایک عورت کو ایک بلی کی وجہ سے عذاب ہوا وہ اس کو نہ کھلاتی تھی نہ پلاتی تھی اور نہ چھوڑتی تھی کہ زمین کے کیڑے مکوڑے کھائے۔

## ﴿ کتاب العتاق ﴾

**[۲۱۹۰](۱)العتق یقع من الحر البالغ العاقل فی ملکه[۲۱۹۱](۲) فاذا قال لعبده او**

---

﴿ کتاب العتاق ﴾

**ضروری نوٹ** عتاق کا معنی آزاد کرنا، آزاد کرنے کا ثبوت اور فضیلت اس آیت میں ہے۔ **وما ادراک ما العقبۃ ٥ فک رقبۃ ٥ او اطعام فی یوم ذی مسغبۃ ٥** (آیت ۱۲، ۱۳، ۱۴، سورۃ البلد ۹۰) (۲) اور حدیث میں ہے **قال ابو ہریرۃؓ قال النبی ﷺ ایما رجل اعتق امرء مسلما استنقذ اللہ بکل عضو منہ عضوا من النار** (الف) (بخاری شریف، باب فی العتق وفضلہ ص ۳۴۲ نمبر ۲۵۱۷) اس آیت اور حدیث سے معلوم ہوا کہ غلام باندی کو آزاد کرنا چاہئے اس سے ثواب ملتا ہے۔

[۲۱۹۰](۱) آزادگی واقع ہوتی ہے آزاد، بالغ، عاقل سے اس کی ملکیت میں۔

**تشریح** آدمی آزاد ہو، بالغ ہو اور عاقل ہو اور غلام باندی اس کی ملکیت میں ہو پھر اپنے غلام باندی کو آزاد کرے تو اس سے غلام یا باندی آزاد ہو جائے گا۔

**وجہ** آزادگی کی شرط اس لئے لگائی کہ غلام کے پاس تو کوئی چیز ہوتی ہی نہیں ہے۔ جو کچھ ہے وہ اس کے مولی کی ملکیت ہے۔ اس لئے مثلا تجارت کی اجازت دیئے ہوئے غلام کے پاس غلام ہو اور اس کو آزاد کرنا چاہے تو اس سے آزادگی واقع نہیں ہوگی (۲) حدیث میں اس کی تصریح ہے۔ **عن عمر بن شعیب عن ابیہ عن جدہ ان النبیؐ قال لا طلاق الا فیما تملک و لا عتق الا فیما تملک و لا بیع الا فیما تملک** (ب) (ابوداؤد شریف، باب فی الطلاق قبل النکاح ص ۳۰۵ نمبر ۲۱۹۰) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس غلام کا مالک نہ ہو اس کو آزاد نہیں کر سکتا۔ اور غلام آدمی غلام باندی کا مالک نہیں ہوتا اس لئے وہ آزاد نہیں کر سکتا۔ اور بچے اور مجنون کی آزادگی اس لئے صحیح نہیں ہے کہ ان کو عقل نہیں ہوتی (۲) حدیث میں ہے۔ **عن علیؓ عن النبیؐ قال رفع القلم عن ثلاثۃ عن النائم حتی یستیقظ وعن الصبی حتی یحتلم وعن المجنون حتی یعقل** (ج) (ابوداؤد شریف، باب فی المجنون یسرق او یصیب حدا ص ۲۵۶ نمبر ۴۴۰۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بچے اور مجنون کی آزادگی کا اعتبار نہیں ہے (۳) بخاری میں قول صحابی ہے۔ **وقال عثمان لیس لمجنون و لا سکران طلاق** (د) (بخاری شریف، باب الطلاق فی الاغلاق والکرہ ص ۹۳۷ نمبر ۵۲۶۹) اس اثر سے بھی معلوم ہوا کہ بچے اور مجنون کے طلاق اور عتاق کا اعتبار نہیں ہے۔ اور ملکیت میں ہو اس کی دلیل ابوداؤد کی حدیث **لا عتق الا فیما تملک** گزر چکی ہے۔

[۲۱۹۱](۲) پس اگر اپنے غلام اور باندی سے کہا تو آزاد ہے یا آزاد کیا ہوا ہے یا میں نے تجھ کو آزاد کیا تو آزاد ہو جائے گا۔ آقا نے آزادگی کی

---

حاشیہ : (الف) آپؐ نے فرمایا کوئی بھی آدمی مسلمان کو آزاد کرے تو اللہ اس کے ہر عضو کے بدلے آگ سے اس کے عضو کو آزاد کریں گے (ب) آپؐ نے فرمایا نہیں طلاق واقع ہوگی مگر جس چیز کا مالک ہو، اور نہیں آزادگی ہے مگر جس چیز کا مالک ہو، اور نہیں بیع ہے مگر جس چیز کا مالک ہو (ج) آپؐ نے فرمایا تین آدمیوں سے قلم اٹھالیا گیا ہے۔ سونے والے سے جب تک کہ بیدار نہ ہو اور بچے سے یہاں تک کہ بالغ نہ ہو جائے اور مجنون سے یہاں تک کہ سمجھدار نہ ہو جائے (د) حضرت عثمانؓ نے فرمایا مجنون کے لئے اور مست کے لئے طلاق واقع نہیں ہے۔

**امتہ انت حر او معتق او عتیق او محرر او حررتک او اعتقتک فقد عتق نوی المولی العتق او لم ینو[۲۱۹۲](۳) و کذلک اذا قال رأسک حر او رقبتک او بدنک او قال لامتہ فرجک حر[۲۱۹۳](۴) وان قال لا ملک لی علیک ونوی بذلک الحریة عتق**

---

نیت کی ہو یا نہ کی ہو۔

**تشریح** عربی زبان میں آزاد کرنے کے یہ سب جملے ہیں کہ ان سب جملوں کو استعمال کرنے سے آزادگی واقع ہو جائے گی۔اور چونکہ یہ الفاظ صریح ہیں اس لئے نیت کرے یا نہ کرے ہر حال میں آزادگی واقع ہو جائے گی۔حر کا لفظ صریح ہے اس کی دلیل یہ آیت ہے ومن قتل مؤمنا خطاء فتحریر رقبة مؤمنة (الف) (آیت ۹۲ سورۃ النساء۴) اس آیت میں آزادگی کے لئے تحریر کا لفظ استعمال ہوا ہے جو صریح ہے۔اور عتق کے صریح ہونے کے لئے یہ حدیث ہے۔قال لی ابو ھریة قال النبی ﷺ ایما رجل اعتق امرء مسلما استنقذ اللہ بکل عضو منہ عضوا من النار (ب) (بخاری شریف، باب فی العتق وفضلہ ص ۳۴۲ نمبر ۲۵۱۷) اس حدیث میں عتق کا لفظ صریح ہے۔اور انہیں دونوں لفظوں سے باقی جملے بنے ہیں اس لئے وہ جملے بھی صریح ہوئے۔اس لئے ان جملوں سے بغیر نیت کئے ہوئے بھی طلاق واقع ہو جائیگی۔

**لغت** حر: آزاد، معتق: عتق سے اسم مفعول ہے آزاد کیا ہوا ہے، عتیق: فعیل کے وزن پر اسم مفعول ہے آزاد کیا ہوا، محرر: آزاد کیا ہوا یہ بھی اسم مفعول ہے، حررت: میں نے آزاد کیا، اعتقت: میں نے تجھے آزاد کیا۔

[۲۱۹۲] (۳) ایسے ہی اگر کہا تیرا سر آزاد یا تیری گردن آزاد یا تیرا بدن آزاد یا اپنی باندی سے کہا تیری شرمگاہ آزاد تو آزاد ہو جائے گا۔

**تشریح** یہ مسائل اس اصول پر ہیں کہ ایسے عضو کے بارے میں کہا کہ وہ آزاد ہے جس سے پورا جسم مراد لیتے ہیں تو اس سے پورا جسم مراد لیکر غلام یا باندی آزاد ہو جائیں گے۔مثلا کہا کہ تیرا سر آزاد ہے تو اس سے پورا غلام آزاد ہو جائے گا۔کیونکہ سر بول کر پورا انسان مراد لیتے ہیں۔آیت میں ہے۔ومن قتل مومنا خطاء فتحریر رقبة مؤمنة (ج) (آیت ۹۲ سورۃ النساء۴) اس آیت میں رقبۃ بول کر پورا انسان مراد لیا ہے۔اس لئے گردن بول کر پورا انسان مراد لیتے ہیں۔باقی تفصیل کتاب الطلاق مسئلہ نمبر ۳۱ میں دیکھ لیں۔

[۲۱۹۳] (۴) اور اگر کہا کہ میری آپ پر ملکیت نہیں ہے اور اس سے آزادگی کی نیت کی تو آزاد ہو جائے گا۔اور اگر نیت نہیں کی تو آزاد نہیں ہوگا اور یہی حال آزادگی کے تمام کنائی الفاظ کا ہے۔

**تشریح** آزاد کرنے کے لئے الفاظ کنایہ استعمال کئے تو اگر اس سے آزاد کرنے کی نیت ہو تو آزاد ہو جائے گا۔اور اگر آزاد کرنے کی نیت نہ ہو تو آزاد نہیں ہوگا۔

---

حاشیہ : (الف) اور اگر کسی نے مومن کو غلطی سے قتل کیا تو اس کے بدلے مومن غلام کو آزاد کیا جائے (ب) آپ نے فرمایا کوئی آدمی مسلمان کو آزاد کیا تو ہر عضو کے بدلے اللہ آگ سے آزاد کرے گا (ج) کسی نے مومن آدمی کو غلطی سے قتل کیا تو اس کے کفارے میں مومن غلام کو آزاد کرنا ہے۔

**وان لم ینو لم یعتق وکذلک جمیع کنایات العتق [۲۱۹۴](۵)وان قال لا سلطان لی علیه ونوی به العتق لم یعتق[۲۱۹۵](۶) واذا قال هذا ابنی وثبت علی ذلک او قال هذا**

**وجہ** کنایہ کے الفاظ کے دو معنی ہوتے ہیں۔ایک معنی سے آزادگی ہوگی اور دوسرے معنی لینے سے آزادگی نہیں ہوگی اس لئے آزاد کرنے کے لئے نیت کرنا ہوگا۔مثلا میری تم پر ملکیت نہیں ہے کا ایک معنی یہ ہے کہ تم کو بیچ دیا اس لئے میری تم پر ملکیت نہیں ہے۔اس سے آزادگی نہیں ہوگی۔اور دوسرا معنی ہے کہ میں نے تم کو آزاد کر دیا اس لئے میری تم پر ملکیت نہیں ہے۔اس لئے اس معنی لینے سے آزاد ہو جائے گا۔لیکن اس معنی لینے کے لئے نیت کرنی ہوگی (۲) حضرت رکانہؓ نے بیوی کو طلاق دینے کے لئے لفظ کنایہ استعمال کیا تھا تو حضورؐ نے اس کی نیت پوچھی ۔پھر انہوں نے کہا کہ ایک طلاق کی نیت کی ہے اس لئے ایک طلاق واقع کی۔حدیث یہ ہے۔**عن عبد الله بن علی بن یزید رکانة عن ابیه عن جده انه طلق امرأته البتة فاتی رسول الله ﷺ فقال ما اردت؟ قال واحدة قال الله؟ قال الله! قال هو علی ما اردت** (الف) (ابوداؤد شریف، باب فی البتۃ ص ۳۰۷ نمبر ۲۲۰۸،ترمذی شریف ، باب ماجاء فی الرجل یطلق امرأتہ البتۃ ص ۲۲۲ نمبر ۱۱۷۷)اس حدیث میں البتۃ کا لفظ کنایہ استعمال کیا ہے اس لئے آپؐ نے رکانہ سے نیت پوچھی۔

**اصول** تمام کنائی الفاظ میں یہی اصول ہے کہ نیت کرے گا تو آزادگی واقع ہوگی ورنہ نہیں۔

[۲۱۹۴](۵)اور اگر کہا میرا تم پر غلبہ نہیں ہے اور اس سے آزادگی کی نیت کی تو آزاد نہیں ہوگا۔

**وجہ** میرا تم پر غلبہ نہیں ہے اس سے غلام آزاد ہونا ضروری نہیں ہے۔کیونکہ مکاتب غلام پر ملکیت ہوتی ہے وہ آزاد نہیں ہوتا لیکن پھر بھی آقا کا اس پر غلبہ نہیں ہوتا۔کیونکہ وہ تجارت کرنے اور اپنا نفقہ جمع کرنے میں آزاد ہوتا ہے۔اس لئے اس جملے سے آزاد ہونا متیقن نہیں ہے۔اس لئے اس جملے میں نیت کرنے سے بھی آزادگی واقع نہیں ہوگی۔

**لغت** لا سلطان لی علیک: میرا تم پر غلبہ نہیں ہے۔

[۲۱۹۵](۶)اگر کہا یہ میرا بیٹا ہے اور اسی پر جما رہا یا کہا یہ میرا مولی ہے یا کہا اے میرے مولی تو آزاد ہو جائے گا۔

**تشریح** آقا سے غلام کی عمر اتنی کم ہے کہ اس جیسا غلام آقا کا بیٹا بن سکتا ہے اور غلام کا نسب بھی مشہور نہیں ہے ایسے غلام سے آقا کہے کہ یہ میرا بیٹا ہے اور یہ بات مذاق میں نہیں کہہ رہا ہے بلکہ حقیقت میں کہہ رہا ہے تو اس سے غلام آزاد ہو جائے گا۔

**وجہ** اس لئے کہ اس صورت میں غلام کا نسب آقا سے ثابت ہو جائے گا۔کیونکہ غلام کا نسب مشہور نہیں ہے اور جب آقا سے نسب ثابت ہو گیا اور اس کا بیٹا ہو گیا تو قاعدہ **من ملک ذی رحم محرم منه عتق** کی وجہ سے غلام بیٹا بننے کی وجہ سے آزاد ہو جائے گا۔حدیث میں ہے۔**عن سمرة بن جندب فیما یحسب حماد قال قال رسول الله ﷺ من ملک ذا رحم محرم فهو حر** (ب)(ابو داؤد شریف، باب فیمن ملک ذا رحم محرم ص ۱۹۴ نمبر ۳۹۴۹،ترمذی شریف، باب ماجاء فیمن ملک ذا رحم محرم ص ۲۵۳ نمبر ۱۳۶۵)اس حدیث سے

حاشیہ : (الف) حضرت یزید بن رکانہ نے اپنی بیوی کو البتہ کی طلاق دی پھر حضورؐ کے پاس آئے۔آپؐ نے پوچھا اس سے کیا نیت کی؟ فرمایا ایک طلاق کی۔پوچھا خدا کی قسم! کہا خدا کی قسم! آپؐ نے فرمایا جیسا ارادہ کیا ویسی ہی طلاق واقع ہوگی (ب) آپؐ نے فرمایا جو ذی رحم محرم کا مالک ہو تو وہ آزاد ہو جائے گا۔

**مولای او یا مولای عتق[۲۱۹۶](۷) وان قال یا بنی او یا اخی لم یعتق[۲۱۹۷](۸)وان قال لغلام لایولد مثله لمثله هذا ابنی عتق علیه عند ابی حنیفة رحمه الله و عندهما لا یعتق [۲۱۹۸](۹)وان قال لامته انت طالق ونوی به الحریة لم تعتق.**

---

معلوم ہوا کہ ذی رحم محرم کا مالک ہوا تو وہ آزاد ہو جائے گا۔

اور میرے مولی کے دو معنی ہیں۔ایک معنی ہے میرا آقا اور دوسرا معنی ہے میرا آزاد کیا ہوا غلام۔اور یہ چونکہ پہلے سے غلام ہے اس لئے میرے آقا کا معنی نہیں لے سکتے۔اس لئے میرا آزاد کردہ غلام والا معنی متعین ہے۔اس لئے اس لفظ سے آزاد ہو جائے گا۔اور اے میرے مولی! کے بھی یہی دو معنی ہیں۔اور اس میں بھی میرا آزاد کردہ غلام والا معنی لیا جائے گا اور غلام آزاد ہو جائے گا۔فرق صرف اتنا ہے کہ اس میں ندا کے ساتھ کہا اے میرے مولی! اور پہلے میں اشارہ کر کے کہا کہ یہ میرا مولی ہے۔

[۲۱۹۶](۷)اور اگر کہا اے میرے بیٹے یا اے میرے بھائی تو آزاد نہ ہوگا۔

**وجہ** یہ الفاظ پیار کے طور پر کہتے ہیں۔اور کبھی احترام کے لئے بھی کہتے ہیں۔اس لئے ان سے آزاد کرنا متعین نہیں ہوا۔اس لئے اے میرے بیٹے، یا اے میرے بھائی کہنے سے غلام آزاد نہیں ہوگا۔

[۲۱۹۷](۸)اگر ایسے غلام کے بارے میں کہا جو اس جیسا لڑکا اس جیسے سے پیدا نہیں ہوسکتا کہ یہ میرا بیٹا ہے تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک آزاد ہو جائے گا اور صاحبین کے نزدیک آزاد نہیں ہوگا۔

**تشریح** غلام آقا کے ہم عمر تھا اس جیسا غلام اس عمر کے آقا کی اولاد نہیں ہوسکتی تھی۔ایسے غلام کے بارے میں آقا نے کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک وہ غلام آزاد ہو جائے گا۔

**وجہ** اس صورت میں عمر بڑی ہونے کی وجہ سے غلام حقیقت میں بیٹا تو نہیں بن پائے گا البتہ مجاز پر حمل کیا جائے گا۔اور یوں کہا جائے گا کہ بیٹا بول کر آزادگی مراد لی ہے۔جس کی وجہ سے غلام آزاد ہو جائے گا۔

**فائدہ** صاحبین فرماتے ہیں کہ حقیقت میں تو بیٹا بن نہیں سکتا اس لئے آقا سے نسب ثابت نہیں ہوگا۔اور جب بیٹا نہیں بن سکتا تو آزاد بھی نہیں ہوگا۔اور کلام کو لغو قرار دیا جائے گا۔

[۲۱۹۸](۹)اور اگر اپنی باندی سے کہا کہ تجھے طلاق ہے اور اس سے آزادگی کی نیت کی تو آزاد نہیں ہوگی۔

**وجہ** نکاح میں صرف ملک بضعہ ہوتی ہے جو جزوی ملک ہے۔اور طلاق کے ذریعہ اس ملک کو ختم کرنا ہے اور عتاق کے ذریعہ پورے جسم کی ملکیت ختم کرتے ہیں جو کل ہے اس لئے جز یعنی طلاق بول کر کل یعنی عتاق مراد لینا مشکل ہے۔کیونکہ ضعیف بول کر قوی مراد لینا مجاز متعارف نہیں ہے۔اس لئے انت طالق بول کر عتاق مراد لینا جائز نہیں ہوگا۔

**اصول** یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ ضعیف لفظ بول کر قوی لفظ مراد لینا صحیح نہیں ہے کیونکہ وہ کمزور ہے۔

**[۲۱۹۹](۱۰)وان قال لعبده انت مثل الحر لم یعتق[۲۲۰۰] (۱۱)وان قال ماانت الا حر عتق علیه[۲۲۰۱] (۱۲)واذا ملک الرجل ذارحم محرم منه عتق علیه[۲۲۰۲] (۱۳)واذا اعتق المولی بعض عبده عتق علیه ذلک البعض ویسعی فی بقیة قیمته لمولاه**

**فائدہ** امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ انت طالق بول کر انت حر مراد لینا جائز ہے۔ کیونکہ دونوں میں ملکیت کی قید کو رفع کرنا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ عتاق میں کل جسم کی قید کو رفع کرنا ہے اور انت طالق میں صرف بضعہ کی قید کو رفع کرنا ہے۔

[۲۱۹۹] (۱۰) اگر اپنے غلام سے کہا تم آزاد کی طرح ہو تو آزاد نہیں ہوگا۔

**وجہ** تم آزاد کی طرح ہو کا مطلب یہ ہے کہ تم آزاد کی طرح ہو شرافت، تعظیم اور بزرگی میں۔ اس لئے اس جملے سے آزاد کرنا مقصود نہیں ہے اس لئے آزاد نہیں ہوگا۔

[۲۲۰۰] (۱۱) اور اگر کہا نہیں ہو تم مگر آزاد تو آزاد ہو جائے گا۔

**تشریح** اگر کہا کہ نہیں ہو تم مگر آزاد تو اس جملے سے غلام آزاد ہو جائے گا۔

**وجہ** اس جملے میں حصر کے ساتھ آزاد کرنا ہی مقصود ہے اس لئے بدرجہ اولی آزاد ہوگا۔

[۲۲۰۱] (۱۲) اگر آدمی ذی رحم محرم کا مالک ہو جائے تو وہ اس پر آزاد ہو جائے گا۔

**وجہ** ذی رحم محرم جیسے قریبی رشتہ والے کا مالک ہو اور اس کو غلام بنا کر رکھے ایسا اچھا معلوم نہیں ہوتا۔ اس لئے وہ آزاد ہو جائے گا (۲) حدیث میں اس کا ثبوت ہے۔ **عن سمرة بن جندب فیما یحسب حماد قال قال رسول اللہ ﷺ من ملک ذا رحم محرم فھو حر** (الف) (ابوداؤد شریف، باب فیمن ملک ذا رحم محرم، ص ۱۹۴ نمبر ۳۹۴۹ / ترمذی شریف، باب ما جاء فیمن ملک ذا رحم محرم، ص ۲۵۳ نمبر ۱۳۶۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ذی رحم محرم کا مالک ہوا تو وہ آزاد ہو جائے گا۔

[۲۲۰۲] (۱۳) اور اگر آقا نے اپنے بعض غلام کو آزاد کیا تو یہ بعض حصہ آزاد ہو جائے گا اور بقیہ قیمت میں مولی کے لئے سعی کرے گا۔ اور صاحبین فرماتے ہیں کہ کل آزاد ہوگا۔

**تشریح** پورا غلام آقا ہی کا تھا۔ اب آقا نے اس کا بعض حصہ آزاد کیا تو یہ بعض ہی آزاد ہوگا۔ امام ابو حنیفہ کے نزدیک کل آزاد نہیں ہوگا۔ اور صاحبین کے نزدیک کل غلام آزاد ہو جائے گا۔

**وجہ** امام ابو حنیفہؒ کا قاعدہ یہ ہے کہ آقا نے جتنا غلام آزاد کیا اتنا ہی آزاد ہوگا اور جتنا حصہ آزاد نہیں کیا اتنا حصہ غلامیت میں رہے گا۔ کیونکہ آقا کی چیز ہے اس لئے جتنا حصہ روکنا چاہے وہ روک سکتا ہے (۲) حدیث میں ہے کہ جتنا حصہ آزاد کرے گا اتنا ہی آزاد ہوگا۔ **عن عبد اللہ بن عمر ان رسول اللہ ﷺ قال من اعتق شرکا له فی عبد فکان له مال یبلغ ثمن العبد قوم العبد علیه قیمة عدل فاعطی**

حاشیہ : (الف) آپؐ نے فرمایا جو ذی رحم محرم کا مالک ہو تو وہ آزاد ہو جائے گا۔

**عند ابی حنیفة رحمه الله تعالی وقالا یعتق کله.**

---

**شرکاء ہ حصصهم وعتق علیه العبد والا فقد عتق منه ما عتق** (الف) (بخاری شریف، باب اذا اعتق عبدا بین اثنین اوامة بین الشرکاء ص ۳۴۲ نمبر ۲۵۲۲، مسلم شریف، باب من اعتق شرکا لہ فی عبد ص ۴۹۱ نمبر ۱۵۰۱) اس حدیث میں یہ ہے کہ اگر آزاد کرنے والے کے پاس باقی غلام کی قیمت نہ ہو تو اتنا ہی آزاد ہوگا جتنا آزاد ہوا۔ اس سے معلوم ہوا کہ غلام کی آزادگی میں حصہ اور تجزی ہو سکتا ہے۔ اس لئے آقا نے جتنا آزاد کیا اتنا ہی آزاد ہوگا۔ اور اپنا باقی حصہ غلام سعی کر کے آقا کو ادا کرے گا (۲) حدیث میں ہے۔ **حدثنی اسمعیل بن امیه عن ابیه عن جده قال کان لهم غلام یقال له طهمان او ذکوان قال فاعتق جده نصفه فجاء العبد الی النبی ﷺ فاخبره فقال النبی ﷺ تعتق فی عتقک وترق فی رقک قال فکان یخدم سیده حتی مات** (ب) (سنن للبیہقی، باب من اعتق من مملوکہ شقصا ج عاشر، ص ۴۶۳ نمبر ۲۱۳۱۹، مصنف عبد الرزاق، باب من اعتق بعض عبدہ ج تاسع ص ۱۴۹ نمبر ۱۶۷۰۵) اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ جتنا آزاد کیا اتنا ہی آزاد ہوگا۔

صاحبینؒ کے نزدیک پورا غلام آزاد ہوگا۔

**وجہ** یہ حدیث ہے۔ **عن ابی هریرة ان النبی ﷺ قال من اعتق نصیبا او شقصا فی مملوک فخلاصة علیه فی ماله ان کان له مال والا قوم علیه فاستسعی به غیر مشفوق علیه** (ج) (بخاری شریف، باب اذا اعتق نصیبا فی عبد ولیس لہ مال استسعی العبد غیر مشقوق علیہ ص ۳۴۳ نمبر ۲۵۲۷، مسلم شریف، باب ذکر سعایة العبد ص ۴۹۱ نمبر ۱۵۰۳) اس حدیث میں ہے کہ اگر آزاد کرنے والے شریک کے پاس باقی غلام کی قیمت نہ ہو تب بھی پورا غلام آزاد ہوگا اور غلام کو اپنی قیمت سعی کر کے ادا کرنا ہوگا۔ جس سے معلوم ہوا کہ آدھا آزاد کرنے سے پورا غلام آزاد ہوگا۔ آزادگی میں تجزی نہیں ہوگی (۲) **عن ابی الملیح ان رجلا من قومه اعتق ثلث غلامه فرفع ذلک الی النبی ﷺ فقال هو حر کله لیس لله شریک** (د) (سنن للبیہقی، باب من اعتق من مملوکہ شقصا ج عاشر ص ۴۷۲ نمبر ۲۱۳۱۷، مصنف عبد الرزاق، باب من اعتق بعض عبدہ ج تاسع ص ۱۴۹ نمبر ۱۶۷۰۸) اس حدیث سے معلوم ہوا پورا غلام آزاد ہوگا۔

**اصول** امام ابوحنیفہ کے نزدیک جتنا غلام آزاد کیا اتنا ہی حصہ آزاد ہوگا باقی غلام باقی رہے گا۔ صاحبین کے نزدیک آزادگی میں تجزی نہیں ہے اس لئے پورا غلام آزاد ہوگا۔

---

حاشیہ : (الف) آپؐ نے فرمایا کسی نے مشترک غلام آزاد کیا اور اس کے پاس اتنا مال ہو کہ غلام کی قیمت تک پہنچ جائے تو اس پر غلام کی قیمت لگائی جائے گی انصاف ور قیمت۔ اور شریکوں کو ان کے حصے دیئے جائیں گے۔ اور غلام آزاد کرنے والے کی جانب سے آزاد ہوگا۔ اور مال نہ ہو تو جتنا آزاد ہوا اتنا ہی آزاد ہوگا (ب) اسمعیل بن امیہ نے فرمایا کہ ان کے پاس غلام تھا جس کا نام طہمان تھا یا ذکوان تھا۔ پس اس کے دادا نے آدھا آزاد کیا۔ پس غلام حضور کے پاس آیا اور اس کی خبر دی تو آپؐ نے فرمایا جتنا آزاد کیا اتنا آزاد ہوگا۔ اور جتنا غلام رکھا اتنا غلام رہے گا۔ فرماتے ہیں کہ وہ موت تک اپنے آقا کی خدمت کیا کرتا تھا (ج) آپؐ نے فرمایا جس نے مملوک میں اپنا حصہ آزاد کیا اور اس کے مال میں اس کی چھٹکارے کی گنجائش ہے تو اس پر اس کا چھٹکارا لازم ہے۔ ورنہ تو اس کی قیمت لگائی جائے گی۔ اور غلام اس کی سعایت کر کے ادا کرے گا تا کہ اس کو مشقت نہ ہو (د) حضرت ابوملیح فرماتے ہیں کہ اس کی قوم کے ایک آدمی نے اپنے غلام کا تہائی حصہ آزاد کیا۔ پس یہ معاملہ حضورؐ کے سامنے پیش کیا تو آپؐ نے فرمایا اس کا پورا آزاد ہے اللہ میں شرکت نہیں ہے۔

[۲۲۰۳](۱۴)واذا كان العبد بين شريكين فاعتق احدهما نصيبه عتق فان كان موسرا فشريكه بالخيار ان شاء اعتق وان شاء ضمن شريكه قيمة نصيبه وان شاء استسعى العبد.

[۲۲۰۴](۱۵)وان كان المعتق معسرا فالشريک بالخيار ان شاء اعتق نصيبه وان شاء

---

[۲۲۰۳](۱۴)اور اگر غلام دو شریکوں کے درمیان ہو پھر ان میں سے ایک نے اپنا حصہ آزاد کیا تو اس کا حصہ آزاد ہوگا۔ پس اگر آزاد کرنے والا مالدار ہو تو اس کے شریک کو اختیار ہے اگر چاہے تو آزاد کرے اور چاہے تو اس کے شریک کو ضامن بنائے اپنے حصے کی قیمت کا اور چاہے تو غلام سے سعایت کرائے۔

**تشریح** غلام دو شریکوں کے درمیان مثلا آدھا آدھا تھا۔ ایک نے اپنا آدھا حصہ آزاد کر دیا اور آزاد کرنے والا مالدار ہے تو اس صورت میں دوسرے شریک کو تین اختیارات ہیں۔ ایک تو یہ کہ اپنا حصہ آزاد کر دے کیونکہ اس پر اس کی ملکیت ہے۔ دوسرا اختیار یہ ہے کہ شریک کو اپنے حصے کی قیمت کا ضامن بنادے اور اس سے اس کی قیمت لے لے۔ کیونکہ وہ مالدار ہے اور اس نے آزاد کر کے غلام میں نقص ڈالا ہے۔ اور تیسرا اختیار یہ ہے کہ خود غلام سے اپنے حصے کی سعایت کروالے۔ اور غلام سے کام کروا کر اپنے حصے کی قیمت وصول کر لے۔

**وجہ** یہ تینوں اختیارات اس لئے ہیں کہ امام ابو حنیفہ کے اصول کے مطابق جتنا آزاد کیا اتنا آزاد ہوا اور جتنا آزاد نہیں کیا اتنا ابھی تک غلام باقی ہے۔ لیکن چونکہ شریک نے آزاد کر کے غلام میں آزادگی کا شائبہ لایا جو نقص ہے اور وہ مالدار بھی ہے کہ غلام کے باقی حصے کی قیمت ادا کر سکتا ہے اس لئے اس سے اپنی قیمت وصول کر لے (۲) اوپر کی حدیث میں اس کا ثبوت ہے۔ عن ابن عمر قال قال رسول الله من اعتق شركا له في مملوک فعليه عتقه كله ان كان له مال يبلغ ثمنه فان لم يكن له مال يقوم عليه قيمة عدل على المعتق فاعتق منه ما اعتق (الف) (بخاری شریف، باب اذا اعتق عبدا بین اثنین اوامة بین الشرکاء ص ۳۴۲ نمبر ۲۵۲۳ مسلم شریف، باب من اعتق شرکا له فی عبد ص ۴۹۱ نمبر ۱۵۰۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آزاد کرنے والا مالدار ہو تو اس سے اپنے حصے کا ضمان لے سکتا ہے۔

اور تیسرا اختیار یہ بھی ہے کہ اپنے حصے کی غلام سے سعی کروالے۔

**وجہ** کیونکہ اس کے آزاد کرنے سے پورا غلام آزاد نہیں ہوا ہے۔ اور غلام کو آزاد ہونا ہے تو وہ اپنی قیمت سعایت کر کے ادا کرے۔

[۲۲۰۴](۱۵)اور اگر آزاد کرنے والا تنگ دست ہے تو شریک کو اختیار ہے اگر چاہے تو اپنا حصہ آزاد کرے اور اگر چاہے تو غلام سے سعایت کرائے یہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ہے۔

**تشریح** اگر آزاد کرنے والا تنگ دست ہے تو اس سے اپنے حصے کی قیمت نہیں لے سکے گا۔ اس لئے دوسرے شریک کو اب صرف دو اختیارات ہیں۔ ایک تو یہ کہ اپنا حصہ آزاد کر دے اور دوسرا یہ کہ غلام سے اپنے حصے کی سعایت کرائے۔

---

حاشیہ : (الف) آپؐ نے فرمایا جس نے شرکت کے غلام کو آزاد کیا تو اس پر پورے غلام کو آزاد کرنا ہے اگر اس کے پاس اتنا مال ہو جو اس کی قیمت کو پہنچ سکے۔ اور اگر اس کے پاس مال نہ ہو تو آزاد کرنے والے پر انصاف والی قیمت لگائی جائے گی اور جتنا آزاد کیا اتنا ہی آزاد ہوگا۔

**استسعی العبد وھذا عند ابی حنیفة رحمه الله[۲۲۰۵] (۱۶)وقال ابویوسف و محمد رحمھما الله تعالی لیس له الا الضمان مع الیسار والسعایة من الاعسار.**

---

**وجہ** آزاد کرنے والے کے پاس رقم ہے نہیں اس لئے شریک کے حصے کی قیمت اس پر ڈالنے سے کوئی فائدہ نہیں ہے (۲) حدیث میں اس کا ثبوت ہے۔ **عن ابی ھریرةؓ ان النبی ﷺ قال من اعتق نصیبا او شقصا فی مملوک فخلاصه علیه فی ماله ان کان له مال والا قوم علیه فاستسعی به غیر مشقوق علیه** (الف) (بخاری شریف، باب اذا اعتق نصیبا فی عبد ولیس له مال استسعی العبد غیر مشقوق علیہ ص ۳۴۳ نمبر ۲۵۲۷، مسلم شریف، باب ذکر سعایۃ العبد ص ۴۹۱ نمبر ۱۵۰۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آزاد کرنے والا مالدار نہ ہو تو غلام اپنی قیمت کی سعایت کرے گا۔ یہ امام ابوحنیفہ کی رائے ہے۔

[۲۲۰۵] (۱۶) اور امام ابو یوسفؒ اور محمدؒ نے فرمایا کہ شریک کے لئے نہیں ہے مگر تاوان مالداری کی صورت میں اور سعایت تنگ دستی کی صورت میں

**تشریح** صاحبین فرماتے ہیں کہ اگر آزاد کرنے والا مالدار ہے تو شریک کو ایک ہی اختیار ہے کہ مالدار سے اپنے حصے کی قیمت لے لے۔ اس صورت میں غلام سے سعایت کرانے کی ضرورت نہیں ہے۔

**وجہ** ان کے اصول کے مطابق آزاد کرنے والے کے آزاد کرتے ہی پورا غلام آزاد ہو گیا۔ کیونکہ ان کے یہاں آزادگی میں تجزی اور ٹکڑا پن نہیں ہے۔ اس لئے گویا کہ پورا غلام آزاد کرنے والے کی جانب سے آزاد ہو گیا۔ اس لئے شریک کے لئے ایک ہی اختیار ہے کہ آزاد کرنے والے سے اپنے حصے کی قیمت وصول کرے (۲) حدیث میں ہے۔ **عن ابن عمرؓ قال قال رسول الله ﷺ من اعتق شرکا له فی مملوک فعلیه عتقه کله ان کان له مال یبلغ ثمنه فان لم یکن له مال یقوم علیه قیمة عدل علی المعتق فاعتق منه ما اعتق** (ب) (بخاری شریف، باب اذا اعتق عبدا بین اثنین او امۃ بین الشرکاء ص ۳۴۳ نمبر ۲۵۲۳، مسلم شریف، باب من اعتق شرکا له فی عبد ص ۴۹۱ نمبر ۱۵۰۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر آزاد کرنے والے کے پاس مال ہو تو اس سے اپنے حصے کا تاوان وصول کر لے گا۔

اور اگر آزاد کرنے والا تنگ دست ہو تو غلام سے سعایت کرائے گا۔ اس کی دلیل اوپر کی حدیث **والا قوم علیه فاستسعی به غیر مشقوق علیه** (ج) (بخاری شریف، نمبر ۲۵۲۷، مسلم شریف، نمبر ۱۵۰۳) اس حدیث میں ہے کہ آزاد کرنے والا تنگ دست ہو تو غلام سے سعایت کرا لے۔

---

حاشیہ : (الف) آپؐ نے فرمایا مملوک میں سے جس نے اپنا حصہ آزاد کیا تو اس کے مال سے اس کا چھٹکارا دلانا ضروری ہے اگر اس کے پاس مال ہے۔ اور اگر مال نہیں ہے تو اس کی قیمت لگائی جائے گی۔ غلام اس کی سعایت کرے گا جو اس پر مشقت نہ ہو (ب) آپؐ نے فرمایا جس نے مملوک میں شرکت والے حصے کو آزاد کیا تو اس پر آزاد کرنا ہے اگر اس کے پاس اتنا مال ہو جو قیمت کو پہنچ سکے۔ اور اگر مال نہ ہو تو آزاد کرنے والے پر انصاف والی قیمت لگائی جائے، اور جتنا آزاد کیا اتنا ہی آزاد ہوگا (ج) اگر آزاد کرنے والے کے پاس مال نہ ہو تو غلام سعایت کرے گا تا کہ اس پر مشقت نہ ہو۔

[۲۲۰۶](۱۷)واذا اشترى رجلان ابن احدهما عتق نصيب الاب ولا ضمان عليه وكذلك اذا ورثاه والشريك بالخيار ان شاء اعتق نصيبه وان شاء استسعى العبد

[۲۲۰۷](۱۸)واذا شهد كل واحد من الشريكين على الآخر بالحرية سعى العبد لكل

---

[۲۲۰۶](۱۷)اگر دوآدمیوں نے ان میں سے ایک کے بیٹے کو خریدا تو باپ کا حصہ آزاد ہوجائے گا۔اور باپ پر ضمان نہیں ہے۔ایسے ہی اگر غلام کے وارث ہوئے ہوں۔پس شریک کو اختیار ہے چاہے اپنا حصہ آزاد کردے اور چاہے تو غلام سے سعایت کرالے۔

**تشریح** دوآدمیوں نے مل کر ایک غلام خریدا جوان دوآدمیوں میں سے ایک کا بیٹا تھا۔چونکہ وہ اپنے بیٹے کے آدھے حصے کا مالک بنا اس لئے حدیث من ملک ذا رحم محرم فهو حر (ابوداؤد شریف،نمبر ۳۹۴۹،ترمذی شریف،نمبر ۱۳۶۵) کی وجہ سے غلام کا آدھا حصہ جو باپ کا تھا آزاد ہوگیا تو اس صورت میں دوسرا شریک باپ سے اپنے حصے کا ضمان نہیں لے سکتا ہے۔

**وجہ** باپ نے خود آزاد نہیں کیا بلکہ ذی رحم کے مالک ہونے کی وجہ سے خود بخود آزاد ہوا ہے۔تو چونکہ باپ کی غلطی نہیں ہے اس لئے اس سے ضمان نہیں لے گا۔اب یا تو شریک اپنا حصہ آزاد کرے یا پھر غلام سے سعایت کرالے(۲) حدیث میں اس کا اشارہ ہے۔عن سالم عن ابيه عن النبى ﷺ قال من اعتق عبدا بين اثنين فان كان موسرا قوم عليه ثم يعتق (الف) بخاری شریف،باب اذا اعتق عبدا بین اثنین اوامة بین الشرکاء ص ۳۴۳ نمبر ۲۵۲۱،مسلم شریف،باب من اعتق شرکا له فی عبد ص ۴۹۱ نمبر ۱۵۰۱) اس حدیث میں ہے کہ آزاد کیا ہو تو اس پر ضمان ہوگا۔یہاں آزاد کیا نہیں بلکہ قرابت کی وجہ سے خود بخود آزاد ہوگیا اس لئے باپ پر ضمان لازم نہیں ہوگا۔

اسی طرح ایک آدمی نے غلام خریدا بعد میں اس کے آدھے حصہ کا رشتہ دار وارث بن گیا جس کی وجہ سے اس کا آدھا حصہ آزاد ہوگیا تو شریک اپنے حصے کی قیمت اس وارث سے وصول نہیں کرسکتا۔کیونکہ وارث نے جان بوجھ کر آزاد نہیں کیا ہے بلکہ موت کی وجہ سے خود بخود وارث ہوا اور ذی رحم محرم کے مالک ہونے کی وجہ سے خود بخود آزاد بھی ہوگیا۔اس لئے اس کی کوئی غلطی نہیں ہے۔

**فائدہ** صاحبین فرماتے ہیں کہ وارث ہونے کی شکل میں تو وارث ضامن نہیں ہوگا لیکن باپ کے خریدنے کی شکل میں باپ شریک کے حصے کا ضامن ہوگا۔

**وجہ** باپ جانتا تھا کہ میرے خریدنے سے بیٹا آزاد ہوگا۔اس کے باوجود اپنے بیٹے کو خریدا تو گویا کہ جان بوجھ کر شریک کو نقصان دیا اس لئے باپ ضامن ہوگا۔

[۲۲۰۷](۱۸) گر دوشریکوں میں سے ہر ایک نے دوسرے پر آزاد کرنے کی گواہی دی تو غلام دونوں میں سے ہر ایک کے لئے ان کے حصوں میں سعایت کرے گا دونوں مالدار ہوں یا تنگ دست امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک۔

**تشریح** ایک غلام دوآدمیوں کے درمیان تھا مثلا زید کا آدھا حصہ تھا اور خالد کا آدھا حصہ تھا۔اب زید نے گواہی دی کہ خالد نے اپنا حصہ آزاد

---

حاشیہ : (الف) آپؐ نے فرمایا جس نے دوآدمیوں کے درمیان غلام کو آزاد کیا۔پس اگر وہ مالدار ہے تو اس پر قیمت لگائی جائے گی پھر پورا غلام آزاد ہوگا۔

**واحد منهما فی نصیبه موسرین کانا او معسرین عند ابی حنیفة رحمه الله تعالی [۲۲۰۸] (۱۹)وقالا ان کانا معسرین سعی لهما [۲۲۰۹] (۲۰)واذا کانا موسرین فلا سعایة وان**

کر دیا ہے اور خالد نے گواہی دی کہ زید نے اپنا آدھا حصہ آزاد کر دیا ہے تو پورا غلام آزاد ہو جائے گا۔ اور زید کے حصے کی بھی سعایت کرے گا اور خالد کے حصے کی بھی سعایت کرے گا۔ چاہے دونوں مالدار ہوں یا تنگدست ہوں۔

**وجہ** جب زید کہہ رہا ہے کہ خالد کا حصہ آزاد ہے اور وہ انکار کر رہا ہے تو زید کے ذہن میں ہے کہ خالد کا حصہ آزاد ہو گیا لیکن وہ انکار کر رہا ہے اس لئے زید خالد سے ضمان نہیں لے سکے گا تو آخری درجہ یہی رہ گیا کہ غلام سے سعایت کروا لے یا اپنا حصہ بھی آزاد کر دے۔ یہی حال خالد کا بھی ہے کہ وہ گواہی دے رہا ہے کہ زید نے اپنا حصہ آزاد کر دیا ہے اور وہ انکار کر رہا ہے۔ اس لئے خالد کے ذہن میں ہے کہ زید کا حصہ آزاد ہو گیا لیکن زید پر ضمان نہیں ڈال سکتا کیونکہ وہ انکار کر رہا ہے۔ اس لئے یہی صورت باقی رہ گئی کہ غلام سے سعایت کروا لے۔ اور گویا کہ غلام مکاتب بن گیا اور مکاتب غلام کا آقا مالدار ہو یا تنگ دست دونوں آقاؤں کو مال کتابت کما کر ادا کرتا ہے۔ اس لئے یہاں بھی آقا کو سعایت کر کے دے گا چاہے دونوں آقا مالدار ہو یا تنگدست۔ اثر میں ہے۔ **عن حماد فی عبد بین رجلین شهد احدهما علی الآخر انه اعتقه وانکر الآخر قال ان کان الشهود علیه موسرا سعی له العبد وان کان معسرا سعی لهما جمیعا** (الف) (مصنف عبد الرزاق، باب العبد بین الرجلین یشهد احدهما علی الآخر بالعتق ج تاسع ص ۱۶۶ نمبر ۱۶۷۷۶)

**اصول** یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ شریک کے انکار کی وجہ سے اس پر ضمان لازم نہیں کر سکتا اس لئے آخری صورت یہ ہے کہ سعایت کرائیگا۔

[۲۲۰۸] (۱۹) اور صاحبین فرماتے ہیں کہ اگر دونوں مالدار ہوں تو کسی کے لئے سعایت نہیں کرے گا۔ اور اگر دونوں تنگدست ہوں تو دونوں کے لئے سعایت کرے گا۔

**تشریح** دونوں شریکوں نے گواہی دی کہ دوسرے نے آزاد کیا ہے تو صاحبین کے نزدیک اگر دونوں مالدار ہیں تو کسی کے لئے سعایت نہیں کرے گا۔

**وجہ** اگر دونوں مالدار ہوں اور گواہی دیں کہ دوسرے نے آزاد کیا تو گویا کہ یہ کہا کہ غلام پر سعایت نہیں ہے۔ کیونکہ صاحبین کے نزدیک یہ ہے کہ آزاد کرنے والا مالدار ہو تو اس پر ضمان لازم ہوتا ہے غلام پر سعایت لازم نہیں ہوتی۔ اور اگر دونوں تنگدست ہوں تو دونوں کے لئے سعایت لازم ہے کیونکہ تنگ دست ہونے کی صورت میں آزاد کرنے والے پر ضمان لازم نہیں ہے بلکہ غلام پر سعایت لازم ہے۔

[۲۲۰۹] (۲۰) اور اگر دونوں میں سے ایک مالدار ہو اور دوسرا تنگدست ہو تو مالدار کے لئے سعی کرے گا اور تنگ دست کے لئے سعی نہیں کریگا۔

**وجہ** مالدار نے جب کہا کہ تنگدست نے آزاد کیا تو گویا کہ اس نے کہا کہ غلام پر سعایت ہے۔ کیونکہ تنگ دست آزاد کرے تو غلام پر سعایت ہے تنگ دست پر ضمان نہیں ہے۔ اس لئے خود مالدار کے لئے سعایت کرے گا۔ اور تنگ دست نے جب کہا کہ مالدار نے آزاد کیا ہے تو گویا

---

حاشیہ : (الف) حضرت حماد سے روایت ہے کہ ایک غلام دو آدمیوں کے درمیان ہو۔ ایک نے دوسرے پر گواہی دی کہ اس نے آزاد کر دیا اور دوسرے نے انکار کر دیا۔ فرمایا کہ مشہود علیہ مالدار ہو تو غلام اس کے لئے سعایت کرے گا اور اگر تنگدست ہو تو دونوں کے لئے سعایت کرے گا۔

**کان احدھما موسرا والآخر معسرا سعی للموسر ولم یسع للمعسر[۲۲۱۰](۲۱)ومن اعتق عبدہ لوجہ اللہ تعالی او للشیطان او للصنم عتق [۲۲۱۱] (۲۲)وعتق المکرہ و**

کہ کہا غلام پر سعایت نہیں ہے۔ کیونکہ صاحبین کے نزدیک مالدار آزاد کرے تو مالدار پر ضمان ہے غلام پر سعایت نہیں ہے۔ اس لئے خود تنگ دست کے لئے سعایت نہیں کرے گا۔ اور چونکہ شریک آزاد کرنے کا انکار کر رہا ہے اس لئے اس پر ضمان لازم نہیں ہوگا۔

**لغت** موسر : مالدار، معسر : تنگدست۔

[۲۲۱۰](۲۱) کسی نے اپنے غلام کو اللہ کے لئے آزاد کیا یا شیطان کے لئے یا بت کے لئے آزاد کیا تو آزاد ہو جائے گا۔

**تشریح** کسی نے اللہ کے لئے غلام آزاد کیا تو آزاد ہو جائے گا۔ اور شیطان کے لئے آزاد کیا تو ایسا کرنا اگر چہ اچھا نہیں ہے یا بت کے لئے آزاد کیا تو ایسا کرنا اچھا نہیں ہے لیکن آزادگی واقع ہو جائے گی۔

**وجہ** ان الفاظ میں آزادگی کے الفاظ پائے گئے۔ اس لئے آزاد ہو جائے گا۔ اور شیطان یا بت کے الفاظ اضافی ہیں اور زائد ہیں اس لئے ان سے کوئی فرق نہیں پڑے گا (۲) اللہ کے لئے آزاد کرنے کی حدیث یہ ہے۔ **لما اقبل ابو ہریرۃؓ ومعہ غلامہ وھو یطلب الاسلام فضل احدھما صاحبہ بھذا وقال اما انی اشھدک انہ للہ** (الف) (بخاری شریف، باب اذا قال لعبدہ ھو للہ ونوی العتق والاشھاد بالعتق ص ۳۴۳ نمبر ۲۵۳۲) اس حدیث میں اللہ کے لئے آزاد کیا گیا ہے۔

[۲۲۱۱](۲۲) زبردستی کئے گئے اور نشہ میں مست کا آزاد کرنا واقع ہو جاتا ہے۔

**تشریح** ایک آدمی پر زبردستی کی کہ تم اپنے غلام کو آزاد کرو۔ اس نے قتل یا مار سے مجبور ہو کر غلام آزاد کر دیا تو غلام آزاد ہو جائے گا۔ اسی طرح آدمی نشہ میں مست تھا اور غلام آزاد کر دیا تو غلام آزاد ہو جائے گا۔

**وجہ** آزاد کرنے کا مسئلہ بھی طلاق کی طرح ہے۔ جس طرح زبردستی کر کے طلاق دلائے یا نشہ میں مست ہو کر طلاق دے تو طلاق واقع ہو جاتی ہے اسی طرح زبردستی کر کے آزاد کرائے یا نشہ میں مست ہو کر آزاد کرے تو آزاد ہو جائے گا (۲) حدیث میں ہے۔ **عن ابی ہریرۃؓ قال قال رسول اللہ ﷺ ثلاث جدھن جد وھزلھن جد النکاح والطلاق والرجعۃ** (ب) (ابوداؤد شریف، باب فی الطلاق علی الھزل ص ۳۰۶ نمبر ۲۱۹۴، ترمذی شریف، باب ماجاء فی الجد والھزل ص ۲۲۵ نمبر ۱۱۸۴) مصنف ابن ابی شیبۃ میں اس کی صراحت ہے۔ **عن ابی درداء قال ثلاث لا یلعب بھن النکاح والعتاق والطلاق** (مصنف ابن ابی شیبۃ ۱۰۲ من قال لیس فی الطلاق والعتاق لعب وقال ھو لہ لازم ج رابع ص ۱۱۹ نمبر ۱۸۳۹۶) اس حدیث میں ہے کہ مذاق سے بھی طلاق دے تو واقع ہو جاتی ہے۔ اسی طرح مذاق سے بھی آزاد کرے تو واقع ہو جائے گی۔ اور زبردست والا اور نشہ میں مست کا بھی درجہ مذاق والے کی طرح ہے۔ اس لئے اس سے بھی آزادگی واقع

حاشیہ : (الف) جب حضرت ابو ہریرہ تشریف لا رہے تھے اور ان کے ساتھ غلام تھا اور وہ اسلام لانا چاہتا تھا۔ اس دوران ایک دوسرے سے گم ہو گئے۔ اور حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ وہ اللہ کے لئے آزاد ہے (ب) آپؐ نے فرمایا تین چیزیں حقیقت بھی حقیت ہیں اور ان کا مذاق بھی حقیقت ہیں، نکاح، طلاق اور رجعت۔

**السکران واقع[۲۲۱۲] (۲۳)واذا اضاف العتق الی ملک او شرط صح کما یصح فی الطلاق [۲۲۱۳](۲۴)واذا خرج عبد الحربی من دار الحرب الینا مسلما عتق.**

ہوجائے گی(۳)اثر میں ہے۔ عن ابراھیم قال طلاق المکرہ جائز انما ھو شئی افتدی به نفسه (الف)(مصنف ابن ابی شیبة ۴۸ من کان یری طلاق المکرّہ جائزا ج رابع ،ص ۸۵ نمبر ۱۸۰۳۵، مصنف عبد الرزاق، باب طلاق المکرّہ ج سادس ص ۴۱۰ نمبر ۱۱۴۱۹/۱۱۴۲۰)اس اثر سے معلوم ہوا کہ زبردستی کی طلاق واقع ہوجاتی ہے تو اسی پر قیاس کرکے زبردستی کرکے آزادگی دلوائے تو واقع ہوجائے گی۔اور یہی حال نشہ میں مست والے کا ہے۔تفصیل کتاب الطلاق مسئلہ نمبر ۳۵ اور ۳۶ پر دیکھیں۔

[۲۲۱۲](۲۳)اگر عتق کو ملک یا شرط کی طرف منسوب کیا تو صحیح ہے جیسے طلاق میں صحیح ہے۔

**تشریح** یہ مسئلہ بھی طلاق کی طرح ہے مثلا یوں کہے کہ اگر میں فلاں غلام کا مالک بنوں تو وہ آزاد تو چونکہ ملکیت کی طرف آزادگی کو منسوب کیا اس لئے مالک ہونے کے بعد آزاد ہوجائے گا اور یہ معلق کرنا بھی صحیح ہوگا۔اور شرط کی شکل یہ ہے کہ کہے اگر تم گھر میں داخل ہوئے تو تم آزاد ہو۔پس اگر وہ گھر میں داخل ہوگا تو آزاد ہوجائے گا۔

**وجہ** اثر میں اس کا ثبوت ہے۔ان رجلا اتی عمر بن الخطاب فقال کل امرأة اتزجها فهی طالق ثلاثا فقال له عمر فهو کما قلت (نمبر ۱۱۴۷۴)وعن ابراھیم قال اذا وقت امرأة او قبیلة جاز واذا عم کل امرأة فلیس بشیء(ب)(مصنف عبد الرزاق، باب الطلاق قبل النکاح ج سادس ۴۲۱ نمبر ۱۱۴۷۱)اس اثر میں ہے کہ طلاق کو نکاح کی طرف منسوب کیا پھر نکاح کیا تو طلاق واقع ہو جائے گی۔اسی پر قیاس کرکے آزادگی کو ملکیت پر موقوف کیا پھر غلام کا مالک بنا تو غلام آزاد ہوجائے گا۔

اور شرط پر معلق کرے تو شرط پانے پر آزادگی ہوگی بشرطیکہ شرط لگاتے وقت غلام شرط لگانے والے کی ملکیت میں ہو۔

**وجہ** اثر میں اس کا ثبوت ہے۔ عن الحسن قال اذا قال انت طالق اذا کان کذا و کذا والامر لایدری ایکون ام لا.فلیس بطلاق حتی یکون ذلک (ج)(مصنف عبد الرزاق، باب الطلاق الی اجل ج سادس ص ۳۸۷ نمبر ۱۱۳۱۵، مصنف ابن ابی شیبة ۹ فی الرجل یقول لامرأته ان دخلت هذه الدار فانت طالق فتدخل ولا یعلم ج رابع ،ص ۶۲ نمبر ۱۷۷۸۱، سنن للبیہقی، باب الطلاق بالوقت والفعل ج سابع ،ص ۵۸۳،نمبر ۱۵۰۹۰)اس اثر سے معلوم ہوا کہ آزادگی کو شرط پر معلق کرنا جائز ہے اور شرط پائی جائے گی تو آزادگی واقع ہوگی۔

[۲۲۱۳](۲۴)اگر حربی کا غلام دار الحرب سے دار الاسلام آیا مسلمان ہوکر تو آزاد ہوجائے گا۔

**تشریح** حربی کا غلام مسلمان ہوکر دار الاسلام آیا تو وہ اب غلام نہیں رہے گا بلکہ آزاد ہوجائے گا۔

---

حاشیہ : (الف) حضرت ابراہیم کا قول ہے۔فرمایا زبردستی کئے ہوئے کی طلاق واقع ہے۔گویا کہ اس نے اپنی جان کے بدلے میں فدیہ دیا(ب)ایک آدمی حضرت عمرؓ کے پاس آیا اور کہا جس عورت سے بھی شادی کروں اس کو تین طلاقیں۔اس سے حضرت عمرؓ نے کہا ویسے ہی واقع ہوں گی(حضرت ابراہیم نے فرمایا اگر کسی عورت یا قبیلہ کو خاص کیا تو جائز ہے۔اور اگر ہر عورت کو عام کر دیا تو کچھ واقع نہیں ہوگی (ج) حضرت حسن نے فرمایا اگر کسی نے کہا تم کو طلاق ہے اگر ایسا ایسا ہوا اور معاملے کا پتا نہیں ہے کہ واقع ہوا یا نہیں تو طلاق واقع نہیں ہوگی جب تک ایسا نہ ہوجائے۔

[۲۲۱۴](۲۵)واذا اعتق جارية حاملا عتقت وعتق حملها[۲۲۱۵] (۲۶)وان اعتق الحمل خاصة عتق ولم تعتق الام[۲۲۱۶] (۲۷)واذا اعتق عبده على مال فقبل العبد عتق

وجہ صلح حدیبیہ کے موقع پر مشرکین کے کچھ غلام مکہ مکرمہ سے حضورؐ کے پاس آئے تو آپؐ نے فرمایا وہ اب آزاد ہیں۔حدیث کا ٹکڑا یہ ہے۔عن علی بن ابی طالب قال خرج عبدان الی رسول اللہ ﷺ یعنی یوم الحدیبیة قبل الصلح .....وابی ان یردھم وقال ھم عتقاء اللہ عزوجل (الف)(ابوداؤد شریف، باب فی عبید المشرکین یلحقون بالمسلمین فیسلمون ج ۲ص۱۲نمبر ۲۷۰۰) اس حدیث میں ہے کہ مشرکین کا غلام دار الحرب سے بھاگ کر آجائے تو وہ آزاد ہو جائے گا۔

نوٹ اگر مسلمان ہو کر نہ آئے تو وہ آزاد نہیں ہوگا۔

[۲۲۱۴](۲۵)اگر حاملہ باندی آزاد کی گئی تو وہ آزاد ہوگی اور اس کا حمل آزاد ہوگا۔

وجہ حمل باندی کے عضو کی طرح ہے اس لئے جب باندی آزاد ہوگی تو چاہے حمل کو آزاد کرنے کا انکار کیا ہو پھر بھی وہ آزاد ہو جائے گا (۲)اثر میں اس کا ثبوت ہے۔ قال سفیان... واذا استثنی مافی بطنها عتقت كلها انما ولدها كعضو منها.واذا اعتق ما فی بطنها ولم يعتقها لم يعتق الا ما فی بطنها(ب)(مصنف عبدالرزاق، باب الرجل یعتق امتہ ویستثنی مافی بطنھا والرجل یشتری ابنہ ج تاسع ص ۲۷۱نمبر ۱۶۸۰۰)اس اثر سے معلوم ہوا کہ حمل باندی کے عضو کی طرح ہے اس لئے حمل کا استثناء بھی کرے تب بھی وہ آزاد ہو جائے گا۔

[۲۲۱۵](۲۶)اور اگر صرف حمل کو آزاد کیا تو وہ آزاد ہوگا اور ماں آزاد نہیں ہوگی۔

تشریح آقا نے صرف حمل آزاد کیا اور باندی کو آزاد نہیں کیا تو صرف حمل آزاد ہوگا اور باندی آزاد نہیں ہوگی۔

وجہ باندی اصل ہے اس لئے وہ حمل کے تابع نہیں ہوگی۔اس لئے حمل کے تابع ہو کر باندی آزاد نہیں ہوگی (۲)اثر میں اس کا اشارہ ہے۔عن ابراھیم قال اذا اعتق الرجل امته واستثنى ما فی بطنها فله مااستثنى (ج)(مصنف عبدالرزاق، باب الرجل یعتق امتہ ویستثنی ما فی بطنھا ج تاسع ص ۲۷۱نمبر ۱۶۸۰۰)اس اثر میں اگر چہ یہ ہے کہ باندی کو آزاد کرے اور حمل کا استثنی کرے تو جائز ہے۔لیکن اس پر قیاس کرتے ہوئے یہ کہا جائے کہ حمل کو آزاد کرے اور باندی کا انکار کرے تو جائز ہو جائے گا۔اوپر کے اثر میں تھا لم يعتق الا ما فی بطنها (مصنف عبدالرزاق ،نمبر ۱۶۸۰۰)اس سے بھی معلوم ہوا کہ صرف حمل آزاد ہوگا۔

[۲۲۱۶](۲۷)اگر اپنے غلام کو مال کے بدلے آزاد کرے اور غلام قبول کرے تو آزاد ہو جائے گا اور اس کو مال لازم ہوگا۔

تشریح مولی نے کہا کہ مال کے بدلے آزاد کرتا ہوں اور غلام نے اس شرط کو قبول کر لیا تو غلام اسی وقت آزاد ہو جائے گا۔البتہ شرط کے مطابق

---

حاشیہ : (الف) حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ حدیبیہ کے دن کچھ غلام نکل کر حضورؐ کے پاس آئے صلح سے پہلے .....حضورؐ نے انکار کیا کہ ان کو واپس کرے۔آپؐ نے فرمایا وہ اللہ عزوجل کے لئے آزاد ہیں (ب) حضرت سفیان نے فرمایا اگر جو کچھ باندی کے پیٹ میں ہے اس کا استثناء کرے تو تمام ہی آزاد ہوں گے۔اس لئے کہ اس کا بچہ باندی کے عضو کی طرح ہے۔اور اگر جو کچھ پیٹ میں ہے اس کو آزاد کیا اور باندی کو آزاد نہیں کیا تو جو پیٹ میں ہے وہی آزاد ہوگا (ج) حضرت ابراہیم نے فرمایا اگر آدمی اپنی باندی کو آزاد کرے اور اس کے پیٹ میں جو کچھ ہے اس کا استثناء کرے تو اس کے لئے وہ ہوگا جس کا استثناء کیا۔

**فاذا قبل صار حرا ولزمه المال [۲۲۱۷](۲۸)ولو قال ان ادیت الی الفا فانت حر صح ولزمه المال وصار ماذونا [۲۲۱۸](۲۹)فان احضر المال اجبر الحاکم المولی علی قبضه وعتق العبد.**

---

غلام پر مال لازم ہوگا۔

**وجہ** آزاد تو اس لئے ہوگا کہ آقا نے مال کے بدلے آزاد کیا۔اور مال اس لئے لازم ہوگا کہ آزاد ہونے کی یہ شرط تھی اور غلام نے اس کو قبول کیا ہے(۲) حدیث میں ہے کہ خدمت کی شرط پر غلام آزاد کیا تو وہ آزاد ہوا اور خدمت لازم ہوئی۔حدیث یہ ہے۔عن سفینة قال کنت مملوکا لام سلمة فقالت اعتقک واشترط علیک ان تخدم رسول الله ماعشت فقلت وان لم تشترطی علی ما فارقت رسول الله ﷺ ماعشت فاعتقنی واشترطت علی (الف)(ابوداؤد شریف، باب فی العتق علی شرط ج۲ص۱۹۳نمبر ۳۹۳۲)(۳) اثر میں ہے۔اعتق عمر بن الخطاب کل مسلم من رقیق الامارہ وشرط انکم تخدمون الخلیفة من بعدی بثلاث سنین (مصنف عبدالرزاق، باب العتق بالشرط ج تاسع ص۱۶۷نمبر ۱۶۷۷۹)اس حدیث اور اثر سے معلوم ہوا کہ مال کی شرط پر آزاد کر سکتا ہے۔کیونکہ حدیث اور اثر میں خدمت کی شرط پر غلام آزاد کیا ہے۔

[۲۲۱۷](۲۸) اگر آقا نے کہا اگر تم مجھے ہزار ادا کرو تو تم آزاد ہو تو صحیح ہے اور اس غلام کو مال لازم ہوگا اور غلام ماذون التجارۃ ہوگا۔

**تشریح** اس مسئلہ میں آزادگی کو مال ادا کرنے پر معلق کیا ہے اس لئے جب تک مال ادا نہیں کرے گا اس وقت تک غلام آزاد نہیں ہوگا۔البتہ چونکہ مال ادا کرنے کی شرط لگائی ہے اس لئے اس کو تجارت کرنے کی اجازت ہوگی تاکہ مال کما کر آقا کو ادا کر سکے۔

**وجہ** اثر میں ہے۔سمعت ابا حنیفة سئل عن رجل قال لغلامہ اذا ادیت الی مائة دینار فانت حر.قال فاداھا فھو حر (ب)(مصنف عبدالرزاق، باب العتق بالشرط ج تاسع ص۱۶۹نمبر ۱۶۷۸۸)اس اثر سے معلوم ہوا کہ مال ادا کرنے پر غلام آزاد ہوگا۔

[۲۲۱۸](۲۹) پس اگر غلام نے مال حاضر کیا تو حاکم آقا کو قبضہ کرنے پر مجبور کرے گا اور غلام آزاد ہوگا۔

**تشریح** غلام نے مال حاضر کر دیا اور آقا نہیں لینا چاہتا ہے تو حاکم اس کو لینے پر مجبور کرے گا۔

**وجہ** شرط کے مطابق آقا کو مال لے لینا چاہئے اور شرط کے خلاف کیا تو حاکم شرط پوری کرنے پر مجبور کرے گا۔

**فائدہ** امام زفرؒ فرماتے ہیں کہ حاکم آقا کو مال لینے پر مجبور نہیں کر سکتا۔

**وجہ** اثر میں اس کا ثبوت ہے۔عن الثوری قال اذا قال لعبدہ اذا ادیت الی الف درھم فانت حر ثم بدا لہ ان لا یقبل منہ

---

حاشیہ : (الف) حضرت سفینہ فرماتے ہیں میں ام سلمہ کا غلام تھا انہوں نے کہا میں تم کو آزاد کرتی ہوں اور تم پر شرط لگاتی ہوں کہ زندگی بھر تم حضورؐ کی خدمت کرو گے۔میں نے کہا اگر شرط نہ بھی لگاؤ تب بھی زندگی بھر میں حضورؐ کو نہیں چھوڑوں گا۔پس انہوں نے مجھے آزاد کیا اور مجھ پر شرط لگائی (ب) امام ابو حنیفہؒ سے ایک آدمی کے بارے میں پوچھا جس نے اپنے غلام سے کہا اگر تم مجھے سو دینار ادا کر دو تو تم آزاد ہو۔فرمایا اس نے ادا کر دیا تو وہ آزاد ہے۔

**[۲۲۱۹] (۳۰) وولد الامة من مولاها حر [۲۲۲۰] (۳۱) وولدها من زوجها مملوک لسیدها [۲۲۲۱] (۳۲) وولد الحرة من العبد حر.**

شیئا کان ذلک للسید (الف) (مصنف عبدالرزاق، باب العتق بالشرط ج تاسع ص ۱۷۱ نمبر ۱۶۷۹۹) اس اثر سے معلوم ہوا کہ آقا کو حق ہے کہ غلام کا مال قبول نہ کرے۔

[۲۲۱۹] (۳۰) باندی کا بچہ اپنے آقا سے آزاد ہوگا۔

**تشریح** آقا نے اپنی باندی سے صحبت کی اور اس سے بچہ پیدا ہوا تو وہ بچہ آقا کا بیٹا ہوگا اس لئے وہ بچہ آزاد ہوگا۔ بلکہ اس کی آزادگی کی وجہ سے ماں بھی ام ولد بن جائے گی اور ماں آقا کے مرنے کے بعد آزاد ہو جائے گی۔

**وجہ** والد بچے کا مالک بن جائے گا کیونکہ باندی کا آقا وہی ہے اور بچے کا مالک بنا تو حدیث من ملک ذا رحم محرم فھو حر (ب) (ابوداؤد شریف، باب فیمن ملک ذا رحم محرم ج ۲ ص ۱۹۴ نمبر ۳۹۴۹، ترمذی شریف، باب ماجاء فیمن ملک ذا رحم محرم ص ۲۵۳ نمبر ۱۳۶۵) اس حدیث کی بنا پر بیٹا باپ پر آزاد ہو جائے گا۔

[۲۲۲۰] (۳۱) اور باندی کا بچہ اپنے شوہر سے اس کے آقا کا مملوک ہوگا۔

**تشریح** آقا نے اپنی باندی کی شادی کسی آدمی سے کرائی چاہے وہ آدمی آزاد ہو یا غلام۔ اس آدمی سے باندی کو بچہ ہوا تو اس بچے کا نسب باپ سے ثابت ہوگا لیکن بچہ باندی کے تابع ہو کر آقا کا غلام ہوگا۔

**وجہ** اثر میں ہے کہ مدبرہ اور مکاتبہ کا بچہ ماں کے تابع ہو کر غلام اور باندی بنے گا۔ اثر میں ہے۔ عن ابن عمر قال ولد المدبرة یعتقون بعتقها ویرقون برقها (ج) (دار قطنی، کتاب المکاتب، ج رابع ص ۷۷ نمبر ۴۲۱۳، سنن للبیہقی، باب ماجاء فی ولد المدبرة من غیر سیدھا بعد تدبیرھا ج عاشر ص ۵۳۱ نمبر ۲۱۵۸۴) (۲) اثر میں ہے۔ عن علیؓ قال ولدھا بمنزلتھا یعنی المکاتبة (سنن للبیہقی، باب ولد المکاتب من جاریتہ وولد المکاتبة من زوجھا ج عاشر ص ۵۶۰ نمبر ۲۱۶۹۹) اس اثر سے بھی معلوم ہوا مکاتبہ کا بچہ مکاتبہ کے درجے میں ہے اسی طرح باندی کا بچہ غلام ہوگا۔

[۲۲۲۱] (۳۲) آزاد عورت کا بچہ غلام سے آزاد ہوگا۔

**تشریح** آزاد عورت نے غلام سے شادی کی اور اس سے بچہ پیدا ہوا تو وہ بچہ ماں کے تابع ہو کر آزاد ہوگا۔ اگرچہ نسب غلام باپ سے ثابت ہوگا۔

**وجہ** اوپر اثر گزرا کہ بچہ ماں کے تابع ہو کر جو حال ماں کا ہوگا وہی حال بچے کا ہوگا۔ اور چونکہ ماں آزاد ہے اس لئے بچہ بھی آزاد ہوگا۔ عـــن

حاشیہ : (الف) حضرت ثوری نے فرمایا اگر اپنے غلام سے کہا کہ مجھے ہزار ادا کرو تو تم آزاد ہو پھر خیال آیا کہ اس سے کچھ نہ لے تو آقا کو یہ حق ہے۔ (ب) اگر ذی رحم محرم کا مالک بنے تو وہ ذی رحم محرم آزاد ہو جائے گا (ج) حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ مدبرہ کی اولاد اس کے آزاد ہونے سے آزاد ہوگی اور ماں کی باندی ہونے سے غلام رہے گی۔

علیؓ قال ولدها بمنزلتها یعنی المکاتبة (الف)(سنن للبیہقی، باب ولد المکاتب من جاریۃ وولد المکاتبۃ من زوجھا ج عاشر ص۵۳۳ نمبر۲۱۶۹۹)



حاشیہ : (الف) حضرت علیؓ نے فرمایا مکاتبہ باندی کی اولاد اسی کے درجے میں ہے یعنی مکاتبہ ہوگی۔

## ﴿باب التدبير﴾

[۲۲۲۲](۱)اذا قال المولى لمملوكه اذا متُّ فانت حر او انت حر عن دبر منی او انت مدبر او قد دبَّرتک فقد صار مدبرا [۲۲۲۳](۲)لا يجوز بيعه ولا هبته.

﴿باب التدبیر﴾

ضروری نوٹ مدبر کا مطلب یہ ہے کہ آقا کہے کہ میرے مرنے کے بعد فلاں غلام یا باندی آزاد ہے تو اس کو مدبر کہتے ہیں۔ دبر کے معنی ہیں بعد میں۔ چونکہ مرنے کے بعد آزاد کیا اس لئے اس کو مدبر کہتے ہیں۔ اس کا ثبوت اس حدیث میں ہے۔ عن جابر بن عبد الله قال اعتق رجل منا عبدا له عن دبر فدعا النبی ﷺ فباعه قال جابر مات الغلام عام اول (الف)(بخاری شریف، باب بیع المدبر ص ۳۴۴ نمبر ۲۵۳۴، ابوداؤد شریف، باب فی بیع المدبر ص ۱۹۵ نمبر ۳۹۵۵)(۲) دوسری حدیث میں ہے۔ عن ابن عمر ان النبی ﷺ قال المدبر لا يباع ولا يوهب وهو حر من الثلث (ب)(دار قطنی، کتاب المکاتب ج رابع ص ۸۷ نمبر ۴۲۲۰) اس دونوں حدیثوں سے مدبر بنانے کا ثبوت ہے۔

[۲۲۲۲](۱) اگر آقا نے اپنے مملوک سے کہا جب میں مروں تو تم آزاد ہو یا تم میرے مرنے کے بعد آزاد ہو یا تم مدبر ہو یا میں نے تم کو مدبر بنا دیا تو وہ مدبر ہو جائے گا۔

تشریح یہ سب الفاظ صریح طور پر مدبر بنانے کے ہیں۔ مثلا یوں کہے کہ جب میں مر جاؤں تو تم آزاد ہو تو ان الفاظ سے صراحت کے طور پر مدبر بنایا ہوا۔ ان سے غلام مدبر ہو جائے گا۔

[۲۲۲۳](۲) نہیں جائز ہے مدبر کو بیچنا اور نہ اس کو ہبہ کرنا۔

تشریح جب غلام کو مدبر بنا دیا تو اب اس کو بیچنا اور اس کو ہبہ کرنا یا اپنی ملکیت سے نکالنا جائز نہیں ہے صرف آزاد کر سکتا ہے۔

وجہ اوپر حدیث میں ہے۔ عن ابن عمرؓ ان النبی ﷺ قال المدبر لا يباع ولا يوهب وهو حر من الثلث (دار قطنی، کتاب المکاتب ج رابع ص ۸۷ نمبر ۴۲۲۰، سنن للبیہقی، باب من قال لا یباع المدبر ج عاشر، ص ۵۲۹ نمبر ۲۱۵۷۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وہ آزاد ہے اس کو نہ بیچا جا سکتا ہے اور نہ ہبہ کر سکتا ہے (۲) اس میں آزادگی کا شائبہ آچکا ہے اس لئے بیچ کر اس کو ختم نہیں کر سکتا۔

فائدہ امام شافعی فرماتے ہیں کہ مدبر کو بیچ سکتا ہے۔

وجہ ان کی دلیل اوپر کی حدیث ہے۔ عن جابر بن عبد الله قال اعتق رجل منا عبدا له عن دبر فدعا النبی ﷺ فباعه (ج)

---

حاشیہ : (الف) حضرت جابر فرماتے ہیں کہ ہم میں سے ایک آدمی نے اپنے غلام کو مدبر بنایا تو حضورؐ نے ان کو بلایا اور غلام کو بیچ دیا۔ حضرت جابر فرماتے ۃ ہیں کہ غلام پہلے سال میں انتقال کر گیا (ب) آپؐ نے فرمایا مدبر نہ بیچا جا سکتا ہے اور نہ ہبہ کیا جا سکتا ہے وہ تہائی مال میں سے آزاد ہے (ج) حضرت جابر فرماتے ہیں کہ ہم میں سے ایک آدمی نے اپنے غلام کو مدبر بنایا تو حضورؐ نے اس کو بلایا اور اس کو بیچا۔

**[۲۲۲۴] (۳)وللمولی ان یستخدمہ ویواجرہ وان کانت امة فله ان یطأها وله ان یزوجها[۲۲۲۵] (۴)واذا مات المولی عتق المدبر من ثلث ماله ان خرج من الثلث فان**

(بخاری شریف، باب بیع المدبر ص ۳۴۴ نمبر ۲۵۳۴، ابوداؤد شریف، باب فی بیع المدبر ص ۱۹۵ نمبر ۳۹۵۵) اس حدیث میں ہے کہ مدبر کو بیچا اس لئے مدبر کو بیچنا جائز ہے۔

[۲۲۲۴] (۳) اور آقا کے لئے جائز ہے کہ مدبر سے خدمت لے اور اس کو اجرت پر رکھے۔ اور باندی ہو تو اس سے صحبت کر سکتا ہے۔ اور اس کے لئے جائز ہے کہ مدبرہ کی شادی کرائے۔

**تشریح** مدبر غلام آقا کے مرنے کے بعد آزاد ہوگا ابھی تو وہ غلام ہی ہے اس لئے اس کے آقا کے لئے جائز ہے کہ مدبر سے خدمت لے۔ اس کو اجرت پر رکھے۔ باندی ہو تو اس سے صحبت کرے یا باندی کی شادی دوسرے سے کرادے۔

**وجہ** وہ غلام اور باندی ابھی بھی ہیں۔ آزاد آقا کے مرنے کے بعد ہوں گے اس لئے ابھی ان کے ساتھ غلام باندی کا معاملہ کر سکے گا۔

**وجہ** حدیث میں ہے۔ **عن جابر بن عبد الله قال رسول الله ﷺ لا بأس ببیع خدمة المدبر اذا احتاج** (الف) (دار قطنی، کتاب المکاتب ج رابع ص ۷۷ نمبر ۴۲۱۷) جب مدبر کی خدمت بیچ سکتا ہے تو اس سے خدمت کروا سکتا ہے۔ اس اثر سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مدبر کو اجرت پر رکھ سکتا ہے۔ وطی کرنے کی دلیل یہ اثر ہے۔ **عن ابن عمرؓ انه دبر جاریتین له فکان یطؤهما وهما مدبرتان** (ب) (سنن للبیہقی، باب وطئ المدبرة ج عاشر، ص ۵۳۰ نمبر ۲۱۵۸۱) اس اثر سے معلوم ہوا کہ آقا مدبرہ سے وطی کر سکتا ہے۔

[۲۲۲۵] (۴) اور جب آقا کا انتقال ہوگا تو مدبر اس کے تہائی مال سے آزاد ہوگا اگر وہ تہائی سے نکل سکے۔ پس اگر اس کے پاس مدبر کے غلام کے علاوہ مال نہ ہو تو سعی کرے گا اپنی قیمت کی دو تہائی میں۔

**تشریح** آقا کے مرنے کے بعد مدبر آزاد ہوگا لیکن تہائی مال میں آزاد ہوگا۔ مثلا مدبر سمیت آقا نے نو سو پونڈ کی مالیت چھوڑی۔ اور مدبر کی قیمت تین سو پونڈ ہیں تو نو سو کی ایک تہائی تین سو پونڈ ہوئے جو مدبر کی قیمت ہے اس لئے پورا مدبر آزاد ہو جائے گا۔ کیونکہ پورے مال میں سے ایک تہائی غلام کی قیمت ہو تب پورا مدبر آزاد ہوگا۔ اور اگر آقا نے صرف مدبر غلام چھوڑا کوئی اور مالیت نہیں تھی تو اس مدبر کی ایک تہائی آزاد ہوگی اور باقی دو تہائی قیمت سعایت کر کے آقا کے ورثاء کو دے گا تاکہ وہ وراثت میں تقسیم کر سکیں۔

**وجہ** مدبر غلام آقا کے مرنے کے بعد آزاد ہوتا ہے اس لئے وہ وصیت کے درجہ میں ہوا۔ اور وصیت پورے مال کی تہائی میں جاری ہوتی ہے۔ باقی دو تہائی ورثہ میں تقسیم ہوتی ہے۔ اس لئے مدبر کی قیمت پورے مال کی ایک تہائی ہو تو پورا مدبر آزاد ہوگا۔ اور صرف مدبر چھوڑا ہو تو اس کی ایک تہائی آزاد ہوگی اور دو تہائی کی سعی کرے گا (۲) حدیث میں ہے۔ **عن ابن عمرؓ ان النبی و قال المدبر لا یباع ولا یوهب وهو حر من الثلث** (ج) (دار قطنی، کتاب المکاتب ج رابع، ص ۷۸ نمبر ۴۲۲۰، سنن للبیہقی، باب من قال لا یباع المدبر ج عاشر، ص ۵۲۹ نمبر

حاشیہ : (الف) آپؐ نے فرمایا مدبر کی خدمت بیچنے میں کوئی حرج کی بات نہیں ہے اگر ضرورت پڑ جائے (ب) حضرت عمر کی دو باندیاں تھیں۔ پس وہ مدبر کی حالت میں دونوں سے وطی کیا کرتے تھے (ج) آپؐ نے فرمایا مدبر نہ بیچا جا سکتا ہے اور نہ ہبہ کیا جا سکتا ہے وہ تہائی مال میں آزاد ہے۔

**لـم يـكـن له مال غيره يسعى فی ثلثی قيمته [۲۲۲۶](۵)فان كان علی المولی دين يسعی فی جميع قيمته لغرمائه.**

۲۱۵۷۲)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مدبر تہائی مال میں آزاد ہوگا (۳) دوسری حدیث میں ہے کہ ایک آدمی نے موت کے وقت چھ غلام آزاد کئے۔اس کے پاس ان کے علاوہ کچھ نہیں تھا تو آپ ؐ نے چھ میں سے دو غلام یعنی ایک تہائی کو آزاد کیا اور چار غلام یعنی دو تہائی کو غلام رکھا تا کہ وہ ورثہ میں تقسیم ہو جائے۔حدیث یہ ہے۔ **عـن عـمـران بـن حـصـين ان رجلا اعتق ستة اعبد عند موته ولم يكن له مال غيـرهـم فبـلـغ ذلک النبی ﷺ فقال له قولا شديدا ثم دعا هم فجزأهم ثلاثة اجزاء فاقرع بينهم فاعتق اثنين وارق اربـعة** (الف)(ابوداؤد شریف، باب فیمن اعتق عبیدا لہ لم یبلغھم الثلث ص ۱۹۵ نمبر ۳۹۵۸)اس حدیث میں چھ غلاموں میں سے دو کو آزاد کیا جس سے معلوم ہوا کہ مدبر ایک تہائی سے آزاد ہوگا۔

[۲۲۲۶](۵) پس اگر آقا پر قرض ہو تو قرض خواہوں کے لئے اپنی پوری قیمت کی سعی کرے گا۔

**تشریح** آقا نے اپنے غلام کو مدبر بنایا لیکن آقا پر قرض تھا اور کوئی مال نہیں تھا تو مدبر آزاد ہوگا لیکن اپنی پوری قیمت کی سعایت کر کے قرضخواہوں کو دے گا تا کہ آقا کا قرض ادا ہو جائے۔

**وجہ** اصول یہ ہے کہ قرض پہلے ادا کیا جاتا ہے اس کی ادائیگی کے بعد وصیت نافذ کی جاتی ہے اور مدبر کو آزاد کرنا وصیت کو نافذ کرنا ہے اس لئے قرض کی ادائیگی کے بعد آزادگی ہوگی۔ یہاں مدبر میں آزادگی کا شائبہ آچکا ہے اس لئے دونوں کی رعایت کی گئی یعنی اس کو آزاد کیا گیا لیکن مقروض کی رعایت کرتے ہوئے مدبر اپنی پوری قیمت کی سعی کرے گا (۲) حدیث میں ہے کہ قرض کی وجہ سے مدبر کو بیچا گیا۔ **عـن جـابـر بن عبـد الـلـه ان رجـلا اعتق غلاما له عن دبر منه ولم يكن له مال غيره فامر به النبی ﷺ فبيع بسبع مائة او بتسع مائة** (ب)(ابوداؤد شریف، باب فی بیع المدبر ص ۱۹۵ نمبر ۳۹۵۵، بخاری شریف، باب بیع المدبر ص ۳۴۴ نمبر ۲۵۳۴)اور سنن بیہقی میں اس کی تصریح ہے کہ قرض کی وجہ سے بیچا گیا تھا۔ **عـن جـابـر ان رسول الله ﷺ باع مدبرا فی دين** (سنن للبیہقی، باب المدبر یجنی فیباع فی ارش جنایۃ الا ان یفد یہ سیدہ ج عاشر ص ۵۳۰ نمبر ۲۱۵۷۸)اس حدیث میں ہے کہ قرض میں مدبر بیچا گیا تھا (۳) اثر میں ہے۔ **عـن قتـادة قـال اذا كـان عـلـی سيده دين استسعی فی ثمنه** (ج)(مصنف عبدالرزاق، باب بیع المدبر ج رابع ص ۴۳۰ نمبر ۱۶۶۶۹، مصنف ابن ابی شیبۃ، ۲۱۹ فی الرجل یعتق عبدہ ولیس لہ مال غیرہ ج خامس ص ۲۰۵ نمبر ۲۱۷۵۲)اس اثر سے معلوم ہوا کہ آقا پر دین ہو تو مدبر اس کے لئے سعی کرے گا۔

---

حاشیہ : (الف) حضرت عمران بن حصین فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے موت کے وقت چھ غلام آزاد کئے اور ان کے علاوہ اس کے پاس کوئی مال نہیں تھا۔ یہ بات حضور کو پہنچی تو آپ ؐ نے سخت جملے فرمائے پھر غلاموں کو بلوایا اور تین حصے کئے اور ان کے درمیان قرعہ ڈالا پھر ان میں دو کو آزاد کیا اور چار کو غلام رکھا (ب) ایک آدمی نے اپنا غلام مدبر بنایا اور اس کے پاس اس کے علاوہ کوئی مال نہیں تھا۔پس حضور نے حکم دیا اور اس کو سات سو یا نو سو میں بیچا (ج) حضرت قتادہ نے فرمایا اگر آقا پر قرض ہو تو غلام اپنی قیمت کی سعایت کرے گا۔

**[۲۲۲۷] (۶) وولد المدبرة مدبر[۲۲۲۸] (۷) فان علق التدبير بموته على صفة مثل ان يقول ان متُّ من مرضى هذا او فى سفرى هذا او من مرض كذا فليس بمدبر ويجوز بيعه [۲۲۲۹](۸)وان مات المولى على الصفة التى ذكرها عتق كما يعتق المدبر.**

لغت غرماء : قرض خواہ یہ غریم کی جمع ہے۔

[۲۲۲۷](۶)مدبر کا بچہ مدبر ہوگا۔

وجہ اصول پہلے گزر چکا ہے کہ جیسی ماں ہوگی بچہ بھی ویسا ہی ہوگا۔اس لئے ماں مدبرہ ہے تو اس کی اولاد بھی مدبر ہوگی (۲) اثر میں ہے۔عن ابن عمر قال ولد المدبرة يعتقون بعتقها ويرقون برقها (الف)(دار قطنی، کتاب المکاتب ج رابع ص ۷۷ نمبر ۴۲۱۳، سنن للبیہقی ،باب ماجاء فی ولد المدبرة من غیر سیدھا بعد تدبیرھا ج عاشر، ص ۵۳۱ نمبر ۲۱۵۸۴)اس اثر سے معلوم ہوا کہ مدبرہ کا بچہ مدبر ہوگا۔

[۲۲۲۸](۷)اگر مدبر بنانے کو معلق کیا اپنی موت پر کسی صفت پر مثلا یہ کہے اگر میں اس مرض میں مروں یا اس سفر میں یا فلاں مرض میں مروں تو وہ مدبر نہیں ہے اور اس کا بیچنا جائز ہے۔

تشریح مطلق مدبر نہیں بنایا بلکہ مقید مدبر بنایا۔مطلق مدبر کی صورت یہ ہوتی ہے کہ بغیر کسی شرط پر معلق کئے ہوئے کہے کہ تم میرے مرنے کے بعد آزاد ہو۔اور مدبر مقید کی شکل یہ ہوتی ہے کہ کسی شرط پر معلق کر کے کہے کہ تم میرے مرنے کے بعد آزاد ہو۔مثلا میں اس مرض میں مرا تو وہ آزاد ہو جائے گا۔

وجہ کیونکہ شرط پائی گئی (۲) حدیث میں ہے کہ مدبر کو حضورؐ نے بیچا تھا۔حنفیہ کی رائے ہے کہ وہ مقید غلام تھا اس لئے اس کو بیچا تھا۔سمعت جابر بن عبد الله قال اعتق رجل مناعبدا له عن دبر فدعا النبی ﷺ فباعه (ب)(بخاری شریف،باب بیع المدبر ص ۳۴۴ نمبر ۲۵۳۴)اس حدیث میں ہے کہ مدبر کو حضورؐ نے بیچا ہے اس لئے حنفیہ کا خیال ہے کہ وہ مقید مدبر تھا۔

[۲۲۲۹](۸)اگر آقا مر گیا اس صفت پر جس کا ذکر کیا تھا تو غلام آزاد ہو جائے گا جیسا کہ مدبر آزاد ہوتا ہے۔

تشریح آقا نے جس شرط پر غلام کو مرنے کے بعد آزادگی کا پروانہ دیا تھا وہ شرط پائی گئی تو مدبر آزاد ہو جائے گا۔

وجہ اس لئے کہ شرط پائی گئی اس لئے شرط کے مطابق آزاد ہو جائے گا۔



حاشیہ : (الف) حضرت ابن عمر نے فرمایا مدبرہ باندی کی اولاد اس کے آزاد ہونے سے آزاد ہوگی اور اس کے باندی ہونے سے باندی ہوگی (ب) حضرت جابر نے فرمایا ہم میں سے ایک آدمی نے اپنے غلام کو مدبر بنایا تو حضورؐ نے اس کو بلایا اور اس کو بیچا۔

## ﴿باب الاستیلاد﴾

**[۲۲۳۰](۱)اذا ولدت الامة من مولاها فقد صارت ام ولد له لایجوز له بیعها ولا تملیکها [۲۲۳۱](۲)وله وطؤها واستخدامها واجارتها وتزویجها.**

﴿ باب الاستیلاد ﴾

**ضروری نوٹ** آقا اپنی باندی سے صحبت کرے جس کی وجہ سے بچہ پیدا ہو جائے اور آقا اعتراف کرے کہ بچہ میرا ہے تو وہ باندی بچے کی ماں ہونے کی وجہ سے ام ولد بن گئی۔ وہ آقا کے مرنے کے بعد آزاد ہو جائے گی۔ حدیث میں اس کا ثبوت ہے۔ **عن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ ایما رجل ولدت امته منه فهی معتقة عن دبر منه** (الف)(ابن ماجہ شریف، باب امہات الاولاد ص۳۶۱ نمبر ۲۵۱۵)اس حدیث سے ام ولد کا ثبوت ہوا اور اس کے آزاد ہونے کا ثبوت ہوا(۲)ابو داؤد میں ام ولد کو آزاد کرنے کے سلسلے میں لمبی حدیث ہے جس کا ٹکڑا یہ ہے۔ **فقال رسول الله ﷺ اعتقوها فاذا سمعتم برقيق قدم علی فأتونی اعوضکم منها قالت فاعتقونی وقدم علی رسول الله ﷺ رقیق فعوضهم منی غلاما** (ب)(ابو داؤد شریف، باب فی عتق امہات الاولاد ص۱۹۴ نمبر ۳۹۵۳) اس حدیث سے بھی ام ولد کے آزاد کرنے کا ثبوت ہے۔

[۲۲۳۰](۱)جب باندی اپنے مولی سے بچہ جنے تو وہ اس کی ام ولد بنے گی۔ اب اس کے لئے اس کا بیچنا جائز نہیں اور نہ اس کا مالک بنانا جائز ہے۔

**تشریح** آقا نے اپنی باندی سے صحبت کی جس کی وجہ سے اس سے بچہ پیدا ہوا تو یہ باندی ام ولد بن گئی اب اس کا بیچنا جائز نہیں۔ اور نہ ہبہ کر کے دوسرے کی ملکیت میں دینا جائز ہے۔

**وجہ** اوپر ابن ماجہ کی حدیث گزری۔ **فهی معتقة عن دبر منه** (ابن ماجہ شریف، نمبر ۲۵۱۵)(۱) **عن ابن عمر ان النبی ﷺ نهی عن بیع امهات الاولاد وقال لایبعن ولا یوهبن ولا یورثن یستمتع بها سیدها مادام حیا فاذا مات فهی حرة** (ج)(دار قطنی، کتاب المکاتب ج رابع ص۵۷ نمبر ۴۲۰۳، سنن للبیہقی، باب الرجل یطأ امته بالملک فتلد لہ ج عاشر ص۵۷۴، نمبر ۲۱۷۶۳)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ام ولد آقا کے مرنے کے بعد آزاد ہو جائے گی۔

[۲۲۳۱](۲)اور آقا کے لئے جائز ہے اس سے صحبت کرنا اور اس سے خدمت لینا اور اس کو اجرت پر رکھنا اور اس کی شادی کرانا۔

---

حاشیہ : (الف) آپؐ نے فرمایا کسی بھی آدمی کی باندی اس سے بچہ دے تو وہ اس کے مرنے کے بعد آزاد ہو جائے گی (ب) آپؐ نے پوچھا حباب کی ذمہ داری کون لے گا؟ کہا گیا اس کے بھائی ابو الیسیر بن عمر۔ تو ان کے پاس پیغام بھیجا۔ آپؐ نے فرمایا اس کو آزاد کر دو۔ پس جب خبر ملے کہ میرے پاس کوئی غلام آیا ہے تو میرے پاس آنا۔ اس کا بدلہ دے دوں گا۔ وہ فرماتی ہیں کہ مجھ کو آزاد کر دیا۔ اور حضور کے پاس غلام آئے تو میرے بدلے میں اس کو غلام دیا (ج) آپؐ نے ام ولد کو بیچنے سے منع فرمایا اور فرمایا کہ نہ وہ بیچی جا سکتی ہیں نہ ہبہ کی جا سکتی ہیں اور نہ وارث بنائی جا سکتی ہیں۔ ان کا مالک ان سے استفادہ کرے گا جب تک زندہ ہے۔ پس جب مر گیا تو وہ آزاد ہو جائیں گی۔

**[۲۲۳۲](۳)ولا یثبت نسب ولدھا الا ان یعترف بہ المولی[۲۲۳۳] (۴)فان جائت بولد بعد ذلک ثبت نسبہ منہ بغیر اقرار فان نفاہ انتفی بقولہ.**

وجہ چونکہ آقا کی حیات تک باندی ہے اس لئے آقا باندی کے سارے معاملات کر سکتا ہے (۲) اوپر حدیث گزری۔ **عن ابن عمر ان النبی ﷺ نھی عن بیع امھات الاولاد وقال لایبعن ولا یوھبن ولا یورثن یستمتع بھا سیدھا مادام حیا فاذا مات فھی حرۃ** (دار قطنی، کتاب المکاتب ج رابع ص ۷۵ نمبر ۴۲۰۳) جس سے معلوم ہوا کہ آقا زندگی بھر ام ولد سے خدمت لے سکتا ہے اور وطی بھی کر سکتا ہے۔

[۲۲۳۲] (۳) اور نہیں ثابت ہوگا بچے کا نسب مگر یہ کہ آقا اس کا اعتراف کرے۔

تشریح باندی سے بچہ ہوا تو پہلی مرتبہ آقا اعتراف کرے کہ یہ میرا بچہ ہے تب اس بچے کا نسب آقا سے ثابت ہوگا۔ اور اگر اعتراف نہ کرے تو نسب ثابت نہیں ہوگا۔ البتہ ایک مرتبہ اعتراف کر لیا کہ یہ بچہ میرا ہے پھر دوسری مرتبہ بچہ پیدا ہوا تو اس بچے کا نسب خود بخود آقا سے ثابت ہو جائے گا۔ اس کے لئے دوبارہ اعتراف کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

وجہ ولادت کے لئے باندی کا رشتہ آقا سے اتنا مضبوط نہیں ہے جتنا نکاح کی وجہ سے بیوی کا شوہر سے ہوتا ہے۔ اس لئے آقا کے اعتراف کی ضرورت پڑے گی (۲) باندی رکھنے سے لازم نہیں آتا کہ وہ وطی بھی کرتا ہوگا اور بچہ پیدا کرنا چاہتا ہوگا۔ کیونکہ اس بچے میں غلامیت کا اثر ہے اس لئے اعتراف کی ضرورت پڑے گی (۲) اثر میں ہے۔ **عن ابن عباس قال کان ابن عباس یاتی جاریۃ لہ فحملت فقال لیس منی انی اتیتھا اتیانا لا ارید بہ الولد** (الف) (طحاوی شریف، باب الامۃ یطأھا مولدھا ثم یموت وقد کانت جاءت بولد فی حیاتہ ھل یکون ابنہ وتکون بہ ام ولدام لا ج ثانی ص ۶۶) اس اثر سے معلوم ہوا کہ اعتراف کرے گا تو بچے کا نسب ثابت ہوگا اور انکار کرے گا تو نفی ہو جائے گی (۳) بخاری میں عتبہ بن ابی وقاص کی لمبی حدیث ہے جس میں آقا نے بیٹا ہونے کا دعوی کیا اس لئے دعوی کرنے کے بعد آپ نے بچے کا نسب آقا سے ثابت کر دیا۔ حدیث کا ٹکڑا یہ ہے۔ **فقال رسول اللہ ﷺ ھو لک یا عبد بن زمعہ من اجل انہ ولد علی فراش ابیہ** (ب) (بخاری شریف، باب ام الولد ص ۳۴۴ نمبر ۲۵۳۳)

[۲۲۳۳] (۴) پس اگر اس کے بعد بچہ دیا اس کا نسب آقا سے ثابت ہوگا بغیر اقرار کے۔ پس اگر اس کی نفی کر دے تو نفی ہو جائے گی اس کے قول سے

تشریح پہلی مرتبہ آقا کے اعتراف کی ضرورت پڑے گی تب نسب ثابت ہوگا۔ لیکن بعد میں جو بچہ پیدا ہوگا اس کے نسب کا اقرار کئے بغیر آقا سے نسب ثابت ہو جائے گا۔

وجہ ایک مرتبہ نسب ثابت ہو گیا اور ام ولد بن گئی تو اب آقا سے ولادت کا رشتہ مضبوط ہو گیا اس لئے دوبارہ اقرار کی ضرورت نہیں ہے۔ البتہ اس وقت بھی آقا انکار کرے گا تو بچے کا انکار ہو گیا۔ **کان ابن عباس یأتی جاریۃ لہ فحملت فقال لیس منی انی اتیتھا اتیانا لا**

حاشیہ: (الف) حضرت ابن عباس اپنی باندی سے وطی کرتے تھے۔ پس حاملہ ہوئی۔ پس حضرت نے فرمایا یہ مجھ سے نہیں ہے۔ میں اس سے جماع کرتا تھا اور بچہ پیدا نہیں کرنا چاہتا تھا (ب) آپ نے فرمایا اے زمعہ! یہ بچی تیرے لئے ہے اس بنا پر کہ باپ کی فراش پر پیدا ہوئی ہے۔

[۲۲۳۴] (۵)وان زوجها فجائت بولد فهو فی حکم امه[۲۲۳۵](۶)واذا مات المولی عتقت من جمیع المال ولا تلزمها السعایة للغرماء ان کان علی المولی دین[۲۲۳۶] (۷) واذا وطئ الرجل امة غیره بنکاح فولدت منه ثم ملکها صارت ام ولد له.

---

ارید به الولد (طحاوی شریف، باب الامة الخ ص ۶۶)

[۲۲۳۴] (۵) اور اگر آقا نے ام ولد کی شادی کرادی پھر بچہ دیا تو وہ ماں کے حکم میں ہوگا۔

**تشریح** آقا نے ام ولد بنایا تھا بعد میں اس کی شادی کرادی اور اس شوہر سے بچہ پیدا ہوا تو وہ بچہ ماں کی طرح ابھی غلام رہے گا اور آقا کے مرنے کے بعد جب ماں آزاد ہوگی تو اس وقت بچہ بھی آزاد ہوگا۔

**وجہ** اثر میں اس کا ثبوت ہے۔سمع عبد الله بن عمر یقول اذا ولدت الامة من سیدها فنکحت بعد ذلک فولدت اولادا کان ولدها بمنزلتها عبیدا ما عاش سیدها فان مات فهم احرار (الف) (سنن للبیہقی، باب ولد ام الولد من غیرھا بعد الاستیلاد ج عاشر، ص ۵۸۴ نمبر ۲۱۸۰۰، مصنف عبد الرزاق، باب عتق ولد ام الولد ج سابع ص ۲۹۸ نمبر ۱۳۲۵۶) اس اثر سے معلوم ہوا کہ جب ماں آزاد ہوگی اس وقت بچہ بھی آزاد ہوگا اور ابھی ماں کی طرح غلام رہے گا۔

[۲۲۳۵] (۶) اور جب آقا مرے گا تو وہ تمام مال سے آزاد ہوگی اور اس کو سعایت لازم نہیں ہوگی قرضخواہوں کے لئے اگر چہ آقا پر قرض ہو۔

**تشریح** آقا مر جائے تو ام ولد مکمل آزاد ہو جائے گی۔اگر آقا پر قرض ہو تب بھی وہ سعایت کر کے نہیں دے گی۔

**وجہ** عن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ ایما رجل ولدت امته منه فهی معتقة عن دبر منه (ب) (ابن ماجہ شریف، باب امہات الاولاد ص ۳۶۱ نمبر ۲۵۱۵) دار قطنی میں بھی ہے۔فاذا مات فهی حرة (دار قطنی، کتاب المکاتب ج رابع ص ۷۵ نمبر ۴۲۰۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آقا کے مرنے کے بعد ام ولد مکمل آزاد ہو جائے گی (۲) اثر میں ہے۔اعتق عمر امهات الولاولاد اذا مات ساداتهن فأتت امرأة منهن علیا اراد سیدها ان یبیعها فی دین کان علیه فقال اذهبی فقد اعتقکن عمر (ج) (مصنف عبد الرزاق، باب بیع امہات الاولاد ج سابع ص ۲۹۳ نمبر ۱۳۲۲۳) اس اثر سے بھی معلوم ہوا کہ ام ولد آقا کے قرض کے لئے بھی سعی نہیں کرے گی کیونکہ وہ مکمل آزاد ہوگئی۔

[۲۲۳۶] (۷) اگر آدمی نے دوسرے کی باندی سے نکاح کے ذریعہ صحبت کی اور اس سے بچہ پیدا ہوا پھر باندی کا مالک ہوا تو وہ اس کی ام ولد بن جائیگی

**تشریح** دوسرے کی باندی سے نکاح کیا اور اس سے بچہ پیدا ہوا بعد میں اس باندی کو خرید لیا تو یہ باندی اس کی ام ولد بن جائے گی۔اگر چہ بچہ

---

حاشیہ : (الف) حضرت عبداللہ بن عمر فرمایا کرتے تھے جب باندی اپنے آقا سے بچہ دے اس کے بعد نکاح کرے اور بچہ ہو تو اس کا بچہ ماں کے درجے میں غلام ہوگا جب تک آقا زندہ ہو۔پس جب آقا مر جائے تو وہ آزاد ہوگا (ب) آپ نے فرمایا کسی آدمی کی باندی اس سے بچہ دے تو وہ آزاد ہوگی آقا کے مرنے کے بعد (ج) حضرت عمر نے ام ولد کو آزاد کیا جب ان کے آقا مر گئے۔پس ان میں ایک عورت حضرت علی کے پاس آئی کہ اس کا آقا اپنے قرض میں بیچنا چاہتا ہے تو حضرت علی نے فرمایا جاؤ تم کو حضرت عمر نے آزاد کیا۔

**[۲۲۳۷] (۸) واذا وطئ الاب جارية ابنه فجائت بولد فادّعاه ثبت نسبه منه وصارت ام**

پیدا ہوتے وقت یہ اس کی باندی نہیں تھی۔

**وجہ** (۱) اگر چہ بعد میں باندی بنی لیکن ہے تو اس کے بچے کی ماں اس لئے بعد میں باندی ہوئی تب بھی ام ولد شمار کی جائے گی اور آقا کے مرنے کے بعد آزاد ہو جائے گی۔

**فائدہ** امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ وہ ام ولد نہیں ہوگی۔

**وجہ** کیونکہ وہ بچہ جنتے وقت اس کی باندی نہیں تھی اس کی بیوی تھی (۲) اثر میں ہے۔ **عن الشعبی قال رفع الی شریح رجل تزوج امة فولدت له اولاد اثم اشتراها فرفعهم شریح الی عبیدة فقال عبیدة انما تعتق ام الولد اذا ولدتهم احرارا فاذا ولدتهم مملوکین فانها لا تعتق** (الف) (سنن للبیہقی، باب الرجل ینکح الامۃ فتلد لہ ثم یملکھا ج عاشر ص ۵۸۵، نمبر ۲۱۸۰۵) اس اثر میں ہے کہ باندی ہونے کی حالت میں بچہ آزاد پیدا کرے تب باندی ام ولد بنے گی۔ اور یہاں بیوی ہونے کی حالت میں بچہ مملوک پیدا کیا اس لئے باندی ام ولد نہیں بنے گی۔

[۲۲۳۷] (۸) اگر باپ نے بیٹے کی باندی سے صحبت کی اور اس سے بچہ پیدا ہوا۔ پس باپ نے اس کا دعوی کیا تو اس کا نسب اس سے ثابت کیا جائے گا اور وہ اس کی ام ولد بنے گی۔ اور باپ پر اس کی قیمت ہوگی۔ اور اس پر مہر نہیں ہوگا اور نہ اس کے بچے کی قیمت ہوگی۔

**تشریح** باپ نے بیٹے کی باندی سے صحبت کر لی جس کی وجہ سے بچہ پیدا ہوا۔ باپ نے دعوی کیا کہ یہ بچہ میرا ہے تو اس بچے کا نسب باپ سے ثابت کیا جائے گا اور باپ پر باندی کی قیمت لازم ہوگی جو باندی والے بیٹے کو ادا کرے گا۔ البتہ باندی کا مہر اور بچے کی قیمت باپ پر لازم نہیں ہوگی۔

**وجہ** یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ بیٹے کا مال ضرورت کے وقت باپ کا مال ہے۔ حدیث میں ہے۔ **عن عمر بن شعیب عن ابیه عن جده قال جاء رجل الی النبی ﷺ فقال ان ابی اجتاح مالی فقال انت ومالک لابیک وقال رسول الله ان اولادکم من اطیب کسبکم فکلوا من اموالکم** (ب) (ابن ماجہ شریف، باب ماللرجل من مال ولدہ ص ۳۲۸ نمبر ۲۲۹۲) جب باندی باپ کی بن گئی تو اس کے مہر دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ اپنی ملکیت میں وطی کی ہے۔ اور جو بچہ پیدا ہوا وہ بھی اپنی باندی سے پیدا ہوا اس لئے بچہ آزاد ہوگا اور باندی اس کی ام ولد ہوگی۔ البتہ چونکہ باندی حقیقت میں بیٹے کی ہے اس لئے بیٹے کو اس کی قیمت دلوا دی جائے گی تاکہ بے انصافی نہ ہو۔ اور یوں سمجھا جائے گا کہ صحبت سے پہلے ہی باپ نے باندی خرید لی۔ اور بعد میں صحبت کی۔ ورنہ لازم آئے گا کہ غیر کی باندی

---

حاشیہ : (الف) حضرت شعبی فرماتے ہیں کہ حضرت شریح کے پاس ایک آدمی پیش کیا اس نے کسی باندی سے شادی کی تھی۔ اس سے کئی بچے پیدا ہوئے پھر اس کو خرید لیا۔ ان لوگوں کو حضرت شریح نے عبیدہ کے پاس پیش کیا تو حضرت عبیدہ نے فرمایا ام ولد آزاد اس وقت ہوگی جب بچوں کو آزاد جنے۔ پس جب ان کو غلامیت کی حالت میں جنا تو وہ آزاد نہیں ہوگی (ب) ایک آدمی حضورؐ کے پاس آیا۔ کہنے لگا میرے باپ نے میرا مال ختم کر دیا تو آپؐ نے فرمایا تم اور تمہارا مال تمہارے باپ کا ہے۔ پھر حضورؐ نے فرمایا تمہاری اولاد تمہاری بہترین کمائی ہے اس لئے اپنے مال میں سے کھاؤ۔

**ولـد لـه وعليه قيمتها وليس عليه عقرها ولا قيمة ولدها [٢٢٣٨](٩)وان وطئ اب الاب مع بـقـاء الاب لـم يثبـت النسب منه فان كان الاب ميتا يثبت النسب من الجد كما يثبت الـنسـب مـن الاب[٢٢٣٩](١٠) و ان كـانت الجارية بين شريكين فجائت بولد فادّعاه احـدهـما ثبت نسبه منه وصارت ام ولد له وعليه نصف عقرها ونصف قيمتها وليس عليه**

---

سے صحبت کی ہے جو زنا کے درجے میں ہوگا۔

**اصول** یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ بیٹے کا مال ضرورت کے موقع پر باپ کا مال قرار دیا جائے گا۔

**لغت** عقر : مہر، وطی کرنے کی قیمت۔

[٢٢٣٨](٩)اور اگر وطی کی دادا نے باپ کے موجود ہوتے ہوئے تو اس سے نسب ثابت نہیں ہوگا۔ پس اگر باپ مر چکا ہو تو دادا سے نسب ثابت ہوگا جیسا کہ باپ سے نسب ثابت ہوتا ہے۔

**تشریح** باپ زندہ تھا ایسی حالت میں دادا نے پوتے کی باندی سے صحبت کی اور اس سے بچہ پیدا ہوا تو اس بچے کا نسب دادا سے ثابت نہیں ہوگا اور نہ وہ باندی اس کی ام ولد بنے گی۔

**وجہ** باپ زندہ رہتے ہوئے دادا کا حق نہیں ہے اس لئے صحبت سے پہلے بھی باندی کی ملکیت میں نہیں دی جائے گی۔ اس لئے اس نے جو صحبت کی وہ اپنی ملکیت میں صحبت نہیں کی اس لئے اس بچے کا نسب دادا سے ثابت نہیں کیا جائے گا۔ اور باپ کا انتقال ہو چکا ہو تو دادا کا حق پوتے کے مال میں ہوتا ہے۔ اس صورت میں یہ کہا جائے گا کہ صحبت سے پہلے باندی دادا کی ملکیت ہوئی۔ اور اس نے اپنی ملکیت میں صحبت کی۔ اس لئے بچے کا نسب ثابت ہوگا اور باندی ام ولد بنے گی۔ البتہ باندی کی قیمت دادا پر لازم ہوگی تا کہ پوتے کا مال مفت دادا کے ہاتھ میں نہ جائے۔

**اصول** یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ باپ کے ہوتے ہوئے دادا کا حق نہیں ہے اور باپ موجود نہ ہو تو دادا کا حق پوتے کے مال میں ہوتا ہے۔

[٢٢٣٩](١٠)اگر باندی دو شریکوں کے درمیان ہو۔ پس بچہ دے اور ان میں سے ایک نے اس کا دعوی کیا تو اس کا نسب اس سے ثابت کیا جائے گا۔ اور وہ اس کی ام ولد بنے گی اور اس پر اس کا آدھا مہر لازم ہوگا۔ اور باندی کی آدھی قیمت لازم ہوگی۔ اور اس پر بچے کی قیمت سے کچھ لازم نہیں ہوگا۔

**تشریح** مثلا باندی دو شریکوں خالد اور زید کے درمیان تھی۔ باندی کو بچہ پیدا ہوا تو ایک شریک خالد نے دعوی کیا کہ یہ بچہ میرے نطفہ سے ہے اور میرا بیٹا ہے۔ تو بچے کا نسب خالد سے ثابت کر دیا جائے گا۔ اور باندی اس کی ام ولد بن جائے گی۔ اور اس پر شریک کی آدھی قیمت لازم ہوگی۔ اور آدھا مہر بھی لازم ہوگا۔ البتہ اس پر بچے کی کوئی قیمت لازم نہیں ہوگی۔

**وجہ** باندی کی آدھی قیمت اس لئے لازم ہوگی کہ آدھی اس کی ہے اور آدھی باندی شریک کی ہے۔ اور آدھا مہر بھی اس لئے لازم ہوگا کہ آدھی

**شیء من قیمة ولدها[۲۲۴۰] (۱۱)فان ادّعیاه معا ثبت نسبه منهما وکانت الامة ام ولد لهما وعلی کل واحد منهما نصف العقر قصاصا بماله علی الآخر ویرث الابن من کل**

باندی دوسرے کی ہے۔البتہ آدھی قیمت ادا کرنے کے بعد پوری باندی خالد کی ہوگئی اس لئے وہ ام ولد بن گئی اور یوں سمجھا جائے گا کہ بچہ بھی اس کی ملکیت میں پیدا ہوا۔اس لئے بچے کی کوئی قیمت خالد پر لازم نہیں ہوگی۔

[۲۲۴۰](۱۱)اگر دونوں شریک دعوی کرے ایک ساتھ تو دونوں سے نسب ثابت کیا جائے گا اور باندی دونوں کی ام ولد بنے گی۔اور ہر ایک پر آدھا آدھا مہر ہوگا۔اور مقاصہ ہوگا ایک کے مال کا دوسرے پر اور بیٹا دونوں میں سے ہر ایک کا وارث ہوگا پورے بیٹے کا وارث۔اور دونوں شریک بیٹے کے وارث ہوں گے ایک باپ کی میراث۔

**تشریح** ایک باندی دو شریکوں کے درمیان تھی اس سے بچہ پیدا ہوا۔اب دونوں نے بیک وقت دعوی کیا کہ یہ بچہ میرا ہے۔تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک تو دونوں کا بچہ شمار کیا جائے گا۔اور یہ باندی دونوں کی ام ولد بنے گی۔اور دونوں پر آدھا آدھا مہر لازم ہوگا۔مثلا زید خالد کو دے گا اور خالد زید شریک کو آدھا مہر دے گا۔لیکن دینے کی ضرورت نہیں ہے مقاصہ ہو جائے گا۔

**وجہ** چونکہ دونوں کے دعوی برابر درجے کے ہیں اور کسی ایک جانب راجح نہیں ہے اس لئے بچہ دونوں کا شمار کر دیا جائے گا اور باندی دونوں کی ام ولد بن جائے گی (۲) اثر میں اس کا ثبوت ہے کہ حضرت عمرؓ کے سامنے ایسے دو آدمی آئے جس نے بیٹا ہونے کا دعوی کیا تو انہوں نے دونوں کو باپ قرار دیا۔لمبے اثر کا ٹکڑا یہ ہے۔**اخبرنا ابو عبد الله الحافظ .... ثم قال اسر ام اعلن فقال بل اعلن فقال لقد اخذ الشبه منهما جمیعا فما ادری لایهما هو فقال عمر انا نقوف الآثار ثلاثا یقولها وکان عمر قائفافجعله لهما یرثانه ویرثهما** (الف)(سنن للبیہقی ، باب القافۃ ودعوی الولد، ج عاشر،ص ۴۴۵، کتاب الدعوی نمبر ۲۱۲۶۵)(۳) دوسرے اثر میں ہے۔**عن علی قال اتاه رجلان وقعا علی امرأة فی طهر فقال الولد بینکما وهو للباقی منکما** (ب)(سنن للبیہقی ، باب من قال یقرع بینهما اذالم یکن قافۃ ج عاشر،ص ۴۵۲، نمبر ۲۱۲۸۷ کتاب الدعوی والبینات) ان دونوں اثروں سے معلوم ہوا کہ بچہ دونوں کے درمیان ہوگا۔

**فائدہ** امام شافعیؒ کے نزدیک بچے کا چہرہ وغیرہ دیکھا جائے گا اور قافہ وغیرہ کو بلا کر مشورہ کیا جائے گا۔بچہ جس کے مشابہ ہوگا اس کا بیٹا قرار دیا جائے گا۔

**وجہ** (۱)حضورؐ قیافہ کی بات سن کر خوش ہوتے تھے۔حدیث یہ ہے۔**عن عائشة انها قالت ان رسول الله ﷺ دخل علی مسرورا تبرق اساریر وجهه فقال الم تری ان مجزز انظر انفا الی زید بن حارثة واسامة بن زید فقال ان بعض هذه الاقدام**

حاشیہ : (الف)ابو عبد اللہ حافظ نے خبر دی.....پھر کہا پوشیدہ کہوں یا اعلان کر کے کہوں! کہا بلکہ اعلان کر کے کہو! حضرت عمر نے فرمایا کہ دونوں کی مشابہت اختیار کی اس لئے معلوم نہیں کہ وہ بچہ کس کا ہے۔پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا ہم تین مرتبہ آثار و علامات کا قیافہ کرتے ہیں۔اور حضرت عمر بھی قائف تھے۔اس لئے بچے کو دونوں مردوں کا بیٹا قرار دیا۔یہ دونوں بچے کے وارث ہوں اور بچہ دونوں مردوں کا وارث ہو (ب) حضرت علی کے پاس دو آدمی آئے انہوں نے ایک ہی طہر میں عورت سے جماع کیا تھا تو فرمایا بچہ دونوں کا ہے اور باقی تم دونوں کو ملے گا۔

**واحد منهما میراث ابن کامل وهما یرثان منه میراث اب واحد.**

---

لمن بعض (الف)(مسلم شریف، باب العمل بالحاق القائف والولد ص ۴۷۱ نمبر ۱۴۵۹، ابوداؤد شریف، باب فی القافۃ ص ۳۱۶ نمبر ۲۲۶۷) اس سے اشارہ ملتا ہے کہ قیافہ کا اعتبار ہے (۲) حضرت ہلال بن امیہ نے بیوی کو زنا کی تہمت لگائی اس میں حضورؐ نے چہرہ وغیرہ علامات دیکھنے کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ حدیث کا ٹکڑا یہ ہے۔ **عن ابن عباس ان هلال بن امية قذف امرأته عند النبی بشریک بن سحماء ..... فقال النبی ﷺ ابصروها فان جاءت به اکحل العینین سابغ الالیتین خدلج الساقین فهو لشریک بن سحماء فجائت به کذالک فقال النبی ﷺ لو لا ما مضی من کتاب الله لکان لی ولها شان** (ب)(ابوداؤد شریف، باب فی اللعان ص ۳۱۲ نمبر ۲۲۵۴) اس حدیث میں آپؐ نے علامات اور چہرے مہرے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اس لئے امام شافعیؒ کی رائے ہے کہ قیافہ اور علامت کی طرف رجوع کیا جائے گا۔

اگر قیافہ اور علامت سے بھی کام نہ چلے تو پھر قرعہ سے والد کا فیصلہ کیا جائے گا۔

**وجہ** حدیث میں ہے کہ حضرت علیؓ نے یمن میں قرعہ سے فیصلہ فرمایا تھا جس پر حضورؐ خوش ہوئے تھے جس کا ٹکڑا یہ ہے۔ **عن زید بن ارقم قال اتی علی بثلاثة وهو بالیمن وقعوا علی امرأة فی طهر واحد فسأل اثنین اتقران لهذا بالولد؟ قالا لا! حتی سألهم جمیعا فجعل کلما سأل اثنین قالا لا! فاقرع بینهم فالحق الولد بالذی صارت علیه القرعة وجعل علیه ثلثی الدیة قال فذکر ذلک للنبی ﷺ فضحک حتی بدت نواجذه** (ج)(ابوداؤد شریف، باب من قال بالقرعۃ اذا تنازعوا فی الولد ص ۳۱۶ نمبر ۲۲۷۰) اس حدیث میں حضرت علیؓ نے قرعہ ڈال کر فیصلہ فرمایا اس لئے قرعہ ڈالا جائے گا۔

اور دونوں والد کے پورے پورے بیٹے کا وارث بنے گا۔

**وجہ** اس کی وجہ یہ ہے کہ بیٹا تو ایک ہی کا ہوگا اس لئے جب دونوں کا بیٹا قرار دیا تو دونوں کا پورا پورا بیٹا قرار دیا جائے گا۔ اور پورے ایک ایک بیٹے کی وراثت دونوں باپ سے ملے گی۔

اور جب بیٹا مرے گا تو دونوں باپ کو ایک بیٹے کی وراثت ملے گی۔ اس میں سے دو باپ آدھا آدھا تقسیم کریں گے۔

**وجہ** کیونکہ بیٹا تو ایک ہی ہے چاہے اس کا ہو چاہے اس کا ہو۔

---

حاشیہ : (الف) حضورؐ حضرت عائشہ کے پاس مسرور داخل ہوئے۔ اس وقت آپ کی پیشانی چمک رہی تھی۔ پھر فرمایا تمہیں معلوم ہے کہ مجزز نے ابھی زید بن حارثہ اور اسامہ بن زید کو دیکھا اور کہا یہ قدم بعض بعض کے ہیں (ب) آپؐ نے فرمایا اگر سرگیں آنکھوں والا بھرے بھرے پینڈے والا اور موٹی پنڈلی والا بچہ دیا تو وہ بچہ شریک بن سحماء کا ہے۔ تو بچہ ایسا ہی پیدا ہوا جیسا شریک بن سحماء تھا۔ تو حضورؐ نے فرمایا اگر اللہ کی کتاب نہ گزر چکی ہوتی تو میری اس کے ساتھ عجیب شان ہوتی (ج) حضرت زید بن ارقم فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ کے پاس یمن میں تین آدمی آئے۔ تینوں نے ایک ہی طہر میں ایک عورت سے جماع کیا تھا۔ پس دو سے پوچھا۔ کیا تم اس بچے کا اقرار کرتے ہو؟ انہوں نے کہا نہیں۔ یہاں تک کہ سب سے پوچھا۔ جب کبھی دو دو سے پوچھا تو انہوں نے انکار کیا۔ پس ان کے درمیان قرعہ ڈالا اور بچہ اس کے نام ملحق کر دیا جس کے نام قرعہ نکلا۔ اور اس کے اوپر دیت کی تہائی لازم کیا۔ فرماتے ہیں کہ اس کا تذکرہ حضورؐ کے پاس کیا تو وہ ہنس پڑے یہاں تک کہ داڑھ کے دانت واضح ہو گئے۔

**[۲۲۴۱](۱۲)واذا وطئ المولی جاریة مکاتبه فجائت بولد فادّعاه فان صدقه المکاتب ثبت نسبه منه وکان علیه عقرها وقیمة ولدها ولا تصیر ام ولد له[۲۲۴۲] (۱۳) وان کذبه المکاتب فی النسب لم یثبت نسبه منه.**

---

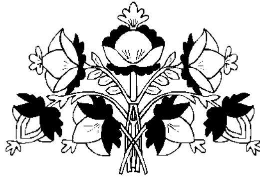
[۲۲۴۱] (۱۲) اگر آقا نے اپنے مکاتب کی باندی سے صحبت کی اور بچہ پیدا ہوا۔ پس آقا نے اس کا دعوی کیا۔ پس اگر مکاتب نے اس کی تصدیق کی تو بچے کا نسب اس سے ثابت کر دیا جائے گا۔ اور آقا پر اس کا مہر لازم ہوگا اور اس کے بچے کی قیمت لازم ہوگی۔ اور باندی اس کی ام ولد نہیں بنیگی۔

**تشریح** یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ مکاتب جب تک مکاتب ہے اس کا مال آقا کا مال نہیں ہے۔ اس لئے آقا نے مکاتب کی باندی سے صحبت کی اور بچہ پیدا ہوا تو اگر مکاتب نے تصدیق کی کہ آقا ہی کا بیٹا ہے تو اس سے نسب ثابت ہوگا۔ اور تصدیق نہیں کی تو نسب ثابت نہیں ہوگا۔ اور بچے کی قیمت بھی لازم ہوگی کیونکہ یہ بچہ حقیقت میں مکاتب کا مملوک ہے اس لئے اس کی قیمت دے گا تو آقا کی ملکیت ہوگی۔ اور چونکہ دوسرے کی باندی سے وطی کی اس لئے وہ ام ولد نہیں بنے گی۔

[۲۲۴۲] (۱۳) اور اگر مکاتب نے اس کو نسب کے بارے میں تکذیب کر دی تو بچے کا نسب آقا سے ثابت نہیں ہوگا۔

**تشریح** آقا نے مکاتب کی باندی سے صحبت کی اور بچہ پیدا ہوا اور نسب کا دعوی کیا لیکن مکاتب نے نسب کا انکار کر دیا تو بچے کا نسب آقا سے ثابت نہیں ہوگا۔

**وجہ** یہ باندی مکاتب کی تھی اور مکاتب نے انکار کر دیا تو انکار ہو جائے گا اور نسب ثابت نہیں ہوگا (۲) مکاتب کے انکار کرنے کی وجہ سے باندی آقا کا فراش نہیں رہی اس لئے بھی نسب ثابت نہیں ہوگا۔ حدیث میں ہے۔ **عن ابی هریرة ان رسول الله ﷺ قال الولد للفراش وللعاهر الحجر** (الف) (مسلم شریف، باب الولد للفراش وتوقی الشبهات ص ۴۷۰ نمبر ۱۴۵۸) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت فراش نہ ہو تو اس سے بچے کا نسب ثابت نہیں کیا جائے گا۔



---

حاشیہ : (الف) آپؐ نے فرمایا بچہ فراش والے کے لئے ہے اور زانی کو محروم کیا جائے گا۔

## ﴿كتاب المكاتب﴾

**[٢٢٤٣](١)واذا كاتب المولى عبده او امته على مال شرطه عليه وقبل العبد ذلك العقد صار مكاتبا[٢٢٤٤] (٢)ويجوز ان يشترط المال حالا ويجوز مؤجلا ومنجما.**

---

﴿ كتاب المكاتب ﴾

ضروری نوٹ آقا غلام کو کہے کہ اتنی رقم مجھے کما کر دو اور تم آزاد ہو جاؤ تو وہ مکاتب بن گیا۔ اس کا ثبوت اس آیت میں ہے۔ **والذین یبتغون الکتاب مما ملکت ایمانکم فکاتبوهم ان علمتم فیهم خیرا واتوهم من مال الله الذی اتاکم** (الف) (آیت ۳۳ سورۃ النور ۲۴) اور حدیث میں ہے۔ **قالت عائشة ان بریرة دخلت علیها تستعینها فی کتابتها وعلیها خمس اواقی نجمت علیها فی خمس سنین فقالت لها عائشة ونفست فیها ارأیت ان عددت لهم عدة واحدة ایبیعک اهلک فاعتقک فیکون ولاء ک لی؟** (ب) (بخاری شریف، باب المکاتب ونجومہ فی کل سنۃ نجم ص ۳۴۷ نمبر ۲۵۶۰) اس آیت اور حدیث سے مکاتب بنانا ثابت ہوا۔

[۲۲۴۳] (۱) اگر آقا نے اپنے غلام یا باندی کو اس کے مال کی شرط پر مکاتب بنایا اور غلام نے اس عقد کو قبول کر لیا تو مکاتب ہو جائے گا۔

تشریح آقا نے غلام کو یا باندی کو اس شرط پر مکاتب بنایا کہ اتنی رقم ادا کر دو تو آزاد ہو اور غلام یا باندی نے اس عقد کو قبول کر لیا تو وہ مکاتب بن جائیں گے۔

وجہ اوپر حدیث گزر چکی کہ حضرت بریرہ نے اس عقد کو قبول کر لیا تو وہ مکاتبہ بن گئی۔

[۲۲۴۴] (۲) اور جائز ہے کہ مال کی شرط لگائے فی الفور دینے کی یا قسط وار دینے کی۔

تشریح یہ بھی کر سکتا ہے کہ فی الفور مال کتابت ادا کر دو اور یہ بھی کر سکتا ہے کہ قسط وار ادا کرو۔

وجہ دونوں صورتوں کی دلیل اوپر کی حضرت عائشہ کی حدیث میں ہے کہ حضرت بریرہ پر پانچ اوقیہ لازم تھے اور پانچ سال میں ادا کرنا تھا جو اس بات کی دلیل ہوئی کہ مال کتابت قسط وار ہو سکتا ہے۔ اور حضرت عائشہ نے فرمایا کہ میں ایک مرتبہ پورا مال کتابت نہ ادا کر دوں؟ ان کے الفاظ ہیں۔ ان عددت لھم عدۃ واحدۃ (بخاری شریف نمبر ۲۵۶۰) جس سے معلوم ہوا کہ تمام مال فی الفور ادا کرنے کی شرط بھی لگا سکتا ہے۔

لغت منجما : قسط وار۔

---

حاشیہ : (الف) جو لوگ کتابت کرنا چاہتے ہیں تمہارے مملوک میں سے تو ان کو مکاتب بناؤ اگر تم اس میں خیر سمجھتے ہو۔ اور ان کو اللہ کے مال میں سے دو جس کو اللہ نے تم کو دیا ہے (ب) حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ حضرت بریرہ اس کے پاس آئی اور مال کتابت میں مدد مانگنے لگی۔ ان پر پانچ اوقیہ تھے جو پانچ سال میں ادا کرنا تھا۔ پس حضرت عائشہؓ نے فرمایا وہ حضرت بریرہ میں دلچسپی رکھتی تھی۔ تمہاری کیا رائے ہے؟ اگر ایک مرتبہ مال کتابت ادا کر دیں تو کیا تمہارا مالک تجھ کو بیچے گا؟ تا کہ میں تمہیں آزاد کر دوں اور تمہارا ولاء مجھے مل جائے۔

**[۲۲۴۵](۳)ویجوز کتابة العبد الصغیر اذا کان یعقل الشراء والبیع[۲۲۴۶] (۴)واذا صحت الکتابة خرج المکاتب عن ید المولی ولم یخرج من ملکه[۲۲۴۷](۵) فیجوز له**

[۲۲۴۵](۳) چھوٹے غلام کی کتابت بھی جائز ہے اگر وہ بیع اور شراء سمجھتا ہو۔

**تشریح** اگر نابالغ غلام یا باندی جو خرید وفروخت سمجھتے ہوں ان کو مکاتب بنانا جائز ہے۔

**وجہ** جب بیع وشراء سمجھتا ہے تو خرید وفروخت کر کے مال کتابت کما سکتا ہے اور اس کا عقد کتابت بھی صحیح ہے۔اس لئے وہ مکاتب ہو جائے گا جس طرح اس کی تجارت صحیح ہے۔

**فائدہ** امام شافعیؒ کے نزدیک اس کی تجارت صحیح نہیں۔اسی طرح اس کا مکاتب بننا صحیح نہیں ہے۔

**وجہ** حدیث میں ہے کہ تین آدمیوں سے قلم اٹھالیا گیا ہے جس میں سے بچہ بھی ہے۔اس لئے بچے کو مکاتب بنانا صحیح نہیں ہے۔**عن علی عن النبی ﷺ قال رفع القلم عن ثلاثة عن النائم حتی یستیقظ وعن الصبی حتی یحتلم وعن المجنون حتی یعقل (الف)** (ابوداؤد شریف، باب فی المجنون یسرق او یصیب حدا ص ۲۵۶ نمبر ۴۴۰۲)

[۲۲۴۶](۴) جب کتابت صحیح ہوگئی تو مکاتب آقا کے ہاتھ سے نکل گیا لیکن اس کی ملکیت سے نہیں نکلا۔

**تشریح** کتابت صحیح ہونے کے بعد مکاتب تجارت کرنے سفر کرنے وغیرہ میں آزاد ہو جاتا ہے۔اب وہ آقا کی اجازت کا محتاج نہیں ہوتا۔اسی کو کہا ہے کہ وہ آقا کے ہاتھ سے نکل گیا لیکن ابھی بھی مکاتب آقا کا مملوک ہے۔وہ تجارت وغیرہ میں آزاد ہے اس کی دلیل حضرت بریرہ کی وہ حدیث ہے جس میں حضرت بریرہ حضرت عائشہ کے پاس امداد مانگنے آئی تھی۔**ان بریرة دخلت علیها تستعینها فی کتابتها وعلیها خمس اواقی (ب)** (بخاری شریف، نمبر ۲۵۶۰) حضرت بریرہ کا مدد کے لئے آنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ مال جمع کرنے میں اور تجارت کرنے میں آزاد ہے۔

اور مکاتب آخری درہم ادا کرنے تک آقا کا مملوک ہے اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔**عن عمر بن شعیب عن ابیه عن جده ان النبی ﷺ قال ایما عبد کاتب علی مائة اوقیة فاداها الا عشرة اواق فهو عبد وایما عبد کاتب علی مائة دینار فاداها الا عشرة دنانیر فهو عبد (ج)** (ابوداؤد شریف، باب فی المکاتب یؤدی بعض کتابته فیعجز او یموت ص ۱۹۱ نمبر ۳۹۲۷) اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جب تک کتابت کی پوری رقم ادا نہیں کر دیتا وہ آقا کا غلام ہے۔

[۲۲۴۷](۵) پس مکاتب کے لئے جائز ہے بیچنا، خریدنا، سفر کرنا اور اس کے لئے ناجائز ہے شادی کرنا مگر یہ کہ آقا اس کی اجازت دے اور نہ

---

حاشیہ : (الف) آپؐ نے فرمایا قلم تین آدمیوں سے اٹھالیا گیا ہے۔سونے والے سے یہاں تک کہ بیدار ہو جائے اور بچے سے یہاں تک کہ بالغ ہو جائے اور مجنون سے یہاں تک کہ سمجھدار ہو جائے (ب) حضرت بریرہ حضرت عائشہ کے پاس آئی اور مال کتابت میں مدد مانگنے لگی۔اس پر پانچ اوقیہ تھے (ج) آپؐ نے فرمایا کسی غلام کو سو اوقیہ پر مکاتب بنایا پس اس کو ادا کر دیا مگر دس اوقیہ تو ابھی بھی غلام ہے۔اور کسی غلام کو سو دینار پر مکاتب بنایا پس اس کو ادا کر دیا مگر دس دینار تو وہ ابھی بھی غلام ہے۔

**البيع والشراء والسفر ولا يجوز له التزوج الا ان يأذن له المولى ولا يهب ولا يتصدق الا بالشیء اليسير ولا يتكفل[۲۲۴۸] (٦)فان ولد له ولد من امة له دخل فی کتابته وکان**

ہبہ کرے نہ صدقہ کرے مگر تھوڑی سی چیز اور نہ کفیل بنے۔

**تشریح** یہ مسائل اس اصول پر ہیں کہ جن جن کاموں سے تجارت میں فائدہ ہوتا ہے وہ کام مکاتب کر سکتا ہے اور جن جن کاموں سے بلا وجہ رقم خرچ ہوتی ہے وہ نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اس کو تو رقم جمع کر کے آقا کو دینا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہ رقم اگر چہ مکاتب کے ہاتھ میں ہے لیکن حقیقت میں آقا کی ہے اس لئے فضول خرچی نہیں کر سکتا۔ اب اس قاعدے کے تحت وہ بیچ سکتا ہے، خرید سکتا ہے، سفر کر سکتا ہے۔

**وجہ** کیونکہ ان سے اکتساب کرے گا اور مال جلدی سے جمع کر کے آقا کو دے گا (۲) آیت میں اس کا اشارہ ہے۔ **عن يحيى بن ابى كثير قال قال رسول الله ﷺ آية فكاتبوهم ان علمتم فيهم خيرا، قال ان علمتم منهم حرفة ولا ترسلوهم كلابا على الناس** (الف) (سنن للبیہقی، باب ماجاء فی تفسیر قولہ عزوجل ان علمتم فیھم خیرا ج عاشر ص ۵۳۵ نمبر ۲۱۶۰۱) اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہر وہ کام کر سکتا ہے جس سے مال کی بڑھوتری ہو اور وہ کام نہیں کر سکتا جس سے بلا وجہ مال خرچ ہو (۳) اسی آیت کے دوسرے حصے میں فرمایا ۔ **واتوهم من مال الله الذى اتاكم** (ب) (آیت ۳۳ سورۃ النور ۲۴) اس آیت میں بھی فرمایا کہ مکاتب کو مال دو جو مال اللہ نے تم کو دیا ہے۔ اس سے بھی اشارہ ہوتا ہے کہ مکاتب کو مال جمع کرنا چاہئے۔

اپنی شادی کرنا، مال ہبہ کرنا، صدقہ کرنا ان سے مال جمع نہیں ہوگا بلکہ خرچ ہوگا اس لئے یہ بھی نہیں کر سکتا۔ کفیل بننے سے بھی مال خرچ ہوگا اس لئے یہ بھی نہیں کر سکتا۔ البتہ تھوڑا بہت جو تجارت کا اخلاقی فرض ہے اور جس سے گاہک کھینچ کر آئیں گے اتنا خرچ کر سکتا ہے۔ بلکہ سفر کرنے سے منع کیا تب بھی وہ سفر کرے گا۔ اثر میں ہے۔ **عن الشعبى قال ان شرط على المكاتب ان لا يخرج خرج ان شاء وان شرط عليه ان لا يتزوج لم يتزوج الا ان يأذن له مولاه** (ج) (مصنف عبد الرزاق، باب الشرط علی المکاتب ج ثامن ص ۳۷۸ نمبر ۱۵۶۰۱) اس اثر میں ہے کہ سفر کرنے سے منع کیا تب بھی سفر کرے گا اور شادی کرنے سے منع کیا تو شادی نہیں کرے گا۔

[۲۲۴۸] (٦) پس اگر مکاتب کو اس کی باندی سے بچہ پیدا ہوا تو اس کی کتابت میں داخل ہو جائے گا اور اس کا حکم باپ کا حکم ہوگا اور بچے کی کمائی باپ کے لئے ہوگی۔

**تشریح** غلام مکاتب تھا اس نے باندی خریدی اور اس سے صحبت کی جس سے مکاتب کا بچہ پیدا ہوا تو یہ بچہ بھی باپ کی طرح مکاتب ہی ہوگا اور جو کچھ بچہ کمائے گا وہ باپ کا ہوگا۔ جس سے وہ مال کتابت ادا کرے گا۔

**وجہ** اثر میں ہے کہ جیسا باپ ہوگا وہی حکم بچے کا ہوگا۔ **عن علیؓ قال ولدها بمنزلتها يعنى المكاتبة** (د) (سنن للبیہقی، باب ولد

حاشیہ : (الف) آپؐ نے فرمایا آیت ان کو مکاتب بناؤ اگر تم اس میں خیر سمجھو۔ فرمایا اگر تم اس میں حرفت جانو اور غلام کو لوگوں پر بوجھ مت چھوڑو (ب) ان کو اللہ کے مال میں سے دو جو تم کو دیا ہے (ج) حضرت شعبی نے فرمایا اگر مکاتب پر شرط لگائی کہ تجارت کے لئے نہ نکلے تو اگر وہ چاہے تو نکل سکتا ہے۔ اور اگر اس پر شرط لگائی کہ شادی نہ کرے تو شادی نہ کرے مگر یہ کہ آقا اس کی اجازت دے (د) حضرت علیؓ نے فرمایا مکاتبہ کی اولاد اسی کے درجے میں ہوگی یعنی مکاتب ہوگی۔

**حکمہ مثل حکم ابیہ وکسبہ لہ[٢٢٤٩] (٧)فان زوج المولی عبدہ من امتہ ثم کاتبھا فولدت منہ ولدا دخل فی کتابتھا وکان کسبہ لھا[٢٢٥٠] (٨)وان وطئ المولی مکاتبتہ**

---

المکاتب من جاریۃ وولد المکاتبۃ من زوجھا ج عاشر،ص ٥٦٠ نمبر ٢١٦٩٩،مصنف عبد الرزاق،باب المکاتب لایشترط ولدہ فی کتابتہ ج ثامن، ص ٣٨٦ نمبر ١٥٦٣٥)اس اثر سے معلوم ہوا کہ بچہ باپ کے حکم میں ہوگا۔اور چونکہ باپ مال کتابت کما کر ادا کرے گا تو بچہ بھی مال کتابت کما کر ادا کرے گا۔

[٢٢٤٩] (٧)اگر آقا نے اپنے غلام کی اپنی باندی سے شادی کرائی پھر دونوں کو مکاتب بنایا اور ان سے بچہ پیدا ہوا تو بچہ ماں کی کتابت میں داخل ہوگا اور اس کی کمائی ماں کے لئے ہوگی۔

**تشریح** اس مسئلہ میں ماں باپ دونوں ایک ہی آقا کے غلام باندی ہیں اور دونوں مکاتب ہیں اس لئے سوال پیدا ہوا کہ بچہ کس کی کتابت میں داخل کریں تو مصنف نے فرمایا کہ ماں کی کتابت میں داخل ہوگا۔

**وجہ** پہلے گزر چکا ہے کہ غلام اور آزاد ہونے میں بچہ ماں کے تابع ہوتا ہے اس لئے یہاں بھی مکاتب ہونے میں بچہ ماں کے تابع ہوگا (٢) اوپر کے اثر میں بھی بچہ مکاتبہ ہی کے تابع قرار دیا تھا (٢)**عن شریح انہ سئل عن ولدالمکاتبۃ فقال ولدھا مثلھا ان عتقت عتقوا وان رقت رقوا (الف)** (مصنف عبد الرزاق،باب المکاتب لایشترط ولدہ فی کتابتہ ج ثامن ص ٣٨٦ نمبر ١٥٦٣٥)اس اثر میں بچے کو مکاتبہ ماں کے تابع کیا۔

[٢٢٥٠] (٨)اور اگر وطی کی مولی نے اپنی مکاتبہ باندی سے تو اس کو عقر لازم ہوگا۔اور اگر مکاتبہ پر جنایت کی یا اس کی اولاد پر تو اس کا تاوان لازم ہوگا۔اور اگر اس کا مال تلف کیا تو تاوان لازم ہوگا۔

**تشریح** آقا نے اپنی مکاتبہ باندی سے وطی کر لی تو اس وطی کا مہر لازم ہوگا۔اور اگر آقا نے مکاتب کی جان کا نقصان کیا یا اس کے بچے کی جان کا نقصان کیا یا باندی کا مال تلف کیا تو ان تمام کا تاوان آقا پر لازم ہوگا۔

**وجہ** اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ باندی کو مکاتبہ بنانے کے بعد وہ مال اور جان کے بارے میں آقا سے اجنبی بن گئی ہے۔اس لئے آقا مکاتبہ کا کوئی بھی نقصان کرے گا تو آقا پر اس کا تاوان لازم ہو جائے گا (٢) مکاتبہ کمانے کے لئے مکاتبہ بنی ہے اور یہ سب کمائی کے طریقے ہیں تاکہ مال جمع کر کے آقا کو ادا کر سکے۔اس لئے آقا سے بھی تاوان وصول کرے گی (٣) اثر میں ہے۔**عن الثوری فی الذی یغشی مکاتبتہ قال لھا الصداق ویدرأ عنھا الحد (ب)** (مصنف عبد الرزاق،باب لا یباع المکاتب الا بالعروض والرجل یطأ مکاتبتہ ج ثامن ص ٤٢٨ نمبر ١٥٨٠٨)اس اثر سے معلوم ہوا کہ آقا اپنی مکاتبہ سے وطی کرے تو اس کو اس کا مہر دینا ہوگا۔اس سے یہ قاعدہ بھی نکلا کہ مکاتبہ مال اور جان میں اجنبیہ کی طرح ہے (٤) جان یا مال کا تاوان مکاتبہ کو ملے گا اس کی دلیل یہ اثر ہے۔**عن عطاء قلت لہ فاصیب المکاتب بشیء**

---

حاشیہ : (الف) مکاتبہ کے بچے کے بارے میں حضرت شریح سے پوچھا گیا تو فرمایا مکاتبہ کا بچہ مکاتبہ کی طرح مکاتب ہوگا۔اگر وہ آزاد کی گئی تو بچہ آزاد ہوگا۔اور اگر وہ باندی ہے تو بچہ غلام رہے گا (ب) حضرت ثوری نے فرمایا اگر مکاتبہ سے جماع کرے تو مکاتبہ کو مہر ملے گا اور آقا کو حد نہیں لگے گی۔

**لـزمـه العقر وان جنى عليها او على ولدها لزمته الجناية وان اتلف مالا لها غرمه[ ٢٢٥١ ] (٩)واذا اشتـرى المكاتب اباه او ابنه دخل فى كتابته وان اشترى ام ولده مع ولدها دخل ولـدهـافى الكتابة لم يجز له بيعها[ ٢٢٥٢ ] (١٠)وان اشترى ذارحم محرم منه لاولاد له**

---

قـال هو للمكاتب؟ وقال عمرو بن دينار قلت لعطاء من اجل انه كان من ماله يحرزه كما احرز ماله؟ قال نعم (الف) (مصنف عبدالرزاق، باب جريرة المكاتب وجنايۃ ام الولدج عاشر ص ۳۹۹ نمبر ۱۵۶۹۲)اس اثر سے معلوم ہوا کہ مکاتب کا تاوان مکاتب کو ملے گا۔ کیونکہ وہ مال اور جان کے بارے میں آقا سے اجنبی بن گیا ہے۔

**لغت** العقر : وطی کرنے کا مہر، جنی علیھا : اس پر جنایت کی، اتلف : نقصان کیا۔

[۲۲۵۱](۹)اگر مکاتب نے اپنے باپ یا بیٹے کو خریدا تو وہ اس کی کتابت میں داخل ہو جائیں گے اور اگر اپنی ام ولد کو اس کے بیٹے کے ساتھ خریدا تو اس کا بیٹا کتابت میں داخل ہو جائے گا اور آقا کے لئے اس کا بیچنا جائز نہیں ہوگا۔

**تشریح** مکاتب نے اپنے باپ یا بیٹے کو خریدا تو مکاتب کی طرح اس کا باپ اور بیٹا بھی کتابت میں داخل ہو جائیں گے۔اسی طرح اپنی ام ولد کو اس کے بچے کے ساتھ خریدا تو اس کا بچہ بھی کتابت میں داخل ہو جائے گا۔اور چونکہ بیٹے میں آزادگی کا شائبہ آچکا ہے اس لئے بیٹے کی وجہ سے اس کی ماں میں بھی آزادگی کا شائبہ آچکا ہے۔اس لئے اس کو بیچنا جائز نہیں ہے۔

**وجہ** پہلے اثر گزر چکا ہے کہ مکاتب کی اولاد بھی مکاتب ہوگی (۲)عن علیؓ قال ولدها بمنزلتها يعنى المكاتبة (ب)(سنن للبیہقی، باب ولد المکاتب من جاریۃ وولد المکاتبۃ من زوجہاج عاشر،ص ۵۶۰ نمبر ۲۱۶۹۹ مصنف عبدالرزاق، باب المکاتب لایشترط ولدہ فی کتابتہ ج ثامن ص ۳۶۸ نمبر ۱۵۶۳۵)اس اثر سے معلوم ہوا کہ مکاتب کی اولاد خریدنے کے بعد کتابت میں داخل ہوگی۔اور اسی طرح باپ بھی کتابت میں داخل ہوں گے۔

ام ولد کو بیچنا اس لئے جائز نہیں ہے کہ اس کے بیٹے میں آزادگی کا شائبہ آگیا ہے اور اس کی وجہ سے ماں میں بھی آزادگی کا شائبہ آگیا ہے۔اس لئے اب اس کو بیچنا جائز نہیں ہے۔

[۲۲۵۲](۱۰)اور اگر اپنے ذی رحم محرم کو خریدا جس کے ساتھ ولادت کا رشتہ نہیں ہے تو وہ اس کی کتابت میں داخل نہیں ہوگا امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک۔

**تشریح** مکاتب نے ایسے ذی رحم محرم کو خریدا جس کے ساتھ ولادت کا رشتہ نہیں ہے مثلا بھائی، بہن، پھوپھی، چچا کو خریدا تو وہ لوگ مکاتب کی کتابت میں داخل نہیں ہوں گے۔اور یہ لوگ مکاتب نہیں بنیں گے۔البتہ باپ، دادا، ماں، دادی، بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی، نواسا، نواسی وغیرہ

---

حاشیہ : (الف) حضرت عطا کو میں نے پوچھا اگر مکاتب کو کوئی نقصان ہو جائے؟ کہا اس کا تاوان مکاتب کو ملے گا۔عمرو بن دینار نے حضرت عطاء سے پوچھا اس وجہ سے کہ وہ اپنا مال جمع کر رہا ہے جیسا کہ اپنا مال جمع کرتا ہے؟ کہا ہاں (ب) حضرت علیؓ نے فرمایا مکاتبہ کی اولاد مکاتبہ کی طرح ہے یعنی مکاتب ہوگی۔

**لـم یـدخـل فی کتابته عند ابی حنیفة رحمه الله تعالی [۲۲۵۳](۱۱)واذا عجز المکاتب عـن نـجم نظر الحاکم فی حاله فان کان له دین یقضیه او مال یقدم علیه لم یعجل بتعجیزه وانتـظـر عـلیـه الیـومیـن او الثـلثة وان لم یکن وجه وطلب المولی تعجیزه عجَّزه الحاکم**

---

کتابت میں داخل ہوں گے۔

**وجہ** ولادت کا رشتہ بہت قریب کا رشتہ ہے اسی لئے اگر بیٹا غریب ہو تب بھی باپ کا نفقہ لازم ہوتا ہے۔ جبکہ دوسرے رشتہ داروں کا نفقہ لازم نہیں ہوتا۔ اس لئے باپ اور بیٹا یعنی اصول اور فروع آدمی کی کتابت میں داخل ہوں گے۔ دوسرے رشتہ دار داخل نہیں ہوں گے۔

**فائدہ** صاحبین فرماتے ہیں کہ باپ اور بیٹے کی طرح دوسرے رشتہ دار بھی کتابت میں داخل ہوں گے۔

**وجہ** کیونکہ باپ اور بیٹے دادا اور دادی کی طرح یہ لوگ بھی قریب کے رشتہ دار ہیں۔

[۲۲۵۳](۱۱) اور اگر مکاتب قسط ادا کرنے سے عاجز ہو جائے تو حاکم اس کی حالت پر غور کرے گا۔ پس اگر اس کا قرض ہو جس کو قبضہ کر سکتا ہے یا مال اس کے پاس آ سکتا ہو تو اس کو عاجز کرنے میں جلدی نہ کرے اور اس کو دو دن یا تین دن تک مہلت دے۔ اور اگر اس کے پاس کوئی راستہ نہ ہو اور آقا اس کو عاجز قرار دینے کا مطالبہ کرے تو حاکم اس کو عاجز قرار دے اور کتابت فسخ کردے۔ اور امام ابو یوسف نے فرمایا کہ اس کو عاجز قرار نہ دے یہاں تک کہ اس پر دو قسطیں چڑھ جائیں۔

**تشریح** مکاتب قسط ادا کرنے سے عاجز ہو جائے تو حاکم اس کی حالت پر غور کرے گا۔ اگر اس کے پاس کہیں سے قرض آ سکتا ہو یا کوئی مال آ سکتا ہو جس سے اس کی قسط ادا ہو سکتی ہو تو حاکم اس کو عاجز کرنے میں جلدی نہ کرے بلکہ دو چار دنوں کی مہلت دے تاکہ وہ قسط ادا کر سکے۔ اور اگر مال آنے کا کوئی راستہ نہ ہو اور آقا عاجز قرار دینے کا مطالبہ کرے تو حاکم اس کو عاجز قرار دے گا اور کتابت فسخ کردے گا۔ اور امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ دو قسطیں چڑھ جائیں اور ادا نہ کر سکے تب کتابت فسخ کرے گا۔

**وجہ** امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ حدیث ہے۔ عن عمر بن شعیب عن ابیه عن جده عن النبی ﷺ **قال المکاتب عبد مابقی علیه مـن کتـابتـه درهم** (الف) (ابوداؤد شریف، باب فی المکاتب یودی بعض کتابتہ فیعجز او یموت ج ثانی ص ۱۹۱ نمبر ۳۹۲۶) اس حدیث میں ہے کہ ایک درہم بھی باقی ہو تو مکاتب غلام ہے۔ اس لئے قسط ادا نہ کر سکے تو غلامیت کی طرف واپس لوٹ آئے گا (۲) اثر میں ہے۔ **سـمـع جابـر بن عبد الله یقول فی المکاتب یودی صدرا من کتابته ثم یعجز قال یرد عبدا** (ب) (مصنف عبد الرزاق، باب عجز المکاتب وغیر ذلک ج ثامن ص ۴۰۶ نمبر ۱۵۷۱۹، سنن للبیہقی، باب عجز المکاتب ج عاشر ص ۵۴۲ نمبر ۲۱۷۵۲) اس اثر میں ہے کہ مکاتب عاجز ہو جائے تو مکاتب دوبارہ غلام بن جائے گا۔

---

حاشیہ : (الف) آپؐ نے فرمایا مکاتب غلام ہے جب تک کتابت کا ایک درہم بھی اس پر باقی ہے (ب) حضرت جابر بن عبد اللہ سے فرماتے ہوئے سنا کہ مکاتب کتابت کا شروع کا حصہ ادا کرے پھر عاجز ہو جائے تو فرمایا واپس غلام بن جائے گا۔

وفسخ الكتابة وقال ابو يوسف لايعجِّزه حتى يتوالى عليه نجمان[۲۲۵۴] (۱۲)واذا عجز المكاتب عاد الى حكم الرق وكان مافى يده من الاكتساب لمولاه[۲۲۵۵] (۱۳)فان مات المكاتب وله مال لم تنفسخ الكتابة وقضى ما عليه من اكتسابه وحكم

---

امام ابو یوسفؒ نے فرمایا دو قسطیں چڑھ جائیں تب عاجز قرار دے گا۔

وجہ اثر میں ہے۔عن علی قال اذا تتابع علی المکاتب نجمان فدخل فی السنة فلم یود نجومه رد فی الرق (الف) (مصنف ابن ابی شیبة ۴۷ امن رد المکاتب اذا عجز ج رابع، ص ۳۹۹ نمبر ۲۱۴۰۶)اس اثر سے معلوم ہوا کہ دو قسطیں چڑھ جائیں تب غلامیت کی طرف واپس کرے گا۔

لغت نجم : قسط۔

[۲۲۵۴] (۱۲)اگر مکاتب عاجز ہو جائے تو غلامیت کے احکام کی طرف لوٹ آئے گا اور جو کچھ اس کے ہاتھ میں کمائی ہے وہ آقا کے لئے ہو جائے گی

وجہ (۱) مکاتب جب غلام بن گیا تو غلام کا سارا مال آقا کا ہوتا ہے۔اس لئے مکاتب نے جو کچھ ادا کیا وہ آقا کے لئے حلال ہے چاہے صدقہ اور خیرات کے مال ہی کو جمع کر کے قسط ادا کی ہو(۲) حدیث میں ہے کہ بریرہ کے پاس صدقہ کا مال آیا تو وہ حضورؐ کے لئے حلال ہو گیا۔کیونکہ بریرہ کے لئے صدقہ تھا لیکن اس پر مالک بننے کے بعد حضورؐ کے لئے ہدیہ ہو گیا۔حدیث کا ٹکڑا یہ ہے۔عن عائشة قالت ..... قدخل رسول الله وبرمة علی النار فقرب الیه خبز وادم من ادم البیت فقال الم ار البرمة ؟ فقیل لحم تصدق به علی بریرة وانت لا تأکل الصدقة فقال هو علیها صدقة ولنا هدیة (ب)(بخاری شریف، باب الحرة تحت العبد ص ۷۶۳ نمبر ۵۰۹۷، مسلم شریف، کتاب العتق ص ۴۹۱ نمبر ۱۵۰۴/۳۷۸۶)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غلام صدقے کا مالک ہو جائے اس کے بعد اس کو آقا کو دے تو آقا کے لئے ہدیہ ہے۔اور آقا مالدار ہو تب بھی اس کے لئے حلال اور طیب ہے(۲)اثر میں ہے۔ عن جابر قال لهم ما اخذوا منه یعنی اذا لم یکمل فرد فی الرق فما اخذ فله (ج)(سنن للبیہقی، باب عجز المکاتب ج عاشر، ص ۵۷۳ نمبر ۲۱۷۵۹)اس اثر سے معلوم ہوا کہ غلامیت کی طرف واپس لوٹنے کے بعد جو مال مکاتب کے پاس تھا وہ آقا کا ہو جائے گا۔

[۲۲۵۵] (۱۳)اگر مکاتب مر گیا اور اس کے پاس مال ہو تو کتابت نہیں لوٹے گی اور جو اس پر ہے اس کو ادا کیا جائے گا اس کی کمائی سے اور اس کی آزادگی کا حکم دیا جائے گا اس کی زندگی کے آخری جز میں۔اور جو باقی رہ جائے وہ اس کے ورثہ کی میراث ہوگی۔اور اس کی اولاد آزاد ہو

---

حاشیہ : (الف) حضرت علیؓ فرماتے تھے کہ مکاتب پر دو قسطیں چڑھ جائیں اور اگلے سال میں داخل ہو جائے اور اپنی قسط ادا نہیں کی تو غلامیت میں واپس لوٹ جائے گا(ب) حضورؐ حضرت بریرہ کے پاس تشریف لائے اور آگ پر ہانڈی تھی۔پھر آپ کے سامنے روٹی اور گھر کا ادام پیش کیا تو آپؐ نے پوچھا کیا میں ہانڈی نہیں دیکھ رہا ہوں؟ کہا گیا یہ گوشت ہے جو بریرہ پر صدقہ کیا گیا۔اور آپؐ صدقہ نہیں کھاتے ہیں۔تو آپؐ نے فرمایا یہ بریرہ پر صدقہ ہے اور میرے لئے ہدیہ ہے(ج) حضرت جابر فرماتے ہیں کہ آقا کے لئے وہ مال ہوگا جو انہوں نے غلام سے لیا یعنی اگر قسط پوری نہیں کی اور لوٹ گیا غلامیت میں جو کچھ آقا نے مکاتب سے لیا وہ آقا کا ہوگا۔

**بعتقه فی آخر جزء من اجزاء حياته وما بقی فهو ميراث لورثته ويعتق اولاده [۲۲۵۶] (۱۴)وان لم يترک وفاء وترک ولدا مولودا فی الکتابة سعی فی کتابة ابيه علی نجومه فاذا ادّی حکمنا بعتق ابيه قبل موته وعتق الولد.**

---

جائیگی۔

**تشریح** اگر مکاتب مرگیااوراس کے پاس اتنامال ہوکہ پورامال کتابت ادا کیا جاسکتا ہوتو کتابت فسخ نہیں کی جائے گی بلکہ اس کے مال سے کتابت ادا کی جائے گی اور موت سے کچھ دیر پہلے آزادگی کا حکم لگایا جائے گا اور یوں سمجھا جائے گا کہ موت سے کچھ دیر پہلے مال کتابت ادا کر کے آزاد ہوااس کے بعد انتقال ہوا۔ چونکہ مکاتب آزاد ہوکر مرا ہےاس لئے اس کی اولاد بھی آزاد ہوجائے گی۔ کیونکہ باپ آزاد ہوکر مرا ہے۔ مال کتابت ادا کرنے کے بعد جو کچھ مال بچے گا وہ اس کے ورثہ میں تقسیم ہوجائے گا۔

**وجہ** (۱) حدیث میں اس کا اشارہ ہے۔ **سمعت ام سلمة تقول قال لنا رسول الله ﷺ اذا کان لاحداکن مکاتب فکان عنده ما يودی فلتحتجب منه** (الف) (ابوداؤدشریف، باب فی المکاتب یودی بعض کتابتہ فیعجز او یموت ص ۱۹۱ نمبر ۳۹۲۸) اس حدیث میں اشارہ ہے کہ مکاتب کے پاس اتنا مال ہوگیا ہو جس سے مال کتابت ادا کرسکتا ہوتو اب اس کو آزاد کی طرح سمجھنا چاہئے اوراس سے پردہ کا اہتمام کرنا چاہئے (۲) اثر میں ہے۔ **قلت لعطاء المکاتب يموت وله ولد احرار ويدع اکثر مما بقيعليه من کتابته قال يقضی عنه ما بقی من کتابته وما کان من فضل فلبنيه قلت ابلغک هذا عن احد؟قال زعموا ان عليا کان يقضی بذلک** (ب) (مصنف ابن ابی شیبۃ ۱۸۷ فی مکاتب مات وترک ولدا احرار ج رابع ص ۴۰۷ نمبر ۲۱۵۰۴) اس اثر سے معلوم ہوا کہ مال کتابت ادا کیا جائے گا اوراس کو آزاد قرار دیا جائے گا۔ اور مال کتابت ادا کرنے کے بعد جو بچے وہ اس کے بچوں میں تقسیم ہوجائے گا۔

[۲۲۵۶] (۱۴) اوراگر مال کتابت پورا کرنے کے لئے مال نہیں چھوڑا اور ایسی اولاد چھوڑی جو کتابت کے زمانے میں پیدا ہوئی تھی تو وہ کوشش کرے گی باپ کی کتابت میں قسط وار۔ پس جب ادا کردے تو ہم اس کے باپ کی آزادگی کا فیصلہ کریں گے اس کی موت سے پہلے اور بچہ آزاد ہوگا۔

**تشریح** مکاتب کا انتقال ہوااس حال میں کہ مال کتابت پورا کرنے کا مال نہیں تھا۔ البتہ لڑکا تھا جو کتابت کے زمانے میں پیدا ہوا تھا اس لئے وہ بھی باپ کے تحت میں مکاتب بنا اس لئے وہ اپنے باپ کی کتابت قسط وار ادا کرے گا۔ اور جب سب مال ادا کردیا تو باپ کو مرنے سے پہلے آزاد شمار کیا جائے گا اوراس پر آزادگی کے احکام نافذ کریں گے۔ اوراس کی وجہ سے یہ بچہ بھی آزاد شمار کیا جائے گا۔

---

(الف) حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ ہم سے حضورؐ نے فرمایا اگر تمہارے پاس مکاتب ہواوراسکے پاس اتنا مال ہو کہ کتابت ادا کردے تو اس سے پردہ کرنا شروع کرنا چاہئے (ب) میں نے حضرت عطاء سے پوچھا کہ مکاتب مرجائے اوراس کے پاس آزاد بچہ ہواور مال کتابت سے زیادہ مال چھوڑے تو فرمایا کہ جتنا مال کتابت ہو اس کو ادا کرے۔ اور جو مال باقی بچا وہ اس کے بیٹے کا ہے۔ میں نے پوچھا کہ یہ کسی سے آپ نے سنا ہے؟ فرمایا لوگ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ ایسا ہی فیصلہ کیا کرتے تھے۔

**[۲۲۵۷] (۱۵)وان ترک ولدا مشترًی فی الکتابة قیل له اما ان تؤدی الکتابة حالا والا رددت فی الرق[۲۲۵۸] (۱۶)واذا کاتب المسلم عبده علی خمر او خنزیر او علی قیمة نفسه فالکتابة فاسدة فان ادّی الخمر والخنزیر عتق ولزمه ان یسعی فی قیمته**

---

وجہ بچہ مکاتب ہوگا اس کی دلیل پہلے گزر چکی ہے۔عن علی قال ولدھا بمنزلتها یعنی المکاتبة (الف) (سنن للبیہقی، باب ولد المکاتب من جاریتہ وولد المکاتبة من زوجھا ج عاشر، ص ۵۶۰ نمبر ۲۱۶۹۹ ،مصنف عبد الرزاق، باب المکاتب لایشترط ولدہ فی کتابتہ ج ثامن ص ۳۸۶ نمبر ۱۵۶۳۵)اور باپ کی آزادگی سے بچہ آزاد ہوگا اس کی دلیل یہ اثر ہے۔عن الثوری قال المکاتبة اذا اعتقت عتق ولدھا اذا ولدوا فی کتابتها (ب) مصنف عبد الرزاق، باب کتابتہ وولدہ فمات منھم احد او اعتق ج ثامن ص ۳۹۰ نمبر ۱۵۶۵۱)اس اثر سے معلوم ہوا کہ مکاتب جب آزاد ہوگا تو اس کی اولاد بھی آزاد ہو جائے گی۔

[۲۲۵۷](۱۵)اگر ایسا لڑکا چھوڑا جو زمانۂ کتابت میں خریدا گیا تھا تو اس سے کہا جائے گا یا فورا مال کتابت ادا کرو ورنہ غلامیت کی طرف لوٹا دوں گا۔

تشریح مکاتب نے لڑکے کو کتابت کے زمانے میں خریدا تھا ایسا لڑکا چھوڑا۔اور اتنا مال نہیں چھوڑا کہ مال کتابت ادا کیا جا سکے تو وہ لڑکا باپ کی طرح مکاتب بن جائے گا۔البتہ باپ سے مولی نے قسط وار مال کتابت ادا کرنے کی شرط کی تھی اور بیٹے چونکہ خریدے گئے ہیں اس لئے ان سے قسط وار ادا کرنے کی شرط نہیں ہوئی ہے اس لئے وہ یک وقت ہی سارا مال ادا کرے اور آزاد ہو جائے۔اور اگر یک وقت ادا نہیں کر سکتا تو غلامیت کی طرف لوٹ جائے۔ بیٹے کے خریدنے اور بیٹے کے پیدا ہونے میں فرق یہ ہے کہ پیدا ہونے کی وجہ سے بنیادی طور پر بیٹا باپ کی طرح مکاتب بن گیا۔اس لئے باپ پر قسط وار تھا بیٹے پر بھی قسط وار ادا کرنا لازم ہوگا۔اور بیٹا خریدا تو وہ بنیادی طور پر باپ کی طرح نہیں ہوا اس لئے یہ بیٹا مکاتب تو بنا لیکن اس پر قسط وار ادا کرنا لازم نہیں ہوگا بلکہ یک وقت ادا کرنا لازم ہوگا۔

[۲۲۵۸](۱۶)اگر مسلمان نے اپنے غلام کو شراب پر یا سور پر یا خود غلام کی قیمت پر مکاتب بنایا تو کتابت فاسد ہے۔پس اگر شراب یا سور ادا کیا تو آزاد ہو جائے گا اور اس کو لازم ہوگا کہ اپنی قیمت کی سعایت کرے مسمی سے کم نہ ہو اور اس سے زیادہ کیا جا سکتا ہے۔

تشریح مسلمان آدمی اپنے غلام کو شراب پر یا سور پر مکاتب بنایا تو یہ کتابت فاسد ہے۔اسی طرح خود غلام کی قیمت پر مکاتب بنایا اور اس کی قیمت کیا ہے اس کو متعین نہیں کیا تو یہ کتابت فاسد ہوگی۔

وجہ سور اور شراب مسلمان کے حق میں مال نہیں ہے اس لئے گویا کہ بغیر مال کے کتابت کیا اس لئے وہ کتابت فاسد ہوگی۔البتہ اگر سور یا شراب ادا کر دیا تو چونکہ شرط پائی گئی اس لئے مکاتب آزاد ہو جائے گا۔لیکن چونکہ وہ مال نہیں ہے اس لئے مکاتب اپنی قیمت کی سعایت کر کے

---

حاشیہ : (الف) حضرت علی نے فرمایا مکاتبہ کی اولاد اس کے درجے میں ہوگی یعنی مکاتبہ ہوگی (ب) حضرت ثوری نے فرمایا مکاتبہ جب آزاد ہوگی تو اس کی اولاد بھی آزاد ہوگی اگر کتابت کے زمانے میں پیدا ہوئی ہو۔

**ولاینقص من المسمی ویزاد علیه [۲۲۵۹](۱۷)وان کاتبه علی حیوان غیر موصوف فالکتابة جائزة[۲۲۶۰] (۱۸)وان کاتبه علی ثوب لم یسم جنسه لم یجز وان ادّاه لم یعتق[۲۲۶۱] (۱۹)وان کاتب عبدیه کتابة واحدة بالف درهم وان ادّیا عتقا وان عجزا رُدّا الی الرق[۲۲۶۲] (۲۰)وان کاتبهما علی ان کل واحد منهما ضامن عن الآخر**

آقا کوادا کرے گا۔ یہ قیمت سوراور شراب کی قیمت سے کم نہ ہو کیونکہ اس پر مکاتب راضی ہوا۔ اوراس سے زیادہ ہوسکتی ہے تاکہ مکاتب ادا کر کے جلدی آزاد ہو جائے۔ اگر کم دے تو ممکن ہے کہ آقا مکاتب بنانے اور آزاد کرنے پر راضی نہ ہو اس لئے زیادہ دے تو جائز ہے۔

[۲۲۵۹] (۱۷) اگر ایسے حیوان پر مکاتب بنایا جس کی صفت متعین نہ کی ہو تو کتابت جائز ہے۔

تشریح حیوان کی جنس متعین کی مثلا گھوڑے پر مکاتب بناتا ہوں لیکن صفت متعین نہیں کی کہ کس قسم کا گھوڑا ہے اعلی یا ادنی۔ اسی طرح نوع متعین نہیں کی کہ فارسی گھوڑا ہے یا عربی گھوڑا۔ تب بھی کتابت صحیح ہے۔

وجہ جنس متعین کرنے سے جہالت اتنی نہیں رہی کہ منازعت اور جھگڑے کی طرف پہنچائے۔ اس لئے کتابت جائز ہو جائے گی۔ اور وسط جانور لازم ہوگا یا درمیانی جانور کی قیمت لازم ہوگی۔ باقی دلیل کتاب النکاح میں گزر چکی ہے۔

[۲۲۶۰] (۱۸) اور اگر مکاتب بنایا ایسے کپڑے پر جس کی جنس متعین نہ ہو تو کتابت جائز نہیں ہے۔ اور اگر ادا کر دیا تب بھی آزاد نہیں ہوگا۔

تشریح کپڑے پر مکاتب بنایا اور اس کی جنس بھی متعین نہیں کی کہ سوتی کپڑا ہے یا پولیسٹر۔ تو چونکہ ہر قسم کا کپڑا الگ الگ جنس ہے اور بہت زیادہ تفاوت ہوتا ہے اس لئے مکمل مجہول ہونے کی وجہ سے کتابت صحیح نہیں ہوگی۔ اور چونکہ کتابت صحیح نہیں ہوئی اس لئے اگر کسی قسم کا کپڑا ابھی ادا کر دیا تو آزادگی نہیں ہوگی۔

وجہ کیونکہ گویا کہ کتابت ہی نہیں ہوئی ہے۔

[۲۲۶۱] (۱۹) اگر اپنے دو غلاموں کو ایک کتابت میں ہزار درہم کے بدلے مکاتب بنایا تو مکاتب بنانا صحیح ہے۔ اور اگر دونوں نے ادا کیا تو دونوں آزاد ہو جائیں گے۔ اور اگر دونوں عاجز ہو گئے تو دونوں غلامیت کی طرف لوٹ جائیں گے۔

وجہ دونوں غلاموں کو ایک ساتھ مکاتب بنایا اس لئے دونوں رقم کے ذمہ دار ہیں۔ اس لئے دونوں ادا کر دے تو دونوں آزاد ہو جائیں گے اور دونوں عاجز ہو جائے تو دونوں غلامیت کی طرف لوٹ جائیں گے۔

[۲۲۶۲] (۲۰) اور اگر دونوں کو مکاتب بنایا اس شرط پر کہ دونوں میں سے ہر ایک ضامن ہیں دوسرے کے تو کتابت جائز ہے اور جو بھی ادا کرے گا دونوں آزاد ہو جائیں گے۔ اور جو کچھ ادا کیا اس کے آدھے کا اپنے شریک سے واپس لے گا۔

وجہ چونکہ دونوں ضامن ہیں اس لئے دونوں میں سے کوئی ایک بھی ادا کرے گا تو دونوں آزاد ہو جائیں گے۔ چونکہ ادا کرنے والے نے آدھا اپنی جانب سے اور آدھا دوسرے کی جانب سے ادا کیا ہے اس لئے آدھا شریک سے واپس لے گا۔

**جازت الکتابة وایهما اذّی عتقا ویرجع علی شریکه بنصف ما اذّی[۲۲۶۳] (۲۱)واذا اعتق المولی مکاتبه عتق بعتقه وسقط عنه مال الکتابة [۲۲۶۴](۲۲)واذا مات مولی المکاتب لم تنفسخ الکتابة وقیل له ادِّ المال الی ورثة المولی علی نجومه[۲۲۶۵] (۲۳)فان اعتقه احد الورثة لم ینفذ عتقه وان اعتقوه جمیعا عتق وسقط عنه مال الکتابة.**

---

[۲۲۶۳](۲۱)اگر آقا اپنے مکاتب کو آزاد کرے تو اس کے آزاد کرنے سے مکاتب آزاد ہو جائے گا۔اور اس سے مال کتابت ساقط ہو جائیگا۔

**وجہ** مکاتب ابھی بھی آقا کا غلام ہے اس لئے آقا اس کو ابھی بھی آزاد کر سکتا ہے۔اس لئے اس کے آزاد کرنے سے مکاتب آزاد ہو جائے گا۔اور مال کتابت اس لئے ادا کر رہا تھا کہ وہ آزاد ہو جائے۔پس اب آزاد ہو گیا اس لئے مال کتابت ادا کرنے کی ضرورت نہیں رہی اس لئے مال کتابت ساقط ہو جائے گا(ا) حدیث میں اس کا ثبوت ہے۔**فذکر ذلک لعائشة فذکرت عائشة ماقالت لها فقال اشتریها فاعتقیها ودعیهم یشترطوا ما شاءوا فاشترتها فاعتقتها واشترط اهلها الولاء** (الف)(بخاری شریف،باب اذا قال المکاتب اشترنی واعتقنی فاشتراہ لذلک ص ۳۴۹ نمبر ۲۵۶۵)اس حدیث میں حضرت بریرہ مکاتبہ کو خرید کر آزاد کیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ مکاتب کو آزاد کر سکتا ہے۔

[۲۲۶۴](۲۲)اور اگر مکاتب کا آقا مر گیا تو کتابت فسخ نہیں ہوگی اور کہا جائے گا کہ مال ادا کرو آقا کے ورثہ کی طرف اس کی قسطوں کے مطابق۔

**تشریح** آقا کے مرنے سے کتابت ساقط نہیں ہوئی بلکہ کتابت موجود ہے اور وارث اب مال کتابت کا حقدار ہے۔اس لئے جن شرطوں کے ساتھ آقا کو قسط وار مال کتابت ادا کرتا انہیں شرطوں کے ساتھ وارث کو قسط وار ادا کرے گا۔

**وجہ** کیونکہ شرطیں وہی باقی ہیں جو آقا کے ساتھ طے ہوئی تھیں۔

[۲۲۶۵](۲۳)پس اگر ورثہ میں کسی ایک نے اس کو آزاد کیا تو اس کی آزادگی نافذ نہیں ہوگی اور اگر سب نے آزاد کیا تو آزاد ہو جائے گا۔اور اس سے مال کتابت ساقط ہو جائے گا۔

**وجہ** ورثہ میں سے ایک نے آزاد کیا تو مکاتب میں نقص آئے گا۔کیونکہ اس کا ایک حصہ آزاد ہو گیا اس لئے دوسرے ورثہ کو نقصان ہوگا۔کیونکہ اب ان کو بھی آزاد کرنا ہوگا۔اس لئے ایک وارث کا آزاد کرنا نافذ نہیں ہوگا۔ہاں سبھی وارثوں نے مل کر آزاد کیا تو چونکہ اس میں کسی کا نقصان نہیں ہے اس لئے یہ آزادگی نافذ ہوگی۔اور جب مکاتب آزاد ہو گیا تو اب بدل کتابت کی ضرورت نہیں رہی۔اس لئے بدل کتابت ساقط ہو

---

حاشیہ : (الف)حضورؐ نے فرمایا بریرہ کو خرید لو اور اس کو آزاد کر دو اور جتنی چاہیں شرط لگائیں اس سے کچھ نہیں ہوتا۔پس حضرت عائشہؓ نے اس کو خرید لیا اور اس کو آزاد کر دیا اگر چہ حضرت بریرہ کے مالک نے ولاء کی شرط لگائی۔

[۲۲۶۶] (۲۴)واذا کاتب المولی ام ولده جاز وان مات المولی سقط عنها مال الکتابۃ [۲۲۶۷](۲۵)وان ولدت مکاتبتہ منہ فھی بالخیار ان شاء ت مضت علی الکتابۃ وان شاء ت عجّزت نفسھا وصارت ام ولد لہ [۲۲۶۸](۲۶)وان کاتب مدبرتہ جاز فان مات المولی ولا مال لہ غیرھا کانت بالخیار بین ان تسعی فی ثلثی قیمتھا او جمیع مال الکتابۃ[۲۲۶۹] (۲۷)وان دبّر مکاتبتہ صح التدبیر ولھا الخیار ان شاء ت مضت علی

---

جائے گی۔

[۲۲۶۶](۲۴)اگرآقا نے اپنے ام ولد کو مکاتب بنایا تو جائز ہے۔اوراگرآقا مر گیا تو اس سے مال کتابت ساقط ہو جائے گا۔

**تشریح** ام ولد آقا کی باندی ہے اس لئے اس کو مکاتب بنا سکتا ہے تا کہ مال کتابت ادا کر کے آقا کی زندگی میں آزاد ہو جائے۔کیونکہ ام ولد آقا کے مرنے کے بعد آزاد ہوگی۔مکاتبہ بنانے کے بعد اگر آقا کا انتقال ہو گیا تو ام ولد آزاد ہو جائے گی۔اس لئے اب مال کتابت دینے کی ضرورت نہیں رہی۔اس لئے مال کتابت ساقط ہو جائے گی۔

[۲۲۶۷](۲۵)اگر مکاتبہ نے آقا سے بچہ دیا تو اس کو اختیار ہے اگر چاہے تو کتابت پر برقرار رہے اور چاہے تو اپنے آپ کو عاجز کرے اور آقا کی ام ولد بن جائے۔

**تشریح** باندی مکاتبہ تھی اس سے آقا نے جماع کیا اور بچہ پیدا ہوا تو یہ ام ولد بن گئی۔اب اس کے لئے دو اختیار ہیں۔یا تو کتابت پر برقرار رہے اور مال کتابت ادا کر کے مولی کی زندگی میں آزاد ہو جائے۔اور دوسرا اختیار یہ ہے کہ اپنے آپ کو مال کتابت سے عاجز کرے اور خالص ام ولد بن جائے تا کہ آقا کے مرنے کے بعد آزاد ہو جائے۔

**وجہ** یہ باندی مکاتب بھی ہے اور ام ولد بھی اس لئے اس کو دونوں اختیار ہیں۔

[۲۲۶۸](۲۶)اگر اپنے مدبرہ کو مکاتبہ بنایا تو جائز ہے۔پس اگر آقا مر جائے اور اس مدبرہ کے علاوہ کوئی مال نہ ہو تو مدبرہ کو اختیار ہے اس بات کا کہ اپنی قیمت کی دو تہائی کی سعایت کرے یا پورے مال کتابت کو ادا کرے۔

**تشریح** ایسی باندی جس کو کہا تھا کہ میرے مرنے کے بعد تم آزاد ہو اس لئے وہ مدبرہ ہوئی۔اس کو اب مکاتبہ بھی بنا دیا تو آقا کے مرنے کے بعد اس کو دو اختیار ہیں۔اگر آقا کے پاس مدبرہ کے علاوہ کوئی مال نہ ہو تو وصیت کی طرح مدبرہ کی ایک تہائی آزاد ہوگی اور دو تہائی وراثت میں تقسیم ہوگی اس لئے وہ دو تہائی سعایت کر کے ورثہ کو دے گی اور آزاد ہو جائے گی۔اور دوسرا اختیار یہ ہے کہ جتنا مال کتابت ہے وہ سب ادا کرے اور آزاد ہو جائے۔مدبرہ کے لئے جس میں سہولت ہو وہ کر سکتی ہے۔

[۲۲۶۹](۲۷)اور اگر مکاتبہ کو مدبر بنایا تو مدبر بنانا صحیح ہے اور مدبرہ کو اختیار ہے چاہے کتابت پر بحال رہے اور چاہے تو اپنے آپ کو عاجز کرے اور مکمل مدبرہ بن جائے۔اور اگر کتابت پر برقرار رہی، پس آقا کا انتقال ہوا اور آقا کے پاس کوئی مال نہیں ہے تو مدبرہ کو اختیار ہے کہ اگر

**الکتابة وان شاء ت عجزت نفسها وصارت مدبرة وان مضت علی کتابتها فمات المولی ولا مال لہ فھی بالخیار ان شاء ت سعت فی ثلثی مال الکتابة او ثلثی قیمتھا عند ابی حنیفة رحمہ اللہ [۲۲۷۰](۲۸)واذا اعتق المکاتب عبدہ علی مال لم یجز[۲۲۷۱] (۲۹)واذا وھب علی عوض لم یصح [۲۲۷۲](۳۰)وان کاتب عبدہ جاز.**

---

چاہے تو مال کتابت کی دوتہائی کی سعایت کرے یا اپنی قیمت کی دوتہائی کی سعایت کرے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک۔

**وجہ** مکاتبہ کو مدبرہ بنایا اور آقا کے پاس کوئی اور مال نہیں ہے تو مکاتبہ کی ایک تہائی آزاد ہوگی۔کیونکہ وہ مدبرہ بھی تھی اس لئے اب وہ مال کتابت کی دوتہائی کو سعایت کرکے ورثہ کو ادا کرے گی۔یا مدبرہ ہونے کی حیثیت سے اس کی ایک تہائی آزاد ہوئی ہے اس لئے اپنی قیمت کی دو تہائی سعایت کرکے ورثہ کو ادا کرے گی۔

**فائدہ** صاحبین فرماتے ہیں کہ مدبرہ کی قیمت کی دوتہائی اور مال کتابت کی دوتہائی میں سے جو کم ہو وہ سعایت کرکے ورثہ کو ادا کرے گی۔

**وجہ** چونکہ اس مدبرہ،مکاتبہ کو دونوں اختیار ہیں اس لئے دونوں میں سے جو کم ہو اسی کو ادا کرے گی۔

**لغت** دبر : مدبر بنایا، سعت : سعایت کی، قیمت کما کردے۔

[۲۲۷۰](۲۸)اگر مکاتب نے اپنے غلام کو مال کے بدلے آزاد کیا تو جائز نہیں ہے۔

**وجہ** مکاتب کو وہ کام کرنے کی اجازت ہے جو تجارت ہو یا تجارت کے توابع ہوں۔اور غلام کو مال کے بدلے آزاد کرنے میں مال تو آئے گا لیکن یہ تجارت یا توابع تجارت میں سے نہیں ہے اس لئے مکاتب غلام کو مال کے بدلے آزاد نہیں کرسکتا۔کیوں کہ اس میں آزاد کرنا اصل ہے۔

[۲۲۷۱](۲۹)اگر مکاتب عوض کے بدلے ہبہ کرے تو صحیح نہیں ہے۔

**وجہ** اگر چہ ہبہ کے بدلے کچھ مال ملے گا لیکن اصل میں وہ ہبہ ہے اور مفت ہے اس لئے مکاتب عوض کے بدلے اپنے غلام کو ہبہ نہیں کرسکتا۔

**اصول** مکاتب ایسا کام نہیں کرسکتا جو تجارت یا توابع تجارت میں سے نہ ہو۔اجارہ اور توابع اجارہ میں سے نہ ہو۔اثر میں ہے۔ عن الحسن قال المکاتب لا یعتق ولا یھب الا باذن مولاہ (الف)(سنن للبیھقی، باب لاتجوز ھبة المکاتب حتی یبتدئھا باذن السید ج عاشر ص ۵۶۳ نمبر ۲۱۷۱۸)اس اثر سے معلوم ہوا کہ مکاتب نہ غلام کو ہبہ کرسکتا ہے اور نہ آزاد کرسکتا ہے چاہے مال کے بدلے میں ہو۔

[۲۲۷۲](۳۰) اور اگر اپنے غلام کو مکاتب بنائے تو جائز ہے۔

**وجہ** مکاتب بنا کر رقم وصول کرنا تجارت کی ایک قسم ہے اس لئے مکاتب غلام اپنے غلام کو مکاتب بنا سکتا ہے (۲) اثر میں اس کا ثبوت

---

حاشیہ : (الف)حضرت حسن نے فرمایا مکاتب نہ آزاد کرسکتا ہے اور نہ ہبہ کرسکتا ہے مگر اس کے آقا کی اجازت سے۔

**[۲۲۷۳] (۳۱)فان ادّی الثانی قبل ان یعتق الاول فولاؤہ للمولی الاول [۲۲۷۴] (۳۲) وان ادّی الثانی بعد عتق المکاتب الاول فولاؤہ لہ.**

---

ہے۔قلت لعطاء کان للمکاتب عبد فکاتبه ثم مات لمن میراثة؟ قال کان من قبلکم یقولون هو للذی کاتبة یستعین به فی کتابته (الف)(سنن للبیہقی ،باب کتابۃ المکاتب واعتاقہ ج عاشر ص ۵۶۳ نمبر ۲۱۷۱۹،مصنف عبدالرزاق،باب المکاتب یکاتب عبدہ وعرض المکاتب ج ثامن ص ۴۰۳ نمبر ۱۵۷۰۷)اس اثر سے معلوم ہوا کہ مکاتب اپنے غلام کو مکاتب بنا سکتا ہے۔کیونکہ یہ تجارت کی قسم میں سے ہے۔

[۲۲۷۳](۳۱)پس اگر دوسرے نے پہلے کے آزاد ہونے سے پہلے آزاد کیا تو اس کی ولاء پہلے آقا کے لئے ہوگی۔

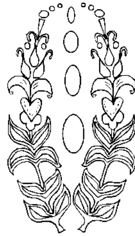
**تشریح** مکاتب نے اپنے غلام کو مکاتب بنایا۔پس دوسرے مکاتب نے پہلے مکاتب کے آزاد ہونے سے پہلے مال کتابت ادا کیا اور آزاد ہو گیا تو اس دوسرے مکاتب کی ولا پہلے آقا کے لئے ہوگی۔

**وجہ** جس وقت دوسرا مکاتب آزاد ہوا اس وقت پہلا مکاتب آزاد نہیں تھا بلکہ غلام تھا اور پہلا آقا آزاد تھا اور ولاء آزاد کے لئے ہوتی ہے غلام کے لئے نہیں ہوتی۔اس لئے ولاء کی نسبت پہلے آقا کے لئے کر دی گئی اور اس کو ولاء ملے گی۔

**اصول** ولاء آزاد کے لئے ہوتی ہے غلام کے لئے نہیں ہوتی۔

[۲۲۷۴](۳۲)اور اگر دوسرے نے ادا کیا پہلے مکاتب کے آزاد ہونے کے بعد تو اس کی ولاء دوسرے کے لئے ہوگی۔

**وجہ** دوسرے مکاتب کے ادا کرتے وقت اور اس کے آزاد ہوتے وقت پہلا مکاتب آزاد ہو چکا ہے۔اس لئے دوسرے مکاتب کی ولاء اس کو ملے گی۔کیونکہ وہ اس وقت آزاد ہے۔



---

حاشیہ : (الف)میں نے حضرت عطا سے پوچھا کہ مکاتب کو غلام ہو اس نے اس کو مکاتب بنایا پھر مر گیا تو اس کی وراثت کس کے لئے ہوگی؟ فرمایا تم سے پہلے لوگ کہتے تھے جس غلام نے اس کو مکاتب بنایا اس کے لئے ہوگی۔اس سے اپنے مال کتابت میں مدد لے۔

## ﴿کتاب الولاء﴾

**[۲۲۷۵](۱)اذا اعتق الرجل مملوکه فولاؤه له وکذلک المرأة تعتق[۲۲۷۶] (۲)فان شرط انه سائبة فالشرط باطل والولاء لمن اعتق.**

﴿کتاب الولاء﴾

**ضروری نوٹ** کوئی آدمی غلام کوآزاد کرے پھر غلام کا انتقال ہوا اور وراثت آزاد کرنے والے آقا کو ملے اس وراثت کو ولاء کہتے ہیں۔اسی کو ولاء عتاقہ کہتے ہیں۔دوسری صورت یہ ہے کہ کسی اجنبی سے مواخات اور بھائی چارگی کا عہد کرے پھر وہ آدمی مرے تو اس کی وراثت اس بھائی چارگی کرنے والے کو ملے گی اس کو بھی ولاء کہتے ہیں۔اس کو ولاء موالات کہتے ہیں۔ولاء کا ثبوت اس حدیث میں ہے۔ **قالت عائشة ان بریرة دخلت علیها ..... فقال لها رسول الله ﷺ اشتریها فاعتقیها فانما الولاء لمن اعتق** (الف)(بخاری شریف، باب المکاتب ونجومہ فی کل سنۃ نجم ص ۳۴۷ نمبر ۲۵۶۰، مسلم شریف، باب بیان الولاء عن اعتق ص ۴۹۳ نمبر ۱۵۰۴) دوسری حدیث میں ہے۔ **سمعت ابن عمرؓ یقول نهی النبی ﷺ عن بیع الولاء وعن هبته** (ب)(بخاری شریف، باب بیع الولاء وھبتہ ص ۳۴۴ نمبر ۲۵۳۵)ان دونوں حدیثوں میں ولاء کا ثبوت ہے کہ ولاء آزاد کرنے والے کو ملے گی۔اور ولاء موالات کا ثبوت اس اثر میں ہے۔ **ویذکر عن تمیم الداری رفعه قال هو اولی الناس بمحیاه ومماته** (ج)(بخاری شریف، باب اذا اسلم علی یدیہ ص ۱۰۰۰ نمبر ۶۷۵۷، مسلم شریف، باب النھی عن بیع الولاء وھبتہ ص ۴۹۵ نمبر ۱۵۰۶)اس اثر سے معلوم ہوا کہ ولاء موالات کا ثبوت ہے۔

[۲۲۷۵](۱)اگر آدمی اپنے مملوک کو آزاد کرے تو اس کی ولاء اس کے لئے ہے اور ایسے ہی عورت آزاد کرے تو اس کی ولاء اس کے لئے ہوگی

**تشریح** آدمی اپنے غلام کو آزاد کرے یا عورت اپنے غلام کو آزاد کرے تو اس غلام کی ولاء آزاد کرنے والے کو ملے گی۔

**وجہ** اوپر حضرت عائشہ کو کہا گیا کہ حضرت بریرہ کو خرید کر آزاد کرو اور اس کی ولاء تم کو ملے گی۔حدیث کا لفظ تھا۔ **فقال لها رسول الله ﷺ اشتریها فاعتقیها فانما الولاء لمن اعتق** (د) بخاری شریف نمبر ۲۵۶۰، مسلم شریف نمبر ۱۵۰۴)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو آزاد کرے گا اس کو ولاء ملے گی۔

[۲۲۷۶](۲)پس اگر شرط کی کہ وہ بغیر ولاء کے ہے تو شرط باطل ہوگی اور ولاء اس کے لئے ہوگی جس نے آزاد کیا۔

**وجہ** اوپر کی حدیث میں حضرت بریرہ کے مولی نے کہا تھا کہ ولاء آزاد کرنے والی حضرت عائشہؓ کے لئے نہیں ہوگی بلکہ میرے لئے ہوگی تو آپؐ نے فرمایا تھا کہ یہ شرط باطل ہے۔ولاء اس کے لئے ہوگی جس نے آزاد کیا۔اسی طرح یہ شرط لگائے کہ بغیر ولاء کے غلام آزاد کیا تو یہ شرط

---

حاشیہ : (الف) حضرت عائشہؓ سے حضورؐ نے فرمایا بریرہ کو خرید لو اور اس کو آزاد کر دو اس لئے کہ ولاء اس کے لئے ہے جس نے آزاد کیا (ب) آپؐ نے ولاء کو بیچنے اور اس کو ہبہ کرنے سے منع فرمایا (ج) حضرت تمیم داری سے مرفوعا یہ بات منقول ہے کہ آپؐ نے فرمایا مولی موالات لوگوں میں سے بہتر ہے موالات والے کی زندگی میں اور موت کے بعد بھی (د) آپؐ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا بریرہ کو خرید لو اور اس کو آزاد کر دو۔اس لئے کہ ولاء اس کے لئے ہے جس نے آزاد کیا۔

**[۲۲۷۷] (۳)واذا ادّی المکاتب عتق وولاؤہ للمولی[۲۲۷۸] (۴) و کذلک ان اعتق بعد موت المولی فولاؤہ لورثة المولی [۲۲۷۹] (۵)وان مات المولی عتق مدبروہ وامہات اولادہ وولاؤہم لہ.**

---

بھی باطل ہوگی اور ولاء اس کے لئے ہوگی جس نے آزاد کیا (۲) اثر میں ہے۔ **عن عبد اللہ قال ان اہل الاسلام لا یسیبون وان اہل الجاہلیة کانوا یسیبون** (الف) (بخاری شریف، باب میراث السائبۃ ص ۹۹۹ نمبر ۶۷۵۳) (۳) **سئل عامر عن المملوک یعتق سائبة لمن ولاء ہ؟ قال للذی اعتقہ** (ب) (سنن دارمی، باب میراث السائبۃ ج ثانی ص ۴۸۴ نمبر ۳۱۲۰) ان دونوں اثروں سے معلوم ہوا کہ بغیر ولاء کے بھی آزاد کیا تو ولاء آزاد کرنے والے کے لئے ہوگی۔

[۲۲۷۷] (۳) اگر مکاتب نے مال کتابت ادا کیا تو وہ آزاد ہوگا اور اس کی ولاء آقا کے لئے ہوگی۔

**وجہ** مکاتب نے اگر چہ مال کتابت ادا کر کے آزادگی حاصل کی ہے تاہم وہ آقا سے آزاد ہوا ہے اس لئے اس کی ولاء آقا کے لئے ہوگی (۲) حضرت عائشہ کی حدیث گزری کہ حضرت بریرہ مکاتبہ تھی اس کو خرید کر آزاد کیا تو اس کی ولاء حضرت عائشہ کو ملی۔ جس سے معلوم ہوا کہ مکاتبہ ہو تب بھی اس کی ولاء آقا کے لئے ہوگی۔

[۲۲۷۸] (۴) ایسے ہی اگر مکاتب آزاد ہوا آقا کے مرنے کے بعد تو اس کی ولاء آقا کے ورثہ کے لئے ہوگی۔

**تشریح** آقا نے مکاتب بنایا تھا تاہم اس کی زندگی میں مکاتب مال کتابت ادا کر کے آزاد نہ ہو سکا اس کے مرنے کے بعد ادا کیا اور آزاد ہوا تو اس کی ولاء آقا کے ورثہ کے لئے ہوگی۔ کیونکہ گویا کہ آقا کی جانب سے آزاد ہوا۔

[۲۲۷۹] (۵) اگر آقا کا انتقال ہوا اور اس کی مدبرہ باندی اور ام ولد آزاد ہوئی تو ان کی ولاء آقا کے لئے ہوگی۔

**وجہ** مدبرہ باندی اور ام ولد اگر چہ آقا کے مرنے کے بعد آزاد ہوں گی لیکن چونکہ حقیقت میں آزاد کرنے والا آقا ہی ہے اس لئے ان دونوں کی ولاء آقا کے لئے ہوگی۔ اور آقا کے ورثہ میں تقسیم ہوگی (۲) دلیل وہی حدیث ہے۔ **فقال النبی ﷺ الولاء لمن اعتق وان اشترطوا مائة شرط** (ج) (بخاری شریف، باب اذا قال المکاتب اشترنی واعتقنی فاشتراہ لذلک ص ۳۴۹ نمبر ۲۵۶۵) اس حدیث میں ہے کہ جس نے آزاد کیا ولاء اسی کو ملے گی۔ اور مدبرہ اور ام ولد کو آقا نے آزاد کیا ہے اس لئے ولاء اسی کو ملے گی (۳) اثر میں ہے۔ **عن ابراہیم انہما قالا ولاء ہ لمن بدأ بالعتق اول مرة** (د) (دارمی، باب میراث الولاء ج ثانی ص ۴۸۷ نمبر ۳۱۳۷) اس اثر میں سے بھی معلوم ہوا کہ جو آزادگی کی ابتدا کرے گا ولا اسی کو ملے گی۔

---

حاشیہ : (الف) حضرت عبد اللہ فرمایا کرتے تھے اہل اسلام آزاد نہیں چھوڑتے تھے اہل جاہلیت سائبہ میں چھوڑتے تھے یعنی آزاد چھوڑتے تھے (ب) حضرت عامر سے مملوک کے بارے میں پوچھا کہ وہ سائبہ کے طور پر آزاد کرتے تھے تو ولاء کس کے لئے ہوگا؟ فرمایا جس نے آزاد کیا۔ سائبہ آزاد کرنے کا مطلب یہ ہے کہ میں آزاد کرتا ہوں اور مجھے اس کا ولاء نہیں چاہئے (ج) آپؐ نے فرمایا ولاء اس کے لئے ہے جس نے آزاد کیا ہے چاہے سو شرط لگائیں (د) حضرت ابراہیم نے فرمایا ولاء اس کے لئے ہے جس نے پہلی مرتبہ آزاد کیا۔

**[۲۲۸۰] (۶)ومن ملک ذا رحم محرم منه عتق علیه وولاؤہ لہ[۲۲۸۱] (۷)واذا تزوج عبد رجل امة الآخر فاعتق مولی الامةِ الامةَ وھی حامل من العبد عتقت وعتق حملھا وولاء الحمل لمولی الام لاینتقل عنه ابدا[۲۲۸۲] (۸)فان ولدت بعد عتقھا لاکثر من ستة اشھر ولدا فولاؤہ لمولی الام[۲۲۸۳] (۹)فان اعتق الاب جر ولاء ابنه وانتقل عن**

---

[۲۲۸۰](۶) جو ذی رحم محرم کا مالک بنے اور اس کی وجہ سے اس پر آزاد ہو جائے تو اس کی ولاء آقا کے لئے ہوگی۔

**وجہ** یہاں اگر چہ ذی رحم محرم ہونے کی وجہ سے آزاد ہوا ہے۔ آقا نے خود آزاد نہیں کیا ہے لیکن چونکہ آزادگی آقا ہی کی جانب سے ہوئی ہے اس لئے اس کی ولاء آزاد کرنے والے کو ملے گی۔

[۲۲۸۱](۷) غلام نے دوسرے آدمی کی باندی سے شادی کی۔ پس باندی کے آقا نے باندی کو آزاد کیا اس حال میں کہ وہ غلام سے حاملہ تھی۔ پس وہ آزاد ہوئی اور اس کا حمل بھی آزاد ہوا۔ اس لئے حمل کی ولاء ماں کے آقا کے لئے ہوگی۔ اس سے کبھی منتقل نہیں ہوگی۔

**تشریح** غلام نے دوسرے کی باندی سے شادی کی پھر وہ اس غلام سے حاملہ ہوئی۔ اسی حمل کی حالت میں اس کے آقا نے آزاد کر دیا۔ جس کی وجہ سے حمل بھی ماں کے تحت میں ہو کر آزاد ہو گیا۔ چونکہ حمل کا آزاد کرنے والا ماں کا آقا ہے اس لئے حمل کی ولاء ماں کے آقا کے لئے ہوگی۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ حمل کے آزاد ہوتے وقت باپ غلام ہے اس لئے بھی نہ باپ کے لئے ولاء ہوگی اور نہ باپ کے آقا کے لئے ولاء ہوگی۔

[۲۲۸۲](۸) پس اگر بچہ دیا ماں کی آزادگی کے چھ ماہ بعد تو اس کی ولاء ماں کے آقا کے لئے ہوگی۔

**وجہ** چونکہ باپ غلام ہے اس لئے ولاء باپ یا اس کے مولی کی طرف نہیں جائے گی (۲) یہ بھی یقینی نہیں ہے کہ آزاد کرتے وقت حمل ماں کے پیٹ میں تھا یا نہیں تھا۔ کیونکہ بچہ چھ ماہ کے بعد پیدا ہوا ہے۔

[۲۲۸۳](۹) پس اگر باپ آزاد ہوا تو بیٹے کی ولاء کھینچ لے گا اور ماں کی آقا سے باپ کے آقا کی طرف منتقل ہو جائے گی۔

**تشریح** بچہ ماں کی آزادگی کے چھ ماہ بعد پیدا ہوا تھا اس لئے ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ ماں کی آزادگی کے وقت بچہ حمل میں نہ ہو، اور بعد میں حمل ٹھہرا ہو۔ اس لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ ماں کے آقا نے حمل کو آزاد کیا ہو۔ لیکن چونکہ باپ غلام تھا اس لئے ماں کے آقا کی طرف ولاء دے دی گئی۔ لیکن جب باپ آزاد ہو گیا تو جس طرح نسب باپ کے ساتھ ثابت ہے اسی طرح ولاء بھی باپ کے آقا کی طرف منتقل ہو جائے گی۔

**وجہ** اثر میں ہے۔ **قال عمر[رض] اذا کانت الحرة تحت المملوک فولدت له ولدا فانه یعتق بعتق امه وولاؤہ لموالی امه فاذا اعتق الاب جر الولاء الی موالی ابیه** (الف) (سنن للبیہقی، باب ماجاء فی جر الولاء ج عاشر ص ۵۱۵ نمبر ۲۱۵۱۶، سنن للدارمی

---

حاشیہ : (الف) حضرت عمر[رض] نے فرمایا اگر آزاد عورت غلام کی بیوی ہو اور اس سے بچہ پیدا ہو تو ماں کے آزاد ہونے سے وہ آزاد ہوگا اور بچے کا ولاء ماں کے آقا کے لئے ہوگا۔ پس جب باپ آزاد ہو تو ولاء باپ کے آقا کی طرف کھینچ کر آئے گا۔

**مولی الام الی مولی الاب[۲۲۸۴] (۱۰)ومن تزوج من العجم بمعتقة العرب فولدت له اولادا فولاؤ ولدھا لموالیھا عند ابی حنیفة ومحمد رحمھما اللہ وقال ابو یوسف رحمہ اللہ یکون ولاؤ اولادھا لابیھم لان النسب الی الآباء[۲۲۸۵] (۱۱)وولاؤ العتاقة**

، باب حق جر الولاء ج ثانی ص۴۹۲ نمبر ۳۱۶۹) اس اثر سے معلوم ہوا کہ باپ کے آقا کی طرف ولاء منتقل ہو جائے گی (۲) اثر میں ہے۔ سمعت علیا یقول الولاء شعبة من النسب فمن احرز المیراث فقد احرز الولاء (الف) (سنن للبیہقی، باب من قال من احرز المیراث احرز الولاء ج عاشر ص۳۰۴ نمبر ۲۱۵۰۳) اس اثر سے معلوم ہوا کہ ولاء نسب کے حصے میں سے ہے۔ پس جس کے ساتھ نسب ہوگی اس کے ساتھ ولاء ہوگی۔ اور باپ کے ساتھ نسب ہے اس لئے ولاء بھی باپ کے آقا کو ملے گی۔

**لغت** جر : کھینچ لیا۔

[۲۲۸۴] (۱۰) عجمی آدمی نے عرب کے آزاد کئے ہوئے سے شادی کی۔ پس اس سے کئی اولاد ہوئی تو اس کی اولاد کی ولاء ماں کے آقا کے لئے ہے ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک۔ اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا اس کی اولاد کی ولاء ان کے باپ دادا کے لئے ہوگی۔ اس لئے کہ نسب باپ دادا کے لئے ہے۔

**تشریح** عرب لوگوں نے باندی آزاد کی تھی اس سے عجم کے آدمی نے شادی کی اور اس سے اولاد ہوئی تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک اولاد کی ولاء عورت کے آقا کے لئے ہوگی۔

**وجہ** چونکہ عورت کا آقا آزاد کرنے والا ہے اس لئے حدیث فانما الولاء لمن اعتق کے تحت عورت کے آقا کے لئے ہوگی۔

**فائدہ** امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ ولاء باپ کے خاندان کو ملے گی۔ اور باپ زندہ ہو تو باپ کو ملے گی۔

**وجہ** وہ فرماتے ہیں کہ ولاء نسب کی طرح ہے اس لئے جس سے نسب ثابت ہو اس کو ولاء بھی ملے گی (۲) حدیث میں ہے۔ عن ابن عمر ان النبی ﷺ قال الولاء لحمة کلحمة النسب لا یباع و لا یوھب (ب) (سنن للبیہقی، باب من اعتق مملوکا لہ ج عاشر ص۴۹۴ نمبر ۲۱۴۳۳) اس سے معلوم ہوا کہ ولاء نسب کی طرح ہے۔ اس لئے جس سے نسب ثابت ہوگا ولاء بھی اسی کو ملے گی (۳) پہلے اثر گزرا۔ قال عمر ..... فاذا اعتق الاب جر الولاء الی موالی ابیہ (ج) (سنن للبیہقی، باب ماجاء فی جر الولاء ج عاشر ص۵۱۵ نمبر ۲۱۵۱۶) اس سے بھی معلوم ہوا کہ باپ کی طرف ولاء منتقل ہوگی۔

[۲۲۸۵] (۱۱) آزاد شدہ کی ولاء عصبہ کے اعتبار سے ہے۔

**تشریح** جو غلام یا باندی آزاد ہو گئے ہوں وہ مر جائے تو اس کی میراث اور ولاء پہلے غلام اور باندی کے اصحاب فروض اور حصے والوں کو ملے گی۔

---

حاشیہ : (الف) میں نے حضرت علی کو کہتے ہوئے سنا ولاء نسب کا شعبہ ہے اس لئے جو میراث لے گا وہی ولاء بھی لے گا (ب) آپؐ نے فرمایا ولاء نسب کی قرابت کی طرح قرابت ہے نہ بیچی جا سکتی ہے اور نہ ہبہ کی جا سکتی ہے (ج) حضرت عمر نے فرمایا جب باپ آزاد ہو تو ولاء اپنے باپ کے آقا کی طرف کھینچ لے گا۔

**تعصیب[۲۲۸۶] (۱۲)فان کان للمعتق عصبة من النسب فھو اولی منه فان لم تکن له**

حصے والوں کے لینے کے بعد ان کے عصبات کو ملے گی۔عصبات کی ترتیب یہ ہے پہلے بیٹا پھر باپ پھر پوتا پھر دادا پھر چچا پھر چچازاد بھائی۔ ان عصبات کے کوئی آدمی نہ ہوں تو اب غلام اور باندی کو آزاد کرنے والے آقا کو ملے گی۔اور آقا بھی زندہ نہ ہو تو اس کے وارثوں کو ملے گی۔البتہ اس کے وارثوں میں یہ ہے کہ مرد کو ملے گی جو مقدم ہے مثلا بیٹا زندہ ہے تو پوتا کو نہیں ملے گی۔اور اس کے وارثوں میں عورتوں کو ولاء نہیں ملے گی۔ہاں خود عورت نے آزاد کیا ہو تو اپنے آزاد شدہ غلام باندی کی ولاء ملے گی۔یا عورت کی باندی یا مکاتبہ نے آزاد کیا ہو تو پھر اس عورت کو اس کی ولاء ملے گی ورنہ نہیں۔اور آزاد کرنے والے یا ان کے خاندان کے لوگ نہ ہوں تب ولاء آزاد شدہ غلام باندی کے ذوی الارحام کو ملے گی۔ذوی الارحام خالہ، پھوپھی، ماموں، نانا، نانی ہیں۔اور یہ لوگ بھی نہ ہوں تو ان کی ولاء بیت المال میں داخل کردی جائیگی۔

**نوٹ** مصنفؒ کی عبارت **ولاء العتاقة تعصیب** کا مطلب یہ ہے کہ اصحاب فروض کا حق مقدم ہے۔ان کے لینے کے بعد جو بچے وہ عصبات کے لوگ لیں گے۔

**وجہ** (۱) آیت میں اصحاب فروض کے حصے پہلے دیئے گئے ہیں۔آیت ہے۔ **یوصیکم الله فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین فان کن نساء ھن فوق اثنتین فلھن ثلثا ما ترک** (الف) (آیت ۱۱ سورۃ النساء ۴) اس آیت میں اصحاب فروض کو حصہ پہلے دیا گیا ہے (۲) اس کے بعد عصبات کو ملے گی اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ **عن ابن عباس عن النبی ﷺ قال الحقوا الفرائض باھلھا فما بقی فھو لا ولی رجل ذکر** (ب) (بخاری شریف، باب میراث الولد من ابیہ وامہ ص ۹۹۷ نمبر ۶۷۳۲، مسلم شریف، باب الحقوا الفرائض باھلھا فما بقی فلاولی رجل ذکر ج ثانی ص ۳۴ نمبر ۱۶۱۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اصحاب فرائض کے لینے کے بعد مذکر عصبات میں مال تقسیم ہوگا۔

[۲۲۸۶] (۱۲) پس اگر آزاد کئے غلام کے نسبی عصبہ ہو تو وہ زیادہ حقدار ہیں آقا سے۔پس اگر نہ ہو تو اس کا نسبی عصبہ تو اس کی میراث آزاد کرنے والے آقا کے لئے ہوگی۔

**تشریح** آزاد شدہ غلام کی میراث پہلے اس کے نسب کے اصحاب فروض کو ملے گی۔اس کے بعد اس کے نسب کے عصبات کو ملے گی۔وہ موجود نہ ہوں تب آزاد کرنے والے آقا کے لئے میراث ہوگی۔

**وجہ** حدیث میں ہے کہ عصبات کو پہلے وراثت ملے گی وہ نہ ہو تو آزاد کرنے والے کو ملے گی۔ **عن الزھری قال قال النبی ﷺ المولی اخ فی الدین ولاء نعمة واحق الناس بمیراثه اقربھم من المعتق** (ج) (دارمی، باب الولاء ج ثانی ص ۴۶۷ نمبر ۳۰۰۶) (۲)

---

حاشیہ : (الف) اللہ تعالی تم کو وصیت کرتے ہیں تمہاری اولاد کے بارے میں کہ مذکر کے لئے مؤنث کا دوگنا ہے۔پس اگر عورتیں دو سے زیادہ ہوں تو ان کے لئے جو کچھ چھوڑا اس کی دو تہائی ہے (ب) آپؐ نے فرمایا حقوق وراثت کو اس کے اہل کو دو اور جو کچھ باقی رہ جائے وہ مرد کے لئے ہے (ج) آپؐ نے فرمایا آقا دین میں بھائی ہیں۔اور ولاء نعمت ہے۔اور لوگوں میں سب سے زیادہ حقدار اس کی میراث کا جو آزاد شدہ سے قریب ہو۔

**عصبة من النسب فميراثه للمعتق [۲۲۸۷](۱۳)فان مات المولی ثم مات المعتق فميراثه لبنی المولی دون بناته [۲۲۸۸](۱۴)وليس للنساء من الولاء الا ما اعتقن او اعتق من**

دوسری حدیث میں ہے۔ عن الحسن قال اراد رجل ان یشتری عبدا فلم یقض بینه وبین صاحبه بیع،فحلف رجل من المسلمین بعتقه فاشتراه فاعتقه فذکره للنبی ﷺ قال کیف بصحبته فقال النبی ﷺ هو لک الا ان یکون له عصبة.فان لم یکن له عصبه فهو لک (الف)(مصنف عبدالرزاق،باب میراث ذی القربۃ ج تاسع ص۲۳نمبر۱۶۲۱۴)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عصبہ موجود ہو تو آزاد کرنے والے کو میراث نہیں ملے گی۔

[۲۲۸۷](۱۳)اگر آقا کا انتقال ہوا پھر آزاد شدہ غلام مرا تو اس کی میراث آقا کے بیٹوں کے لئے ہوگی نہ کہ اس کی بیٹیوں کے لئے۔

**تشریح** آزاد کردہ غلام کا وارث آقا بنے پھر اس کی اولاد میں تقسیم ہو تو بیٹے اور بیٹیوں دونوں کو ملے گی۔لیکن آقا کا انتقال ہو چکا تھا اس لئے براہ راست ان کی اولاد کو آزاد کردہ غلام کی وراثت ملی تو صرف ذکور اولاد کو ملے گی،مؤنث اولاد کو نہیں ملے گی۔

**وجہ** حدیث میں ہے کہ مذکر کو ولاء ملے گی مؤنث کو نہیں الا یہ کہ اس نے آزاد کیا ہو یا اس کی باندی یا غلام نے آزاد کئے ہوں۔عن ابن عباسؓ عن النبی ﷺ قال الحقوا الفرائض باهلها فما بقی فهو لا ولی رجل ذکر (ب)(بخاری شریف،باب میراث الولد من ابیہ وامہ ص۹۹۷نمبر۶۷۳۲،مسلم شریف،باب الحقوا الفرائض باهلها فما بقی فلا ولی رجل ذکر ص۳۴نمبر۱۶۱۵)(۲)دوسرے اثر میں ہے۔عن علی وعبد وزید بن ثابتؓ انهم کانوا یجعلون الولاء لکبر من العصبة ولا یورثون النساء الا ما اعتقهن وا اعتق من اعتقن (ج)(سنن للبیہقی،باب لا ترث النساء الولاء الا من اعتقن او اعتق من اعتقن ج عاشر ص۵۱۵،نمبر۲۱۵۱۱ر دارمی،باب ما للنساء من الولاء ج ثانی ص۴۸۸نمبر۳۱۴۵)اس اثر سے معلوم ہوا کہ بیٹیوں کو ولاء نہیں ملے گی مگر یہ کہ خود آزاد کی ہو یا اس کی باندی یا غلام نے آزاد کیا ہو۔

[۲۲۸۸](۱۴)عورتوں کو ولاء نہیں ہے مگر ان کے آزاد کردہ غلام کی یا ان کے آزاد کردہ کے آزاد کردہ کی یا جس کو مکاتب بنایا۔یا جس کو مکاتب بنایا اس نے مکاتب بنایا۔یا جس کو مدبر بنایا یا جس کو مدبر بنایا اس نے مدبر بنایا۔یا کھینچ لے اپنے آزاد کردہ کی ولاء یا جس کو آزاد کیا اس کے آزاد کردہ کی ولاء۔

**تشریح** خود عورت نے غلام آزاد کیا اور درمیان میں کوئی نہیں ہے تو اس دوسرے غلام کی ولاء عورت کو ملے گی۔یا عورت نے اپنے غلام کو

---

حاشیہ : (الف)حضرت حسن نے فرمایا ایک آدمی نے غلام خریدنا چاہا۔پس اس میں اور مالک کے درمیان بیع طے نہیں ہوئی۔پس مسلمان کے ایک آدمی نے اس کی آزادگی کی قسم کھالی۔پس اس کو خرید لیا اور آزاد کر دیا۔پس اس کا تذکرہ حضورؐ کے سامنے کیا تو آپؐ نے فرمایا اس کی صحبت کی کیا ہوگا۔پھر حضورؐ نے فرمایا اس کی میراث تمہارے لئے ہے مگر یہ کہ اس کے لئے عصبہ ہو۔پس اگر اس کا عصبہ نہ ہو تو اس کی میراث تمہارے لئے ہے(ب)آپؐ نے فرمایا وراثت وراثت والے کو دو۔پس جو باقی رہ جائے وہ مذکر کے لئے ہے(ج)حضرت علی،عبداللہ بن مسعود اور زید بن ثابت سے منقول ہے کہ ولاء عصبہ کے بڑوں کے لئے کرتے تھے۔اور عورتوں کو وارث نہیں بناتے مگر خود عورت نے آزاد کی ہو یا اس کے آزاد کردہ غلام نے آزاد کیا ہو۔

**اعتقْـن او کاتبْن او کاتب من کاتبْن او دبَّرن او دبَّر من دبَّرن او جر ولاء معتقهن او معتق معـتـقهـن [۲۲۸۹](۱۵)واذا تـرک الـمـولی ابنًا واولاد ابنٍ آخر فمیراث المعتق للابن دون بنی الابن لان الولاء للکبیر.**

مکاتب بنایا اور وہ مال کتابت ادا کر کے آزاد ہوا تو اس دوسرے مکاتب کی ولاء عورت کو ملے گی۔ یا اس عورت نے اپنے غلام کو مدبر بنایا اور وہ عورت کے مرنے کے بعد آزاد ہوا تو اس مدبر کی ولاء عورت کو ملے گی اور اس کے واسطہ سے اس کے ورثہ کو ملے گی۔ یا اس مدبر نے اپنے غلام کو مدبر بنایا اور وہ آزاد ہوا تو اس کی ولاء عورت کو ملے گی۔ کیونکہ بالواسطہ یہ عورت کا آزاد کردہ غلام ہے۔ یا اپنے آزاد کردہ غلام کی ولاء کو کھینچ کر اپنے طرف لائی۔ عورت نے غلام آزاد کیا پھر اس نے اپنے غلام کو آزاد کیا اس کی ولاء کو کھینچ کر اپنے طرف لائی تو یہ ولاء عورت کو ملے گی۔

**وجہ** اوپر حدیث گزری (۲) یہ اثر ہے۔ **کان عمرو علی وزید بن ثابت رضی اللہ عنھم انھم کانوا یجعلون الولاء لکبر من العصبۃ ولا یورثون النساء الا ما اعتقن او اعتق من اعتقن (الف)** اور اگلی ثوری کی روایت میں ہے **او جر ولاءہ من اعتقن (ب)** (سنن للبیہقی، باب لاترث النساء الولاء الا من اعتقن او اعتق من اعتقن ج عاشر ص ۵۱۵، نمبر ۲۱۵۱۴، مصنف عبد الرزاق، باب میراث مولی المرأۃ ایضاج تاسع ص ۳۶ نمبر ۱۶۲۶۱) اس اثر سے اوپر کا مسئلہ ثابت ہوتا ہے۔ اس کے اخیر میں ہے جس کو آزاد کیا اس کی ولاء کو کھینچ لے۔

[۲۲۸۹](۱۵) اگر آقا نے بیٹا چھوڑا اور دوسرے بیٹے سے پوتا چھوڑا تو آزاد شدہ کی میراث بیٹے کے لئے ہوگی نہ کہ پوتے کے لئے اور ولاء بڑے کے لئے ہوتی ہے۔

**تشریح** آقا کا انتقال ہوا اس نے ایک بیٹے کو چھوڑا اور دوسرے بیٹے کا انتقال پہلے ہو چکا تھا اس لئے اس کے بیٹے یعنی پوتے کو چھوڑا تو میراث بیٹے کے لئے ہوگی پوتے کے لئے نہیں ہوگی۔

**وجہ** کیونکہ ولاء کا معاملہ سیڑھی در سیڑھی ہوتا ہے۔ چونکہ بیٹا موجود ہے اس لئے پوتے کو نہیں ملے گی (۲) اثر میں ہے۔ **عن ابراھیم عن عمر وعلی وزید انھم قالوا الولاء لکبر ولا یورثون النساء من الولاء الا ما اعتقن او کاتبن (ج)** (دارمی، باب ما للنساء من الولاء ج ثانی ص ۴۸۸ نمبر ۳۱۴۵، سنن للبیہقی، باب لاترث النساء الولاء الا من اعتقن او اعتق من اعتقن ج عاشر ص ۵۱۵ نمبر ۲۱۵۱۲) اس اثر سے معلوم ہوا کہ بڑے کو یعنی بیٹے کو وراثت ملے گی چھوٹے کو یعنی اس کے مقابلے میں پوتے کو وراثت نہیں ملے گی۔



---

حاشیہ: (الف) حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ اور حضرت زید بن ثابت ولاء عصبہ میں سے بڑے کے لئے کرتے تھے۔ اور عورتوں کو وارث نہیں کرتے مگر یہ کہ خود آزاد کیا ہو یا اس کے غلام نے آزاد کیا ہو (ب) یا اس کی ولاء کو آزاد کرنے والی عورتوں نے کھینچی ہو (ج) حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ اور حضرت زیدؓ فرماتے ہیں کہ ولاء بڑوں کے لئے ہے۔ اور عورتیں ولاء کا وارث نہیں بنیں گی۔ مگر یہ کہ آزاد کئے ہوں یا مکاتب بنائے ہوں۔

**[۲۲۹۰](۱۶) واذا اسلم رجل علی ید رجل ووالاہ علی ان یرثه ویعقل عنه اذا جنی او اسلم علی ید غیرہ ووالاہ فالولاء صحیح وعقله علی مولاہ.**

﴿مولی موالات کا بیان﴾

[۲۲۹۰](۱۶) اگر کوئی آدمی کسی آدمی کے ہاتھ پر اسلام لے آئے اور اس سے موالات کر لے اس بات پر کہ وہ وارث ہوں گے۔ اور اس کا تاوان دیں گے اگر اس نے جنایت کی۔ یا دوسرے کے ہاتھ پر اسلام لائے اور اس سے موالات کرے تو ولاء صحیح ہے اور تاوان اس کے مولی پر ہوگا

**تشریح** یہ صورت مولی عتاقہ کی نہیں ہے بلکہ مولی موالات کی ہے۔ یعنی کسی کے ہاتھ پر اسلام لائے اور دونوں میں عہد و پیمان ہو جائے کہ اگر میں مرا تو میری پوری وراثت آپ لیں اور اگر میں نے کوئی جنایت کی تو آپ جنایت کا تاوان دیں اور آپ نے جنایت کی تو میں تاوان دوں گا۔ یا اسلام تو کسی اور کے ہاتھ پر لایا لیکن اس آدمی سے موالات کا عہد و پیمان کیا تو یہ موالات حنفیہ کے نزدیک صحیح ہے۔ لیکن اس کو وراثت کا حق اس وقت ملے گا جب کوئی وارث نہ ہو اور نہ آزاد کرنے والا آقا اور نہ اس کا خاندان موجود ہو۔ تو چونکہ اب یہ مال اخیر میں بیت المال میں جائے گا اس لئے بیت المال سے پہلے مولی موالات کو دیا جائے گا۔

**وجہ** اس آیت میں اس کا اشارہ ہے۔ **والذین عقدت ایمانکم فأتوهم نصیبهم** (الف) (آیت ۳۳ سورۃ النساء ۴) کہ جس کے ساتھ عہد و پیمان کیا ان کو ان کا حق دو۔ دوسری آیت۔ **واولوا الارحام بعضهم اولی ببعض فی کتاب الله** (آیت ۷۵ سورۃ الانفال ۸) سے پہلے آیت منسوخ ہے۔ اس لئے جب تک ذوی الارحام اور ورثہ موجود ہوں گے تو مولی موالات کو وراثت نہیں ملے گی۔ ہاں وہ موجود نہ ہوں تب مولی موالات کو وراثت ملے گی (۲) اثر میں ہے۔ **عن تمیم الداری رفعه قال هو اولی الناس بمحیاه ومماته** (ب) (بخاری شریف، باب اذا اسلم علی یدیہ ص ۱۰۰۰ نمبر ۶۷۵۷) (۳) دوسری حدیث میں ہے۔ **عن ابی امامة ان رسول الله ﷺ قال من اسلم علی یدی رجل فله ولائه** (ج) (سنن للبیہقی، باب ماجاء فی علۃ حدیث روی فیہ عن تمیم الداری مرفوعا ج عاشر ص ۵۰۲ نمبر ۲۱۴۶۴، مصنف عبد الرزاق، باب النصرانی یسلم علی ید رجل ج تاسع ص ۳۹ نمبر ۱۶۲۷۲) اس اثر اور حدیث سے معلوم ہوا کہ مولی موالات کو اخیر میں وراثت ملے گی اگر کوئی وارث نہ ہو۔

**فائدہ** امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ پہلے مولی موالات کا حق تھا۔ آیت **واولوا الارحام بعضهم اولی ببعض فی کتاب الله** (آیت ۷۵ سورۃ الانفال ۸) کے ذریعہ مولی موالات کا حق منسوخ ہو گیا۔ اس لئے اب اس کو وراثت نہیں ملے گی بلکہ اس مال کو بیت المال میں داخل کر دیا جائے گا (۲) اس اثر میں اس کا ثبوت ہے۔ **عن الحسن قالا میراثه للمسلمین** (د) (مصنف عبد الرزاق، باب النصرانی یسلم علی ید رجل ج تاسع ص ۳۹ نمبر ۱۶۲۷۴) اس اثر سے معلوم ہوا کہ وہ مال عام مسلمانوں کا ہے مولی موالات کو نہیں ملے گا۔ اور دیت دینے کی دلیل یہ

حاشیہ : (الف) جن لوگوں نے قسم کا عقد باندھا ان کو ان کا حصہ دو (ب) حضرت تمیم داری نے مرفوعا یہ فرمایا کہ آپؐ نے فرمایا مولی موالات لوگوں سے زیادہ بہتر ہے زندگی میں اور مرنے کے بعد، یعنی اس کو وراثت ملے گی (ج) ابو امامہ سے مروی ہے کہ آپؐ نے فرمایا جس نے کسی آدمی کے ہاتھ پر اسلام لایا اس کو اس کی ولاء ملے گی (د) حضرت حسن نے فرمایا اس کی وراثت مسلمانوں کے لئے ہے یعنی مولی موالات کی۔

**[۲۲۹۱](۱۷)فان مات ولا وارث له فمیراثه للمولی وان کان له وارث فهو اولی منه[۲۲۹۲] (۱۸) وللمولی ان ینتقل عنه بولائه الی غیره مالم یعقل عنه فاذا عقل عنه لم یکن له ان یتحول بولائه عنه الی غیره.**

---

اثر ہے۔عن ابراهیم فی الرجل یوالی الرجل فیسلم علی یدیه قال یعقل عنه ویرثه(الف)(مصنف عبدالرزاق، باب النصرانی یسلم علی یدرجل ج تاسع ص ۳۹ نمبر ۱۶۲۷۲)

[۲۲۹۱](۱۷) پس اگر وہ مرجائے اوراس کا کوئی ورث نہ ہوتو اس کی میراث مولی موالات کے لئے ہوگی۔اور اگر اس کا وارث ہوتو وہ مولی موالات سے زیادہ بہتر ہے۔

**وجہ** آیت اوپر گزر چکی ہے۔واولوا الارحام بعضهم اولی ببعض فی کتاب الله(ب)(آیت ۷۵ سورۃ الانفال ۸) اس آیت میں ذوی الارحام کو مولی موالات سے مقدم رکھا گیا ہے اس لئے مولی کا حق وارثین کے بعد ہوگا(۲) اثر میں ہے۔عن عمر وعلی وابن مسعود ومسروق والنخعی والشعبی ان الرجل اذا مات وترک موالیه الذین اعتقوه ولم یدع ذا رحم الا اما او خالة دفعوا میراثه الیها ولم یورثوا موالیه معها وانهم لایورثون موالیه مع ذی رحم (ج)(مصنف عبدالرزاق، باب میراث ذی القرابۃ ج تاسع نمبر ۱۶۲۰۳) اس اثر سے معلوم ہوا کہ مولی عتاقہ کو ذی رحم کے ہوتے ہوئے نہیں ملے گی۔اسی طرح مولی موالات کو بھی ذی رحم کے ہوتے ہوئے وراثت نہیں ملے گی۔

[۲۲۹۲](۱۸) مولی منتقل کرسکتا ہے اپنی ولاء کو دوسرے کی طرف جب تک کہ اس کی طرف سے جرمانہ نہ بھرا ہو۔پس جب اس کی جانب سے جرمانہ بھر دیا تو اس کے لئے جائز نہیں ہے کہ اپنی ولاء کو دوسرے کی طرف منتقل کرے۔

**وجہ** جب سامنے والے مولی موالات نے پہلے مولی کی جانب سے جرمانہ بھر دیا تو اس پر اس کا حق ہوگیا۔اب وہ اپنی ولاء کو دوسرے کی طرف منتقل کرے گا تو دوسرے مولی موالات کو نقصان ہوگا کہ وہ اس سے اپنی رقم واپس نہیں لے سکے گا۔اور جرمانہ بھرتے وقت تنہا ہو جائے گا اس لئے اب وہ منتقل نہیں کرسکتا(۲) اثر میں ہے۔عن ابراهیم مثل حدیث معمر وزاد وله ان یحول ولائه حیث شاء ما لم یعقل عنه(د)(مصنف عبدالرزاق، باب النصرانی یسلم علی یدرجل ج تاسع ص ۳۹ نمبر ۱۶۲۷۵) اس اثر سے معلوم ہوا کہ جرمانہ بھرا ہو تو ولاء منتقل نہیں کرسکتا ہے۔

---

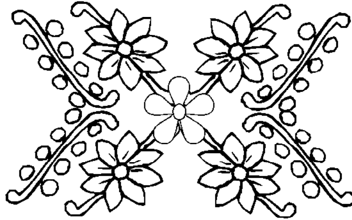
حاشیہ : (الف) ابراہیم سے منقول ہے کوئی آدمی کسی آدمی سے موالات کرے اور اس کے ہاتھ پر اسلام لائے فرمایا اس کی دیت بھی دے گا اور اس کا وارث بھی بنے گا(ب) قریبی رشتہ دار بعض زیادہ بہتر ہیں بعض سے اللہ کی کتاب میں(ج) حضرت عمرؓ، علیؓ، ابن مسعودؓ، مسروق نخعی اور شعبی سے منقول ہے کہ آدمی مرجائے اپنے اس آقا کو چھوڑا جس نے آزاد کیا تھا اور ذی رحم میں محرم میں سے کسی کو نہیں چھوڑا سوائے ماں اور ماموں کے تو وہ اس کی میراث ماں کو دیتے ہیں۔اور ماں کے ساتھ آقا وارث نہیں ہوگا۔وہ حضرات آقا کو ذی رحم محرم کے ساتھ وارث قرار نہیں دیتے(د) حضرت ابراہیم سے ہے آدمی کے لئے جائز ہے کہ اپنی ولاء جدھر چاہے منتقل کرے جب تک مولی موالات اس کی دیت ادا نہ کرے۔یعنی دیت ادا کر دیا تو اب اپنی ولاء منتقل نہیں کرسکتا۔

**[۲۲۹۳](۱۹)ولیس لمولی العتاقة ان یوالی احدا.**

[۲۲۹۳](۱۹)اورآزادشدہ غلام کے لئے جائزنہیں ہے کہ کسی دوسرے کووالی بنائے۔

**تشریح** جوغلام آزادہواوہ چاہے کہ اپنے آزادکرنے والے آقا کے علاوہ کسی اورکواپنی ولاء کا مالک بنائے اوراس کووالی بنائے تو ایسانہیں کر سکتا۔

**وجہ** آزادکرنے کی وجہ سے غلام کا آقا کے ساتھ نسب کی طرح لزوم کا واسطہ ہوگیا۔اس لئے وہ اب الگ نہیں ہوسکتا۔اس لئے آزادشدہ دوسرےکوولاءنہیں دےسکتا(۲)حدیث میں ہے۔**عن النبی ﷺ قال انما الولاء لمن اعتق** (الف)(بخاری شریف،باب الولاء لمن اعتق ومیراث اللقیط ص۹۹۹نمبر۶۷۵۲)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آزادکرنے والےکوہی غلام کی ولاء ملے گی۔اس لئے دوسرے کو نہیں دےسکتا(۳)دوسرے کی طرف ولاءمنتقل کرنے پر یہ وعید ہے۔**قال علیؓ .... ومن والی قوما بغیر اذن موالیه فعلیه لعنة الله والملائکة والناس اجمعین** (ب)(بخاری شریف،باب اثم من تبرأ من موالیہ ص۹۹۹نمبر۶۷۵۵)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دوسری طرف ولاءمنتقل کرنے سے غلام پراللہ کی لعنت ہوگی۔اس لئے منتقل نہیں کرسکتا۔



حاشیہ : (الف) آپؐ نے فرمایاولاءاس کے لئے ہےجس نے آزادکیا(ب)جس نے مولی کی اجازت کے بغیرکسی قوم سے موالات کی اس پراللہ،فرشتے اورتمام لوگوں کی لعنت ہو۔

# ﴿ کتاب الجنایات ﴾

[۲۲۹۴](۱)القتل علی خمسة اوجه عمد وشبه عمد وخطأ وما اجری مجری الخطأ والقتل بسبب[۲۲۹۵] (۲)فالعمد ماتعمَّد ضربه بسلاح او ما اجری مجری السلاح فی

﴿ کتاب الجنایات ﴾

**ضروری نوٹ** آدمی کسی کی جان کوقتل کردے جان کر یا بھول سے اس کو جنایت کہتے ہیں۔اسی طرح کسی عضو کو کاٹ دے جان کر یا بھول کر تو اس کو بھی جنایت اور جرم کہتے ہیں۔اس کا بدلہ لازم ہوتا ہے۔اگر جان کے بدلے جان لے تو اس کو قصاص یا قود کہتے ہیں۔اور جان یا عضو کے بدلے رقم لے تو اس کو دیت کہتے ہیں۔اس کا ثبوت اس آیت میں ہے۔یا ایھا الذین آمنوا کتب علیکم القصاص فی القتلی الحر بالحر والعبد بالعبد والانثی بالانثی فمن عفی له من اخیه شیء فاتباع بالمعروف واداء الیه باحسان ذلک تخفیف من ربکم ورحمة فمن اعتدی بعد ذلک فله عذاب الیم o ولکم فی القصاص حیوة یاولی الالباب لعلکم تتقون (الف)(آیت ۱۷۸/۱۷۹سورۃ البقرۃ ۲) دوسری آیت میں ہے۔وکتبنا علیھم فیھا ان النفس بالنفس والعین بالعین والانف بالانف والاذن بالاذن والسن بالسن والجروح قصاص فمن تصدق به فھو کفارة له (ب)(آیت ۴۵سورۃ المائدۃ ۵)(۳)اور حدیث میں ہے۔عن انس بن مالک ؓ ان یھودیا رض رأس جاریة بین حجرین فقیل لھا من فعل بک ھذا ؟ افلان او أفلان حتی سمی الیھودی فاتی به النبی ﷺ فلم یزل به حتی اقر فرض رأسه بالحجارة (ج)(بخاری شریف، باب سؤال القاتل حتی یقر والاقرار فی الحدود ص ۱۰۱۵ نمبر ۶۸۷۶ رمسلم شریف، باب ثبوت القصاص فی القتل بالحجر وغیرہ ج ثانی ص ۵۸ نمبر ۱۶۷۲)ان آیتوں اور حدیثوں سے جنایت اور قصاص کا ثبوت ہوا۔

[۲۲۹۴](۱)قتل کی پانچ قسمیں ہیں (۱)قتل عمد (۲)قتل شبہ عمد (۳)قتل خطا (۴)قتل جاری مجری خطا (۵) سبب کے ذریعہ قتل۔ ہر ایک کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

[۲۲۹۵](۲)قتل عمد یہ ہے کہ ہتھیار کے ذریعہ مارڈالنے کا ارادہ کرے یا اجزاء کے چور چور کرنے میں ہتھیار کے قائم مقام ہو۔جیسے دھاردار

حاشیہ : (الف)اے ایمان والوتم پر قصاص فرض کیا گیا ہے مقتول کے بارے میں۔آزاد آزاد کے بدلے، غلام غلام کے بدلے، مؤنث مؤنث کے بدلے۔پس اگر کسی نے اپنے بھائی کو معاف کردیا تو معروف کے ساتھ مانگنا ہے۔اور اس کی طرف احسان کے ساتھ ادا کرنا ہے۔یہ تمہارے رب کی جانب سے تخفیف ہے اور رحمت ہے۔اس کے بعد جس نے زیادتی کی اس کے لئے دردناک عذاب ہے۔تمہارے لئے قصاص میں زندگی ہے اے عقل والو! شاید تم تقوی اختیار کرو(ب) ہم نے ان پر فرض کیا کہ نفس نفس کے بدلے، آنکھ آنکھ کے بدلے، ناک ناک کے بدلے، کان کان کے بدلے، دانت دانت کے بدلے اور زخموں کا بھی قصاص ہے۔پس کوئی معاف کردے یہ اس کے لئے کفارہ ہے(ج) حضرت انس ؓ فرماتے ہیں کہ ایک یھودی نے ایک باندی کے سر کو دو پتھروں سے کچل دیا تو اس سے پوچھا گیا کہ یہ کس نے کیا؟ کیا فلاں نے یا فلاں نے؟ یہاں تک کہ یہودی کا نام لیا۔پس حضور ؐ کے سامنے یہودی کو لایا گیا۔اس کو پوچھتے رہے یہاں تک کہ اس نے جرم کا اقرار کیا۔پس اس کے سر کو پتھر سے کچل دیا گیا۔

**تفریق الاجزاء کالمحدد من الخشب والحجر والنار وموجب ذلک الماثم والقود الا ان**

لکڑی اور دھار دار پتھر اور آگ اس سے قتل کرے۔اس کا سبب گناہ ہے اور قصاص ہے۔مگر یہ کہ قاتل کے اولیاء معاف کر دیں اور اس میں کفارہ نہیں ہے۔

**تشریح** قتل عمد کے واقع ہونے کے لئے دو شرطیں ہیں۔ایک تو جان کر حملہ کرے اور دوسری شرط یہ ہے کہ ایسے ہتھیار سے حملہ کرے کہ عموما اس سے موت واقع ہو جاتی ہے اور اعضاء منتشر ہو جاتے ہیں۔جیسے دھار دار لکڑی سے یا دھار دار پتھر سے مارے جس سے اعضاء منتشر ہو جاتے ہوں۔اگر پتھر یا لکڑی دھار دار نہ ہوں تو اس سے قتل عمد ثابت نہیں ہوگا۔

**وجہ** اس کی دلیل یہ حدیث مرسل ہے۔ **عن النعمان بن بشیر قال قال رسول اللہ ﷺ کل شیء خطاء الا السیف ولکل خطاء ارش** (الف) (سنن للبیہقی، باب عمد القتل بالسیف او السکین او مایشق بحدہ ج ثامن، ص ۶۷ نمبر ۱۵۹۸۱ رمصنف ابن ابی شیبۃ ۲ فی الخطاء ماھو ج خامس، ص ۳۴۸ نمبر ۲۷۶۳۷ رمصنف عبد الرزاق، باب عمد السلاح ج تاسع ص ۲۷۳ نمبر ۱۷۱۸۲) اس حدیث مرسل سے معلوم ہوا کہ صرف تلوار سے یا تلوار جیسے دھار دار ہتھیار سے قتل عمد ثابت ہوتا ہے (۲) دوسری روایت میں ہے۔ **عن الحسن قال قال رسول اللہ ﷺ لاقود الا بحدیدۃ** (ب) (مصنف عبد الرزاق، باب عمد السلاح ج تاسع ص ۲۷۳ نمبر ۱۷۱۷۹ رابن ماجہ شریف، باب لاقود الا بالسیف ص ۳۸۴ نمبر ۲۶۶۷) اس حدیث مرسل سے معلوم ہوا کہ کسی بھی دھار دار سے قتل عمد ثابت ہوگا۔چاہے وہ تلوار ہو یا لکڑی یا پتھر۔

**فائدہ** صاحبین کے نزدیک کسی دوسری بھاری چیز سے مارا جو دھار نہ بھی ہو لیکن اس سے عموما موت واقع ہو جاتی ہو تو اس سے قتل عمد ثابت ہوگا۔مثلا دھار دار نہیں ہے لیکن بھاری پتھر ہے یا بھاری لکڑی ہے تو اس سے بھی قتل عمد ثابت ہو جائے گا۔

**وجہ** ایک باندی کے سر کو ایک یہودی نے پتھر سے کچل دیا تھا تو آپؐ نے اس کا قصاص لیا تھا جس سے معلوم ہوا کہ بھاری پتھر سے مارے چاہے وہ دھار دار نہ ہو تب بھی قتل عمد ثابت ہوگا اور قصاص لیا جائے گا۔حدیث کا ٹکڑا یہ ہے۔ **عن انس بن مالک قال خرجت جاریۃ علیھا اوضاح بالمدینۃ قال فرماھا یھودی بحجر ..... فدعا بہ رسول اللہ ﷺ فقتلہ بین الحجرین** (ج) (بخاری شریف، باب اذا قتل بحجر او بعصا ص ۱۰۱۶ نمبر ۶۸۷۷ رمسلم شریف، باب ثبوت القصاص فی القتل بالحجر وغیرہ من المحددات والمثقلات ص ۵۸ نمبر ۱۶۷۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بھاری پتھر سے مارے تب بھی قتل عمد ثابت ہوگا۔

قتل عمد سے گناہ ہوگا اس کا ثبوت اس آیت میں ہے۔ **ومن یقتل مؤمنا متعمدا فجزاءہ جھنم خالدا فیھا وغضب اللہ علیہ ولعنہ واعد لہ عذابا عظیما** (د) (آیت ۹۳ سورۃ النساء ۴) حدیث میں ہے۔ **قال عبد اللہ قال رجل یا رسول اللہ ای الذنب اکبر عند اللہ ؟ قال وان تدعو للہ ندا وھو خلقک. قال ثم ای ؟ قال ثم ان تقتل ولدک خشیۃ ان یطعم معک** (ہ)

---

حاشیہ : (الف) آپؐ نے فرمایا ہر چیز سے قتل خطا ہے مگر تلوار سے اور خطا میں ارش ہے (ب) آپؐ نے فرمایا نہیں قصاص ہے مگر لوہے سے (ج) انس بن مالکؓ نے فرمایا ایک عورت مدینہ میں نکلی اس پر زیور تھے۔فرمایا اس کو یہودی نے پتھر سے مارا.....تو حضورؐ نے اس کو دو پتھروں سے قتل کیا (د) جس مومن کو جان کر قتل کیا تو اس کا بدلہ جہنم ہے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔اس پر اللہ کا غضب ہے اور اس کی لعنت ہے۔اور اللہ نے اس کے لئے بڑا عذاب تیار کیا ہے (ہ) کسی (باقی اگلے صفحہ پر)

**یعفو الاولیاء ولا کفارۃ فیہ [۲۲۹۶] (۳)وشبہ العمد عند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ ان یتعمَّد الضرب بما لیس بسلاح ولا ما اجری مجراہ وقالا رحمہما اللہ اذا ضربہ بحجر عظیم**

---

(بخاری شریف، باب قول اللہ تعالی ومن یقتل مؤمنا متعمدا فجزاءہ جھنم ص۱۰۱۴ نمبر ۶۸۶۱)

اور عمد کا بدلہ قصاص ہے۔ اس کی دلیل اوپر کی آیت۔ **یا ایھا الذین آمنوا کتب علیکم القصاص فی القتلی الحر بالحر والعبد بالعبد والانثی بالانثی فمن عفی لہ من اخیہ شیء فاتباع بالمعروف** (الف) (آیت ۱۷۸ سورۃ البقرۃ) اس آیت سے اس بات کا پتا چلا کہ قتل عمد کا بدلہ قصاص ہے۔ اور یہ بھی پتا چلا کہ اولیاء معاف کرنا چاہے تو معاف کر سکتے ہیں (۲) اوپر یہودی والی حدیث بھی گزری کہ باندی کو پتھر سے مارنے کی وجہ سے قصاص کے طور پر یہودی کا سر کچلا گیا۔

قتل عمد میں کفارہ نہیں ہے۔ کیونکہ قتل عمد کے تذکرے کے وقت قرآن میں کفارہ کا تذکرہ نہیں ہے۔ آیت یہ ہے۔ **ومن یقتل مؤمنا متعمدا فجزاؤہ جھنم خالدا فیھا وغضب اللہ علیہ ولعنہ واعد لہ عذابا عظیما** (ب) (آیت ۹۳ سورۃ النساء ۴) اس میں مومن کے قتل عمد میں عذاب کا تذکرہ ہے اور پہلی آیت میں قصاص کا تذکرہ تھا۔ اس لئے اس میں کفارہ لازم نہیں ہوگا۔ البتہ قتل خطا میں کفارہ لازم ہوگا۔

**فائدہ** امام شافعی فرماتے ہیں کہ جس طرح قتل خطا میں کفارہ لازم ہوتا ہے قتل عمد میں بھی کفارہ لازم ہوگا۔ کیونکہ قتل عمد قتل خطا سے عظیم ہے۔

[۲۲۹۶] (۳) اور شبہ عمد امام ابو حنیفہ کے نزدیک یہ ہے کہ ایسی چیز سے جان کر مارے جو ہتھیار نہ ہو اور نہ قائم مقام ہتھیار ہو۔ اور صاحبین فرماتے ہیں کہ اگر آدمی کو بڑے پتھر سے مارے یا بڑی لکڑی سے مارے تو وہ قتل عمد ہے۔ اور شبہ عمد یہ ہے کہ جان کر ایسی چیز سے مارے جس سے عموما آدمی مرتا نہ ہو۔

**تشریح** اوپر حدیث مرسل سے ثابت کیا کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک قتل عمد کے لئے ضروری ہے کہ دھاردار چیز سے مارے۔ اس لئے جو دھاردار نہ ہو یا ہتھیار نہ ہو یا قائم مقام ہتھیار نہ ہو اس سے جان کر مارا تو قتل عمد نہیں ہوگا بلکہ قتل خطا ہوگا۔ اور اس سے قصاص نہیں بلکہ دیت لازم ہوگی۔ جیسے بڑے پتھر سے مارا تو وہ قتل خطا ہوگا۔ کیونکہ دھاردار نہیں ہے۔ لیکن اگر پتھر دھاردار ہو تو ہتھیار کے قائم مقام ہو کر قتل عمد ہوگا۔ حدیث گزر چکی ہے۔ **عن النعمان بن بشیر ان رسول اللہ ﷺ قال لا قود الا بالسیف** (ج) (ابن ماجہ شریف، باب لا قود الا بالسیف ص۳۸۴ نمبر ۲۶۶۷ / دار قطنی، کتاب الحدود والدیات ج ثالث ص۸۴ نمبر ۳۱۵۰)

**فائدہ** صاحبین فرماتے ہیں کہ کوئی بڑی چیز جس سے عموما موت واقع ہوتی ہو اس سے جان کر مارے تو قتل عمد ہوگا۔ اور ایسی چیز سے مارے

---

حاشیہ : (پچھلے صفحہ سے آگے) آدمی نے پوچھا یا رسول اللہ! کونسا گناہ اللہ کے نزدیک بڑا ہے؟ فرمایا یہ اللہ کا شریک پکارے حالانکہ اس نے تم کو پیدا کیا۔ پوچھا پھر کونسا گناہ؟ پھر فرمایا کہ اس ڈر سے کہ تمہارے ساتھ کھائے اپنی اولاد کو قتل کرے (الف) اے ایمان والو تم پر قصاص فرض کیا گیا ہے مقتول کے بارے میں۔ آزاد آزاد کے بدلے، غلام غلام کے بدلے، مؤنث مؤنث کے بدلے۔ پس کسی نے معاف کر دیا اپنے بھائی کو کچھ تو معروف کے ساتھ پیچھے جانا ہے (ب) کسی نے جان کر مومن کو قتل کیا تو اس کا بدلہ جہنم ہے۔ اس میں ہمیشہ رہے گا۔ اللہ کا اس پر غضب ہے اور اس کی لعنت ہے۔ اور اس کے لئے بڑا عذاب تیار کیا ہے (ج) آپ نے فرمایا نہیں قصاص لے مگر تلوار سے۔

**او بـخشبة عـظيـمة فهـو عـمـد وشبة الـعمد ان يتعمّد ضربه بما لايقتل به غالبا[۲۲۹۷] (۴)وموجب ذلک على القولين الماثم والكفارة ولا قود فيه وفيه دية مغلظة على العاقلة.**

جس سے عموما موت واقع نہیں ہوتی اس سے جان کر مارے جیسے چھڑی سے مارا اور مر گیا تو یہ شبہ عمد ہے۔اس میں دیت، کفارہ اور گناہ لازم ہوں گے قصاص اور قود لازم نہیں ہوگا۔

**وجہ** پہلے باندی والی حدیث گزر چکی ہے کہ پتھر سے یہودی نے سر کچلا تو آپؐ نے قصاص لیا۔اثر میں ہے۔**عن علی قال قتيل السوط والعصا شبه عمد** (الف) (مصنف ابن ابی شیبۃ ۵ شبہ العمد ما ھو ج خامس، ص ۳۴۸ نمبر ۲۶۷۵۷ / مصنف عبد الرزاق، باب شبہ العمد ج تاسع ص ۲۷۸ نمبر ۱۷۱۹۸) اس اثر سے معلوم ہوا کہ ایسی چیز سے مارے جس سے عموما آدمی نہیں مرتا ہے جیسے چھڑی وغیرہ تو اس سے قتل شبہ عمد ہوگا۔

[۲۲۹۷] (۴) دونوں قولوں پر اس کی سزا گناہ ہے اور کفارہ ہے۔اس میں قصاص نہیں ہے بلکہ اس میں عاقلہ پر دیت مغلظہ ہے۔

**تشریح** جس انداز سے بھی قتل شبہ عمد ثابت ہو جائے تو اس کی سزا ایک گناہ عظیم ہے۔دوسرا کفارہ لازم ہوگا مومن غلام یا باندی کو آزاد کرنا۔اور تیسری سزا یہ ہے کہ اس کے عاقلہ پر دیت مغلظہ لازم ہوگی۔

**وجہ** گناہ کی دلیل پہلے گزر چکی۔**ومن يقتل مومنا متعمدا فجزاؤه جهنم خالدا فيها وغضب الله عليه ولعنه واعد له عذابا اليما** (آیت ۹۳ سورۃ النساء ۴) چونکہ یہ قتل بھی عمد ہی ہے اس لئے اس میں بھی آیت کے اعتبار سے گناہ عظیم ہوگا۔اور کفارے کی دلیل یہ آیت ہے۔**ومن قتل مؤمنا خطاء فتحرير رقبة مأمنة ودية مسلمة الى اهله الا ان يصدقوا** (ب) (آیت ۹۲ سورۃ النساء ۴) اس آیت سے معلوم ہوا کہ قتل خطا میں کفارہ اور دیت لازم ہوں گے۔کفارہ میں مومن غلام کو آزاد کرنا ہے اور وہ نہ ملے تو دو ماہ مسلسل روزے رکھنا ہے۔اور عاقلہ پر دیت ہے اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔**ان ابا هريرة قال اقتتلت امرأتان من هذيل فرمت احداهما الاخرى بحجر فقتلتها وما فى بطنها فاختصموا الى النبى ﷺ فقضى ان دية جنينها غرة عبد او وليدة وقضى ان دية المرأة على عاقلتها** (ج) (بخاری شریف، باب جنین المرأۃ وان العقل علی الوالد وعصبۃ الوالد لا علی الولد ص ۱۰۲۰ نمبر ۶۹۱۰ / مسلم شریف، باب دیۃ الجنین ووجوب الدیۃ فی قتل الخطاء وشبہ العمد علی عاقلۃ الجانی ج ثانی ص ۶۲ نمبر ۱۶۸۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دیت قاتل کے عاقلہ پر لازم ہوگی۔قاتل کے آبائی خاندان والوں کو عاقلہ کہتے ہیں۔چونکہ ان لوگوں نے قاتل کو قتل سے نہیں روکا اس لئے ان لوگوں پر تین سال میں ادا کرنا لازم ہوگا۔

---

حاشیہ : (الف) حضرت علیؓ نے فرمایا کوڑے اور لاٹھی کا مقتول شبہ عمد ہے (ب) کسی نے مومن کو غلطی سے قتل کیا تو مومن غلام کو آزاد کرنا ہے اور دیت اس کے وارثین کو سونپنا ہے مگر یہ کہ وہ معاف کر دے (ج) حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ قبیلہ ہذیل کی دو عورتوں نے لڑائی کی۔پس ایک نے دوسرے کو پتھر مارا اور قتل کر دیا اور اس کے پیٹ کے بچے کو بھی مار دیا۔پس وہ مقدمہ حضورؐ کی خدمت میں لائے تو آپؐ نے فیصلہ فرمایا کہ بچے کی دیت ایک غلام یا باندی ہے اور یہ فیصلہ فرمایا کہ عورت کی دیت اس کے عاقلہ پر ہے۔

**[۲۲۹۸](۵)والخطأ علی وجھین خطأ فی القصد وھو ان یرمی شخصا یظنه صیدا فاذا ھو آدمی[۲۲۹۹] (۶)وخطأ فی الفعل وھو ان یرمی غرضا فیصیب آدمیا [۲۳۰۰](۷)وموجب ذلک الکفارۃ والدیة علی العاقلة ولا مأثم فیه.**

**لغت** عاقلة : آدمی کا خاندان، اس کے اہل حرفت لوگ کو عاقلہ کہتے ہیں جو دیت برداشت کرتے ہیں۔

دیت کی تعداد یہ ہے : ایک سو اونٹ یا ایک ہزار دینار یا دس ہزار درہم یا دو سو گائیں۔ شبہ عمد میں پچیس حقہ، پچیس جذعہ، پچیس بنت لبون اور پچیس بنت مخاض دیت لازم ہوگی۔ دلیل یہ اثر ہے۔ قال عبد اللہ فی شبه العمد خمس وعشرون حقة وخمس وعشرون جذعة وخمس وعشرون بنات لبون وخمس وعشرون بنات مخاض (الف) (ابوداؤد شریف، باب فی دیۃ الخطاء شبہ العمد ص ۲۷۷ نمبر ۴۵۵۳ / ترمذی شریف، باب ماجاء فی الدیۃ کم ھی من الابل ص ۲۵۸ نمبر ۱۳۸۶) یہ دیت مغلظہ ہے۔ اور دیت مغلظہ کی دلیل یہ اثر ہے۔ عن عثمان بن عفانؓ وزید بن ثابتؓ فی المغلظة اربعون جذعة خلفة وثلاثون حقة وثلاثون بنات لبون وفی الخطاء ثلاثون حقة وثلاثون بنات لبون وعشرون بنی لبون ذکورا وعشرون بنات مخاض (ب) (ابوداؤد شریف، باب فی دیۃ شبہ العمد ص نمبر ۴۵۵۴) اس اثر میں ہے کہ دیت مغلظہ کیا ہے۔

[۲۲۹۸] (۵) اور قتل خطا دو طریقے پر ہیں (۱) ایک غلطی ارادے میں، وہ یہ ہے کہ کسی آدمی کو تیر مارے شکار سمجھ کر اور وہ آدمی تھا۔

**تشریح** قتل خطا کی دو قسمیں ہیں۔ ایک خطا فی القصد، ارادے میں غلطی۔ اس کی صورت یہ ہے کہ شکار سمجھ کر تیر مارے لیکن حقیقت میں وہ آدمی ہو۔ اس صورت میں ارادے میں غلطی ہے۔

[۲۲۹۹] (۶) دوسری صورت خطا فی الفعل ہے۔ وہ یہ ہے کہ تیر پھینکے نشانہ پر۔ پس وہ آدمی کو لگ جائے۔

**تشریح** نشانہ پر تیر پھینکا۔ اس کا ارادہ آدمی کو مارنے کا نہیں تھا لیکن اس کو جا کر لگ گئی اور مر گیا تو یہ فعل میں غلطی ہوئی۔ تاہم دونوں صورتیں غلطی کی ہیں۔ کتب عمر بن عبد العزیز فی الخطاء ان یرید امرا فیصیب غیرہ (ج) (مصنف عبد الرزاق، باب الخطاء ج تاسع ص ۲۸۱ نمبر ۱۷۲۰۹)

[۲۳۰۰] (۷) اس کا موجب کفارہ ہے اور دیت ہے عاقلہ پر اور اس میں گناہ نہیں ہے۔

**تشریح** گناہ تو اس لئے نہیں ہے کہ جان کر قتل نہیں کیا بلکہ غلطی سے قتل کیا اس لئے گناہ نہیں ہوگا۔ اور کفارہ ہے اس کی دلیل یہ آیت ہے۔ ومن قتل مومنا خطاء فتحریر رقبة مومنة ودیة مسلمة الی اھله الا ان یصدقوا (د) (آیت ۹۲ سورۃ النساء ۴) اس آیت میں

---

حاشیہ : (الف) حضرت عبد اللہ نے فرمایا شبہ عمد میں پچیس حقہ، پچیس جذعہ، پچیس بنت لبون اور پچیس بنت مخاض ہے (ب) زید بن ثابت دیت مغلظہ میں فرماتے ہیں چالیس جذعہ خلعہ، تیس حقہ، تیس بنت لبون اور قتل خطا میں تیس حقہ، تیس بنت لبون، بیس بنی لبون مذکر اور بیس بنت مخاض (ج) عمر بن عبد العزیز نے قتل خطا میں لکھا کہ ایک آدمی کو مارنا چاہتا ہو اور دوسرے کو لگ گیا (د) کسی نے مومن کو غلطی سے قتل کیا تو مومن غلام کو آزاد کرنا ہے اور اس کے ورثہ کو دیت سونپنا ہے مگر یہ کہ معاف کر دے۔

**[۲۳۰۱] (۸)وما اجری مجری الخطأ مثل النائم ینقلب علی رجل فیقتله فحکمه حکم الخطأ [۲۳۰۲](۹)واما القتل بسبب کحافر البئر وواضع الحجر فی غیر ملکه.**

---

کفارے کا تذکرہ ہے اور دیت کا بھی تذکرہ ہے۔دیت ایک سو اونٹ ہے۔بیس حقہ،بیس جذعہ،بیس بنت مخاض،بیس بنت لبون اور بیس بنی مخاض مذکر۔حدیث یہ ہے۔**عن عبد اللہ بن مسعود قال قال رسول اللہ ﷺ فی دیة الخطاء عشرون حقة وعشرون جذعة وعشرون بنت مخاض وعشرون بنت لبون وعشرون بنی مخاض ذکر** (الف)(ابوداؤد شریف،باب الدیۃ کم ھی ص ۲۷۷ نمبر ۴۵۴۵ رترمذی شریف باب ماجاء فی الدیۃ کم ھی من الابل ص ۲۵۸ نمبر ۱۳۸۶)اس حدیث سے دیت خطا کی تعداد اور کیفیت معلوم ہوئی۔

[۲۳۰۱](۸)اور چوتھی قسم ہے قائم مقام خطا،مثلا سونے والا کسی آدمی پر کروٹ لے اور اس کو مارڈالے۔اس کا حکم قتل خطا کا حکم ہے۔

**تشریح** آدمی سویا ہوا ہو اور کسی آدمی پر کروٹ لے لے جس کی وجہ سے وہ مرجائے اس کو قائم مقام خطا کہتے ہیں۔اس کا حکم قتل خطاء کی طرح ہے۔یعنی اس میں کفارہ لازم ہوگا اور دیت خطا لازم ہوگی۔

**وجہ** سونے والے نے احتیاط نہیں کیا اور ایسی جگہ سویا جس سے قتل واقع ہوسکتا ہو اس لئے اس کو قائم مقام خطا کہتے ہیں(۲)حدیث میں اس کا اشارہ ہے۔**عن ابن عباس قال رسول اللہ ﷺ من قتل فی عمیا او رمیا بحجر او عصی او بسوط عقله عقل خطاء** (ب)(دار قطنی،کتاب الحدود والدیات وغیرہ ج ثالث ص ۷۶ نمبر ۳۱۱۳ رابوداؤد شریف،باب من قتل فی عمیا بین قوم ص ۲۸۳ نمبر ۴۵۳۹)اس حدیث میں **من قتل فی عمیا** سے اشارہ ہے کہ انجانے میں اور اندھیرے میں قتل کردے تو اس کی دیت قتل خطاء کی طرح ہے۔

[۲۳۰۲](۹)پانچویں قسم قتل سبب ہے۔جیسے دوسرے کی ملکیت میں کنواں کھودنے والا اور پتھر رکھنے والا۔

**تشریح** خود قتل نہیں کیا بلکہ ایسا سبب اختیار کیا جس سے لوگ گر کر مر گئے یا ٹھوکر کھا کر مر گئے۔مثلا دوسرے کی ملکیت میں کنواں کھود دیا اور اس میں آدمی گر کر مر گیا تو اس آدمی نے خود نہیں مارا لیکن کنواں کھودنا ایسا سبب اختیار کیا جس کی وجہ سے آدمی مرا ہے۔اس لئے یہ قتل بسبب ہوا۔اسی طرح دوسرے کی زمین میں بڑا سا پتھر رکھ دیا جس سے ٹھوکر کھا کر آدمی مر گیا تو ایسا سبب اختیار کیا جس سے مرا تو یہ قتل بسبب ہوا۔دوسرے کی ملکیت میں کنواں کھودے تو جرم ہے۔اور اپنی ملکیت میں مناسب جگہ پر کنواں کھودا اور اس میں آدمی گر کر مر گیا تو یہ جرم نہیں ہے۔اس کے کھودنے والے پر دیت لازم نہیں ہوگی۔

**وجہ** اس کے لئے یہ حدیث ہے۔**عن ابی هریرة ان رسول اللہ ﷺ قال العجماء جرحها جبار والبیر جبار والمعدن جبار وفی الرکاز الخمس** (ج)(بخاری شریف،باب المعدن جبار والبئر جبار ص ۱۰۲۱ نمبر ۶۹۱۲)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اپنی ملکیت

---

(الف)آپؐ نے فرمایا دیت خطاء میں بیس حقہ،بیس جذعہ،بیس بنت مخاض،بیس بنت لبون اور بیس بنی مخاض ہیں(ب)آپؐ نے فرمایا کسی نے اندھیرے میں قتل کیا یا پتھر سے قتل کیا یا لاٹھی سے یا کوڑے سے مارا تو اس کی دیت دیت خطا ہے(ج)آپؐ نے فرمایا جانور کا زخمی کیا ہوا معاف ہے،کنویں میں گرا ہوا (باقی اگلے صفحہ پر)

**[۲۳۰۳] (۱۰) وموجبه اذا تلف فیه آدمی الدية على العاقلة ولا كفارة فيه [۲۳۰۴] (۱۱) والقصاص واجب بقتل كل محقون الدم على التابيد اذا قتل عمدا.**

میں مناسب جگہ میں کنواں کھودا اور اس میں آدمی گر کر مر جائے تو وہ معاف ہے۔ کھودنے والے پر دیت لازم نہیں ہوگی۔ اور دوسرے کی جگہ میں بنایا اور گر کر مرا تو دیت لازم ہوگی۔ **عن ابراهيم قال من حفر في غير بنائه او بنى في غير سمائه فقد ضمن** (الف) (مصنف عبد الرزاق، باب الجدار المائل والطریق ج عاشر ص ۷۴ نمبر ۱۸۴۰۹ رمصنف ابن ابی شیبۃ ۱۹۱ الرجل یخرج من حدہ شیئا فیصیب انسانا ج خامس، ص ۳۹۸، نمبر ۲۷۳۴۵ ر ۲۷۳۴۸) اس اثر سے معلوم ہوا کہ غیر کی زمین میں کنواں کھودا تو دیت دینی ہوگی۔

**اصول** سبب کے طور پر جرم کیا ہو تو دیت دینی ہوگی۔

**لغت** حافر : کنواں کھودنے والا۔

[۲۳۰۳] (۱۰) اس کی سزا اگر اس میں آدمی ضائع ہو جائے دیت ہے عاقلہ پر اور اس میں کفارہ نہیں ہے۔

**وجہ** چونکہ قتل خطا بھی نہیں ہے بلکہ اس کے سبب سے مرا ہے اس لئے قتل خطا سے کم درجہ ہوا۔ اس لئے اس میں کفارہ نہیں ہے (۲) اوپر حدیث گزری البئر جبار کہ کنواں میں گر جائے تو دیت نہیں ہے اس لئے اس میں کفارہ بھی نہیں ہے۔ اور اوپر کے اثر کی وجہ سے عاقلہ پر دیت ہے۔ **عن ابراهيم قال من حفر في غير بنائه او بنى في غير سمائه فقد ضمن** (ب) (مصنف عبد الرزاق، باب الجدار المائل والطریق ج عاشر ص ۷۴ نمبر ۱۸۴۰۹ رمصنف ابن ابی شیبۃ ۱۹۱ الرجل یخرج من حدہ شیئا فیصیب انسانا ج خامس ص ۳۹۸ نمبر ۲۷۳۴۵)

[۲۳۰۴] (۱۱) قصاص واجب ہوتا ہے ہمیشہ کے طور پر محفوظ الدم کو قتل کرنے سے جبکہ جان بوجھ کر قتل کرے۔

**تشریح** ایسا آدمی جس کا خون مرتد ہونے یا زنا کرنے یا کسی کو قتل کرنے سے مباح الدم نہ ہو اور ہمیشہ کے طور پر اس کا خون محفوظ ہو اس کو جان بوجھ کر کوئی قتل کرے تو اس قتل کرنے پر قصاص واجب ہوتا ہے۔ یعنی جیسا اس نے قتل کیا قاتل کو بھی قتل کر دیا جائے گا۔

**وجہ** قصاص واجب ہونے کی دلیل یہ آیت ہے۔ **وكتبنا عليهم فيها ان النفس بالنفس والعين بالعين والانف بالانف والاذن بالاذن والسن بالسن والجروح قصاص فمن تصدق به فهو كفارة له** (ج) (آیت ۴۵ سورۃ المائدۃ ۵) یہ حدیث بھی ہے۔ (۲) **حدثنى ابو هريرة قال لما فتح على رسول الله مكة قام فى الناس فحمد الله واثنى عليه ثم قال ومن قتل له قتيل فهو بخير النظرين اما ان يعفو واما ان يقتل** (د) (ترمذی شریف، باب ماجاء فی حکم ولی القتیل فی القصاص والعفو ص ۲۶۰ نمبر ۱۴۰۵)

---

حاشیہ : (پچھلے صفحہ سے آگے) معاف ہے، کان میں مرا ہوا معاف ہے اور رکاز خزانہ میں پانچواں حصہ ہے (الف) حضرت ابراہیم نے فرمایا کسی نے اپنی عمارت کے علاوہ میں گڑھا کھودا یا اپنی ملکیت کے علاوہ میں عمارت بنائی تو ضامن ہوگا (ب) حضرت ابراہیم نے فرمایا کسی نے اپنی عمارت کے علاوہ میں گڑھا کھودا یا اپنی ملکیت کے علاوہ میں تعمیر کی تو ضامن ہوگا (ج) ہم نے لوگوں پر فرض کیا تورات میں کہ جان جان کے بدلے، آنکھ آنکھ کے بدلے، ناک ناک کے بدلے، کان کان کے بدلے، دانت دانت کے بدلے اور زخموں میں بھی برابر ہوں۔ اور جو معاف کر دے تو وہ کفارہ ہوگا اس کے لئے (د) جب حضورؐ پر مکہ فتح ہوا تو آپؐ نے اللہ کی تعریف اور تمہید کی۔ پھر فرمایا جس کا آدمی قتل ہو جائے اسے دو اختیار ہیں یا معاف کرے یا قتل کرے۔

## [۲۳۰۵] (۱۲) ويقتل الحر بالحر والحر بالعبدوالعبد بالحر والعبد بالعبد والمسلم

اس آیت اور حدیث سے معلوم ہوا کہ قتل عمد میں قصاص لازم ہے۔البتہ ولی کو معاف کرنے کا حق ہے۔ یہ تین آدمی محفوظ الدم نہیں ہے زانی،مرتد اور قاتل۔حدیث میں ہے۔عن عبد الله بن مسعود قال قال رسول الله ﷺ لا يحل دم امرئ مسلم يشهد ان لااله الاالله وانی رسول الله الا باحدى ثلاث الثيب الزانی والنفس بالنفس والتارک لدينه المفارق للجماعة (الف) (ترمذی شریف، باب ماجاء لایحل دم امرئ مسلم الا باحدی ثلاث ص ۲۵۹ نمبر ۱۴۰۲/مسلم شریف، باب ما یباح بہ دم المسلم ص ۵۹ نمبر ۱۶۷۶)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مرتد،زانی اور قاتل کا خون محفوظ نہیں ہے۔اس کے علاوہ کا خون محفوظ ہے۔اس لئے اس کو قتل کرنے سے قصاص لازم ہوگا۔

[۲۳۰۵] (۱۲) قتل کیا جائے گا آزاد آزاد کے بدلے اور آزاد غلام کے بدلے اور غلام آزاد کے بدلے اور غلام غلام کے بدلے اور مسلمان ذمی کے بدلے۔

**تشریح** آزاد آدمی آزاد آدمی کو قتل کر دے چاہے وہ مرد ہو یا عورت،قاتل کو قصاص میں قتل کیا جائے گا۔اور آزاد آدمی کسی دوسرے کے غلام کو قتل کر دے تو غلام کے بدلے آزاد آدمی قتل کیا جائے گا۔اور مسلمان نے ذمی کافر کو قتل کر دیا تو ذمی کے بدلے مسلمان قتل کیا جائے گا۔

**وجہ** آیت میں ہے۔يا ايها الذين آمنوا كتب عليكم القصاص فی القتلى الحر بالحر والعبد بالعبد والانثى بالانثى فمن عفى له من اخيه شیء فاتباع بالمعروف واداء اليه باحسان (ب) (آیت ۱۷۸ سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت سے معلوم ہوا کہ آزاد آزاد کے بدلے اور غلام غلام کے بدلے قتل کیا جائے گا۔اور آزاد مرد ہو یا عورت دونوں شامل ہیں (۲) حدیث گزر چکی ہے کہ ایک باندی کے بدلے یہودی کو پتھر سے کچل کر مارا جس سے معلوم ہوا کہ عورت کے بدلے مرد کو قتل کیا جائے گا۔(بخاری شریف، باب اذا قتل بحجر او بعصا ص ۱۰۱۶ نمبر ۶۸۷۷)اور غلام کے بدلے آزاد کو قتل کیا جائے گا اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔عن سمرة بن جندب قال قال رسول الله ﷺ من قتل عبده قتلناه ومن جدع عبده جدعناه (ج) (ترمذی شریف، باب ماجاء فی الرجل یقتل عبدہ ص ۲۶۱ نمبر ۱۴۱۴/ابن ماجہ شریف، باب ھل یقتل الحر بالعبد ص ۳۸۳ نمبر ۲۶۶۳/ابو داؤد شریف، باب من قتل عبدہ او مثل بہ ص ۲۷۲ نمبر ۴۵۱۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آزاد آدمی غلام کو قتل کر دے تو آزاد کو قتل کیا جائے گا۔اور غلام آزاد کو قتل کر دے تو غلام بدرجۂ اولی قصاص میں قتل کیا جائے گا۔

**فائدہ** امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ غلام کے بدلے آزاد نہیں قتل کیا جائے گا۔

---

حاشیہ : (الف) آپؐ نے فرمایا کسی مسلمان کا خون حلال نہیں ہے جو لا الہ الا اللہ الخ پڑھتا ہو مگر تین طریقوں سے۔ایک ثیب زانی ہو،دوسرا جان جان کے بدلے،تیسرا دین کو چھوڑنے والا جماعت سے دور رہنے والا (ب) اے ایمان والو تم پر قصاص فرض کیا گیا ہے مقتول کے بارے میں۔آزاد آزاد کے بدلے،غلام غلام کے بدلے،مؤنث مؤنث کے بدلے۔پس اگر کسی نے اپنے بھائی کو معاف کر دیا تو معروف کے ساتھ مانگنا ہے۔اور اس کی طرف احسان کے ساتھ ادا کرنا ہے (ج) آپؐ نے فرمایا کسی نے اپنا غلام قتل کیا تو میں اس کو قتل کروں گا اور اس کی ناک کاٹی تو میں اس کی ناک کاٹوں گا۔

**بالذمی[۲۳۰۶] (۱۳)ولا یقتل المسلم بالمستأمن.**

وجہ ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔ **عن ابن عباس ان النبی ﷺ قال لایقتل حر بعبد** (الف)(دار قطنی، کتاب الحدود والدیات ج ثالث ص۱۰۰ نمبر۳۲۲۵ رسنن للبیہقی، باب لایقتل حر بعبد ج ثامن ص۶۳ نمبر۱۵۹۳۹)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غلام کے بدلے آزاد قتل نہیں کیا جائے گا۔

اور کافر کے بدلے میں مسلمان قتل کیا جائے گا اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ **عن ابن عمرؓ ان رسول اللہ ﷺ قتل مسلما بمعاھد وقال انا اکرم من وفی بذمتہ** (ب)(دار قطنی، کتاب الحدود والدیات ج ثالث ص۱۰۱ نمبر۳۲۳۲ رسنن للبیہقی، باب بیان ضعف الخبر الذی روی فی قتل المؤمن بالکافر وما جاء عن الصحابۃ فی ذلک ج ثامن ص۳۰ نمبر۱۵۹۱۷)اس سے معلوم ہوا کہ کافر کے بدلے میں مسلمان قتل کیا جائے گا۔

فائدہ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ کافر کے بدلے مسلمان قتل نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ اگر مسلمان نے قتل کر دیا تو اس پر کافر کی دیت کاملہ لازم ہوگی

وجہ حدیث میں ہے۔ **سالت علیاؓ ھل عندکم شیء مما لیس فی القرآن ؟ ... قال العقل وفکاک الاسیر وان لا یقتل مسلم بکافر** (ج)(بخاری شریف، باب لایقتل المسلم بالکافر ص۱۰۲۱ نمبر۶۹۱۵ رابوداؤد شریف، باب ایقاد المسلم من الکافر ص۲۷۵ نمبر۴۵۳۰)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کافر کے بدلے مسلمان کو قتل نہیں کا جائے گا (۲) یوں بھی کافر کا خون حلال ہے اس لئے اس کے بدلے مسلمان کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ اس کی دیت لازم کی جائے گی۔

[۲۳۰۶](۱۳)مسلمان امن لئے ہوئے آدمی کے بدلے قتل نہیں کیا جائے۔

تشریح کوئی کافر دار الکفر سے امن لیکر دار الاسلام میں آیا ہے اور اس کو کسی مسلمان نے قتل کر دیا تو اس مستامن کے بدلے مسلمان کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ اگر اس کے ملک کے ساتھ عہد و پیمان ہے تو اس کی دیت دی جائے گی۔

وجہ آیت میں ہے۔ **وان کان من قوم بینکم وبینھم میثاق فدیۃ مسلمۃ الی اھلہ وتحریر رقبۃ مؤمنۃ** (د)( آیت ۹۲ سورۃ النساء۴)اس آیت سے معلوم ہوا کہ دیت دینی ہوگی۔ اور یہ بھی اندازہ ہوا کہ مسلمان قتل نہیں کیا جائے گا (۲) اوپر کی حدیث گزری۔ **ان لایقتل مسلم بکافر** (ہ)(بخاری شریف، نمبر ۶۹۱۵ رابوداؤد شریف، نمبر ۴۵۳۰)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کافر کے بدلے مسلمان قتل نہیں کیا جائے گا۔ چونکہ یہ کافر ہے اس لئے اس کے بدلے مسلمان قتل نہیں کیا جائے گا (۳) یہ کافر دار الحرب سے آیا ہے۔ دار الاسلام نے اس کی کوئی ذمہ داری نہیں لی ہے اس لئے یہ محفوظ الدم نہیں ہے۔ اس لئے بھی مسلمان قتل نہیں کیا جائے گا۔ اس کے برخلاف ذمی کا ذمہ دار

---

حاشیہ : (الف) آپؐ نے فرمایا آزاد غلام کے بدلے قتل نہیں کیا جائے گا (ب) آپؐ نے مسلمان کو معاہد ذمی کے بدلے میں قتل کیا اور فرمایا میں زیادہ مناسب ہوں کہ اس کے ذمہ کو نبھاؤں (ج) میں نے حضرت علیؓ سے پوچھا کیا آپ کے پاس کوئی ایسی چیز ہے جو قرآن میں نہیں ہے؟...دیت اور قیدیوں کو آزاد کرنا اور یہ کہ مسلمان کو کافر کے بدلے میں قتل نہ کرنا (د) اگر کسی قوم تمہارے اور ان کے درمیان عہد و پیمان ہے تو اس کے وارث کو دیت سپرد کرنا ہے اور مومن غلام کو آزاد کرنا بھی ہے یعنی قتل کے بدلے (ہ) مسلمان کو کافر کے بدلے قتل نہ کیا جائے۔

**[۲۳۰۷] (۱۴) ویقتل الرجل بالمرأۃ والکبیر بالصغیر والصحیح بالاعمی والزمن**

**[۲۳۰۸] (۱۵) ولا یقتل الرجل بابنہ ولا بعبدہ ولا بمدبرہ ولا بمکاتبہ ولا بعبد ولدہ**

---

الاسلام نے لیا ہے اس لئے اس کے بدلے مسلمان قتل کیا جائے گا۔

[۲۳۰۷] (۱۴) اور مرد قتل کیا جائے گا عورت کے بدلے اور بڑا قتل کیا جائے گا چھوٹے کے بدلے اور صحیح اندھے اور اپاہج کے بدلے۔

**وجہ** یہ لوگ دین کے اعتبار سے برابر ہیں اس لئے مرد اور عورت اور چھوٹے اور بڑے یا تندرست اور اپاہج کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ ہر ایک دوسرے کے بدلے قتل کئے جائیں گے۔

**وجہ** حدیث میں ہے کہ عورت کے بدلے یہودی مرد کو پتھر سے کچل کر مارا۔ **عن انس بن مالک ان النبی ﷺ قتل یھودیا بجاریۃ قتلھا علی اوضاح لھا** (بخاری شریف، باب قتل الرجل بالمرأۃ ص ۱۰۱۷ نمبر ۶۸۸۵ رمسلم شریف، باب ثبوت القصاص فی القتل بالحجر وغیرہ من المحددات والمثقلات وقتل الرجل بالمرأۃ ص ۵۸ نمبر ۱۶۷۲)

[۲۳۰۸] (۱۵) آدمی اپنے بیٹے کے بدلے قتل نہیں کیا جائے گا اور نہ اپنے غلام کے بدلے اور نہ اپنے مدبر کے بدلے اور نہ اپنے مکاتب کے بدلے اور اپنے بیٹے کے غلام کے بدلے۔

**تشریح** باپ اپنے بیٹے کو قتل کردے تو بیٹے کے بدلے باپ کو قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ دیت لازم کی جائے گی۔ یا آقا نے اپنے غلام کو قتل کر دیا تو غلام کے بدلے آقا کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ البتہ دیت لازم ہوگی اور تعزیر کی جائے گی۔

**وجہ** والد کی عزت واحترام ہے اس کی وجہ سے لڑکے کی وجہ سے والد کو قتل نہیں کیا جائے گا (۲) حدیث میں ہے۔ **عن ابن عباس عن النبی ﷺ قال لاتقام الحدود فی المساجد ولا یقتل الوالد بالولد** (الف) (ترمذی شریف، باب ماجاء فی الرجل یقتل ابنہ ایقاد منہ ام لا ص ۲۵۹ نمبر ۱۴۰۱ رابن ماجہ شریف، باب لا یقتل الوالد بولدہ نمبر ۲۶۶۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ لڑکے کی وجہ سے والد کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ اور غلام کی وجہ سے آقا قتل نہیں کیا جائے گا اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ **عن عمر بن شعیب عن ابیہ عن جدہ ان رجلا قتل عبدہ متعمدا فجلدہ رسول اللہ ﷺ مائۃ ونفاہ سنۃ ومحی سھمہ من المسلمین. وفی روایت دارقطنی ،ولم یقدہ بہ وامرہ ان یعتق رقبۃ** (ب) (دارقطنی، کتاب الحدود والدیات ج ثالث ص ۱۰۵ نمبر ۳۲۵۴ رابن ماجہ شریف، باب ھل یقتل الحر بالعبد؟ ص ۳۸۳ نمبر ۲۶۶۴) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آقا کو قتل نہیں کریں گے بلکہ اس سے دیت لی جائے گی۔ اور غلام ہی کے درجے میں مدبر اور مکاتب ہے۔ اس لئے ان کو قتل کرنے سے بھی آقا پر قصاص نہیں ہے۔ اور لڑکے پر باپ کا احترام ضروری ہے اس لئے لڑکے کے غلام کو قتل کرنے سے بھی باپ کو قتل نہیں کیا جائے گا (۲) اوپر حدیث گزری۔ **انت ومالک لوالدک ان اولادکم من اطیب کسبکم**

---

حاشیہ : (الف) آپؐ نے فرمایا حدود مساجد میں قائم نہ کیا جائے اور نہ والد کو لڑکے کے بدلے قتل کرے (ب) حضرت عمر بن شعیب فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے جان بوجھ کر اپنے غلام کو قتل کیا تو حضورؐ نے اس کو سو کوڑے لگائے اور ایک سال تک شہر بدر کیا۔ اور مسلمانوں کے مال غنیمت سے اس کا حصہ ختم کر دیا۔ اور دارقطنی کی روایت میں ہے کہ اس سے قصاص نہیں لیا اور اس کو حکم دیا کہ غلام آزاد کرے۔

## [۲۳۰۹] (۱۶) ومن ورث قصاصا علی ابیه سقط [۲۳۱۰] (۱۷) ولا یستوفی القصاص

فکلوا من کسب اولادکم (الف) (ابوداؤد شریف، باب الرجل یاکل من مال ولدہ ص ۱۴۱ نمبر ۳۵۳۰) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ لڑکے کا مال باپ کا مال ہے اس اعتبار سے لڑکے کا غلام باپ کا غلام ہوا اور اوپر حدیث گزری کہ اپنے غلام کو قتل کرنے سے آقا قتل نہیں کیا جائے گا۔ اس لئے بیٹے کے غلام یا مدبر یا مکاتب قتل کرنے سے باپ قتل نہیں کیا جائے گا۔ البتہ دیت لازم ہوگی۔

[۲۳۰۹] (۱۶) کوئی وارث ہو جائے قصاص کا اپنے باپ پر تو وہ ساقط ہو جائے گا۔

**تشریح** مثلا باپ نے بیٹے کی ماں کو قتل کیا جس کی وجہ سے باپ پر قصاص لازم تھا۔ لیکن ماں کے وارث ہونے کی وجہ سے بیٹا قتل کا حقدار تھا اس لئے باپ سے یہ قتل ساقط ہو جائے گا۔

**وجہ** اوپر حدیث گزری۔ لایقاد الوالد بالولد (ترمذی شریف، نمبر ۱۴۰۰/ ابن ماجہ شریف، نمبر ۲۶۶۱) اور اگر بیٹے کے ساتھ دوسرے لوگ بھی وارث تھے تب بھی قتل ساقط ہو جائے گا۔ کیونکہ بعض اولیاء کی جانب سے قتل ساقط ہو جائے تو پورے کی جانب سے ساقط ہو جائے گا۔ دلیل یہ حدیث ہے۔ حدثنی عائشۃؓ ان النبی ﷺ قال علی المقتتلین ان ینحجزوا الاول فالاول وان کانت امرأۃ (ب) (سنن للبیہقی، باب عفو بعض الاولیاء عن القصاص دون بعض ج ثامن، ص ۱۰۵، نمبر ۱۶۰۷۰) (۲) ان عمر بن الخطاب رفع الیہ رجل قتل رجلا فاراد اولیاء المقتول قتلہ فقالت اخت المقتول وھی امرأۃ القاتل قد عفوت عن حصتی من زوجی فقال عمر عتق الرجل من القتل (ج) (مصنف عبد الرزاق، باب العفو ج عاشر ص ۱۳ نمبر ۱۸۱۸۸) اس اثر سے معلوم ہوا کہ وارث اپنا حصہ معاف کر دے تو باقی ورثہ قاتل کو قتل نہیں کر سکتے بلکہ اب دیت لیں گے۔

[۲۳۱۰] (۱۷) قصاص نہیں لیا جائے گا مگر تلوار سے۔

**تشریح** قاتل نے چاہے اعضاء کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے مارا ہو لیکن اس سے قصاص اس طرح نہیں لیا جائے گا بلکہ تلوار سے ایک مرتبہ مار کر قتل کر دیا جائے گا۔

**وجہ** حدیث میں ہے۔ عن ابی بکرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ لاقود الا بالسیف (د) (ابن ماجہ شریف، باب لاقود الا بالسیف ص ۳۸۴ نمبر ۲۶۶۸/ دار قطنی، کتاب الحدود والدیات ج ثالث ص ۸۴ نمبر ۳۱۴۹) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قصاص تلوار سے لیا جائے گا۔

**فائدہ** امام شافعی فرماتے ہیں کہ برابری کے لئے جس طرح قاتل نے قتل کیا ہے اسی طرح قصاص میں قتل کیا جائے گا۔

**وجہ** (۱) تاکہ مساوات اور برابری ہو جائے (۲) حدیث میں ہے کہ ایک باندی کو یہودی نے پتھر سے کچل کر مارا تھا تو حضورؐ نے یہودی کو پتھر

---

حاشیہ : (الف) تم اور تمہارا مال تمہارے والد کے لئے ہیں۔ تمہاری اولاد تمہاری اچھی کمائی ہے۔ اس لئے اولاد کی کمائی سے کھاؤ (ب) آپؐ نے فرمایا قتل ہونے والے روک دیتے ہیں پہلے دسرے والے کو اگر چہ عورت کیوں نہ ہو۔ یعنی عورت معاف کر دے تو سب کی جانب سے قتل معاف ہو جائے گا (ج) حضرت عمرؓ کے پاس مقدمہ پیش ہوا کہ ایک آدمی نے ایک آدمی کو قتل کیا۔ پس مقتول کے اولیاء نے اس کو قتل کرنا چاہا تو مقتول کی بہن نے کہا وہ قاتل کی بیوی بھی تھی کہ میں نے اپنا حصہ شوہر کو معاف کیا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ قاتل قتل سے آزاد ہو گیا (د) آپؐ نے فرمایا قصاص نہ لیا جائے مگر تلوار سے۔

**الا بـالسيف[ ۲۳۱۱] (۱۸)واذا قتل المكاتب عمدا وليس له وارث الا المولى فله القصاص ان لم يترك وفاءً[ ۲۳۱۲] (۱۹)وان ترك وفاءً ووارثه غير المولى فلا**

سے کچل کر قصاص لیا۔عن انسؓ ان يهوديا قتل جارية على اوضاح لها فقتلها بحجر فجيئ بها الى النبی ﷺ وبها رمق فقال اقتلك؟فاشارت برأسها ان لا! ثم قال فی الثانية فاشارت برأسها ان لا! ثم سألتها الثالثة فاشارت برأسها ای نعم! فقتله النبی ﷺ بحجرين (الف) (بخاری شریف، باب من اقاد بالحجر ص۱۰۱۶ نمبر ۶۸۷۹) (۲) آیت سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ویسا ہی کرے جیسا قاتل نے کیا ہو۔آیت میں ہے۔وان اقبتم فعاقبوا بمثل عوقبتم به (ب) (آیت ۱۲۶ سورۃ النحل ۱۶) اس آیت سے پتا چلا کہ جیسا کیا ہے اسی کے مطابق سزا دی جائے۔

**لغت** يستوفی : وصول کرنا۔

[۲۳۱۱] (۱۸) اگر مکاتب جان کر قتل کیا گیا اور اس کے لئے کوئی وارث نہ ہو آقا کے علاوہ تو آقا کے لئے قصاص لینے کا حق ہے اگر نہ چھوڑے مکاتب مال۔

**تشریح** مکاتب کو کسی نے جان بوجھ کر قتل کر دیا اور آقا کے علاوہ کوئی وارث نہ ہو اور مکاتب کے پاس اتنا مال بھی نہیں تھا کہ پورا مال کتابت ادا کر سکے اور آزاد ہو کر مر سکے ایسی صورت میں آقا کو قصاص لینے کا حق ہے۔

**وجہ** جب مال کتابت ادا کرنے کا مال نہیں چھوڑا تو یہ طے ہے کہ وہ آقا کا غلام ہو کر مرا۔اور آقا کے علاوہ کوئی وارث بھی نہیں ہے اس لئے صرف آقا کو قصاص لینے کا حق ہوگا۔اور چونکہ ایک ہی راستہ طے ہے اس لئے قصاص لینے میں شبہ بھی واقع نہیں ہوا اس لئے قصاص لیا جائے گا۔

[۲۳۱۲] (۱۹) اور اگر مال کتابت ادا کرنے کے لئے مال چھوڑا اور اس کے وارث آقا کے علاوہ ہے تو ان کے لئے قصاص کا حق نہیں ہے اگر چہ وہ آقا کے ساتھ مل کر مطالبہ کریں۔

**تشریح** مکاتب کو کسی نے جان بوجھ کر قتل کیا۔اور مکاتب کی حالت یہ تھی کہ مال کتابت ادا کرنے کے لئے پورا مال چھوڑا تھا۔اور آقا کے علاوہ دوسرے لوگ ان کے ورثہ موجود تھے اس صورت میں نہ آقا قصاص لے سکے گا اور نہ ورثہ قصاص لے سکیں گے۔بلکہ قصاص ساقط ہو کر دیت لازم ہوگی۔

**وجہ** مکاتب چونکہ مال کتابت چھوڑ کر مر رہا ہے اور دوسرے لوگ وارث ہیں تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ ایک قسم کا آزاد ہو کر مرا ہے۔اور اس وقت آقا قصاص لینے کا حقدار ہے کیونکہ مال کتابت ادا نہیں کیا ہے۔اس لئے شبہ ہو گیا کہ قصاص کون وصول کرے آقا یا وارث۔اور شبہ سے قصاص

---

حاشیہ : (الف) حضرت انس فرماتے ہیں کہ ایک یہودی نے ایک لڑکی کو زیور کے لئے قتل کیا۔پس اس کو پتھر سے قتل کیا تھا۔تو حضور کے پاس لائی گئی اس حال میں کہ لڑکی میں رمق تھی۔تو آپؐ نے پوچھا کیا تم کو قتل کیا؟ (یعنی فلاں نے) تو سر سے اشارہ کر کے کہا نہیں۔پھر دوسری مرتبہ پوچھا تو سر سے اشارہ کر کے کہا نہیں۔پھر تیسری مرتبہ پوچھا تو سر سے اشارہ کیا ہاں! تو حضور نے قاتل کو دو پتھروں سے قتل کیا (ب) اگر تم کو سزا دی تو اتنی ہی سزا دو جتنی تم سزا دیئے گئے۔

**قصاص لهم وان اجتمعوا مع المولی [۲۳۱۳](۲۰)واذاقتل عبد الرهن لا یجب القصاص حتی یجتمع الراهن والمرتهن[۲۳۱۴](۲۱)ومن جرح رجلا عمدا فلم یزل صاحب فراش حتی مات فعلیه القصاص [۲۳۱۵](۲۲)ومن قطع ید رجل عمدا من**

ساقط ہوجاتا ہے۔اس لئے پہلے قصاص ساقط ہوجائے گا اور دیت لازم ہوگی۔

[۲۳۱۳](۲۰)اگر قتل کر دیا جائے رہن کا غلام تو قصاص واجب نہیں ہوگا یہاں تک کہ راہن اور مرتہن دونوں جمع ہوجائیں۔

**تشریح** مثلا زید غریب راہن کا غلام عمر مالدار مرتھن کے پاس تھا۔اس درمیان غلام قتل عمد میں مارا گیا جس کی وجہ سے اس کا قصاص لینا تھا تو راہن اور مرتہن دونوں جمع ہوجائیں تو قصاص لیا جائے گا ورنہ نہیں۔

**وجہ** مرتہن تو اس لئے قصاص نہیں لے سکتا کہ اس کا غلام نہیں ہے غلام تو راہن کا ہے۔اور راہن تنہا قصاص نہیں لے سکتا کہ اس سے مرتہن کا حق ضائع ہوگا۔پھر اس کا کچھ زور نہیں رہے گا۔کیونکہ اگر دیت لی جائے تو مرتہن کو بھی کچھ ملے گی اس لئے مرتہن اس بات پر راضی ہو کہ میں اپنا حق ساقط کرتا ہوں آپ قصاص لے لیں تب راہن قصاص لے سکتا ہے۔اس لئے راہن اور مرتہن دونوں کا جمع ہونا ضروری ہے۔

**اصول** یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ قصاص سے جس کا حق متأثر ہوتا ہو اس کا راضی ہونا بھی ضروری ہے۔

[۲۳۱۴](۲۱)کسی نے کسی آدمی کو جان بوجھ کر زخمی کیا اور وہ صاحب فراش رہا یہاں تک کہ مر گیا تو اس پر قصاص ہے۔

**تشریح** مثلا زید نے عمر کو اتنا زخمی کیا کہ وہ صاحب فراش ہوگیا، چل پھر نہیں سکتا تھا۔موت تک اسی حال میں رہا پھر مر گیا تو زید سے قصاص لیا جائے گا۔

**وجہ** زخمی کرنے کے بعد ٹھیک نہیں ہوا اسی حال میں مر گیا تو زخم ہی مرنے کا سبب بنا۔اس لئے قصاص لیا جائے گا۔کیونکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ زخمی کرنے کے بعد فورا آدمی نہیں مرتا بلکہ کچھ دیر کے بعد مرتا ہے اس لئے اگر دیر ہونے سے قصاص ساقط کر دیں تو بہت سے قصاص ساقط ہو جائیں گے۔اس لئے معیار یہ ہے کہ زخمی ہونے کے بعد صاحب فراش ہوا ہو اور اسی حال میں مرا ہو تو قصاص لیا جائے گا (۲) یہودی نے باندی کو پتھر سے زخمی کیا اور وہ دیر تک زندہ رہی اور صاحب فراش رہی اور اسی زخم سے انتقال کیا تو حضورؐ نے یہودی سے قصاص لیا تھا۔(بخاری شریف، باب من اقاد بالحجر ص ۱۰۱۶ نمبر ۶۸۷۹)(۲) **عن الحسن فی الرجل یضرب الرجل فلا یزال مضنی علی فراشه حتی یموت قال فیه القود** (الف)(مصنف ابن ابی شیبة، ۱۳۵ الرجل یضرب الرجل فلا یزال مریضا حتی یموت ج خامس، ص ۴۲۲ نمبر ۲۷۶۱۸)

[۲۳۱۵](۲۲)کسی نے ہاتھ کاٹا جوڑ سے جان بوجھ کر تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ایسے ہی پاؤں اور ناک کا نرمہ اور کان۔

**تشریح** قاعدہ یہ ہے کہ جو اعضاء جسم سے باہر ہو اور برابر سرابر کاٹا جا سکتا ہو قصاص میں اس کو کاٹا جائے گا۔جیسے ہاتھ جوڑ سے کاٹا ہو تو قاتل کا

حاشیہ : (الف) حضرت حسن فرماتے ہیں کسی آدمی کو کسی آدمی نے مارا اور وہ ہمیشہ اپنی چار پائی پر بیمار رہا یہاں تک کہ انتقال کر گیا تو اس میں قصاص ہے۔

**المفصل قطعت یدہ وکذلک الرِّجل ومارن الانف والاذن [۲۳۱۶] (۲۳) ومن ضرب عین رجل فقلعها فلا قصاص علیہ [۲۳۱۷] (۲۴) فان کانت قائمة وذھب ضوء ھا فعلیہ**

بھی ہاتھ کاٹا جائے گا، پاؤں کاٹا ہوتو پاؤں کاٹا جائے گا، ناک کو نرمے سے کاٹا ہوتو قاتل کا ناک نرمہ سے کاٹا جائے گا، کان کاٹا ہوتو قاتل کا کان کاٹا جائے گا۔

**وجہ** آیت میں ہے۔ **وکتبنا علیھم فیھا ان النفس بالنفس والعین بالعین والانف بالانف والاذن بالاذن والسن بالسن والجروح قصاص** (الف) (آیت ۴۵ سورۃ المائدۃ ۵) اس آیت سے معلوم ہوا کہ کان، آنکھ اور دانت وغیرہ میں قصاص لازم ہوگا (۲) **عن انس ان ابنة النضر لطمت جاریة فکسرت ثنیتھا فاتوا النبی ﷺ فامر بالقصاص** (ب) (بخاری شریف، باب السن بالسن، ص ۱۰۱۸ نمبر ۶۸۹۴ / ابوداؤد شریف، باب القصاص من السن، ص ۲۸۲ نمبر ۴۵۹۰) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دانت توڑ دے تو اس کے بدلے دانت توڑا جائے گا۔

**لغت** المفصل : جوڑ، مارن : ناک کا نرم حصہ، نرمہ۔

[۲۳۱۶] (۲۳) کسی نے کسی آدمی کی آنکھ پر مارا اور اس کو نکال ڈالا تو اس پر قصاص نہیں ہے۔

**وجہ** دوسرے کی آنکھ کو نکالنے میں برابری نہیں ہوسکتی، اس میں کمی زیادتی ہو جاتی ہے۔ اس لئے قصاص نہیں ہوگا دیت لازم ہوگی۔ کیونکہ آنکھ باہر نہیں ہے اندر ہے۔ اور آیت میں **والعین بالعین** کا مطلب یہ ہے کہ اس کی روشنی چلی گئی ہو۔ اور روشنی کے بدلے روشنی ختم کی جاسکتی ہو تو وہاں آنکھ کا قصاص ہوگا۔

[۲۳۱۷] (۲۴) اور اگر آنکھ قائم ہو اور اس کی روشنی چلی گئی ہو تو اس پر قصاص ہے، اس طرح کہ اس کے لئے شیشہ گرم کیا جائے اور چہرے پر تر روئی رکھ کر اس کی آنکھ کے سامنے شیشہ کیا جائے یہاں تک کہ اس کی روشنی جاتی رہے۔

**تشریح** آنکھ پر اس طرح مارا کہ آنکھ اپنی جگہ موجود رہی لیکن اس کی روشنی چلی گئی تو روشنی ضائع ہونے کے بدلے قصاص کے طور پر برابر سرابر روشنی ضائع کی جاسکتی ہے۔ یہ ممکن ہے اس لئے اس کا قصاص لیا جاسکتا ہے۔

**وجہ** اثر میں ہے۔ **عن الحکم بن عتیبة قال لطم رجل رجلا اوغیر اللطم الا انہ ذھب بصرہ وعینہ قائمةفارادوا ان یقیدوا فاعیا علیھم وعلی الناس کیف یقیدونہ وجعلوا لا یدرون کیف یصنعون فاتا ھم علیؓ فامر بہ فجعل علی وجھہ کرسف ثم استقبل بہ الشمس وادنی من عینہ مرآة فالتمع بصرہ وعینہ قائمة** (الف) (مصنف عبدالرزاق، باب

حاشیہ : (الف) ہم نے یہودیوں پر تورات میں فرض کیا جان جان کے بدلے، آنکھ آنکھ کے بدلے، ناک ناک کے بدلے، کان کان کے بدلے اور دانت دانت کے بدلے اور زخموں کا بھی قصاص ہے (ب) حضرت انس فرماتے ہیں کہ نضر کی بیٹی نے ایک باندی کو طمانچہ مارا جس سے اس کے آگے کے دانت ٹوٹ گئے۔ پس وہ حضورؐ کے پاس آئیں تو قصاص کا حکم دیا (الف) حضرت حکم بن عتبہ نے فرمایا ایک آدمی نے ایک آدمی کو طمانچہ مارا یا طمانچہ کے علاوہ مارا مگر اس کی بینائی چلی گئی اور آنکھ باقی رہی۔ پس قصاص لینے کے بارے میں پریشان ہوئے۔ پس لوگوں پر مشکل ہوا کہ کیسے بدلہ لیں؟ اور لوگ کے سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا (باقی اگلے صفحہ پر)

**القصاص تحمی له المرأة ویجعل علی وجهه قطن رطب وتقابل عینه بالمرأة حتی یذهب ضوء ها[۲۳۱۸] (۲۵)وفی السن القصاص وفی کل شجة یمکن فیها المماثلة القصاص ولا قصاص فی عظم الا فی السن[۲۳۱۹] (۲۶)ولیس فیما دون النفس شبه عمد وانما**

---

العین ج تاسع ص ۳۲۸ نمبر ۱۷۴۱۴)اس اثر سے معلوم ہوا کہ آنکھ کا قصاص لیا جا سکتا ہے۔اوراس کی صورت یہ ہوگی کی دوسری آنکھ پر تر روئی رکھ دی جائے اور پہلی آنکھ کے سامنے گرم شیشہ لایا جائے جس سے اس کی آنکھ کی روشنی چلی جائے گی اور قصاص ہو جائے گا۔

**لغت** تحمی : گرم کیا جائے،حمی یحمی سے مشتق ہے، المرآۃ : آئینہ،شیشہ، ضوء : روشنی۔

[۲۳۱۸] (۲۵)اوردانت میں قصاص ہے۔اور ہر وہ زخم جس میں مماثلت ممکن ہو قصاص ہے۔اورسوائے دانت کے کسی ہڈی میں قصاص نہیں ہے

**تشریح** جن زخموں میں برابر سرابر کر کے قصاص لیا جا سکتا ہو ان میں قصاص ہے اور جن زخموں میں برابر سرابر کرنا ممکن نہ ہو ان میں قصاص نہیں ہے ان میں دیت ہے۔

**وجہ** دانت کے سلسلے میں **السن بالسن والجروح قصاص** (آیت ۴۵ سورۃ المائدۃ ۵) گزر چکی ہے کہ دانت توڑ دے تو قصاص لیا جائے گا (۲) حدیث میں ہے۔**عن انس ان ابنة النضر لطمت جارية فكسرت ثنيتها فاتوا النبی ﷺ فامر بالقصاص** (الف) (بخاری شریف، باب السن بالسن، ص ۱۰۱۸، نمبر ۶۸۹۴) (۳) دانت جسم سے باہر ہڈی ہوتی ہے اس لئے اس میں برابر سرابر ہو سکتا ہے اس لئے اس میں قصاص لیا جا سکتا ہے۔دوسری ہڈیاں جسم سے باہر نہیں ہیں اس لئے ان کو برابر سرابر نہیں توڑ سکتے اس لئے ان میں قصاص نہیں ہے دیت ہے۔اس کے لئے یہ اثر ہے۔**ان عمر بن الخطاب**ؓ **قال لا اقید من العظام** (ب) (سنن للبیہقی، باب لا قصاص فیہ ج ثامن، ص ۱۱۳، نمبر ۱۶۰۹۷) اس اثر سے معلوم ہوا کہ ہڈیوں میں قصاص نہیں ہے۔البتہ آیت اور حدیث کی وجہ سے دانت میں قصاص ہے۔اور دوسرے زخموں میں جہاں برابر سرابر کرنا ممکن ہو ان میں قصاص ہے اس کی دلیل اوپر کی آیت **والجروح قصاص** (آیت ۴۵ سورۃ المائدۃ ۵) ہے۔**عن ابراهيم قال فی السمحاق والباضعة واشباه ذلك اذ كان خطاء او عمدا لا يستطاع فيه القصاص ففيه حكومة عدل قال محمد وبه ناخذ وهو قول ابی حنيفة** (ج) (کتاب الآثار لامام محمد، باب دیۃ الاسنان والاشغار والاصابع ص ۱۲۲، نمبر ۵۶۲) اس سے بھی معلوم ہوا کہ جس زخم میں قصاص لینا ممکن نہیں ہے اس میں قصاص نہیں دیت ہے۔

[۲۳۱۹] (۲۶) جان کے علاوہ میں شبہ عمد نہیں ہے، صرف عمد یا خطاء ہے۔

---

حاشیہ : (پچھلے صفحہ سے آگے) کریں تو وہ حضرت علی کے پاس آئے۔پس انہوں نے حکم دیا کہ اس کے چہرے پر کرسف رکھیں۔پھر سورج کی طرف چہرہ کرائیں اور آنکھ سے آئینہ قریب کریں تو اس کی بینائی ختم ہو جائے گی، آنکھ اپنی جگہ پر باقی رہے گی (الف) حضرت انس فرماتے ہیں کہ نضر کی بیٹی نے ایک لڑکی کو طمانچہ مارا جس سے اس کا اگلا دانت ٹوٹ گیا پس وہ حضور کے پاس آئے تو آپؐ نے قصاص کا حکم دیا (ب) حضرت عمرؓ نے فرمایا ہڈی کی وجہ سے قصاص نہیں لوں گا (ج) حضرت ابراہیم نے فرمایا کہ سمحاق اور باضعہ اور اس طرح کے زخموں میں جبکہ غلطی سے ہو یا جان کر ہو اور قصاص لینا ممکن نہ ہو تو انصاف ور آدمی کے فیصلے کے مطابق قیمت ہوگی۔

**هو عمد او خطأ[۲۳۲۰] (۲۷)ولا قصاص بين الرجل والمرأة فيما دون النفس ولا بين**

تشریح جان سے قتل کرنے میں شبہ عمد کا وقوع ہوتا ہے۔ کیونکہ آدمی کو دھاردار چیز سے نہ مارے بلکہ غیر دھاردار سے مارے تو شبہ عمد کا وقوع ہوگا۔ لیکن جان کے علاوہ جتنے زخم ہیں ان میں دھاردار کے علاوہ سے بھی زخمی کرے گا تو شبہ عمد نہیں ہوگا بلکہ یا زخم عمد ہوگا یا زخم خطاء ہوگا۔ کیونکہ جان کر زخمی کیا تو زخم عمد اور غلطی سے زخمی کیا تو زخم خطاء ہوگا۔ کیونکہ دھاردار کے علاوہ سے زخمی کیا تو بہر صورت زخمی ہوا اس لئے خطاء اور عمد کا اعتبار ہوگا۔ شبہ عمد کا اعتبار نہیں ہوگا۔

وجہ **عن ابراهيم قال شبه العمد كل شيء تعمد به بغير حديد فلا يكون شبه العمد الا فى النفس ولا يكون دون النفس** (الف) (مصنف ابن ابی شیبۃ ۵ شبہ العمد ما ھو؟ ج خامس، ص ۳۴۸، نمبر ۲۶۷۶۰)

[۲۳۲۰] (۲۷) جان کے علاوہ میں مرد اور عورت کے درمیان قصاص نہیں ہے۔ اور نہ آزاد اور غلام کے درمیان اور نہ دو غلاموں کے درمیان۔

تشریح مرد نے عورت کی جان کو قتل کیا تب تو عورت کا قصاص مرد سے لیا جائے گا۔ اور مرد کو عورت کے بدلے قتل کیا جائے گا۔ لیکن مرد نے عورت کا ہاتھ کاٹا، پاؤں کاٹا یا ناک کاٹی تو ان میں قصاص کے طور مرد کا ہاتھ، پاؤں، ناک نہیں کاٹے جائیں گے بلکہ دیت لازم ہوگی۔

وجہ اثر میں ہے۔ **عن حماد قال ليس بين الرجل والمرأة قصاص فيمام دون النفس فى العمد** (ب) (مصنف ابن ابی شیبۃ ۱۱۴ القصاص من الرجال والنساء ج خامس، ص ۴۱۰، نمبر ۲۷۴۸۳) اس اثر سے معلوم ہوا کہ جان کے علاوہ کو جان بوجھ کر زخمی کیا تو ان میں قصاص نہیں دیت ہے۔

فائدہ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ جان کے علاوہ کو بھی جان بوجھ کر زخمی کیا تو مرد اور عورت کے درمیان قصاص ہے۔ اور عورت کے بدلے مرد کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔

وجہ وہ فرماتے ہیں کہ مرد اور عورت دونوں انسان ہیں۔ اس لئے دونوں کی حرمت برابر ہے۔ اس لئے جس طرح مرد مرد کو زخمی کرے تو قصاص ہے اسی طرح مرد عورت کو زخمی کرے تو قصاص لازم ہوگا۔ آیت ہے عام ہے۔ **وكتبنا عليهم فيها ان النفس بالنفس والعين بالعين والانف بالانف والاذن بالاذن والسن بالسن والجروح قصاص** (ج) (آیت ۴۵ سورۃ المائدۃ ۵) اس آیت میں مرد عورت کا فرق نہیں کیا ہے۔ اس لئے عورت کے ہاتھ کاٹنے سے بھی مرد کا ہاتھ کاٹا جائے گا (۲) اثر میں ہے۔ **وقال اهل العلم يقتل الرجل بالمرأة ويذكر عن عمر تقاد المرأة من الرجل فى كل عمد يبلغ نفسه فمادونها من الجراح وبه قال عمر بن عبد العزيز وابراهيم وابو الزناد عن اصحابه و جرحت اخت الربيع انسانا فقال النبى ﷺ القصاص** (د) (بخاری شریف،

---

حاشیہ : (الف) حضرت ابراہیم نے فرمایا شبہ عمد ہر وہ صورت ہے کہ دھاردار چیز کے علاوہ سے جان کر مارا ہو۔ پس شبہ عمد نہیں ہوگا مگر جان میں۔ اور جان کے علاوہ میں نہیں ہوگا (ب) حضرت حماد نے فرمایا مرد اور عورت کے درمیان قصاص نہیں ہے نفس کے علاوہ میں قطع عمد میں (ج) ہم نے یہودیوں پر فرض کیا تورات میں کہ نفس نفس کے بدلے، آنکھ آنکھ کے بدلے، ناک ناک کے بدلے، کان کان کے بدلے اور دانت دانت کے بدلے اور زخموں میں بھی قصاص ہے (د) ربیع کی بہن نے ایک آدمی کو زخمی کیا تو حضورؐ نے فرمایا کہ قصاص لازم ہے۔

**الحر والعبد ولا بین العبدین [۲۳۲۱](۲۸)ویجب القصاص فی الاطراف بین المسلم**

باب القصاص بین الرجال والنساء فی الجراحات ص ۱۰۱۷ نمبر ۶۸۸۶)اس اثر سے معلوم ہوا کہ عورت کے اعضاء کے بدلے مرد سے قصاص لیا جائے گا۔

آزاد غلام کے ہاتھ پاؤں کو جان بوجھ کر کاٹ دے یا زخمی کردے تو آزاد سے قصاص نہیں لیا جائے گا بلکہ اس کی دیت لی جائے گی۔ البتہ جان کر قتل کردے تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک غلام کا قصاص آزاد سے لیا جائے گا۔

وجہ جان کے بارے میں تو امام ابوحنیفہ وہی فرماتے ہیں جو امام شافعی فرماتے ہیں کہ غلام کے اعضاء کے بدلے آزاد کے اعضاء نہیں کاٹے جائیں گے۔ اور دلیل وہی حدیث ہے۔ **عن ابن عباس ان النبی ﷺ قال لا یقتل حر بعبد** (الف) (دار قطنی، کتاب الحدود والدیات ج ثالث، ص ۱۰۰ رسنن للبیہقی، باب لا یقتل حر بعبد ج ثالث ص ۶۳ نمبر ۱۵۹۳۹)اس حدیث میں جب جان کا قصاص نہیں لیا جائے گا تو اعضاء کا قصاص بدرجۂ اولیٰ نہیں لیا جائے گا۔

اور غلام غلام کو زخمی کرے تو قصاص نہیں ہے اس کی دلیل یہ اثر ہے۔ **عن عبد الله بن مسعود ان العبد لا یقاد من العبد فی جراحة عمد ولا خطاء الا فی قتل عمد** (ب) (مصنف ابن ابی شیبۃ ۷۳ العبد یجرح العبد ج خامس، ص ۳۸۹، نمبر ۲۷۲۳۶)اس اثر سے معلوم ہوا کہ غلام غلام کو زخمی کردے تو قصاص نہیں لیا جائے گا بلکہ دیت لازم ہوگی۔

[۲۳۲۱](۲۸) قصاص واجب ہے اعضاء میں مسلم اور کافر کے درمیان۔

تشریح مسلمان کافر یعنی ذمی کے اعضاء کو جان بوجھ کر کاٹ دے تو مسلمان سے قصاص لیا جائے گا۔

وجہ اثر میں ہے۔ **حدثنی مکحول قال لما قدم علینا عمر بیت المقدس اعطی عبادة بن الصامت رجلا من اهل الذمة دابته یمسکها فابی علیه فشجه موضحة ثم دخل المسجد فلما خرج عمر صاح النبطی الی عمر فقال عمر من صاحب هذا؟ قال عبادة انا صاحب هذا، ما اردت الی هذا ؟ قال اعطیته دابتی یمسکها فابی وکنت امرء فی حد قال اما لا فاقعد للقود فقال له زید بن ثابت ما کنت لتقید عبدک من اخیک قال اما والله لئن تجافیت لک عن القود لاعنتک فی الدیة اعطه عقلها مرتین** (ج) (مصنف ابن ابی شیبۃ ۱۷۸ بین المسلم والذمی قصاص ج خامس، ص ۴۴۶، نمبر

---

حاشیہ : (الف) آپؐ نے فرمایا آزاد غلام کے بدلے قتل نہیں کیا جائے گا (ب) عبداللہ بن مسعود نے فرمایا جان بوجھ کر زخمی میں غلام کا غلام سے قصاص نہیں لیا جائے گا اور نہ غلطی کی زخمی میں مگر قتل عمد میں قصاص ہے۔ (ج) حضرت مکحول نے فرمایا جب حضرت عمر بیت المقدس آئے تو عبادہ بن صامت نے ایک ذمی آدمی کو اپنا جانور رکھنے کے لئے دیا تو اس نے انکار کر دیا۔ پس اس کے سر پر مار کر زخمی کر دیا۔ پھر مسجد آئے۔ پس جب عمرؓ نکلے تو نبطی چیختا ہوا حضرت عمرؓ کے پاس آیا۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا یہ کس نے کیا؟ حضرت عبادۃ نے فرمایا میں نے کیا۔ لیکن میری اتنا مارنے کی نیت نہیں تھی۔ حضرت عبادۃ نے فرمایا میں نے اپنی سواری اس کو رکھنے دیا مگر اس نے انکار کیا اور میں ذرا غصے میں تھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا بہر حال قصاص کے لئے بیٹھو۔ تو ان سے زید بن ثابتؓ نے فرمایا اپنے غلام کا بدلہ اپنے بھائی سے نہ لیں؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا اگر قصاص دینے سے دور رہتے ہو تو دیت میں تمہاری مدد کروں گا۔ اس کو دیت دوگنا دو۔

والکافر[۲۳۲۲] (۲۹)ومن قطع ید رجل من نصف الساعد او جرحه جائفة فبرأ منها فلا قصاص علیه.

۲۷۸۶۰)اس اثر سے معلوم ہوا کہ اعضاء کافر کو کاٹا تو مسلمان سے قصاص لیا جائے گا۔

فائدہ امام شافعیؒ کے نزدیک جب کافر کی جان قتل کر دے تو قصاص نہیں ہے تو اس کے اعضاء کاٹ دے تو قصاص کیسے لازم ہوگا۔اس پر دیت لازم ہوگی۔

وجہ حدیث گزری۔وان لایقتل مسلم بکافر (بخاری شریف، باب لایقتل المسلم بکافر ص۱۰۲۱ نمبر ۶۹۱۵)(۲)اور حضرت عمر والے اثر میں سنن بیہقی میں ہے کہ دیت لازم کی قصاص لازم نہیں کیا۔ترک عمرؓ القود وقضی علیہ بالدیة (الف)(سنن للبیہقی الروایات فیہ عن عمر بن الخطاب ج ثامن ص۳۲ نمبر ۱۵۹۲۶) سے معلوم ہوا کہ قصاص لازم نہیں ہوگا۔

[۲۳۲۲](۲۹) کسی نے کسی کا ہاتھ آدھے پہنچے سے کاٹا یا پیٹ کے اندر تک زخم لگایا پھر وہ اس سے اچھا ہو گیا تو اس پر قصاص نہیں ہے۔

تشریح مثلا زید نے عمر کا ہاتھ پہنچے سے کاٹا پھر وہ ٹھیک ہو گیا تو زید کا ہاتھ قصاص میں نہیں کاٹا جائے گا بلکہ اس کی دیت لازم ہوگی۔اسی طرح زید نے عمر کے پیٹ میں گہرا زخم لگایا پھر وہ زخم ٹھیک ہو گیا تو قصاص کے طور پر زید کے پیٹ میں گہرا زخم نہیں لگایا جائے گا۔ بلکہ اس کی دیت لازم ہوگی۔

وجہ خطرناک انداز میں ہاتھ کٹنے کے بعد ٹھیک ہونا ضروری نہیں ہے آدمی اس سے مر بھی سکتا ہے۔اب اس قسم کا قصاص کہ عمر کا پہنچے سے ہاتھ کاٹے پھر وہ ٹھیک بھی ہو جائے یہ ممکن نہیں ہے اور قصاص میں برابری ضروری ہے اس لئے اس کا قصاص نہیں لیا جائے گا دیت لازم ہوگی۔ یہی حال پیٹ میں گہرے زخم کا ہے کہ زخم لگنے کے بعد ٹھیک ہو جائے اور اسی طرح زخمی کرنے والے سے قصاص لے کہ گہرا زخم کرنے کے بعد ٹھیک بھی ہو جائے یہ ناممکن ہے۔اس لئے اس کا بھی قصاص نہیں لیا جائے گا دیت لازم ہوگی۔عن ابراھیم قال ماکان من جرح من العمد لا یستطاع فیه القصاص فھو علی الجارح فی ماله دون عاقلته (ب)(مصنف ابن ابی شیبة ۱۰۱ العمد الذی لایستطاع فیہ القصاص ج خامس، ص۴۰۳، نمبر ۲۷۴۰۴)اس اثر سے معلوم ہوا کہ جس زخم کا قصاص لینا ممکن نہ ہو اس کی دیت لی جائے گی (۲) اثر میں ہے۔عن ابراھیم کان یقال اذا کسرت الید او الرجل ثم برأت ولم ینقص منھا شیء ارشھا مائة وثمانون درھما (ج)(مصنف ابن ابی شیبة ۵۴ الید او الرجل تکسر ثم تبرأ ج خامس، ص۳۷۸، نمبر ۲۷۱۰۱)اس اثر سے معلوم ہوا کہ ٹھیک ہونے کے بعد دیت لازم ہوگی قصاص لازم نہیں ہوگا۔

اصول جس زخم کا برابر سرابر قصاص لینا ناممکن ہو اس کی دیت لازم ہوگی قصاص نہیں۔

لغت الجائفة : پیٹ کے اندر پہنچا ہوا زخم۔

حاشیہ : (الف) حضرت عمرؓ نے قصاص چھوڑا اور دیت کا فیصلہ کیا (ب) حضرت ابراہیم نے فرمایا جان بوجھ کر کیا ہوا زخم جن کا قصاص نہیں لیا جا سکتا ہو اس کا تاوان زخم کرنے والے پر ہے (ج) حضرت ابراہیم نے فرمایا جب ہاتھ یا پاؤں ٹوٹ جائے پھر ٹھیک ہو جائے اور اس میں کچھ کمی نہ ہو تو اس کی ارش ایک سو اسی درہم ہے۔

[۲۳۲۳](۳۰)واذا کانت ید المقطوع صحیحة وید القاطع شلّاء او ناقصة الاصابع فالمقطوع بالخیار ان شاء قطع الید المعیبة ولا شیء له غیرها وان شاء اخذ الارش کاملا [۲۳۲۴](۳۱)ومن شجَّ رجلا فاستوعبت الشجة مابین قرنیه وهی لا تستوعب مابین قرنی الشاجّ فالمشجوج بالخیار ان شاء اقتص بمقدار شجته یبتدئ من ایّ الجانبین شاء وان شاء اخذ الارش کاملا[۲۳۲۵] (۳۲)ولا قصاص فی اللسان ولا فی الذکر الا ان یقطع الحشفة .

---

[۲۳۲۳](۳۰)اگر کٹا ہوا ہاتھ صحیح ہو اور کاٹنے والے کا ہاتھ شل ہو یا انگلی ناقص ہو تو مقطوع کو اختیار ہے چاہے عیب والا ہاتھ کاٹ لے اور اس کے لئے اس کے علاوہ کچھ نہیں ملے گا اور چاہے تو پوری دیت لے لے۔

**تشریح** جس کا ہاتھ کاٹا اس کا ہاتھ صحیح تھا اور جس نے کاٹا اس کا ہاتھ شل تھا یا اس کی انگلی خراب تھی تو جس کا ہاتھ کاٹا اس کو دو اختیار ہیں۔ ہاتھ کاٹنے والے کا معیوب ہاتھ قصاص میں کاٹ لے۔ اس صورت میں اس نے قصاص لے لیا اس لئے اس کو دیت نہیں ملے گی۔ یا عیب دار ہاتھ کی کچھ رقم نہیں ملے گی۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ اپنے ہاتھ کی پوری دیت وصول کرے۔ شل ہاتھ کو نہ کاٹے۔

**وجہ** اس کے پاس عیب دار ہاتھ ہی ہے تو کیا کاٹے گا؟ کاٹنا ہے تو وہی کاٹے یا پھر پوری دیت لے لے۔

[۲۳۲۴](۳۱) کسی نے کسی آدمی کو زخمی کیا۔ پس زخم نے سر کے دونوں جانبوں کو گھیر لیا اور اتنا زخمی کرنے والے کے دونوں جانبوں کو نہیں گھیر سکتا تو زخمی شدہ آدمی کو اختیار ہے چاہے اپنے زخم کی مقدار قصاص لے لے۔ اور شروع کرے جس جانب سے چاہے اور چاہے تو پوری دیت لے لے۔

**تشریح** مثلا زید کی پیشانی پانچ انچ لمبی ہے اس کو عمر نے زخمی کر دیا اور پورے پانچ انچ گھیر لیا اور عمر کی پیشانی آٹھ انچ لمبی ہے۔ اب زید قصاص لینا چاہتا ہے تو عمر کی پیشانی میں سے پانچ انچ زخمی کرے۔ آٹھ انچ زخمی نہ کرے تاکہ برابر سرابر ہو جائے۔ اور چاہے دائیں جانب سے زخمی کرے چاہے بائیں جانب سے زخمی کرے۔ اور اگر زخمی نہیں کرنا چاہتا ہے تو پوری دیت لے لے۔

**وجہ** اگر زخمی کرنے والے کی پوری پیشانی زخمی کرے تو اس کی پیشانی آٹھ انچ ہے اور زید کی پیشانی صرف پانچ انچ ہے۔ اس لئے برابری نہیں ہوگی۔ اس لئے عمر کی پانچ انچ پیشانی ہی زخمی کر سکتا ہے۔ تاکہ زخم میں برابری ہو جائے۔

[۲۳۲۵](۳۲) زبان میں اور ذکر میں قصاص نہیں ہے مگر یہ کہ حشفہ کاٹ دے۔

**وجہ** ذکر اور زبان لمبے ہوتے ہیں اور سکڑتے ہیں۔ اس لئے ان کو برابر سرابر کاٹنا ممکن نہیں ہے۔ اس لئے اگر اس کو کاٹ دے تو ان میں قصاص نہیں ہے دیت ہے۔ ہاں خصیتین بھی کاٹ دے تو اس صورت میں ذکر بالکل جڑ سے کٹ جاتا ہے جہاں سے سکڑتا نہیں ہے۔ اس لئے وہاں سے قصاص لینا ممکن ہے۔ اس لئے خصیتین کاٹ دے تو قصاص لیا جائے گا (۲) اوپر اثر گزر چکا ہے۔ عن ابراهیم قال ما کان من

**[٢٣٢٦](٣٣)واذا اصطلح القاتل واولياء المقتول على مال سقط القصاص ووجب المال قليلا كان او كثيرا [٢٣٢٧](٣٤)فان عفا احد الشركاء من الدم او صالح من**

جرح من العمد لا يستطاع فيه القصاص فهو على الجارح فی ماله دون عاقلته (الف)(مصنف ابن ابی شيبة ١٠١ العمد الذی لا يستطاع فيه القصاص ج خامس، ص ٤٠٣، نمبر ٢٧٤٠٤) اس اثر سے معلوم ہوا کہ جس عضو کا برابر سرابر قصاص لینا ناممکن ہو اس میں قصاص نہیں ہے دیت ہے۔

**لغت** الحشفة : خصیہ۔

[٢٣٢٦](٣٣) اگر قاتل اور مقتول کے ورثہ صلح کر لیں کسی مال پر تو قصاص ساقط ہو جائے گا اور مال واجب ہوگا۔ مال کم ہو یا زیادہ۔

**تشریح** قاتل نے قتل عمد کیا تھا جس کی وجہ سے قصاص لازم تھا لیکن قاتل اور مقتول کے ورثہ نے کسی مال پر صلح کر لی تو اب قصاص ساقط ہو جائے گا۔ اور قاتل پر وہ مال لازم ہوگا جو صلح میں طے ہوا۔ وہ مال دیت کاملہ سے کم ہو یا زیادہ۔

**وجہ** قتل خطاء یا قتل شبہ عمد ہو تو مقتول کے ورثہ دیت سے زیادہ نہیں لے سکتے۔ لیکن یہاں تو قصاص لازم تھا اس لئے اب صلح میں جو طے ہو وہ دینا ہوگا (٢) آیت میں ہے۔ **یا ایھا الذین آمنوا کتب علیکم القصاص فی القتلی الحر بالحر والعبد بالعبد والانثی بالانثی فمن عفی له من اخیه شیء فاتباع بالمعروف واداء الیه باحسان** (ب)(آیت ١٧٨ سورة البقرة ٢) اس آیت سے معلوم ہوا کہ قصاص معاف کر کے مال پر صلح کر سکتا ہے (٢) حدیث میں ہے۔ **حدثنا ابو ھریرة ... ومن قتل له قتیل فھو بخیر النظرین اما یودی واما یقاد** (ج)(بخاری شریف، باب من قتل له قتیل فھو بخیر النظرین ص ١٠١٦ نمبر ٦٨٨٠ / ابوداؤد شریف، باب الامام یؤمر بالعفو فی الدم ص ٢٧٠ نمبر ٤٤٩٦) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قصاص معاف کر کے مال پر صلح کر سکتا ہے بلکہ یہ بہتر ہے کیونکہ قاتل کی جان بچے گی۔

[٢٣٢٧](٣٤) پس اگر شریک میں سے کسی ایک نے خون معاف کر دیا یا اپنے حصے پر صلح کر لی عوض کے بدلے تو قصاص سے باقی حق ساقط ہو جائے گا اور ان کے لئے باقی حصے ہوں گے دیت سے۔

**تشریح** مقتول کے ورثہ میں سے کسی ایک نے اپنا حصہ معاف کر دیا یا اپنے حصے کے بدلے قاتل سے صلح کر لی تو باقی ورثہ کو قصاص لینے کا حق نہیں رہے گا۔ بلکہ دیت میں سے جو حصے ان کے حق میں آئیں گے وہ لے۔

**وجہ** **حدثنی عائشة زوج النبی ﷺ ان رسول الله قال علی المقتتلین ان ینحجزوا الاول فالاول وان کانت امرأة**

---

حاشیہ : (الف) حضرت ابراہیم نے فرمایا جان بوجھ کر جو زخم کیا ہو جس میں قصاص لینا ممکن نہ ہو تو اس کا تاوان زخم کرنے والے پر ہے اس کے مال میں نہ کہ اس کے خاندان پر (ب) اے ایمان والو تم پر قصاص فرض ہے مقتول کے بارے میں آزاد آزاد کے بدلے، غلام غلام کے بدلے، مؤنث مؤنث کے بدلے۔ پس جس نے اپنے بھائی کی جانب سے معاف کر دیا تو معروف کے ساتھ وصول کرنا ہے اور اس کی طرف احسان کے ساتھ ادا کرنا ہے (ج) کسی نے کسی کو قتل کیا تو اس کو دو اختیار ہیں۔ یا دیت ادا کرے یا قصاص لے۔

**نصیبه علی عوض سقط حق الباقین من القصاص وکان لهم نصیبهم من الدیة [۲۳۲۸] (۳۵) واذا قتل جماعة واحدا عمدا اقتص من جمیعهم[۲۳۲۹] (۳۶)واذا قتل واحد**

(الف)(ابوداؤدشریف، باب عفوالنساءعن الدم ص ٦٧٢ نمبر ۴۵۳۸رسنن للبیہقی ، باب عفوالاولیاءعن القصاص دون بعض ج ثامن،ص ۱۰۵، نمبر ۱۶۰۷۰)(۲)اثر میں ہے۔ان عمر بن الخطاب رفع الیه رجل قتل رجلا فاراد اولیاء المقتول قتله فقالت اخت المقتول وھی امرأة القاتل قد عفوت عن حصتی من زوجی فقال عمر عتق الرجل من القتل (ب)(مصنف عبدالرزاق باب العفوج عاشرص ۱۳نمبر ۱۸۱۸۸رسنن للبیہقی ، باب عفوبعض الاولیاء ج ثامن،ص ۱۰۵،نمبر ۱۶۰۷۲)اس حدیث اوراثر سے معلوم ہوا کہ ورثہ میں سے ایک نے بھی معاف کردیاتو سارے سے قصاص معاف ہوجائے گااوردیت لازم ہوگی(۳) آیت فاتباع بالمعروف واداء الیه باحسان ( آیت ۱۷۸سورۃالبقرہ۲) سے بھی معلوم ہوا ہے کہ ایک کے معاف کرنے کے بعد قصاص نہیں ہے۔

[۲۳۲۸](۳۵) اگرایک جماعت نے ایک آدمی کوجان بوجھ کرقتل کیا تو سب سے قصاص لیا جائے گا۔

تشریح مثلا چھ سات آدمیوں نے ایک آدمی کوقتل عمد کیا تو ایک کے بدلے سب کوقتل کیا جائے گا۔

وجہ اثر میں ہے۔عن ابن عمرؓ ان غلاما قتل غیلة فقال عمر لوا اشترک فیھا اھل صنعاء لقتلتھم(ج)(بخاری شریف، باب اذااصاب قوم من رجل ھل یعاقب اویقتص منھم کلھم ص۱۰۱۸نمبر ۶۸۹۶رسنن للبیہقی ، باب النفر یقتلون الرجل ج ثامن،ص۷۳نمبر ۱۵۹۷۴)اس اثر سے معلوم ہوا کہ پورے اہل صنعاءایک آدمی کوقتل کرے تو تمام اہل صنعاءقصاص میں قتل کئے جائیں گے(۲)اگر چہ ایک آدمی کوقتل کیالیکن تمام لوگ مارنے میں شریک ہیں اس لئے سب سے قصاص لیا جائے گا۔

[۲۳۲۹](۳۶)اگرایک آدمی نے ایک جماعت کوقتل کردیااورمقتولین کے ورثہ حاضر ہوئے تو پوری جماعت کے لئے یہ قتل کیا جائے گااوران کے لئے اس کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔

تشریح ایک آدمی نے ایک جماعت کوقتل کردیا تو پوری جماعت کے لئے یہی ایک آدمی قتل کیا جائے گا۔اوراس کے علاوہ ان لوگوں کو کچھ نہیں ملے گا۔

وجہ ایک ہی آدمی نے پوری جماعت کوقتل کیا ہے اس لئے قصاص کا ذمہ دار وہی آدمی ہے۔اسلئے پوری جماعت کی جانب سے وہی قصاص کا ذمہ دار ہے۔اس لئے صرف وہی قتل کیا جائے گا۔اور چونکہ اس میں دیت بھی نہیں ہے اس لئے باقی لوگوں کو دیت بھی نہیں ملے گی۔اوراگر دیت پرصلح کی تو جتنے مال پرصلح ہوئی وہ مال تمام کو برابر برابر تقسیم کردیا جائے گا۔لاتزر وازرة وزر اخری(د)( آیت ۱۶۴سورۃالانعام۶)

حاشیہ : (الف) آپؐ نے فرمایا مقتول ہونے والوں پر یہ ہے کہ پہلے والے کوروکے بعد والوں کو اگر چہ عورت ہو۔یعنی اگر عورت معاف کردے تو باقی لوگ بھی قصاص نہیں لے سکتے صرف دیت لے سکتے ہیں(ب)عمرؓ کے پاس ایک آدمی نے مقدمہ لایا کہ ایک آدمی نے ایک آدمی کوقتل کیا تو مقتول کے اولیاء نے قتل کرنا چاہا تو مقتول کی بہن نے کہا جو قاتل کی بیوی تھی کہ میں نے اپنے شوہر کا حصہ معاف کیا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا قاتل آدمی قتل سے آزاد ہوگیا(ج) حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا ایک لڑکے کواچانک قتل کردیا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا اگراس میں پورے صنعاءوالے شریک ہوتے ہیں تو میں سب کوقتل کرتا(د) کسی کا گناہ کسی پر نہ ڈالا جائے۔

**جماعةً فحضر اولیاء المقتولین قتل لجماعتهم ولا شیء لهم غیر ذلک [٢٣٣٠] (٣٧) فان حضر واحد منهم قتل له وسقط حق الباقین [٢٣٣١] (٣٨) ومن وجب علیه القصاص فمات سقط عنه القصاص [٢٣٣٢] (٣٩) واذا قطع رجلان ید رجل واحد فلا قصاص علی کل واحد منهما وعلیهما نصف الدیة.**

---

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ایک آدمی کا جرمانہ دوسروں پر نہیں ہوگا۔

[٢٣٣٠] (٣٧) مقتولین کے ورثہ میں سے کوئی ایک آیا اور اپنے لئے قتل کرلیا تو باقی کے حق ساقط ہو گئے۔

**تشریح** مثلا زید نے آٹھ آدمیوں کو قتل کیا تھا اس لئے آٹھ آدمیوں کے ورثہ کی جانب سے زید قتل کیا جاتا۔لیکن ایک مقتول کے وارث نے اپنے لئے زید کو قتل کر دیا تو باقی مقتول کے ورثہ کو کچھ نہیں ملے گا۔اور نہ وہ کسی کو قتل کر سکیں گے۔

**وجہ** جو قاتل تھا وہ دنیا سے چلا گیا اب قصاص یا مال کس سے لے گا اس لئے باقی سات مقتول کے ورثہ کا حق ساقط ہو جائے گا (٢) آیت میں ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں ایک قاتل کے بدلے دسیوں کو قتل کرتے تھے تو اللہ نے ان کو اس قتل سے منع فرمایا اور فرمایا کہ صرف قاتل کو قتل کرو۔آیت یہ ہے۔**ولا تقتلوا النفس التی حرم اللہ بالحق ومن قتل مظلوما فقد جعلنا لولیه سلطانا فلا یسرف فی القتل انه کان منصورا** (الف) (آیت ٣٣ سورۃ الاسراء ١٧) اس آیت میں ہے کہ قتل میں اسراف نہ کرے یعنی قاتل کے علاوہ کو قتل نہ کرے۔اس لئے باقی مقتولین کے ورثہ کا حق ساقط ہو جائے گا۔

[٢٣٣١] (٣٨) جس پر قصاص واجب تھا وہ مر گیا تو اس سے قصاص ساقط ہو جائے گا۔

**وجہ** جب قاتل نہیں رہا تو قصاص کس سے لے گا۔اوپر کی آیت کے اعتبار سے دوسروں سے قصاص یا دیت لے نہیں سکتا۔کیونکہ قتل خطاء نہیں ہے اس لئے قصاص ساقط ہو جائے گا۔

[٢٣٣٢] (٣٩) اگر دو آدمیوں نے ایک آدمی کا ہاتھ کاٹا تو دونوں میں سے کسی پر قصاص نہیں ہے اور دونوں پر ایک ہاتھ کی آدھی آدھی دیت ہے۔

**وجہ** چونکہ دو آدمیوں نے ایک آدمی کا ایک ہاتھ کاٹا ہے اس لئے بدلے میں دونوں کے دو ہاتھ کاٹے نہیں جائیں گے۔ورنہ تعدی اور زیادتی ہو جائے گی۔اور کسی ایک کا ہاتھ نہیں کاٹ سکتے کہ ترجیح بلا مرجح ہوگی۔اس لئے یہی صورت ہے کہ دونوں پر ملا کر ایک ہاتھ کی دیت لازم کریں۔اور دونوں پر آدھی آدھی دیت ہوگی (٢) اثر میں ہے۔**عن الشعبی ان رجلین اتیا علیاً فشهدا علی رجل انه سرق فقطع علیؓ یده ثم اتیاه بآخر فقالا هذا الذی سرق واخطأنا علی الاول فلم یجز شهادتهما علی الآخر غرمهما دیة ید**

---

حاشیہ : (الف) اس نفس کو مت قتل کرو جس کو اللہ نے حرام کیا ہے مگر حق کے ساتھ اور جو مظلوم قتل کیا گیا تو ہم نے اس کے ولی کے لئے قوت دی تو قتل میں زیادتی نہ کرے وہ مدد کیا ہوا ہے۔

**[۲۳۳۳] (۴۰)وان قطع واحد یمنٰی رجلین فحضرا فلهما ان یقطعا یده ویأخذا منه نصف الدیة یقتسمانها نصفین[۲۳۳۴] (۴۱)فان حضر واحد منهما قطع یده فللآخر**

**الاول وقال لو اعلمکما تعمدتما لقطعتکما** (الف)(سنن للبیہقی باب الاثنین اواکثر یقطعان ید رجل معاج ثامن،ص ۷۵،نمبر ۱۵۹۷۷ر بخاری شریف، باب اذا اصاب قوم من رجل ھل یعاقب اویقتص منھم کلھم؟ص ۱۰۱۸نمبر ۶۸۹۶)اس اثر سے معلوم ہوا کہ حضرت علیؓ نے ایک ہاتھ کی دیت لازم کی۔اس لئے دونوں پرآدھی آدھی دیت لازم ہوگی۔

**فائدہ** امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ دونوں کے ہاتھ کاٹے جائیں گے۔

**وجہ** اوپر کے اثر سے استدلال ہے۔اس میں ہے۔**قال لا اعلمکما تعمدتما لقطعتکما** (سنن للبیہقی، باب الاثنین اواکثر یقطعان ید رجل معاج ثامن،ص ۷۵نمبر ۱۵۹۷۷ر بخاری شریف نمبر ۶۸۹۶)اس اثر میں ہے کہ اگر جانتا کہ جان بوجھ کر کاٹے ہوتو دونوں کا ہاتھ کاٹتا۔جس سے معلوم ہوا کہ قصاص میں دونوں کے ہاتھ کاٹے جائیں گے۔

[۲۳۳۳](۴۰)ایک آدمی نے دوآدمیوں کے دائیں ہاتھوں کو کاٹا۔پس دونوں آئیں تو دونوں کو حق ہے کہ اس کے ایک ہاتھ کاٹ لے اور اس سے آدھی دیت لے۔جس کو آپس میں آدھی آدھی تقسیم کرلے۔

**تشریح** ایک آدمی نے دوآدمیوں کے دائیں ہاتھ کاٹ ڈالے۔اب کاٹنے والے کے پاس دو دائیں ہاتھ تو نہیں ہیں کہ ان کو جاٹے جائیں۔اور یہاں دوآدمیوں کے دائیں ہاتھوں کا حق ہے۔اس لئے دونوں کو یہ حق ہوگا کہ کاٹنے والے کا دایاں ہاٹھ کاٹ لے جس سے دونوں مقطوع کے آدھے آدھے حق وصول ہوجائیں گے اور باقی آدھے آدھے حق کے لئے کاٹنے والے سے ایک ہاتھ کی دیت جوآدھی دیت یعنی پچاس اونٹ ہوتے ہیں وہ لے لے اور آپس میں آدھا آدھا یعنی پچیس پچیس اونٹ تقسیم کرلے۔

**وجہ** ایک آدمی کے دائیں ہاتھ کا بدلہ کاٹنے والے کا دایاں ہاتھ ہوا اور دوسرے آدمی کے دائیں ہاتھ کا بدلہ ایک آدمی کی آدھی دیت ہوئی۔کیونکہ کاٹنے والے کے پاس دوسرا دایاں ہاتھ نہیں ہے جو کاٹا جاسکے۔اور بایاں ہاتھ کاٹ نہیں سکتا۔کیونکہ اس نے دونوں کے دائیں ہاتھ کاٹے ہیں۔اس لئے یہی صورت باقی رہی کہ ہاتھ کی دیت لے جو پوری جان کی آدھی دیت ہوتی ہے۔اور دونوں آدھی آدھی تقسیم کرلے (۲)اوپر گزر چکا ہے کہ قصاص نہ لے سکے تو دیت لے گا۔

**لغت** یمنی رجلین : دوآدمیوں کے دائیں ہاتھ دائیں ہاتھ۔

[۲۳۳۴](۴۱)ان میں سے ایک آیا اور اس کا ہاتھ کاٹ لیا تو دوسرے کے لئے اس پرآدھی دیت ہے۔

**تشریح** قاطع نے دوآدمیوں کے ہاتھ کاٹے تھے پھر ایک آدمی نے آکر قصاص کے طور پر قاطع کا ہاتھ کاٹ لیا۔بعد میں دوسرا آیا تو اس کے

حاشیہ : (الف)دوآدمی حضرت علیؓ کے پاس آئے اور گواہی دی کہ اس نے چوری کی ہے تو حضرت علی نے اس کا ہاتھ کاٹا۔پھر دوسرے دوآئے کہ ان لوگوں نے چرایا ہے ہم نے پہلے پرالزام ڈال کر غلطی کی ہے۔تو ان کی گواہی دوسرے پر جائز قرار نہیں دی۔اوران دونوں کو پہلے کے ہاتھ کی دیت کا ذمہ دار بنایا۔اگر میں جانتا کہ تم نے جان کر ایسا کیا ہے تو تم دونوں کا ہاتھ کاٹتا۔

**علیہ نصف الدیة[۲۳۳۵] (۴۲)واذا اقر العبد بقتل العمد لزمہ القود [۲۳۳۶] (۴۳)ومن رمی رجلا عمدا فنفذ السهم منه الی آخر فماتا فعلیه القصاص للاول والدیة**

---

کاٹنے کے لئے دایاں ہاتھ باقی نہیں رہا۔اس لئے اب وہ اپنے ہاتھ کے لئے دیت لے گا۔

**وجہ** پہلے گزر چکا ہے کہ قصاص کے لئے کچھ نہ ہو تو دیت لے گا۔ **عن ابراھیم قال ما کان من جرح من العمد لا یستطاع فیه القصاص فهو علی الجارح فی ماله دون عاقلته** (الف)(مصنف ابن ابی شیبة ۱۰۱ العمد الذی لا یستطاع فیہ القصاص ج خامس، ص ۴۰۳ نمبر ۲۷۴۰۴)اس اثر سے معلوم ہوا کہ جہاں قصاص لینا ممکن نہیں وہاں دیت لازم ہے۔اور ایک ہاتھ کے لئے پوری جان کی آدھی دیت ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ **عن عمر بن شعیب عن ابیه عن جده ... وقضی رسول الله ﷺ فی الانف اذا جدع الدیة کاملة وان جدعت ثندؤته فنصف العقل خمسون من الابل او عدلها من الذهب او الورق او مائة بقرة او الف شاة وفی الید اذا قطعت نصف العقل وفی الرجل نصف العقل** (ب)(ابوداؤد شریف، باب دیات الاعضاء ص ۲۷۸ نمبر ۴۵۶۴ رنسائی شریف، ذکر حدیث عمرو بن حزم فی العقول واختلاف الناقلین لہ ص ۶۶۸ نمبر ۴۸۵۸)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک ہاتھ کے لئے آدھی دیت یعنی پچاس اونٹ ہے۔

[۲۳۳۵](۴۲)اگر غلام قتل عمد کا اقرار کرے تو اس پر قصاص لازم ہے۔

**وجہ** اثر میں ہے کہ غلام اقرار کرلے کہ میں نے قتل عمد کیا ہے تو اس پر قصاص لازم ہوگا چاہے اس سے آقا کا نقصان ہو۔

**وجہ** آیت میں ہے۔ **یا ایها الذین آمنوا کتب علیکم القصاص فی القتلی الحر بالحر والعبد بالعبد والنثی بالانثی** (ج)(آیت ۱۷۸ سورۃ البقرۃ ۲)اس آیت میں ہے کہ غلام غلام کے بدلے قصاصاً قتل کیا جائے گا(۲)اثر میں ہے۔ **عن علیؓ قال اذا قتل العبد الحر رفع الی اولیاء المقتول فان شاؤا قتلوا وان شاؤا استحیوا** (د)(سنن للبیہقی، باب العبد یقتل الحر ج خامس، ص ۶۸ نمبر ۱۵۹۶۱) **عن ابراهیم فی العبد عمدا قال فیه القود** (ہ)(کتاب الآثار، باب جراحات العبد ص ۱۲۶ نمبر ۵۸۲)اس اثر سے معلوم ہوا کہ غلام قتل عمد کا اقرار کرے تو اس پر قصاص لازم ہے۔اس میں یہ شبہ بھی ہے کہ غلام قتل عمد کا اقرار کرکے اپنی جان دینا چاہتا ہے اور آقا کا نقصان کرنا چاہتا ہے لیکن چونکہ غلام کی جان جارہی ہے اس لئے اس شبہ کی طرف توجہ نہیں کی جائے گی۔

[۲۳۳۶](۴۳)کسی نے جان بوجھ کر تیر مارا۔پس تیر پار ہوکر دوسرے آدمی کو بھی لگا تو اس پر پہلے کے لئے قصاص ہے اور دوسرے کے لئے

---

حاشیہ : (الف)حضرت ابراہیمؒ نے فرمایا جان بوجھ کر ایسا زخم لگایا جس کا قصاص نہیں لیا جاسکتا ہو تو زخم کرنے والے پر اس کے مال میں ہے نہ کہ خاندان پر(ب) حضورؐ نے ناک کے بارے میں یہ فیصلہ فرمایا کہ جب کاٹی جائے تو پوری دیت ہے اور اس کا پیتان کاٹا تو آدھی دیت ہے پچاس اونٹ یا اس کے برابر سونا یا چاندی یا ایک سوگائے یا ایک ہزار بکری۔اور ہاتھ کاٹا جائے تو آدھی دیت ہے اور پاؤں میں آدھی دیت ہے(ج)اے ایمان والو تم پر قصاص فرض کیا گیا ہے قتل میں آزاد آزاد کے بدلے، غلام غلام کے بدلے اور مؤنث مؤنث کے بدلے(د)حضرت علیؓ نے فرمایا اگر غلام آزاد کو قتل کرے اور مقتول کے اولیاء کے پاس معاملہ جائے پس چاہے تو قتل کرے اور چاہے تو چھوڑ دے(ہ)حضرت ابراہیم نے فرمایا غلام جان بوجھ کر قتل کرے تو اس میں قصاص ہے۔

**للثانی علی عاقلته.**

---

اس کے عاقلہ پر دیت ہے۔

**تشریح** دو آدمی ایک لائن میں کھڑے تھے۔ان میں سے پہلے کو جان بوجھ کر تیر مارا۔پس تیر پار ہو کر دوسرے آدمی کو بھی لگ گیا اور دونوں مر گئے تو قاتل پر پہلے آدمی کا قصاص لازم ہوگا اور دوسرے آدمی کی دیت قاتل کے خاندان والوں پر ہوگی۔

**وجہ** پہلا قتل عمد ہے جان بوجھ کر تیر مارا ہے اس لئے اس کی وجہ سے قاتل پر قصاص لازم ہے۔اور دوسرا قتل خطاء ہے کیونکہ اس کو مارنے کی نیت نہیں تھی۔اور قتل خطاء میں قاتل کے عاقلہ پر دیت لازم ہوتی ہے۔اس لئے عاقلہ پر دیت لازم ہوگی (۲) قتل خطاء میں عاقلہ پر دیت لازم ہونے کی دلیل بخاری میں ہے۔**وقضی ان دیة المرأة علی عاقلتها** (بخاری شریف، نمبر ۶۹۱۰ رمسلم شریف، نمبر ۱۶۸۲)



# ﴿ کتاب الدیات ﴾

﴿ کتاب الدیات ﴾

**ضروری نوٹ** قتل شبہ عمد میں، قتل خطاء، زخم خطاء وغیرہ ہونے پر مال سے جو جرمانہ لازم ہوتا ہے اس کو دیت کہتے ہیں۔ اس کی دلیل یہ آیت ہے۔ **وما کان لمؤمن ان یقتل مؤمنا الا خطاء ومن قتل مؤمنا خطاء فتحریر رقبة مؤمنة ودیة مسلمة الی اهله الا ان یصدقوا فان کان من قوم عدولکم وهو مؤمن فتحریر رقبة مؤمنة وان کان من قوم بینکم وبینهم میثاق فدیة مسلمة الی اهله وتحریر رقبة مؤمنة فمن لم یجد فصیام شهرین متتابعین توبة من الله وکان الله علیما حکیما ٥ ومن یقتل مؤمنا متعمدا فجزاء ہ جهنم خالدا فیها وغضب الله علیه ولعنه واعد له عذابا عظیما** (الف) (آیت ۹۲/۹۳ سورۃ النساء ۴) اس آیت سے کئی قسم کی دیات کا ثبوت ہے (۲) اس حدیث میں بہت سی دیتوں کا تذکرہ ہے۔ **ان رسول الله ﷺ کتب الی اهل الیمن کتابا فیه الفرائض والسنن والدیات وبعث به مع عمرو بن حزم فقُرِء ت علی اهل الیمن هذه نسختها من محمد النبی الی شرحبیل بن عبد کلال ونعیم بن عبد کلال والحارث بن عبد کلال قیل ذی رعین ومعافر وهمدان اما بعد! وکان فی کتابه ان من اعتبط مؤمنا قتلا عن بینة فانه قود الا ان یرضی اولیاء المقتول وان فی النفس الدیة مائة من الابل والانف اذا اوعب جدعه الدیة وفی اللسان الدیة وفی الشفتین الدیة وفی البیضتین وفی الذکر الدیة وفی الصلب الدیة وفی العینین الدیة وفی الرجل الواحدة نصف الدیة وفی المامومة ثلث الدیة وفی الجائفة ثلث الدیة وفی المنقلة خمس عشرة من الابل وفی کل اصبع من اصابع الید والرجل عشر من الابل وفی السن خمس من الابل وفی الموضحة خمس من الابل وان الرجل یقتل بالمرأة وعلی اهل الذهب الف دینار، وفی روایة وفی العین الواحدة نصف الدیة وفی الید الواحدة نصف الدیة وفی الرجل الواحدة نصف الدیة** (ب) (نسائی شریف، ذکر

---

حاشیہ : (الف) مومن کے لئے جائز نہیں ہے کہ کسی مومن کو قتل کرے مگر غلطی سے۔ پس جس نے مومن کو غلطی سے قتل کیا تو مومن غلام کو آزاد کرنا ہے اور دیت اس کے اہل کو دینا ہے۔ اور اگر ایسی قوم میں مقتول ہو کہ تمہارے اور ان کے درمیان عہد و پیمان ہو تو دیت اسکے وارث کو دینا ہے اور مومن غلام آزاد کرنا ہے۔ اور جو یہ نہ پائے تو دو ماہ مسلسل روزے رکھنا ہے۔ اللہ سے توبہ کی درخواست کرنا ہے۔ اور اللہ جاننے والے حکمت والے ہیں ٥ اور جس نے مومن کو جان بوجھ کر قتل کیا تو اس کی سزا جھنم ہے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ کا اس پر غضب ہوگا۔ اور اس کی لعنت ہوگی اور اس کے لئے دردناک عذاب ہوگا (ب) حضورؐ نے اہل یمن کو خط لکھا جس میں فرائض، سنتیں اور دیات کا تذکرہ تھا۔ اور اس خط کو عمر بن حزم کے ساتھ بھیجا تو اہل یمن پر پڑھا گیا کہ یہ خط ہے حضورؐ کی جانب سے شرجیل عبد بن کلال، نعیم بن عبد کلال اور حارث بن عبد کلال کی طرف جو ذی رعین اور معافر اور ہمدان کے سردار ہیں۔ اما بعد! یقیناً کسی نے مومن کو قتل کا ارادہ کیا بینہ کے ساتھ تو اس کا قصاص ہے مگر یہ کہ مقتول کے وارثین راضی ہو جائیں۔ وہ کہ جان میں دیت ہے سو اونٹ، اور ناک جبکہ کاٹ دے اس میں دیت ہے، زبان میں پوری دیت ہے، دونوں ہونٹوں میں پوری دیت ہے، دونوں خصیتین میں پوری دیت ہے۔ اور ذکر کاٹنے میں پوری دیت ہے۔ اور ریڑھ کی ہڈی میں پوری دیت ہے۔ دونوں آنکھوں کو پھوڑنے میں پوری دیت ہے۔ اور ایک پاؤں میں آدھی دیت ہے۔ سر کے گہرے زخم مامومہ میں تہائی دیت ہے۔ پیٹ کے گہرے زخم جائفہ میں تہائی دیت ہے۔ منقلہ زخم میں پندرہ اونٹ ہیں۔ ہاتھ کی انگلیوں میں سے ہر انگلی اور پاؤں کی انگلیوں میں سے ہر انگلی میں دس دس اونٹ ہیں۔ اور دانت میں پانچ اونٹ ہیں اور (باقی اگلے صفحہ پر)

**[۲۳۳۷](۱)اذا قتل رجل رجلا شبه عمد فعلی عاقلته دیة مغلظة وعلیه کفارة [۲۳۳۸] (۲)ودیة شبه العمد عند ابی حنیفة وابی یوسف رحمهما الله تعالی مائة من الابل ارباعا خمس وعشرون بنت مخاض وخمس وعشرون بنت لبون وخمس وعشرون حقة**

حدیث عمرو بن حزم فی العقول واختلاف الناقلین لہ ص ۶۶۸/۶۶۹ نمبر ۴۸۵۷/۴۸۵۸) اس حدیث میں مختلف قسم کے جرموں کی دیت کا تذکرہ ہے۔

[۲۳۳۷](۱) اگر کسی نے کسی آدمی کو شبہ عمد میں قتل کر دیا تو اس کے عاقلہ پر دیت مغلظہ ہے اور اس پر کفارہ ہے۔

**تشریح** کسی نے کسی آدمی کو دھاردار ہتھیار کے علاوہ سے جان بوجھ کر قتل کر دیا جس کو شبہ عمد کہتے ہیں اس کی وجہ سے قاتل کے خاندان پر دیت مغلظہ لازم ہوگی اور خود قاتل پر کفارہ لازم ہوگا۔

**وجہ** آیت میں ہے۔ ومن قتل مؤمنا خطاء فتحریر رقبة مؤمنة ودیة مسلمة الی اهله (الف) (آیت ۹۲ سورۃ النساء۴) قتل شبہ عمد قتل خطا کے درجے میں ہے اس لئے آیت سے پتا چلا کہ دیت لازم ہوگی اور غلام آزاد کرنا ہوگا (۲) اور خاندان پر دیت لازم ہونے کی دلیل حدیث کا ٹکڑا ہے۔ ان ابا هریرة انه قال اقتتلت امرأتان من هزیل ... وقضی ان دیة المرأة علی عاقلتها (ب) (بخاری شریف، باب جنین المرأۃ وان العقل علی الوالد وعصبۃ الوالد لا علی الولد ص ۱۰۲۰ نمبر ۶۹۱۰ / مسلم شریف، باب دیۃ الجنین ووجوب الدیۃ فی قتل الخطاء وشبہ العمد علی عاقلۃ الجانی ص ۶۲ نمبر ۱۶۸۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت نے جان کر بغیر دھاردار چیز سے دوسری عورت کو مارا تھا تو یہ قتل شبہ عمد ہوا اور اس کی دیت قاتلہ کے خاندان پر لازم کی۔ اور دیت مغلظہ کی تفصیل آگے ہے۔

[۲۳۳۸](۲) اور شبہ عمد کی دیت امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک سو اونٹ ہیں چار طرح کے۔ پچیس بنت مخاض، پچیس بنت لبون، پچیس حقہ اور پچیس جذعہ۔ اور تغلیظ نہیں ثابت ہوگی مگر صرف اونٹ میں۔ پس اگر اونٹ کے علاوہ کی دیت کا فیصلہ کیا تو مغلظہ نہیں ہوگی۔

**تشریح** قتل شبہ عمد اور قتل خطاء میں ہر حال میں ایک ہزار دینار یا دس ہزار درہم ہیں۔ اس لئے اگر دینار اور درہم دیت دے تو ان میں تغلیظ نہیں ہو سکتی۔ صرف اونٹ کی دیت میں تغلیظ ہوگی وہ تعداد میں تو ہمیشہ سو اونٹ ہی لازم ہوں گے۔ البتہ عمر کے اعتبار سے اعلی اونٹ لازم کرے تو تغلیظ ہوگی اور ادنی اونٹ لازم کرے تو تخفیف ہو جائے گی۔

**وجہ** اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ قال عبد الله فی شبه العمد خمس وعشرون حقة وخمس وعشرون جذعة وخمس وعشرون بنات لبون وخمس وعشرون بنات مخاض (ج) (ابوداؤد شریف، باب فی دیۃ الخطاء شبہ العمد ص ۲۷۷ نمبر ۴۵۵۳) اس حدیث میں اونٹ کی تفصیل ہے۔

حاشیہ: (پچھلے صفحہ سے آگے) موضحہ زخم میں پانچ اونٹ ہیں۔ اور مرد قتل کیا جائے گا عورت کے بدلے میں۔ اور سونے والے پر ہزار دینار ہے (الف) کسی نے مومن کو قتل کیا غلطی سے تو مومن غلام کو آزاد کرنا ہے اور دیت اس کے وارث کو سپرد کرنا ہے (ب) ابو ہریرہؓ نے فرمایا ہزیل کی دو عورتوں نے قتال کیا... فیصلہ کیا کہ عورت کی دیت اس کے خاندان پر ہے (ج) حضرت عبد اللہؓ نے فرمایا قتل شبہ عمد میں پچیس حقہ، پچیس جذعہ، پچیس بنت لبون اور پچیس بنت مخاض ہیں۔

وخمس وعشرون جذعة ولا يثبت التغليظ الا فى الابل خاصة فان قضى بالدية من غير الابل لم تتغلظ[ ۲۳۳۹] (۳)وفى قتل الخطأ تجب به الدية على العاقلة والكفارة على

---

**فائدہ** امام شافعیؒ اورامام محمدؒ کے نزدیک تغلیظ کی یہ شکل ہے کہ تیس جذعہ، تیس حقہ اور چالیس ثنیہ سب حاملہ ہوں۔

**وجہ** عن عثمان بن عفانؓ وزید بن ثابتؓ فی المغلظة اربعون جذعة خلفة وثلاثون حقة وثلاثون بنات لبون (الف) (ابوداؤد شریف، باب فی الخطاء شبہ العمد ص ۲۷۷ نمبر ۴۵۵۴) اس سے امام شافعیؒ اور امام محمدؒ کا مسلک ثابت ہوتا ہے۔

**لغت** ایک سال پورا ہو کر دوسرے سال میں بچے نے قدم رکھا ہو تو اس کو بنت مخاض کہتے ہیں۔ اور تیسرے سال میں قدم رکھا ہو تو بنت لبون، چوتھے سال میں قدم رکھا ہو تو حقہ اور پانچویں سال میں قدم رکھا ہو تو جذعہ اور پانچ سال پورے ہو چکے ہو تو ثنی، یعنی جس اونٹ کو دودھ کا دانت گر کر دو نئے دانت نکل آئے ہوں۔

[۲۳۳۹] (۳) اور قتل خطا میں دیت واجب ہوتی ہے عاقلہ پر اور کفارہ قاتل پر۔

**وجہ** دیت اور کفارہ کے بارے میں اوپر آیت گزر چکی ہے۔ عاقلہ پر دیت لازم ہونے کا قاعدہ یہ ہے کہ جو دیت براہ راست قاتل پر لازم ہو وہ اس کے خاندان پر لازم ہوتی ہے جیسے قتل خطا کی دیت براہ راست قاتل پر لازم ہوتی ہے۔ اس لئے یہ اس کے خاندان پر لازم ہوگی۔ قتل شبہ عمد کی دیت بھی براہ راست قاتل پر لازم ہوتی ہے اس لئے وہ بھی قاتل کے خاندان پر لازم ہوگی۔ اس لئے کہ انہوں نے قاتل کو قتل سے روکا نہیں (۲) حدیث میں ہے۔ عن جابر بن عبد الله ان امرأتين من هذيل قتلت احداهما الاخرى ولكل واحدة منهما زوج وولد، قال فجعل النبى ﷺ دية المقتولة على عاقلة القاتلة (ابوداؤد شریف، باب دیۃ الجنین، ص ۲۷۷، نمبر ۴۵۷۵ بخاری شریف، باب جنین المرأۃ وان العقل علی الوالد وعصبۃ الوالد الخ ص ۱۰۲۰، نمبر ۶۹۰۹) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قتل خطاء میں دیت قاتل کے عاقلہ پر ہے۔

قتل عمد میں قاتل پر قصاص لازم ہوتا ہے دیت لازم نہیں ہوتی ہے بلکہ بعد میں قصاص کے بدلے دیت اور مال پر صلح کر لے تو لازم ہوگی۔ اس لئے یہ قاتل کے عاقلہ اور خاندان پر لازم نہیں ہوگی۔ اسی طرح قتل خطا کے بدلے کسی مال پر صلح کر لے یا کسی مال کا اعتراف کرے تو یہ قاتل کے اعتراف کرنے یا صلح کرنے کی وجہ سے مال لازم ہوا اس لئے اس کے خاندان پر لازم نہیں ہوگا۔ اسی طرح غلام پر دیت لازم ہو تو وہ اس کے خاندان پر لازم نہیں ہوگی بلکہ اس کا آقا ادا کرے گا۔

**وجہ** اس اثر میں ہے۔ عن عمرؓ قال العمد والعبد والصلح والاعتراف لا يعقل العاقلة (ب) (سنن للبیہقی، باب من قال لاتحمل العاقلۃ عمدا ولا عبدا ولا صلحا ولا اعترافا ج ثامن، ص ۱۸۱، نمبر ۱۶۳۵۹) اس اثر سے معلوم ہوا کہ قتل عمد، مال صلح، مال اعتراف اور غلام پر لازم ہونے والا مال عاقلہ پر لازم نہیں ہے۔

---

حاشیہ : (الف) زید بن ثابت نے فرمایا مغلظ میں چالیس جذعہ خلفہ ہیں اور تیس حقہ ہیں اور تیس بنت لبون ہیں (ب) حضرت عمرؓ نے فرمایا قتل عمد میں اور غلام کے قتل میں اور صلح میں اور جرم کے اقرار کر لینے میں خاندان والے دیت نہیں دیں گے۔

**القاتل[٢٣٤٠] (٤)والدية فی الخطأ مائة من الابل اخماسا عشرون بنت مخاض وعشرون ابن مخاض وعشرون بنت لبون وعشرون حقة وعشرون جذعة [٢٣٤١] (٥) ومن العين الف دينار ومن الورق عشرة آلاف درهم ولا يثبت الدية الا من هذه الانواع الثلثة عند ابی حنيفة رحمه الله تعالى وقالا رحمهما الله تعالى منها ومن البقر مائتا بقرة**

---

نوٹ قتل خطا کی دیت کی تفصیل آگے حدیث میں ہے۔

[٢٣٤٠] (٤) قتل خطا میں دیت سو اونٹ ہیں پانچ طرح کے۔ بیس بنت مخاض اور بیس ابن مخاض اور بیس بنت لبون اور بیس حقہ اور بیس جذعہ۔

وجہ حدیث میں ہے۔ عن عبد الله بن مسعودؓ قال قال رسول الله ﷺ فی دية الخطاء عشرون حقة وعشرون جذعة وعشرون بنت مخاض وعشرون بنت لبون وعشرون بنی مخاض ذكر (الف) (ابوداؤد شریف، باب الدیۃ کم هی؟ ص ٢٧٧ نمبر ٤٥٤٥ رنسائی شریف ذکر اسنان دیۃ الخطاء ص ٦٦٢ نمبر ٤٨٠٦) اس حدیث سے قتل خطا میں اونٹ کی تعداد کا پتا چلا۔

[٢٣٤١] (٥) اور سونے سے ایک ہزار دینار اور چاندی سے دس ہزار درہم۔ اور نہیں ثابت ہے دیت مگر انہیں تین قسموں سے امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ نے فرمایا ان سے بھی دیت ہے اور گائے میں دو سو گائیں اور بکری سے دو ہزار بکریاں اور حلے سے دو سو حلے، ہر حلہ دو کپڑوں کا۔

تشریح دیت اصل میں اونٹ سے متعین تھی کیونکہ عرب میں اونٹ ہی ہوتے تھے۔ لیکن اس کی قیمت لگا کر سونا، چاندی، گائے، بکری اور حلے متعین کئے گئے۔ شروع میں سو اونٹ کی قیمت آٹھ سو دینار یا آٹھ ہزار درہم تھے۔ بعد میں اونٹ مہنگے ہونے کی وجہ سے دیت میں اس کی قیمت ایک ہزار دینار یا بارہ ہزار درہم یا دو سو گائیں یا دو ہزار بکریاں یا دو سو حلے لازم کئے۔ البتہ امام ابو حنیفہؒ حضرت عمرؓ کے فیصلے کی وجہ سے نہ آٹھ ہزار درہم رکھا اور نہ بارہ ہزار درہم رکھا بلکہ دونوں کے درمیان دس ہزار درہم متعین کیا۔ باقی قسموں کی تعداد وہی ہے جو صاحبینؒ کا مسلک ہے۔

وجہ حدیث میں پوری بات یہ ہے۔ عن عمر بن شعيب عن ابيه عن جده قال كانت قيمة الدية على عهد رسول الله ﷺ ثمان مائة دينار او ثمانية آلاف درهم ودية اهل الكتاب يومئذ النصف من دية المسلمين قال فكان ذلك كذلك حتى استخلف عمرؓ فقام خطيبا فقال الا ان الابل قد غلت قال ففرضها عمر على اهل الذهب الف دينار وعلى اهل الورق اثنى عشر الفا وعلى اهل البقر مائتى بقرة وعلى اهل الشاء الفى شاة وعلى اهل الحلل مائتى حلة قال وترك دية اهل الذمة لم يرفعها فيما رفع من الدية (ب) (ابوداؤد شریف، باب الدیۃ کم هی؟ ص ٢٧٧ نمبر ٤٥٤٢ رنسائی

---

حاشیہ : (الف) عبد اللہ بن مسعودؓ نے فرمایا حضورؐ نے فرمایا قتل خطا کی دیت میں بیس حقہ، بیس جذعہ، بیس بنت مخاض، بیس بنت لبون اور بیس بنی مخاض مذکر ہیں۔

حاشیہ : (ب) عمر بن شعیب نے فرمایا دیت کی قیمت حضور کے زمانے میں آٹھ سو درہم تھی چنانچہ ایسا ہی رہا یہاں تک کہ حضرت عمرؓ خلیفہ بنے۔ (باقی اگلے صفحہ پر)

**ومن الغنم الفا شاة ومن الحلل مائتا حُلة کل حلة ثوبان [۲۳۴۲](۲)ودیة المسلم والذمی سواء.**

شریف، ذکر الاختلاف علی خالد الحذاء ص۶۶۲ نمبر ۴۸۰۵ رترمذی شریف، باب ماجاء فی الدیۃ کم ھی من الدراھم ص ۲۵۸ نمبر ۱۳۸۸) اس سے تمام دیات کا علم ہوا۔ اس حدیث میں بارہ ہزار درہم کا تذکرہ ہے۔ لیکن دوسرے اثر میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے دس ہزار درہم کا فیصلہ فرمایا۔ **عن عمرؓ انہ فرض علی اھل الذھب الف دینار فی الدیۃ وعلی اھل الورق عشرۃ آلاف درھم** (الف) (سنن للبیہقی، باب ماروی فیہ عن عمرؓ وعثمانؓ سوای ماضی ج ثامن، ص۱۴۰، نمبر ۱۶۱۸۶ رکتاب الآثار لامام محمد، باب الدیات ومایجب علی اہل الورق والمواشی ص۱۲۰ انمبر ۵۵۴ رمصنف ابن ابی شیبۃ ۱۱ الدیۃ کم تکون ج خامس، ص۳۴۴، نمبر ۲۶۷۱۸) اس اثر سے معلوم ہوا کہ دیت دس ہزار درہم ہے۔

**فائدہ** صاحبینؒ کی رائے ہے کہ گائے میں دوسو گائے یا دو ہزار بکریاں یا دوسو حلے ہیں۔

**وجہ** اس کی دلیل اوپر کی حدیث گزر گئی۔

**لغت** الحلل : حلۃ کی جمع ہے، ایک قسم کی چادر اور لنگی ہو تو اس لباس کو حلہ کہتے ہیں۔ اس میں دو کپڑے ہوتے ہیں۔

**فائدہ** امام شافعیؒ کے نزدیک بارہ ہزار درہم دیت ہے۔

**وجہ** ان کی دلیل اوپر والی حدیث ہے جس میں تھا کہ دیت بارہ ہزار درہم ہے۔

[۲۳۴۲] (۲) مسلمان اور ذمی کی دیت برابر ہے۔

**تشریح** جو کافر دار الاسلام میں ٹیکس دے کر رہتا ہو اس کو ذمی کہتے ہیں اس کو قتل خطاء کر دے تو اس کی دیت مسلمان ہی کی طرح سو اونٹ یا ایک ہزار دینار یا دس ہزار درہم ہے۔

**وجہ** **ان ابا بکرؓ وعمرؓ کانا یجعلان دیۃ الیھودی والنصرانی اذا کانا معاھدین دیۃ الحر المسلم** (ب) (دار قطنی، کتاب الحدود والدیات ج ثالث ص۹۸ نمبر ۳۲۱۷) (۲) **ابن عمرؓ ان النبی ﷺ قال دیۃ ذمی دیۃ مسلم** (ج) (سنن للبیہقی، باب دیۃ اھل الذمۃ ج ثامن، ص۱۷۸، نمبر ۱۶۳۵۲) اس حدیث اور اثر سے معلوم ہوا کہ ذمی کی دیت مسلمان کی طرح ہے۔

**فائدہ** امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ یہودی اور نصرانی ذمی ہو تو اس کو آدھی دیت یعنی آٹھ ہزار کا آدھا چار ہزار درہم اور مجوسی ذمی ہو تو اس کو آٹھ سو درہم دیت ملے گی۔

---

حاشیہ : (پچھلے صفحہ سے آگے) پس انہوں نے خطبہ دیا کہ سن لو! اونٹ مہنگے ہو گئے ہیں۔ پس متعین کیا حضرت عمرؓ نے سونے والے پر ہزار دینار اور چاندی والے پر بارہ ہزار اور گائے والے پر دوسو گائیں اور بکری والے پر دو ہزار بکریاں اور حلے والے پر دوسو حلے۔ فرمایا اور اہل ذمہ کی دیت کو چھوڑ دیا۔ اس کی دیت کو آگے نہیں بڑھایا (الف) حضرت عمرؓ نے متعین کیا سونے والے پر ہزار دینار دیت میں اور چاندی والے پر دس ہزار درہم (ب) حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ دونوں یہودی اور نصرانی کی دیت جبکہ ان سے معاہدہ ہو تو آزاد مسلمان کی دیت کے برابر کرتے تھے (ج) آپؐ نے فرمایا ذمی کی دیت مسلم کی دیت کے برابر ہے۔

[٢٣٤٣] (٧)وفی النفس الدية وفی المارن الدية وفی السان الدية وفی الذكر الدية وفی العقل اذا ضرب رأسه فذهب عقله الدية.

وجہ حدیث میں ہے۔عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ عن النبی ﷺ قال دیۃ المعاهد نصف دیۃ الحر (الف)(ابو داؤد شریف، باب فی دیۃ الذمی ص۲۸۲ نمبر ۴۵۸۳ رترمذی شریف، باب ما جاء فی دیۃ الکفار ص۲۶۰ نمبر ۱۴۱۳)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ذمی کی دیت مسلمان کی دیت سے آدھی ہوگی (۲)عن عمرؓ قال دیۃ الیہودی والنصرانی اربعۃ آلاف واالمجوسی ثمان مائۃ (ب)(دار قطنی، کتاب الحدود والدیات ج ثالث، ص۹۸ نمبر ۳۲۲۰ رسنن للبیہقی، باب دیۃ اھل الذمۃ ج ثامن، ص۱۷۵، نمبر ۱۶۳۳۸) اس اثر سے معلوم ہوا کہ یہودی اور نصرانی کی دیت چار ہزار درہم اور مجوسی کافر ذمی کی دیت آٹھ سو درہم ہوگی۔

[٢٣٤٣] (۷)غلطی سے جان کر انسان کو قتل کر دے تو پوری دیت ہے، ناک کے نرمہ میں پوری دیت ہے اور زبان میں پوری دیت ہت اور ذکر میں پوری دیت ہے اور سر پر مارے اور عقل ختم ہو جائے تو پوری دیت ہے۔

تشریح پوری دیت یا آدھی دیت لازم ہونے میں دو باتوں کا لحاظ ہے۔ایک تو یہ کہ اگر ایسا عضو کاٹ دیں جس سے آدمی زندہ تو ہے لیکن انسان کی منفعت ختم ہو جائے تو اس سے بھی پوری دیت لازم ہوتی ہے جیسے زبان کاٹ دے یا ذکر کاٹ دے تو ان سے آدمی زندہ تو ہے لیکن بولنے کی منفعت یا جماع کرنے کی منفعت ختم ہوگی تو گویا کہ آدمی ہی نہیں رہا اس لئے اس سے پوری دیت لازم ہوگی۔یا ایسا عضو کاٹا جس سے انسان کی خوبصورتی بالکل ختم ہوگئی تو اس سے بھی پوری دیت سو اونٹ لازم ہوگی جیسے ناک کاٹ دی یا بھوؤں کے بال بالکل اکھیڑ دیئے یا سر کے بال بالکل اکھیڑ دیئے کہ اب دوبارہ بال نہیں اگ سکتے تو اس سے بھی پوری دیت لازم ہوگی۔کیونکہ خوبصورتی ختم ہونے کی وجہ سے گویا کہ انسان نہیں رہا (۲)اور دوسری وجہ یہ ہے کہ حدیث میں یا صحابہ کے فیصلہ میں اس کا ثبوت ہے کہ فلاں جرم میں پوری دیت لازم ہوگی۔اب سمجھ میں نہ بھی آئے تو پوری دیت لازم ہوگی (۳)عمر بن حزم کی لمبی حدیث اس باب کے ضروری نوٹ میں گزری جس میں اس کا ثبوت ہے۔اس کا ٹکڑا یہ ہے۔وان فی النفس الدیۃ مائۃ من الابل وفی الانف اذا اوعب جدعہ الدیۃ وفی اللسان الدیۃ وفی الشفتین الدیۃ وفی البیضتین الدیۃ وفی الذکر الدیۃ وفی الصلب الدیۃ وفی العینین الدیۃ (ج)(نسائی شریف، ذکر حدیث عمرو بن حزم فی العقول واختلاف الناقلین ص۶۶۸ نمبر ۴۸۵۷)اس میں ہے کہ جان میں پوری دیت ہے۔پوری ناک کٹ جائے تو پوری دیت ،زبان میں پوری دیت، ذکر میں پوری دیت ہے (۴)اور عقل کے لئے یہ اثر ہے۔عن عمر بن الخطابؓ ما دل علی انہ قضی فی العقل بالدیۃ (د)(سنن للبیہقی، باب ذہاب العقل من الجنایۃ ج ثامن، ص۱۵۱، نمبر ۱۶۲۲۸ رمصنف ابن ابی شیبۃ ۹۰ فی العقل ج خامس، ص

حاشیہ : (الف) آپؐ نے فرمایا معاہدہ والے ذمی کی دیت آزاد مسلمان کی دیت کی آدھی ہے (ب) حضرت عمرؓ نے فرمایا یہودی اور نصرانی کی دیت چار ہزار درہم ہے اور مجوسی کی دیت آٹھ سو درہم (ج) جان قتل کرنے میں پوری دیت ایک سو اونٹ ہیں اور ناک جب کاٹی جائے تو پوری دیت ہے اور زبان میں پوری دیت ہے اور دونوں ہونٹوں میں پوری دیت ہے دونوں خصیوں میں پوری دیت ہے ذکر کاٹنے میں پوری دیت ہے اور ریڑھ کی ہڈی توڑنے میں پوری دیت ہے اور دونوں آنکھوں کے پھوڑنے میں پوری دیت ہے (د) حضرت عمرؓ سے دلالت کرتی ہے وہ یہ ہے کہ عقل ضائع ہونے میں پوری دیت کا فیصلہ کیا۔

## [۲۳۴۴](۸)وفی اللحیة اذا حلقت فلم تنبت الدیة وفی شعر الرأس الدیة وفی حاجبین

۳۹۸،نمبر۲۷۳۴۰)اس اثر سے معلوم ہوا کہ عقل ختم ہوجائے تو پوری دیت لازم ہوگی۔

[۲۳۴۴](۸)اور داڑھی اس طرح مونڈ دی جائے کہ پھر نہ اگے اس میں دیت ہے۔اور سر کے بال میں دیت ہے اور دونوں ابرؤں میں دیت ہے۔

**تشریح** داڑھی اس طرح مونڈ دی جائے کہ دوبارہ نہ اگے تو اس سے خوبصورتی ختم ہو جاتی ہے اس لئے اس میں پوری دیت ہے۔اسی طرح سر کے بال اس طرح مونڈ دیئے کہ دوبارہ نہ اگ سکے تو اس سے بھی پوری خوبصورتی ختم ہو جاتی ہے۔اس لئے اس میں بھی پوری دیت ہے۔اسی طرح ابرو کو اس طرح مونڈ دیا کہ دوبارہ بال نہ اگ سکے تو اس میں بھی خوبصورتی ختم ہوگئی اس لئے اس میں بھی پوری دیت ہے۔

**وجہ** اثر میں ہے۔عن الشعبی فی اللحیة الدیة اذا انتفت فلم تنبت (الف)(مصنف ابن ابی شیبة ۲۳۱ فی شعر اللحیة اذا انتف فلم ینبت ج سادس ص۴۵۲نمبر۲۸۰۲۷)(۲)عن زید بن ثابتؓ قال فی الشعر اذا ینبت الدیة (ب)(سنن للبیہقی ،باب ماجاء فی الحاجبین واللحیة والرأس ج ثامن ص۱۵۱نمبر۱۶۳۳۰)اس سے معلوم ہوا کہ داڑھی کے بال میں اس طرح اکھیڑ دے کہ دوبارہ نہ اگ سکے تو اس میں پوری دیت ہے۔سر کے بال کے بارے میں یہ اثر ہے۔عن سلمة بن تمام الشقری قال مر رجل بقدر فوقعت علی رأس رجل فاحرقت شعرہ فرفع الی علیؓ فاجله سنة فلم ینبت فقضی فیه علیؓ بالدیة (ج)(مصنف ابن ابی شیبة ۱۹ شعر الرأس اذا لم ینبت ج خامس ص۳۵۷،نمبر۲۶۸۶۶رمصنف عبد الرزاق ،باب حلق الرأس ونتف اللحیة ج تاسع ص۳۱۹نمبر۱۷۳۷۴)اس سے معلوم ہوا کہ سر کے بال اس طرح اڑا دے کہ دوبارہ نہ اگ سکے اس میں پوری دیت لازم ہوگی۔اور ابرو کے بارے میں یہ اثر ہے۔عن الحسن قال فی الحاجبین الدیة واحدهما نصف الدیة(د)(مصنف ابن ابی شیبة ۱۸ الحاجبین ما فیھما؟ ج خامس ص۳۵۶،نمبر ۲۶۸۶۰رمصنف عبد الرزاق ،باب الحاجب ج تاسع ص۳۲۱نمبر۱۷۳۸۱)اس اثر سے معلوم ہوا کہ ابرو میں پوری دیت ہے۔

**فائدہ** امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ان چیزوں میں پوری دیت نہیں ہے بلکہ حاکم جو فیصلہ کرے وہ لازم ہوگا۔

**وجہ** کیونکہ کسی عضو کا کاٹنا نہیں ہے بلکہ صرف خوبصورتی کا ختم ہونا ہے۔اس لئے خوبصورتی کم ہونے سے جو کمی واقع ہوئی وہی لازم ہوگا(۲) اثر میں ہے۔ سألت عطاء عن الحاجب یشأن قال ما سمعت فیه بشیء قال الشافعی فیه حکومة بقدر الشین والالم (ہ)(سنن للبیہقی ،باب ماجاء فی الحاجبین واللحیة والرأس ج ثامن ص۱۷۳،نمبر۱۶۳۳۱رمصنف عبد الرزاق ،باب الحاجب ج تاسع ص

---

حاشیہ : (الف) حضرت شعبی نے فرمایا داڑھی میں پوری دیت ہے اگر داڑھی اس طرح اکھیڑے کہ نہ اگے(ب) حضرت زید بن ثابتؓ سے ہے کہ فرمایا بال جبکہ نہ اگے تو پوری دیت ہے(ج) سلمہ بن تمام شقری نے فرمایا ایک آدمی ہانڈی کے پاس سے گزرا۔پس ہانڈی اس آدمی کے سر پر گرگئی اور اس کے بال جل گئے تو یہ معاملہ حضرت علیؓ کے پاس آیا تو اس کو ایک سال تک مہلت دی۔پھر بھی نہیں اگا پس حضرت علیؓ نے اس میں دیت کا فیصلہ کیا(د) حضرت حسن نے فرمایا دونوں بھؤں میں پوری دیت ہے اور دونوں میں سے ایک میں آدھی دیت ہے(ہ) میں نے بھؤں کے بارے میں پوچھا جو بدنما ہو جائے۔فرمایا میں نے اس بارے میں کچھ نہیں سنا۔امام شافعی نے فرمایا اس میں ایک بدنمائی اور تکلیف کے برابر فیصلہ ہے۔

**الدية [۲۳۴۵](۹)وفی العینین الدية وفی الیدین الدية وفی الرجلین الدية وفی الاذنین الدية وفی الشفتین الدية وفی الانثیین الدية وفی ثدیی المرأة الدية[۲۳۴۶] (۱۰)وفی کل واحد من هذه الاشیاء نصف الدية.**

۳۲۱نمبر ۱۷۳۸۰/مصنف ابن ابی شیبۃ ۱۱۸الحاجبین ما فیھما؟ ج خامس،ص ۳۵۷نمبر ۲۶۸۶۴)اس اثر سے معلوم ہوا کہ خوبصورتی جتنی کم ہو اس حساب سے رقم لازم ہوگی۔

[۲۳۴۵](۹)دونوں آنکھوں میں پوری دیت،دونوں ہاتھوں میں پوری دیت اور دونوں پیروں میں پوری دیت اور دونوں کانوں میں پوری دیت اور دونوں ہونٹوں میں پوری دیت،دونوں خصیوں میں پوری دیت اور عورت کے دونوں پستانوں میں پوری دیت ہے۔

**تشریح** یہ اعضاء دونوں ختم ہوجائیں تو انسان کی منفعت ختم ہوجاتی ہے اس لئے پوری دیت لازم ہوگی۔اور ایک عضو ختم ہوا جیسے ایک آنکھ ختم ہوئی تو آدھی دیت لازم ہوگی۔

**وجہ** حضرت عمرو بن حزم کی ایک حدیث میں تفصیل گزر چکی ہے۔حدیث کا ٹکڑا یہ ہے۔**ان رسول اللہ ﷺ کتب الی اھل الیمن کتابا فیه الفرائض والسنن والدیات ...وفی الشفتین الدية وفی البیضتین الدية وفی الذکر الدية وفی الصلب الدية وفی العینین الدية وفی الرجل الواحدة نصف الدية (الف)**(نسائی شریف،ذکر حدیث عمرو بن حزم فی العقول واختلاف الناقلین لہ ص ۶۶۸ نمبر ۴۸۵۷/سنن للبیہقی ،جماع ابواب الدیات فیما دون النفس ج ثامن،ص ۱۴۱،نمبر ۱۶۱۸۹)(۲)**عن سعید بن المسیب انه قال فی ثدی المرأة نصف الدية وفیھما الدية (ب)**(سنن للبیہقی ،باب حلمتی الثدیین ج ثامن،ص ۱۶۹ نمبر ۱۶۳۱۵/مصنف عبدالرزاق،باب ثدی الرجل والمرأۃ ج تاسع ص ۳۶۳ نمبر ۱۷۵۹۰)اس اثر اور حدیث سے تمام عضووں کی دیات کا پتا چل گیا۔

**لغت** شفتین : شفۃ کا تثنیہ ہے دو ہونٹ۔الانثیین : انثیۃ کا تثنیہ ہے خصیہ، ثدی : پستان۔

[۲۳۴۶](۱۰)ان چیزوں میں سے ایک کی دیت آدھی ہے۔

**تشریح** مثلا دونوں آنکھوں کی دیت پوری دیت ایک سو اونٹ ہے تو ایک آنکھ کی دیت آدھی ہوگی یعنی پچاس اونٹ ہوں گے۔یہی حال ان تمام اعضاء کا ہے جو دو دو ہیں کہ دونوں ضائع ہونے میں پوری دیت ہے تو ایک ضائع ہونے میں آدھی دیت یعنی پچاس اونٹ ہے۔

**وجہ** (۱) حضرت عمرو بن حزم کی حدیث میں ہے۔ **الا انه قال وفی العین الواحدة نصف الدية وفی الید الواحدة نصف الدية وفی الرجل الواحدة نصف الدية(ج)**نسائی شریف،ذکر حدیث عمرو بن حزم فی العقول ص ۶۶۹ نمبر ۴۸۵۸/سنن للبیہقی ،جماع

حاشیہ : (الف)اہل یمن کے خط میں آپؐ نے لکھوایا تھا...اور دونوں ہونٹوں میں پوری دیت ہے،دونوں خصیوں میں پوری دیت ہے،ذکر کاٹنے میں پوری دیت ہے۔ریڑھ کی ہڈی میں پوری دیت ہے،دونوں آنکھوں میں دیت ہے۔اور ایک پاؤں میں آدھی دیت ہے(یعنی پچاس اونٹ)(ب)سعید بن مسیبؒ فرماتے ہیں کہ عورت کے ایک پستان میں آدھی دیت ہے اور دونوں پستانوں میں پوری دیت ہے(ج)مگر یہ کہ کہا کہ ایک آنکھ میں آدھی دیت ہے۔اور ایک ہاتھ میں آدھی دیت ہے۔اور ایک پاؤں میں آدھی دیت ہے۔

**[۲۳۴۷](۱۱)وفی اشفار العینین الدیة وفی احدھما ربع الدیة[۲۳۴۸] (۱۲)وفی کل اصبع من اصابع الیدین والرجلین عشر الدیة والاصابع کلھا سواء [۲۳۴۹](۱۳)وفی کل اصبع فیھا ثلثة مفاصل ففی احدھما ثلث دیة الاصابع وما فیھا مفصلان ففی احدھما**

ابواب الدیات فیما دون النفس ج ثامن، ص۱۴۱ نمبر ۱۶۱۸۹)

[۲۳۴۷](۱۱) دونوں آنکھوں کی پلکوں میں پوری دیت ہے اور ان میں سے ایک میں چوتھائی دیت ہے۔

**تشریح** ہر آنکھ میں دو پلکیں ہوتی ہیں تو دونوں آنکھوں میں چار پلکیں ہوئیں۔ اگر تمام پلکوں کے بال اکھیڑ دیئے جائیں تو پوری دیت سو اونٹ لازم ہوں گے۔

**وجہ** اثر میں ہے۔ عن زید بن ثابتؓ فی جفن العین ربع الدیة (الف) سنن للبیہقی، باب دیۃ اشفار العینین ج ثامن ص ۸۷ نمبر ۱۶۲۳۶ / مصنف عبد الرزاق، باب شفر العین ج تاسع ص ۳۲۲ نمبر ۱۷۳۸۵ / مصنف ابن ابی شیبۃ ۲۰ الاشفار ما قالوا فیھا؟ ج خامس، ص ۳۵۸ نمبر ۲۶۸۷۲) اس اثر سے معلوم ہوا کہ چاروں پلکوں میں ایک دیت اور ایک پلک میں چوتھائی دیت لازم ہوگی۔

**لغت** اشفار : شفر کی جمع ہے۔ پلک کی جڑ یہاں پلک کے بال مراد ہیں۔

[۲۳۴۸](۱۲) ہاتھ اور پیر کی ہر انگلی کی دیت دسواں حصہ ہے اور تمام انگلیاں برابر ہیں۔

**تشریح** دو ہاتھوں میں دس انگلیاں ہوتی ہیں تو ایک انگلی کی دیت پوری دیت یعنی سو اونٹ کا دسواں حصہ ہوگا۔ یعنی ایک انگلی کی دیت دس اونٹ ہوں گے۔ اور اسی طرح پاؤں کی ہر انگلی کی دیت دس اونٹ ہوں گے۔ اور تمام انگلیوں کا درجہ دیت میں برابر ہے۔

**وجہ** حدیث میں ہے۔ عن ابن عباس قال قال رسول اللہ ﷺ دیة اصابع الیدین والرجلین سواء عشرة من الابل لکل اصبع۔ اور اگلی حدیث میں ہے۔ عن ابن عباس عن النبی ﷺ قال ھذہ وھذہ سواء یعنی الخنصر والابھام (ب) (ترمذی شریف، باب ما جاء فی دیۃ الاصابع، نمبر ۱۳۹۱/۱۳۹۲ / نسائی شریف، ذکر حدیث عمرو بن حزم فی العقول ص ۶۶۹ نمبر ۴۸۶۰) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہر انگلی کی دیت دس اونٹ ہے۔ اور تمام انگلیوں کا درجہ برابر ہے۔ پیر کی انگلیوں کا بھی یہی حال ہے۔

[۲۳۴۹](۱۳) ہر وہ انگلی جس میں تین گرہیں ہیں تو ایک گرہ کٹ جائے تو ایک انگلی کی تہائی دیت ہے اور جس میں دو گرہیں ہیں تو اس کے ایک میں انگلی کی آدھی دیت ہے۔

**تشریح** جن جن انگلیوں میں تین تین گرہیں ہیں اگر ان میں سے ایک گرہ کٹ جائے تو ایک انگلی کی جو دس اونٹ دیت ہے اس کی تہائی دیت یعنی تین اونٹ اور ایک اونٹ کی تہائی 3.33 اونٹ لازم ہوں گے۔ کیونکہ ایک انگلی کی دیت دس اونٹ ہیں تو تین جوڑ میں سے ایک جوڑ کی دیت

---

حاشیہ : (الف) آنکھ کے پپوٹے میں چوتھائی دیت ہے (ب) آپؐ نے فرمایا دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں کی انگلیوں کی دیت برابر ہے یعنی دس اونٹ ہیں ہر انگلی کے بدلے۔ دوسری حدیث میں ہے آپؐ نے فرمایا یہ اور یہ برابر ہیں یعنی خنصر اور ابہام کی دیت برابر ہے۔

**نصف دية الاصبع[٢٣٥٠] (١٤) وفي كل سن خمس من الابل والاسنان والاضراس كلها سواء[٢٣٥١] (١٥)ومن ضرب عضوا فاذهب منفعته ففيه دية كاملة كما لو قطعه**

---

تین اونٹ اور ایک تہائی اونٹ لازم ہوں گے۔ یا 33.33 دینار یا333.33 درہم لازم ہوں گے۔

اور جس انگلی میں صرف دو گرہیں ہیں جیسے انگوٹھے کی انگلی تو ایک گرہ کٹنے سے ایک انگلی کی آدھی دیت لازم ہوگی یعنی پانچ اونٹ۔ یا ۵۰ دینار یا ۵۰۰ پانچ سو درہم لازم ہوں گے۔ کیونکہ حساب سے یہی بنتا ہے۔

**وجہ** اثر میں ہے۔ عن عمر بن الخطابؓ قال فی کل انملة ثلث دية الاصبع وفي حديث عكرمة عم عمر ثلث قلائص و ثلث قلوص (الف)(۲)عن ابراهيم قال في كل مفصل من الاصابع ثلث دية الاصبع الا الابهام فانها مفصلان في كل مفصل النصف (ب)(مصنف عبد الرزاق، باب الاصبع ج تاسع ص ۳۸۵ نمبر ۱۷۷۰۵/۱۷۷۰۴ / مصنف ابن ابی شیبة ۳۸ کم فی کل اصبع ج خامس، ص ۳۶۹، نمبر ۲۶۹۹۴)اس اثر سے مسئلہ کی وضاحت ہوگئی۔

**لغت** مفاصل : مفصل کی جمع ہے گرہ، جوڑ۔

[۲۳۵۰](۱۴)اور ہر دانت میں پانچ اونٹ ہیں۔ اور دانت اور داڑھیں سب برابر ہیں۔

**تشریح** چونکہ داڑھ بھی دانت ہی کی طرح ہے اس لئے جتنی دیت دانت کی ہے اتنی ہی داڑھ کی بھی ہے۔

**وجہ** حضرت عمر بن حزم کی حدیث میں ہے۔ وفي الاصابع عشر عشر وفي الاسنان خمس خمس وفي موضحة خمس(ج) (نسائی شریف، باب ذکر حدیث عمرو بن حزم فی المعقول ص ۶۶۹ نمبر ۴۸۶۰/ ابوداؤد شریف، باب دیات الاعضاء ص ۲۷۸ نمبر ۴۵۶۳)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہر دانت میں پانچ پانچ اونٹ ہیں۔ اور سب دانت برابر ہیں اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ عن ابن عباس ان رسول الله ﷺ قال الاصابع سواء والاسنان سواء الثنية والضرس سواء هذه و هذه سواء (د)(ابوداؤد شریف، باب دیات الاعضاء ص ۲۷۸ نمبر ۴۵۵۹)اس حدیث سے پتا چلا کہ تمام دانت اور تمام انگلیوں کا درجہ برابر ہے۔

[۲۳۵۱](۱۵)کسی نے کسی کے عضو کو مارا جس کی وجہ سے اس کی منفعت چلی گئی تو اس میں پوری دیت ہے۔ جیسے کہ اس کو کاٹ دینے میں ہے۔ جیسے ہاتھ شل ہو گیا اور آنکھ کی روشنی چلی گئی۔

**تشریح** کسی نے کسی کے عضو پر اس طرح مارا کہ عضو تو باقی رہا لیکن اس کا نفع مکمل ختم ہو گیا۔ مثلا ہاتھ پر مارا جس کی وجہ سے ہاتھ تو باقی رہا لیکن ہاتھ شل ہو گیا اور کسی کام کا نہیں رہا تو یوں سمجھا جائے گا کہ ہاتھ کٹ گیا۔ اس لئے ہاتھ کی پوری دیت پچاس اونٹ لازم ہوگی۔ یا آنکھ پر مارا

---

حاشیہ : (الف) حضرت عمر بن خطابؓ نے فرمایا ہر پورے میں انگلی کی دیت کی تہائی ہے۔ اور عکرمہ کی حدیث میں ہے حضرت عمرؓ سے کہ تین اونٹ اور ایک تہائی اونٹ (ب) حضرت ابراہیمؒ سے منقول ہے کہ انگلی کے ہر جوڑ میں پوری انگلی کی تہائی دیت ہے مگر ابہام انگوٹھا کہ اس میں دو جوڑ ہیں اور ہر جوڑ میں انگلی کی آدھی دیت ہے (ج) انگلیوں میں دس دس اونٹ دیت ہے اور ہر دانت میں پانچ اونٹ۔ اور موضحہ زخم میں پانچ اونٹ ہیں (د) آپؐ نے فرمایا سب انگلیوں کی دیت برابر ہے۔ سب دانت برابر ہیں آگے کے دانت اور داڑھ برابر ہیں۔ یہ اور یہ برابر ہیں۔

**کالید اذا شلت والعینِ اذا ذھب ضوء ھا [۲۳۵۲](۱۶)والشجاج عشرة الحارصة والدامعة والدامیة والباضعة والمتلاحمة والسمحاق والموضحة والھاشمة والمنقلة والآمّۃ[۲۳۵۳] (۱۷)ففی الموضحة القصاص ان کانت عمدا ولا قصاص فی بقیة**

جس کی وجہ سے آنکھ تو باقی رہی لیکن اس کی روشنی ختم ہوگئی تو گویا کہ پوری آنکھ ختم ہوگئی۔اس لئے ایک آنکھ کی پوری دیت پچاس اونٹ لازم ہوگی۔

**وجہ** اثر میں ہے۔ابا المھلب عم ابی قلابة قال سمعتہ یقول رمی رجل رجلا بحجرفی رأسہ فی زمان عمر بن الخطابؓ فذھب سمعہ وعقلہ ولسانہ وذکرہ فقضی فیہ عمرؓ اربع دیات وھو حی (الف)(سنن للبیہقی، باب اجتماع الضراحات ج ثامن، ص ۱۷۱، نمبر ۱۶۳۲۶/مصنف ابن ابی شیبۃ ۲۴ اذا ذھب سمعہ وبصرہ ج خامس، ص ۳۵۹، نمبر ۲۶۸۸۳/مصنف عبد الرزاق، باب من اصیب من اطرافہ ما یکون فیہ دیتان اوثلاث ج عاشر ص ۱۱ نمبر ۱۸۱۸۳) اس اثر سے معلوم ہوا کہ عضو باقی رہے اور اس کی منفعت ختم ہوجائے تو اس کی پوری دیت دینی ہوگی کیونکہ وہ عضو بیکار ہوگیا۔

[۲۳۵۲](۱۶) زخم دس ہیں (۱) حارصہ (۲) دامعہ (۳) دامیہ (۴) باضعہ (۵) متلاحمہ (۶) سمحاق (۷) موضحہ (۸) ہاشمہ (۹) منقلہ (۱۰) آمہ

**تشریح** ان زخموں کی تشریح اس طرح ہے۔جو زخم چہرہ اور سر پر ہو اس کو شجہ کہتے ہیں اور جو باقی بدن پر ہو اس کو جراحۃ کہتے ہیں (۱) حارصہ : جس میں کھال چھل جائے جس کو اردو میں کھرونچ کہتے ہیں (۲) دامعہ : دمع سے مشتق ہے آنسو، جس زخم میں آنسو کے مانند خون ظاہر ہوجائے مگر بہے نہیں (۳) دامیہ : دم سے مشتق ہے، جس زخم سے خون بہہ جائے (۴) باضعہ : بضع سے مشتق ہے چیرنا، کاٹنا، جس زخم میں کھال کٹ جائے (۵) متلاحمہ : لحم سے مشتق ہے گوشت، جس میں گوشت کٹ جائے (۶) سمحاق : سر کی ہڈی اور سر کے گوشت کے درمیان باریک جھلی ہوتی ہے اس کو سمحاق کہتے ہیں، وہ زخم جو اس جھلی تک پہنچ جائے (۷) موضحہ : وضح سے مشتق ہے واضح ہونا، وہ زخم جس میں ہڈی کھل جائے (۸) ہاشمہ : ہشم کا ترجمہ ہے چورا چورا کرنا۔یہاں مراد ہے وہ زخم جو ہڈی توڑ دے (۹) منقلہ : نقل سے مشتق ہے، جو ہڈی کو اس کی جگہ سے سرکا دے (۱۰) آمہ : آمہ کا ترجمہ ہے دماغ یا ہڈی کے اندر وہ پردہ جس کے اندر دماغ ہوتا ہے، وہ زخم جو اس پردے تک پہنچ جائے جس کے اندر دماغ ہوتا ہے۔

[۲۳۵۳](۱۷) موضحہ میں قصاص ہے اگر جان بوجھ کر زخم کیا ہو اور باقی زخموں میں قصاص نہیں ہے۔

**وجہ** موضحہ ایسا زخم ہے کہ اس کا قصاص برابر سرابر ہوسکتا ہے اس لئے اگر جان بوجھ کر موضحہ زخم کیا تو قصاص لے سکتا ہے۔اور باقی زخموں میں برابر سرابر قصاص نہیں لے سکتا اس لئے اس میں قصاص نہیں ہے بلکہ حاکم کا فیصلہ ہے یا دیت ہے۔

---

حاشیہ : (الف) ابو مہلب فرمایا کرتے تھے ایک آدمی نے ایک آدمی کے سر پر پتھر مارا حضرت عمرؓ کے زمانے میں جس کی وجہ سے اس کا کان، عقل اور زبان اور ذکر سب ختم ہوگئے تو حضرت عمرؓ نے چار دیتوں کا فیصلہ فرمایا حالانکہ وہ زندہ تھا۔

**الشجاج [۲۳۵۴](۱۸)وفی ما دون الموضحة ففیه حکومة عدل [۲۳۵۵](۱۹)وفی الموضحة ان کانت خطأ نصف عشر الدیة[۲۳۵۶] (۲۰)وفی الهاشمة عشر الدیة.**

وجہ عن علیؓ انہ قال لیس فی الجائفة والمامومة ولا المنقلة قصاص (الف)(مصنف ابن ابی شیبۃ ۸۱ من قال لا یقاد من جائفۃ ولا ماٴ مومۃ ولا منقلۃ ج خامس، ص۳۹۳، نمبر ۲۷۲۸۴)

[۲۳۵۴](۱۸)اور موضحہ سے کم زخم میں عادل آدمی کا فیصلہ ہے۔

تشریح موضحہ زخم سے جو زخم کم ہے اس میں کوئی متعین دیت حدیث میں نہیں ہے بلکہ جو فیصلہ کردے اتنا لازم ہوگا۔ البتہ موضحہ میں پانچ اونٹ دیت ہے۔ موضحہ سے پہلے یہ زخم ہیں (۱) حارصہ (۲) دامعہ (۳) دامیۃ (۴) باضعہ (۵) متلاحمہ (۶) سمحاق۔ ان چھ زخموں میں حاکم کا فیصلہ ہے۔

وجہ حدیث میں موضحہ کی دیت کا تذکرہ ہے اور اس سے بڑے زخموں کی دیت کا تذکرہ ہے۔ موضحہ سے کم والے زخموں کی دیت کا تذکرہ نہیں ہے اس لئے اس میں حاکم کے فیصلے کے مطابق رقم لازم ہوگی (۲) اثر میں ہے۔ عن ابراهیم قال فیما دون الموضحة حکومة (ب) (مصنف ابن ابی شیبۃ ۱۱ فیما دون الموضحۃ ج خامس، ص۳۵۲، نمبر ۲۶۸۰۷) اثر میں یہ بھی ہے۔ عن زید بن ثابتؓ قال فی الدامیة بعیر وفی الباضعة بعیران وفی المتلاحمة ثلاث وفی السمحاق اربع وفی الموضحة خمس (ج)(مصنف عبد الرزاق، باب الملطاۃ وما دون الموضحۃ ج تاسع ص۳۱۲ نمبر ۱۷۳۴۲)

[۲۳۵۵](۱۹) موضحہ اگر غلطی سے ہوا ہو تو دیت کے دسویں حصے کا آدھا ہے۔

تشریح اوپر گزر چکا کہ موضحہ زخم جان بوجھ کرے تو قصاص لازم ہے۔ اور غلطی سے کرے تو پوری دیت سو اونٹ کا دسواں حصہ یعنی دس اونٹ اور اس دسواں حصے کا بھی آدھا یعنی پانچ اونٹ لازم ہوں گے۔ یا پچاس دینار یا پانچ سو درہم لازم ہوں گے۔

وجہ حدیث میں ہے۔ عن عبد الله بن عمرؓ ان رسول الله ﷺ قال فی المواضح خمس (د)(ابو داؤد شریف، باب دیات الاعضاء ص ۲۷۸ نمبر ۴۵۶۶ رنسائی شریف، ذکر حدیث عمرو بن حزم فی العقول ص ۶۶۹ نمبر ۴۸۶۰) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ موضحہ زخم میں پانچ اونٹ دیت لازم ہوگی۔

[۲۳۵۶](۲۰) اور ہاشمہ زخم میں دیت کا دسواں حصہ ہے۔

تشریح پوری دیت کا دسواں حصہ دس اونٹ ہوتے ہیں اس لئے ہاشمہ زخم میں دس اونٹ لازم ہوں گے۔

وجہ اثر میں ہے. عن زید بن ثابتؓ انه قال فی الموضحة خمس وفی الهاشمة عشر وفی المنقلة خمس عشرة وفی

حاشیہ : (الف) حضرت علیؓ نے فرمایا جائفہ، مامومہ اور منقلہ زخموں میں قصاص نہیں ہے دیت ہے (ب) حضرت ابراہیم نے فرمایا موضحہ زخم سے کم میں عادل آدمی جو فیصلہ کرے اتنی رقم ہے (ج) زید بن ثابتؓ نے فرمایا دامیہ زخم میں ایک اونٹ ہے اور باضعہ میں دو اونٹ ہیں اور متلاحمہ میں تین اونٹ ہیں اور سمحاق میں چار اونٹ ہیں اور موضحہ میں پانچ اونٹ ہیں۔ سب زخم کا ترجمہ اوپر ہے (د) آپؐ نے فرمایا کہ موضحہ میں پانچ اونٹ ہیں۔

**[۲۳۵۷](۲۱)وفی المنقلة عشر و نصف عشر الدیة [۲۳۵۸](۲۲)وفی الآمّة ثلث الدیة[۲۳۵۹](۲۳)وفی الجائفة ثلث الدیة فان نفذت فھی جائفتان ففیھما ثلثاالدیة**

---

المامومة ثلث الدیة (الف) (سنن للبیھقی، باب الھاشمۃ ج ثامن، ص۱۴۴، نمبر۱۶۲۰۳/مصنف عبدالرزاق، باب الھاشمۃ ج تاسع ص ۳۱۴ نمبر۱۷۳۴۸) اس اثر سے معلوم ہوا کہ ہاشمہ میں دس اونٹ ہیں۔

[۲۳۵۷](۲۱) اور منقلہ زخم میں دیت کا دسواں حصہ اور دسویں حصے کا آدھا حصہ ہے۔

**تشریح** پوری دیت کا دسواں حصہ دس اونٹ ہوئے اور دس اونٹ کا آدھا پانچ اونٹ ہوئے تو کل پندرہ اونٹ دیت ہوئی۔

**وجہ** عمرو بن حزم کی حدیث میں ہے. وفی المامومة ثلث الدیة وفی الجائفة ثلث الدیة وفی المنقلة خمس عشرة من الابل (ب) (نسائی شریف، ذکر حدیث عمرو بن حزم فی العقول ص ۶۶۹ نمبر ۴۸۵۷) اوپر کے اثر میں بھی تھا کہ منقلہ میں پندرہ اونٹ ہے (مصنف عبدالرزاق، نمبر ۱۷۳۴۸)

[۲۳۵۸](۲۲) آمہ میں پوری دیت کی تہائی ہے۔

**تشریح** پوری دیت سو اونٹ ہیں اس کی تہائی 33.33 اونٹ یعنی تینتیس اونٹ اور ایک اونٹ کی تہائی ہوگی۔ یا 333.33 دینار یا 3333.33 درہم یعنی تین ہزار تین سو تینتیس درہم اور تینتیس پیسے لازم ہوں گے۔

**وجہ** اوپر کی عمرو بن حزم کی حدیث میں ہے۔ وفی المامومة ثلث الدیة (نسائی شریف، نمبر ۴۸۵۷) (۲) ابوداؤد میں حضرت عمر بن شعیب کی حدیث میں ہے۔ وفی المامومة ثلث العقل ثلاث وثلاثون من الابل وثلث او قیمتھا من الذھب او الورق او البقر او الشاء والجائفة مثل ذلک (ج) (ابوداؤد شریف، باب دیات الاعضاء ص ۲۷۸ نمبر ۴۵۶۴) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آمہ اور جائفہ کے زخم کے لئے تہائی دیت ہے۔

[۲۳۵۹](۲۳) اور جائفہ زخم میں دیت کی تہائی ہے۔ پس اگر آر پار ہو جائے تو وہ دو جائفے ہیں تو ان دونوں میں دیت کی دو تہائی ہے۔

**تشریح** جائفہ جوف سے مشتق ہے جس کا ترجمہ ہے پیٹ کے اندر تک پہنچ جانا۔ یہاں وہ زخم مراد ہے جو پیٹ کی جانب سے یا پیٹھ کی جانب سے آنتوں تک زخم پہنچ جائے۔ اس زخم میں پوری دیت کی تہائی ہے یعنی 33.33 اونٹ یا 333.33 دینار یا 3333.33 درہم لازم ہوں گے۔

**وجہ** اوپر ابوداؤد شریف اور نسائی شریف کی حدیث گزر چکی ہے۔ وفی الجائفۃ ثلث الدیۃ (نسائی شریف، نمبر ۴۸۵۷/ابوداؤد شریف، نمبر ۴۵۶۴)

---

حاشیہ : (الف) زید بن ثابتؓ نے فرمایا موضحہ زخم میں پانچ اونٹ ہیں اور ہاشمہ میں دس اونٹ ہیں اور منقلہ میں پندرہ اور مامومہ میں پوری دیت کی تہائی ہے (ب) مامومہ زخم میں دیت کی تہائی ہے اور جائفہ میں دیت کی تہائی ہے اور منقلہ میں پندرہ اونٹ ہیں (ج) عمر بن شعیبؓ کی حدیث میں ہے کہ مامومہ زخم میں پوری دیت کی تہائی تینتیس اور ایک اونٹ کی تہائی ہے یا اس کی قیمت سونے سے یا چاندی سے یا گائے سے یا بکری سے۔ اور جائفہ زخم کی بھی یہی دیت ہے۔

[۲۳۶۰](۲۴)وفی اصابع الید نصف الدیة فان قطعها مع الکف ففیها نصف الدیة

[۲۳۶۱] (۲۵)وان قطعها مع نصف الساعد ففی الکف نصف الدیة وفی الزیادة حکومة

اور اگر دونوں جانب آر پار ہو گیا تو جسم کی دونوں جانب سے جائفہ ہو گئے اس لئے ان میں دو جائفہ کی دیت دو تہائی دیت لازم ہوگی۔یعنی 66.66اونٹ یا666.66دینار یا6666.66درہم لازم ہوں گے۔

وجہ اثر میں ہے۔عن مجاهد قال فی الجائفة الثلث فان نفذت فالثلثان (الف)(مصنف عبد الرزاق، باب الجائفة ص ۳۶۸ ج تاسع، نمبر ۱۷۶۱۵ر سنن للبیہقی، باب الجائفة ج ثامن، ص ۱۴۹ نمبر ۱۶۲۱۹)

[۲۳۶۰](۲۴)ہاتھ کی ساری انگلیوں میں آدھی دیت ہے۔پس اگر اس کو ہتھیلی سمیت کاٹا تو بھی آدھی دیت ہے۔

تشریح ہر ہاتھ میں پانچ انگلیاں ہوتی ہیں اور ہر انگلی کی دیت دس اونٹ ہے۔اس لئے پانچ انگلیوں کی دیت پچاس اونٹ ہوئے۔اور پچاس اونٹ ایک ہاتھ کی دیت ہے۔اس لئے ہاتھ کی پانچ انگلیوں کی دیت پچاس اونٹ ہوئے اور پچاس اونٹ ایک ہاتھ کی دیت ہے۔اس لئے ہاتھ کی پانچوں انگلیوں کو ہتھیلی سمیت کاٹا تب بھی آدھی دیت لازم ہوگی۔

وجہ ہتھیلی تک ہاتھ شمار ہوتا ہے اور ہاتھ کی دیت پچاس اونٹ ہے اس لئے ہتھیلی تک کاٹے گا تب بھی پوری دیت کی آدھی یعنی پچاس اونٹ لازم ہوں گے (۲) حدیث میں ہے۔عن ابی موسی عن النبی ﷺ قال الاصابع سواء عشر عشر من الابل (ب)(ابوداؤد شریف، باب دیات الاعضاء ص ۲۷۸ نمبر ۴۵۵۶ر ترمذی شریف، باب ماجاء فی دیة الاصابع ص نمبر ۱۳۹۱ر نسائی شریف، نمبر ۴۸۵۷) اس سے معلوم ہوا کہ ہر انگلی میں دس اونٹ ہیں۔اس لئے پانچ انگلیوں میں پچاس اونٹ لازم ہوں گے۔اور ہتھیلی تک ہاتھ ہے اس کی دلیل یہ اثر ہے۔ان عمرؓ قضی فی الابهام والتی تلیها نصف الکف وفی الوسطی بعشر فرائض (ج)(مصنف ابن ابی شیبة ۳۸ کم فی الاصابع ج خامس، ص ۳۶۸ نمبر ۲۶۹۹۰) اس اثر سے معلوم ہوا کہ ہتھیلی تک ہاتھ ہے۔اس لئے ہتھیلی تک کاٹے گا تو پچاس اونٹ ہی لازم ہوں گے۔

[۲۳۶۱](۲۵)اگر انگلیوں کو آدھی کلائی تک کاٹا تو ہتھیلی تک میں آدھی دیت اور اس سے زیادہ میں حاکم کا فیصلہ۔

تشریح انگلیوں سمیت آدھی ہتھیلی تک کاٹا تو اس میں آدھی دیت لازم ہوگی اور ہتھیلی کے بعد کلائی تک جو کاٹا اس میں حاکم کا جو فیصلہ کرے گا وہ لازم ہوگا۔

وجہ اوپر اثر گزرا کہ ہتھیلی تک ہاتھ ہے اس لئے وہاں تک کہ لئے آدھی دیت ہوگی اور اس سے اوپر کلائی تک کہ لئے کچھ نہیں ہوا لیکن وہ بھی ہاتھ کا حصہ ہے اس لئے حاکم جتنی رقم کا فیصلہ کرے وہ لازم ہوگی (۲) اثر میں ہے۔عن ابراهیم قال اذا قطعت الکف من المفصل قال

حاشیہ : (الف) حضرت مجاہد نے فرمایا جائفہ زخم میں تہائی دیت ہے اور آر پار ہو جائے تو دو تہائی دیت ہے (ب) آپؐ نے فرمایا سب انگلیاں برابر ہیں دس دس اونٹ لازم ہوں گے (ج) حضرت عمرؓ نے فیصلہ فرمایا انگوٹھا اور اس سے جو ملی ہوئی ہے ہتھیلی کی آدھی دیت ہے۔اور بیچ کی انگلی میں پوری دیت کا دسواں حصہ دیت ہے یعنی دس اونٹ۔

**عدل [٢٣٦٢](٢٦)وفی الاصبع الزائدة حکومة عدل[٢٣٦٣] (٢٧)وفی عین الصبی ولسانه وذکره اذا لم یعلم صحته حکومة عدل.**

---

**فیھا دیتھا.فان قطع منھا شیء بعد ذلک ففیھا حکومة عدل واذا قطعت من العضد او اسفل من العضد شیئا قال فیھا دیتھا** (الف)(مصنف ابن ابی شیبة ٣٣ الید یقطع منھا بعد ما قطعت ج خامس،ص ٣٦٤ نمبر ٢٦٩٤٣)اس اثر سے معلوم ہوا کہ ہتھیلی کے بعد کلائی تک کٹنے میں حاکم کے فیصلے کے مطابق رقم لازم ہوگی۔

[٢٣٦٢](٢٦)اور زائد انگلی میں حاکم کا فیصلہ ہوگا۔

**تشریح** پانچ انگلیوں کے علاوہ چھٹی انگلی بھی ہے تو پانچ انگلیوں کی دیت ہے پچاس اونٹ تو چھٹی انگلی کی دیت نہیں ہوگی بلکہ اس کو کاٹنے سے حاکم جتنی رقم کا فیصلہ کرے وہ لازم ہوگی۔

**وجہ** **وقال سفیان فی الاصبع الزائدة حکم** (ب)(مصنف عبد الرزاق، باب الاصبع الزائدة ج تاسع ص ٣٨٨ نمبر ١٧٧٢١)اس اثر سے معلوم ہوا کہ زائد انگلی کاٹنے میں حاکم کے فیصلے کا اعتبار ہوگا (٢) چونکہ وہ انگلی نہ زینت ہے اور نہ اس میں منفعت ہے اس لئے اصل انگلی کی دیت دس اونٹ لازم نہیں ہوں گے۔لیکن آدمی کا جزء ہے اس لئے کچھ نہ کچھ لازم ہوگا۔

[٢٣٦٣](٢٧)بچے کی آنکھ،اس کی زبان اور اس کا ذکر جبکہ ان کے صحیح ہونے کا علم نہ ہو عادل کا فیصلہ ہے۔

**تشریح** بچہ چھوٹا ہے اور یہ پتا نہیں ہے کہ اس کی آنکھ صحیح ہے یا نابینا ہے،اس کی زبان درست ہے یا درست نہیں ہے،اس کا ذکر درست ہے یا درست نہیں ہے تو ان کے کاٹنے سے حاکم جتنی رقم کا فیصلہ کرے وہ لازم ہوگی۔

**وجہ** جب علم نہیں ہے کہ وہ درست حالت میں ہے یہ شل ہونے کی حالت میں ہے۔اس لئے ان کو شل ہونے کی حالت میں سمجھ کر شل عضو کی طرح حاکم کے فیصلے کے مطابق رقم لازم ہوگی (٢) اثر میں ہے۔**عن مسروق انه قال فی العین العوراء حکم وفی الید الشلاء حکم وفی لسان الاخرس حکم وعن ابراھیم النخعی انه قال فی العین القائمة والید الشلاء ولسان الاخرس حکومة عدل** (ج)(سنن للبیہقی، باب ماجاء فی العین القائمة والید الشلاء ج ثامن،ص ١٧٢،نمبر ١٦٣٢٨ رمصنف عبد الرزاق، باب الید الشلاء ج تاسع ص ٣٨٧ نمبر ١٧٧١٧ رمصنف ابن ابی شیبة ١٥٣ الید الشلاء تصاب ج خامس،ص ٣٧٧ نمبر ٢٧١٠٠)

**فائدہ** امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ چونکہ صحت یا عدم صحت کا علم نہیں ہے اس لئے ان کو صحیح عضو مان لیں گے اور عضو صحیح کی پوری دیت لازم

---

حاشیہ : (الف)حضرت ابراہیم نے فرمایا اگر گٹا جوڑ سے کاٹا جائے تو اس میں پوری دیت ہے۔پس اس میں سے اس کے بعد کچھ کاٹا جائے تو اس میں عادل کا فیصلہ ہے۔اور اگر بازو سے کاٹا گیا یا بازو سے نیچے سے کاٹا گیا تو اس میں پوری دیت ہے(ب)حضرت سفیانؒ نے فرمایا زائد انگلی میں فیصلے کے مطابق رقم لازم ہوگی(ج)حضرت مسروق نے فرمایا کانے آنکھ کے پھوڑنے میں فیصلے کے مطابق دیت ہوگی اور شل شدہ ہاتھ میں فیصلے کے مطابق ہوگی۔اور گونگی زبان میں فیصلے کے مطابق ہوگی (یعنی اس میں کوئی متعین دیت نہیں ہے۔حاکم جتنے کا فیصلہ کرے وہی لازم ہوگا) حضرت ابراہیم نخعی نے فرمایا آنکھ موجود ہو اور ہاتھ شل ہو اور زبان گونگی ہو تو عادل کے فیصلے کے مطابق رقم لازم ہوگی۔

**[٢٣٦٤](٢٨)ومن شج رجلا موضحة فذهب عقله او شعر رأسه دخل ارش الموضحة في الدية [٢٣٦٥](٢٩)وان ذهب سمعه او بصره او كلامه فعليه ارش الموضحة مع**

---

کریں گے۔

**وجہ** ان کی دلیل یہ اثر ہے۔**عن حماد عن ابراهيم في لسان الاخرس الدية كاملة** (الف)(مصنف ابن ابی شیبة ۵۹ فی لسان الاخرس وذکر العنین ج خامس، ص ۳۸۱ نمبر ۲۷۱۴۲) جب گونگی زبان میں پوری دیت ہے تو جس زبان یا ذکر کا علم نہ ہو کہ وہ صحیح ہیں یا نہیں تو بدرجۂ اولی ان کے کاٹنے میں پوری دیت لازم ہوگی۔

[٢٣٦٤](٢٨) کسی نے آدمی کو زخم لگایا جس کی وجہ سے اس کی عقل چلی گئی یا اس کے سر کے بال اڑ گئے تو موضحہ کی ارش دیت میں داخل ہوگی۔

**تشریح** کسی نے کسی کے سر پر مارا جس کی وجہ سے موضحہ زخم لگا اور عقل بھی ختم ہوگئی اس لئے عقل جانے کی وجہ سے دیت لازم ہونی چاہئے اور موضحہ زخم کی وجہ سے مزید پانچ اونٹ لازم ہونا چاہئے۔لیکن زخم قریب قریب ہیں اس لئے موضحہ کا زخم دیت میں داخل ہو جائے گا اور دیت ہی موضحہ کے لئے کافی ہو جائے گی الگ سے موضحہ کے اونٹ دینے کی ضرورت نہیں ہوگی۔

**وجہ** اثر میں اس کا اشارہ ہے۔**عن عمر بن الخطابؓ مادل على انه قضى في العقل بالدية** (ب)(سنن للبیہقی، باب ذہاب العقل من الجنایة ج ثامن، ص ۱۲۵۰، نمبر ۱۶۲۲۸ رمصنف ابن ابی شیبة ۹۰ فی العقل ج خامس، ص ۳۹۸ نمبر ۲۷۳۴۰)

**اصول** یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ ایک ہی قسم کے زخم ہوں تو دیت میں تداخل ہو جائے گا ورنہ نہیں۔

[٢٣٦٥](٢٩) اور اگر مارنے سے اس کے سننے یا دیکھنے یا بولنے کی قوت جاتی رہی تو اس پر موضحہ کی ارش ہوگی دیت کے علاوہ۔

**تشریح** سر پر اس طرح مارا کہ سننے یا دیکھنے یا بولنے کی قوت ختم ہوگئی تو موضحہ کی ارش الگ لازم ہوگی اور یہ اعضاء جو ضائع ہوئے اس کی الگ الگ پوری دیت لازم ہوگی۔

**وجہ** سر کی چوٹ الگ ہے اور کان، آنکھ، زبان الگ الگ عضو ہیں۔سب ایک نہیں ہیں اس لئے گویا کہ اس نے الگ الگ عضو کو نقصان پہنچایا اور ہر ایک عضو کی پوری پوری دیت ہے اس لئے کئی دیات لازم ہوں گی (۲) اثر میں ہے۔**ابو المهلب عم ابی قلابة قال رمى رجل بحجر في رأسه فذهب سمعه ولسانه وعقله وذكره فلم يقرب النساء فقضى فيه عمرؓ باربع ديات** (ج)(سنن للبیہقی، باب ذہاب العقل من الجنایة ج ثامن، ص ۱۵۱، نمبر ۱۶۲۲۸ رمصنف ابن ابی شیبة ۹۰ فی العقل ج خامس، ص ۳۹۸، نمبر ۲۷۳۴۱) اس اثر سے معلوم ہوا کہ ہر عضو کی الگ الگ پوری دیت سو سو اونٹ لازم ہوگی۔

---

حاشیہ : (الف) حضرت ابراہیم نے فرمایا گونگی زبان کاٹنے میں پوری دیت لازم ہوگی (ب) حضرت عمرؓ کی بات سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے عقل ضائع ہونے میں پوری دیت لازم کی ہے (ج) ابو المہلب فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے کسی کے سر پر پتھر مارا جس کی وجہ سے اس کی سماعت اور زبان اور عقل اور ذکر کی قوت جاتی رہی اس لئے بیوی سے قربت نہ کر سکے تو حضرت عمرؓ نے اس میں چار دیتوں کا فیصلہ فرمایا۔

**الدية[٢٣٦٦](٣٠)ومن قطع اصبع رجل فشلّت اخرى الى جنبها ففيهما الارش ولا قصاص فيه عند ابى حنيفة رحمه الله تعالى [٢٣٦٧](٣١)ومن قطع سن رجل فنبتت**

[۲۳۶۶](۳۰) کسی نے آدمی کی انگلی کاٹی جس کی وجہ سے اس کے بغل میں دوسری انگلی سوکھ گئی تو دونوں میں ارش ہے اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس میں قصاص نہیں ہے۔

**تشریح** مثلا کسی نے شہادت کی انگلی کاٹی جس کی وجہ سے درمیان کی انگلی سوکھ گئی تو قاعدے کے اعتبار سے شہادت کی انگلی جان کر کاٹی ہے اس لئے اس کا قصاص لازم ہونا چاہئے۔ اور بغل کی انگلی اس کی وجہ سے سوکھی ہے اس لئے وہ زخم خطا کے درجے میں ہوا۔ اس لئے اس میں ارش لازم ہونا چاہئے۔ کیونکہ پہلا زخم عمد ہے اور دوسرا زخم خطا ہے۔ لیکن امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ پہلے میں بھی قصاص لازم نہیں ہوگا بلکہ دونوں میں ارش لازم ہوگی۔

**وجہ** امام اعظمؒ کا تصور یہ ہے کہ دونوں جرم ایک ہی ہیں اس لئے ایسا ہونا ناممکن ہے کہ قصاص میں ایک انگلی کاٹے تو دوسری انگلی سوکھ جائے۔ چونکہ ایسی برابری ممکن نہیں ہے اس لئے قصاص بھی نہیں ہے۔ اس لئے دونوں کی ارش لازم ہوگی۔

**فائدہ** صاحبینؒ اور امام زفرؒ فرماتے ہیں کہ پہلا زخم عمد ہے اس لئے اس میں قصاص لازم ہوگا اور دوسرا زخم خود بخود ہوا ہے اس لئے وہ زخم خطا ہے اس لئے اس میں ارش لازم ہوگی۔

**اصول** امام ابوحنیفہؒ کے یہاں اصول یہ ہے کہ دونوں زخم ایک ہیں۔ اور صاحبین کا اصول یہ ہے کہ دونوں زخم دو ہیں ایک زخم عمد ہے جبکہ دوسرا زخم خطا ہے۔

[۲۳۶۷](۳۱) کسی آدمی کا دانت اکھیڑ دیا پس اس کی جگہ دوسرا دانت نکل آیا تو ارش ساقط ہو جائے گی۔

**وجہ** (۱) جب دوسرا دانت نکل آیا تو آدمی کو کوئی نقصان نہیں ہوا اس لئے اس کی ارش لازم نہیں ہوگی (۲) اثر میں ہے۔ **عن عمر بن عبد العزیزؒ قال ان اصاب اسنان غلام لم یثغر قال ینتظر به الحول فان نبتت فلا دية فيها ولا قود** (الف) (مصنف عبد الرزاق، باب اسنان الصبی الذی لم یثغر تاسع ص ۳۵۳ نمبر ۱۷۵۳۹) اس سے معلوم ہوا کہ جو دانت دوبارہ نکل آیا اس کی ارش نہیں ہے۔

**فائدہ** امام ابو یوسفؒ کی رائے ہے کہ حاکم کے فیصلے کے مطابق دیا جائے۔

**وجہ** اثر میں ہے۔ **عن ابن شهاب فی صبی كسر سن الصبى لم یثغر قال عليه غرم بقدر ما يرى الحاكم** (ب) (مصنف عبد الرزاق، باب اسنان الصبی الذی لم یثغر تاسع ص ۳۵۳ نمبر ۱۷۵۴۰) (۲) وہ فرماتے ہیں کہ دانت توڑنے میں تکلیف تو ہوئی ہے اور جرم بھی واقع ہوا ہے اس لئے اس کی سزا اور ارش ہونی چاہئے ورنہ تو ہر آدمی دوسرے کا دانت توڑتا رہے گا اور ظلم بڑھے گا۔

حاشیہ : (الف) حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے فرمایا کہ اگر بچے کے دانت میں نقصان ہو جائے کہ دوبارہ نہ اگ سکے تو ایک سال تک اگنے کا انتظار کرے۔ پس اگر دانت نکل آیا تو نہ اس میں دیت ہے اور نہ قصاص ہے (ب) ابن شہابؒ نے فرمایا کسی بچے کے ایسے دانت توڑ دے جو دوبارہ نہ اگے تو فرمایا کہ حاکم کے حکم کے مطابق تاوان ہے۔

**مکانها اخری سقط الارش[۲۳۶۸] (۳۲)ومن شج رجلا فالتحمت الجراحة ولم یبق لها اثـر ونبـت الشعر سقط الارش عند ابی حنیفةؒ وقال ابو یوسف رحمه الله تعالی علیه ارش الالم وقال محمد رحمه الله تعالی علیه اجرة الطبیب.**

**لغت** نبت : اگ گیا، ثغر : دانت کا ٹوٹنا۔

[۲۳۶۸](۳۲) کسی نے کسی کو زخم لگایا پھر زخم بھر گیا اور اس کا کوئی اثر باقی نہیں رہا اور بال اگ آئے تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ارش ساقط ہو جائے گی۔اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا اس پر تکلیف کا تاوان ہوگا اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اس پر ڈاکٹر کی اجرت ہوگی۔

**تشریح** زخم لگایا لیکن زخم بھر گیا اب اس کا نشان بھی باقی نہیں ہے۔اس زخم پر بال بھی اگ آئے تو امام اعظم کے نزدیک اس کی ارش ساقط ہو جائے گی زخم لگانے والے پر کچھ لازم نہیں ہوگا۔

**وجہ** پہلے گزر چکا ہے کہ اب مقطوع کا کوئی نقصان نہیں رہا اس لئے اس کا تاوان لازم نہیں ہوگا (۲) اثر میں ہے ۔ **کان شریح یقول اذا جبرت فلیس فیها شیء** (الف) (مصنف عبد الرزاق، باب کسر الید والرجل ج تاسع ص ۳۸۹ نمبر ۱۷۷۲۵) اس اثر میں ہے کہ نقصان ٹھیک ہو جائے تو کچھ لازم نہیں ہوگا۔

**فائدہ** امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ تکلیف ہونے کی کچھ نہ کچھ ارش دینی ہوگی۔ **عن ابراهیم قال کان یقال اذا کسرت الید او الرجل ثم برأت ولم ینقص منها شیء ارشها مائة وثمانون درهما** (ب) (مصنف ابن ابی شیبة ۵۴ الید او الرجل تکسر ثم تبرأ ج خامس، ص ۳۷۸، نمبر ۲۷۱۰۱) اس اثر سے اندازہ ہوتا ہے کہ زخم ٹھیک ہو جانے کے بعد بھی کچھ نہ کچھ ارش دینی ہوگی۔

امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ڈاکٹر کی دوائی میں جو خرچ ہوا ہے وہ لازم ہوگا۔

**وجہ** اثر میں ہے۔ **قال شریح یعطی اجر الطبیب** (ج) (مصنف ابن ابی شیبة ۵۴ الید والرجل تکسر ثم تبرأ ج خامس، ص ۳۷۸، نمبر ۲۷۱۰۹ رسنن للبیہقی، باب ماجاء فی ذکر کسر الذراع والساق ج ثامن، ص ۱۷۴، نمبر ۱۶۳۳۵) اس اثر سے معلوم ہوا کہ زخم ٹھیک ہو جائے تو ڈاکٹر کا خرچ لازم ہوگا۔

**لغت** التحمت : لحم سے مشتق ہے گوشت آ گیا۔زخم بھر گیا۔

**نوٹ** جو زخم بھر جائے اس میں مختلف قسم کی روایتیں ہیں۔اصل بات یہ ہے کہ حاکم جیسا فیصلہ کرے وہ لازم ہوگا۔ **قال الشیخؒ اختلاف هذه الروایات یدل علی انه قضی فیه بحکومة بلغت هذا المقدار** (د) (سنن للبیہقی، باب ماجاء فی کسر الذراع والساق ج ثامن، ص ۱۷۴، نمبر ۱۶۳۳۵)

حاشیہ : (الف) حضرت شریحؒ فرماتے تھے نقصان ٹھیک ہو گیا تو اس میں کچھ تاوان نہیں ہے (ب) حضرت ابراہیمؒ نے فرمایا اگر ہاتھ یا پاؤں ٹوٹ جائے پھر ٹھیک ہو جائے اور اس میں سے کچھ کمی نہ ہو تو اس کا تاوان ایک سو درہم ہیں (ج) حضرت شریحؒ فرماتے ہیں کہ ڈاکٹر کی اجرت دیدے (د) حضرت شیخؒ فرماتے ہیں ان روایات کے اختلافات دلالت کرتے ہیں کہ زخم میں حاکم کے فیصلے کا اعتبار ہوگا جس مقدار کو بھی پہنچ جائے۔

[۲۳۶۹] (۳۳)ومن جرح رجلا جراحة لم يقتص منه حتى يبرأ [۲۳۷۰] (۳۴)ومن قطع

[۲۳۶۹] (۳۳) کسی نے کسی کو زخمی کیا تو اس سے قصاص نہیں لیا جائے گا یہاں تک کہ اچھا ہو جائے۔

**تشریح** اگر جان قتل کر دیا تب تو فوری طور پر قصاص لیا جائے گا۔لیکن زخم لگایا اور اس کا قصاص لیا جا سکتا ہے تو قصاص کے لئے زخم ٹھیک ہونے تک انتظار کیا جائے گا۔جب ٹھیک ہو جائے تب زخم لگانے والے سے قصاص لیا جائے گا۔اور اگر دیت لینی ہے پھر تو فوری طور پر لے سکتا ہے۔

**وجہ** ابھی زخم لگا ہے تو معلوم نہیں کہ وہ بڑھے گا یا گھٹے گا۔مان لیا جائے کہ زخم تین انچ لگا تھا اور فوری طور پر تین انچ قصاص لے لیا جائے بعد میں زخم بڑھ کر پانچ انچ ہو گیا تو دو انچ کا قصاص نہیں لیا جا سکے گا۔اس لئے انتظار کیا جائے کہ زخم بڑھتا ہے یا گھٹتا ہے تاکہ بعد میں پورا پورا قصاص لیا جا سکے(۲) حدیث میں ہے۔عن جابر ان رجلا طعن رجلا بقرن فی رکبته فاتی النبی ﷺ یستقید فقال له حتی تبرأ فابی وعجل فاستقاد فعتبت رجله وبرأت رجل المستقاد فاتی النبی ﷺ فقال له لیس لک شیء انک ابیت (الف) (سنن للبیہقی، باب ماجاء فی الاستثناء بالقصاص من الجرح والقطع ج ثامن، ص ۱۱۶، نمبر ۱۶۱۰۷/ مصنف عبد الرزاق، باب الانتظار بالقود ان یبرأ ص ۴۵۲ نمبر ۱۷۹۸۶) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زخم کے قصاص کے لئے اس کے اچھا ہونے کا انتظار کیا جائے۔

**فائدہ** امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ زخم کا قصاص فوری طور پر لے سکتا ہے۔

**وجہ** جب جرم کر لیا تو اس کے مطابق فورا قصاص ہونا چاہئے جیسے جان قتل کرے تو فورا قصاص لیا جاتا ہے(۲) حدیث میں ہے کہ بنت نضر نے دانت توڑا تو فورا قصاص لیا گیا۔ان ابنة النضر لطمت جارية فكسرت ثنيتها فاتوا النبی ﷺ فامر بالقصاص (ب) (بخاری شریف۔باب السن بالسن ص ۱۰۱۸ نمبر ۶۸۹۴/ مسلم شریف، باب اثبات القصاص فی السنان و ما فی معناھا ص ۵۹ نمبر ۱۶۷۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زخم کا قصاص فوری طور پر لیا جا سکتا ہے۔

[۲۳۷۰] (۳۴) کسی آدمی کے ہاتھ کو غلطی سے کاٹا پھر اچھا ہونے سے پہلے اس کو غلطی سے قتل کر دیا تو اس پر دیت ہے اور ہاتھ کا تاوان ساقط ہو جائیگا

**تشریح** کسی نے کسی کے ہاتھ کو غلطی سے کاٹ دیا۔ابھی ہاتھ اچھا بھی نہیں ہوا تھا کہ اسی آدمی نے اس کو غلطی سے قتل بھی کر دیا تو یہاں ہاتھ کا تاوان پچاس اونٹ الگ لگنا چاہئے اور جان کی دیت سو اونٹ الگ لازم ہونی چاہئے۔لیکن اب ہاتھ کا تاوان الگ سے لازم نہیں ہوگا۔جان کی دیت ہی ہاتھ کے تاوان کے لئے کافی ہو جائے گی۔

**وجہ** دونوں خطا والے جرم ہیں۔اور دونوں کے درمیان اچھا ہونا نہیں پایا گیا۔اور ایسا ہوتا ہے کہ پہلے کئی ضربیں پڑتی ہیں پھر آدمی مرتا

---

حاشیہ : (الف) حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے ایک آدمی کو سینگ سے گھٹنے میں زخمی کیا، پس وہ حضورؐ کے پاس قصاص کے لئے آیا تو اس سے کہا یہاں تک کہ ٹھیک ہو جائے تو اس سے انکار کیا اور جلدی کی۔پس قصاص لیا پس اس کا پاؤں اور خراب ہو گیا اور جس سے بدلہ لیا اس کا پاؤں ٹھیک ہو گیا۔پس پہلا آدمی حضورؐ کے پاس آیا۔پس فرمایا تمہارے لئے نہیں ہے مگر یہ کہ تم نے انکار کیا (ب) بنت النضر نے لڑکی کو طمانچہ مارا جس کی وجہ سے اس کا دانت ٹوٹ گیا تو وہ حضورؐ کے پاس آئے تو آپؐ نے قصاص لینے کا حکم دیا۔

**ید رجل خطأً ثم قتله خطأً قبل البرء فعلیه الدیة وسقط ارش الید[ ۲۳۷۱ ](۳۵) وکل عمد سقط فیه القصاص بشبهة فالدیة فی مال القاتل وکل ارش وجب بالصلح والاقرار فهو فی مال القاتل [ ۲۳۷۲ ] (۳۶)واذا قتل الاب ابنه عمدا فالدیة فی ماله فی ثلث**

ہے۔اس لئے ضربیں لگانا یا کاٹنا اور جان سے مارنا ایک ہی ہو گئے۔اس لئے دونوں تداخل ہو جائیں گے اور جان کی دیت ہی ہاتھ کے تاوان کو گھیر لے گی اس لئے الگ سے ہاتھ کا تاوان لازم نہیں ہوگا۔

اگر ہاتھ اچھا ہو چکا ہوتا پھر قتل خطا کرتا تو ہاتھ کا تاوان الگ لازم ہوتا اور جان کی دیت الگ لازم ہوتی۔کیونکہ اچھا ہونے سے ہاتھ کاٹنا الگ ہو گیا اور جان کا مارنا الگ ہو گیا۔یا ایک مثلا عمد ہوتا اور قتل خطا کے طور پر ہوتا تب بھی دونوں الگ الگ ہوتے اور دونوں کی دیت الگ الگ لازم ہوتی۔کیونکہ خطا اور عمد ایک نہیں ہے۔

**اصول** یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ دو جرم ایک ہو سکتے ہوں تو ایک کر دیں گے اور نہیں ہو سکتے ہوں تو دونوں الگ الگ رہیں گے اور دونوں کی دیت الگ الگ لازم ہوگی۔

[۲۳۷۱] (۳۵) ہر قتل عمد جس میں قصاص ساقط ہو جائے شبہ کی وجہ سے تو دیت قاتل کے مال میں ہوگی۔اور ہر وہ ارش جو صلح اور اقرار کی وجہ سے واجب ہو تو وہ بھی قاتل کے مال میں ہوگی۔

**تشریح** قاتل نے قتل عمد کیا جس کی وجہ سے اس پر قصاص تھا لیکن کسی شبہ کی وجہ سے قصاص ساقط ہو گیا یا قاتل نے دیت پر صلح کر لی تو یہ دیت عاقلہ اور خاندان پر لازم نہیں ہوگی بلکہ خود قاتل کے مال میں واجب ہوگی۔عاقلہ پر وہ دیت لازم ہوتی ہے جو قتل خطا، شبہ خطا یا قتل شبہ عمد کی وجہ سے واجب ہو۔اسی طرح کسی مال پر قاتل نے صلح کر لی تو وہ مال عاقلہ پر لازم نہیں ہوگا۔بلکہ خود قاتل پر لازم ہوگا۔یا قاتل نے کسی مال کا اقرار کیا تو یہ مال بھی عاقلہ پر نہیں بلکہ قاتل پر لازم ہوگا۔

**وجہ** اثر میں ہے۔ **عن عمرؓ قال العمد والعبد والصلح والاعتراف لا یعقل العاقلة**(الف)(سنن للبیہقی، باب من قال لاتحمل العاقلة عمدا ولا عبدا ولا صلحا ولا اعترافا ج ثامن، ص ۱۸۱، نمبر ۱۶۳۵۹/مصنف ابن ابی شیبة ۱۰۴ العمد والصلح والاعتراف ج خامس، ص ۲۰۵ نمبر ۲۷۴۲۰)اس اثر سے معلوم ہوا کہ آدمی قتل عمد کرے یا مال پر صلح کر لے یا اعتراف کر لے تو وہ مال عاقلہ پر لازم نہیں ہوگا (۲) قتل خطا میں اس لئے عاقلہ پر لازم ہے کہ انہوں نے قاتل کو روکا نہیں۔اور عامد میں تو قاتل نے جان بوجھ کر کیا اس میں خاندان کیا کرے گا۔اسی طرح خود اقرار کیا یا صلح کی تو قاتل نے اپنی جانب سے حرکت کی اس کا ذمہ دار خاندان کو کیوں قرار دیں۔

[۲۳۷۲] (۳۶) اگر باپ نے اپنے بیٹے کو جان کر قتل کر دیا تو دیت اس کے مال میں ہوگی تین سالوں میں۔

**تشریح** باپ نے اپنے بیٹے کو جان کر قتل کیا تو اس پر قصاص تھا جس کی بنا پر باپ خود قتل کیا جاتا۔لیکن حدیث میں ہے کہ بیٹے کی بنا پر باپ قتل

حاشیہ : (الف) حضرت عمرؓ نے فرمایا قتل عمد اور غلام کا قتل اور صلح کی دیت اور اقرار کی دیت خاندان والے ادا نہیں کریں گے۔

**سنین[۲۳۷۳] (۳۷)وکل جنایة اعترف بها الجانی فھی فی مالہ ولا یُصدَّق علی عاقلتہ.**

نہیں کیا جائے گا۔اس لئے اس پر قصاص کے بدلے دیت خطالازم ہوگی۔لیکن چونکہ حقیقت میں قتل خطانہیں ہے اس لئے اس کی دیت عاقلہ پر لازم نہیں ہوگی خود باپ پر واجب ہوگی۔ کیونکہ یہ قتل عمد کا بدل ہے۔البتہ قتل خطا کی طرح دیت ہے اس لئے یہ دیت باپ تین سال میں ادا کرے گا فوراادانہیں کرے گا۔

**وجہ** باپ پر قصاص نہیں ہے اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔**عن عمر بن الخطابؓ قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول لا یقاد الوالد بالولد** (الف)ترمذی شریف،باب ماجاء فی الرجل یقتل ابنہ یقادمنہ ام لا؟ص۲۵۹نمبر۱۴۰۰/ابن ماجہ شریف،باب لایقتل الوالد بولدہ ص۳۸۳نمبر۲۶۶۱)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بیٹے کے بدلے باپ قتل نہیں کیا جائے گا۔اور تین سالوں میں دیت لازم ہوگی اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔**انبأ الشافعی قال وجدنا عاما فی اھل العلم ان رسول اللہ ﷺ قضی فی جنایة الحر المسلم علی الحر خطاء بمائة من الابل علی عاقلتہ الجانی وعاما فیھم انھا فی مضی الثلاث سنین فی کل سنة ثلثھا وباسنان معلومة** (ب)(سنن للبیہقی،باب تنجیم الدیة علی العاقلة ج ثامن،ص۱۹۰،نمبر۱۶۳۸۹/مصنف ابن ابی شیبة ۱۰۶ الدیة فی کم تودی؟ج خامس،ص۴۰۵،نمبر۲۷۴۲۹)اس حدیث اوراثر سے معلوم ہوا کہ قتل خطاء کی دیت عاقلہ تین سال میں ادا کریں گے۔چونکہ باپ پر قصاص کے بجائے براہ راست دیت ہے اس لئے وہ بھی تین سال میں ادا کریں گے۔

**فائدہ** امام شافعیؒ فرماتے ہیں دیت فورا دینا ہوگا۔

**وجہ** کیونکہ یہ قتل عمد کی دیت ہے قتل خطاء نہیں ہے۔اس لئے تین سال کی مہلت نہیں ملے گی۔یہ تو قتل خطا میں تین سال کی مہلت ملتی ہے۔

[۲۳۷۳](۳۷)ہروہ جنایت کہ قصوروار اس کا اعتراف کرے تو وہ اس کے مال میں ہے۔اور تصدیق نہیں ہوگی اس کے عاقلہ پر۔

**تشریح** قصوروالے نے جنایت اور جرم کا اقرار کیا تو اقرار کرنے کی وجہ سے اس کی دیت قصوروار کے خاندان پر لازم نہیں ہوگی۔یا خاندان والوں کے سلسلے میں کسی چیز کا اقرار کیا تو اس کا اعتبار نہیں ہے اوران کے سلسلے میں تصدیق نہیں کی جائے گی۔ان سب اقراروں کا مال خود قصوروار پر لازم ہوگا۔

**وجہ** پہلے گزر چکا ہے کہ اعتراف کا خمیازہ خاندان والے نہیں بھگتیں گے(۲)اثر میں ہے۔**عن عمرؓ قال العمد والعبد والصلح والاعتراف لا یعقل العاقلة** (ج)(سنن للبیہقی،باب من قال لاتحمل العاقلة عمداولاعبداولاصلحاولااعترافاج ثامن،ص۱۸۱،نمبر۱۶۳۵۹/مصنف ابن ابی شیبة ۱۰۴ العمد والصلح ولاعتراف ج خامس،ص۴۰۵،نمبر۲۷۴۲۰)اس اثر سے معلوم ہوا کہ اعتراف کرنے کا جرمانہ خود اعتراف کرنے والے پر لازم ہوگا۔

حاشیہ : (الف)حضورؐ فرمایا کرتے تھے لڑکے کا قصاص باپ سے نہیں لیا جائے گا(ب)امام شافعیؒ نے خبر دی کہ میں عام اہل علم کو پایا کہ حضورؐ فیصلہ فرماتے تھے کہ آزاد نے غلطی سے آزاد کو قتل کر دیا تو سو اونٹ ہیں جنایت کرنے والے کے خاندان پر۔اصحاب علم کے عام لوگ یہ فرماتے تھے کہ تین سالوں میں دیت ادا کرے ہر سال میں ایک تہائی معلوم عمر کے ساتھ(ج)حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ قتل عمد،غلام کے قتل،صلح اوراقرار کرنے کی دیت خاندان ادا نہیں کریں گے۔

[۲۳۷۴](۳۸)وعمد الصبی والمجنون خطأً وفیه الدیة علی العاقلة[۲۳۷۵] (۳۹)ومن حفر بیرا فی طریق المسلمین او وضع حجرا فتلف بذلک انسان فدیته علی عاقلته وان

---

[۲۳۷۴] (۳۸) بچے اور مجنون کا قتل عمد بھی قتل خطاء ہی ہے اور اس میں دیت اس کے عاقلہ پر ہے۔

**تشریح** بچے اور مجنون کو عقل نہیں ہوتی اس لئے جان بوجھ کر جو قتل یا زخم کریں گے وہ قتل خطا اور زخم خطا ہی ہوں گے اور اس کی دیت قتل خطا اور زخم خطا کی دیت لازم ہوگی۔ اور قتل خطا کی دیت عاقلہ پر لازم ہوتی ہے اس لئے مجنون اور بچے کے قتل عمد کی دیت بھی عاقلہ پر لازم ہوگی۔

**وجہ** اثر میں ہے۔عن الحسن انه قال فی الصبی والمجنون خطاء هما وعمدهما سواء علی عاقلتهما (الف) (مصنف ابن ابی شیبة ۱۰۵ اجنایة الصبی العمد والخطاء، ج خامس، ص ۴۰۵، نمبر ۲۷۴۲۷ / مصنف عبد الرزاق، باب الصغیر والکبیر یقتلان ج تاسع ص ۴۸۷ نمبر ۱۸۱۲۶) اس اثر سے معلوم ہوا کہ بچے اور مجنون کا عمد بھی خطاء ہے۔ اور ان کی دیت عاقلہ پر لازم ہوگی (۲) بار بار حدیث گزر چکی ہے۔عن علیؓ عن النبی ﷺ قال رفع القلم عن ثلاثة عن النائم حتی یستیقظ وعن الصبی حتی یحتلم وعن المجنون حتی یعقل (ب) (ابوداؤد شریف، باب فی المجنون یسرق او یصیب حدا ص ۲۵۶ نمبر ۴۴۰۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بچے اور مجنون کی حرکتوں کا اعتبار نہیں ہے۔

[۲۳۷۵] (۳۹) کسی نے مسلمان کے راستے میں کنواں کھودا یا پتھر رکھا جس سے انسان ہلاک ہو گیا تو اس کی دیت اس کے عاقلہ پر ہے۔ اور اگر اس کی وجہ سے جانور ہلاک ہو گیا تو اس کا ضمان کھودنے والے کے مال میں ہے۔

**تشریح** مسلمانوں کا راستہ تھا جس سے لوگ گزرتے تھے اس میں کنواں نہیں کھودنا چاہئے تھا لیکن کنواں کھود دیا یا بڑا پتھر رکھ دیا جس میں گر کر یا ٹھوکر لگ کر انسان ہلاک ہو گیا تو یہ قتل بسبب ہوا۔ کیونکہ خود قتل نہیں کیا البتہ ایسا سبب اختیار کیا جس سے انسان ہلاک ہو جائے اس لئے یہ قتل قتل خطاء سے کم درجہ کا ہے۔ اس لئے اس کی دیت قاتل کے عاقلہ پر لازم ہوگی۔

**وجہ** قتل سبب پر دیت ہے اس کی دلیل یہ اثر ہے۔عن ابراهیم قال من حفر فی غیر بنائه او بنی فی غیر سماءه فقد ضمن (ج) (مصنف عبد الرزاق، باب الجدار المائل والطریق ج عاشر ص ۷۴ نمبر ۱۸۴۰۹ / مصنف ابن ابی شیبة ۹۱ الرجل یخرج من حده شیئا فیصیب انسانا ج خامس، ص ۳۹۸، نمبر ۲۷۳۴۵) اس اثر سے معلوم ہوا کہ دوسرے کی زمین میں کنواں کھودا اور اس میں گر کر مر گیا تو ضمان لازم ہوگا جس کو دیت کہتے ہیں۔ اور چونکہ وہ قتل خطا کی طرح ہے اس لئے اس کے عاقلہ پر دیت لازم ہوگی۔

اور اگر جانور گر گیا تو دیت لازم نہیں ہوگی بلکہ جانور کی قیمت لازم ہوگی۔ چونکہ یہ مال کا فیصلہ دیت کا فیصلہ نہیں ہے اس لئے خود کھودنے والے کے مال میں لازم ہوگا۔

---

حاشیہ : (الف) حضرت حسنؒ فرماتے ہیں کہ بچہ اور مجنون دونوں کے قتل خطا اور قتل عمد برابر ہیں دونوں کی دیت عاقلہ پر ہوگی (ب) آپؐ نے فرمایا تین آدمیوں سے قلم اٹھا لیا گیا ہے یعنی معاف کر دیا گیا ہے۔ سونے والے سے جب تک کہ بیدار نہ ہو جائے، اور بچے سے جب تک بالغ نہ ہو جائے اور مجنون سے جب تک عقلمند نہ ہو جائے (ج) ابراہیم نے فرمایا کسی نے اپنی زمین کے علاوہ میں گڑھا کھودا یا اپنی ملکیت کے علاوہ میں تعمیر کی تو ضامن ہوگا۔

**تلف به بهیمة فضمانها فی ماله [۲۳۷۶](۴۰)وان اشرع فی الطریق روشنا او میزابا فسقط علی انسان فعطب فالدیة علی عاقلته[۲۳۷۷](۴۱)ولا کفارة علی حافر البیر وواضع الحجر [۲۳۷۸](۴۲)ومن حفر بیرا فی ملکه فعطب بها انسان لم یضمن.**

---

**وجہ** اثر میں ہے۔عن ابراھیم قال کان عمرو بن الحارث حفر بیرا فوقع فیھا بغل وھو فی الطریق فخاصموہ الی شریح فقال یا ابا امیة اعلی البیر ضمان ؟ قال لا ولکن علی عمرو بن الحارث (الف) مصنف عبدالرزاق، باب الجدار المائل والطریق ج عاشر ص ۳۷ نمبر ۱۸۴۰۴ مصنف ابن ابی شیبة ۹۱ الرجل یخرج من حدہ شیئا فیصیب انسانا ج خامس، ص ۳۹۸، نمبر ۲۷۳۴۸)اس اثر میں حضرت شریح نے خود کھودنے والے پر جرمانہ لازم کیا اس کے عاقلہ پر نہیں۔

[۲۳۷۶](۴۰)اگر راستے کی طرف جنگلہ نکالا یا پرنالا نکالا اور وہ گر گیا کسی آدمی پر اور ہلاک ہو گیا تو دیت اس کے عاقلہ پر ہے۔

**تشریح** راستے کی طرف روشن دان نکالا یا پرنالہ نکالا وہ کسی انسان پر گیا اور وہ مر گیا تو یہ بھی قتل سبب ہے۔کیونکہ براہ راست نہیں مارا بلکہ ایک سبب اختیار کیا جس سے انسان مر گیا اس لئے قتل خطا کی طرح اس کی دیت اس کے عاقلہ پر ہوگی۔

**وجہ** اوپر اثر گزر گیا ہے(مصنف عبدالرزاق، باب الجدار المائل والطریق ج عاشر ص ۲۷ نمبر ۱۸۴۰۰)(۲) دوسرے اثر میں ہے۔عن علی قال من اخرج حجرا او مرة او مرزابا او زاد فی ساحته ما لیس له فھو ضامن (ب)(مصنف ابن ابی شیبة ۹۱ الرجل یخرج من حدہ شیئا فیصیب انسانا ج خامس، ص ۳۹۸، نمبر ۲۷۳۴۴ مصنف عبدالرزاق، باب الجدار المائل والطریق ج عاشر ص ۲۷ نمبر ۱۸۴۰۰) اس اثر سے معلوم ہوا کہ اپنی زمین میں بھی ایسی زیادتی کی جو اس کو نہیں کرنی چاہئے اور اس سے آدمی ہلاک ہوا تو اس کو دیت دینی ہوگی۔

**لغت** میزاب : پرنالہ، عطب : ہلاک ہوا، تھک گیا۔

[۲۳۷۷](۴۱)اور کنواں کھودنے والے پر اور پتھر رکھنے والے پر کفارہ نہیں ہے۔

**وجہ** یہ مکمل طور پر قتل خطا نہیں ہے بلکہ قتل بسبب ہے جو قتل خطا کے قریب ہے اس لئے اس میں کفارہ نہیں ہے صرف دیت ہے(۲) اوپر کے اثر میں بھی کفارے کا ذکر نہیں ہے اس لئے کفارہ لازم نہیں ہوگا۔

[۲۳۷۸](۴۲) کسی نے اپنی ملکیت میں کنواں کھودا اور اس سے انسان ہلاک ہو گیا تو ضامن نہیں ہوگا۔

**تشریح** کنواں نہ عام راستے پر کھودا اور نہ حکومت کی زمین میں کھودا بلکہ اپنی زمین میں مناسب جگہ پر کھودا پھر بھی کوئی آدمی اس میں گر گیا تو کھودنے والے پر ضمان نہیں ہے(۲) اثر میں ہے۔عن ابراھیم قال من حفر فی غیر بنائه او بنی فی غیر سمائه فقد

---

حاشیہ : (الف) ابراہیم نے فرمایا کہ عمر بن الحارث نے کنواں کھودا جس میں گدھا گر گیا اور وہ راستے میں تھا تو شریح کے پاس مقدمہ لے گئے تو فرمایا اے ابوامیہ کیا کنویں پر ضمان ہے؟ فرمایا نہیں! لیکن عمر بن حارث کنواں کھودنے والے پر ضمان ہے(ب) حضرت علیؓ نے فرمایا کسی نے پتھر باہر نکالا یا راستہ نکالا یا پرنالہ نکالا یا صحن میں ایسی زیادتی کی جو اس کی نہیں ہے تو وہ اس کا ضامن ہوگا یعنی اس کی وجہ سے کسی کا نقصان ہو تو تاوان ادا کرنا پڑے گا۔

**[۲۳۷۹](۴۳)والراکب ضامن لما اوطأت الدابة وما اصابته بیدها او کدمت ولا یضمن ما نفحت برجلها او ذنبها.**

ضمن (الف)(مصنف عبد الرزاق، باب الجدار المائل والطریق ج عاشر ص ۴۷، نمبر ۱۸۴۰۹ مصنف ابن ابی شیبة ۱۹۱ الرجل یخرج من حده شیئا فیصیب انسانا ج خامس، ص ۳۹۸ نمبر ۲۷۳۴۵) اس اثر میں ہے کہ دوسرے کی زمین میں کنواں کھودا ہو اور گرا ہو تو ضامن ہوگا۔ جس سے پتا چلا کہ اپنی زمین میں کنواں کھودا ہو تو ضامن نہیں ہوگا۔

[۲۳۷۹](۴۳) سوار ہونے والا ضامن ہے اگر جانور کچل دے یا ہاتھ مار دے یا منہ سے کاٹ لے۔ اور ضامن نہیں ہوگا اس کا جس کو وہ لات مار دے یا دم مار دے۔

**تشریح** یہ مسئلے اس اصول پر ہیں کہ جہاں تک حفاظت کرنا ممکن تھا اس میں غفلت کی اور جانور نے نقصان کر دیا تو مالک ضامن ہوگا اور جہاں حفاظت کرنا ممکن نہیں تھا وہاں جانور نے نقصان کیا تو چونکہ مالک کی غلطی نہیں ہے اس لئے مالک اس کا تاوان نہیں دے گا۔ اب مسئلہ سمجھیں! جانور نے کسی کو کچل دیا تو جو سوار ہے وہ اس کے تاوان کا ضامن ہوگا۔ یا سواری نے ہاتھ سے مار کر زخمی کر دیا یا مار دیا یا منہ سے کاٹ لیا تو سوار ضامن ہوگا۔

**وجہ** سوار کے ہاتھ میں لگام ہے وہ سامنے کی چیزوں کو دیکھ رہا ہے اس لئے اس کی حفاظت کر سکتا تھا اور اس میں غفلت کی اس لئے ضامن ہوگا (۲) حدیث میں دو قسم کے اشارے ہیں۔ ایک تو یہ کہ جانور کا زخمی کردہ معاف ہے۔ حدیث میں ہے۔ **عن ابی ھریرة ان رسول الله ﷺ قال العجماء جرحها جبار والبیر جبار والمعدن جبار وفی الرکاز الخمس** (ب)(بخاری شریف، باب المعدن جبار والبیر جبار ص ۱۰۲۱ نمبر ۶۹۱۲ ابو داؤد شریف، باب العجماء والمعدن البیر جبار ص ۲۸۳، نمبر ۴۵۹۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جانور کا نقصان معاف ہے۔ لیکن دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ پچھلے پیر سے نقصان کرے تو معاف ہے اگلے ہاتھ سے نقصان کرے تو معاف نہیں ہے (۲) **عن عبد الله اظنه مرفوعا قال العجماء جبار والمعدن جبار والبئر جبار والرجل جبار وفی الرکاز الخمس** (ج)(دار قطنی، کتاب الحدود والدیات ج ثالث ص ۱۱۰ نمبر ۳۲۸۱ مصنف عبد الرزاق، باب العجماء ج عاشر ص ۶۶ نمبر ۱۸۳۷۶) اس حدیث میں ہے کہ جانور پاؤں سے مارے تو معاف ہے (۳) اثر میں ہے۔ **وقال ابن سیرین کانوا لا یضمنون من النفحة ویضمنون من رد العنان، وقال حماد لا تضمن النفحة الا ان ینخس انسان الدابة** (د)(بخاری شریف، باب العجماء جبار ص ۱۰۲۱ نمبر ۶۹۱۳)(۳)

---

حاشیہ : (الف) حضرت ابراہیمؒ نے فرمایا کسی نے اپنی عمارت کے علاوہ میں گڑھا کھودا یا اپنی ملکیت کے علاوہ میں تعمیر کی تو ضمان ہوگا یعنی اس سے کسی کا نقصان ہوا تو ضامن ہوگا (ب) آپؐ نے فرمایا جانور کا زخمی کیا ہوا معاف ہے۔ کنویں میں گر کر مرے تو معاف ہے۔ اور رکاز میں پانچواں حصہ ہے (ج) حضرت عبد اللہ نے مرفوعا فرمایا جانور کا زخمی کیا ہوا معاف ہے۔ کان میں گر کر مرے تو معاف ہے۔ کنویں میں گر کر مرے تو معاف ہے۔ جانور نے پاؤں سے مارا تو معاف ہے اور رکاز میں پانچواں حصہ ہے (د) حضرت محمد بن سیرین کھر سے مارنے کا ضامن نہیں بناتے تھے اور لگام سے لگ جائے تو ضامن بناتے تھے۔ اور حضرت حماد نے فرمایا کھر سے مارنے کا ضمان نہیں لیا جائے گا مگر یہ کہ انسان جانور کو برانگیختہ کرے تو ضمان ہوگا۔

[۲۳۸۰](۴۴)فان راثت او بالت فی الطریق فعطب به انسان لم یضمن[۲۳۸۱] (۴۵) والسائق ضامن لما اصابت بیدها او رجلها[۲۳۸۲] (۴۶)والقائد ضامن لما اصابت

اثر میں ہے۔عن ابراھیم قال ان نفحت انسانا فلا ضمان علیه ویضمن ما اصابت بیدها قال وتفسیرہ عندنا اذا کانت تسیــر (الف)(مصنف عبدالرزاق، باب العجماء ج عاشر ص ۶۸ نمبر ۱۸۳۸۵ رمصنف ابن ابی شیبۃ ۹۳ الدابۃ تضرب برجلھا ج خامس، ص ۴۰۰، نمبر ۲۷۳۶۳)اس اثر اور حدیث سے معلوم ہوا کہ پچھلے پاؤں سے مارے تو معاف ہے اور ہاتھ سے مارے یا منہ سے کاٹے تو سوار کو اس کا ضمان ہوگا۔

**لغت** اوطأ : کچلا، کدمت : دانت سے کاٹا، نفحت : کھر کے کنارے سے مارا، ذنب : دم۔

[۲۳۸۰](۴۴)اگر جانور نے لید کی یا پیشاب کیا راستے میں اور اس سے انسان ہلاک ہوا تو ضامن نہیں ہوگا۔

**تشریح** جانور نے راستے پر لید کر دیا یا پیشاب کر دیا جس سے پھسل کر انسان گر گیا اور مر گیا تو مالک یا سوار اس کا ضامن ہوگا۔

**وجہ** جانور کے پیشاب پاخانے پر کنٹرول مشکل ہے اس لئے اس کی کوئی غلطی نہیں ہے۔اس لئے وہ ضامن نہیں ہوگا۔

**لغت** راثت : روث سے مشتق ہے۔

[۲۳۸۱](۴۵)پیچھے سے ہانکنے والا ضامن ہوگا اس کا جس کو لگ جائے ہاتھ یا پاؤں۔

**تشریح** جانور کو پیچھے سے ہانکنے والا موجود تھا اسی حالت میں جانور کا پاؤں یا ہاتھ لگا اور آدمی ہلاک ہو گیا تو ہانکنے والا اس کا ضامن ہوگا۔

**وجہ** جب پیچھے سے ہانک رہا تھا تو جانور کی حرکت کو دیکھ رہا تھا اور اس کی حفاظت اس کے کنٹرول میں تھا پھر بھی غفلت کی اس لئے وہ ضامن ہوگا(۲)عن الحکم قال ان السائق والقائد والراکب یغرم ما اصابت دابته بید او رجل او نفحت او ضربت (ب) (مصنف ابن ابی شیبۃ ۱۸۳ السائق والقائد ما علیه؟ ج خامس، ص ۳۹۵، نمبر ۲۷۳۰۶)اس سے معلوم ہوا کہ ہانکنے والا ذمہ دار ہوگا۔

[۲۳۸۲](۴۶) اور کھینچنے والا ضامن ہوگا اس کا جو اس کے ہاتھ سے لگے نہ کہ اس کے پیر سے۔

**تشریح** جانور کو آگے سے کھینچ رہا تھا کہ اس نے کسی کو پاؤں مار دیا تو اگر اگلے ہاتھ سے مارا تو کھینچنے والے پر اس کا ضمان ہے اور پچھلے پاؤں سے مارا تو ضمان نہیں ہوگا۔

**وجہ** اگلے پاؤں کی حفاظت کر سکتا تھا اور غفلت کی اس لئے ضامن ہوگا اور پچھلے پاؤں کی حفاظت نہیں کر سکتا تھا کیونکہ وہ اس کی پیٹھ کے پیچھے ہے اس لئے اس میں اس کی غلطی نہیں ہے اس لئے ضامن نہیں ہوگا۔

**اصول** اصول گزر چکا ہے کہ جہاں حفاظت ممکن ہو اور اس میں غفلت کرے تو ضامن ہوگا اور جہاں حفاظت ممکن نہ ہو وہاں غلطی نہیں ہے اس

---

حاشیہ : (الف) حضرت ابراہیم نے فرمایا اگر کسی انسان کو جانور پچھلے کھر سے مارے تو اس پر ضمان نہیں ہے اور جو اس کے ہاتھ سے لگے تو ضمان ہے۔فرمایا کہ میرے نزدیک اس کی تفسیر یہ ہے کہ جانور چلتے ہوئے ہاتھ سے مار دے تو ضمان ہے(ب) حضرت حکم نے فرمایا جانور کو پیچھے سے ہانکنے والا آگے سے کھینچنے والا اور سوار ذمہ دار ہوگا اگر اس کے جانور کے ہاتھ یا پاؤں یا کھر سے نقصان ہو جائے یا وہ مار دے۔

**بیدھا دون رجلھا [۲۳۸۳](۴۷)ومن قاد قطارا فھو ضامن لما اوطأ فان کان معه سائق فالضمان علیھما [۲۳۸۴](۴۸)واذاجنی العبد جنایة خطأً قیل لمولاہ اما ان تدفعه بھا او تفدیه فان دفعه ملکه ولیُّ الجنایة وان فداہ فداہ بارشھا[۲۳۸۵] (۴۹)فان عاد فجنی**

لئے ضمان لازم نہیں ہوگا۔

[۲۳۸۳] (۴۷) کوئی کھینچ رہا ہو اونٹوں کی قطار تو وہ ضامن ہوگا اس کا جو وہ کچل ڈالے۔ پس اگر اس کے ساتھ ہانکنے والا ہو تو دونوں پر ضمان ہوگا۔

**وجہ** قطار کھینچنے والے کے ذمے حفاظت کرنا ضروری تھا اور اس نے غفلت کی اس لئے اس پر ضمان ہوگا۔اور پیچھے سے ہانکنے والا ہو تو غفلت میں دونوں شریک ہیں اس لئے دونوں پر ضمان لازم ہے(۲)اس اثر میں ہے۔ عن علیؓ انه کان یضمن القائد والسائق والراکب (الف) (مصنف ابن ابی شیبة ۱۸۳ السائق والقائد ما علیہ؟ ج خامس، ص ۳۹۴، نمبر ۲۷۳۰۱)اس اثر سے معلوم ہوا کہ ہانکنے والا اور کھینچنے والا دونوں ذمہ دار ہیں۔

**لغت** وطاء : روندا، کچلا۔

[۲۳۸۴] (۴۸) اگر غلام جنایت خطاء کرے تو اس کے آقا سے کہا جائے گا یا تو جنایت کے بدلے میں غلام دے دو یا جنایت کا فدیہ دے دو۔ پس اگر غلام حوالے کر دیا تو جنایت کے غلام کا مالک ہو جائے گا۔اور اگر فدیہ دے تو تاوان کا فدیہ دے گا۔

**تشریح** یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ غلام کا کوئی عاقلہ نہیں ہوتا صرف آقا اس کا ذمہ دار ہوتا ہے۔عن عمرؓ قال العمد والعبد والصلح والاعتراف لایعقل العاقلة (ب) (سنن للبیہقی، باب من قال لاتحمل العاملة عمدا ولا عبدا ولا صلحا ولا اعترافا ج ثامن، ص ۱۸۱، نمبر ۱۶۳۵۹) اس لئے غلام کوئی بھی قتل خطاء کرے تو اس کی قیمت میں اس کا حساب لگایا جائے گا۔اس لئے آقا کو دو اختیار ہیں یا تو غلام کا جتنا تاوان ہے وہ ادا کر دے اور غلام کو رکھ لے۔اور دوسری صورت یہ ہے کہ جس کی جنایت کی ہے غلام اس کو حوالے کر دے۔اگر آقا جنایت کا فدیہ دینا چاہے تو اتنا فدیہ دے جتنی جنایت کی ہے۔

**وجہ** اثر میں ہے۔عن علیؓ قال ماجنی العبد ففی رقبته ویخیر مولاہ ان شاء فداہ وان شاء دفعه (ج) (مصنف ابن ابی شیبة ۱۶۴ العبد یجنی الجنایة ج خامس، ص ۳۸۴، نمبر ۲۷۱۷۰ رمصنف عبد الرزاق، باب قتل الرجل الحر عبدا والعبد حراج تاسع ص ۴۸۶ نمبر ۱۸۱۱۹)اس اثر سے معلوم ہوا کہ آقا کو دونوں اختیار ہیں۔

[۲۳۸۵] (۴۹) پس اگر غلام نے دوبارہ جنایت کی تو دوسری جنایت کا حکم پہلی جنایت کی طرح ہوگا۔

حاشیہ : (الف) حضرت علیؓ نے فرمایا جانور کو کھینچنے والا پیچھے سے ہانکنے والا اور سوار ضامن ہوگا (ب) حضرت عمرؓ نے فرمایا جان کو قتل کرنے والا، غلام کی دیت، صلح کی دیت اور اقرار کی رقم خاندان والے ادا نہیں کریں گے (ج) حضرت علیؓ نے فرمایا غلام نے جو کچھ جنایت کی تو اسی کے ذمہ ہوگا اور آقا کو اختیار ہے چاہے اس کا فدیہ دیدے یا خود غلام کو حوالہ کر دے۔

کان حکم الجناية الثانية حكم الاولى [٢٣٨٦](٥٠)فان جنى جنايتين قيل لمولاه اما ان تدفعه الى ولى الجنايتين يقتسمانه على قدر حقيهما واما ان تفديه بارش كل واحدة منهما[٢٣٨٧] (٥١)وان اعتقه المولى وهو لايعلم بالجناية ضمن المولى الاقل من قيمته

تشریح مثلا غلام نے زخم خطاء کیا جس کی وجہ سے آقا نے پانچ سو درہم ولی جنایت کو دے کر غلام کو رکھ لیا۔اب غلام نے دوسری مرتبہ زخم خطاء کیا تو آقا پر دوسری مرتبہ زخم خطاء کا تاوان دینا ہوگا۔تب غلام آقا کے پاس رہے گا ورنہ غلام کو اس ولی جنایت کے حوالے کرنا ہوگا۔

وجہ جب پہلی مرتبہ تاوان دے کر غلام کو اپنے پاس رکھ لیا تو غلام پہلی جنایت سے گویا کہ پاک صاف ہو گیا۔اب جو جنایت کرے گا اس کا تاوان از سر نو آقا کو دینا ہوگا (۲) اثر اوپر گزر گیا۔

[۲۳۸۶](۵۰)اگر غلام نے بیک وقت دو جنایتیں کیں تو آقا سے کہا جائے گا یا غلام کو دونوں جنایتوں کے ولی کے حوالے کر دو، وہ دونوں اپنے حقوق کی مقدار تقسیم کرلیں گے یا دونوں میں سے ہر ایک کی ارش کا فدیہ دے۔

تشریح غلام نے مثلا دو جنایتیں کیں،ایک آدمی کی ناک کاٹی اور دوسرے آدمی کا کان کاٹا۔اور دونوں جنایتوں کے پچاس پچاس اونٹ غلام پر لازم ہوئے۔اب آقا کو دو اختیار ہیں ایک تو یہ کہ غلام کو دونوں مقطوع کے حوالے کر دے وہ دونوں غلام کو بیچ کر اپنا اپنا حصہ وصول کرلیں گے۔اور تاوان دینا چاہے تو دونوں کو پچاس پچاس اونٹ دیکر غلام اپنے پاس رکھ لے۔اثر میں ہے۔عن سالم بن عبد الله قال ان شاء اهل المملوک فدوه بعقل جرح الحر وان شاء وا اسلموه (الف) مصنف ابن ابی شیبۃ ۶۴ العبد یجنی الجنایۃ ج خامس، ص ۳۸۴،نمبر ۲۷۱۷۵)اس اثر سے معلوم ہوا کہ آقا چاہے تو جنایت شدہ غلام دے دے اور چاہے تو جنایت کا فدیہ دیدے۔

[۲۳۸۷](۵۱)اگر آقا نے آزاد کیا اور وہ غلام کی جنایت کو جانتا نہیں تھا تو غلام کی قیمت اور تاوان میں سے جو کم ہے اس کا ضامن ہوگا۔

تشریح آقا نے غلام کو آزاد کر دیا لیکن اس کو معلوم نہیں تھا کہ غلام نے جنایت کی ہے تو ایسی صورت میں غلام کی قیمت کم ہو مثلا آٹھ سو ہو اور دیت ایک ہزار ہو تو غلام کی قیمت لازم ہوگی۔اور اگر دیت غلام کی قیمت سے کم ہو مثلا چھ سو درہم ہو تو دیت لازم ہوگی۔

وجہ آقا کو جنایت کا پتہ نہیں تھا اس لئے وہ معذور ہے اس لئے غلام کی قیمت سے زیادہ کا وہ ذمہ دار نہیں ہوگا۔اس لئے دیت غلام کی قیمت سے زیادہ ہو تو قیمت تک رقم ادا کرے گا زیادہ نہیں۔اور اگر دیت کم ہو تو اتنی رقم ادا کرے گا۔کیونکہ اس نے آزاد کر کے جنایت والے کا نقصان کیا ہے(۲)اثر میں ہے۔سمعت سفيان يقول ان كان مولاه اعتقه وقد علم بالجناية فهو ضامن الجناية،وان لم يكن علم الجناية فعليه قيمة العبد (ب)(مصنف ابن ابی شیبۃ ۶۵ العبد یجنی الجنایۃ فیعتقہ مولاہ ج خامس،ص ۳۸۵ نمبر ۲۷۱۸۳،ج تاسع ص ۴۳۱ نمبر ۱۷۹۰۹)اس اثر سے معلوم ہوا کہ جنایت جانتا تھا تو غلام کی قیمت تک ذمہ دار ہوگا۔

حاشیہ : (الف) حضرت سالم بن عبداللہ نے فرمایا اگر چاہے تو غلام کا آقا آزاد کے زخم کا فدیہ دیں اور چاہے تو غلام کو حوالہ کر دیں (ب) حضرت سفیان فرماتے ہیں اگر آقا کے غلام کو آزاد کیا اور وہ غلام کی جنایت کو جانتا تھا تو جنایت کا ضامن ہوگا اور اگر جنایت کو نہیں جانتا تھا تو اس پر غلام کی قیمت لازم ہوگی۔

**ومن ارشها[۲۳۸۸](۵۲) وان باعه او اعتقه بعد العلم بالجناية وجب عليه الارش [۲۳۸۹] (۵۳)واذا جنى المدبر او ام الولد جناية ضمن المولى الاقل من قيمته ومن ارشها[۲۳۹۰] (۵۴)فان جنى جناية اخرى وقد دفع المولى قيمته الى الولى الاول**

---

[۲۳۸۸](۵۲)اوراگرغلام کو بیچایا آزاد کیا جنایت جاننے کے بعدتو اس پر پوری ارش واجب ہوگی۔

**وجہ** آقا یہ جانتا تھا کہ غلام نے جنایت کی ہے پھر بھی غلام کو بیچ دیایا آزاد کیا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ آقا پوری دیت دینے پر راضی ہے تب ہی تو جان کر آزاد کیا۔اور جس کی جنایت کی ہے اس کو نقصان دیا۔اس لئے آقا کو پوری دیت دینی ہوگی چاہے غلام کی قیمت سے زیادہ ہو(۲)اوپر اثر میں تھا۔سمعت سفيان يقول ان كان مولاه اعتقه وقد علم بالجنابة فهو ضامن الجناية(الف)(مصنف ابن ابی شیبة ۶۵ العبد یجنی الجنایة فیعتقہ مولاہ ج خامس،ص ۳۸۵،نمبر ۲۷۱۸۳)اس اثر میں ہے کہ آقا جنایت کو جانتا تھا پھر بھی آزاد کیا تو پوری جنایت کا ضامن ہوگا۔

[۲۳۸۹](۵۳)مدبر اور ام ولد نے جنایت کی تو آقا ضامن ہوگا اس کی قیمت اور ارش میں سے کم کا۔

**تشریح** مثلا مدبر اور ام ولد کی قیمت آٹھ سو درہم ہے اور اس نے چھ سو کی جنایت کی تو چھ سو کا ضامن ہوگا۔

**وجہ** آقا نے جنایت سے پہلے ہی اس کو ام ولد یا مدبر بنایا تھا اس لئے یہ نہیں کہا جا سکتا ہے کہ پوری دیت اپنے اوپر لینا چاہتا ہے۔البتہ مدبر یا ام ولد بنانے کی وجہ سے جنایت والے کے حوالے نہیں کر سکتے۔کیونکہ ان میں آزادگی کا شائبہ آچکا ہے۔لیکن چونکہ آقا نے مدبر یا ام ولد بنا کر جنایت والے کے حوالے کرنے سے روکا ہے اس لئے اس پر جنایت اور قیمت میں سے جو کم ہو وہ لازم ہوگی۔

**وجہ** حدثنى بشير المكتب ان امرأة دبرت جارية لها فجنت جناية فقضى عمر بن عبد العزيز بجنايتها على مولاتها في قيمة الجارية. دوسری روایت میں ہے. سمعت سفيان يقول جناية المدبر على مولاه يضمن قيمته (ب)(مصنف ابن ابی شیبة ۸۶ جنایة المدبر علی من تکون؟ ج خامس،ص ۳۹۶،نمبر ۲۷۳۱۹/۲۷۳۲۵)اس اثر سے معلوم ہوا کہ قیمت بھر مدبر اور ام ولد کی جنایت کا ذمہ دار آقا ہے۔اس سے زیادہ کا نہیں۔

[۲۳۹۰](۵۴)پس اگر دوسری مرتبہ جنایت کی اور آقا اس کی قیمت پہلے ولی کو دے چکا ہے قضاء قاضی سے تو اس پر کچھ بھی نہیں ہے۔اور دوسری جنایت کا ولی پیچھے لگے پہلی جنایت کے ولی کے اور جو کچھ لیا ہے اس میں شریک ہو جائے۔

**تشریح** یہ مسئلہ اس قاعدے پر ہے کہ آقا نے قاضی کے فیصلے سے ایک مرتبہ مدبر یا ام ولد کی قیمت کے برابر جنایت والے کو دے دیا تو اب اس

---

حاشیہ : (الف)حضرت سفیان فرمایا کرتے تھے اگر آقا نے غلام کو آزاد کیا اور وہ غلام کی جنایت کو جانتا تھا تو وہ جنایت کا ضامن ہوگا(ب)بشیر المکتب فرماتے ہیں کہ ایک عورت نے باندی کو مدبرہ کیا۔پس اس نے جنایت کی تو حضرت عمر بن عبد العزیز نے اس کی جنایت کا تاوان سیدہ پر لازم کیا باندی کی قیمت کے اندر اندر۔میں نے حضرت سفیان کو فرماتے ہوئے سنا کہ مدبر کی جنایت کا تاوان اس کے آقا پر ہوگا غلام کی قیمت کے اندر اندر۔

**بقضاء فلا شیء علیه ویتبع ولی الجنایة الثانیة ولی الجنایة الاولی فیشارکه فیما اخذ[ ۲۳۹۱] (۵۵)وان کان المولی دفع القیمة بغیر قضاء فالولی بالخیار ان شاء اتبع المولی وان شاء اتبع ولی الجنایة الاولی[ ۲۳۹۲] (۵۶)واذا مال الحائط الی طریق المسلمین فطولب صاحبه بنقضه واشهد علیه فلم بنقضه فی مدة یقدر علی نقضه حتی**

سے زیادہ کا وہ ذمہ دار نہیں ہے۔اس سے زیادہ جنایت کرے تو آقا پر نہیں ہے۔مسئلے کی صورت یہ ہے کہ مدبر یا ام ولد نے ایک مرتبہ جنایت کی اور آقا نے قاضی کے فیصلے سے پہلی جنایت والے کو ارش دے دیا پھر دوبارہ مدبر یا ام ولد نے جنایت کی تو آقا پر کوئی دیت نہیں ہے۔دوسری جنایت کا ولی پہلی جنایت کے ولی کے پاس جائے اور جو کچھ اس کو آقا نے دیا تھا اس میں شریک ہو جائے۔

**وجہ** اوپر گزر چکا ہے کہ آقا قیمت کا ضامن ہوگا اور وہ ایک مرتبہ قیمت کا ضامن ہو چکا ہے اس لئے دوسری مرتبہ والا پہلی مرتبہ والے سے وصول کرے۔سمعت سفیان یقول جنایة المدبر علی مولاہ یضمن قیمته (الف)(حوالہ بالا،مصنف ابن ابی شیبة،نمبر ۲۷۳۲۵)

[۲۳۹۱](۵۵)اور اگر آقا نے قیمت دی ہو بغیر قاضی کے فیصلے کے تو ولی کو اختیار ہے چاہے آقا کے پیچھے پڑے چاہے پہلی جنایت والے کے پیچھے پڑے۔

**تشریح** مدبر یا ام ولد نے پہلی مرتبہ جنایت کی تو جنایت والے کو بغیر قاضی کے فیصلے کے دیت دے دی تو اس صورت میں دوسری جنایت والے کے لئے دو اختیار ہیں۔یا تو آقا سے اپنی جنایت وصول کرے یا پہلی جنایت کے ولی سے اپنی جنایت وصول کرے۔

**وجہ** آقا سے اس لئے وصول کر سکتا ہے کہ بغیر قاضی کے فیصلے کے دیت دی ہے اس لئے اس دینے کا اتنا اعتبار نہیں ہے۔ہو سکتا ہے کہ دوستانہ طور پر دی ہو۔اور پہلی جنایت والے سے اس لئے وصول کر سکتا ہے کہ اس نے گویا کہ دوسری جنایت والے کی آدھی دیت پر قبضہ کیا ہے۔کیونکہ آقا پر تو ایک ہی مرتبہ دیت لازم تھی جو ادا کر چکا ہے۔اس لئے پہلی جنایت کے ولی سے بھی آدھی دیت وصول کر سکتا ہے۔

**اصول** دونوں مسئلے اس اصول پر ہیں کہ مدبر اور ام ولد کا آقا پر قیمت سے زیادہ کی ذمہ داری نہیں ہے۔اس لئے کہ وہ معذور ہے۔اثر گزر چکا ہے۔سفیان یقول جنایة المدبر علی مولاہ یضمن قیمته (ب)(مصنف ابن ابی شیبة ۸۶ جنایة المدبر علی من تکون؟ ج خامس، ص ۳۹۶،نمبر ۲۷۳۲۵)

[۲۳۹۲](۵۶)اگر دیوار مسلمان کے راستے کی طرف مائل ہو جائے۔پس مطالبہ کیا گیا اس کے مالک سے اس کے توڑنے کا اور اس پر گواہ بنایا پھر بھی نہیں توڑا اس مدت میں کہ توڑ سکتا تھا یہاں تک کہ گر گئی تو ضامن ہوگا اس کا جو ضائع ہو جان یا مال۔اور برابر ہے کہ اس کے توڑنے کا مسلمان مطالبہ کرے یا ذمی۔

---

حاشیہ : (الف) حضرت سفیانؒ نے فرمایا مدبر کی جنایت کا تاوان اس کے آقا پر ہوگا غلام کی قیمت کے اندر اندر (ب) حضرت سفیان ثوریؒ نے فرمایا مدبر کی جنایت کا تاوان اس کے آقا پر ہوگا غلام کی قیمت کے اندر اندر ضامن ہوگا۔

**سقط ضمن ما تلف به من نفس او مال ویستوی ان یطالبه منقضه مسلم او ذمی [۲۳۹۳](۵۷)وان مال الی دار رجل فالمطالبة لمالک الدار خاصة [۲۳۹۴](۵۸)فاذا اصطدم فارسان فماتا فعلی عاقلة کل واحد منهما دیة الآخر.**

تشریح کسی کی دیوار مسلمانوں کے راستے کی طرف جھک گئی۔لوگوں نے اس سے اس کو توڑنے کا مطالبہ کیا اور مطالبہ پر گواہ بھی بنایا پھر اتنی مدت گزر گئی کہ وہ توڑ سکتا تھا پھر بھی نہیں توڑا۔اس کے بعد کسی پر وہ دیوار گر گئی تو اس کا ضمان دینا ہوگا۔اور مال کا نقصان ہوا تو اس کا بھی ضمان لازم ہوگا۔گرانے کا مطالبہ کرنے والا مسلمان ہو یا ذمی ہو دونوں کا حق برابر ہے۔اس لئے دونوں میں سے کوئی بھی مطالبہ کرے گا تو دیت لازم ہو جائے گی۔

وجہ چاہے دیوار اپنی زمین میں ہو لیکن اس شرط کے ساتھ کھڑی رکھ سکتا ہے کہ کسی کو نقصان نہ ہو۔یہاں یاد دہائی کے باوجود نقصان کیا اس لئے ضمان لازم ہوگا۔یہ صورت قتل بسبب ہے۔

وجہ اثر میں ہے۔ عن قتادة فی الجدر اذا کان مائلا ان یشهد علی صاحبه فوقع علی انسان فقتله قال یضمن صاحب الجدر (الف)(مصنف عبد الرزاق، باب الجدر المائل والطریق ج عاشر ص ۷۱ نمبر ۱۸۳۹۷ مصنف ابن ابی شیبة ۱۳۷ الحائط المائل یشهد علی صاحبه ج خامس، ص ۴۲۳، نمبر ۲۷۶۲۸)اس اثر سے معلوم ہوا کہ توڑوانے پر گواہ بنایا پھر بھی نہیں توڑا پھر کسی کا نقصان ہوا تو دیوار والا ضامن ہوگا۔

اصول مسئلہ اس اصول پر ہے کہ اپنی چیز میں کوئی چیز کھڑی کر سکتا ہے لیکن اس شرط کے ساتھ کہ کسی غیر کو نقصان نہ ہو، لا ضرر ولا ضرار (دار قطنی نمبر ۳۰۶۰)

[۲۳۹۳](۵۷)اگر کسی آدمی کے گھر کی طرف مائل ہوئی تو مطالبہ کا حق خاص طور پر اس گھر کے مالک کے لئے ہے۔

وجہ کسی کی دیوار کسی خاص آدمی کے گھر کی طرف جھک گئی تو عام مسلمانوں کو گرانے کے مطالبے کا حق نہیں ہے بلکہ وہی آدمی گرانے کا مطالبہ کرے جس کے گھر کی طرف جھکی ہے۔کیونکہ اسی کا گھر ہے اور اسی کا حق ہے۔

[۲۳۹۴](۵۸)اگر دو گھوڑے سوار ٹکرا جائیں اور دونوں مر جائیں تو دونوں میں سے ہر ایک کے عاقلہ پر دیت ہے دوسرے کا۔

تشریح مثلا زید اور عمر گھوڑے پر سوار تھے۔دونوں آپس میں ٹکرا گئے اور دونوں مر گئے تو زید کی دیت عمر کے خاندان پر ہوگی اور عمر کی دیت زید کے خاندان پر ہوگی۔اور دونوں کے ورثہ ایک دوسرے خاندان سے وصول کریں گے۔

وجہ دونوں کی غلطیاں ہیں اور دونوں قتل خطا ہوئے ہیں اس لئے دونوں کے خاندان پر دیت ہوگی (۲)اثر میں ہے. عن علی انه ضمن

---

حاشیہ : (الف) حضرت قتادہؒ نے فرمایا دیوار جھک جائے اور دیوار کے مالک پر جھکنے پر گواہ بنائے پھر کسی انسان پر گر جائے اور اس کو مار دے تو دیوار والا ضامن ہوگا۔

**[۲۳۹۵] (۵۹) واذا قتل رجل عبدا خطأً فعليه قيمته ولا تزاد على عشرة آلاف درهم فان كانت قيمته عشرة آلاف درهم او اكثر قضى عليه بعشرة آلاف الاعشرة۔**

كل واحد منهما لصاحبه۔ دوسری روایت میں ہے۔ قال سفیان فی الرجلین یصطرعان فیجرح احدهما صاحبه قال یضمن کل واحد منهما صاحبه (الف) (مصنف عبدالرزاق، باب المقتتلان والذی یقع علی الآخر اوجر بہ ج عاشر ص ۵۲ نمبر ۱۸۳۲۵ / ۱۸۳۲۱ / مصنف ابن ابی شیبۃ ۱۳۶ الرجل یصدم الرجل ج خامس، ص ۴۲۳، نمبر ۲۷۶۲۲) اس اثر سے معلوم ہوا کہ دونوں کے عاقلہ ضامن ہوں گے۔

**لغت** اصطدم : صدم سے مشتق ہے ٹکرا جانا، فارسا : گھوڑے سوار۔

[۲۳۹۵] (۵۹) اگر کسی آدمی نے غلام کو غلطی سے قتل کر دیا تو اس پر غلام کی قیمت ہے لیکن دس ہزار درہم سے زیادہ نہ ہو۔ پس اگر اس کی قیمت دس ہزار درہم یا اس سے زیادہ ہو تو اس کو حکم دیا جائے گا دس ہزار سے دس کم کا۔

**تشریح** قتل خطا میں آزاد آدمی کی دیت دس ہزار درہم ہے اس لئے غلام کی دیت بھی زیادہ سے زیادہ دس ہزار درہم ہوگی بلکہ آزاد آدمی کی دیت سے دس درہم کم کرکے نو ہزار نو سو نوے (۹۹۹۰ درہم) ہی لازم کریں گے تاکہ غلام اور آزاد میں تھوڑا سا فرق باقی رہے۔ یوں عام حالات میں آدمی کسی کے غلام کو غلطی سے قتل کر دے تو قاتل پر غلام کی قیمت لازم ہوگی۔ لیکن اگر اس کی قیمت دس ہزار یا اس سے زیادہ ہو تو نو ہزار نو سو نوے (۹۹۹۰ درہم) ہی لازم کریں گے تاکہ آزاد اور غلام کی دیت میں دس درہم کا فرق ہو جائے۔

**وجہ** اثر میں ہے۔ عن ابراهيم فی العبد یقتل عمدا قال فيه القود فان قتل خطاء فقيمته ما بلغ غير انه لايجعل مثل دية الحر وينقص عنه عشرة دراهم (ب) (کتاب الآثار لمحمد، باب جراحات العبید ص ۱۲۶ نمبر ۵۸۲ / مصنف عبدالرزاق، باب دیۃ المملوک ج عاشر ص ۹، نمبر ۱۸۱۷۲ / مصنف ابن ابی شیبۃ ۶۹ من قال لا یبلغ بہ دیۃ الحر ج خامس، ص ۳۸۶، نمبر ۲۷۲۰۴) اس اثر سے معلوم ہوا کہ پہلے تو غلام کی قیمت لازم ہوگی۔ اور وہ آزاد کی دیت سے زیادہ ہو تو دس درہم کم کرکے نو ہزار نو سو نوے درہم (۹۹۹۰ درہم) لازم کریں گے۔

**فائدہ** امام ابو یوسفؒ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ غلام کی قیمت دس ہزار درہم سے زیادہ ہو تو وہ بھی لازم ہوگی۔

**وجہ** اثر میں ہے۔ عن ابن المسيب قال دية المملوك ثمنه ما بلغ وان زاد على دية الحر (ج) (مصنف عبدالرزاق، باب دیۃ المملوک ج عاشر ص ۹، نمبر ۱۸۱۷۴ / مصنف ابن ابی شیبۃ ۶۸ الحر یقتل العبد خطاء ج خامس، ص ۳۸۶، نمبر ۲۷۱۹۴) اس اثر سے معلوم ہوا

حاشیہ : (الف) حضرت علیؓ نے فرمایا ہر ایک دوسرے کا ضامن بنیں گے۔ دوسری روایت میں ہے دو آدمی لڑے اور ایک دوسرے کو زخمی کر دے؟ فرمایا ہر ایک دوسرے کے ضامن ہوں گے (ب) حضرت ابراہیم نے فرمایا غلام نے جان کر قتل کیا تو اس میں قصاص ہے اور غلطی سے قتل کیا تو اس کی قیمت جتنی پہنچ جائے۔ اتنی بات ضرور ہے کہ آزاد کی دیت کے برابر نہ کی جائے، اس سے دس درہم کم رکھا جائے (ج) حضرت سعید بن مسیّب نے فرمایا غلام کی دیت اس کی قیمت کے مطابق ہے جتنی پہنچ جائے اگرچہ آزاد کی دیت سے زیادہ ہو جائے۔

[۲۳۹۶](۶۰)وفی الامة اذا زادت قیمتها علی الدیة یجب خمسة آلاف الا عشرة

[۲۳۹۷](۶۱) وفی ید العبد نصف قیمته لایزاد علی خمسة آلاف الا خمسة .

کہ جتنی قیمت بھی قاتل کو دینی پڑے گی چاہے آزاد کی دیت دس ہزار درہم سے زیادہ ہی کیوں نہ ہو۔

[۲۳۹۶](۶۰)اگر باندی میں اگر اس کی قیمت زیادہ ہو جائے دیت پر تو پانچ ہزار میں دس درہم کم واجب ہوں گے۔

**تشریح** باندی کو قتل خطا کیا تھا اس لئے قاتل پر اس کی قیمت لازم ہوگی۔اگر اس کی قیمت پانچ ہزار درہم سے زیادہ ہو تب بھی چار ہزار نو سو نوے (۴۹۹۰ درہم) ہی لازم ہوں گے۔کیونکہ ایک روایت میں آزاد عورت کی دیت مرد کی دیت سے آدھی ہے۔اور آزاد مرد کی دیت دس ہزار درہم ہے تو عورت کی دیت پانچ ہزار درہم ہوئی۔اس لئے باندی کی دیت اس سے دس درہم کم کر کے چار ہزار نو سو نوے (۴۹۹۰ درہم) لازم کریں گے۔

**وجہ** حدیث میں ہے۔عن معاذ بن جبل قال قال رسول الله ﷺ دیة المرأة علی النصف من دیة الرجل (الف)(سنن للبیہقی، باب ماجاء فی دیۃ المرأۃ ج ثامن ص ۹۵ نمبر ۱۶۳۰۵)اور دوسری روایت میں ہے۔ان علیا کان یقول جراحات النساء علی النصف من دیة الرجل فیما قل و کثر (ب)(سنن للبیہقی، باب ماجاء فی جراح المرأۃ ج ثامن، ص ۱۶۷، نمبر ۱۶۳۰۸)اس حدیث اور اثر سے معلوم ہوا کہ آزاد عورت کی دیت مرد سے آدھی ہے اس لئے باندی کی دیت آزاد عورت کی دیت سے دس درہم یا پانچ درہم کم کر کے دلوائیں گے۔

**نوٹ** دوسری روایت یہ ہے کہ عورت کی دیت مرد کی دیت کی طرح ہے۔حدیث یہ ہے۔عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده قال قال رسول الله ﷺ عقل المرأة مثل عقل الرجل حتی یبلغ الثلث من دیتها (ج)(نسائی شریف، عقل المرأۃ ص ۶۶۳ نمبر ۴۸۰۹)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت اور مرد کی دیت برابر ہے۔

[۲۳۹۷](۶۱)غلام کے ہاتھ میں اس کی آدھی قیمت ہوگی پانچ ہزار پانچ کم سے زیادہ نہیں کیا جائے گا۔

**تشریح** آزاد آدمی کے دونوں ہاتھ غلطی سے کٹ جائے تو پوری دیت دس ہزار درہم ہے اور ایک ہاتھ کٹ جائے تو آدھی دیت پانچ ہزار درہم ہے۔اسی قاعدے پر قیاس کرتے ہوئے غلام کے دونوں ہاتھ کٹ جائیں تو اس کی پوری قیمت لازم ہوگی۔مثلا غلام کی پوری قیمت چار ہزار درہم تھی تو چار ہزار درہم لازم ہوں گے۔لیکن اگر ایک ہاتھ کاٹا تو غلام کی آدھی قیمت دو ہزار درہم لازم ہوگی۔لیکن اگر غلام کی قیمت بارہ ہزار درہم ہو اس حساب سے ایک ہاتھ کی دیت چھ ہزار درہم ہوتی ہے پھر بھی آزاد کے ایک ہاتھ کٹنے کی دیت پانچ ہزار درہم سے زیادہ نہیں کریں گے بلکہ اس سے پانچ درہم کم کر کے چار ہزار نو سو پچانوے درہم ہی دیت دلوائی جائے گی۔تاکہ غلام کے ہاتھ کی دیت آزاد کے ہاتھ سے زیادہ نہ ہو جائے۔کیونکہ غلام کا درجہ آزاد سے کم ہے۔

---

حاشیہ : (الف) آپؐ نے فرمایا عورت کی دیت مرد کی دیت سے آدھی ہے (ب) حضرت علیؓ فرمایا کرتے تھے کہ عورتوں کے زخم کا تاوان مرد کی دیت سے آدھے پر ہے کم ہو یا زیادہ (ج) آپؐ نے فرمایا عورت کی دیت مرد کی دیت کے برابر ہے یہاں تک کہ اس کی دیت کہ تہائی پہنچ جائے۔

**[۲۳۹۸](۶۲)وکل مایقدر من دیة الحر فھو مقدر من قیمة العبد [۲۳۹۹](۶۳)واذا ضرب رجل بطن امرأتہ فالقت جنینا میتا فعلیہ غرة والغرة نصف عشر الدیة.**

[۲۳۹۸](۶۲)جومقدار مقرر ہے آزاد کی دیت سے وہ مقرر ہوگی غلام کی قیمت سے۔

**تشریح** مثلا آزاد آدمی کی انگلی کاٹتا تو پوری دیت کا دسواں حصہ ایک ہزار لازم ہوتے اسی طرح مذکورہ غلام کی انگلی کاٹی تو اس کی پوری قیمت چار ہزار درہم کا دسواں حصہ چار سو درہم لازم ہوں گے۔اور آزاد کے دانت توڑنے میں پوری دیت کا بیسواں پانچ سو درہم لازم ہوتے ہیں تو اسی پر قیاس کر کے مذکورہ غلام کی پوری قیمت چار ہزار کا بیسواں دو سو درہم لازم ہونگے۔

**اصول** یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ غلام کے اعضاء کاٹنے یا زخمی کرنے میں اس کی قیمت لازم ہوتی ہے۔لیکن آزاد کی جو دیت ہے اسی حساب سے اور فیصد کے اعتبار سے اس کے اعضاء اور زخم کی قیمت لگائی جائے گی۔

**وجہ** اثر میں اس کا ثبوت ہے۔**عن عمر بن الخطابؓ قال وعقل العبد فی ثمنہ مثل عقل الحر فی دیتہ** (الف)(مصنف عبد الرزاق، باب جراحات العبد ج عاشر ص ۴ نمبر ۱۸۱۵۰ رسنن للبیہقی، باب جراحة العبد ج ثامن، ص ۱۸۰، نمبر ۱۶۳۵۷)اس اثر سے معلوم ہوا کہ غلام کی دیت اس کی قیمت کے اعتبار سے ہے لیکن آزاد کی دیت کے حساب سے حساب کیا جائے گا۔

**نوٹ** لیکن آزاد کی دیت سے زیادہ ہو جائے تو وہ دلوائی نہیں جائے گی۔

[۲۳۹۹](۶۳)اگر کسی آدمی نے عورت کے پیٹ پر مارا جس کی وجہ سے اس نے مردہ بچہ ڈالا تو اس پر غرہ واجب ہے۔اور غرہ دیت کے دسویں حصے کے آدھے کا ہوگا۔

**تشریح** کسی آدمی نے حاملہ عورت کے پیٹ پر مارا جس کی وجہ سے بچہ باہر آ گیا اور مردہ بچہ باہر آیا تو اس بچے کی دیت ایک غلام یا باندی ہے جس کو غرہ کہتے ہیں۔اور غلام باندی کی قیمت پانچ سو درہم کے قریب قریب ہو۔

**وجہ** غرہ واجب ہونے کی دلیل اس حدیث میں ہے۔**ان ابا ھریرةؓ قال اقتتلت امرأتان من ھذیل فرمت احداھما الاخری بحجر فقتلتھا وما فی بطنھا فاختصموا الی النبی ﷺ فقضی ان دیة جنینھا غرة عبد او ولیدة وقضی ان دیة المرأة علی عاقلتھا** (ب)(بخاری شریف، باب جنین المرأة وان العقل علی الوالد الخ ص ۱۰۲۰ نمبر ۶۹۱۰ رمسلم شریف، باب دیة الجنین ووجوب الدیة فی قتل الخطاء ص ۶۲ نمبر ۱۶۸۱)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مردہ بچہ پیٹ سے گرا تو غلام یا باندی دینا ہوگا۔اور وہ پانچ سو درہم کا یعنی پوری دیت کے بیسواں حصے کا ہو اس کی دلیل یہ ہے۔**عن الشعبی قال الغرة خمس مائة یعنی درھما قال ابو داؤد قال ربیعة الغرة خمسون دینارا** (ج)(ابوداؤد شریف، باب دیة الجنین ص ۲۸۰ نمبر ۴۵۸۰ رمصنف عبد الرزاق، باب نذر الجنین ج عاشر ص ۶۳

حاشیہ : (الف)حضرت عمر نے فرمایا غلام کی دیت اس کی قیمت میں ہے جیسے آزاد کی دیت ہوتی ہے(یعنی اس فیصد کے حساب سے)(ب)حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ قبیلہ ہذیل کی دو عورتوں نے قتال کیا ایک نے دوسرے کو پتھر مارا اور اس کو قتل کر دیا اور جو اس کے پیٹ میں بچہ تھا وہ بھی مر گیا۔پس حضورؐ کے پاس جھگڑا لائے تو آپؐ نے فیصلہ فرمایا کہ بچے کی دیت ایک غلام ہے یا باندی اور فیصلہ فرمایا کہ عورت کی دیت اس کے خاندان پر ہے(ج)حضرت شعبیؒ نے (باقی اگلے صفحہ پر)

**[۲۴۰۰] (۶۴)فان القته حیا ثم مات ففیه دیة کاملة[۲۴۰۱] (۶۵)وان القته میتا ثم ماتت الام فعلیه دیة وغرة.**

---

نمبر۱۸۳۵۷)اس اثر سے معلوم ہوا غلام کی قیمت قریب قریب پانچ سو درہم یا پچاس دینار ہو۔

**لغت** غلام یا باندی کو غرہ کہتے ہیں۔

[۲۴۰۰] (۶۴) پس اگر بچہ زندہ پیدا ہوا پھر مر گیا تو اس پر پوری دیت ہے۔

**تشریح** حاملہ عورت کے پیٹ پر مارا جس کی وجہ سے زندہ بچہ باہر نکل گیا لیکن مارنے کے صدمہ سے بچہ بعد میں مر گیا تو اب بچے کی پوری دیت لازم ہوگی۔

**وجہ** اب ایسا ہوا کہ مارنے کے صدمے سے بچہ مر گیا تو گویا کہ زندہ آدمی کا قتل خطاء ہوا اس لئے پوری دیت لازم ہوگی (۲) اوپر کی حدیث میں پانچ سو درہم مردہ بچے کی لازم کی تھی زندہ کی نہیں۔ حدیث میں یہ لفظ ہے۔ فقتلتھا وما فی بطنھا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے پیٹ میں جو بچہ تھا وہ بھی مر گیا تھا۔ ابو داؤد شریف میں مرنے کی پوری تصریح ہے۔ اس لئے زندہ بچے کی دیت پوری ہوگی۔ اثر میں ہے۔ **عن الزہری قال اذا کان سقطا بینا ففیه غرة اذا لم یستھل فان استھل فقد تم عقله فان کان ذکرا فالف دینار وان کان انثی فخمس مائة دینار** (الف) (مصنف عبد الرزاق، باب نذر الجنین ج عاشر ص ۵۶ نمبر ۱۸۳۳۶ رمصنف ابن ابی شیبة ۱۱۱۹ الجنین اذا سقط حیا ثم مات اوتحرک او اختلج ج خامس ص ۴۱۳، نمبر ۲۷۵۱۵) اس اثر سے معلوم ہوا کہ بچہ زندہ ہو پھر مرے تو پوری دیت لازم ہوگی۔

[۲۴۰۱] (۶۵) اگر عورت نے مردہ ڈالا پھر ماں مر گئی تو مارنے والے پر دیت ہے اور غرہ ہے۔

**تشریح** عورت کے پیٹ پر مارا جس کی وجہ سے عورت نے مردہ بچہ نکال دیا تھوڑی دیر کے بعد ماں بھی مر گئی تو ماں کی پوری دیت لازم ہوگی اور بچہ کے بدلے میں غلام یا باندی دے۔ تو گویا کہ دو دیتیں ہوئیں ایک ماں کی کیونکہ قتل خطاء کی اور ایک بچے کے بدلے غلام یا باندی۔ کیونکہ بچہ بھی اسی مار کے صدمے سے مرا ہے۔

**وجہ** اوپر حدیث گزر گئی۔ **ان ابا هریرة قال اقتتلت امرأتان من هذیل فرمت احداهما الاخری بحجر فقتلتها وما فی بطنها فاختصموا الی النبی ﷺ فقضی ان دیة جنینها غرة عبد او ولیدة. وقضی ان دیة المرأة علی عاقلتها** (ب) (بخاری شریف، باب جنین المرأة وان العقل علی الوالد الخ ص ۱۰۲۰ نمبر ۶۹۱۰ رمسلم شریف، باب دیة الجنین ووجوب الدیة فی قتل الخطاء ص ۶۲

---

حاشیہ : (پچھلے صفحہ سے آگے) فرمایا غلام پانچ سو درہم کا ہونا چاہئے۔ حضرت ابو داؤد فرماتے ہیں کہ حضرت ربیعہ نے فرمایا کہ اصل عبارت یہ ہے کہ غلام پچاس دینار کا ہو (الف) حضرت زہریؒ نے فرمایا واضح سقط بچہ ہو تو اس کے قتل میں ایک غلام ہے اگر نہ رویا ہو۔ پس اگر رویا ہو تو اس کی دیت پوری ہوگی۔ پس اگر مذکر ہو تو ایک ہزار دینار اور اگر سقط مؤنث ہو تو پانچ سو دینار (ب) حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ قبیلہ ہذیل کی دو عورتوں نے مار کیا۔ پس ایک نے دوسرے پر پتھر مارا اور مار دیا اور پیٹ کے بچے کو بھی مار دیا۔ پس مقدمہ حضورؐ کے پاس لے گئے تو آپؐ نے فیصلہ فرمایا کہ اس کے بچے کی دیت ایک غلام یا باندی ہے۔ اور فیصلہ کیا کہ عورت کی دیت اس کے خاندان پر ہے۔

**[۲۴۰۲](٦٦)وان ماتت ثم القته میتا فعلیه دیة فی الام ولا شیء فی الجنین [۲۴۰۳] (٦٧) وما یجب فی الجنین موروث عنه[۲۴۰۴] (٦٨)وفی جنین الامة اذا کان ذکرا**

نمبر۱۶۸۱)اس حدیث میں بچے کے بدلے میں غرہ واجب کیا اوراس کے علاوہ مردہ عورت کی دیت مارنے والی کے عاقلہ پر لازم کی تو دو دیتیں ہوئیں۔

[۲۴۰۲](٦٦)اوراگر ماں مری پھر مردہ بچہ ڈالا تو مارنے والے پر ماں کی دیت ہے اور بچے میں کچھ نہیں۔

**وجہ** ماں پہلے مری بعد میں مردہ بچہ نکلا تو ایسا ہوسکتا ہے کہ ماں کے مرنے کی وجہ سے بچہ مرا ہو مارنے کی وجہ سے نہ مرا ہو۔اس لئے مارنے والے پر صرف ماں کی دیت لازم ہوگی۔ بچے کی دیت لازم نہیں ہوگی۔

**فائدہ** امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ماں کی دیت بھی لازم ہوگی اور بچے کے بدلے بھی غلام یا باندی لازم ہوگی۔

**وجہ** ظاہری وجہ یہی ہے کہ ماں کو مارنے کی وجہ سے بچہ مرا ہے اس لئے گویا کہ دونوں کو مارا۔اس لئے ماں کی پوری دیت لازم ہوگی اوراس کے علاوہ بچے کے بدلے غلام یا باندی لازم ہوگی۔

[۲۴۰۳](٦٧) بچے میں جو کچھ واجب ہو وہ وراثت میں تقسیم ہوگا۔

**تشریح** مارنے کی وجہ سے بچہ مرا اس کے بدلے غلام یا باندی واجب ہوئی تو وہ غلام اور باندی بچے کے جو وارثین ہوں گے ان میں تقسیم ہوگا۔

**وجہ** جس طرح زندہ انسان کی دیت وارثین میں تقسیم ہوتی ہے اسی طرح یہ بھی ایک قسم کی دیت ہے اس لئے یہ بھی بچے کے وارثین میں تقسیم ہوگی (۲) حدیث میں ہے کہ ہذیل کی عورت کو اس کی شوکن نے مارا اوراس کا بچہ بھی مر گیا تو آپؐ نے فرمایا۔**قال فقال عاقلة المقتولة میراثها لنا؟ قال فقال رسول الله ﷺ لا، میراثها لزوجها وولدها** (الف)(ابوداؤد شریف، باب دیۃ الجنین ص۲۸۰ نمبر ۴۵۷۵)اس حدیث میں ہے کہ دیت اس کے وارثین میں تقسیم ہوگی۔اسی طرح بچے کی دیت بھی اس کے وارثین میں تقسیم ہوگی۔

[۲۴۰۴](٦٨) باندی کے بچے میں اگر مذکر ہو تو اس کی قیمت کا بیسواں حصہ ہے اگر زندہ ہوتا۔اوراس کی قیمت کا دسواں حصہ ہے اگر مؤنث ہوتی

**تشریح** باندی کے پیٹ پر مارا جس کی وجہ سے مردہ بچہ ڈالا تو اگر بچہ مذکر ہوتا اور زندہ ہوتا تو اس کی جتنی قیمت ہو اس کا بیسواں حصہ دیت لازم ہوگا۔مثلا بچے کی قیمت چار ہزار درہم ہو تو دو سو درہم لازم ہوں گے۔اور بچہ مؤنث ہو تو اس کی قیمت کا دسواں حصہ لازم ہوگا۔

**وجہ** اوپر مسئلہ نمبر ٦٢ میں گزر چکا ہے کہ آزاد عورت کے بچے کی دیت غلام یا باندی ہو جس کی قیمت پوری دیت کا بیسواں حصہ ہوگی۔یعنی پچاس دینار یا پانچ سو درہم۔اسی حساب سے باندی کے بچے کی قیمت کے حساب سے بیسواں حصہ لازم ہوگا۔مثلا مذکور میں چار ہزار کا بیسواں حصہ دوسو(۲۰۰) درہم ہوتے ہیں اور دسواں حصہ چار سو درہم ہوتے ہیں (۲) اثر میں ہے۔**قال سفیان ونحن نقول ان کان غلاما فنصف عشر قیمته وان کانت جاریة فعشر قیمتها لو کانت حیة** (ب)(مصنف ابن ابی شیبۃ ۵۷ فی جنین الامۃ ج خامس ص ۳۹۰،

حاشیہ : (الف) مقتولہ کے خاندان نے پوچھا کہ کیا اس کی میراث مجھے ملے گی؟ تو حضورؐ نے فرمایا نہیں! اس کے شوہر اوراس کے لڑکے کو اس کی میراث ملے گی۔ (ب) سفیان فرماتے ہیں کہ اگر لڑکا ہو تو اس کی قیمت کا بیسواں حصہ ہوگا۔اوراگر باندی ہو تو اس کی قیمت کا دسواں حصہ ہوگا اگر زندہ ہوتی۔

**نصف عشر قیمته لو کان حیا وعشر قیمته ان کان انثی [۲۴۰۵](۶۹)ولا کفارة فی الجنین[۲۴۰۶](۷۰)والکفارة فی شبه العمد والخطأ عتق رقبة مؤمنة فان لم یجد فصیام شهرین متتابعین ولا یجزئ فیه الاطعام.**

نمبر۱۸۲۵۴۳۲۷)اس اثر میں ہے کہ اگر بچہ زندہ ہوتا تو جو اس کی قیمت ہوتی اگر مذکر ہوتو اس کی قیمت کا بیسواں حصہ اور اگر مؤنث ہوتو اس کی قیمت کا دسواں حصہ لازم ہوگا۔

**فائدہ** امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ماں کی جو قیمت ہوگی اس کا دسواں حصہ لازم ہوگا۔

**وجہ** اثر میں ہے۔**عن ابراهیم انه قال فی جنین الامة من ثمنها کنحو من جنین الحرة من دیتها العشر ونصف العشر** (الف)(مصنف ابن ابی شیبة ۵۷ فی جنین الامة ج خامس، ص ۳۹۰، نمبر ۲۷۲۴۹ رمصنف عبدالرزاق، باب جنین الامة ج عاشر، ص ۶۴ نمبر ۱۸۳۶۴)اس اثر میں ہے کہ ماں کی قیمت کا بیسواں حصہ لازم ہوگا۔

[۲۴۰۵](۶۹)جنین میں کفارہ نہیں ہے۔

**تشریح** عورت کے پیٹ پر مارا اور مردہ بچہ نکال ڈالا تو اس پر غلام یا باندی دیت تو ہے لیکن اس کے لئے کفارہ نہیں ہے۔

**وجہ** یہ قتل خطاء نہیں ہے بلکہ قتل سبب ہے۔اور قتل سبب میں کفارہ نہیں ہے(۲) یہ بھی یقین نہیں ہے کہ مارنے ہی سے بچہ مرا ہے یا کسی اور وجہ سے مرا ہے۔اس لئے قتل خطاء کا یقین نہیں ہے اس لئے کفارہ بھی نہیں ہے(۳)اوپر کی احادیث میں دیت کا تذکرہ ہے کفارے کا تذکرہ نہیں ہے۔اس لئے بھی کفارہ نہیں ہوگا۔

**فائدہ** امام شافعیؒ کے نزدیک کفارہ ہے۔

**وجہ** وہ فرماتے ہیں کہ یہ قتل خطا ہے اور غالب گمان ہے کہ مارنے کی وجہ سے ہی بچہ مرا ہے اس لئے کفارہ بھی لازم ہوگا۔

[۲۴۰۶](۷۰)اور کفارہ قتل شبہ عمد اور قتل خطاء میں مومن غلام کا آزاد کرنا ہے۔پس اگر وہ نہ ملے تو پیدر پے دو ماہ روزے رکھنا ہے۔اور اس میں کھانا کھلانا کافی نہیں ہوگا۔

**وجہ** آیت میں ہے کہ قتل خطا میں مومن غلام کا آزاد کرنا ہے اور قتل شبہ عمد بھی قتل خطاء سے اہم ہے اس لئے اس میں کفارہ لازم ہوگا(۲) آیت میں اس کی تصریح ہے۔**ومن قتل مؤمنا خطاء فتحریر رقبة مؤمنة ودیة مسلمة الی اهله ... فمن لم یجد فصیام شهرین متتابعین توبة من الله** (ب)(آیت ۹۲ سورة النساء ۴)اس آیت سے معلوم ہوا کہ کفارے میں مومن غلام آزاد کرنا ہے اور اس پر قدرت نہ ہو تو دو ماہ پیدر پے روزے رکھنا ہے۔چونکہ اس آیت میں کھلانے کا تذکرہ نہیں ہے اس لئے ساٹھ مسکین کو کھانا کھلانا کافی نہیں ہوگا۔

حاشیہ : (الف)ابراہیم نے فرمایا باندی کے پیٹ کے بچے میں اس کی قیمت کے اعتبار سے دیت ہوگی، آزاد کے پیٹ کے بچے کا اس کی دیت کے اعتبار سے ہوگا دسواں یا بیسواں حصہ (ب) کسی نے مومن کو غلطی سے قتل کیا تو مومن غلام کو آزاد کرنا ہے اور دیت اس کے وارث کو ادا کرنا ہے...اور یہ نہ ملے تو دو ماہ پیدر پے روزے رکھنا ہے۔یہ اللہ کی طرف رجوع کرنے کا طریقہ ہے۔

## ﴿ باب القسامة ﴾

**[۲۴۰۷](۱)واذا وجد القتیل فی محلة لایعلم من قتله استحلف خمسون رجلا منهم**

﴿ باب القسامة ﴾

**ضروری نوٹ** کسی محلے میں کوئی قتل ہو جائے اور قاتل کا پتا نہ چلے اور نہ پتا چلنے کی کوئی علامت ہو تو آخری شکل یہ ہے کہ اس محلے کے چیدہ چیدہ پچاس آدمیوں سے قسم لے کہ نہ ہم نے قتل کیا ہے اور نہ ہمیں قاتل کا پتا ہے۔ جب یہ قسم کھالیں تو محلے والوں پر قتل خطاء کی دیت لازم کر دی جائے گی۔ جس کو ان سے تین سال میں وصول کریں گے۔لیکن اگر شارع عام پر یا شہر کے درمیان مقتول ہوا ہو جس سے یہ اندازہ نہ ہوتا ہو کہ محلے والوں نے قتل کیا ہے یا باہر سے کوئی آدمی یہاں لاکر لاش ڈال دی ہے تو اس صورت میں محلے والوں سے قسم نہیں لی جائے گی کیونکہ ان کو کیا معلوم کہ یہ سب کس نے کیا ہے۔

**وجہ** عبداللہ بن سہل بن زید اور محیصہ بن مسعود بن زید خیبر تشریف لے گئے تو عبداللہ بن سہل بن مسعود کو یہودیوں نے قتل کر دیا۔ جس کی وجہ سے حضرت محیصہ بن مسعود بن زید اور حضرت حویصہ بن مسعود بن زید اور حضرت عبدالرحمٰن بن سہل بن زید حضورؐ کے پاس گئے تو آپؐ نے فرمایا کیا کسی کے قتل کرنے پر گواہ ہے؟ انہوں نے فرمایا نہیں! تو آپؐ نے فرمایا اس صورت میں پچاس یہودیوں سے قسم لے سکتے ہو۔انہوں نے فرمایا یہ لوگ کفار ہیں یہ جھوٹی قسمیں کھالیں گے اس لئے ان سے قسم لیکر کیا کریں گے؟ بعد میں حضورؐ نے اپنی جانب سے ایک سو اونٹ دیت حضرت عبدالرحمٰن کو عطا فرمایا۔اس حدیث سے قسامہ ثابت ہوتا ہے۔حدیث کا ٹکڑا یہ ہے۔**خرج عبد الله بن سهل بن زيد ... فذكروا لرسول الله ﷺ مقتل عبد الله بن سهل فقال لهم اتحلفون خمسين يمينا فتستحقون صاحبكم ؟ او قاتلكم قالوا و كيف نحلف ولم نشهد؟ قال فتبرئكم يهود بخمسين يمينا؟قالوا و كيف نقبل ايمان قوم كفار ؟ فلما رأى ذلك رسول الله ﷺ اعطى عقله** (الف)(مسلم شریف، کتاب القسامة والمحاربین والقصاص والدیات ص ۵۵ نمبر ۱۶۶۹ / بخاری شریف، باب القسامة ص ۱۰۱۸ نمبر ۶۸۹۸) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس محلے میں قتل ہوا ہو ان کے پچاس آدمیں سے قسم لے۔اس قسم لینے کو قسامہ کہتے ہیں۔

[۲۴۰۷](۱)اگر مقتول کسی محلّہ میں پایا جائے اور اس کے قاتل کا پتا نہ ہو تو ان میں سے پچاس آدمیوں سے قسم لی جائے جن کو مقتول کا ولی منتخب کرے۔

**تشریح** مقتول کسی محلے میں پایا گیا اور اس کے قاتل کا پتا نہیں چل رہا ہے اور اندازہ ہے کہ محلے کے کسی آدمی نے قتل کر کے پھینک دیا ہے تو محلے کے پچاس آدمیوں سے قسم لے کہ نہ ہم نے قتل کیا ہے اور نہ ہم قاتل کو جانتے ہیں۔اس قسم کھانے کے بعد محلے والوں پر دیت لازم کر دی

---

حاشیہ : (الف) ان حضرات نے حضورؐ کے سامنے عبداللہ بن سہل کے قتل کا تذکرہ کیا تو ان سے فرمایا کیا پچاس قسمیں کھلا سکتے ہو؟ تاکہ اپنے سامنے والے کا مستحق بن جاؤ۔یا تم اپنے قاتل کا مستحق بن جاؤ۔انہوں نے کہا کہ ہم کیسے قسم کھائیں ہم نے تو قتل ہوتے ہوئے دیکھا نہیں ہے۔آپ نے فرمایا یہود پچاس قسمیں کھا کر تم سے بری ہو جائیں گے۔ان حضرات نے کہا کفار قوم کی قسم ہم کیسے قبول کریں؟ پس جب حضور نے یہ صورت حال دیکھی تو مقتول کی دیت خود ادا کر دی۔

**یتخیرهم الولی[۲۴۰۸] (۲)بالله ماقتلناه ولاعلمنا له قاتلا[۲۴۰۹] (۳)فاذا حلفوا**

جائے گی۔

**وجہ** اوپر حدیث گزر گئی ہے۔**فقال لهم اتحلفون خمسین یمینا فتستحقون صاحبکم** (الف)(مسلم شریف، کتاب القسامة ص ۵۵ نمبر ۱۶۶۹ر بخاری شریف، باب القسامة ص ۱۰۱۸ نمبر ۶۸۹۸)

[۲۴۰۸] (۲) یوں قسم کھائے کہ خدا کی قسم نہ ہم نے اس کو قتل کیا ہے اور نہ اس کے قاتل کو جانتے ہیں۔

**وجہ** حدیث میں ہے۔**ان رسول الله ﷺ کتب الی یهود انه قد وجد بین اظهرکم قتیل فدوه فکتبوا یحلفون بالله خمسین یمینا ما قتلنا ه وما علمناقاتلا قال فوداه رسول الله ﷺ من عنده مائة ناقة** (ب)(ابوداؤد شریف، باب فی ترک القود بالقسامة ص ۲۷۴ نمبر ۴۵۲۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ محلّہ والے پچاس آدمی قسم کھائیں کہ نہ ہم نے قتل کیا ہے اور نہ ہم قاتل کو جانتے ہیں۔

**فائدہ** امام شافعیؒ کی رائے ہے کہ اگر اس بات کی کوئی علامت ہو کہ محلے والے نے قتل کیا ہے تو خود مقتول کے ولی پچاس مرتبہ قسم کھائیں کہ محلے والے نے قتل کیا ہے۔ پھر محلے والے پر دیت لازم کردی جائے گی۔

**وجہ** حضرت عبداللہ بن سہل بن زید کی حدیث میں اسی طرح ہے کہ حضورؐ نے ان کے بھائیوں سے پوچھا ہے کہ کیا تم لوگ قسم کھاتے ہو کہ یہود نے قتل کیا ہے۔ جس پر انہوں نے فرمایا کہ مجھے حتمی طور پر معلوم نہیں ہے کہ انہوں نے قتل کیا ہے اس لئے ہم کیسے قسم کھائیں تو آپؐ نے فرمایا پھر تو یہود قسم کھالیں گے اور قتل سے بری ہو جائیں گے۔ حدیث کے الفاظ پر پھر غور فرمائیں۔**فذکروا لرسول الله ﷺ مقتل عبد الله بن سهل فقال لهم اتحلفون خمسین یمینا فتستحقون صاحبکم او قاتلکم قالوا وکیف نحلف ولم نشهد** (ج) (مسلم شریف، کتاب القسامة ص ۵۵ نمبر ۱۶۶۹ر ابوداؤد شریف، باب القسامة ص ۲۷۳ نمبر ۴۵۲۰) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خود مقتول کے ورثہ پچاس قسم کھالیں اور محلّہ والوں پر دیت لازم کردیں۔

[۲۴۰۹] (۳) پس جب قسم کھالے تو اہل محلّہ پر دیت کا فیصلہ کردیا جائے۔

**وجہ** **عن رجال من الانصار ان النبی ﷺ قال للیهود وبدأ بهم یحلف منکم خمسون رجلا فابوا فقال للانصار استحقوا فقالوا نحلف علی الغیب یا رسول الله ؟فجعلها رسول الله دیة علی یهود لانه وجد بین اظهرهم** (د)(ابو

---

حاشیہ : (الف) ان حضرات سے کہا کیا تم پچاس قسمیں کھا سکتے ہو تا کہ تم اپنے مقتول کا مستحق بن جاؤ (ب) آپؐ نے یہود کو لکھوایا کہ تمہارے درمیان مقتول پایا گیا اس لئے اس کا فدیہ دو تو یہودیوں نے لکھا کہ وہ پچاس آدمی قسم کھاتے ہیں کہ نہ ہم نے قتل کیا ہے اور نہ ہم قاتل کو جانتے ہیں۔ پھر حضورؐ نے اپنے پاس سے سو اونٹ فدیہ دیا (ج) لوگوں نے حضورؐ کے سامنے عبداللہ بن سہل کے قتل کا تذکرہ کیا تو آپؐ نے ان سے کہا کیا تم پچاس مرتبہ قسم کھاؤ گے تا کہ تم مقتول کا مستحق بن سکو۔ یا فرمایا قاتل کا مستحق بن سکو۔ ان حضرات نے کہا کیسے ہم قسم کھائیں ہم تو قتل کے وقت حاضر نہیں تھے (د) حضورؐ نے یہود سے کہا اور ان ہی سے شروع کیا کہ تم میں سے پچاس آدمی قسم کھائیں تو انہوں نے انکار کیا تو آپؐ نے انصار سے فرمایا تم لوگ مستحق بن جاؤ یعنی قسم کھا کر تو انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول! ہم غیب پر قسم کھائیں؟ پس حضورؐ نے یہود پر دیت لازم کی۔ کیونکہ ان لوگوں کے درمیان مقتول پایا گیا۔

**قضى على اهل المحلة بالدية [۲۴۱۰] (۴) ولا يستحلف الولى ولا يقضى عليه بالجناية وان حلف [۲۴۱۱] (۵) وان ابى واحد منهم حبس حتى يحلف [۲۴۱۲] (۶) وان لم**

داؤد شریف، باب فی ترک القود بالقسامة ص ۴۷۲ نمبر ۴۵۲۶ رسنن للبیہقی، کتاب القسامة، باب اصل القسامة ج ثامن ص ۲۰۶، نمبر ۱۶۴۳۳ رنسائی شریف، ذکر اختلاف الفاظ الناقلین لخبر سہل منہ ص ۶۵۱ نمبر ۴۷۲۴) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اہل محلّہ پر دیت لازم کی جائے گی اس لئے کہ ان ہی کے درمیان لاش پائی گئی۔ اس لئے ظاہری طور پر وہی مجرم ہیں۔ کیونکہ ان لوگوں نے محلے کی حفاظت نہیں کی (۲) اگر کسی پر دیت لازم نہ کریں تو اہل محلّہ قتل کی حفاظت نہیں کریں گے اور خون بیکار جائے گا (۳) حدیث میں ہے۔ **عن ابن عباس قال وجد رجل من الانصار قتيلا فى دالية ناس من اليهود فبعث رسول الله ﷺ اليهم فاخذمنهم منهم خمسين رجلا من خيارهم فاستحلفهم بالله ما قتلنا ولا علمنا قاتلا وجعل عليهم الدية فقالوا قضى فينا نبينا بما قضى فينا نبينا موسى عليه السلام** (الف) (سنن للبیہقی، کتاب القسامة ج ثامن، ص ۲۱۳، نمبر ۱۶۴۴۷) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ محلے والے کو قسم کھلائیں گے پھر ان پر دیت لازم کریں گے۔

[۲۴۱۰] (۴) اور قسم نہیں لی جائے گی ولی سے اور نہ فیصلہ کیا جائے گا اس پر جنایت کا اگر چہ قسم کھا لے۔

**وجہ** اوپر حدیث گزر چکی ہے کہ اہل محلّہ سے قسم لی جائے گی اس لئے ہمارے یہاں مقتول کے ولی سے قسم نہیں لی جائے گی۔ اور وہ قسم کھا بھی لیں تب بھی محلّہ والوں پر جنایت کا فیصلہ نہیں کیا جائے گا جب تک محلّہ والے کے پچاس آدمی قسم نہ کھالیں۔

**فائدہ** پیچھے گزر چکا ہے کہ محلے والوں میں قتل کی علامت ہو تو مقتول کے اولیاء پچاس مرتبہ قسم کھائیں گے، پھر محلّہ والوں پر دیت کا فیصلہ کر دیا جائے گا۔ یہ امام شافعیؒ کا مسلک ہے۔

[۲۴۱۱] (۵) اگر اہل محلّہ میں سے کسی ایک نے قسم کھانے سے انکار کیا تو اس کو قید کیا جائے گا یہاں تک کہ قسم کھالے۔

**تشریح** محلّہ والوں میں سے کوئی قسم کھانے سے انکار کرتا ہے تو اس وقت تک قید کر لیا جائے گا جب تک کہ قسم نہ کھالے۔

**وجہ** محلّہ میں قتل ہونے کی وجہ سے مقتول کے وارثین کا حق ہو گیا کہ اہل محلّہ کو قسم کھلائے۔ اس لئے اگر وہ قسم نہیں کھاتا ہے تو اس کو قید کیا جائے گا۔

[۲۴۱۲] (۶) اگر اہل محلّہ میں سے پچاس پورے نہ ہوں تو ان پر قسم مکرر کی جائے گی۔ یہاں تک کہ پچاس قسمیں پوری ہو جائے۔

**وجہ** اثر میں ہے۔ **عن ابراهيم قال اذا لم يكملوا خمسين رددت الايمان عليهم** (ب) (مصنف عبد الرزاق، باب القسامة ج عاشر ص ۴۱۱، نمبر ۱۸۲۸۵ رمصنف ابن ابی شیبة ۱۶۷ ما جاء فی القسامة ج خامس، ص ۴۴۰، نمبر ۲۷۸۰۳) اس اثر سے معلوم ہوا کہ پچاس

حاشیہ : (الف) حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ انصار کا ایک آدمی یہود کے ایک آدمی کے رہٹ میں مقتول پایا گیا تو حضورؐ نے ان کے پاس آدمی بھیجا۔ ان کے اچھے میں سے پچاس آدمیوں کی قسم لی۔ پس ان کی قسم لی کہ خدا کی قسم نہ ہم نے قتل کیا ہے اور نہ ہم قاتل کو جانتے ہیں اور ان پر دیت لازم کی۔ تو انہوں نے کہا کہ یہ وہی فیصلہ ہے جو ہمارے درمیان حضرت موسیٰ نبینا کیا کرتے تھے (ب) حضرت ابراہیم نے فرمایا اگر پچاس پورے نہ ہوں تو انہیں سے دوبارہ قسم لی جائے۔

**یکمل اھل المحلة کررت الایمان علیھم حتی یتم حتی یتم خمسین یمینا[۲۴۱۳] (۷)ولا یدخل فی القسامة صبی ولا مجنون ولا امرأة ولا عبد [۲۴۱۴](۸)وان وجد میت لااثر بہ فلا قسامة ولا دیة [۲۴۱۵] (۹)وکذلک ان کان الدم یسیل من انفه او دبره او فمه[۲۴۱۶] (۱۰)فان کان یخرج من عینیه او اذنیه فھو قتیل.**

---

پورے نہ ہوں تو انہیں لوگوں سے مکرر قسم لی جائے تا کہ پچاس پورے ہو جائیں۔

[۲۴۱۳] (۷) قسامہ میں نہیں داخل ہوں گے بچے نہ مجنوں نہ عورت اور نہ غلام۔

**وجہ** بچے اور مجنون کو تو عقل ہی نہیں ہے اس لئے اس کی قسم کا اعتبار نہیں۔ عورت کما نہیں سکتی کہ وہ دیت ادا کرے گی اور غلام کے پاس تو مال ہی نہیں ہے جو کچھ ہے وہ آقا کا ہے۔ اس لئے ان کے قسم کھانے سے بھی کوئی فائدہ نہیں ہے (۲) عن الثوری قال لیس علی النساء والصبیان قسامة (نمبر ۱۸۳۰۹) عن الثوری قال لیس علی العبید قسامة (الف) (مصنف عبد الرزاق، باب قسامة النساء، باب قسامة العبید ج عاشر ص ۴۹ نمبر ۱۸۳۱۰) اس اثر سے معلوم ہوا کہ بچہ، عورت، مجنون اور غلام سے قسامت میں قسم لی جائے گی۔

[۲۴۱۴] (۸) اگر پایا گیا کوئی ایسا مردہ جس پر کوئی اثر نہ ہو تو نہ قسامت ہے اور نہ دیت ہے۔

**تشریح** قسامت اس وقت ہے جب علامت سے پتا چلے کہ اس کو قتل کیا ہے لیکن قتل کرنے کا کوئی اثر نہ ہو بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہو کہ خود بخود مرا ہے تو پھر نہ قسامت ہے اور نہ اہل محلّہ والوں پر دیت ہے۔

**وجہ** اثر میں ہے۔ عن الثوری قال اذا وجد القتیل فی قوم به اثر کان عقله علیھم واذا لم یکن به اثر لم یکن علی العاقلة شیء الا ان تقوم البینة علی احد (ب) مصنف عبد الرزاق، باب القسامة ج عاشر ص ۴۰، نمبر ۱۸۲۸۲) اس اثر سے معلوم ہوا کہ قتل کا اثر نہ ہو تو قسامہ نہیں ہے۔

[۲۴۱۵] (۹) ایسے ہی اگر خون ناک سے یا پاخانہ کے راستے سے یا منہ سے بہتا ہو۔

**تشریح** ناک اور پاخانہ کے راستے سے یا منہ سے خون بہتا ہو تو یہ قتل کی یا مار کی علامت نہیں ہے بلکہ عام بیماری میں بھی ان راستوں سے خون بہتا ہے۔ اس لئے ان راستوں سے خون بہتا ہو تو قسامہ نہیں ہے۔

**وجہ** غالب گمان یہ ہے کہ یہ خود بخود مرا ہے قتل سے نہیں مرا ہے اس لئے قسامت نہیں ہے۔

[۲۴۱۶] (۱۰) پس اگر دونوں آنکھوں سے نکلے یا دونوں کانوں سے نکلے تو مقتول شمار ہوگا۔

---

حاشیہ : (الف) حضرت ثوری نے فرمایا عورتوں اور بچوں پر قسامہ نہیں ہے۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ غلام پر قسامہ نہیں ہے (ب) حضرت ثوری نے فرمایا مقتول کسی میں پایا جائے اس طرح کہ اس پر نہ زخم کا اثر ہو تو اس کی دیت انہیں لوگوں پر ہے۔ اور زخم کا اثر نہ ہو تو دیت عاقلہ پر ہے مگر یہ کہ کسی ایک پر بینہ قائم کر دیا جائے۔

**[۲۴۱۷] (۱۱) واذا وجد القتیل علی دابة یسوقها رجل فالدیة علی عاقلته دون اهل المحلة[۲۴۱۸] (۱۲)وان وجد القتیل فی دار انسان فالقسامة علیه والدیة علی عاقلته [۲۴۱۹](۱۳)ولا یدخل السکان فی القسامة مع الملاک عند ابی حنیفة رحمه الله**

---

**وجہ** جسم کے اندرونی حصے میں زخم ہوتو آنکھوں یا کانوں سے خون نہیں نکلتا ہے۔ یہ عموما مار سے یا مکا لگانے سے نکلتا ہے۔اس لئے یہ مار کی علامت ہے۔اس لئے ان جگہوں سے خون نکلے تو مقتول شمار ہوگا۔اور قسامت لازم ہوگی۔

[۲۴۱۷] (۱۱) اگر مقتول کسی سواری پر ہو جس کو ایک آدمی ہانک رہا ہوتو دیت اس کے عاقلہ پر ہے نہ کہ محلّہ والے پر۔

**وجہ** یہ مسئلے اس اصول پر ہیں کہ ظاہر علامت سے جو قاتل نظر آتا ہو دیت یا قسامت اسی پر ہے۔ یہاں سواری پر لاش ہے اور آدمی اس کو ہانک بھی رہا ہے تو ظاہری علامت یہی ہے کہ یہی اس کا قاتل ہے۔اس لئے جانور والے پر ہی دیت ہوگی اور قاتل کا پتا چل گیا تو اہل محلّہ سے قسامت ساقط ہو جائے گی (۲) اثر میں اس کا اشارہ ہے۔**قال اتی شریح فی رجل وجد میتا علی دکان بباب قوم لیس فیه اثر فاستحلف اهل البیت** (الف) (مصنف عبد الرزاق، باب القسامة ج عاشر ص ۴۴ نمبر ۱۸۲۹۵) اس اثر سے معلوم ہوا کہ کسی کے دروازے پر لاش پائی جائے تو اس گھر والے کو قسم کھلائی جائے گی۔اسی طرح کسی کی سواری پر لاش پائی جائے تو اس پر اس کی دیت لازم ہوگی۔

[۲۴۱۸] (۱۲) اگر مقتول پایا گیا کسی انسان کے گھر میں تو قسامت گھر والے پر ہے اور دیت اس کے عاقلہ پر ہے۔

**وجہ** جب اس کے گھر میں لاش پائی گئی تو ظاہری علامت یہی ہے کہ اسی نے مارا ہے، محلے والے نے نہیں مارا ہے۔اس لئے اسی پر قسامت ہوگی۔اور چونکہ قتل خطاء کے درجے میں ہے اس لئے اس کے عاقلہ پر دیت لازم ہوگی (۲) **عن الشعبی قال اذا وجد بدن القتیل فی دار او مکان صلی علیه وعقل واذا وجد رأس او رجل لم یصل علیه ولم یعقل** (ب) (مصنف عبد الرزاق، باب القسامة ج عاشر ص ۴۴ نمبر ۱۸۲۹۶) اس اثر سے دو باتیں معلوم ہوئیں۔ایک تو یہ کہ جس کے گھر میں لاش پائی جائے دیت اس پر لازم ہوگی۔اور دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ نماز پڑھنے وغیرہ میں بدن کا اعتبار ہے کہ بدن ملے تو لازم ہوگی۔صرف سر ہو یا صرف ٹانگ ہو تو اس پر نماز نہیں پڑھی جائے گی۔کیونکہ وہ اصل آدمی نہیں ہے صرف ایک ٹکڑا ہے۔

[۲۴۱۹] (۱۳) اور قسامت میں داخل نہیں ہوں گے کرایہ دار مالکوں کے ہوتے ہوئے امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اور قسامت اہل خطہ پر ہوگی نہ کہ خریداروں پر اگرچہ ان میں سے ایک ہی باقی ہو۔

**تشریح** امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک جو لوگ زمین کے اصل مالک ہیں یعنی ملک فتح کے وقت حاکم نے جن جن کو لکھ کر زمین حوالہ کیا ہے انہیں لوگوں

---

حاشیہ : (الف) حضرت شریح کے پاس ایک آدمی کے بارے میں آیا کہ ایک قوم کے دروازے پر مردہ پایا گیا۔اس میں زخم کا اثر نہیں تھا تو گھر والوں کو قسم کھلائی (ب) حضرت شعبیؒ نے فرمایا مقتول کا بدن کسی گھر یا مکان میں پایا جائے تو اس پر نماز پڑھی جائے گی اور دیت دی جائے گی۔اور اگر صرف سر پایا جائے یا صرف پاؤں پایا جائے تو نہ اس پر نماز پڑھی جائے گی اور نہ دیت لازم ہوگی۔

**تعالی وھی علی اھل الخطة دون المشترین ولو بقی منھم واحد [۲۴۲۰](۱۴)وان وجد القتیل فی سفینة فالقسامة علی من فیھا من الرکاب والملاحین[۲۴۲۱] (۱۵)وان وجد فی مسجد محلةٍ فالقسامة علی اھلھا[۲۴۲۲] (۱۶)وان وجد فی الجامع والشارع**

---

سے قسامت لی جائے گی۔جولوگ کرایہ پر گھر لئے ہیں یا زمین کوخرید کر رہتے ہیں ان لوگوں سے قسامت نہیں لی جائے گی چاہے اصل مالک ایک ہی ہواسی سے قسامت لی جائے گی۔

**فائدہ** امام ابو یوسفؒ کے نزدیک کرایہ دار یا بعد میں زمین خرید کر رہنے والے اور اصل مالک سب سے قسامت لی جائے گی۔

**وجہ** کیونکہ سبھی قتل میں شریک ہو سکتے ہیں۔یا سب کو قتل کرنے والوں کی معلومات ہو سکتی ہے۔اس لئے محلے میں رہنے والے سبھی سے قسم لی جائے گی (۲) اہل خیبر کے یہودیوں سے قسم لی تو ان میں اصل مالک اور کرایہ دار کا فرق نہیں کیا بلکہ سب سے قسم لی۔یوں بھی اس وقت وہ لوگ اصل مالک نہیں تھے۔کیونکہ خیبر فتح ہو چکا تھا اس لئے اصل مالک تو حضورؐ تھے۔خیبر کے یہود گویا کہ کرایہ دار تھے۔پھر بھی ان سے قسامت لی گئی جس سے معلوم ہوا کہ کرایہ دار یا خریدنے والوں سے بھی قسامت لی جا سکتی ہے۔

**لغت** سکان : ساکن کی جمع ہے،کرایہ دار، ملاک : مالک کی جمع ہے زمین کے اصل مالک، اہل خطۃ : خطہ والے،زمین والے۔

[۲۴۲۰] (۱۴) اگر مقتول کشتی میں پایا گیا تو قسامت ان پر ہے جو اس میں سوار ہیں اور ملاحوں پر۔

**تشریح** کشتی میں لاش پائی گئی تو ظاہری علامت یہی ہے کہ انہیں لوگوں میں سے کسی ایک نے مارا ہے اس لئے قسامت انہیں لوگوں پر ہے (۲) اثر گزر چکا ہے۔عن الثوری قال اذا وجد القتیل فی قوم به اثر کان عقله علیھم واذا لم یکن به اثر لم یکن علی العاقلة شیء الا ان تقوم البینة علی احد (الف) (مصنف عبد الرزاق، باب القسامۃ ج عاشر ص ۴۰ نمبر ۱۸۲۸۲) اس اثر سے معلوم ہوا کہ جن لوگوں کے درمیان مقتول پایا جائے انہیں لوگوں پر قسم ہوگی۔

[۲۴۲۱] (۱۵) اگر محلے کی مسجد میں میت پائی جائے تو قسامت اہل محلّہ پر ہے۔

**وجہ** محلّہ کی مسجد میں مقتول پایا گیا تو ظاہر یہی ہے کہ اسی محلے والوں نے قتل کر کے مسجد میں ڈال دیا ہے۔اس لئے اس محلے والے پر قسامت واجب ہوگی۔اثر اوپر گزر گیا ہے۔

[۲۴۲۲] (۱۶) اگر پایا جائے جامع مسجد میں یا شارع عام پر تو اس میں قساوت نہیں ہے اور دیت بیت المال پر ہے۔

**وجہ** جامع مسجد پورے شہر والوں کی ہے،اسی طرح عام سڑک پورے شہر والوں کے لئے ہے،معلوم نہیں کس نے مار ڈالا ہے۔اس لئے کوئی ایک محلّہ والا اس کا مجرم نہیں ہے۔اس لئے کسی پر قسامت لازم نہیں ہوگی۔اور اس کا خون باطل نہ ہو اس لئے بیت المال پر اس کی دیت ہوگی

---

حاشیہ : (الف) حضرت ثوری فرماتے ہیں کہ کوئی مقتول کسی قوم میں پایا گیا ہو اور اس پر زخم کا اثر ہو تو اس کی دیت ان پر ہوگی اور اگر اثر نہ ہو تو عاقلہ پر کچھ نہیں ہوگی مگر یہ کہ کسی ایک پر قتل کا بینہ قائم کر دے۔

**الاعظم فلا قسامة فیہ والدیة علی بیت المال ؤ[۲۴۲۳](۱۷)وان وجد فی بریَّة لیس بقربھا عمارة فھو ھدر[۲۴۲۴] (۱۸)وان وجد بین قریتین کان علی اقربھما.**

(۲)وقال علیؓ ایما قتیل وجد بفلاة من الارض فدیتہ من بیت المال لکیلا یطل دم فی الاسلام (الف)(مصنف عبد الرزاق، باب القسامة ج عاشر ص ۳۶ نمبر ۱۸۲۶۹)اس اثر سے معلوم ہوا کہ میت ایسی جگہ پائی جائے جہاں کسی ایک محلے پر شبہ نہ ہو سکے تو قسامت نہیں ہوگی اور اس کی دیت بیت المال پر ہوگی (۳)حضورؐ نے عبد اللہ بن سہل بن زید کی دیت خود اپنی جانب سے سو اونٹ ادا کی تھی ۔فکرہ رسول اللہ ﷺ ان یطل دمہ فوداہ مائة من ابل الصدقة (ب)(بخاری شریف، باب القسامة ص ۱۰۱۸، نمبر ۶۸۹۸/ مسلم شریف، کتاب القسامة ص ۵۴ نمبر ۱۶۶۹)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جہاں قسامت نہ ہو وہاں دیت بیت المال پر ہوگی (۴) مسلم بن یزید بن مذکور ان الناس ازدحموا فی المسجد الجامع بالکوفة یوم الجمعة فافرجوا عن قتیل فوداہ علی بن ابی طالب من بیت المال (ج)(مصنف ابن ابی شیبة ۱۷۵ الرجل یقتل فی الزحام ج خامس، ص ۴۴۵، نمبر ۲۷۸۴۷)

[۲۴۲۳](۱۷)اگر پایا گیا جنگل میں جس کے قریب آبادی نہ ہو تو اس کا خون بیکار ہے۔

**وجہ** یہاں بھی قریب میں کوئی محلّہ نہیں ہے جس پر قسامت واجب کریں۔اس لئے قسامت نہیں ہوگی اور دیت بیت المال سے دی جائے گی۔اس کے لئے اثر پہلے گزر چکا ہے۔

**لغت** بریة : جنگل، آبادی کی زور کی آواز وہاں تک نہ پہنچ سکے تو وہ جنگل کے درجے میں ہے، ھدر : بیکار، جس خون کا خوں بہا لازم نہ ہو۔

[۲۴۲۴](۱۸)اگر مقتول دو گاؤں کے درمیان پایا جائے تو دونوں گاؤں کے قریب والوں پر دیت ہوگی۔

**تشریح** مقتول دو گاؤں کے درمیان پڑا ہوا ملا تو دیکھا جائے گا کہ کس گاؤں سے وہ زیادہ قریب ہے اسی گاؤں والوں پر قسامت اور دیت لازم ہوگی۔

**وجہ** قریب والے پر ہی لازم کیا جا سکتا ہے اور کیا کریں؟(۲)حدیث میں ہے۔عن ابی سعید ان قتیلا وجد بین حیین فامر النبی ﷺ ان یقاس الی ایھما اقرب فوجد اقرب الی احد الحیین بشبر قال ابو سعید کأنی انظر الی شبر رسول اللہ ﷺ فالقی دیتہ علیھم (د)(سنن للبیہقی، باب ما روی فی القتیل یوجد بین الحیین ج خامس، ص ۲۱۷، نمبر ۱۶۴۵۳)اس حدیث اور اثر سے معلوم ہوا کہ ایک بالشت بھی قریب ہو تو اس پر قسامت ہوگی۔

---

حاشیہ : (الف)حضرت علیؓ نے فرمایا کوئی مقتول جنگل میں پایا جائے تو اس کی دیت بیت المال سے دی جائے گی تاکہ اسلام میں خون بیکار نہ جائے (ب)حضورؐ نے ناپسند کیا کہ مقتول کا خون بیکار جائے اس لئے صدقہ کے اونٹ سے سو اونٹ دیت ادا کی (ج)یزید بن مذکور فرماتے ہیں کہ لوگوں نے جمعہ کے دن کوفہ کی جامع مسجد میں بھیڑ کی۔جس کی وجہ سے ایک آدمی مرگیا تو حضرت علیؓ نے بیت المال سے اس کی دیت دی (د)حضرت ابی سعید فرماتے ہیں کہ دو گاؤں کے درمیان ایک مقتول پایا گیا تو حضورؐ نے قیاس کرنے کہا کہ کس گاؤں کے زیادہ قریب ہے۔تو دو گاؤں میں سے ایک کے ایک بالشت قریب پایا۔حضرت ابو سعید(باقی اگلے صفحہ پر)

**[۲۴۲۵](۱۹)وان وجد فی وسط الفرات یمر بها الماء فھو ھدر [۲۴۲۶](۲۰)وان کان محتبسا بالشاطئ فھو علی اقرب القری من ذلک المکان [۲۴۲۷](۲۱)وان ادعی**

---

[۲۴۲۵](۱۹)اگرفرات ندی کے درمیان پایا گیا جس کو پانی بہالے جار ہا ہوتو خون رائیگاں ہے۔

**وجہ** فرات ندی کے درمیان لاش ہے اور پانی اس کو بہالے جار ہا ہے تو وہ لاش کہاں سے آرہی ہے اس کا پتانہیں ہے۔اس لئے کسی محلے والے کو مجرم قرار نہیں دیا جا سکتا۔اس لئے اس کا خون معاف ہے(۲)اثر پہلے گزر چکا ہے۔

[۲۴۲۶](۲۰)اور اگر رکا ہوا ہو کنارے پر تو قسامت قریب والے گاؤں پر ہوگی۔

**تشریح** لاش فرات ندی کے کنارے پر رکی ہوئی ہے اور اندازہ ہوتا ہے کہ قریب کے محلے والے نے مار کر ندی میں ڈال دیا ہے تو پھر چونکہ ظاہری علامت قریب محلے والے کے قتل کی ہے اس لئے قریب کے محلے والے پر قسامت ہوگی۔

**وجہ** اوپر حدیث گزری کہ جو گاؤں قریب ہو اس پر قسامت ہوگی۔**عن ابی سعید ان قتیلا وجد بین حیین فامر النبی ﷺ ان یقاس الی ایھما اقرب** (الف)(سنن للبیہقی، باب ماروی فی القتیل یوجد بین قریتین ولا یصح ج ثامن، ص ۲۱۷، نمبر ۱۶۴۵۳)

[۲۴۲۷](۲۱)اگر ولی نے محلے والے میں سے کسی ایک مخصوص پر قتل کا دعوی کیا تب بھی محلے والے سے قسامت ساقط نہیں ہوگی۔

**تشریح** مقتول کے ولی نے دعوی کیا کہ محلّہ کے فلاں آدمی نے اس کو قتل کیا ہے۔لیکن اس پر کوئی بینہ اور گواہ نہیں ہے صرف گمان غالب ہے اس لئے خاص آدمی پر قتل کا دعوی ثابت نہیں ہوگا۔اب یوں چھوڑ دیں تو اس کا خون بیکار جائے گا اس لئے محلّہ والوں سے قسم لیکر ان پر دیت لازم ہوگی۔

**وجہ** حدیث میں ہے کہ انصار کے کچھ لوگ خیبر گئے۔ان میں سے ایک کو قتل کر دیا تو اس کے ولی نے حضورؐ کے سامنے شکایت کی کہ فلاں نے قتل کیا ہے۔آپؐ نے پوچھا اس پر گواہ ہے؟ فرمایا نہیں! تو آپؐ نے فرمایا اہل خیبر سے قسم لے سکتے ہو۔حدیث یہ ہے۔**سھل بن ابی حشمة اخبرہ ان نفرا من قومه انطلقوا الی خیبر فتفرقوا فیھا فوجدوا احدھم قتیلا فقالوا للذین وجدوہ عندھم قتلتم صاحبنا؟ فقالوا ما قتلناہ ولا علمنا قاتلا فانطلقنا الی نبی الله ﷺ قال فقال لھم تأتونی بالبینة علی من قتل ھذا؟ قالوا مالنا بینة قال فیحلفون لکم** (ب)(ابوداؤد شریف، باب فی ترک القود بالقسامة ص ۲۷۴ نمبر ۴۵۲۳)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک مخصوص آدمی پر دعوی ہو لیکن گواہ کے ذریعہ ثابت نہ کر سکے تو محلے والے پر قسامت ہوگی تاکہ خون باطل نہ جائے۔

---

حاشیہ : (پچھلے صفحہ سے آگے)فرماتے ہیں کہ میں حضورؐ کے بالشت کو گویا کہ دیکھ رہا ہوں تو آپؐ نے انہیں لوگوں پر اس کی دیت ڈال دی(الف)حضرت ابوسعید فرماتے ہیں کہ ایک مقتول کو دو گاؤں کے درمیان پایا تو آپؐ نے قیاس کرنے کے لئے کہا کہ کس کے زیادہ قریب ہے(ب)سہل بن ابی حشمہ فرماتے ہیں کہ اس کی قوم کے کچھ لوگ خیبر گئے وہاں ادھر ادھر پھیل گئے تو ان میں سے ایک کو مقتول پایا۔جن کے پاس مقتول ملا ان سے کہا کہ تم نے ہمارے لوگوں کو قتل کیا ہے؟ ان لوگوں نے کہا کہ نہ ہم نے قتل کیا ہے اور نہ ہم قاتل کو جانتے ہیں۔پھر ہم حضورؐ کے پاس گئے تو آپؐ نے فرمایا۔کس نے قتل کیا اس پر گواہ لاؤ! ان حضرات نے فرمایا ہمارے پاس گواہ نہیں ہے۔آپؐ نے فرمایا تمہارے لئے قسمیں کھائیں۔

**الولی علی واحد من اهل المحلة بعينه لم تسقط القسامة عنهم [۲۴۲۸](۲۲)وان ادعی علی واحد من غيرهم سقطت عنهم [۲۴۲۹](۲۳)واذا قال المستحلف قتله فلان استحلف بالله ماقتلت ولا علمت له قاتلا غير فلان [۲۴۳۰] (۲۴)واذا شهد اثنان من اهل المحلة علی رجل من غيرهم انه قتله لم تقبل شهادتهما.**

---

[۲۴۲۸](۲۲)اوراگر محلے کے علاوہ میں سے کسی پر دعوی ہوتو محلے والے سے ساقط ہو جائے گی۔

وجہ جب محلے کے علاوہ آدمی پر قتل کا دعوی ہوا تو معلوم ہوا کہ محلے والے اس میں ملوث نہیں ہیں۔اس لئے محلے والوں سے قسامت ساقط ہو جائے گی۔

[۲۴۲۹](۲۳)جس سے قسم لی جارہی ہے وہ کہے کہ فلاں نے قتل کیا ہے تو اس سے اس طرح قسم لی جائے گی کہ نہ میں نے قتل کیا ہے اور نہ کسی قاتل کو جانتا ہوں سوائے فلاں کے۔

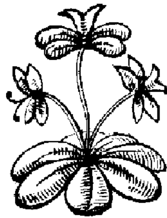
تشریح جس آدمی سے قسم لی جارہی ہے وہ کہہ رہا ہے کہ میرا اندازہ ہے کہ فلاں آدمی نے قتل کیا ہے تو قسم لینے میں دو باتوں کی رعایت کی جائے گی۔ایک تو یہ کہ میں نے قتل نہیں کیا ہے۔اور دوسری یہ کہ فلاں آدمی کے علاوہ کسی اور کو نہیں جانتا ہوں کہ اس نے قتل کیا ہوگا۔

وجہ قسامت کا مقصد یہ ہے کہ اپنی نفی ہو جائے اور مدعی علیہ کے علاوہ دوسروں کی بھی نفی ہو جائے۔

[۲۴۳۰](۲۴)اگر محلّہ والوں میں سے دو آدمی گواہی دے محلّہ کے علاوہ کے آدمی پر کہ اس نے قتل کیا ہے تو ان دونوں کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔ تشریح جس محلّہ میں قتل ہوا ہے اس کے دو آدمی گواہی دے رہے ہیں کہ فلاں محلّہ کے فلاں آدمی نے اس کو قتل کیا ہے تو ان دونوں آدمیوں کی گواہی مقبول نہیں ہے۔

وجہ اس محلے میں قتل ہونے کی وجہ سے یہ دونوں گواہ مدعی علیہ ہو گئے۔گویا کہ اپنی جان چھڑانے کے لئے گواہی دے کر دوسرے محلے والوں کی گردن پر ڈالنا چاہتے ہیں۔اس لئے یہ متہم ہو گئے۔اس لئے ان کی گواہی مقبول نہیں ہوگی (۲) محلّہ والے مدعی علیہ ہیں اس لئے ان پر قسم ہیں اس پر گواہی نہیں ہے۔اس لئے بھی ان کی گواہی مقبول نہیں ہے۔

فائدہ امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ متعین طور پر مدعی علیہ نہیں ہے اس لئے گواہی مقبول ہوگی۔



# ﴿کتاب المعاقل﴾

**[۲۴۳۱](۱)الدية فی شبه العمد والخطأ وكل دية وجبت بنفس القتل علی العاقلة**

**[۲۴۳۲](۲)والعاقلة اهل الديوان ان كان القاتل من اهل الديوان.**

﴿کتاب المعاقل﴾

**ضروری نوٹ** معاقل عقل سے مشتق ہے روکنا اور عقل آنا۔ جب خاندان والے قتل خطاء یا قتل شبہ عمد کی دیت ادا کرتے ہیں تو قاتل کو طعنہ دے کر بار بار ایسی غلطی کرنے سے روکتے ہیں۔ اس لئے خاندان والے کی دیت ادا کرنے والے کو عاقلہ کہتے ہیں۔ خاندان والے صرف قتل شبہ عمد اور قتل خطاء کی دونوں قسموں یعنی خطاء فی الفعل اور خطاء فی القصد اور قتل سبب کی دیت ادا کریں گے۔ قتل عمد میں تو قصاص ہے۔ اگر اس صورت میں قاتل مال پر صلح کر لے تو عاقلہ پر وہ دیت لازم نہیں ہوگی۔ اسی طرح اگر جان کر عضو کاٹا ہو یا زخمی کیا ہو یا غلطی سے عضو کاٹا ہو یا زخمی کیا ہو تو اس کا تاوان بھی عاقلہ ادا نہیں کریں گے۔ کسی مال کا اقرار کیا ہو یا کسی مال پر صلح کی ہو اس کا تاوان بھی عاقلہ ادا نہیں کریں گے۔ خود جرم کرنے والے کے ذمے ہے۔ اس کا ثبوت اس حدیث میں ہے۔ **عن ابی هريرة ان رسول الله ﷺ قضى فی جنين امرأة من بنی لحيان بغرة عبد او امة ثم ان المرأة التی قضى عليها بالغرة توفيت فقضى رسول الله ﷺ ان ميراثها لبنيها وزوجها وان العقل علی عصبتها** (الف)(بخاری شریف، باب جنین المرأة وان العقل علی الوالد وعصبۃ الوالد لا علی الولد ص ۱۰۲۰ نمبر ۶۹۰۹ رمسلم شریف، باب دیۃ الجنین ووجوب الدیۃ فی قتل الخطاء وشبہ العمد علی عاقلۃ الجانی ص ۶۲ نمبر ۱۶۸۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قتل شبہ عمد قتل خطاء اور قتل سبب جو قتل خطاء کے درجے میں ہے اس کی دیت عاقلہ یعنی خاندان والوں پر ہے۔

**نوٹ** خاندان والے اور عصبہ جو دیت ادا کرتے ہیں ان کو 'عاقلہ' کہتے ہیں۔

[۲۴۳۱](۱) دیت قتل شبہ عمد میں اور قتل خطاء میں اور ہر وہ دیت جو خود قتل سے واجب ہو وہ عاقلہ پر واجب ہے۔

**وجہ** اوپر حدیث گزری جس میں تھا کہ قتل خطاء اور قتل شبہ عمد کی دیت عاقلہ پر واجب ہے۔ **وان العقل علی عصبتها** (ب)(بخاری شریف، نمبر ۶۹۰۹ رمسلم شریف، نمبر ۱۶۸۱) اوپر کی حدیث میں عورت کو جان کر پتھر سے مارا تھا، چونکہ دھار دار چیز سے نہیں مارا اور جان کر مارا تھا اس لئے شبہ عمد ہوا اور اس کی دیت عاقلہ پر لازم کی گئی

[۲۴۳۲](۲) عاقلہ اہل دفتر ہیں اگر قاتل دفتر والا ہو۔

**تشریح** عام حالات میں عاقلہ خاندان کے وہ لوگ ہیں جو وراثت میں عصبہ ہوتے ہیں۔ مثلا بھائی، باپ، چچا، چچا زاد بھائی، دادا وغیرہ۔ اگر ان سے بھی دیت ادا نہ ہو تو خاندان کو اوپر بڑھایا جائے گا تا کہ زیادہ آدمی مل کر جلدی دیت ادا کر دیں۔

---

حاشیہ : (الف) آپؐ نے بنی لحیان کی عورت کے بچے کے سلسلے میں ایک غلام یا ایک باندی کا فیصلہ فرمایا۔ پھر جن عورت پر باندی کا فیصلہ فرمایا تھا اس کا انتقال ہو گیا تو آپؐ نے اس کی میراث اس کے بیٹے اور شوہر کے لئے تقسیم کی اور دیت اس کے عصبہ پر لازم کی (ب) یقیناً دیت عصبہ پر ہے۔

وجہ اوپرحدیث گزری۔وان العقل علی عصبتها (بخاری شریف،نمبر۶۹۰۹رمسلم شریف،نمبر۱۶۸۱)(۲)دوسری حدیث میں ہے۔سمع جابر بن عبد الله يقول كتب النبی ﷺ علی كل بطن عقولة (الف)(مسلم شریف، باب تحریم تولی العتق غیر موالیہ ص ۴۹۵ نمبر ۱۵۰۷،کتاب العتق رنسائی شریف،صفة شبہ العمد وعلی من دیة الاجنة الخ ص ۶۶۵/۶۶۶ نمبر ۴۸۳۳)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہربطن یعنی خاندان پر دیت واجب ہے(۳)قال اخذت من آل عمر بن الخطابؓ هذا الكتاب كان مقرونا بكتاب الصدقة الذی كتب عمر للعمال بسم الله الرحمن الرحيم هذا كتاب محمد النبی ﷺ بين المسلمين والمؤمنين من قريش ويثرب ومن تبعهم فلحق بهم وجاهد معهم انهم امة واحدة دون الناس المهاجرين من قريش على ربعتهم يتعاقلون بينهم وهم يفدون عانيهم بالمعروف والقسط بين المؤمنين وبنو عوف على ربعتهم يتعاقلون معاقلهم الاولى الخ (ب)(سنن للبیہقی، باب العاقلة ج ثامن،ص۱۸۴،نمبر۱۶۳۶۹)اس حدیث میں قریش کوایک قوم قرار دیا اوران کو کہا کہ عاقلهتم پر مدد کرنا لازم ہے۔جس سے معلوم ہوا کہ خاندان پر دیت لازم ہے۔

لیکن وہ اہل دیوان میں سے ہواور اہل دفتر میں سے ہوتو دفتر میں جن لوگوں کا نام ہے وہ لوگ عاقلہ ہیں اوران لوگوں پر دیت ادا کرنا لازم ہے۔

وجہ عن ابراهيم قال العقل على اهل الديوان (ج)(مصنف ابن ابی شیبة ۱۸۵ العقل علی من هو؟ ج سادس ص ۳۴۵ نمبر ۲۷۳۱۴رسنن للبیہقی، باب من فی الدیوان ومن لیس فیہ من العاقلة سواء ج ثامن ص ۱۰۷ نمبر ۱۶۳۸۱)اس اثر سے معلوم ہوا کہ قاتل دفتر والا ہوتو اہل دفتر پر اس کی دیت ہوگی۔

لغت دیوان : حضرت عمرؓ کے زمانے میں فوجوں کا نام رجسٹر اور دفتر میں لکھا گیا تھا اس وقت سے اہل دیوان بنے۔اثر میں ہے۔عن جابر بن عبد الله قال اول من دون الدواوين وعرف العرفاء عمر بن الخطابؓ (د)(سنن للبیہقی، باب من فی الدیوان الخ ج ثامن،ص۱۸۸،نمبر۱۶۳۸۱)اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں دیوان اور دفتر کا رواج شروع ہوا۔

فائدہ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ دیت اہل خاندان پر ہوگی۔

وجہ اوپر کئی احادیث گزر گئی جن میں تھا کہ دیت اہل خاندان پر ہوگی۔سمع جابر بن عبد الله يقول كتب النبی ﷺ علی كل بطن عقوله (ہ)(مسلم شریف، باب تحریم تولی العتق غیر موالیہ ص ۴۹۵ نمبر ۱۵۰۷رنسائی شریف،صفة شبہ العمد وعلی من دیة الاجنة ص ۶۶۶

---

حاشیہ : (الف) دیت عصبہ پر ہے۔دوسری روایت میں ہے آپؐ نے لکھا کہ ہر خاندان پر مقتول کی دیت لازم ہوگی (ب) یہ حضورؐ کا خط ہے قریش اور یثرب کے مسلمان اور مومن کے درمیان اور جو اس کی اتباع کرتا ہو اور ان کے ساتھ جہاد کیا ہو کیونکہ وہ ایک امت ہیںکہ قریش کے مہاجرین وہ اپنی جگہ پر وہ اپنی جگہ پر۔آپس میں دیت ادا کرتے تھے اور وہ مشکل میں پڑے لوگوں کا فدیہ ادا کیا کرتے تھے معروف کے ساتھ اور مومنین کے درمیان انصاف کے ساتھ اور بنو عوف اپنے مقام دیت ادا کیا کرتے تھے پہلی قسم کی دیت (ج) حضرت ابراہیم فرماتے ہیں کہ دیت رجسٹر والوں پر ہے یعنی قاتل کے ساتھ جن لوگوں کا نام رجسٹر میں ہے ان پر قاتل کی دیت ادا کرنا لازم ہے (د) حضرت جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ پہلے آدمی ہیں جنہوں نے نام کے لئے رجسٹر بنوائے اور سرداروں کو متعین کیا (ہ) حضورؐ نے لکھا ہر خاندان پر اس کی دیت لازم ہوگی۔

**[۲۴۳۳](۳) یؤخذ من عطایاهم فی ثلث سنین فان خرجت العطایا فی اکثر من ثلث سنین او اقل اخذ منها [۲۴۳۴](۴)ومن لم یکن من اهل الدیوان فعاقلته قبیلته [۲۴۳۵](۵)تقسط علیهم فی ثلث سنین لایزاد الواحد علی اربعة دراهم فی کل سنة درهم ودانقان وینقص منها.**

---

نمبر۴۸۳۳)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دیت عصبہ اور خاندان والوں پر ہوگی۔

[۲۴۳۳](۳)اوران کے عطیے میں سے لی جائے گی تین سالوں میں۔پس اگر عطیہ نکلے تین سال سے زیادہ میں یا کم میں تو اس سے لی جائے گی۔

**تشریح** دیت عاقلہ سے تین سالوں میں وصول کی جائے گی۔اگر اہل دفتر کے عطیہ سے تین سال سے زیادہ میں دیت پوری ہوتو زیادہ میں وصول کیا جائے گا۔اور اگر تین سال سے کم میں پوری ہوجائے تو کم میں وصول کیا جائے گا۔

**وجہ** **انبأ الشافعی قال وجدنا عاما فی اهل العلم ان رسول الله ﷺ قضی فی جنایة الحر المسلم علی الحر خطأ بمائة من الابل علی عاقلة الجانی وعاما فیهم انها فی مضی الثلاث سنین فی کل سنة ثلثها وباسنان معلومة (الف)** (سنن للبیہقی، باب تنجیم الدیۃ علی العاقلۃ ج ثامن،ص۱۹۰،نمبر۱۶۳۸۹رمصنف ابن ابی شیبۃ ۱۰۶الدیۃ فی کم تودی ج خامس،ص۴۰۵،نمبر ۲۷۴۲۹)اس اثر سے معلوم ہوا کہ تین سال میں دیت وصول کی جائے گی (۲)اس اثر میں بھی ہے۔**عن یحیی بن سعید ان من السنة ان تنجم الدیة فی ثلاث سنین (ب)** (سنن للبیہقی، باب تنجیم الدیۃ ج ثامن،ص۱۲۴،نمبر۱۶۱۳۱)

[۲۴۳۴](۴)جولوگ دفتر والے نہ ہوں ان کا عاقلہ خاندان والے ہیں۔

**تشریح** اوپر گزر چکا ہے کہ جس کا نام دفتر میں ہے اس کا عاقلہ دفتر والے ہیں۔اور جولوگ دفتر والے نہیں ہیں ان کا عاقلہ خاندان والے ہیں۔

**وجہ** دلیل،حدیث وغیرہ گزر چکی ہے۔**وان العقل علی عصبتها** (بخاری شریف،نمبر۶۹۰۹رمسلم شریف،نمبر۱۶۸۱)

[۲۴۳۵](۵)ان لوگوں پر قسط وار کردی جائے گی تین سالوں میں۔ایک آدمی پر چار درہم سے زیادہ نہ کیا جائے۔ہر سال میں ایک درہم اور دو دانق اور چار سے کم بھی ہوسکتے ہیں۔

**تشریح** عاقلہ کے ہر آدمی سے چار درہم لیا جائے۔اور چونکہ تین سال میں لینا ہے اس لئے ایک سال میں ایک درہم اور ایک تہائی یعنی دو دانق لیا جائے گا۔اس اعتبار سے ۲۵۰۰ دو ہزار پانچ سو آدمیوں سے دیت لینی ہوگی تب دس ہزار درہم مکمل ہوں گے۔

---

حاشیہ : (الف) ہمیں حضرت امام شافعیؒ نے خبر دی کہ عام اہل علم کو پایا گیا کہ مسلمان آزاد آزاد پر غلطی سے جنایت کرے تو حضورؐ نے فیصلہ فرمایا سو اونٹ کا جنایت کرنے والے کے عاقلہ پر۔اوران میں عام بات تھی کہ تین سال گزرے،ہر سال میں ایک تہائی دیت ادا کرے معلوم عمر کے ساتھ (ب) یحیی بن سعید فرماتے ہیں کہ دیت تین سالوں میں قسط وار ادا کرے۔

[۲۴۳۶](٦)فان لم تتّسع القبیلة لذلک ضُمَّ الیهم اقرب القبائل من غیرهم[۲۴۳۷] (٧)ویدخل القاتل مع العاقلة فیکون فیما یؤدّی کاحدهم [۲۴۳۸](٨)وعاقلة المعتق

[۲۴۳۶](٦)اگر قبیلہ میں گنجائش نہ ہو تو ان کے ساتھ ملا لئے جائیں گے قریبی قبیلے دوسرے کے۔

**تشریح** ایک قبیلے سے ۲۵۰۰ آدمی پورے نہ ہوتے ہوں تو رشتہ داری میں اس قبیلے سے جو زیادہ قریب ہو اس قبیلے کو دیت میں شامل کیا جائے گا تاکہ جتنا زیادہ لوگ ہوں اتنے ہی آسانی سے دیت ادا ہو سکے۔ کیونکہ ہر آدمی سے چار چار درہم ہی لئے جا سکیں گے۔

[۲۴۳۷](٧)عاقلہ کے ساتھ قاتل بھی داخل ہوگا۔ پس وہ دیت ادا کرنے میں ایک عاقلہ کی طرح ہوگا۔

**تشریح** جس طرح عاقلہ دیت ادا کرے گا اور قاتل بھی عاقلہ کے ایک فرد کی طرح شمار کیا جائے گا۔ چنانچہ عاقلہ کا ہر فرد تین سال میں چار درہم ادا کرے گا تو قاتل بھی تین سال میں چار درہم ادا کرے گا۔

**وجہ** اصل جرم قاتل کا ہے اس لئے اس کو بھی دیت ادا کرنی چاہئے (۲) خاندان کی طرح وہ بھی کنبے کا ایک فرد ہے اس لئے جس طرح اور فرد پر دیت ہے اس فرد پر بھی دیت ہوگی۔

**فائدہ** امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ خود قاتل پر کچھ دیت نہیں ہوگی۔ وہ فرماتے ہیں کہ حدیث میں دیت عصبہ پر ہے۔ اس لئے قاتل اس سے بری ہو جائے گا۔ وقضی ان دیة المرأة علی عاقلتها (بخاری شریف، باب جنین المرأة وان العقل علی الوالد ص ۱۰۲۰ نمبر ۶۹۱۰)

[۲۴۳۸](٨)آزاد شدہ کا عاقلہ اس کے آقا کا قبیلہ ہے۔ اور مولا موالات کی طرف سے دے گا اس کو مولی اور اس کا قبیلہ۔

**تشریح** جو غلام آزاد ہو گیا اب اس کے خاندان کا کوئی نہیں ہے صرف آزاد کرنے والا آقا اور اس کا قبیلہ ہے تو اس آزاد شدہ غلام کا عاقلہ آقا اور آقا کا قبیلہ ہوگا۔ اور وہی لوگ قتل خطا کی دیت ادا کریں گے۔

**وجہ** حدیث میں ہے کہ آقا اور اس کا قبیلہ ہی آزاد شدہ غلام کا عاقلہ ہوا اور قبیلہ ہوا اور وہ آقا ہی کے قبیلے میں شمار ہوگا۔ عن ابن ابی رافع عن ابی رافع ان النبی ﷺ بعث رجلا علی الصدقة من بن مخزوم فقال لابی رافع اصحبنی فانک تصیب منها قال حتی اتی النبی ﷺ فاساله فاتاه فسأله فقال مولی القوم من انفسهم وانا لا تحل لنا الصدقة (الف) (ابوداؤد شریف، باب الصدقة علی بنی ہاشم ص ۲۴۰ نمبر ۱۶۵۰ / بخاری شریف، باب مولی القوم من انفسہم وابن الاخت منھم ص ۹۹۹ نمبر ۶۷۶۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آزاد کردہ غلام آقا کے خاندان میں سے ہے۔ اس لئے آقا کے خاندان ہی اس کی دیت ادا کریں گے۔

وہ لوگ جو دوسری قوم سے عہد و پیمان کر لیتے ہیں کہ میں جنایت کروں تو تم اس کی دیت ادا کرنا اور تم جنایت کرو تو میں اس کی دیت ادا کروں گا اس کو مولی موالات کہتے ہیں۔ پس اگر اس نے قتل خطا کی تو اس کی دیت مولی موالات ادا کریں گے۔

---

حاشیہ : (الف) حضورؐ نے بنی مخزوم کے ایک آدمی کو صدقے لے لئے بھیجا تو انہوں نے ابو رافعؓ سے کہا تم بھی میرے ساتھ چلو تم کو بھی کچھ ملے گا۔ انہوں نے کہا کہ حضورؐ سے پوچھ لوں تب جاؤں گا۔ پس حضورؐ سے آکر پوچھا تو آپؐ نے فرمایا قوم کا آزاد کردہ اس کے خاندان سے ہوتا ہے۔ اور سنو! ہمارے لئے صدقہ حلال نہیں ہے۔ نوٹ : ابو رافعؓ حضورؐ کے خاندان کے آزاد کردہ غلام تھے۔ اس لئے ان کے لئے بھی صدقہ حلال نہیں تھا۔

**قبیلة مولاه ومولی الموالاة یعقل عنه مولاه وقبیلته [۲۴۳۹] (۹)ولا تتحمّل العاقلة اقل من نصف عشر الدیة وتتحمّل نصف العشر فصاعدا وما نقص من ذلک فھو فی مال**

---

وجہ کیونکہ مولی موالات اس کا قبیلہ اور خاندان ہو گیا۔اس لئے مولی موالات اور اس کا قبیلہ دیت ادا کریں گے(۲) اثر میں ہے۔عن ابراھیم فی الرجل یوالی الرجل فیسلم علی یدیه قال یعقل عنه ویرثه (الف)(مصنف عبد الرزاق، باب النصرانی یسلم علی ید رجل ج تاسع ص۳۹ نمبر ۱۶۲۷۲) اس اثر سے معلوم ہوا کہ مولی موالات اور اس کا قبیلہ دیت ادا کریں گے۔اور کوئی ذی رحم محرم نہ ہو تو وارث بھی ہوں گے(۲) حدیث میں بھی ہے۔عن تمیم الداری رفعه قال ھو اولی الناس بمحیاہ ومماته (ب)(بخاری شریف، باب اذا اسلم علی یدیہ ص۱۰۰۰ نمبر ۶۷۵۷) اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ مولی موالات زندگی اور موت کے بعد غم اور خوشی میں ساتھ دیں گے۔جس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر اپنے خاندان کا کوئی آدمی نہ ہو تو وہ دیت ادا کریں گے۔

[۲۴۳۹](۹) عاقلہ نہیں برداشت کریں گے دیت کے بیسواں حصے سے کم کا اور برداشت کریں گے بیسواں حصہ یا اس سے زیادہ کا اور جو اس سے کم ہو وہ قصوروار کے مال میں ہے۔

تشریح قتل خطا وغیرہ کی پوری دیت جو دس ہزار درہم ہے اس کا بیسواں حصہ لازم ہوتی ہو تو وہ عاقلہ پر ہوگی یعنی پانچ سو درہم یا اس سے زیادہ لازم ہوتے ہوں تو عاقلہ برداشت کر سکتے ہیں۔اور اگر ایسا قتل خطا ہے جس میں بیسواں حصہ یعنی پانچ سو درہم سے کم دیت لازم ہوتی ہو تو وہ عاقلہ برداشت نہیں کریں گے خود جنایت کرنے والے کو دینا ہوگا۔

وجہ حدیث میں بار بار گزرا کہ بنی لحیان کی عورت کے پیٹ پر مارا جس کی وجہ سے اس کے پیٹ کا بچہ مر گیا۔آپؐ نے اس بچے کے بدلے میں غرہ عبد لازم کیا۔ابوداؤد میں ہے کہ اس غرہ عبد کی قیمت پانچ سو درہم ہو جو پوری دیت دس ہزار درہم کا بیسواں حصہ ہے۔اور بخاری کی حدیث میں یہ بھی ہے کہ یہ قتل خطاء ہے اس لئے یہ دیت مارنے والی عورت کے عاقلہ برداشت کریں۔جس سے معلوم ہوا کہ عاقلہ بیسواں حصہ یعنی پانچ سو درہم برداشت کریں گے یا اس سے زیادہ کو برداشت کریں گے۔اس سے کم لازم ہو تو برداشت نہیں کریں۔کیونکہ اس سے کم درہم عاقلہ پر لازم ہو اس کا ثبوت نہیں ہے۔

وجہ بچے کے بدلے میں غلام لازم کیا اور اس کی دیت عصبہ پر لازم کیا اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ان ابا ھریرۃ قال اقتتلت امرأتان من ھذیل فرمت احداھما الاخری بحجر فقتلتھا وما فی بطنھا فاختصموا الی النبی ﷺ فقضی ان دیة جنینھا عزة عبد او ولیدۃ وقضی ان دیة المرأۃ علی عاقلتھا (ج)(بخاری شریف، باب جنین المرأۃ وان العقل علی الوالد وعصبۃ الوالد لا علی الولد ص

---

حاشیہ : (الف) حضرت ابراہیم نے فرمایا کوئی آدمی کسی کی سرپرستی کرے اور وہ اس کے ہاتھ پر اسلام لے آئے تو وہ ان کی جانب سے دیت بھی دے گا اور وارث بھی بنے گا (ب) حضرت تمیم داری نے مرفوعا فرمایا کہ مولی موالات لوگوں میں سے زیادہ بہتر ہے زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد بھی (ج) قبیلہ ہذیل کی دو عورتوں نے مار کیا۔ایک نے دوسرے کو پتھر سے مارا جس سے وہ اور اس کے پیٹ کا بچہ مر گیا تو وہ مقدمہ حضورؐ کی خدمت میں لائے تو آپؐ نے فیصلہ فرمایا کہ بچے کی دیت ایک غلام یا باندی ہے۔اور یہ بھی فیصلہ فرمایا کہ عورت کی دیت قاتلہ کے خاندان پر لازم ہے۔

الجانی [۲۴۴۰](۱۰)ولا تعقل العاقلة جناية العبد [۲۴۴۱](۱۱)ولاتعقل الجناية التی

۱۰۲۰نمبر۶۹۱۰رمسلم شریف، باب دیۃ الجنین ص۶۲ نمبر۱۶۸۱)اس حدیث میں غلام کی قیمت مارنے والی عورت کے عاقلہ اورعصبہ پر لازم کیا۔اورغلام کی قیمت پانچ سودرہم ہے اس کی دلیل ابوداؤد میں ہے۔عن النبی ﷺ قال الغرة خمس مائة يعنى درهما،قال ابو داؤد قال ربيعة الغرة خمسون دينارا (الف)(ابوداؤد شریف، باب دیۃ الجنین ص۶۴۸ نمبر۴۵۸۰)اس اثر سے معلوم ہوا کہ غلام کی قیمت پانچ سودرہم ہو۔پانچ سودرہم پوری دیت دس ہزار درہم کا بیسواں حصہ ہوا اور یہ رقم اوپر کی حدیث میں عاقلہ پر لازم کی جس سے معلوم ہوا کہ عاقلہ بیسواں حصہ یا اس سے زیادہ کی رقم برداشت کریں گے اس سے کم کی رقم نہیں (۳)اثر میں ہے۔عن ابراهيم قال لا تعقل العاقلة فى ادنى من الموضحة قال محمد وبه ناخذ (ب) کتاب الآثار لامام محمد، باب دیۃ الخطاء وماتعقل العاقلۃ ص۱۲۴نمبر۵۷۲) اس اثر سے معلوم ہوا کہ موضحہ زخم سے کم کی دیت عاقلہ برداشت نہیں کریں گے۔اورموضحہ کی قیمت پوری دیت کا بیسواں حصہ پانچ اونٹ ہیں۔وفى الموضحة خمس (ج)(نسائی شریف، ذکر حدیث عمر بن حزم ص۶۶۹ نمبر۴۸۶۰)

**لغت** نصف عشر : پوری دیت کا دسواں حصہ اوراس حصے کا بھی آدھا تو پوری دیت کا بیسواں حصہ ہوا۔

[۲۴۴۰](۱۰)عاقلہ نہیں دیت دیں گے غلام کی جنایت کا۔

**تشریح** غلام ابھی آزاد نہیں ہوا ہو بلکہ کسی کا غلام ہی ہو ایسی حالت میں قتل خطاء کی تو اس کی دیت غلام کی قیمت کے حساب سے ہوگی۔اورخود آقا کو اختیار ہوگا کہ غلام کو جنایت والے کے حوالے کردے یا آقا اس کی دیت دیکر غلام رکھ لے۔تاہم آقا یا آقا کے خاندان والے اس کی دیت ادا نہیں کریں گے۔غلام آزاد ہو جائے تب آقا کے خاندان اس کی دیت ادا کریں گے۔

**وجہ** اثر میں ہے۔عن ابن عباس قال لا تعقل العاقلة عمدا ولا صلحا ولا اعترافا ولا ما جنى المملوک (د)(سنن للبیہقی ، باب من قال لاتحمل العاقلۃ عمدا ولاعبدا ولاصلحا ولا اعترافا ج ثامن، ص۱۸۲،نمبر۱۶۳۶۰)اس اثر سے معلوم ہوا کہ غلام جنایت کرے تو اس کی دیت آقا کے عاقلہ پر نہیں ہے۔اسی طرح قاتل کسی چیز کا اعتراف کرے تو وہ بھی قاتل کے عاقلہ پر نہیں ہے۔اورقاتل پر قصاص تھا اس نے مال پر صلح کرلی تو یہ دیت بھی قاتل کے عاقلہ پر نہیں ہے۔

[۲۴۴۱](۱۱)اورنہیں دیت دے گا اس جنایت کی جس قصوروار نے اقرار کیا۔مگر یہ کہ باقی لوگ اس کی تصدیق کریں۔

**تشریح** قاتل کسی مال کا اعتراف کرتا ہے کہ مقتول کا اتنا مال میرے ذمے ہے تو یہ بھی قاتل کے عاقلہ ادا نہیں کریں گے۔ہاں!اگر عاقلہ اس کی تصدیق کریں کہ واقعی مقتول کا اتنا مال تمہارے ذمے ہے اور ہم لوگ اس کو خوشی سے ادا کریں گے تو ادا کرسکتے ہیں۔کیونکہ یہ ان کا مال ہے اوراپنا مال کہیں بھی خرچ کرسکتے ہیں۔

---

حاشیہ : (الف) حضرت شعبیؒ سے ہے غلام کی قیمت پانچ سودرہم،اورحضرت ربیعہ نے فرمایا پچاس دینار(ب) حضرت ابراہیم نے فرمایا موضحہ زخم سے کم میں خاندان والے دیت ادا نہیں کریں گے،حضرت امام محمدؒ نے فرمایا وہی ہمارا عمل ہے(ج)اورموضحہ زخم میں پانچ اونٹ ہیں(د) حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ قتل عمد کی دیت خاندان والے نہیں ادا کریں گے۔اورنہ صلح کی اورنہ اقرار کرنے کی اور جو مملوک نے جنایت کی اس کی دیت بھی عاقلہ ادا نہیں کریں گے۔

**اعترف بھا الجانی الا ان یصدّقوہ[۲۴۴۲] (۱۲)ولا تعقل مالزم بالصلح[۲۴۴۳] (۱۳)واذا جنی الحر علی العبد جنایة خطأً کانت علی عاقلته.**

وجہ اوپر اثر گزر چکا ہے۔ولا اعترافا (۲)خوشی سے دینے کے لئے یہ اثر ہے۔ثنا ابن ابی الزناد عن ابیه عن الفقهاء من اهل المدینة کانوا یقولون لا تحمل العاقلة ماکان عمدا ولا بصلح ولا اعتراف ولا ما جنی المملوک الا ان یحبوا ذلک طولا منهم (الف)(سنن للبیہقی ،باب من قال لاتحمل العاقلة عمدا ولا عبدا ولا صلحا ولا اعترافا ج ثامن،ص۱۸۲،نمبر۱۶۳۶۴)اس اثر سے معلوم ہوا کہ خوشی سے اعتراف کا مال ادا کرنا چاہیں تو ادا کر سکتے ہیں۔

[۲۴۴۲](۱۲)اور عاقل نہیں دیت دیں گے وہ جو صلح سے لازم ہوئی ہو۔

تشریح قاتل پر قتل عمد کی وجہ سے قصاص میں قتل ہونا تھا۔اس نے مال دے کر صلح کر لی تو یہ صلح کا مال عاقلہ پر لازم نہیں ہے خود قاتل کے مال میں لازم ہوگا۔

وجہ اوپر اثر گزر چکا ہے۔ولا صلحا(سنن للبیہقی ،حوالہ بالا،نمبر۱۶۳۶۴)

[۲۴۴۳](۱۳)اگر آزاد آدمی نے غلام پر قتل خطاء کی جنایت کی تو اس کی دیت آزاد کے عاقلہ پر ہوگی۔

تشریح آزاد آدمی کسی آزاد کو قتل خطاء کرتا تو اس کی دیت قاتل کے عاقلہ پر ہوتی۔لیکن غلام کو قتل کیا ہے اس لئے دیت کی بجائے غلام کی قیمت دینی ہوگی۔امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ غلام کی قیمت دیت خطاء کے درجے میں ہے اس لئے جس طرح آزاد آدمی کی دیت قاتل کے عاقلہ پر لازم ہوتی ہے اسی طرح غلام کی قیمت قاتل کے عاقلہ پر لازم ہوگی۔

وجہ کیونکہ دونوں کا سبب ایک ہی ہے یعنی قتل خطاء۔اس لئے غلام کی قیمت قاتل کے عاقلہ ادا کریں گے(۲)عن عمر بن الخطابؓ قال عقل العبد فی ثمنه مثل عقل الحر فی دیته (ب)(مصنف عبدالرزاق،باب ضراحات العبد ج عاشر ص ۴ نمبر ۱۸۱۵۰)اس اثر میں ہے کہ غلام کی دیت اس کی قیمت میں ایسے ہی ہے جیسے آزاد کی عقل اس کی دیت میں ہے۔اور آزاد کی دیت عاقلہ برداشت کرتے ہیں تو غلام کی قیمت بھی قاتل کے عاقلہ برداشت کریں گے۔



حاشیہ : (الف)حضرت ابوزناد اہل مدینہ کا فتوی نقل کرتے ہیں کہ وہ لوگ فرماتے ہیں کہ خاندان والے برداشت نہیں کریں گے قتل عمد کی دیت اور نہ صلح کی اور نہ اعتراف کی اور نہ جو مملوک قتل کر دے۔ہاں!وہ لوگ اپنی خوشی سے دینا چاہیں تو دیت دے سکتے ہیں(ب)حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ غلام کی دیت اس کی قیمت میں ہے جیسے آزاد کی دیت ہوتی ہے۔

# ﴿ كتاب الحدود ﴾

[۲۴۴۴](۱)الزنا يثبت بالبينة والاقرار.

﴿ كتاب الحدود ﴾

**ضروری نوٹ** حد کے معنی ہیں روکنا، حد لگنے سے آدمی گناہوں سے رکتا ہے اس لئے اس کو حد کہتے ہیں۔ یہ باب حد زنا کا ہے اس لئے اس کے ثبوت کے لئے ضروری ہے کہ خود چار مرتبہ زنا کرنے کا اقرار کرے یا چار آدمی گواہی دے کہ فلاں نے زنا کیا ہے۔ ثبوت یہ ہے۔ **الزانية والزانی فاجلدوا کل واحد منهما مائة جلدة ولاتأخذكم بهما رأفة في دين الله** (الف)(آیت ۲ سورۃ النور ۲۴)(۲) **والذين يرمون المحصنات ثم لم يأتوا باربعة شهداء فاجلدوهم ثمانين جلدة ولا تقبلوا لهم شهادة ابدا** (ب)(آیت ۴ سورۃ النور ۲۴) اس آیت سے معلوم ہوا کہ ثبوت کے لئے چار گواہ چاہئے۔ **والتي يأتين الفاحشة من نسائكم فاستشهدوا عليهن اربعة منكم فان شهدوا فامسكوهن في البيوت حتى يتوفهن الموت او يجعل الله لهن سبيلا** (ج)(آیت ۱۵ سورۃ النساء ۴) اس آیت سے بھی معلوم ہوا کہ زنا کے ثبوت کے لئے چار گواہ چاہئے۔

اور اس حدیث سے اس کا ثبوت ہے۔ **عن ابی هريرةؓ قال اتى رجل رسول الله ﷺ وهو في المسجد فناداه فقال يا رسول الله انی زنيت فاعرض عنه حتى ردد عليه اربع مرات فلما شهد على نفسه اربع شهادات دعاه النبي ﷺ فقال ابک جنون؟ قال لا! قال فهل احصنت؟ قال نعم! فقال النبي ﷺ اذهبوا به فارجموه** (د)(بخاری شریف، باب لا یرجم المجنون المجنونۃ ص ۱۰۰۶ نمبر ۶۸۱۵ رمسلم شریف، باب من اعترف علی نفسہ بالزنی ص ۶۶ نمبر ۱۶۹۲) اس حدیث سے زنا اور اس کے احکام کا علم ہوا۔

[۲۴۴۴](۱) زنا ثابت ہوتا ہے گواہی سے اور اقرار سے۔

**تشریح** کسی نے زنا کیا، خود زنا کرنے والا اقرار نہیں کرتا لیکن چار آدمیوں نے گواہی دی کہ اس نے فلاں عورت کے ساتھ زنا کیا ہے تو زنا ثابت ہو جائے گا اور مرد پر حد لگے گی۔ لیکن ان گواہوں کے لئے بھی کئی شرطیں ہیں جن کا پورا کرنا ضروری ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ زنا کرنے والا خود اقرار کرے کہ میں نے زنا کیا ہے۔ اور چار مرتبہ اقرار کرے تب جا کر اس پر حد جاری ہوگی۔ اگر وہ محصن ہے تو رجم ہوگا اور

حاشیہ : (الف) زانی مرد اور زانیہ عورت ہر ایک کو سو سو کوڑے مارو اور اللہ کے دین قائم کرنے میں دل میں نرمی نہ آجائے (ب) وہ لوگ جو پاکدامن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں پھر چار گواہ نہیں لا سکتے ان کو اسی کوڑے مارو اور کبھی بھی ان کی گواہی قبول نہ کرو (ج) تمہاری عورتوں میں سے جو زنا کرائے تم میں سے ان پر چار گواہ لاؤ، پس وہ اگر گواہی دیں تو ان عورتوں کو موت تک گھروں میں قید رکھو یا یہ کہ اللہ ان کے لئے کوئی راستہ نکال دے۔ نوٹ: بعد میں لعان کا راستہ نکالا (د) ایک آدمی حضورؐ کے پاس آیا، آپ مسجد میں تھے۔ انہوں نے پکار کر کہا یا رسول اللہ! میں نے زنا کیا ہے۔ آپؐ نے اعراض کیا یہاں تک کہ چار مرتبہ واپس لوٹایا، پس جب چار مرتبہ اپنی ذات پر گواہی دی تو حضورؐ نے اس کو بلایا اور پوچھا کہ کیا آپ کو جنون تو نہیں؟ کہا نہیں! آپؐ نے پوچھا کیا آپ محصن ہیں؟ کہا ہاں! آپؐ نے فرمایا ان کو لے جاؤ رجم کرو۔

**[۲۴۴۵](۲)فالبینة ان تشهد اربعة من الشهود علی رجل وامرأة بالزنا[۲۴۴۶] (۳)فسألهم الامام عن الزنا ماهو وکیف هو واین زنی ومتی زنی وبمن زنی.**

محصن نہیں ہے تو سو کوڑے حد لگے گی۔

[۲۴۴۵] (۲) پس بینہ کی شکل یہ ہے کہ گواہی دیں چار گواہ مرد پر یا عورت پر زنا کی۔

**تشریح** چار گواہ کسی مرد یا عورت پر گواہی دیں کہ انہوں نے زنا کیا ہے تو زنا ثابت ہوگا۔

**وجہ** زنا میں چار گواہوں کی ضرورت اس لئے ہے کہ اس کی جان جائے گی۔ اور قرآن میں بھی ہے کہ ثبوت کے لئے چار گواہ چاہئے (۲) **والتی یأتین الفاحشة من نسائکم فستشهدوا علیهن اربعة منکم فان شهدوا فامسکوهن فی البیوت** (الف) (آیت ۱۵ سورۃ النساء ۴) اس آیت سے معلوم ہوا کہ چار گواہ چاہئے (۲) حدیث میں ہے۔ **ان سعید بن عبادة قال یا رسول الله ﷺ ان وجدت مع امرأتی رجلا اامهله حتی اتی باربعة شهداء ؟ قال نعم** (ب) (مسلم شریف، کتاب اللعان ص ۴۸۸ نمبر ۱۴۹۸) اس آیت سے اور حدیث سے معلوم ہوا کہ زنا ثابت کرنے کے لئے چار گواہ چاہئے۔ اور آیت میں **منکم** چونکہ مذکر کی ضمیر ہے اس لئے چاروں گواہ مرد ہوں۔

[۲۴۴۶] (۳) امام گواہوں سے پوچھیں گے زنا کے بارے میں کہ زنا کیا ہے؟ کس طرح ہوتا ہے؟ زنا کہاں کیا ہے؟ کب کیا ہے؟ کس کے ساتھ کیا ہے؟

**تشریح** گواہ زنا کی گواہی دیدے تو امام گواہوں سے پوری تحقیق کریں گے تاکہ حقیقت ظاہر ہو جائے کہ واقعی زنا ہوا ہے یا نہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ جہاں تک ہو سکے حد کو ساقط کی جائے۔ **عن عائشة قالت قال رسول الله ﷺ ادرئوا الحدود عن المسلمین مااستطعتم فان کان له مخرج فخلوا سبیله فان الامام ان یخطئ فی العفو خیر من ان یخطئ فی العقوبة** (ج) (ترمذی شریف، باب ماجاء فی درء الحدود ص ۲۶۳ نمبر ۱۴۲۴) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جہاں تک ہو سکے حدود کو شبہ کی بنا پر ساقط کی جائے۔

گواہوں سے زنا کے بارے میں پوچھے کہ زنا کیا ہے؟ یعنی جو کام اپنی بیوی سے حلال کے طور پر کرتا ہے وہی کام اجنبیہ عورت سے حرام کے طور پر کرنے کو کہتے ہیں۔ گواہ اس حقیقت کو جانتا ہو۔

**وجہ** حدیث میں ہے۔ **انه سمع ابا هریرة یقول جاء الاسلمی الی نبی الله ﷺ فشهد علی نفسه انه اصاب امرأة حراما اربع مرات کل ذلک یعرض عنه النبی ﷺ فاقبل فی الخامسة فقال انکتها ؟قال نعم قال حتی غاب ذلک**

حاشیہ : تمہاری عورتوں میں سے جو زنا کرائے ان پر تمہارے لوگوں میں سے چار گواہ لاؤ۔ پس اگر گواہی دے دیں تو ان کو گھروں میں قید رکھو (ب) سعد بن عبادہؓ نے فرمایا یا رسول اللہ! میں نے اپنی بیوی کے ساتھ ایک آدمی پایا۔ کیا اس کو چھوڑ کر چار گواہ بلانے جاؤں؟ آپؐ نے فرمایا ہاں؟ (ج) آپؐ نے فرمایا جب تک ہو سکے مسلمانوں سے حدود دفع کیا کرو۔ پس اگر اس کے لئے کوئی راستہ نکلے تو اس کو چھوڑ دو۔ اس لئے کہ امام معاف کرنے میں غلطی کرے یہ زیادہ بہتر ہے اس سے کہ سزا دینے میں غلطی کرے۔

[۲۴۴۷](۴)فاذا بینوا ذلک وقالوا رأیناه وطأها فی فرجها کالمیل فی المکحلة.

منک فی ذلک منها ؟ قال نعم قال کما یغیب المرود فی المکحلة والرشاء فی البئر؟ قال نعم قال هل تدری ما الزنا؟ قال نعم اتیت منها حراما ما یأتی الرجل من امرأته حلالا قال فما ترید بهذا القول ؟قال ارید ان تطهر نی فامر به فرجم (الف)(ابوداؤدشریف، باب رجم ماعز بن مالک ص۶۲۰ نمبر ۴۴۲۸ /بخاری شریف، باب لا یرجم المجنون والمجنونۃ ص۱۰۰۶ نمبر ۶۸۱۵)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زنا کیا ہے گواہوں سے اور اقرار کرنے والے سے پوری طرح اس کی تحقیق کریں گے۔

اور کس کے ساتھ زنا کیا یہ بھی پوچھے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ حدثنی یزید بن نعیم بن هزال عن ابیه ... فقال النبی ﷺ انک قد قلتها اربع مرات فبمن ؟ قال بفلانة قال هل ضاجعتها ؟ قال نعم قال هل باشرتها؟ قال نعم قال هل جامعتها ؟ قال نعم قال فامر به ان یرجم (ب)(ابوداؤدشریف، باب رجم ماعز بن مالک ص۶۲۰ نمبر ۴۴۱۹)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ بھی پوچھے کہ کس سے زنا کیا تاکہ ایسا نہ ہو کہ اس کے لئے حلال عورت ہو اور زنا کی گواہی دے رہا ہو۔

اور زنا کی جگہ اس لئے پوچھے کہ اگر گواہوں کے درمیان جگہ کے بارے میں اختلاف ہو جائے تو حد ساقط ہو جائے گی۔

**وجہ** اثر میں ہے۔عن ابراهیم فی اربعة شهدوا علی امرأة بالزنا ثم اختلفوا فی الموضع فقال بعضهم بالکوفة وقال بعضهم بالبصرة قال یدرأ عنهم جمیعا (ج)(مصنف عبدالرزاق، باب شہادۃ اربعۃ علی امرأۃ بالزنا واختلافھم فی الموضع ج سابع ص ۳۳۴ نمبر ۱۳۳۸۰) اس اثر سے معلوم ہوا کہ زنا کی جگہ میں اختلاف ہو جائے تو حد ساقط ہو جائے گی۔اس لئے جگہ کے بارے میں بھی گواہوں سے پوچھے۔

[۲۴۴۷](۴) پس جب اس کو بیان کر دے اور وہ کہیں میں نے اس کو وطی کرتے دیکھا ہے اس کے فرج میں جیسے سلائی سرمہ دانی میں۔

**تشریح** گواہ نے اشارہ کنایہ سے زنا کی گواہی دی تو مقبول نہیں ہے بلکہ پوری وضاحت سے کہنا ہوگا کہ جیسے سلائی سرمہ دانی میں ڈالی جاتی ہے ایسا میں نے کرتے ہوئے دیکھا تب زنا کا ثبوت ہوگا۔

**وجہ** اوپر کی حدیث میں اسی طرح کے الفاظ ہیں۔کل ذلک یعرض عنه النبی ﷺ فاقبل فی الخامسة فقال انکتها ؟ قال نعم

حاشیہ : (الف) حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ماعز اسلمیؓ حضور کے پاس آئے اور اپنے اوپر چار مرتبہ گواہی دی کہ انہوں نے حرام عورت استعمال کی ہے۔ حضورؐ ہر مرتبہ اعراض فرماتے رہے۔پھر پانچویں مرتبہ متوجہ ہوئے اور پوچھا کہ کیا زنا کیا ہے؟ کہاں ہاں! پھر پوچھا یہاں تک کہ تمہارا اس کے اندر داخل ہو گیا تھا؟ کہا ہاں! جیسے سلائی سرمہ دانی میں غائب ہوتی ہے یا ڈول کنویں میں غائب ہوتا ہے؟ کہا ہاں! حضورؐ نے پوچھا جانتے ہو زنا کیا ہے؟ کہا ہاں؟ آدمی بیوی سے جو کام حلال کے طور پر کرتا ہے وہی کام یعنی وطی حرام کے طور پر کیا ہے۔آپؐ نے پوچھا اس اقرار سے تم کیا چاہتے ہو؟ فرمایا مجھے پاک کر دیجئے آپؐ نے حکم دیا جس کی بنا پر وہ رجم کر دیئے گئے (ب) آپؐ نے فرمایا تم نے چار مرتبہ زنا کے بارے میں اقرار کیا ہے لیکن یہ تو بتاؤ کہ کس کے ساتھ زنا کیا؟ کہا فلانہ کے ساتھ۔پوچھا کیا لیٹ گئے تھے؟ کہا ہاں! پوچھا کیا اس کے ساتھ مباشرت کی تھی؟ کہا ہاں! پوچھا کیا اس سے جماع کیا؟ کہا ہاں! آپؐ نے حکم دیا کہ رجم کر دیا جائے (ج) حضرت ابراہیم نے فرمایا چار آدمیوں نے ایک عورت پر زنا کی گواہی دی۔پھر مقام زنا میں اختلاف کر گئے۔بعض گواہ نے کہا کوفہ میں اور بعض نے کہا بصرہ میں۔فرمایا سب سے حد ساقط ہو جائے گی۔

**[٢٤٤٨](۵)وسأل القاضی عنهم فعدّلوا فی السرّ والعلانیة حکم بشهادتهم.**

**قال حتی غاب ذلک منک فی ذلک منها؟ قال نعم قال کما یغیب المرود فی المکحلة والرشاء فی البئر ؟ قال نعم** (الف)(ابوداؤدشریف، باب رجم ماعز بن مالک ص۶۲۰ نمبر۴۴۲۸)اس حدیث میں ہے کہ اس طرح بیان کریں کہ میں نے سلائی کو سرمہ دانی میں جس طرح ڈالتے ہیں اس طرح کرتے دیکھا ہے۔

**لغت** میل : سرمہ کی سلائی، مکحلۃ : کحل سے مشتق ہے سرمہ، مکحلۃ سرمہ رکھنے کی چیز، سرمہ دانی۔

[۲۴۴۸](۵) قاضی نے سوال کیا گواہوں کے بارے میں تو ان کو عادل بتایا خفیہ اور علانیہ تو فیصلہ کردے ان کی شہادت کے مطابق۔

**تشریح** گواہوں کی گواہی کے بعد قاضی خفیہ اور علانیہ طور پر گواہوں کی اخلاقی حالت کے بارے میں پوچھ تاچھ کرے۔ ظاہری طور پر اور باطنی طور پر دونوں طرح لوگ ان کے صلاح اور تقوی کی گواہی دیں جس کو تعدیل کہتے ہیں تو قاضی ان کی گواہی پر زنا کا فیصلہ کردے۔

**وجہ** تحقیق وتفتیش کی دلیل یہ آیت ہے۔ **یا ایها الذین آمنوا ان جائکم فاسق بنبأ فتبینوا ان تصیبوا قوما بجهالة فتصبحوا علی ما فعلتم نادمین** (ب)( آیت ۶ سورۃ الحجرات ۴۹)اس آیت سے معلوم ہوا کہ کوئی خبر آئے تو اس کی تحقیق کرنی چاہئے۔ اسی میں یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ گواہی دینے والوں کی بھی تعدیل کرنی چاہئے (۲) حضورؐ حضرت ماعز اسلمی کے بارے میں ان کی قوم سے پوچھا تھا کہ یہ کیسے ہیں۔ **عن ابن عباسؓ ان ماعز بن مالک اتی النبی ﷺ فقال انه زنی فاعرض عنه فاعاد علیه مرارا فاعرض عنه فسأل قومه امجنون هو؟ قالوا لیس به بأس** (ج)(ابوداؤدشریف، باب رجم ماعز بن مالک ص۶۲۰ نمبر۴۴۲۱رمسلم شریف، باب من اعترف علی نفسه بالزنی ص۶۶ نمبر۱۶۹۵/۴۴۳۲)اس حدیث میں حضورؐ نے حضرت ماعزؓ کی دماغی حالت کے بارے میں تعدیل کی ہے (۳) حضرت عمرؓ نے گواہوں کے بارے میں پوچھا ہے۔ **عن خرشة بن الحر قال ان شاهدین شهداعندعمر فقال لهما انی لا اعرفکما ولا یضر کما ان لا اعرفکما ائتیا بمن یعرفکما فاتاه رجل فقال بم تعرفها ؟ قال بالصلاح والامانة قال کنت جارا لهما ؟ قال لا! قال صحبتهما فی السفر الذی یسفر عن اخلاق الرجال؟ قال لا! قال فانت لاتعرفهما ائتیا بمن یعرفکما** (د)(اعلاء السنن، نمبر۴۹۶۶، باب السؤال عن الشهود، ج الخامس عشر ص۱۷۳)اس اثر سے معلوم ہوا کہ گواہوں کے بارے میں تحقیق کرے پھر صحیح معلوم ہو تو فیصلہ کرے۔

حاشیہ : (الف) ہر مرتبہ حضورؐ نے اس سے اعراض کیا پھر پانچویں مرتبہ متوجہ ہوئے اور پوچھا کیا زنا کیا ہے؟ کہا ہاں! پوچھا تمہارا اس میں مکمل غائب ہو گیا تھا؟ کہا ہاں! پوچھا جیسے سلائی سرمہ میں غائب ہوتی ہے اور ڈول کنویں میں؟ کہا ہاں! (ب) اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لے کر آئے تو اس کی تحقیق کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ کسی قوم کو لاعلمی میں کچھ کہہ دو اور تمہیں اپنے کئے پر شرمندگی ہو (ج) حضرت ماعز بن مالک حضورؐ کے پاس آئے اور کہا کہ انہوں نے زنا کیا ہے تو آپؐ نے اس سے اعراض کیا۔ انہوں نے اس بات کو کئی مرتبہ آپؐ نے پھر بھی اعراض کیا۔ پھر اس کی قوم سے پوچھا کیا یہ مجنون ہیں؟ لوگوں نے کہا ایسی کوئی بات نہیں ہے (د) خرشہ بن فرماتے ہیں کہ دو گواہوں نے حضرت عمرؓ کے پاس گواہی دی تو ان دونوں سے کہا میں تم دونوں کو پہچانتا نہیں ہوں۔ وہ ایک آدمی کو لے آئے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا ان دونوں کو کس طرح پہچانتے ہو؟ کہا یہ نیک اور امانت دار ہیں۔ پوچھا تم ان کے پڑوس میں ہو؟ کہا نہیں! پوچھا ایسے سفر میں ساتھ رہے ہو جو آدمی کے اخلاق کو ظاہر کرے؟ کہا نہیں! حضرت عمرؓ نے فرمایا تم ان دونوں کو پہچانتے نہیں ہو۔ تم دونوں ایسے لوگوں کو لاؤ جو تمہیں پہچانتے ہو۔

**[۲۴۴۹] (۶) والاقرار ان یقر البالغ العاقل علی نفسه بالزنا اربع مرات فی اربعة مجالس**

**لغت** عدلو : تعدیل کرنا، گواہوں کے بارے میں پوچھنا کہ یہ اچھے لوگ ہیں یا اچھے لوگ نہیں ہیں۔

[۲۴۴۹] (۶) اور اقرار کی شکل یہ ہے کہ اقرار کرے بالغ عاقل آدمی اپنی ذات پر زنا کا چار مرتبہ چار مجلسوں میں اقرار کرنے والے کی مجلسوں میں۔ جب جب اقرار کرے قاضی اس کو رد کردے۔

**تشریح** اوپر چار گواہوں کے ذریعہ زنا کے ثبوت کا طریقہ تھا۔ اب یہ طریقہ بیان کیا جا رہا ہے کہ اقرار کرنے والا خود اپنی ذات پر زنا کا اقرار کر رہا ہے۔ تو اس کے لئے بھی ضروری ہے کہ چار مرتبہ اقرار کرے اور ہر بار اقرار کرنے والے کی مجلس بدل جائے۔ یعنی چار مرتبہ چار الگ الگ مجلسوں میں اقرار کرے۔ اور قاضی ہر بار اس کے اقرار کو رد کردے کہ شاید تم نے دیکھا ہوگا یا بھینچا ہوگا۔

**وجہ** حدیث میں ہے کہ حضرت ماعزؓ نے چار مرتبہ اقرار کیا اور چار مجلسوں میں کیا۔ **ان ابا هريرة قال اتى رسول الله ﷺ رجل من الناس وهو في المسجد فناداه يا رسول الله ! انی زنیت یرید نفسه فاعرض عنه النبی ﷺ فتنحی لشق وجهه الذی اعرض عنه فقال یا رسول الله ! انی زنیت فاعرض عنه فجاء لشق وجه النبی ﷺ الذی اعرض عنه فلما شهد علی نفسه اربع شهادات دعاه النبی ﷺ فقال ابک جنون ؟** (الف) (بخاری شریف، باب سوال الامام المقر هل احصنت ص ۱۰۰۸ نمبر ۶۸۲۵ رمسلم شریف، باب من اعترف علی نفسه بالزنی ص ۶۶ نمبر ۱۶۹۲/۱۶۹۵) اس حدیث میں چار مرتبہ چار جانب سے حضرت ماعز آئے جس کا مطلب یہ ہوا کہ چار مجلسوں میں چار مرتبہ اقرار کرے تب فیصلہ کریں گے (۲) یہ اقرار بھی گواہ کی طرح ہے۔ اور اوپر آیت گزری کہ چار گواہ چاہئے۔ اسی طرح زنا کے اقرار کے لئے بھی چار مرتبہ اقرار کرنا چاہئے۔ اور ہر بار رد کرنے کی دلیل بھی حدیث میں گزر گئی۔ ابو داؤد شریف کی حدیث میں یہ لفظ بھی ہے۔ **عن ابن عباس قال جاء ماعز بن مالک الی النبی ﷺ فاعترف بالزنا مرتین فطرده** (ب) (ابو داؤد شریف، باب رجم ماعز بن مالک ص ۲۶۰ نمبر ۴۴۲۶) اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے دو مرتبہ حضرت ماعزؓ کو ہٹا دیا۔

**فائدہ** امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ چار مرتبہ اقرار ہو تو اچھا ہے ورنہ ایک مرتبہ اقرار کرلے تب بھی زنا کا ثبوت ہو جائے گا۔

**وجہ** حدیث میں ہے کہ ایک عورت نے ایک مرتبہ زنا کا اقرار کیا تو اس کو رجم کیا گیا۔ **عن ابی هريرة وزید بن خالد قالا ... واغد یا انیس علی امرأة هذا فان اعترفت فارجمها فغدا علیها فاعترفت فرجمها** (ج) (بخاری شریف، باب الاعتراف بالزنا ص

حاشیہ : (الف) حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ لوگوں میں سے ایک آدمی حضورؐ کے پاس آیا۔ آپؐ مسجد میں تھے۔ آپ کو پکارا یا رسول اللہ! میں نے زنا کیا ہے۔ آپؐ نے اعراض کیا تو وہ دوسری جانب سے آئے پھر کہا یا رسول اللہ! میں نے زنا کیا۔ آپؐ نے اعراض کیا۔ آپؐ نے جدھر چہرہ گھمایا تھا وہ اسی جانب آئے۔ پس چار مرتبہ شہادت دی تو آپؐ نے ان کو بلایا اور پوچھا کیا تم کو جنون تو نہیں ہے؟ (ب) حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ حضرت ماعز بن مالکؓ حضورؐ کے پاس آئے اور زنا کا دو مرتبہ اعتراف کیا تو آپؐ نے ان کو ٹال دیا (ج) یزید بن خالد فرماتے ہیں کہ ... اے انیس اس عورت کے پاس جاؤ اگر وہ زنا کا اقرار کرے تو اس کو رجم کر دینا۔ حضرت انس ان کے پاس گئے، عورت نے اقرار کیا تو حضرت انس نے ان کو رجم کیا۔

**من مجالس المقر کلما اقرَّ ردَّہ القاضی[۲۴۵۰] (۷)فاذا تم اقرارہ اربع مرات سألہ القاضی عن الزنا ماھو وکیف ھو واین زنی وبمن زنی فاذا بین ذلک لزمہ الحد[۲۴۵۱] (۸)فان کان الزانی محصنا رجمہ بالحجارۃ حتی یموت [۲۴۵۲](۹)یخرجہ الی ارض**

۱۰۰۸نمبر۶۸۲۷رمسلم شریف، باب من اعترف علی نفسہ الزنا ص ۶۶ نمبر ۱۶۹۸)اس حدیث میں عورت نے ایک مرتبہ زنا کا اعتراف کیا تو رجم کی گئی۔جس سے معلوم ہوا کہ ایک مرتبہ اعتراف کرنے سے بھی زنا کا ثبوت ہو جائے گا۔

[۲۴۵۰](۷)پس جب اس کا اقرار چار مرتبہ پورا ہو جائے تو قاضی اس کو زنا کے بارے میں پوچھے کہ زنا کیا ہوتا ہے،وہ کیسے ہوتا ہے اور کہاں ہوا،کس کے ساتھ کیا۔پس جب اس کو بیان کردے تو اس کو حد لازم ہوگی۔

**تشریح** اقرار کرنے والا چار مرتبہ اقرار کرلے تو قاضی اقرار کرنے والے کو زنا کی حقیقت پوچھے۔یہ بھی پوچھے کہ وہ کیسے ہوتا ہے؟ یہ بھی پوچھے کہ وہ کہاں ہوا،کیونکہ اس کے اختلاف سے حد ساقط ہو جائے گی۔کس کے ساتھ کیا،کیونکہ ممکن ہے کہ اقرار کرنے والا یہ سمجھے کہ فلاں کے ساتھ زنا کرنے سے حد لازم ہوگی حالانکہ بیٹے کی باندی سے زنا کرے تو حد لازم نہیں ہوتی ہے۔ان ساری باتوں کا جواب صحیح صحیح دے دے تو قاضی زنا کا فیصلہ کرے گا۔

[۲۴۵۱](۸)اگر زنا کرنے والا محصن ہے تو اس کو پتھر سے رجم کریں گے یہاں تک کہ وہ مرجائے۔

**تشریح** آدمی (۱) عاقل ہو (۲) بالغ ہو (۳) شادی شدہ ہو (۴) آزاد ہو (۵) مسلمان ہو تو اس کو محصن کہتے ہیں۔پس اگر محصن آدمی زنا کرے تو اس کو سو کوڑے نہیں لگیں گے بلکہ پتھر سے مار مار کے ہلاک کر دیا جائے گا۔

**وجہ** حضرت ماعزؓ اور حضرت غامدیہ محصن تھے اس لئے ان کو پتھر مار کر ہلاک کیا۔حدیث میں ہے۔ان ابا ھریرۃ قال اتی رسول اللہ رجل من الناس ... فقال احصنت ؟ قال نعم یا رسول اللہ ! قال اذھبوہ فارجموہ (الف)(بخاری شریف،باب سوال الامام المقر ھل احصنت ؟ص ۱۰۰۸نمبر ۶۸۲۵رمسلم شریف،باب من اعترف علی نفسہ بالزنی ج ثانی ص۶۶ نمبر۱۶۹۲)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زانی محصن ہو تو رجم کیا جائے گا ورنہ تو زنا کے ثبوت کے بعد سو کوڑے لگیں گے۔

[۲۴۵۲](۹)زنا کرنے والے کو میدان کی طرف نکالے اور پہلے گواہ رجم کرنا شروع کرے پھر امام پھر لوگ۔پس اگر گواہ شروع کرنے سے رک جائیں تو حد ساقط ہو جائے گی۔

**تشریح** اگر گواہ کی گواہی کی وجہ سے زنا کا ثبوت ہوا ہو تو پہلے گواہ پتھر مارنا شروع کرے۔پھر امام پتھر مارے۔پھر لوگ پتھر مار کر ہلاک کرے۔اور اگر گواہ پتھر نہ مارے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ گواہی دینے میں خامی ہے اس لئے حد ساقط ہو جائے گی۔

**وجہ** میدان کی طرف لے جانے کی وجہ یہ ہے کہ لوگوں کو پتھر مارنے میں آسانی ہو اور لوگوں کو خون نہ لگے (۲) حدیث میں اس کا ثبوت ہے۔

حاشیہ : (الف)حضورؐ کے پاس لوگوں میں سے ایک آدمی آیا...آپؐ نے پوچھا کیا تم محصن ہو؟ کہا ہاں!اے اللہ کے رسول! آپؐ نے فرمایا جاؤ اس کو رجم کرو۔

**فضاء یبتدئ الشھود برجمہ ثم الامام ثم الناس فان امتنع الشھود من الابتداء سقط**

**اخبرنی من سمع جابرا قال کنت فیمن رجمہ فرجمناہ بالمصلی فلما اذ لقتہ الحجارۃ جمز حتی ادرکناہ بالحرۃ فرجمناہ** (الف) (بخاری شریف، باب سوال الامام المقر ھل احصنت ؟ص ۱۰۰۸ نمبر ۶۸۲۶) اس حدیث میں ہے کہ حضرت ماعز کو عیدگاہ کی طرف لے گئے جو مدینے سے باہر تھی اور مقام حرہ میں پتھر مارا جس سے معلوم ہوا کہ میدان کی طرف لے جائے۔ پہلے گواہ پتھر مارے پھر امام مارے پھر لوگ مارے اس کی دلیل یہ اثر ہے۔ **فقال لھا علیؓ... یا ایھا الناس ان اول الناس یرجم الزانی الامام اذا کان الاعتراف. واذا شھد اربعۃ شھداء علی الزنا اول الناس یرجم الشھود بشھادتھم علیہ ثم الامام ثم الناس ثم رماھا بحجر وکبر** (ب) (مصنف عبد الرزاق، باب الرجم والاحصان ج سابع ص ۳۲۶ نمبر ۱۳۳۵۰ رسنن للبیہقی، باب من اعتبر حضور الامام والشھود وبدایۃ الامام بالرجم الخ ج ثامن، ص ۳۸۳ نمبر ۱۶۹۶۲ رمصنف ابن ابی شیبۃ ،نمبر ۲۸۸۰۸) اس اثر سے معلوم ہوا کہ گواہی سے زنا ثابت ہوا ہو تو پہلے گواہ سنگسار کریں گے پھر امام پھر لوگ۔ اور زانی کے اعتراف سے ثابت ہوا ہو تو پہلے امام پھر لوگ (۲) ابوداؤد میں اس کا ذکر ہے۔ **حدثنا زکریا بن سلیم باسنادہ نحوہ زاد ثم رماھا بحصاۃ مثل الحمصۃ ثم قال ارموا واتقوا الوجہ** (ج) (ابوداؤد شریف، باب فی المرأۃ التی امر النبی ﷺ برجمھا من جھینۃ ص ۲۶۱ نمبر ۴۴۴۴) اس حدیث میں ہے کہ حضور جو امام وقت تھے پہلے انہوں نے حضرت غامدیہ کو کنکری ماری پھر باقی لوگوں کو کنکری مارنے کا حکم دیا جس سے معلوم ہوا کہ اعتراف کی شکل میں پہلے امام کنکری مارے۔

اگر گواہ پہلے پتھر مارنے سے رک جائے تو یہ ممکن ہے کہ گواہی دینے میں کوئی شبہ ہو اور شبہ سے حد ساقط ہو جاتی ہے اس لئے حد ساقط ہو جائے گی۔

**فائدہ** امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ گواہوں کا پہلے مارنا ضروری نہیں ہے مارے تو اچھا ہے اور نہ مارے تو حد ساقط نہیں ہوگی۔

**وجہ** (۱) حضرت ماعزؓ والی حدیث میں حضورؐ نے دوسروں کو مارنے کے لئے فرمایا خود امام نے نہیں مارا۔ حدیث میں ہے۔ **قال نعم یا رسول اللہ !قال اذھبوا فارجموہ** (د) (بخاری شریف، باب سوال الامام المقر ھل احصنت ؟ص ۱۰۰۸ نمبر ۶۸۲۵ رمسلم شریف، باب من اعترف علی نفسہ بالزنی ص ۶۶ نمبر ۱۶۹۲) اس حدیث میں حضورؐ نے رجم کی ابتدا نہیں کی اس کے باوجود رجم کیا گیا جس سے معلوم ہوا کہ گواہ کو مارنا ضروری نہیں ہے، البتہ مارے تو اچھا ہے (۳) خادم کے مسئلے میں بھی حضورؐ نے حضرت انس کو فرمایا کہ جاؤ عورت اعتراف کرے تو رجم کر دینا۔ اور عورت نے اعتراف کیا تو رجم کر دیا جس میں حضورؐ شامل نہیں ہوئے۔ حدیث کا ٹکڑا یہ ہے۔ **واغد یا انیس علی**

حاشیہ : (الف) حضرت جابر فرماتے ہیں کہ میں رجم کرنے والوں میں سے تھا تو ہم نے عیدگاہ کے قریب رجم کیا۔ پس جب ان کو پتھر لگا تو وہ بھاگے یہاں تک کہ ان کو مقام حرہ پر پایا پھر ہم نے ان کو رجم کیا (ب) حضرت علیؓ نے ان سے کہا... اے لوگو! زانی کو سب سے پہلے امام رجم کرے اگر اقرار کیا ہو۔ اور اگر چار آدمیوں نے زنا پر گواہی دی ہو تو لوگوں میں سب سے پہلے گواہ رجم کریں ان پر گواہی دینے کی وجہ سے، پھر امام، پھر لوگ رجم کریں یہ کہہ عورت کو پتھر مارا اور تکبیر کہی (ج) پھر عورت کو حضرت علی نے چنے کے برابر کنکری ماری پھر کہا تم لوگ پتھر مارو، ہاں! چہرے پر نہ مارنا (د) حضرت ماعزؓ نے فرمایا ہاں یا رسول اللہ! کہا جاؤ ان کو رجم کرو۔

**الحد[۲۴۵۳] (۱۰) وان کان الزانی مقرًّا ابتدأ الامام ثم الناس [۲۴۵۴](۱۱) ویغسل ویکفن ویصلی علیہ [۲۴۵۵](۱۲) وان لم یکن محصنا وکان حرا فحدہ مائة جلدة.**

امرأة ھذا فان اعترفت فارجمھا فغدا علیھا فاعترف فرجمھا (الف) (بخاری شریف، باب الاعتراف بالزنا ص ۱۰۰۸ نمبر ۶۸۲۷ رمسلم شریف، من اعترف علی نفسہ بالزنی ص ۶۶ نمبر ۱۶۹۸) اس حدیث میں حضرت انسؓ نے رجم کیا اور خود حضورؐ نے پتھر مارنا شروع نہیں کیا۔ جس سے معلوم ہوا کہ گواہ یا امام پہلے پتھر نہ مارے تو حد ساقط نہیں ہوگی۔

[۲۴۵۳] (۱۰) پس اگر زنا کرنے والے نے اقرار کیا ہو تو امام شروع کرے پھر لوگ۔

**تشریح** زنا کرنے والے نے زنا کا اقرار کیا ہو اور اس کی وجہ سے زنا کا ثبوت ہوا ہو تو امام پہلے پتھر مارے پھر لوگ ماریں گے۔

**وجہ** اوپر حدیث گزری کہ پہلے حضورؐ نے غامدیہ کو کنکری ماری پھر لوگوں کو مارنے کا حکم دیا۔ حدیث میں ہے۔ زاد ثم رماھا بحصاة مثل الحمصة ثم قال ارموا واتقوا الوجہ (ب) (ابوداؤد شریف۔ باب فی المرأة التی امر النبی ﷺ برجمھا من جھینة ص ۲۶۱ نمبر ۴۴۴۴) (۲) اور حضرت علی کا اثر پہلے گزر گیا۔ (سنن للبیھقی، نمبر ۱۶۹۶۳ رمصنف ابن ابی شیبة، نمبر ۲۸۸۰۸ رمصنف عبد الرزاق، نمبر ۱۳۳۵۰) جس سے معلوم ہوا کہ پہلے امام پھر لوگ پتھر ماریں گے۔

[۲۴۵۴] (۱۱) اور غسل دیا جائے گا اور کفن دیا جائے گا اور اس پر نماز پڑھی جائے گی۔

**تشریح** زنا کے گناہ کی سزا پا چکا ہے تاہم وہ مومن ہو کر مرا ہے اس لئے عام مسلمانوں کی طرح اس کو غسل دیا جائے گا، کفن بھی دیا جائے گا اور اس پر نماز بھی پڑھی جائے گی اور دفن بھی کیا جائے گا۔

**وجہ** حدیث میں ہے کہ غامدیہ اور حضرت ماعز پر نماز پڑھی گئی۔ ثم امر بھا فصلی علیھا ودفنت (ج) (مسلم شریف، باب من اعترف علی نفسہ بالزنی، ص ۶۶ نمبر ۱۶۹۵ ر۴۴۳۲ ربخاری شریف، باب الرجم بالمصلی ص ۱۰۰۷ نمبر ۶۸۲۰ رابوداؤد شریف، باب فی المرأة التی امر النبی ﷺ برجمھا من جھینة ص ۲۶۱ نمبر ۴۴۴۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رجم کے بعد اس پر نماز پڑھی جائے گی اور دفن کیا جائے گا۔ تو غسل اور کفن بھی دیئے جائیں گے۔ ابوداؤد شریف میں غامدیہ کے بارے میں ہے فامر بہ علی غسلہ وتکفینہ ودفنہ (ابوداؤد شریف، باب رجم ماعز بن مالک، ص ۲۶۱، نمبر ۴۴۳۵)

[۲۴۵۵] (۱۲) محصن نہ ہو اور آزاد ہو اس کی حد سو کوڑے ہیں۔

**وجہ** آیت میں ہے۔ الزانیة والزانی فاجلدوا کل واحد منھما مائة جلدة (آیت ۲ سورة النور ۲۴) اس آیت میں زانی مرد اور زانیہ عورت کو سو کوڑے مارنے کا حکم ہے۔ لیکن حدیث کی بنا پر محصن اس سے الگ ہو گیا۔ اس لئے غیر محصن کو سو کوڑے ہی لگیں گے (۱) حدیث میں ہے کہ غیر محصن کو سو کوڑے لگیں گے۔ عن زید بن خالد الجھنی قال سمعت النبی ﷺ یأمر فیمن زنی ولم یحصن جلد

حاشیہ : (الف) اے انیس اس عورت کے پاس جاؤ اگر وہ اعتراف کرے تو اس کو رجم کر دینا۔ وہ ان کے پاس گئے۔ انہوں نے اعتراف کیا تو حضرت انس نے عورت کو رجم کیا (ب) پھر عورت کو چنے کے برابر کنکری سے مارا پھر فرمایا لوگو! مارو لیکن چہرے پر نہ مارنا (ج) پھر حکم دیا تو حضرت غامدیہ پر نماز پڑھی اور دفن کیا۔

[۲۴۵۶][۱۳)یامر الامام بضربه بسوط لاثمرة له ضربا متوسطا .[۲۴۵۷][۱۴)تنزع

مائة وتغریب عام(الف)(بخاری شریف، باب البکر ان یجلد ان وینفیان ص۱۱۰۱نمبر۶۸۳۱رمسلم شریف، باب من اعترف علی نفسہ بالزنی ص۶۶نمبر۱۶۹۸)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ محصن نہ ہوتو سو کوڑے لگیں گے۔

[۲۴۵۶](۱۳)امام حکم دے گا مارنے کا ایسے کوڑے سے جس میں گرہ نہ ہو متوسط مار۔

تشریح حدزنا، حدشراب، حدقذف وغیرہ جن میں مجرم کو کوڑے مارے جاتے ہیں تو ایسے کوڑے مارے جاتے ہیں جو بہت سخت نہ ہو اور نہ بہت نرم ہو بلکہ درمیانہ قسم کا ہوتا کہ تنبیہ بھی ہو اور آدمی زیادہ زخمی نہ ہو۔

وجہ مرسل حدیث میں ہے۔عن یحیی بن ابی کثیر ان رجلا جاء الی النبی ﷺ فقال یا رسول الله انی اصبت حدا فاقمہ علی فدعا رسول الله ﷺ بسوط جدید علیه ثمرته فقال لا سوط دون هذا فاتی بسوط مکسور العجز فقال لا، سوط فوق هذا فاتی بسوط بین السوطین فامر به فجلد (ب)(مصنف عبدالرزاق، باب ضرب الحدود وهل ضرب النبی ﷺ بالسوط؟ ج سابع ص ۳۶۹ نمبر ۱۳۵۱۵ رمصنف ابن ابی شیبۃ ۱۰۰، ماجاء فی الضرب فی الحدج خامس ص ۵۲۴ نمبر ۲۸۶۶۴)اس حدیث مرسل سے معلوم ہوا کہ درمیانہ کوڑے سے مارے۔ بہت طاقت سے نہ مارے اور نہ بہت آہستہ مارے۔

وجہ اثر میں ہے۔شهدت ابا برزة اقام الحد علی امة له فی دهلیزه وعنده نفر من اصحابه فقال اجلدها جلدا بین الجلدین ولیس بالممطی ولا بالتخفیف (ج)(مصنف ابن ابی شیبۃ ۱۰۱ ماجاء فی الضرب فی الحدج خامس ص ۵۲۴ نمبر ۲۸۶۶۷ر مصنف عبدالرزاق، باب ضرب الحدود وهل ضرب النبی ﷺ بالسوط؟ ج سابع ص ۳۷۰ نمبر ۱۳۵۱۶)اس اثر سے معلوم ہوا کہ درمیانہ مار مارے۔ایک روایت میں ہے کہ کوڑے کا اگلا حصہ پتھر سے چور کر دے۔ثم یدق بین حجرین حتی یلین(مصنف ابن ابی شیبۃ ۱۰۰، فی السوط من یأ مر به ان یدق ج خامس ص ۵۲۵ نمبر ۲۸۶۷۴)

[۲۴۵۷](۱۴) کپڑے اس کے بدن سے اتروا دے۔

تشریح اگر مرد ہے تو ستر پر کپڑا رکھے باقی کپڑوں کو اتروا کر کوڑا مارے۔ستر نہ کھولے کیونکہ ستر کھولنا حرام ہے۔

وجہ کپڑا اس لئے اتارے کہ مناسب مار لگے۔خاص طور پر موٹا کپڑا اتروالے(۲)اثر میں ہے۔عن قتادة قال یجلد القاذف والشارب وعلیهما ثیابهما وینزع عن الزانی ثیابه حتی یکون فی ازاره (د)(مصنف عبدالرزاق، باب وضع الرداء ج سابع

حاشیہ : (الف)حضورؐ نے حکم دیا کہ جس نے زنا کیا اور محصن نہیں ہے تو سو کوڑے لگائے اور ایک سال قید(ب)یحیی بن ابی کثیر فرماتے ہیں کہ ایک آدمی حضورؐ کے پاس آیا اور کہا یا رسول اللہ میں نے حد کا کام کر لیا ہے اس لئے اس کو میرے او پر قائم کریں۔تو حضورؐ نے نیا کوڑا منگوایا اس پر گرہ تھا۔آپؐ نے فرمایا یہ نہیں اس سے کم کا۔پھر گرہ ٹوٹا ہوا کوڑا لایا۔آپؐ نے فرمایا یہ بھی نہیں اس سے تھوڑا اچھا۔پھر ان دونوں کے درمیانی کوڑا لایا گیا۔آپؐ نے اس سے کوڑا لگانے کا حکم دیا(ج)میں حاضر تھا کہ حضرت ابو برزہ نے ایک باندی پر دہلیز میں حد قائم کی۔ان کے پاس کچھ صحابہ تھے۔فرمایا اس کو درمیانی کوڑے لگاؤ نہ کھینچ کر کے نہ آہستہ(د)حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں کہ زنا کی تہمت لگانے والے اور شراب پینے والے کو اس طرح کوڑے مارے کہ ان پر کپڑا ہو۔اور زانی سے کپڑا اتروالے یہاں تک (باقی اگلے صفحہ پر)

**عنـه ثیـابه[۲۴۵۸] (۱۵)ویفرق الضرب علی اعضائه الا رأسه ووجهه وفرجه[۲۴۵۹] (۱۶)وان کان عبدا جلده خمسین وکذلک الامة.**

ص۳۷۴ نمبر ۱۳۵۲۸ ارمصنف ابن ابی شیبۃ ۳۸ فی الزانیۃ والزانی یخلع عنھما ثیابھما اویضر بان فیھما ج خامس ص۴۹۲ نمبر ۲۸۳۲۰) اس اثر سے معلوم ہوا کہ مرد کے جسم سے زائد کپڑے اتروالئے جائیں گے۔ البتہ عورت کے کپڑے نہیں اتارے جائیں گے کیونکہ اس کا پورا جسم ستر ہے۔

وجہ غامدیہ کی حدیث میں ہے۔ **فامر بھا النبی ﷺ فشکت علیھا ثیابھا ثم امر بھا فرجمت** (الف) (ابوداؤد شریف، باب فی المرأۃ التی امر النبی ﷺ برجمھا من جھینۃ ص ۲۶۱ نمبر ۴۴۴۰) اس حدیث میں ہے کہ عورت پر پورا کپڑا باندھا پھر رجم کی گئی (۲) **عن معمر قال بلغنی ان المرأۃ تضرب قاعدۃ علیھا ثیابھا فی الحد** (ب) (مصنف عبد الرزاق، باب ضرب المرأۃ ج سابع ص ۳۷۵ نمبر ۱۳۵۳۴ ارمصنف ابن ابی شیبۃ ۳۸ فی الزانیۃ والزانی یخلع عنھما ثیابھما اویضر بان فیھا ص ۴۹۲ نمبر ۲۸۳۱۸) اس اثر سے معلوم ہوا کہ عورت پر کپڑا باندھ کر حد لگائے۔

[۲۴۵۸] (۱۵) اور متفرق کئے جائے ضرب اس کے اعضاء پر سوائے اس کے سر اور چہرہ اور شرمگاہ کے۔

تشریح جسم کے ایک حصے پر تمام ضربیں نہ ماریں بلکہ الگ الگ عضو پر مارے، البتہ سر، چہرہ اور شرم گاہ پر نہ مارے۔

وجہ اثر میں ہے۔ **قال اتی علیا رجل فی حد فقال اضرب واعط کل عضو حقه واجتنب وجهه ومذاکیره** (ج) (مصنف عبد الرزاق، باب ضرب الحدود وھل ضرب النبی ﷺ بالسوط؟ ج سابع ص ۳۷۰ نمبر ۱۳۵۱۷) اس اثر سے معلوم ہوا کہ مختلف اعضاء پر کوڑا مارے، البتہ چہرہ، شرمگاہ اور سر پر نہ مارے کیونکہ یہ نازک اعضاء ہیں۔

[۲۴۵۹] (۱۶) اگر غلام ہو تو اس کو پچاس کوڑے مارے اور ایسے ہی باندی۔

تشریح آزاد زنا کرے تو اس کو سو کوڑے لگتے ہیں اور غلام یا باندی زنا کرے تو اس کا آدھا ہوگا یعنی پچاس کوڑے لگیں گے۔

وجہ آیت میں ہے۔ **فان اتین بفاحشة فعلیهن نصف ما علی المحصنات من العذاب** (د) (آیت ۲۵ سورۃ النساء ۴) اس آیت سے معلوم ہوا کہ غلام باندی پر آزاد سے آدھی سزا ہے (۲) اثر میں ہے۔ **امرنی عمر بن الخطابؓ فی فتیة من قریش فجلدنا ولائد من ولائد الامارة خمسین خمسین فی الزنا** (ہ) (سنن للبیہقی ۳۴ باب ماجاء فی حد المما لک ج خامس ص ۴۹۷ نمبر ۱۷۰۸۹ ارمصنف ابن ابی شیبۃ ۴۸ فی الامۃ والعبد یزنیان ج خامس، ص ۴۲۲، نمبر ۲۸۳۷۵) اس اثر سے معلوم ہوا کہ باندی اور غلام کو زنا میں پچاس کوڑے

---

حاشیہ : (پچھلے صفحہ سے آگے) کہ صرف لنگی میں ہو (الف) آپ نے حضرت غامدیہ کو حکم دیا کہ اس پر کپڑا اچھی طرح باندھ دے، پھر حکم دیا کہ وہ رجم کر دی جائے (ب) حضرت معمرؒ فرماتے ہیں کہ حد میں عورت کو بٹھا کر مارے، اس پر کپڑا بھی ہو (ج) حضرت علیؓ کے پاس حد کے لئے ایک آدمی لایا گیا تو آپ نے فرمایا ہر عضو کو اس کا حق دو یعنی ہر عضو پر مارو، چہرہ اور ذکر کو چھوڑ کر (د) پس اگر فاحشہ کام کیا ہو تو اس پر پاکدامن آزاد سے آدھا عذاب ہے (ہ) ہمیں عمرؓ نے حکم دیا قریش کے کچھ جوانوں کے ساتھ تو امارت کے باندیوں میں سے کچھ باندیوں کو حد زنا لگایا پچاس پچاس کوڑے۔

**[۲۴۶۰] (۱۷) فان رجع المقر عن اقراره قبل اقامة الحد عليه او فى وسطه قبل رجوعه خلى سبيله [۲۴۶۱] (۱۸) ويستحب للامام ان يلقّن المقرَّ الرجوع ويقول له لعلك لمست او قبلت.**

لگیں گے۔ یہ آزاد کی حد زنا سو کوڑے کا آدھا ہے۔

[۲۴۶۰] (۱۷) اگر اقرار کرنے والا اپنے اقرار سے رک جائے اس پر حد قائم ہونے سے پہلے یا اس کے درمیان تو اس کا رجوع کرنا قبول کیا جائے گا اور اس کو چھوڑ دیا جائے گا۔

**تشریح** چار مرتبہ اقرار کرنے کی وجہ سے زنا ثابت ہوا تھا۔ حد قائم کرنے سے پہلے یا حد قائم ہونے کے درمیان اپنے اقرار سے رجوع کر جائے تو اس کا رجوع کرنا قبول کیا جائے گا اور اس کو چھوڑ دیا جائے گا۔

**وجہ** حدیث میں ہے۔ **فذكروا ذلك لرسول الله ﷺ انه فرَّ حين وجد مس الحجارة ومس الموت فقال رسول الله ﷺ هلا تركتموه** (الف) (ترمذی شریف، باب ماجاء فی درء الحد عن المعترف اذا رجع ص ۲۶۳ نمبر ۱۴۲۸) ابوداؤد شریف میں یہ بھی ہے۔ **هلا تركتموه لعله ان يتوب فيتوب الله عليه** (ابوداؤد شریف، باب رجم ماعز بن مالک ص ۲۵۸، نمبر ۴۴۱۹) اس حدیث میں ہے کہ تم نے حضرت ماعز کو چھوڑ کیوں نہ دیا۔ اگر وہ توبہ کر لیتے اور اقرار سے رجوع کر لیتے تو اللہ ان کی توبہ قبول کر لیتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ مقر رجوع کر لے تو حد ساقط ہو جائے گی (۲) اثر میں ہے۔ **عن عبد الله بن شداد ان امرأة رفعت الى عمر اقرت بالزنا اربع مرات فقال ان رجعت لم نقم عليك فقالت لا يجتمع على امران** (ب) مصنف ابن ابی شیبۃ ۱۲۷ فی الرجل والمرأۃ یقران بالحد ثم ینکرانہ ج خامس ص ۵۴۰ نمبر ۲۸۸۲۱) اس اثر سے معلوم ہوا کہ اقرار کے بعد انکار کر دے تو حد ساقط ہو جائے گی۔

[۲۴۶۱] (۱۸) امام کے لئے مستحب ہے کہ اقرار کرنے والے کو رجوع کی تلقین کرے اور اس سے کہے شاید تم نے چھویا ہوگا یا بوسہ لیا ہوگا۔

**تشریح** جب حضرت ماعزؓ زنا کا اقرار کرنے تشریف لائے تو آپؐ نے رجوع کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا تھا شاید تم نے بوسہ لیا تھا، شاید تم نے بھینچا تھا، شاید تم نے صرف دیکھا تھا۔ حدیث یہ ہے۔ **عن ابن عباسؓ قال لما اتى ماعز ابن مالك النبى ﷺ قال له لعلك قبلت او غمزت او نظرت ؟قال لا ياسول الله !** (ج) (بخاری شریف، باب ھل یقول الامام للمقر لعلک لمست اوغمزت؟ (۱۰۰۸ نمبر ۶۸۲۴ / ابوداؤد شریف، باب رجم ماعز بن مالک ص ۲۶۰ نمبر ۴۴۲۷) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امام کے لئے مستحب ہے کہ رجوع کی تلقین کرے۔

---

حاشیہ : (الف) لوگوں نے حضورؐ کے سامنے تذکرہ کیا کہ جب پتھر کی مار پڑی اور موت نظر آئی تو حضرت ماعز بھاگے تو حضورؐ نے فرمایا تم اس کو چھوڑ کیوں نہ دیئے؟ (ب) عبد اللہ بن شداد فرماتے ہیں کہ ایک عورت کا معاملہ حضرت عمرؓ کے پاس لے گئے جس نے چار مرتبہ زنا کا اقرار کیا تو انہوں نے فرمایا اگر تم اقرار سے رجوع کر جاؤ تو تم پر حد جاری نہیں کریں گے۔ تو عورت نے کہا مجھ پر دو معاملے جمع نہیں ہو سکتے (ج) حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں جب حضرت ماعزؓ حضورؐ کے پاس آئے تو آپؐ نے ان کو ٹالنے کے لئے کہا شاید بوسہ لیا ہوگا یا بھینچا ہوگا یا دیکھا ہوگا۔ فرمایا نہیں یا رسول اللہ!

**[۲۴۶۲](۱۹)والرجل والمرأۃ فی ذلک سواء غیر ان المرأۃ لاتنزع عنها ثیابها الا الفرو والحشو[۲۴۶۳] (۲۰)وان حفر لها فی الرجم جاز [۲۴۶۴](۲۱)ولا یقیم**

---

لغت یلقن : تلقین کرے، رجوع کرنے کا اشارہ کرے۔ قبلت : بوسہ لیا ہے۔

[۲۴۶۲](۱۹)مرد اور عورت حد کے بارے میں برابر ہیں مگر یہ کہ عورت کے کپڑے نہیں اتارے جائیں گے سوائے پوستین اور موٹے کپڑے کے

تشریح حد کی صفات اور مرد اور عورت کو پوچھنے کے بارے میں دونوں کے احکام برابر ہیں۔البتہ حد لگاتے وقت مرد کے جسم پر کپڑا نہیں ہونا چاہئے اور عورت کے جسم پر کپڑا ہو۔البتہ موٹا کپڑا اور کوٹ وغیرہ نہ ہو۔

وجہ عورت کا پورا جسم ستر ہے اس لئے پورے جسم پر پتلا کپڑا ہوتا کہ حد لگاتے وقت ستر نہ کھلے۔اور موٹے کپڑے پر کوڑے کی ضرب نہیں لگے گی اس لئے موٹے کپڑے اتار لئے جائیں(۲) حدیث میں ہے کہ حضرت غامدیہ کو رجم کیا تو کپڑا اچھی طرح باندھ دیا۔روایت ہے۔**عن عمران بن حصین ان امرأۃ من جهینة اتت نبی الله ... فامر بها نبی الله ﷺ فشکت علیها ثیابها ثم امر بها فرجمت** (الف)(مسلم شریف، باب من اعترف علی نفسہ بالزنی ص ۶۲ نمبر ۱۶۹۶/ابوداؤد شریف، باب فی المرأۃ التی امر النبی ﷺ برجمها من جهینة ص ۲۶۱ نمبر ۴۴۴۰)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت پر کپڑا باندھ کر حد لگائے یا رجم کرے۔اثر میں ہے۔**عن الحسن ان امرأة من الضبیریین شنت فالبسها اهلها درعا من حدید فرفعت الی علیؓ فضربها وهو علیها** (ب)(مصنف ابن ابی شیبة ۳۸ فی الزانیة والزانی یخلع عنهما ثیابهما او یضربان فیها؟ ج خامس ص ۴۹۲ نمبر ۲۸۳۱۸)اس اثر سے معلوم ہوا کہ عورت کے جسم پر کپڑا ہو اسی حال میں حد لگائے۔

لغت الفرد : پوستین۔ الحشو : موٹا کپڑا۔

[۲۴۶۳](۲۰)اور اگر عورت کے لئے رجم میں گڑھا کھودے تو جائز ہے۔

تشریح چونکہ رجم کر کے مار دینا ہے اس لئے ستر نہ کھلے اس لئے گڑھا کھودے اور رجم کرے تو بہتر ہے۔

وجہ حدیث میں ہے کہ حضرت غامدیہ کو رجم کرتے وقت سینے تک گڑھا کھودا ہے۔**قال فجاءت الغامدیة فقالت ... ثم امر بها فحفر لها الی صدرها وامر الناس فرجموها** (ج)(مسلم شریف، باب من اعترف علی نفسہ بالزنی ص ۶۶، نمبر ۱۶۹۵)/ابوداؤد شریف، باب فی امرأۃ التی امر النبی ﷺ برجمها من جهینة ص ۲۶۱، نمبر ۴۴۴۳)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت کو رجم کرتے وقت سینے تک گڑھا کھودا جائے تو بہتر ہے۔

[۲۴۶۴](۲۱) آقا اپنے غلام اور باندی پر حد قائم نہ کرے مگر امام کی اجازت سے۔

---

حاشیہ : (الف) قبیلہ جہینہ کی ایک عورت حضورؐ کے پاس آئی...حضورؐ نے حکم دیا کہ اس پر کپڑا باندھ دیا جائے پھر حکم دیا اور رجم کر دی گئی (ب) حضرت حسنؓ فرماتے ہیں کہ ضبیر یین کی ایک عورت نے زنا کیا۔پس اس کو لوہے کا لباس پہنایا اور حضرت علیؓ کے پاس لائے تو انہوں نے اس کو کوڑے مارے اس حال میں کہ لباس عورت پر تھا (ج) حضرت غامدیہ حضورؐ کے پاس آئیں...پھر حکم دیا اور اس کے لئے سینے تک گڑھا کھودا اور لوگوں کو حکم دیا پس ان کو رجم کر دیا گیا۔

**المولی الحد علی عبده وامته الا باذن الامام[٢٤٦٥] (٢٢)وان رجع احد الشهود بعد**

تشریح غلام یا باندی نے زنا کیا تو آقا خود اس پر حد قائم نہیں کرسکتا۔ ہاں! امام سے رابطہ کرے وہ فیصلہ کرنے کے بعد آقا کو حد جاری کرنے کا حکم دے تو وہ حد جاری کرسکتا ہے ورنہ نہیں۔

وجہ ہر آدمی حد جاری کرے گا تو زیادتی کرسکتا ہے اس لئے امام سوچ بچار کر حد جاری کرے گا (٢) اثر میں ہے۔ **عن عائشةؓ عن الحسن قال اربع الی السلطان الصلوة والزکوة والحدود والقضاء** (الف) (مصنف ابن ابی شیبة ۴۸ من قال تدفع الزکوة الی السلطان ج ثانی ص ۳۸۵ نمبر ۱۰۱۸۹/۲۸۴۲۹) اور سنن بیہقی میں ہے۔ **حدثنا ابی الزناد عن ابیه عن الفقهاء الذین ینتهی الی قولهم من اهل المدینة کانوا یقولون لا ینبغی لا حد ان یقیم شیئا من الحدود دون السلطان** (ب) (سنن للبیہقی ۳۶ باب حد الرجل امتہ اذا زنت ج ثامن ص ۴۲۸ نمبر ۱۷۱۱۳) اس اثر سے معلوم ہوا کہ قاضی حد قائم کرے۔

فائدہ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ آقا اپنے غلام اور باندی پر حد قائم کرسکتا ہے۔

وجہ اس لئے کہ وہ مالک ہے۔ اور یہ اس کا مال ہے (٢) حدیث میں ہے۔ **عن ابی هریرةؓ وزید بن خالدؓ ان رسول الله سئل عن الامة اذا زنت ولم تحصن قال اذا زنت فاجلدوها ثم ان زنت فاجلدوهاثم ان زنت فاجلدوها ثم بیعوها ولو بضفیر** (ج) (بخاری شریف، باب اذا زنت الامة ص ۱۰۱۱ نمبر ۶۸۳۷ مسلم شریف، باب رجم الیہود اہل الذمة فی الزنا ص ۶۷ نمبر ۱۷۰۳) اس حدیث میں آپؐ نے آقا سے فرمایا کہ باندی پر حد قائم کر واس لئے آقا خود حد قائم کرسکتا ہے (٣) اثر میں ہے۔ **ان فاطمة بنت رسول الله حدت جاریة لها زنت** (د) (سنن للبیہقی، باب حد الرجل امتہ اذا زنت ج ثامن ص ۴۲۷ نمبر ۱۷۱۰۷ مصنف ابن ابی شیبة ۳۰ فی الرجل یزنی مملوکہ یقال علیہ الحدام لا؟ ج خامس ص ۴۸۸ نمبر ۲۸۲۶۹) اس اثر میں ہے کہ حضرت فاطمہ نے خود اپنی باندی پر حد جاری کی جس سے معلوم ہوا کہ آقا اپنے غلام اور باندی پر حد قائم کرسکتا ہے۔

[٢٤٦٥] (٢٢) اگر فیصلے کے بعد گواہوں نے رجوع کر لیا رجم سے پہلے تو گواہوں کو حد لگے گی اور جس پر گواہی دی اس سے رجم ساقط ہو جائے گا۔

تشریح گواہوں کی گواہی کے بعد رجم کا فیصلہ ہوا لیکن رجم کرنے سے پہلے سبھی گواہ یا ایک دو گواہ انکار کر گئے تو رجم ساقط ہو جائے گا۔ اور جن لوگوں نے گواہی دی تھی ان پر حد قذف لگے گی۔

وجہ آیت میں ہے۔ **والذین یرمون المحصنات ثم لم یأتوا باربعة شهداء فاجلدوهم ثمانین جلدة** (ه) (آیت ۴ سورة النور

---

حاشیہ : (الف) حضرت حسن نے فرمایا چار کام بادشاہ ہی کرسکتا ہے۔ نماز جمعہ قائم کرنا، زکوة ادا کرنا۔ حدود قائم کرنا اور قضاء قائم کرنا (ب) اہل مدینہ تک یہ بات پہنچی ہے وہ فرماتے ہیں کہ کسی کے لئے مناسب نہیں ہے کہ حد قائم کرے مگر بادشاہ (ج) آپؐ سے پوچھا باندی کے بارے میں کہ زنا کرے اور محصنہ نہ ہو؟ فرمایا اگر وہ زنا کرے تو اس کو کوڑے لگاؤ، پھر زنا کرے تو پھر کوڑے لگاؤ، پھر زنا کرے تو اس کو کوڑے لگاؤ، پھر اس کو بیچ دو چاہے گوندھے بالوں کے بدلے میں ہی کیوں نہ ہو (د) حضرت فاطمہ نے اپنی باندی کو حد لگائی اس لئے کہ اس نے زنا کی تھی (ه) جو لوگ پاکدامن عورت کو تہمت لگاتے ہیں پھر چار گواہ نہیں لا سکتے (باقی اگلے صفحہ پر)

**الحکم قبل الرجم ضُرِبوا الحد وسقط الرجم عن المشهود علیه[۲۴۶۶] (۲۳)وان رجع بعد الرجم حُدَّ الراجع وحده وضمن ربع الدیة.**

۲۴)اس آیت میں ہے چار گواہ لاؤ۔اور چار گواہ نہ لائے تو خود گواہ پر حد لگے گی۔دوسری آیت میں ہے۔لولا جاء وا علیہ باربعة شھداء فاذ لم یأتوا بالشھداء فاولئک عند اللہ ھم الکاذبون (الف)((آیت ۱۳ سورة النور ۲۴)اس آیت میں بھی چار گواہ ضروری قرار دیا اور وہ نہ لا سکے تو تہمت لگانے والا جھوٹا ہے۔اور چونکہ رجم سے پہلے چار گواہ نہ رہے اس لئے گواہوں کو حد لگے گی (۳) حضرت عمرؓ کے سامنے حضرت ابوبکرہ اور سفیرہ کے سلسلے میں تین گواہ پیش ہوئے اور چوتھے گواہ زیاد نے گواہی دینے سے انکار کیا تو حضرت عمرؓ نے تینوں گواہوں کو حد لگایا۔قال فدعا الشھود فشھد ابو بکرة وشبل بن سعید وابو عبد اللہ نافع فقال عمر عنہ حین شھد ھؤلاء الثلاثة شق علی عمر شأنہ فلما قام زیاد قال ان تشھد ان شاء اللہ الا بحق قال الزیاد اما الزنا فلا اشھد بہ ولکن قد رأیت امرا قبیحا قال عمر اللہ اکبر حدوھم فجلدوھم (ب)(سنن للبیہقی ۲۷ باب شھود الزنا اذا لم یکملوا اربعة ج ثامن ص ۴۰۸ نمبر ۱۷۰۴۲)اس اثر میں گواہ کے رجوع کے بعد باقی تین گواہوں کو حضرت عمر نے حد لگائی۔

[۲۴۶۶](۲۳)اور اگر رجم کے بعد رجوع کیا تو صرف رجوع کرنے والے کو حد لگے گی اور چوتھائی دیت کا ضامن ہوگا۔

**تشریح** چار آدمی کی گواہی سے رجم کیا۔رجم کے بعد ایک گواہ نے رجوع کر لیا تو جس نے رجوع کیا اس کو حد لگے گی اور اس پر چوتھائی دیت یعنی ڈھائی ہزار درہم کا ضامن ہوگا۔

**وجہ** حد تو اس لئے لگے گی کہ اس نے گویا کہ رجم والے پر تہمت لگائی۔اور اگر تہمت لگائی اور چار گواہ نہ لا سکے تو اس کو اوپر کی آیت کی وجہ سے حد لگے گی۔فاجلدوھم ثمانین جلدة (آیت ۴ سورة النور ۲۴)اور چونکہ چار آدمیوں نے مل کر رجم والے کی جان لی ہے اس لئے ایک آدمی پر چوتھائی دیت لازم ہوگی۔

**وجہ** اثر میں ہے۔عن الشعبی ان رجلین شھدا عند علیؓ علی رجل بالسرقة فقطع علیؓ یدہ ثم جاء ا بآخر فقالا ھذا ھو السارق لا الاول فاغرم علیؓ الشاھدین دیة ید المقطوع الاول وقال لو اعلم انکما تعمدتما لقطعت ایدیکما ولم یقطع الثانی (ج)(سنن للبیہقی ۹۱ باب الرجوع عن الشھادة، ج عاشر، ص ۴۲۴ نمبر ۲۱۱۹۲ رمصنف عبد الرزاق، باب الشاھد یرجع عن شھادتہ

---

حاشیہ : تو اس کو اسی کوڑے مارو (الف) کیوں تہمت پر چار گواہ نہ لا سکے۔پس جبکہ گواہ نہیں لائے تو وہ اللہ کے نزدیک جھوٹے ہیں (ب) حضرت عمرؓ نے گواہوں کو بلایا تو ابوبکرہ، شبل بن سعید اور ابوعبد اللہ نافع آئے۔پس یہ تینوں آئے تو حضرت عمرؓ نے کہا اور حضرت عمر کو گراں گزرا۔پس جب زیاد کھڑے ہوئے تو کہا گیا گواہی دیتے ہو مگر حق کے ساتھ تو زیاد نے کہا کہ زنا کی گواہی نہیں دوں گا۔البتہ میں نے برا معاملہ دیکھا ہے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا اللہ اکبر! اور مذکورہ تینوں کو حد لگاؤ۔پس ان تینوں کو کوڑے لگائے (ج) حضرت شعبی فرماتے ہیں کہ دو آدمیوں نے حضرت علیؓ کے پاس ایک آدمی پر چوری کی گواہی دی تو حضرت علیؓ نے اس کا ہاتھ کاٹا۔پھر دو دوسرے آئے اور کہا چور دوسرا آدمی ہے پہلا نہیں ہے۔تو حضرت علیؓ نے پہلا آدمی جس کا ہاتھ کاٹا تھا گواہوں پر اس کی دیت لازم کی اور فرمایا کہ اگر مجھے یقین ہوتا کہ تم دونوں نے جان کر کیا تو تم دونوں کا ہاتھ قصاصا کاٹتا اور دوسرے چور کا ہاتھ نہیں کاٹا۔

[۲۴۶۷](۲۴)وان نقص عدد الشهود عن اربعة حُدُّوا جميعا [۲۴۶۸](۲۵)واحصان

اویشھد ثم یجحد ج ثامن ص ۳۵۴ نمبر ۱۵۵۱۶)اس اثر سے معلوم ہوا کہ گواہ رجوع کر جائے تو اس پر دیت لازم ہوگی۔

[۲۴۶۷](۲۴)اگر چار سے گواہوں کی عدد کم ہو تو سب کو حد لگائی جائے گی۔

**تشریح** حد زنا کے لئے چار گواہ ضروری ہیں۔لیکن اگر چار سے کم تین یا دو گواہ لا سکے اس سے زیادہ نہ لا سکا تو جن لوگوں نے گواہی دی ہے ان کو حد قذف لگ جائے گی۔

**وجہ** اوپر آیت گزر چکی ہے کہ چار گواہ نہ لائے تو گواہوں کو حد قذف لگے گی۔**والذين يرمون المحصنات ثم لم يأتوا باربعة شهداء فاجلدوهم ثمانين جلدة**(الف)(۲)اثر میں ہے۔**عن قتادة فی الرجل يقذف الرجل ثم يؤتى بثلاثة يشهدون قال يجلدون ويجلد الا ان يأتي باربعة فان جاء باربعة فشهدوا جميعا اقيم الحد**(ب)(مصنف عبد الرزاق، باب الرجل یقذف ویجیئ بثلاثۃ ج سابع ص ۳۳۳ نمبر ۱۳۳۷۶)اس اثر سے معلوم ہوا کہ چار گواہ نہ ہوں تو باقی گواہوں کو حد لگ جائے گی تاکہ تہمت لگانے کا سد باب ہو جائے۔

[۲۴۶۸](۲۵)رجم کا محصن ہونا یہ ہے کہ (۱)وہ آزاد ہو (۲)بالغ ہو (۳)عاقل ہو (۴)مسلمان ہو (۵)کسی عورت سے نکاح صحیح کیا ہو (۶)اور اس سے وطی کی ہو اس حال میں کہ دونوں احصان کی صفت پر ہوں۔

**تشریح** زنا میں رجم کے لئے محصن ہونا ضروری ہے۔اگر محصن نہیں ہے تو مجرم کو سو کوڑے لگیں گے۔اور غلام یا باندی ہے تو پچاس کوڑے لگیں گے۔اس لئے مصنفؒ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ چھ شرطیں پائی جائیں تب آدمی محصن ہوتا ہے۔اور اگر ان میں سے ایک نہ ہو تو محصن نہیں ہوگا۔اس صورت میں اس کو رجم نہیں کیا جائے گا۔ہر ایک شرط کی دلیل یہ ہے۔

[۱]آزاد ہو۔کیونکہ غلام اور باندی محصن نہیں ہیں۔

**وجہ** (۱)حدیث میں ہے۔**عن ابی هريرة انه سمعه يقول قال النبی ﷺ اذا زنت الامة فتبين زناها فليجلدها ولا يثرب ثم ان زنت فليجلدها ولا يثرب**(ج)(بخاری شریف، باب لا یثرب علی الامۃ اذا زنت ولا تنفی ص ۱۰۱۱ نمبر ۶۸۳۹ رمسلم شریف، باب رجم الیہود اھل الذمۃ فی الزنی ص ۶۶ نمبر ۱۷۰۳)اس حدیث میں باندی کو کوڑا مارنے کے لئے کہا رجم کے لئے نہیں کہا۔جس سے معلوم ہوا کہ محصن کے لئے آزاد ہونا شرط ہے (۲)آیت میں ہے۔**فان اتين بفاحشة فعليهن نصف ما على المحصنات من العذاب**(د)(آیت ۲۵ سورۃ النساء ۴)اس آیت میں ہے کہ باندی پر آدھی سزا ہے اور آدھی سزا رجم میں نہیں ہو سکتی کوڑے میں ہو سکتی ہے۔اس سے

---

حاشیہ : (الف)جو لوگ پاکدامن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں پھر چار گواہ نہیں لائے تو ان کو اسی کوڑے مارو (ب)حضرت قتادہ فرماتے ہیں کوئی آدمی کسی آدمی پر زنا کی تہمت ڈالے پھر تین گواہ لائے تو تینوں کو حد قذف لگائی جائے گی مگر یہ کہ چوتھا گواہ لائیں۔پس اگر چار گواہ لائے اور چاروں نے ایک ساتھ گواہی دی تو حد قائم کی جائے گی (ج)آپؐ نے فرمایا اگر باندی نے زنا کی اور اس کا زنا ظاہر ہو گیا تو اس کو کوڑے لگاؤ لیکن طعنے مت دو۔پھر اگر زنا کی تو کوڑے لگاؤ لیکن طعنے مت دو (د)پس اگر باندی نے زنا کیا تو اس پر پاکدامن آزاد سے آدھی سزا ہے۔

**الرجم ان يكون حرا بالغا عاقلا مسلما قد تزوج امرأة نكاحا صحيحا ودخل بها وهما**

بھی پتا چلا کہ باندی اور غلام محصن نہیں ہیں بلکہ آزاد ہونا محصن کی شرط ہے۔

[۲] بالغ اور عاقل ہونے کی دلیل کئی مرتبہ حدیث گزر چکی ہے۔عن علیؓ عن النبی ﷺ قال رفع القلم عن ثلاثة عن النائم حتى يستيقظ وعن الصبى حتى يحتلم وعن المجنون حتى يعقل (الف) (ابوداؤد شریف، باب فی المجنون یسرق او یصیب ص ۲۵۶ نمبر ۴۴۰۳) (۲) حضرت ماعزؓ کی حدیث میں آپؐ نے باضابطہ پوچھا ہے کہ کیا ماعز کو جنون تو نہیں ہے؟ لوگوں نے فرمایا نہیں۔جس سے معلوم ہوا کہ محصن ہونے کے لئے عاقل اور بالغ ہونا ضروری ہے۔دعاه النبی ﷺ ابک جنون؟ قال لا (ب) (بخاری شریف، باب لا یرجم المجنون والمجنونة ص ۱۰۰۶ نمبر ۶۸۱۵ مسلم شریف، باب من اعترف علی نفسہ بالزنی ص ۶۶ نمبر ۱۶۹۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ محصن ہونے کے لئے عاقل بالغ ہونا ضروری ہے۔

[۴] محصن ہونے کے لئے مسلمان ہونا شرط ہے۔

**وجہ** حدیث میں ہے۔عن ابن عمرؓ عن النبی ﷺ قال من اشرک بالله فلیس بمحصن (ج) (دار قطنی، کتاب الحدود والدیات ج ثالث ص ۱۰۷ نمبر ۳۲۶۶ سنن للبیہقی، باب من قال من اشرک باللہ فلیس بمحصن ج ثامن ص ۳۷۵ نمبر ۱۶۹۳۷) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسلمان کے علاوہ محصن نہیں ہے اس لئے اگر وہ زنا کرے تو کوڑے لگائے جائیں گے۔سنگسار نہیں کیا جائے گا۔

**فائدہ** امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ محصن ہونے کے لئے مسلمان ہونا شرط نہیں ہے۔

**وجہ** یہود پر رجم کیا گیا ہے۔عن ابن عمرؓ قال اتی رسول الله ﷺ بیھودی ویھودیة قد احدثا جمیعا ... قال ابن عمر فرجما عند البلاط (د) (بخاری شریف، باب الرجم فی البلاط ص ۱۰۰۷ نمبر ۶۸۱۹ مسلم، باب رجم الیہود اہل الذمة فی الزنی ج ثانی ص ۶۷ نمبر ۱۶۹۹) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہودی کو رجم کیا جا سکتا ہے۔جس سے معلوم ہوا کہ محصن کے لئے مسلمان ہونا شرط نہیں ہے۔

[۵] کسی عورت سے نکاح صحیح کیا ہو۔

**تشریح** آدمی کسی عورت سے نکاح صحیح کر کے اس سے صحبت کی ہو تب وہ محصن ہوتا ہے۔اگر نکاح نہیں کیا یا نکاح کیا لیکن ابھی صحبت نہیں کی تو وہ محصن نہیں ہے۔

**وجہ** (۱) حدیث میں ہے۔عن عبد الله قال قال رسول الله ﷺ لا یحل دم امرئ مسلم یشهد ان لا اله الا الله وانی رسول الله الا باحدی ثلاث الثیب الزانی والنفس بالنفس والتارک لدینه المفارق للجماعة (ہ) (مسلم شریف، باب ما

---

حاشیہ : (الف) حضورؐ سے منقول ہے کہ تین آدمیوں سے قلم اٹھا لیا گیا ہے۔سونے والے سے جب تک بیدار نہ ہو جائے۔اور بچے سے جب تک بالغ نہ ہو جائے اور مجنون سے جب تک عقلمند نہ ہو جائے (ب) حضورؐ نے حضرت ماعز کو بلایا اور پوچھا کیا تم کو جنون ہے؟ کہا نہیں (ج) حضورؐ نے فرمایا جس نے شرک کیا وہ محصن نہیں ہے (د) حضورؐ کے پاس یہودی اور یہودیہ لائے گئے دونوں نے زنا کیا تھا...حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں دونوں کو مقام بلاط کے پاس رجم کیا (ہ) آپؐ نے فرمایا کوئی مسلمان آدمی جو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہتا ہو اس کا خون حلال نہیں ہے مگر تین میں سے ایک وجہ سے، زنا کرنے والا ثیب اور قصاص کے طور (باقی اگلے صفحہ پر)

**علی صفة الاحصان .**

یباح بہ دم المسلم ص۵۹ نمبر۶۷۱ ۱۶)اس حدیث میں کہ وہ نکاح شدہ جو زنا کرنے والا ہو وہ قتل کا مستحق ہے۔جس سے پتا چلا کہ محصن کے لئے نکاح ہونا ضروری ہے(۲) حدیث میں ہے کہ ملازم لڑکا نکاح شدہ نہیں تھا تو اس کو رجم نہیں کیا بلکہ سوکوڑے لگائے۔حدیث کا ٹکڑا یہ ہے۔ **انہ سمع ابا ھریرۃ ... وعلی ابنک جلد مائة وتغریب عام** (الف)(مسلم شریف،باب من اعترف علی نفسہ بالزنی ص۶۶ نمبر ۱۶۹۷)اس حدیث میں لڑکا غیر شادی شدہ تھا اس لئے اس کو سو کوڑے لگائے رجم نہیں کیا جس سے معلوم ہوا کہ محصن ہونے کے لئے شادی شدہ ہونا ضروری ہے(۳)اور نکاح صحیح ہو نکاح فاسد سے محصن نہیں ہوگا اس کی دلیل یہ اثر ہے۔**عن عطاء فی رجل تزوج بامرأۃ ثم دخل بھا فاذا ھی اختہ من الرضاعة قال لیس باحصان وقالہ معمر عن قتادۃ** (ب)(مصنف عبد الرزاق،باب ہل یکون النکاح الفاسد احصانا ج سابع ص۳۰۹ نمبر ۱۳۳۰۵)اس اثر میں رضاعی بہن سے شادی کی اور صحبت کی چونکہ یہ نکاح فاسد ہے اس لئے اس شادی اور صحبت سے آدمی محصن نہیں ہوا۔

[۶] دونوں کے احصان کی صفت پر صحبت کی ہو۔

وجہ اثر میں ہے۔**عن عطاء قال الاحصان ان یجامعھا لیس دون ذلک احصان ولا یرجم حتی یشھدوا لرأیناہ یغیب فی ذلک منھا** (ج)(مصنف عبد الرزاق،باب ہل تحصن الرجل ولم یدخل ج سابع ص۳۰۴ نمبر ۱۳۲۷۶)اس اثر سے معلوم ہوا کہ صحبت کرے تب محصن ہوگا صرف شادی کرنے سے محصن نہیں ہوگا۔

[۷] دونوں احصان کی صفت پر ہوں اس حال میں شادی کرے اور صحبت کرے اس کا مطلب یہ ہے کہ یہودیہ،نصرانیہ اور باندی سے شادی کرے تو محصن نہیں ہوگا۔آزاد مسلمان عورت سے شادی کرے تب محصن ہوگا۔

وجہ حدیث میں اس کا ثبوت ہے۔**عن کعب بن مالک انہ اراد ان یتزوج یھودیة او نصرانیة فسأل رسول اللہ ﷺ فنھاہ عنھا وقال انھا لا تحصنک** (د)(دار قطنی،کتاب الحدود والدیات ج ثالث ص۱۰۸ نمبر ۳۲۶۸ سنن للبیہقی،باب من قال من اشرک باللہ فلیس بمحصن ج ثامن ص۳۷۶ نمبر ۱۶۹۴۱)اس حدیث میں یہودیہ محصنہ نہیں ہے اس لئے اس سے شادی کرنے سے آدمی محصن نہیں ہوگا(۲)اثر میں ہے۔**عن عطاء قال لیس نکاح الامة باحصان** (ہ)(مصنف عبد الرزاق،باب نکاح الامة لیس باحصان ج سابع ص۳۰۶ نمبر ۱۳۲۸۳)اس اثر سے معلوم ہوا کہ باندی سے شادی کرے تو آدمی محصن نہیں ہوگا کیونکہ وہ محصنہ نہیں ہے۔

حاشیہ : (پچھلے صفحہ سے آگے) پر جان کے بدلے جان اور دین کو چھوڑنے والا جو جماعت سے جدا ہونے والا ہو(الف) آپؐ نے فرمایا تمہارے بیٹے پر سوکوڑے اور ایک سال قید ہے(ب) حضرت عطا فرماتے ہیں کہ کسی آدمی نے کسی عورت سے شادی کی پھر اس سے وطی کی بعد میں پتا چلا کہ وہ اس کی رضاعی بہن ہے تو اس سے محصن نہیں ہوگا۔حضرت معمر نے حضرت قتادہ سے بھی یہی بات بیان کی ہے(ج) حضرت عطاؒ فرماتے ہیں کہ محصن اس وقت بنے گا کہ بیوی سے صحبت کرے اس کے بغیر محصن نہیں ہوگا اور رجم نہیں کیا جائے یہاں تک کہ گواہی دیں کہ ہم نے اس کو دیکھا ہے کہ اس کی شرمگاہ عورت کی شرمگاہ میں غائب ہوگئی(د) حضرت کعب بن مالک نے سوچا کہ یہودیہ یا نصرانیہ عورت سے شادی کرے تو حضورؐ سے پوچھا تو آپؐ نے اس سے منع فرمایا اور فرمایا کہ یہ عورتیں تمہیں محصن نہیں بنائیں گی(ہ) حضرت عطا نے فرمایا باندی سے نکاح کرنے سے آدمی محصن نہیں ہوتا۔

**[۲۴۶۹](۲۶)ولا يجمع فى المحصن بين الجلد والرجم[۲۴۷۰] (۲۷)ولا يجمع فى البكر بين الجلد والنفى الا ان يرى الامام ذلک مصلحة فيغر به على قدر ما يرى.**

---

[۲۴۶۹](۲۶)محصن میں کوڑا اور رجم جمع نہیں کئے جائیں گے۔

**تشریح** آدمی محصن ہو تو اس پر رجم ہے اب رجم سے پہلے کوڑا لگایا جائے یا نہیں؟ تو اس بارے میں یہ ہے کہ صرف رجم کیا جائے گا کوڑا نہیں لگایا جائے گا۔

**وجہ** رجم کر کے مارنا ہی مقصود ہے تو اس سے پہلے کوڑا لگانے سے کیا فائدہ؟ (۲) حضرت ماعزؓ اور حضرت غامدیہؓ کو صرف رجم کیا گیا۔ اس سے پہلے کوڑا نہیں لگائے اس لئے صرف رجم کیا جائے گا۔

**فائدہ** حضرت اسحاق فرماتے ہیں کہ محصن کو کوڑا بھی لگے گا اور رجم بھی ہوگا۔

**وجہ** عن عبادة بن الصامت قال قال رسول الله ﷺ خذوا عنى فقد جعل الله لهن سبيلا الثيب بالثيب جلد مائة ثم الرجم والبكر بالبكر جلد مائة ونفى سنة (الف) (ترمذی شریف، باب ماجاء فی الرجم علی الثیب ص ۲۶۴ نمبر ۱۴۳۴) اس حدیث میں ہے کہ محصن کو کوڑا بھی لگے گا اور رجم بھی ہوگا۔

[۲۴۷۰](۲۷)اور نہ جمع کرے کنوارے میں کوڑے اور جلا وطنی کو مگر یہ کہ امام اس میں مصلحت دیکھے تو جتنی مصلحت دیکھے اتنی جلا وطنی کرے۔

**تشریح** کنوارا آدمی جس پر کوڑا لگنا ہے اس کو کوڑا لگانے کے ساتھ جلا وطن نہ کرے۔ البتہ امام مصلحت سمجھے تو اپنی صوابدید کے مطابق کچھ دنوں کے لئے جلا وطن کر دے۔

**وجہ** حضرت عمرؓ نے ایک آدمی کو جلا وطن کیا وہ باہر جا کر نصرانی بن گیا تو فرمایا کہ اب کبھی کسی کو جلا وطن نہیں کروں گا۔ اثر یہ ہے۔ ان ابا بكر بن امية بن خلف غرب فى الخمر الى خيبر فلحق بهرقل قال فتنصر فقال عمر لا اغرب مسلما بعده ابدا ،وعن ابراهيم ان عليا قال حسبهم من الفتنة ان ينفوا (ب) (مصنف عبد الرزاق، باب النفی ج سابع ص ۳۱۴ نمبر ۱۳۳۲۰) اس اثر سے معلوم ہوا کہ پہلے جلا وطن کرتے تھے بعد میں حضرت عمرؓ نے منع فرمایا۔ ہاں مناسب سمجھے تو امام جلا وطن کر سکتا ہے۔

**فائدہ** امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ کوڑا لگانے کے ساتھ ساتھ ایک سال تک جلا وطن بھی کرے۔

**وجہ** حدیث میں ہے۔ عن زيد بن خالد الجهنى قال سمعت النبى ﷺ يأمر فيمن زنى ولم يحصن جلد مائة وتغريب عام (ج) (بخاری شریف، باب البکر یجلدان وینفیان ص ۱۰۱۰ نمبر ۶۸۳۱ رمسلم شریف، باب من اعترف علی نفسہ بالزنی ص ۶۶ نمبر ۱۶۹۷)

---

حاشیہ : (الف) آپؐ نے فرمایا مجھ سے مسئلہ سیکھو۔ اللہ نے ان کے لئے راستہ نکالا ہے ثیب ثیب کے ساتھ زنا کرے تو سو کوڑے لگائے پھر رجم کرے۔ اور کنوارا کنواری کے ساتھ زنا کرے تو سو کوڑے لگائے اور ایک سال کی قید (ب) ابو بکر بن امیہ بن خلف شراب پینے کی وجہ سے خیبر کی طرف جلا وطن کیا گیا تو وہ ہرقل کے ساتھ جا کر مل گیا اور نصرانی بن گیا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا اس کے بعد کبھی بھی کسی مسلمان کو جلا وطن نہیں کروں گا، اور حضرت ابراہیم سے منقول ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ جلا وطن کرنا ہی فتنہ کے لئے کافی ہے (ج) حضور حکم دیا کرتے تھے اس شخص کے بارے میں جس نے زنا کیا اور محصن نہیں ہے ایک سو (باقی اگلے صفحہ پر)

**[۲۴۷۱](۲۸)واذا زنی المریض وحدُّہ الرجم رُجم[۲۴۷۲] (۲۹)وان کان حدُّہ الجلد لم یجلد حتی یبرأ [۲۴۷۳](۳۰)فاذا زنت الحامل لم تُحدَّ حتی تضع حملها .**

---

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک سال جلاوطن بھی کیا جائے گا۔

**لغت** عزب : جلاوطن کرنا، النفی : جلاوطن کرنا۔

[۲۴۷۱](۲۸) بیمار نے زنا کیا اور اس کی حد رجم ہو تو رجم کیا جائے گا۔

**وجہ** رجم کر کے مارنا ہی مقصود ہے اس لئے بیمار ہو یا غیر بیمار ہو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اس لئے تندرست ہونے تک انتظار نہیں کیا جائے گا۔

[۲۴۷۲](۲۹) اور اگر اس کی حد کوڑا لگانا ہو تو کوڑے نہ لگائے جائیں یہاں تک کہ اچھا ہو جائے۔

**تشریح** اگر حد کوڑے لگانا ہو تو بیمار آدمی کو ابھی کوڑے نہ لگائیں تندرست ہونے کے بعد کوڑے لگائیں۔

**وجہ** تاکہ زیادہ بیمار نہ ہو جائے (۲) حدیث میں ہے کہ نفساء باندی پر کوڑے لگانا تھا تو نفاس ختم ہونے تک تاخیر کی تاکہ زیادہ بیمار نہ ہو جائے۔ حدیث یہ ہے۔ **عن ابی عبد الرحمن ... فان امة لرسول الله ﷺ زنت فامرنی ان اجلدها فاذا هی حدیث عهد بنفاس فخشیت ان انا جلد تها ان اقتلها فذکرت ذلک للنبی ﷺ فقال احسنت (الف)** (مسلم شریف، باب تاخیر الحد عن النفساء ص ۷۶ نمبر ۱۷۰۵ر ترمذی شریف، باب ماجاء فی اقامۃ الحد علی الاماء ص ۲۶۶ نمبر ۱۴۴۱) اس حدیث میں عورت نفاس میں تھی تو اس کو تندرست ہونے کے بعد کوڑے لگائے۔

**لغت** یبرأ : تندرست ہو جائے، ٹھیک ہو جائے۔

[۲۴۷۳](۳۰) اگر حاملہ عورت نے زنا کرایا تو حد نہیں لگائی جائے گی یہاں تک کہ وضع حمل ہو جائے۔

**تشریح** زنا کرانے کی وجہ سے حاملہ ہوگئی ہے یا حمل کی حالت میں زنا کرایا دونوں صورتوں میں بچہ پیدا ہو جائے اور بچے کی پرورش کا انتظام ہو جائے تب عورت رجم کی جائے گی۔

**وجہ** اگر حمل کی حالت میں رجم کر دیں تو بچے کی موت واقع ہوگی اور بچے کی کوئی غلطی نہیں ہے۔ اس لئے حمل کی حالت میں رجم نہیں کی جائے گی (۲) حضرت غامدیہ حاملہ تھی تو حضورؐ نے وضع حمل کے بعد بچے کی پرورش کا انتظام ہوا تب اس کو رجم کیا۔ حدیث کا ٹکڑا یہ ہے۔ **قال ثم جاء ته امرأة من غامد من الازد فقالت یا رسول الله طهرنی ... فاتی النبی ﷺ فقال قد وضعت الغامدیة فقال اذا لا نرجمها وندع ولدها صغیرة لیس له من یرضعه فقام رجل من الانصار فقال الی رضاعه یا نبی الله ! قال فرجمها**

---

حاشیہ : (پچھلے صفحہ سے آگے) کوڑے لگائے اور ایک سال قید کرے (الف) حضورؐ کی ایک باندی نے زنا کرایا تو مجھے حکم دیا کہ میں اس کو کوڑا لگاؤں۔ دیکھا کہ وہ ابھی نفاس میں ہے اور مجھے ڈر ہوا کہ میں اس کو کوڑا ماروں تو مر جائے گی۔ پس میں نے حضورؐ کے سامنے اس کا تذکرہ کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ ٹھیک کیا۔

**[۲۴۷۴](۳۱)وان کان حدها الجلد فحتی تتعالی من نفاسها[۲۴۷۵] (۳۲) وان کان حدها الرجم رجمت [۲۴۷۶](۳۳) واذا شهد الشهود بحد متقادم لم یمنعهم عن اقامته**

(الف) (مسلم شریف، باب من اعترف علی نفسہ بالزنی ص ۶۶ نمبر ۱۶۹۵/۴۴۳۱/ابو داؤد شریف، باب فی المرأۃ التی امر النبی ﷺ برجمها من جهینة ص ۲۶۱ نمبر ۴۴۴۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حاملہ عورت وضع حمل کر دے اور بچے کی پرورش کا انتظام ہو جائے تب رجم کی جائے گی۔

[۲۴۷۴](۳۱) اور اس کی حد کوڑے ہوں تو یہاں تک کہ نفاس سے پاک ہو جائے۔

**تشریح** اگر حاملہ عورت پر کوڑا لگنا ہو تو چونکہ اس میں انسان کو مارنا نہیں ہے اس لئے بچے کی پرورش کے انتظام تک انتظار کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن بچہ پیدا ہو جائے اور عورت نفاس سے پاک ہو جائے تب کوڑے لگائے جائیں۔

**وجہ** تا کہ بچے کو نقصان نہ ہو اور بچے کی موت واقع نہ ہو۔ نیز عورت نفاس میں ہے تو گویا کہ ایک مرض میں ہے اس لئے مرض سے تندرست ہو جائے تب کوڑے لگائے جائیں گے (۲) اوپر حدیث گزری کہ نفاس کے بعد کوڑے لگائے گئے۔ **فان امة لرسول الله زنت فامرنی ان اجلدها فاذا هی حدیث عهد بنفاس فخشیت ان انا جلدتها ان اقتلها فذکرت ذلک للنبی ﷺ فقال احسنت** ۔ اور دوسری روایت میں ہے۔ **اترکها حتی تماثل** (ب) (مسلم شریف، باب تاخیر الحد عن النفساء ص ۶۷ نمبر ۱۷۰۵/ابو داؤد شریف، باب فی اقامة الحد علی المریض ص ۲۶۶ نمبر ۴۴۷۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نفاس والی عورت کا نفاس ختم ہو جائے تب کوڑے لگیں گے۔

**لغت** تتعالی : بلند ہو جائے، نفاس سے باہر ہو جائے۔

[۲۴۷۵](۳۲) اگر اس کی حد رجم ہو تو رجم کیا جائے گا۔

**تشریح** حاملہ عورت کی حد رجم ہو تو نفاس سے باہر آنے کے بعد رجم کی جا سکتی ہے لیکن بشرطیکہ بچے کی پرورش کا انتظام ہو چکا ہو۔ اور اگر نہ ہوا ہو تو پرورش کے انتظام کے بعد رجم کرے تا کہ بچہ ضائع نہ ہو۔

[۲۴۷۶](۳۳) اگر گواہوں نے پرانی حد کی گواہی دی جس کو قائم کرنے سے امام سے دور ہونا اس کو روکتا نہ تھا تو ان کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی مگر خاص طور پر حد قذف میں۔

**تشریح** معاملات میں پرانی گواہی بھی قابل قبول ہے کیونکہ وہ حقوق العباد ہیں۔ لیکن حد اور حقوق اللہ کے بارے میں اگر کوئی عذر نہیں تھا مثلا امام سے اتنا دور نہیں تھا کہ اتنی تاخیر کرنے کی ضرورت ہو پھر بھی گواہی دینے میں بہت تاخیر کی تو یہ گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔

**وجہ** ابتدا میں گواہی نہ دینے کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ مجرم پر پردہ پوشی کرنا چاہتا تھا جس کی حدیث میں ترغیب ہے۔ بعد میں کسی حسد اور بغض کی بنا

حاشیہ : (الف) قبیلہ از د کی عورت حضورؐ کے پاس آئی اور کہا غامدیہ نے بچہ دے دیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا میں اس کو رجم نہیں کروں گا کیونکہ اس کے چھوٹے بچے کو ایسا نہیں چھوڑ سکتا کہ کوئی اس کو دودھ پلانے والا نہ ہو۔ پس انصار کا ایک آدمی کھڑا ہوا اور کہا میرے ذمہ اس کا دودھ پلانا ہے اے اللہ کے رسول! آپؐ نے فرمایا اب اس کو رجم کرو (ب) حضورؐ کی ایک باندی نے زنا کرایا تو مجھ کو حکم دیا کہ میں اس پر کوڑے لگاؤں، میں نے دیکھا کہ وہ ابھی نفاس میں ہے اور مجھے ڈر ہوا کہ اگر اس کو کوڑے لگاؤں تو وہ مر جائے گی۔ میں نے اس کا تذکرہ حضورؐ سے کیا تو آپؐ نے فرمایا اچھا کیا کہ ابھی چھوڑ دیا۔ دوسری روایت میں ٹھیک ہونے تک اسے چھوڑ دو۔

**بعدهم عن الامام لم تقبل شهادتهم الا فی حد القذف خاصة [۲۴۷۷](۳۴)ومن وطئ امرأة اجنبية فی ما دون الفرج عُزِّر[۲۴۷۸] (۳۵)ولا حد علی من وطئ جارية ولده او ولدولده وان قال علمت انها علی حرام [۲۴۷۹](۳۶) واذا وطئ جارية ابيه او امه او**

پر گواہی کے لئے آمادہ ہو گیا تو گواہی اب حسد اور بغض کی بنیاد پر ہے۔حقوق اللہ کی بنیاد پر نہیں ہے اس لئے ایسی گواہی مقبول نہیں ہوگی (۲) اثر میں ہے۔**عن ابی عون قال عمر بن الخطابؓ ایما رجل شهد علی حد لم یکن بحضرته فانما ذلک عن ضغن** (الف)(مصنف عبدالرزاق، باب لا یوجل فی الحدود ج سابع ص۳۳۴ نمبر ۱۳۷۶۰)اس اثر سے معلوم ہوا کہ دیر کا مطلب یہ ہے کہ اب کینہ کی وجہ سے گواہی دے رہا ہے۔اس لئے یہ قابل قبول نہیں ہے۔البتہ حد قذف چونکہ حقوق العباد میں سے ہے اس لئے وہ تاخیر کے ساتھ بھی مقبول ہوگی۔کیونکہ حد قذف میں آدمی کو تہمت لگائی جا رہی ہے۔

[۲۴۷۷](۳۴)کسی نے اجنبیہ عورت سے وطی کی فرج کے علاوہ میں تو تعزیر کی جائے گی۔

**تشریح** اجنبیہ عورت کی شرم گاہ میں وطی نہیں کی بلکہ اور جگہ وطی کی تو حد تو نہیں لگے گی البتہ تعزیر ہوگی۔اور دبر میں وطی کی تو اس کا مسئلہ آگے آرہا ہے۔

**وجہ** اثر میں ہے۔**اخبرنی ابن شهاب قال ادرکت علماء نا یقولون فی المرأة تأتی المرأة بالرفغة واشباهها تجلدان مئة مئة الفاعلة والمفعولة بها** (ب)مصنف عبدالرزاق، باب السحاقة ج سابع ص۳۳۴ نمبر ۱۳۳۸۳)اس اثر سے معلوم ہوا کہ تعزیر کے طور پر دونوں کو سو سو کوڑے لگیں گے۔

[۲۴۷۸](۳۵)نہیں حد ہے اس آدمی پر جس نے اپنے بیٹے کی باندی سے وطی کی ہو یا پوتے کی باندی سے وطی کی ہو اگر چہ وہ کہتا ہو کہ میں جانتا ہوں کہ وہ مجھ پر حرام ہے۔

**تشریح** بیٹے کی باندی یا پوتے کی باندی سے وطی کی اور کہتا ہو کہ مجھے معلوم تھا کہ یہ باندی مجھ پر حرام ہے پھر بھی باپ پر حد نہیں ہے۔

**وجہ** اوپر گزر چکا ہے کہ آپؐ نے فرمایا آپ کا مال والد کے لئے ہے۔حدیث یہ ہے۔**انت ومالک لوالدک ان اولادکم من اطیب کسبکم فکلوا من کسب اولادکم** (ج)(ابوداؤد شریف، باب الرجل یأ کل من مال ولدہ ج ثانی ص۱۴۱ نمبر ۳۵۳۰)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بیٹے کی باندی اور پوتے کی باندی میں کچھ اپنی باندی ہونے کا اثر ہے اس لئے اس سے وطی کی تو حد لازم نہیں ہوگی۔

[۲۴۷۹](۳۶)اگر باپ کی باندی سے وطی کی، یا ماں یا اپنی بیوی کی باندی سے یا غلام نے آقا کی باندی سے وطی کی اور کہا کہ میں جانتا ہوں کہ وہ مجھ پر حرام ہے تو حد لگے گی اور اگر کہا کہ میرا گمان تھا کہ وہ میرے لئے حلال ہے تو حد نہیں لگے گی۔

حاشیہ : (الف) حضرت عمرؓ نے فرمایا جس وقت جرم کیا اس وقت گواہی نہ دے بعد میں کسی آدمی پر گواہی دے تو وہ کینہ کی وجہ سے گواہی دے رہا ہے(ب)ابن شہاب فرماتے ہیں کہ میں نے علماء کو یہ کہتے ہوئے پایا کہ عورت عورت کے ساتھ شرمگاہ رگڑا یا اس طرح کی بات کی تو دونوں کو سو سو کوڑے لگائے، اور کرنے والی کو اور کرانے والی کو بھی (ج)تم اور تمہارا مال تمہارے والد کے لئے ہے۔اور تمہاری اولاد تمہاری بہترین کمائی ہے اس لئے اپنی اولاد کی کمائی سے کھاؤ۔

زوجتہ او وطئ العبد جاریة مولاہ وقال علمت انہا علی حرام حُدَّ وان قال ظننت انہا تحل لی لم یُحدَّ [۲۴۸۰](۳۷)ومن وطئ جاریة اخیہ او عمہ وقال ظننت انہا علی حلال حُدَّ.

---

**تشریح** باپ، ماں، بیوی آقا وغیرہ کے ساتھ رات دن کھانا پینا ہوتا ہے اس لئے یہ گمان ہوسکتا ہے کہ ان کی باندی میرے لئے حلال ہو اس لئے وطی کرنے والے کو یہ گمان ہو کہ یہ میرے لئے حلال ہے اور حلال سمجھ کر وطی کر لیا تو حد نہیں لگے گی۔

**وجہ** ملکیت کے شبہ کی وجہ سے حد ساقط ہو جائے گی۔لیکن اگر مسئلہ معلوم تھا کہ ان لوگوں کی باندیاں میرے لئے حلال نہیں پھر بھی وطی کر لی تو حد لگے گی۔کیونکہ حقیقت میں بھی حلال نہیں تھیں اور علم بھی تھا کہ حلال نہیں ہیں۔اس لئے حرمت میں کوئی شبہ نہیں رہا اس لئے حد لگے گی۔

**وجہ** حدیث میں ہے۔عن النعمان بن بشیر عن النبی ﷺ انہ قال فی الرجل یأتی جاریة امرأتہ قال ان کانت احلتہا لہ جلد مائة وان لم تکن احلتہا لہ رجمتہ (الف)(سنن للبیہقی، باب ماجاء فیمن اتی جاریۃ امرأتہ ج ثامن ص ۴۱۶ نمبر ۱۷۰۶۸)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بیوی کی باندی سے وطی کرنے والے کو رجم کیا جائے گا۔اور اسی اثر میں باپ، ماں، بیوی اور آقا کی باندیاں داخل ہیں اس لئے ہم ان کو اس صورت پر محمول کرتے ہیں جبکہ مسئلہ معلوم ہو۔

اور دوسرے اثر میں ہے۔عن ابراہیم قال یعزر ولا یحد (ب)(مصنف عبد الرزاق، باب الرجل یصیب ولیدۃ امرأتہ ج سابع ص ۳۴۴ نمبر ۱۳۴۲۲)اس اثر میں ہے کہ حد نہیں لگے گی بلکہ تعزیر ہوگی۔اس لئے اس اثر کو اس صورت پر محمول کریں گے کہ وطی کرنے والے کو معلوم نہیں تھا کہ وہ باندی میرے لئے حلال نہیں ہے۔

ماں کی باندی کے سلسلے میں یہ اثر ہے۔سألت حمادا والحکم عن الرجل یقع علی جاریة امہ قالا علیہ الحد وعن الحسن قال لیس علیہ الحد (ج)(مصنف ابن ابی شیبۃ ۸۲ فی الرجل یأتی جاریۃ امہ ج خامس ص ۵۱۴ نمبر ۲۸۵۶۳)

[۲۴۸۰](۳۷)کسی نے بھائی کی باندی سے وطی کی یا چچا کی باندی سے اور کہا کہ میں نے گمان کیا کہ وہ حلال ہے تب بھی حد لگے گی۔

**تشریح** بھائی اور چچا کے ساتھ اتنا کھانا پینا نہیں ہوتا اور نہ آدمی ان کا مال اپنا مال سمجھتا ہے اس لئے یہ گمان بھی ہو کہ ان کی باندیاں میرے لئے حلال ہیں تب بھی حد لگے گی۔

**وجہ** اثر میں ہے کہ غلام نے آقا کی بیوی سے وطی کی تو بیوی کو حد لگے گی اسی پر قیاس کرتے ہوئے بھائی اور چچا کی باندی سے وطی کی پھر بھی حد لگے گی۔اثر میں ہے۔عن الثوری فی العبد یزنی بامرأة سیدہ فقال یقام علیہا الحد (د)(مصنف عبد الرزاق، باب المرأۃ تزنی

---

حاشیہ : (الف)حضورؐ سے منقول ہے کہ کوئی آدمی بیوی کی باندی سے وطی کرے تو فرمایا اگر بیوی نے حلال کیا ہو تو سو کوڑے اور اگر حلال نہ کیا ہو تو اس کو رجم کرے۔

حاشیہ : (ب)حضرت ابراہیم نے فرمایا تعزیر کی جائے اور حد نہیں لگے گی (ج)حضرت حکم نے فرمایا کوئی آدمی بیوی کی باندی سے وطی کرے تو اس پر حد ہے۔اور حضرت حسن نے فرمایا اس پر حد نہیں ہے (د)حضرت ثوری نے فرمایا غلام اپنے سید کی بیوی سے زنا کرے تو اس پر حد قائم کی جائے گی۔

**[۲۴۸۱](۳۸)ومن زفت الیه غیر امرأته وقالت النساء انها زوجتک فوطأها فلا حد علیه وعلیه المهر.**

بعبد زوجھا ج سابع ص۳۴۹ نمبر۱۳۴۴۲)(۲)اوپر گزرا۔ رفع الی عمر رجل زنی بجاریة امرأته فجلده مئة ولم یرجمه (الف) (مصنف عبدالرزاق، باب الرجل یصیب ولیدة امرأته ج سابع ص۳۴۶ نمبر۱۳۴۳۳) جب بیوی کی باندی سے وطی کرنے سے بھی حد لگ سکتی ہے تو اس پر قیاس کرتے ہوئے بھائی اور چچا کی باندی سے وطی کرنے سے بھی حد لگے گی اس لئے کہ وہ تو اور دور رہتے ہیں (۳) باقی رہا یہ گمان کہ میرے لئے ان کی باندیاں حلال ہیں شاید جھوٹ یا لاعلمی پر مبنی ہے اس لئے اس کے گمان کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔

[۲۴۸۱](۳۸) شب زفاف میں شوہر کے پاس کسی عورت کو بھیج دیا اور عورتوں نے کہا کہ یہ تیری بیوی ہے۔ پس اس نے اس سے وطی کی تو اس پر حد نہیں ہے اور شوہر پر مہر ہوگا۔

**تشریح** پہلی رات تھی۔ ابھی تک بیوی کو دیکھا نہیں تھا۔ عورتوں نے اصلی بیوی کے علاوہ کسی غیر عورت کو شوہر کے پاس بھیج دیا اور لوگوں نے یہ بھی کہا کہ یہ تیری بیوی ہے۔ اس نے اس سے وطی کر لی۔ بعد میں پتا چلا کہ وہ اس کی بیوی نہیں ہے تو اس مرد پر حد نہیں ہوگی۔ البتہ چونکہ وطی بالشبہ کی ہے اس لئے عقر لازم ہوگا جس کو وطی بالشبہ کا مہر کہتے ہیں۔

**وجہ** شوہر یہاں دو اعتبار سے معذور ہے۔ ایک تو یہ کہ ابھی تک پہچانتا ہی نہیں ہے کہ میری بیوی کون ہے۔ کیونکہ یہ پہلی رات ہے اس لئے اس عذر کی بنا پر حد ساقط ہو جائے گی۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ عورتوں نے بھی گواہی دی کہ یہ تیری بیوی ہے جس سے بیوی ہونے کا گمان غالب ہو گیا۔ اس لئے ان دونوں شبہوں کی وجہ سے حد ساقط ہو جائے گی (۲) اثر میں ہے کہ بیوی کہہ دے کہ یہ میرا شوہر ہے تو حد ساقط ہو جائے گی۔ یہاں تو بہت سی عورتوں نے کہا کہ یہ تیری بیوی ہے اس لئے بدرجۂ اولی حد ساقط ہو جائے گی۔ اثر یہ ہے۔ **یحیی بن ابی الهیثم عن ابیه عن جده انه شهد علیا واتی برجل وامرأة وجدا فی خرب مراد فاتی بهما علی فقال بنت عمی وربیبتی فی حجری فجعل اصحابه یقولون قولی زوجی فقالت هو زوجی فقال علی خذ بید امرأتک** ۔ دوسرے اثر میں ہے۔ **عن ابراهیم فی المرأة توخذ مع الرجل فتقول تزوجنی فقال ابراهیم لو کان هذا حقا ما کان علی زان حد (ب)** (مصنف ابن ابی شیبة ۱۳۹ فی الرجل یوجد مع المرأة فتقول زوجی ج خامس ص۵۴۵ نمبر۲۸۸۷۴/۲۸۸۷۵) اس اثر سے معلوم ہوا کہ عورت کہے کہ میرا شوہر ہے تو اس سے حد ساقط ہو جائے گی۔ تو بہت عورتوں نے کہا تو بدرجۂ اولی حد ساقط ہوگی۔ اور چونکہ وطی بالشبہ ہوئی ہے اس لئے

---

حاشیہ : (الف) حضرت عمرؓ کے پاس ایک مقدمہ لایا گیا کہ ایک آدمی نے اپنی بیوی کی باندی سے زنا کیا تو اس کو سو کوڑے لگائے اور رجم نہیں کیا (ب) حضرت علی کے پاس ایک مرد اور ایک عورت لائے گئے جو خراب مراد میں پکڑے گئے تھے ان کو حضرت علی کے پاس لائے گئے۔ مرد کہنے لگا یہ میرے چچا کی بیٹی ہے اور میری گود میں پالی ہوئی ہے۔ تو مرد کے ساتھ دوست کہنے لگے کہ کہو یہ میرا شوہر ہے تو عورت نے کہا یہ میرا شوہر ہے۔ تو حضرت علیؓ نے فرمایا اپنی بیوی کا ہاتھ پکڑ لو یعنی حد نہیں لگائی۔ دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ابراہیم نے فرمایا کوئی عورت مرد کے ساتھ زنا میں پکڑی جائے پس وہ کہے کہ مجھ سے شادی کی ہے۔ پس حضرت ابراہیم نے فرمایا اگر یہ بات سچ ہو تو ایسے زانی پر حد نہیں ہوگی۔

**[٢٤٨٢] (٣٩) ومن وجد امرأة على فراشه فوطأها فعليه الحد [٢٤٨٣] (٤٠) ومن تزوج امرأة لايحل له نكاحها فوطأها لم يجب عليه الحد.**

---

عقر لازم ہوگا۔

[۲۴۸۲] (۳۹) آدمی نے ایک عورت کو اپنی چار پائی پر پایا، پس اس سے وطی کر لی تو اس پر حد ہے۔

**وجہ** بار بار ملنے کی وجہ سے تجربہ ہے کہ بیوی کون ہے اس کا اندازہ تو اندھیرے میں بھی ہو جاتا ہے۔ اور اگر اندازہ نہیں ہوا تو پوچھ لینا چاہئے۔ اس کے باوجود نہ پوچھا نہ اندازہ سے کام لیا تو حد لگے گی۔ اس طرح تو عموما گھر میں ذی رحم محرم عورتیں مثلا بیٹی، بہو چار پائی پر سو جاتی ہے بغیر تحقیق کئے وطی کرے تو بیٹی اور بہو سے وطی کرنا لازم ہوگا اس لئے مرد پر حد لگے گی۔

**اصول** یہ مسائل اس اصول پر ہیں کہ جہاں بیوی ہونے کا یا اپنی باندی ہونے کا قوی شبہ ہو پھر اس سے وطی کر لی تو حد لازم نہیں ہوگی۔ اور جہاں بیوی ہونے کا یا اپنی باندی ہونے کا قوی شبہ نہ ہو پھر بھی وطی کر لے تو وطی کرنے والے پر حد لازم ہو جائے گی۔

[۲۴۸۳] (۴۰) کسی نے ایسی عورت سے نکاح کیا جس سے نکاح کرنا اس کے لئے حلال نہیں ہے اور اس سے وطی کی تو اس پر حد نہیں ہے

**تشریح** مثلا سوتیلی ماں سے نکاح کر لیا حالانکہ اس سے نکاح کرنا حلال نہیں ہے۔ یا خالہ سے نکاح کر لیا حالانکہ اس سے نکاح کرنا حلال نہیں ہے اور وطی بھی کر لی تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس پر حد نہیں لگے گی البتہ تعزیر ہوگی۔

**وجہ** نکاح کرنے کی وجہ سے بیوی ہونے کا شبہ ہو گیا اور اوپر حدیث گزری کہ شبہ ہو تو حتی الامکان حدود ساقط کیا کرو۔ **عن عائشة قالت قال رسول الله ﷺ ادرء وا الحدود عن المسلمين ما استطعتم** (الف) (ترمذی شریف، باب ماجاء فی درء الحدود ص ۲۶۳ نمبر ۱۴۲۴) یہاں نکاح کرنے کی وجہ سے بیوی کا شبہ ہو گیا اس لئے حد نہیں لگے گی البتہ تعزیر کی جائے گی۔ اور تعزیر میں قتل بھی کیا جا سکتا ہے، چنانچہ حدیث میں ہے کہ سوتیلی ماں کے ساتھ شادی کی تو آپ نے اس کو تعزیر کے طور پر قتل کیا۔ حدیث یہ ہے۔ **عن يزيد بن البراء عن ابيه قال لقيت عمي ومعه رايه فقلت له اين تريد؟ فقال بعثني رسول الله ﷺ الى رجل نكح امرأة ابيه فامرني ان اضرب عنقه واخذ ماله** (ب) (ابو داؤد شریف، باب فی الرجل یزنی بحریمہ ص ۲۶۴ نمبر ۴۴۵۷) اس حدیث میں سوتیلی ماں کے ساتھ نکاح کیا تو تعزیر کے طور پر اس کو قتل کیا گیا اور اس کے مال کو لے لیا گیا۔

**فائدہ** امام ابو یوسف، امام محمد اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ حد لگے گی۔

**وجہ** کیونکہ جب نکاح حلال نہیں تھا تو نکاح ہوا ہی نہیں وہ اجنبی رہی۔ اور اجنبیہ سے وطی کرنے سے حد لگتی ہے (۲) اوپر کی حدیث میں حضورؐ نے حد کے طور پر قتل کرنے کو فرمایا تھا تعزیر کے طور پر نہیں۔

---

حاشیہ : (الف) حضورؐ نے فرمایا حدود مسلمانوں سے ساقط کیا کرو جتنا ہو سکے (ب) براء فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے چچا سے ملاقات کی ان کے پاس ایک جھنڈا تھا۔ میں نے پوچھا کہاں جا رہے ہیں؟ فرمایا مجھ کو حضورؐ نے ایک آدمی کے پاس بھیجا ہے جس نے اپنے باپ کی بیوی سے نکاح کیا تو مجھ کو حکم دیا کہ میں اس کی گردن مار دوں اور اس کا مال لے لوں۔

**[۲۴۸۴] (۴۱)ومن اتی امرأة فی الموضع المکروہ او عمِل عمَل قوم لوطٍ فلا حد عند ابی حنیفة رحمه الله تعالی ویعزر وقالا رحمهما الله تعالی هو کالزنا فیُحَدُّ [۲۴۸۵] (۴۲)ومن وطئ بهیمة فلا حد علیه .**

[۲۴۸۴](۴۱) کسی نے عورت سے مکروہ جگہ میں وطی کی یا قوم لوط کا عمل کیا تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس پر حد نہیں ہے اور تعزیر کی جائے گی۔اور صاحبین فرماتے ہیں کہ وہ زانی کی طرح ہے اس لئے حد لگے گی۔

**تشریح** اپنی بیوی کے ساتھ لواطت کیا یا کسی مرد کے ساتھ لواطت کیا یعنی دبر میں وطی کی تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک حد نہیں ہے البتہ تعزیر ہوگی۔

**وجہ** آیت میں زانی کو حد یا رجم کی سزا ہے۔اور یہ زانی نہیں ہے کیونکہ زنا اس کو کہتے ہیں کہ مقام مخصوص میں وطی کرے اس لئے اس کو حد نہیں لگے گی (۲) حدیث میں اس کا اشارہ ہے کہ لوطی کو تعزیر لگے گی ہے حد نہیں۔**عن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ من وجد تموہ یعمل عمل قوم لوط فاقتلوا الفاعل والمفعول به** (الف) (ابوداؤد شریف، باب فیمن عمل عمل قوم لوط ص ۲۶۵ نمبر ۴۴۶۲ رترمذی شریف، باب ماجاء فی حد الوطی ص ۲۷۰ نمبر ۱۴۵۶) اس حدیث میں لواطت کرنے والے اور لواطت کروانے والے دونوں کو قتل کرنے کے لئے کہا۔جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ تعزیر کے طور پر تھا حد کے طور پر نہیں حد کے طور پر سو کوڑے لگتے یا رجم کرتے۔

**فائدہ** صاحبین اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ لواطت زنا کی طرح ہے اس لئے لواطت کرنے والے کو حد لگے گی یعنی محصن ہو تو رجم اور غیر محصن ہو تو کوڑے لگیں گے۔

**وجہ** اوپر کی حدیث میں قتل کرنے کے لئے کہا جو اصل میں حد ہے (۲) اثر میں ہے۔**وقال بعض اهل العلم من فقهاء التابعین منهم الحسن البصری وابراهیم النخعی وعطاء بن ابی رباح وغیرهم قالوا حد اللوطی حد الزانی وهو قول الثوری واهل الکوفة** (ب) (ترمذی شریف، باب ماجاء فی حد اللوطی، ص ۲۷۰، نمبر ۱۴۵۶ رالسنن للبیہقی، باب ماجاء فی حد اللوطی ج ثامن، ص ۴۰۶، نمبر ۱۷۰۳۲) اس اثر اور حدیث سے معلوم ہوا کہ لواطت کا حکم زنا کے حکم کی طرح ہے۔

**لغت** الموضع المکروہ: سے مراد دبر ہے جو مکروہ جگہ ہے۔

[۲۴۸۵](۴۲) کسی نے چوپائے کے ساتھ وطی کی تو اس پر حد نہیں ہے۔

**وجہ** (۱) کیونکہ زنا اس کو کہتے ہیں جو عورت کے ساتھ مخصوص مقام میں کیا جائے۔اور یہاں جانور کے ساتھ زنا کر رہا ہے اس لئے یہ زنا نہیں ہے۔اس لئے زنا کی حد نہیں لگے گی البتہ تعزیر ہوگی (۲) حدیث میں ہے۔**عن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ من اتی بهیمة فاقتلوہ واقتلوها معه** ،اور دوسری روایت میں اثر ہے۔**عن ابن عباس قال لیس علی الذی یأتی البهیمة حد** (ج) (ابوداؤد

---

(الف) آپؐ نے فرمایا جس کو قوم لوط کا عمل کرتے ہوئے پاؤ تو فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کر دو (ب) فقہاء تابعین میں سے حسن بصریؒ، ابراہیم نخعیؒ، عطاء بن رباحؒ وغیرہ نے فرمایا لوطی کی حد وہی ہے جو زانی کی حد ہے۔یعنی سو کوڑے یا رجم۔اور یہی قول حضرت ثوریؒ اور اہل کوفہ کا ہے (ج) حضرت ابن عباس نے فرمایا جو جانور سے جماع کرے اس پر حد نہیں ہے۔

**[۲۴۸۶] (۴۳) ومن زنی فی دار الحرب او فی دار البغی ثم خرج الینا لم یُقم علیه الحد.**

شریف، باب فیمن اتی بھیمۃ ص ۲۶۵ نمبر ۴۴۶۴/۴۴۶۵ / ترمذی شریف، باب ماجاء فیمن یقع علی البھیمۃ ص ۲۶۹ نمبر ۱۴۵۵) اس حدیث اور اثر سے معلوم ہوا کہ جانور سے وطی کرنے والے کو تعزیر کے طور پر قتل کر دے۔ البتہ اس پر زنا کی طرح حد نہیں ہے۔

[۲۴۸۶] (۴۳) کسی نے دار الحرب میں زنا کیا یا باغیوں کی حکومت میں زنا کیا پھر ہمارے یہاں آ گیا تو اس پر حد قائم نہیں ہوگی۔

**تشریح** مسلمان تھا دار الحرب میں زنا کیا پھر وہاں سے بھاگ کر دار الاسلام آ گیا یا باغیوں کی حکومت میں زنا کیا اور وہاں سے دار الاسلام میں آ گیا تو اس پر حد قائم نہیں ہوگی۔

**وجہ** دار الحرب میں یا باغیوں کی حکومت میں حد قائم نہیں کر سکتے۔ کیونکہ وہاں امیر اور سلطان نہیں ہے تو گویا کہ یہ گناہ ابتدا میں حد کا موجب نہیں ہوا۔ اور وہاں سے دار الاسلام آنے کے بعد بھی حد قائم نہیں کریں گے کیونکہ جب شروع میں حد کا موجب نہیں ہوا تو بعد میں حد کیسے قائم کریں گے (۲) اثر میں ہے کہ چار کام سلطان کے سپرد ہیں وہی انجام دیں گے۔ **عن الحسن قال اربعة الی السلطان الزکاة والصلوة (ای الجمعة) والحدود والقضاء** (الف) (مصنف ابن ابی شیبۃ ۵۹ من قال الحدود والی الامام ج خامس ص ۵۰۲ نمبر ۲۸۴۲۹) اور دار الحرب میں سلطان اور امیر المومنین نہیں ہیں اس لئے وہاں حد قائم نہیں ہو سکے گی (۳) ایک اثر میں ہے کہ **ان ابا الدرداء نهی ان یقام علی احد حد فی ارض العدو**، اور دوسرے اثر میں ہے۔ **کتب عمرؓ الا یجلدون امیر جیش ولا سریة احدا الحد حتی یطلع علی الدرب لئلا یحمله حمیة الشیطان ان یلحق بالکفار** (ب) (مصنف ابن ابی شیبۃ ۱۳۴ فی اقامۃ الحد علی الرجل فی ارض العدو ج خامس ص ۵۴۳ نمبر ۲۸۸۵۳/۲۸۸۵۲) اس اثر سے معلوم ہوا کہ دشمن کی زمین میں حد قائم نہ کریں اور جب وہاں قائم نہ ہوئی تو پرانی حد ہونے کی وجہ سے دار الاسلام میں بھی قائم نہیں کی جائے گی۔ یوں بھی دار الحرب سے دار الاسلام تک صحیح گواہوں کو پیش کرنا ایک مشکل کام ہے۔ اس لئے **ادرء وا الحدود مااستطعتم** کے تحت حد ساقط ہو جائے گی۔ البتہ امام مناسب سمجھے تو تعزیر کر دے۔

**فائدہ** امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ جب تک دار الحرب میں تھا تو حد قائم نہیں ہوگی لیکن جب دار الاسلام میں آیا تو یہاں حد قائم ہوگی۔

**وجہ** دار الاسلام میں آنے کے بعد یہاں کے احکام کا پابند ہے اور یہاں حد کا کام کرتا تو حد لگتی اس لئے یہاں آنے کے بعد حد لگے گی (۲) اوپر حضرت عمرؓ کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ جب تک دشمن کی زمین ہو تو حد قائم نہ کرے لیکن جب دار الاسلام میں آ جائے تو حد قائم کرے۔ کیونکہ درب کہتے ہیں دار الاسلام کے پھاٹک کو یعنی پھاٹک پر آ جائے تو حد قائم کر سکتا ہے۔ اثر کے الفاظ یہ ہیں۔ **کتب عمر الا یجلدون امیر جیش ولا سریة احدا الحد حتی یطلع علی الدرب** (مصنف ابن ابی شیبۃ ۱۳۴ فی اقمۃ الحد علی الرجل فی ارض العدو ج خامس ص ۵۴۳ نمبر ۲۸۸۵۲) اثر کا انداز یہ ہے کہ دار الاسلام کے پھاٹک پر آئے تو حد قائم کر سکتا ہے۔

---

حاشیہ : (الف) حضرت حسن نے فرمایا چار کام بادشاہ ہی کرے، زکوۃ وصول کرنا، نماز جمعہ قائم کرنا، حدود اور قضا قائم کرنا (ب) حضرت ابو الدرداء نے روکا اس بات سے کہ حد دشمن کی زمین میں قائم کی جائے، اور دوسرے اثر میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے لکھا کہ لشکر کا امیر اور سریہ کا امیر کوڑے نہ لگائیں یہاں تک کہ اسلامی پھاٹک پر نہ آ جائیں تا کہ شیطان کی حمیت مجرم پر حملہ نہ کر دے۔ اور کفار سے جا کر نہ مل جائے۔

## ﴿ باب حد الشرب ﴾

**[۲۴۸۷](۱)ومن شرب الخمر فاُخذ وريحها موجودة فشهد الشهود عليه بذلک او اقرَّ وريحها موجودة فعليه الحد [۲۴۸۸](۲)وان اقر بعد ذهاب رائحتها لم يُحدَّ .**

﴿ باب حد الشرب ﴾

**ضروری نوٹ** شراب یا نشہ آور چیزوں کے پینے کو شرب کہتے ہیں اس میں حد ہے۔اس کے حرام ہونے کی دلیل یہ آیت ہے۔يا ايها الذين آمنوا انما الخمر والميسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشيطان فاجتنبوه لعلكم تفلحون (الف)(آیت ۹۰ سورہ المائدۃ ۵)اس آیت سے شراب حرام ہونے کا علم ہوا۔اوراس کے پینے سے حد لگے اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔عن معاوية بن ابی سفيان قال قال رسول الله ﷺ اذا شربوا الخمر فاجلدوهم ثم ان شربوا فاجلدوهم ثم ان شربوا فاجلدوهم ثم ان شربوا فاقتلوهم (ب)(ابوداؤد شریف، باب اذا تتابع فی شرب الخمر ص ۲۶۷ نمبر ۴۴۸۲ ) ترمذی شریف، باب ماجاء من شرب الخمر فاجلدوہ ومن عاد فی الرابعۃ فاقتلوہ ص ۲۶۶ نمبر ۱۴۴۴)اس حدیث سے پتا چلا کہ شراب پینے والوں کو حد لگے گی۔

[۲۴۸۷](۱) کسی نے شراب پی اور پکڑا گیا اس حال میں کہ اس کی بو موجود ہے اور گواہوں نے اس کی گواہی دی یا اقرار کیا اس حال میں کہ اس کی بو موجود ہو تو اس پر حد ہے۔

**تشریح** حد لگنے کے لئے دو شرطیں ہیں۔ایک یہ کہ شراب پینے کی حالت میں اس حال میں پکڑا گیا ہو کہ اس کے منہ میں شراب کی بو ہو۔اور دوسری شرط یہ ہے کہ اس پر گواہ گواہی دیں کہ اس نے خوشی سے پی ہے تب حد لگے گی۔اگر بہت پہلے پی تھی یہاں تک کہ اس کے منہ سے بدبو جاتی رہی اس حال میں پکڑا گیا، یا بدبو کی حالت میں پکڑا تو گیا لیکن اس پر کوئی گواہ نہیں ہے تو حد نہیں لگے گی۔دوسری صورت یہ ہے کہ شراب کی بو کی حالت میں پکڑا گیا اور پینے والا اس کا اقرار کرے کہ میں نے خوشی سے پی ہے تب حد لگے گی۔اس حد میں اصول یہ ہے کہ پرانی گواہی یا پرانے اقرار کا اعتبار نہیں ہے۔اور منہ کی بدبو جانے کے بعد اس کو پرانا سمجھا جائے گا۔اس لئے بدبو جانے کے بعد پکڑنا اقرار کرنا قابل قبول نہیں ہے۔عن عمر بن الخطابؓ انه جلد رجلا وجد منه ريح شراب الحد تاما (ج)(دار قطنی، کتاب الاشربۃ وغیرھا ج رابع ص ۱۷۵ نمبر ۴۶۴۳ سنن للبیہقی، باب من وجد منہ ریح شراب اولقی سکران ج ثامن ص ۵۴۷ نمبر ۱۷۵۱۳)اس سے اشارہ ہوا کہ بو کی حالت میں پکڑا گیا ہو تب حد لگے گی۔اور گواہ یا اقرار کے بغیر تو حد جاری ہوتی ہی نہیں۔

[۲۴۸۸](۲) بو جانے کے بعد پینے کا اقرار کیا تو حد نہیں لگے گی۔

**تشریح** شراب ایک دن پہلے پی تھی اور اب شراب کی بو جا چکی ہے اس کے بعد پینے کا اقرار کیا تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک حد نہیں لگے گی۔

---

حاشیہ : (الف) اے ایمان والو یقیناً شراب، جوا، بت اور قسمت آزمانے کے تیر ناپاک ہیں، شیطان کے عمل ہیں اس لئے ان سے بچو شاید تم کامیاب ہو جاؤ گے (ب) آپؐ نے فرمایا اگر شراب پیئے تو ان کو کوڑے لگاؤ، پھر شراب پیئے تو ان کو کوڑے لگاؤ، پھر شراب پیئے تو ان کو کوڑے لگاؤ، پھر اگر شراب پیئے تو قتل کر دو (ج) حضرت عمرؓ نے ایک آدمی کو مکمل حد لگائی اس سے شراب کی بو آتی تھی۔

[۲۴۸۹](۳)ومن سکر من النبیذ حُدَّ[۲۴۹۰](۴)ولا حد علی من وجد منه رائحة الخمر او من تقیّأها.

وجہ ایک اثر پہلے گزر چکا ہے۔عن عمر بن الخطابؓ انه رجلا وجد منه ریح شراب الحد تاما (الف) (دار قطنی، نمبر ۳۲۶۴۳/ سنن للبیہقی، نمبر ۱۷۵۱۳) دوسری میں ہے۔عن عقبة بن الحارث ان النبی ﷺ اتی بنعمان او بابن نعمان وهو سکران فشق علیه وامر من فی البیت ان یضربوه فضربوه بالجرید والنعال (ب) (بخاری شریف، باب الضرب بالجرید والنعال ص ۱۰۰۲ نمبر ۶۷۷۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سکران اور مست کی حالت میں پکڑا جائے تو حد لازم ہوگی۔اثر میں ہے۔عن الشعبی قال لا یؤجل فی الحدود ولا قدر ما یقوم القاضی (ج) (مصنف عبد الرزاق، باب لا یوجل فی الحدود ج سابع ص ۴۳۱ نمبر ۱۳۷۵۹) اس اثر سے معلوم ہوا کہ پرانی باتوں کا اعتبار نہیں۔

فائدہ امام شافعیؒ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ بو جانے کے بعد اگر زمانہ قریب میں پی ہو اور اقرار کیا ہو تب بھی حد لازم ہوگی۔اور زمانہ قریب کا مطلب یہ ہے کہ ایک ماہ کے اندر کو قریب کہتے ہیں۔اور ایک ماہ سے دور کو بعید کہتے ہیں۔اس لئے ایک ماہ کے اندر اندر شراب پی ہو اور اقرار کرے یا گواہی دے دے تو حد لگ جائے گی۔

[۲۴۸۹](۳) کوئی نبیذ پینے سے نشہ ہو جائے تو حد لگائی جائے گی۔

وجہ حدیث میں ہے۔عن ابن عمرؓ ان رسول الله ﷺ اتی برجل قد سکر من نبیذ فجلده (د) (دار قطنی، کتاب الاشربة ص ۷۷ ج رابع نمبر ۴۶۵۴/ سنن للبیہقی، باب ماجاء فی وجوب الحد علی من شرب خمرا او نبیذا او سکرا ج ثامن ص ۵۴۳ نمبر ۱۷۴۹۹) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبیذ پیئے اور نشہ آجائے اور بو کی حالت میں پکڑا جائے اور گواہ ہو تو حد لگے گی۔

[۲۴۹۰](۴) اور حد اس پر نہیں ہے جس سے شراب کی بدبو آئے یا جو شراب قے کرے۔

تشریح کسی آدمی کے منہ سے شراب کی بو آئے اور اس پر گواہ نہ ہو اور اقرار نہ کیا ہو تو صرف بو آنے سے یا شراب کی قے کرنے سے حد لازم نہیں ہوگی۔

وجہ ممکن ہے کہ دوائی کے طور پر استعمال کی ہو یا کسی نے زبردستی پلائی ہو جس کی وجہ سے بدبو آرہی ہے یا قے کی ہے۔اس لئے یہ معذور ہے اس پر حد لازم نہیں ہوگی۔

وجہ اخرجاه فی الصحیح من حدیث الاعمش ویحتمل ان عبید الله بن مسعود لم یجلده حتی ثبت عنده شربه ما

---

حاشیہ : (الف) حضرت عمرؓ نے ایک آدمی کو مکمل حد لگائی اس سے شراب کی بو آتی تھی (ب) نعمان یا ابن نعمان کو حضورؐ کے پاس لایا گیا اس حال میں کہ وہ نشہ میں مست تھا۔آپؐ پر گراں گزرا۔آپؐ نے گھر کے لوگوں کو حکم دیا کہ اس کو مارو تو لوگوں نے جوتے اور چھڑیوں سے مارا (ج) حضرت شعبی نے فرمایا حدود میں تاخیر نہ کریں مگر اتنی کہ قاضی اپنی جگہ سے کھڑا ہو جائے، یعنی جرم کرتے ہوئے اتنی دیر کے بعد گواہی دی تو کوئی بات نہیں ہے (د) حضورؐ کے پاس ایک آدمی لایا گیا جو نبیذ سے نشہ آور ہو گیا تھا تو اس کو کوڑے لگائے۔

[۲۴۹۱] (۵)ولا یُحد السکران حتی یُعلم انه سکر من النبیذ وشربه طوعا [۲۴۹۲] (۶)ولا یُحد حتی یزول عنه السکر.

یسکر ببینة او اعتراف (الف)(سنن للبیہقی، باب من وجد منہ ریح شراب اولقی سکران ج ثامن ص ۵۴۷ نمبر ۱۷۵۱۵)(۲)قلت لعطاء الریح وھو یعقل؟ قال لا احد الابیبنة ان الریح لیکون من الشراب الذی لیس به بأس وقال عمر بن دینار لا احد فی الریح (ب)(مصنف عبدالرزاق، باب الریح، ج تاسع ص ۲۳۰، نمبر ۱۷۰۳۷ رمصنف ابن ابی شیبة ۹۱ فی رجل یوجد منہ ریح الخمر ما علیہ؟ ج خامس ص ۵۲۰ نمبر ۲۸۶۲۴)اس اثر سے معلوم ہوا کہ بدبو کے ساتھ گواہ ہو تب حد لازم ہوگی۔صرف بدبو آنے سے حد لازم نہیں ہوگی۔اور یہی حال قے کا ہے کہ جب تک قے کے بعد خوشی سے شراب پینے پر گواہ نہ ہو حد لازم نہیں ہوگی۔

[۲۴۹۱](۵)حد نہیں لگائی جائے گی نشہ والے کو یہاں تک کہ معلوم ہو جائے کہ نشہ نبیذ سے ہوا ہے اور خوشی سے پی ہے۔

**تشریح** نشہ آور چیز مجبور کر کے پلائی ہو تو اس سے حد لازم نہیں ہوگی۔خوشی سے پی ہو اور مست ہوا ہو تب حد لازم ہوگی۔

**وجہ** آیت میں ہے کہ مجبور کر کے زنا کیا ہو تو وہ معاف ہے۔ولا تکرھوا فتیاتکم علی البغاء ان اردن تحصنا لتبتغوا عرض الحیوة الدنیا ومن یکرھھن فان الله من بعد اکراھھن غفور رحیم (ج)(آیت ۳۳ سورة النور ۲۴)اس آیت میں ہے کہ مجبور کر کے زنا کیا ہو تو اللہ ان باندیوں کو معاف کرنے والا ہے(۲)حدیث میں ہے کہ مستکرہ پر حد لازم نہیں ہے۔ان صفیة بنت ابی عبید اخبرته ان عبدا من رقیق الامارة وقع علی ولیدة من الخمس فاستکرھھا حتی اقتضھا،فجلده عمر الحد ونفاه ولم یجلد الولیدة من اجل انه استکرھا (د)(بخاری شریف، باب اذا استکرھت المرأة علی الزنا فلا حد علیھا ص ۱۰۲۷ نمبر ۶۹۴۹)اس حدیث میں ہے کہ مجبور باندی پر حد نہیں لگائی۔اس سے معلوم ہوا کہ شراب یا نبیذ خوشی سے پی ہو تب حد لگے گی،مجبور کر کے پلایا ہو تو حد نہیں لگے گی۔

[۲۴۹۲](۶)اور نہیں حد لگے گی یہاں تک کہ نشہ اتر جائے۔

**وجہ** حد لگانے کا مقصد تنبیہ کرنا ہے اور نشہ کے عالم میں مارنے سے اس کو کچھ پتا نہیں چلے گا کہ مجھے کیوں مارا جا رہا ہے۔اس لئے نشہ اترنے کے بعد حد لگائے(۲)حدیث میں ہے۔عن ابن عمرؓ ان رسول الله ﷺ اتی برجل سکران او قال نشوان فلما ذھب سکره امر بجلده (ہ)(سنن للبیہقی، باب ماجاء فی اقامة الحد فی حال السکر اوحتی یذھب سکرہ ج ثامن ص ۵۵۱ نمبر ۱۷۵۲۵ رمصنف ابن

حاشیہ : (الف)حضرت عبداللہ بن مسعود نے کوڑا نہیں مارا یہاں تک کہ گواہ کے ذریعہ ثابت ہو گیا کہ ایسی چیز جس سے نشہ ہوتا ہے یا پینے کا اقرار کرے(ب)میں نے حضرت عطا سے پوچھا بو آ رہی ہے حالانکہ وہ نشہ آور نہیں ہے؟ فرمایا حد نہیں ہے مگر گواہ سے۔اس لئے کہ بو کبھی ہوتی ہے ایسے شراب سے جس میں کوئی حرج کی بات نہیں ہے،اور عمر بن دینار نے فرمایا جو صرف بو سونگھنے سے حد نہیں ہے(ج)اپنی جوان باندیوں کو زنا پر مجبور نہ کرو اگر وہ پاکدامن رہنا چاہتے ہوں تا کہ تم دنیوی زندگی کو تلاش کرو۔اور جوان کو مجبور کرے تو اللہ ان کو مجبور کرنے کے بعد معاف کرنے والے ہیں(د)امارت کے ایک غلام نے خمس کی باندی سے زنا کر لیا اور اس کو مجبور کیا یہاں تک کہ ضرورت پوری کر لی تو حضرت عمرؓ نے اس کو حد لگائی اور قید کیا اور باندی کو کوڑے نہیں لگائے اس لئے کہ اس کو مجبور کیا تھا(ہ) (حاشیہ اگلے صفحہ پر)

**[۲۴۹۳] (۷)وحد الخمر والسکر فی الحر ثمانون سوطا یفرَّق علی بدنه کما ذکرنا فی الزنا [۲۴۹۴](۸)فان کان عبدا فحده اربعون.**

ابی شیبۃ ۹۰ ماجاء فی السکران متی یضرب اذاصحااوفی حال سکرہ؟ ج خامس ص ۵۱۹ نمبر ۲۸۶۱۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نشہ اترنے کے بعد حد لگائے۔

**لغت** السکر : نشہ۔

[۲۴۹۳] (۷) شراب اور نشہ کی حد آزاد میں اسی کوڑے ہیں، اس کے بدن پر متفرق جگہ مارے جائے جیسا کہ میں نے زنا میں ذکر کیا۔

**تشریح** شراب اور نشہ کی حد پہلے چالیس کوڑے تھی بعد میں حضرت عمرؓ کے زمانے میں لوگوں کی زیادتی کی وجہ سے اسی کوڑے کر دیئے گئے۔

**وجہ** حدیث میں ہے۔ **عن السائب بن یزید قال کنا نوتی بالشارب علی عهد رسول الله ﷺ وامرة ابی بکر وصدرا من خلافة عمرؓ فنقوم الیه بایدنا ونعالنا واردیتنا حتی کان اخرة امرأة عمر فجلد اربعین حتی اذا عتوا وفسقوا جلد ثمانین** (الف) (بخاری شریف، باب الضرب بالجرید والنعال ص ۱۰۰۲ نمبر ۶۷۷۹ رمسلم شریف، باب حد الخمر ص ۷۱ نمبر ۱۷۰۶) اس حدیث سے ثابت ہوا کہ آزاد کی حد شراب میں اسی کوڑے ہیں۔

اور جسم میں الگ الگ جگہ مارے جائے اس کے لئے اثر گزر چکا ہے۔ **عن علیؓ قال اتی برجل سکران او فی حد فقال اضرب واعط کل عضو حقه واتق الوجه والمذاکیر** (ب) (مصنف ابن ابی شیبۃ ۱۰۰ ماجاء فی الضرب فی الحدج خامس ص ۵۲۴ نمبر ۲۸۶۶۶ رمصنف عبد الرزاق، باب ضرب الحدود وهل ضرب النبیؐ بالسوط؟ ج سابع ص ۳۷۰ نمبر ۱۳۵۱۷) اس اثر سے معلوم ہوا کہ سب عضو پر تھوڑے تھوڑے کوڑے مارے جائیں گے۔ البتہ چہرہ، سر اور شرمگاہ پر نہیں ماریں گے کیونکہ یہ نازک اعضاء ہیں۔

[۲۴۹۴] (۸) پس اگر غلام ہو تو اس کی حد چالیس کوڑے ہیں۔

**وجہ** پہلے کئی مرتبہ گزر چکا ہے کہ غلام اور باندی کی سزا آزاد سے آدھی ہے۔ اس لئے آزاد کی سزا اسی کوڑے ہیں تو غلام باندی کی سزا چالیس کوڑے ہوں گے۔ آیت ہے۔ **فان اتین بفاحشة فعلیهن نصف ما علی المحصنات من العذاب** (ج) (آیت ۲۵ سورۃ النساء ۴) (۲) اثر میں ہے کہ غلام کو آزاد سے آدھی سزا دی۔ **عن ابن شهاب انه سئل عن جلد العبد فی الخمر فقال بلغنا ان علیه نصف جلد الحر وان عمر بن الخطابؓ وعثمانؓ بن عفان وعبد الله بن عمرؓ قد جلدوا عبیدهم نصف حد الحر فی**

---

حاشیہ : (پچھلے صفحہ سے آگے) حضورؐ کے پاس ایک نشہ میں مست آدمی کو لایا گیا یا فرمایا کہ نشوان آدمی کو لایا گیا۔ پس جب اس کا نشہ ختم ہو گیا تو اس کو کوڑے لگانے کا حکم دیا (الف) حضرت سائب بن یزید فرماتے ہیں کہ حضورؐ، حضرت ابو بکرؓ کے امارت کے زمانے میں اور حضرت عمرؓ کی خلافت کے شروع زمانے میں شرابی کو لاتے اور اپنے ہاتھوں، جوتوں اور چادروں سے اس کی پٹائی کرتے یہاں تک کہ حضرت عمرؓ کی امارت کا آخری دور آیا تو چالیس کوڑے لگائے، پھر جب لوگ شرارت کرنے لگے تو اسی کوڑے لگائے گئے (ب) حضرت علیؓ کے سامنے ایک نشہ ور آدمی لایا گیا یا حد میں لایا گیا تو فرمایا مارو اور ہر عضو کو اس کا حق دو، اور دیکھنا چہرہ اور ذکر پر نہ مارنا (ج) پس اگر زنا کریں تو باندی پر آزاد عورت سے آدھی سزا ہے۔

[۲۴۹۵] (۹) ومن اقر بشرب الخمر والسکر ثم رجع لم یُحد [۲۴۹۶] (۱۰) ویثبت الشرب بشهادة شاهدین او باقراره مرة واحدة.

الخمر (الف) (سنن للبیہقی، باب ماجاء فی عدد حد الخمر ج ثامن ص ۵۵۷ نمبر ۱۷۵۴۸) اس اثر سے معلوم ہوا کہ غلام کی سزا آدھی ہوگی یعنی چالیس کوڑے ہوں گے۔

[۲۴۹۵] (۹) کسی نے اقرار کیا شراب اور نشہ پینے کا پھر بعد میں اس سے پھر گیا تو حد نہیں لگے گی۔

تشریح کسی نے شراب پینے کا اقرار کیا یا نشہ پینے کا اقرار کیا پھر بعد میں اس سے پھر گیا تو حد ساقط ہو جائے گی۔

وجہ پہلے زنا کی حد کے سلسلے میں گزر چکا ہے کہ رجوع کر جائے تو حد ساقط ہو جائے گی۔ حدیث کا ٹکڑا یہ ہے۔ هلا ترکتموه لعله ان یتوب فیتوب الله علیه (ابوداؤد شریف، باب رجم ماعز بن مالک ص ۲۶۰ نمبر ۴۴۱۹ رترمذی شریف، باب ماجاء فی درء الحد عن المعترف اذا رجع ص ۲۶۴ نمبر ۱۴۲۸) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حد شرب سے رجوع کر جائے تو حد ساقط ہو جائے گی۔

[۲۴۹۶] (۱۰) حد شرب ثابت ہوگی دو گواہوں کی گواہی سے یا ایک مرتبہ اقرار کرنے سے۔

تشریح زنا ثابت کرنے کے لئے چار گواہوں کی ضرورت تھی اس لئے آیت کی وجہ سے وہاں چار گواہ ضروری قرار دیا۔ لیکن حد شرب میں آیت میں چار گواہ کی شرط نہیں ہے اس لئے وہ اصلی مقام پر آئے گا۔ اور عام حالات میں دو گواہ سے کوئی چیز ثابت ہو جاتی ہے اس لئے دو گواہ سے حد شرب ثابت ہو جائے گی۔

وجہ آیت میں ہے۔ واستشهدوا شهیدین من رجالکم فان لم یکونا رجلین فرجل وامرأتان ممن ترضون من الشهداء (ب) (آیت ۲۸۲ سورة البقرة ۲) اس آیت میں معاملات کے لئے کہا گیا ہے کہ دو مرد چاہئے یا ایک مرد اور دو عورتیں چاہئے۔ اس لئے دو مرد حد شرب ثابت کرنے کے لئے کافی ہوں گے (۲) اس اثر میں ہے۔ جاء رجلان برجل الی علیؓ بن طالب فشهدا علیه بالسرقة فقطعه (ج) (دار قطنی، کتاب الحدود ج ثالث ص ۱۲۸ نمبر ۳۳۶۱) اس اثر میں دو مرد کی گواہی سے ہاتھ کاٹا گیا۔ اور عورت کی گواہی حدود میں اس لئے کافی نہیں کہ اثر میں اس کو منع فرمایا ہے۔ اثر میں ہے۔ عن الزهری قال مضت السنة من رسول الله ﷺ والخلیفتین من بعد الا تجوز شهادة النساء فی الحدود (د) (مصنف ابن ابی شیبة ۱۰۹ فی شهادة النساء فی الحدود ج خامس ص ۵۲۸ نمبر ۲۸۷۰۵ رمصنف عبد الرزاق، باب هل تجوز شهادة النساء مع الرجال فی الحدود وغیرها ج ثامن ص ۳۳۰ نمبر ۱۵۴۱۰) اس اثر سے معلوم ہوا کہ حدود میں عورتوں کی گواہی جائز نہیں ہے۔ اس لئے صرف دو مردوں کی گواہی سے حد شرب ثابت ہوگی۔

---

حاشیہ : (الف) حضرت ابن شہاب سے شراب کے بارے میں غلام کی حد کے بارے میں پوچھا تو فرمایا کہ مجھ کو یہ خبر پہنچی ہے کہ اس پر آزاد کے کوڑے سے آدھا ہے۔ اور حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، عبد اللہ بن عمرؓ اپنے غلاموں کو شراب میں آزاد کی حد سے آدھی سزا دی، یعنی چالیس کوڑے (ب) دو مردوں کو گواہ بناؤ، پس اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ہوں گواہوں میں سے جن سے راضی ہو (ج) دو آدمی حضرت علیؓ کے پاس ایک آدمی کو لائے اور ان دونوں نے چوری کی گواہی دی تو اس کا ہاتھ کاٹا (د) حضرت زہریؒ فرماتے ہیں کہ حضورؐ کے زمانے سے اور دونوں خلیفہ کے زمانے سے یہ سنت جاری ہے کہ عورتوں کی گواہی حدود میں جائز نہیں ہے۔

## [۲۴۹۷](۱۱)ولا تقبل فیه شهادة النساء مع الرجال.

ایک مرتبہ اقرار سے بھی حد شرب یا حد سرقہ ثابت ہوگی اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ **عن ابی هریرة قال اتی رسول الله ﷺ بسارق سرق شملة فقالوا ان هذا سرق فقال لا اخاله سرق فقال بلی یارسول الله ! قد سرقت قال اذهبوا به فاقطعوه ثم احسموه ثم ائتونی به** (الف) (سنن للبیہقی، باب ماجاء فی الاقرار بالسرقۃ والرجوع عنہ ج ثامن ص ۴۷۹ نمبر ۱۷۲۷۵ ر دار قطنی، کتاب الحدود ج ثالث ص ۸۲ نمبر ۳۱۳۹ ر نسائی شریف، باب تلقین السارق ص ۶۷۲ نمبر ۴۸۸۱) اس حدیث میں ایک مرتبہ اقرار کیا اور قال بلی کہا جس پر حد سرقہ لازم کردی گئی۔ جس سے معلوم ہوا کہ حد شرب بھی ایک مرتبہ اقرار کرنے سے ثابت ہو جائے گی۔

**فائدہ** امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ دو مرتبہ اقرار کرے تب حد شرب ثابت ہوگی۔

**وجہ** (۱) جس طرح ثبوت کے لئے دو گواہ ضروری ہیں اسی طرح دو مرتبہ اقرار بھی ہو (۲) اثر میں اس کا ثبوت ہے۔ **رأیت علیاً اقر عنده سارق مرتین فقطع یده وعلقها فی عنقه** (ب) (سنن للبیہقی، باب ماجاء فی تعلیق الید فی عنق السارق ج ثامن ص ۴۷۸ نمبر ۱۷۲۷۴) اس اثر میں دو مرتبہ چوری کا اقرار کیا تب حد سرقہ ثابت کیا جس سے پتا چلا کہ حد شرب میں بھی دو مرتبہ اقرار کرے تب حد شرب ثابت ہوگی۔

[۲۴۹۷] (۱۱) اور حدود میں عورتوں کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی مردوں کے ساتھ۔

**وجہ** پہلے اثر گزر چکا ہے۔ **عن الزهری قال مضت السنة من رسول الله ﷺ والخلیفتین من بعده الا تجوز شهادة النساء فی الحدود** (ج) (مصنف ابن ابی شیبۃ نمبر ۲۸۷۰۵ ر مصنف عبد الرزاق نمبر ۱۵۴۱۰) اس اثر سے ثابت ہوا کہ حدود میں عورتوں کی گواہی کا اعتبار نہیں ہے۔ اس لئے صرف دو مرد کی گواہی چاہئے۔



حاشیہ : (الف) حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ حضور کے سامنے ایک چور لایا گیا جس نے چادر چرائی تھی تو لوگوں نے کہا اس نے چرایا ہے تو آپؐ نے فرمایا میں سمجھتا ہوں کہ چرایا نہیں ہے۔ لوگوں نے کہا کیوں نہیں اے اللہ کے رسول! انہوں نے چرایا ہے۔ آپؐ نے فرمایا اس کو لے جاؤ اس کا ہاتھ کاٹو پھر اس کو داغ دو پھر میرے پاس لاؤ (ب) میں نے حضرت علیؓ کو دیکھا کہ ان کے پاس چور نے دو مرتبہ اقرار کیا تو اس کا ہاتھ کاٹا اور اس کو اس کی گردن میں لٹکا دیا (ج) حضرت زہریؒ نے فرمایا حضورؐ کے زمانے اور دونوں خلیفہ کے زمانے سے اور ان کے بعد سے یہ سنت جاری ہے کہ عورتوں کی گواہی حدود میں جائز نہیں ہے۔

## ﴿ باب حد القذف ﴾

[۲۴۹۸](۱)اذا قذف الرجل رجلا محصنا او امرأة محصنة بصريح الزنا وطالب

﴿ باب حد القذف ﴾

**ضروری نوٹ** کسی پاکدامن مرد یا عورت پر تہمت ڈالے کہ تم نے زنا کرایا ہے یا کیا ہے اور اس کو چار گواہوں سے ثابت نہ کر سکے اور جس پر تہمت ڈالی ہے وہ حد کا مطالبہ کرے تو اس پر حد لگے گی۔اس حد کو حد قذف کہتے ہیں۔قذف کا معنی ہے زنا کی تہمت لگانا۔ثبوت اس آیت میں ہے۔ والذين يرمون المحصنات ثم لم يأتو باربعة شهداء فاجلدوهم ثمانين جلدة ولا تقبلوا لهم شهادة ابدا واولئک هم الفاسقون (الف) (آیت ۴ سورۃ النور ۲۴) اس آیت میں ہے کہ کسی محصنہ عورت پر زنا کی تہمت لگائے پھر چار گواہ نہ لا سکے تو اس کو اسی کوڑے مارو اور کبھی اس کی گواہی قبول نہ کرو (۲) حدیث میں ہے۔عن عائشة قالت لما نزل عذری قام النبی ﷺ علی المنبر فذکر ذلک وتلا تعنی القرآن،فلما نزل من المنبر امر بالرجلین والمرأة فضربوا احدهم (ب) (ابوداؤد شریف، باب فی حد القذف ص ۲۶۶ نمبر ۴۴۷۴ رابن ماجہ شریف، باب حد القذف ص ۳۶۹ نمبر ۲۵۶۷) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حد قذف لگائی جا سکتی ہے۔

[۲۴۹۸](۱) اگر زنا کی تہمت لگائی کسی آدمی نے محصن مرد کو یا محصنہ عورت کو صریح زنا کی اور مقذوف نے حد کا مطالبہ کیا تو حاکم اس کو اسی کوڑے لگائیں گے اگر وہ آزاد ہو۔

**تشریح** کسی آدمی نے محصن مرد یا محصنہ عورت کو زنا کی تہمت لگائی اور اشارہ کنایہ سے نہیں بلکہ زنا کی صریح لفظ سے تہمت لگائی اور جس کو تہمت لگائی اس نے حد کا مطالبہ کیا۔پس اگر تہمت لگانے والا آزاد ہے تو حاکم اس کو اسی کوڑے حد قذف لگائے۔

**وجہ** اوپر کی آیت میں موجود ہے کہ محصن مرد یا محصن عورت کو تہمت لگائے تو حد قذف لگے گی۔اور محصن کس کو کہتے ہیں اس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے اور مسئلہ نمبر ۵ میں دوبارہ آرہی ہے۔

زنا کے صریح لفظ سے تہمت لگائے تب حد لگے گی۔

**وجہ** اثر میں ہے۔عن القاسم بن محمد قال ما کنا نری الجلد الا فی القذف البین والنفی البین (ج) (سنن للبیہقی، باب من قال لا حد الا فی القذف الصریح ج ثامن ص ۴۴۰ نمبر ۱۷۱۴۵ رمصنف عبد الرزاق، باب التعریض ج سابع ص ۴۲۰ نمبر ۱۳۷۰۱) اس اثر سے معلوم ہوا کہ جب تک صریح نہ کہے حد لازم نہیں ہوگی (۲) حدیث میں اعرابی نے اشارہ سے بیوی پر تہمت لگائی تو آپ نے حد نہیں

---

حاشیہ : (الف) جو لوگ پاکدامن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں پھر چار گواہ نہیں لا سکتے تو ان کو اسی کوڑے مارو اور کبھی بھی ان کی گواہی قبول نہ کرو، وہ فاسق ہیں (ب) حضرت عائشہ فرماتی ہیں جب میرے عذر کے متعلق آیتیں اتریں تو حضور منبر پر کھڑے ہوئے اور اس کا تذکرہ کیا اور قرآن کی آیتیں پڑھیں۔پس جب منبر سے اترے تو دو مرد اور ایک عورت کے بارے میں حکم دیا اور ان کو حد قذف لگائی (ج) حضرت قاسم بن محمد فرماتے ہیں کہ ہم کوڑا لگانا نہیں مناسب سمجھتے مگر صریح تہمت میں یا صریح بچے کے انکار میں۔

**المقذوف بالحد حَدَّه الحاکم ثمانین سوطا ان کان حرا [۲۴۹۹] (۲) یُفرق علی اعضائه [۲۵۰۰] (۳) ولا یُجرَّد من ثیابه غیر انه ینزع عنه الفرو والحشو [۲۵۰۱] (۴) وان کان**

---

لگائی۔لمبی حدیث کا ٹکڑا یہ ہے۔عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ ﷺ جاءہ اعرابی فقال یا رسول اللہ ﷺ ان امرأتی ولدت غلاما اسود فقال ھل لک من ابل؟ الخ (الف) (بخاری شریف، باب ماجاء فی التعریض ص۱۰۱۲ نمبر ۶۸۴۷ رمسلم شریف، کتاب اللعان ص۴۸۸ نمبر ۱۵۰۰) اس حدیث میں اشارہ سے بیوی پر تہمت لگائی اس لئے آپ ؐ نے اس پر حد قذف نہیں لگائی۔

مقذوف مطالبہ کرے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ اس کا حق ہے۔اگر وہ معاف کر دے تو معاف ہو جائے گا جیسے دیت میں وارث معاف کر دے تو معاف ہو جائے گا۔

اسی کوڑے کی وجہ خود آیت میں موجود ہے۔ثمانین جلدۃ (آیت ۴ سورۃ النور ۲۴)

[۲۴۹۹] (۲) مجرم کے اعضاء پر تفریق کر کے مارے۔

**تشریح** یہ اسی کوڑے جسم کی ایک جگہ پر نہ مارے بلکہ ہر عضو پر تھوڑا تھوڑا کر کے مارے سوائے سر، چہرہ اور شرمگاہ کے۔

**وجہ** پہلے اثر گزر چکا ہے۔ عن اتی علیاً رجل فی حد فقال اضرب واعط کل عضو حقه واجتنب وجهه ومذاکیره (ب) (مصنف عبد الرزاق، باب ضرب الحدود وھل ضرب النبی ﷺ بالسوط ج سابع ص۳۷۰ نمبر ۱۳۵۱۷) اس اثر سے معلوم ہوا کہ مختلف اعضاء پر مارے۔

[۲۵۰۰] (۳) مجرم کا کپڑا نہ اتارے علاوہ یہ کہ اس سے پوستین اور روئی بھرا ہوا کپڑا اتارے۔

**تشریح** کوڑا لگاتے وقت مجرم سے کپڑا نہ اتارے، قمیص وغیرہ پہنے ہوئے ہی کوڑا لگائے۔البتہ موٹا کپڑا اور پوستین اتروالے تاکہ کوڑا لگ سکے۔

**وجہ** اس اثر میں اس کا ثبوت ہے۔سألت المغیرة بن شعبة عن القاذف انتزع عنه ثیابه؟ قال لا لاتنزع عنه الا ان یکون فروا او حشوا (ج) (مصنف عبد الرزاق، باب وضع الرداء ج سابع ص۳۷۴ نمبر ۱۳۵۲۶ رمصنف ابن ابی شیبۃ ۳۸ فی الزانیۃ والزانی یخلع عنهما ثیابهما او یضربان فیهما ج خامس ص۴۹۲ نمبر ۲۸۳۲۱) اس اثر سے معلوم ہوا کہ کوڑا لگاتے وقت موٹا کپڑا اتروادے باقی کپڑے نہ اتارے۔

[۲۵۰۱] (۴) اگر غلام ہو تو اس کو چالیس کوڑے لگائیں گے۔

**وجہ** پہلے گزر چکا ہے کہ غلام کی سزا آزاد کی سزا سے آدھی ہے۔اس لئے آزاد کو اسی کوڑے لگائیں گے تو غلام باندی کو چالیس کوڑے لگائے

---

حاشیہ : (الف) آپ ؐ کے پاس ایک دیہاتی آیا اور کہا یا رسول اللہ! میری بیوی نے کالا بچہ دیا ہے۔آپ ؐ نے پوچھا کیا تمہارے پاس اونٹ ہے؟ (ب) حضرت علیؓ کے پاس ایک آدمی لایا گیا نشہ آور میں یا حد میں تو فرمایا مارو اور ہر عضو کو اس کا حق دو۔البتہ چہرے اور ذکر پر نہ مارو (ج) حضرت مغیرہ بن شعبہ کو تہمت لگانے کے بارے میں پوچھا کیا اس سے کپڑے اتار لیں؟ فرمایا اس سے کپڑے نہ اتارو مگر یہ کہ فرو اور حشو ہو۔

**عبـدا جلـده اربـعیـن سوطا [۲۵۰۲](۵)والاحصان ان یکون المقذوف حرا بالغا عاقلا مسـلـمـا عـفیفا عن فعل الزنا [۲۵۰۳](۶)ومن نفی نسب غیره فقال لستَ لابیک او یا**

---

جائیں گے۔

**وجہ** اثر میں ہے۔قـال ادرکت عمر بن الخطابؓ وعثمان بن عفانؓ والخلفاء هلم جرا ما رأیت احدا جلد عبدا فی فریة اکثـر مـن اربعین (الف)(سنن للبیہقی، باب العبد یقذف حراج ثامن ص۴۳۸ نمبر ۱۷۱۳۹ رمصنف عبدالرزاق، باالعبد یفتری علی الحرج سابع ص۴۳۷ نمبر ۱۳۷۸۸)اس اثر سے معلوم ہوا کہ غلام یا باندی تہمت لگائے تو ان کو چالیس کوڑے حدقذف لگائی جائے گی۔

[۲۵۰۲](۵)محصن ہونا یہ ہے کہ مقذوف آزاد ہو، بالغ ہو، عاقل ہو، مسلمان ہو زنا کے فعل سے پاک دامن ہو۔

**تشریح** آیت میں گزرا کہ محصن مرد یا محصنہ عورت کو زنا کی تہمت لگائے تو تہمت لگانے والے کو حد لگے گی۔یہاں فرماتے ہیں کہ محصن مرد یا محصنہ عورت کس کو کہیں گے۔اس لئے فرماتے ہیں کہ جو آزاد ہو، بالغ ہو، عاقل ہو، مسلمان ہو اور زنا سے پاک ہو اس کو محصن کہتے ہیں۔

**وجہ** ہر ایک شرط کی تفصیل کتاب الحدود مسئلہ نمبر ۲۴ میں گزر چکی ہے اور دلائل بھی گزر چکے ہیں وہاں دیکھ لیں۔

زنا سے پاکدامن کا مطلب یہ ہے کہ اس نے نہ کبھی زنا کیا ہو نہ وطی بالشبہ کیا ہو اور نہ نکاح فاسد کیا ہو تو اس کو زنا سے پاکدامن کہتے ہیں۔

**وجہ** جو لوگ ان میں سے ایک بھی کر چکا ہو اس کو زنا کی تہمت لگانے سے عار نہیں ہوتی کیونکہ وہ تو اس کام میں مبتلا ہے (۲)اثر میں ہے کہ نکاح فاسد بھی کر کے وطی کیا ہو تو وہ محصن نہیں ہوتا۔عـن عـطـاء فـی رجل تزوج بامرأة ثم دخل بها فاذا هی اخته من الرضاعة قـال لیـس بـاحـصان وقاله معمر عن قتادة (ب)(مصنف عبدالرزاق، باب ھل یکون النکاح الفاسد احسانا؟ ج سابع ص۳۰۹ نمبر ۱۳۳۰۵)اس اثر سے معلوم ہوا کہ نکاح فاسد کر کے نکاح کرے تب بھی وہ محصن باقی نہں رہتا تو زنا کیا ہو یا وطی بالشبہ کیا ہو تو کیسے محصن باقی رہے گا؟

**نوٹ** رضاعی بہن سے شادی کرنا نکاح فاسد ہے اور اثر میں اسی کا تذکرہ ہے۔

[۲۵۰۳](۶)جس نے کسی کے نسب کی نفی کی، پس کہا تم اپنے باپ کا نہیں ہو، یا اے زانیہ کے بیٹے اور اس کی ماں محصنہ تھی انتقال کر چکی تھی۔پس بیٹے نے حد کا مطالبہ کیا تو تہمت لگانے والے کو حد لگائی جائے گی۔

**تشریح** یہاں تین صورتیں بیان کی جا رہی ہیں۔ایک تو یہ کہ نسب کی نفی کی جس کی ایک صورت یہ ہے کہ کہے کہ تم اپنے باپ کا بیٹا نہیں ہو یعنی تمہاری ماں نے زنا کرایا ہے اس سے تم پیدا ہوئے ہو۔پس اگر ماں زندہ ہوتی تو وہ حد کا، طالبہ کرتی تب حد لگتی کیونکہ پہلے گزر چکا ہے کہ مقذوف کے مطالبے کے بعد حد لگے گی۔لیکن ماں مر چکی ہے اور وہ بھی محصنہ تھی تو اب بیٹے کو حد کے مطالبے کا حق ہوگا۔یا بیٹے سے کہا کہ تم

---

حاشیہ : (الف)میں نے عمر بن خطابؓ، عثمانؓ اور تمام خلفاء کو کسی نے غلام کو تہمت کے بارے میں نہیں مارا چالیس کوڑے سے زیادہ (ب)حضرت عطاء سے منقول ہے کہ ایک آدمی نے ایک عورت سے شادی کی پھر اس سے صحبت کی بعد میں معلوم ہوا کہ اس کی رضاعی بہن ہے؟ فرمایا یہ صحبت محصن نہیں بناتی۔یہی بات حضرت معمر نے قتادہ سے نقل کی۔

**ابن الزانیة و امّه محصنة میتة فطالب الابن بحدها حُدّ القاذف[۲۵۰۴] (۷)ولا یطالب بحد القذف للمیت الا من یقع القدح فی نسبه بقذفه [۲۵۰۵](۸)واذا کان المقذوف**

زانیہ کے بیٹے ہو گویا کہ اس کی ماں پر زنا کی تہمت لگائی اور وہ مرچکی ہے۔اس لئے اس صورت میں بھی بیٹے کو حد کے مطالبے کا حق ہوگا۔

**وجہ** اثر میں ہے۔قال عبد اللہ لا حد الا علی رجلین رجل قذف محصنة او نفی رجلا من ابیه و ان کانت امه امة (الف) (مصنف ابن ابی شیبۃ ۲۵ فی الرجل ینفی الرجل من ابیہ وامہ ج خامس ص ۴۸۴ نمبر ۲۸۲۳۲) اس اثر سے معلوم ہوا کہ کوئی باپ سے نسب کی نفی کرے تو اس کے مطالبے پر حد لازم ہوگی۔اور اسی میں یہ آیا کہ اس کی ماں کو زنا کے ساتھ متہم کرے تو بیٹے کو حد کے مطالبے کا حق ہوگا۔

[۲۵۰۴] (۷) اور میت کے لئے حد قذف کا مطالبہ نہیں کر سکتا ہے مگر جس کے نسب میں فرق آتا ہو تہمت لگانے سے۔

**تشریح** تہمت لگانے سے جس کے نسب میں فرق آتا ہو وہ میت کی جانب سے حد قذف کا مطالبہ کر سکتا ہے۔اور یہ حق صرف بیٹے اور باپ کو ہے۔مثلا کہا کہ تمہاری ماں زانیہ تھی اور ماں مرچکی ہے تو اس سے خود اس آدمی کے نسب میں فرق آتا ہے کہ اس کو حرامی کہہ رہا ہے اور بغیر باپ کے بیٹے ہوا ایسا کہہ رہا ہے اس لئے بیٹا انتقال شدہ ماں کی جانب سے حد کا مطالبہ کر سکتا ہے۔کیونکہ میت کو زانی کہنے سے بیٹے کے علاوہ کسی اور کے نسب میں فرق نہیں آتا۔

**وجہ** اثر اوپر گزر چکا ہے۔

**لغت** القدح : عیب، عار۔

[۲۵۰۵] (۸) اگر مقذوف محصن ہو تو اس کے کافر بیٹے یا غلام بیٹے کے لئے بھی جائز ہے کہ حد کا مطالبہ کرے۔

**تشریح** ماں محصنہ تھی اور انتقال کر گئی تھی۔اس کو کسی نے تہمت ڈالا تو چاہے بیٹا کافر ہو یا غلام ہو پھر بھی ان دونوں کو حد قذف کے مطالبے کا حق ہوگا۔

**وجہ** خود بیٹا پر تہمت ڈالتا تو حد کا مطالبہ نہیں کر سکتا کیونکہ وہ محصن نہیں ہے کیونکہ وہ کافر ہے یا غلام ہے۔لیکن یہاں زنا کی تہمت اس کی ماں پر ہے بیٹے پر نہیں ہے۔وہ تو صرف حد کا مطالبہ کرنے والا ہے اور کافر بیٹے یا غلام بیٹے کو حد کے مطالبہ کا حق ہے۔اور چونکہ ماں جس پر اصل میں تہمت ڈالی ہے محصنہ ہے اس لئے تہمت لگانے والے کو حد لگے گی۔اثر میں ہے۔ **سألت الزهری عن رجل نفی رجلا من اب له فی الشرک فقال علیه الحد لانه نفاه من نسبه** (ب) (مصنف ابن ابی شیبۃ ۱۴۰ فی الرجل ینفی الرجل من اب لہ فی الشرک ج خامس، ص ۵۴۶ نمبر ۲۸۸۷۶) اس اثر میں ہے کہ بیٹا مشرک ہو اور ماں پر تہمت ڈالی ہو تو اس کو حد لگائی۔

حاشیہ : (ب) حضرت عبداللہ نے فرمایا نہیں حد ہے مگر دو آدمیوں پر، ایک تو کسی پاکدامن عورت پر تہمت لگائی یا کسی آدمی کے نسب کو باپ سے نفی کی اگر چہ اس کی ماں باندی ہو (ب) میں نے حضرت زہریؒ سے پوچھا کسی نے کسی کے شرک کے زمانے میں اس کے باپ کی نسب کی نفی تو فرمایا اس پر حد ہے اس لئے کہ اس کے نسب کی نفی کی ہے۔

**محصنا جاز لابنه الکافر والعبد ان یطالب بالحد [۲۵۰۶](۹)ولیس للعبد ان یطالب مولاه بقذف امه الحرة [۲۵۰۷](۱۰)وان اقرَّ بالقذف ثم رجع لم یقبل رجوعه [۲۵۰۸](۱۱)ومن قال لعربیٍّ یا نبطیُّ لم یُحد.**

---

[۲۵۰۶](۹) جائز نہیں ہے غلام کے لئے کہ مطالبہ کرے اپنے آقا پر اپنی آزاد ماں کی تہمت کی حد کا۔

**تشریح** آقا نے اپنی غلام کی آزاد ماں پر زنا کی تہمت لگائی، ماں مر چکی تھی۔ اب غلام چاہے کہ اپنی ماں پر تہمت لگانے کی وجہ سے آقا کو حد قذف لگوائے تو اس کا حق نہیں ہے۔

**وجہ** ماں اگر چہ آزاد تھی۔ وہ زندہ ہوتی اور حاکم سے حد کا مطالبہ کرتی تو کر سکتی تھی۔ لیکن غلام اپنے آقا کے خلاف حد کا مطالبہ نہیں کر سکتا ہے۔ کیونکہ آقا کا احترام مانع ہے (۲) اثر میں ہے کہ باپ بیٹے کو تہمت لگائے تو بیٹا باپ کے خلاف حد کا مطالبہ نہیں کر سکتا اسی طرح غلام آقا کے خلاف حد کا مطالبہ نہیں کر سکتا۔ عن عطاء فی الرجل یقذف ابنه فقال لا یجلد (الف) (مصنف ابن ابی شیبۃ ۲۴ فی الرجل یُقذف ابنه ماعلیہ؟ ج خامس ص ۴۸۴ نمبر ۲۸۲۳۰ رمصنف عبد الرزاق، باب الاب یفتری علی ابنہ ج سابع ص ۴۴۰ نمبر ۱۳۸۰۶) اس اثر میں ہے کہ بیٹا باپ کے خلاف حد کا مطالبہ نہیں کر سکتا جبکہ وہ آزاد ہے اسی پر قیاس کرتے ہوئے غلام آقا کے خلاف حد کا مطالبہ نہیں کر سکتا۔

[۲۵۰۷](۱۰) اگر اقرار کیا تہمت لگانے کا پھر پھر گیا تو اس کا پھرنا قبول نہیں کیا جائے گا۔

**تشریح** ایک آدمی نے اقرار کیا کہ میں نے فلاں پر زنا کی تہمت لگائی ہے۔ بعد میں انکار کر گیا۔ اس کے انکار کرنے سے حد ساقط نہیں ہوگی۔

**وجہ** یہ حد خالص حقوق اللہ نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق بندے سے ہے اس لئے بندے کو جب معلوم ہو گیا کہ مجھ پر تہمت لگائی ہے تو وہ اب حد کا مطالبہ کرے گا۔ اس لئے حد قذف ساقط نہیں ہوگی (۲) اثر میں ہے۔ عن الزهری قال لو ان رجلا قذف رجلا فعفا واشهد ثم جاء به الی الامام بعد ذلک اخذ له بحقه ولو مکث ثلاثین سنة (ب) (مصنف ابن ابی شیبۃ ۱۴۳ فی الرجل یفتری علیہ ما قالوا فی عفوہ عنہ؟ ج خامس ص ۵۴۶ نمبر ۲۸۸۸۲) اس اثر میں ہے کہ جس پر تہمت ڈالا ہے وہ معاف کر دے اور اس پر گواہ بھی بنا دے پھر بھی اگر حد لگوانا چاہے تو لگوا سکتا ہے۔ اسی طرح قاذف کے اقرار کے بعد رجوع کرنا چاہئے تو رجوع نہیں کر سکتا کیونکہ یہ حقوق العباد ہے۔

[۲۵۰۸](۱۱) اگر کسی نے عربی سے کہا اے نبطی تو حد نہیں لگے گی۔

**تشریح** عربی آدمی سے کہا کہ اے نبطی تو گویا کہ اشارۃ یوں کہا کہ تیری ماں زانیہ ہے اور نبطی سے زنا کروایا ہے جس سے تم پیدا ہوئے ہو۔ پھر بھی اس جملے کے کہنے والے کو حد نہیں لگے گی۔

**وجہ** اس میں صراحت سے زنا کی تہمت نہیں ہے بلکہ اشارے سے زنا کی تہمت ہے اور پہلے گزر چکا ہے کہ جب تک صراحت سے زنا کی تہمت

---

حاشیہ : (الف) حضرت عطاءؒ سے منقول ہے کہ آدمی اپنے بیٹے کو زنا کی تہمت ڈالے تو حد نہیں لگے گی۔ نوٹ : تعزیر ہو سکتی ہے (ب) حضرت زہری سے منقول ہے کوئی آدمی کسی آدمی پر تہمت ڈالے۔ اس نے معاف کیا اور اس بات پر گواہ بنا لیا پھر اس کے بعد امام کے پاس لایا تو اس کا حق لیا جائے گا اگر چہ تین سال تک رکا رہا۔

**[۲۵۰۹] (۱۲)ومن قال لرجل یا ابن ماء السماء فلیس بقاذف[۲۵۱۰] (۱۳)واذا نسبه الی عمه او الی خاله او الی زوج امه فلیس بقاذف [۲۵۱۱](۱۴)ومن طئ وطئًا حراما**

نہ لگائے حد نہیں لگے گی۔عن القاسم بن محمد قال ما کنا نری الجلد الا فی القذف البین والنفی البین (الف)(سنن للبیہقی ،باب من قال لا حد الا فی القذف الصریح ج ثامن ص ۴۴۰ نمبر ۱۷۱۴۵)اس اثر سے معلوم ہوا کہ صریح طور پر تہمت لگائے تب حد لگے گی اور یہاں اشارے سے تہمت لگائی اس لئے حد نہیں لگے گی (۲)اثر میں ہے۔عن الشعبی انه سئل عن رجل قال لرجل عربی یا نبطی !قال کلنا نبطی لیس فی هذا حدا (ب)(مصنف عبد الرزاق، باب القول سوی الفریۃ ج سابع ص ۴۲۷ نمبر ۱۳۷۳۷)اس اثر میں ہے کہ عربی کو نبطی کہا تو حد نہیں لگے گی۔

[۲۵۰۹](۱۲)کسی نے آدمی سے کہا اے آسمان کے پانی کے بیٹے تو یہ تہمت زنا نہیں ہے۔

وجہ آسمان کے پانی طرف منسوب سخاوت میں کرتے ہیں کہ جس طرح آسمان کے پانی میں سخاوت ہے کہ ہر ایک دوست و دشمن کو نوازتا ہے اسی طرح تمہارے اندر بھی سخاوت ہے کہ آسمان کے پانی کی طرح سخاوت کرتے ہو گویا کہ تم آسمان کے پانی کا بیٹا ہو۔اس لئے اس میں زنا کی تہمت ہے ہی نہیں بلکہ تعریف ہے۔اس لئے حد کا کوئی سوال ہی نہیں ہے۔

[۲۵۱۰](۱۳)اگر کسی کو منسوب کیا اس کے چچا کی طرف یا اس کے ماموں کی طرف یا اس کی ماں کے شوہر کی طرف تو وہ تہمت لگانے والا نہیں ہوا

تشریح یوں کہے کہ تم چچا کے بیٹے ہو یا ماموں کے بیٹے ہو یا سوتیلے باپ کے بارے میں کہا کہ تم اس کے بیٹے ہو تو ان صورتوں میں ماں پر تہمت لگانے والا نہیں ہوا۔

وجہ ان حضرات کی طرف پیار سے بیٹے کی نسبت کر دیتے ہیں،زنا کی تہمت کے لئے نسبت نہیں کرتے۔چچا،ماموں اور سوتیلے باپ کی طرف نسبت کر دیا تو تہمت لگانے والا نہیں ہوگا (۲) قرآن میں حضرت یعقوب علیہ السلام کو فرمایا تمہارا باپ اسماعیل علیہ السلام حالانکہ وہ باپ نہیں چچا ہیں۔قالوا نعبد الهک واله آبائک ابراهیم واسماعیل واسحاق الها واحدا (ج)(آیت ۱۳۳ سورۃ البقرۃ ۲)اس آیت میں حضرت اسماعیل کو حضرت یعقوب کا باپ کہا ہے جبکہ وہ چچا ہیں۔سوتیلا باپ تو تربیت کے اعتبار سے باپ ہے ہی۔اس لئے بھی تہمت نہیں ہوئی۔ماموں کو بھی باپ کے درجے میں لوگ مانتے ہیں اس لئے بھی تہمت نہیں ہوئی۔

[۲۵۱۱](۱۴)کسی نے حرام وطی کی دوسرے کی ملکیت میں تو اس کے تہمت لگانے والے کو حد نہیں لگے گی۔

تشریح کوئی عورت اس کی بیوی نہیں تھی یا اس کی باندی نہیں تھی اس سے وطی کرنا حرام تھا پھر بھی اس سے وطی کر لی تو یہ آدمی محصن نہیں رہا اس لئے اس کو کوئی آدمی زنا کی تہمت لگائے تو تہمت لگانے والے پر حد قذف نہیں لگے گی۔

---

حاشیہ : (الف)محمد بن قاسمؒ نے فرمایا ہم حد لگانا جائز نہیں سمجھتے ہیں مگر واضح تہمت لگانے میں اور واضح طور پر نسب کی نفی کرنے میں (ب)حضرت شعبیؒ سے پوچھا ایک آدمی نے ایک عربی آدمی کو کہا اے نبطی تو کیا ہوگا؟ فرمایا ہم سبھی نبطی ہیں اس گالی میں حد نہیں ہے (ج)انہوں نے کہا ہم آپ کے معبود اور آپ کے باپ ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق کے ایک معبود کی عبادت کرتے ہیں۔

**فی غیر ملکہ لم یُحد قاذفه [۲۵۱۲](۱۵)والملاعنة بولد لایُحد قاذفها [۲۵۱۳](۱۶)وان کانت الملاعنة بغیر ولد حُدَّ قاذفها.**

---

**وجہ** آیت میں تھا کہ محصنہ پر تہمت لگائے اور چار گواہ نہ لا سکے تو اس پر حد ہے۔اور یہ محصن نہیں رہا اس لئے اس کے قاذف پر حد نہیں ہے۔آیت میں ہے۔والذین یرمون المحصنات ثم لم یأتو باربعة شهداء فاجلدوهم ثمانین جلدة (الف)(آیت۴سورة النور۲۴)اس آیت میں محصن مرد یا محصن عورت پر تہمت لگانے پر حد کا تذکرہ ہے۔اور یہ آدمی محصن نہیں رہا۔یہاں تک کہ نکاح فاسد کرے یا یہودیہ یا نصرانیہ سے شادی کر کے وطی کرے تب بھی محصن باقی نہیں رہتا۔حدیث میں ہے۔عن کعب بن مالک انه اراد ان یتزوج یهودیة او نصرانیة فسأل النبی ﷺ عن ذلک فنهاه عنها وقال انها لا تحصنک (ب)دار قطنی ،کتاب الحدود ج ثالث ص۱۰۹نمبر ۳۲۶۸ رسنن للبیہقی ، باب من قال من اشرک باللہ فلیس بمحصن ج ثامن ص ۳۷۶نمبر ۱۶۹۴۱)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہودیہ عورت سے شادی کی تو محصن نہیں ہوا تو حرام وطی سے کیسے محصن ہوگا(۳)اوپر گزرا کہ نکاح فاسد کرے تب بھی محصن نہیں رہتا۔عن عطاء فی رجل تزوج بامرأة ثم دخل بها فاذا هی اخته من الرضاعة قال لیس باحصان وقاله معمر عن قتادة (ج)(مصنف عبد الرزاق، باب ھل یکون النکاح الفاسد احصانا ج سابع ص۳۰۹نمبر ۱۳۳۰۵)

[۲۵۱۲](۱۵)بچہ کی وجہ سے لعان کرنے والی کے قاذف کو حد نہیں لگے گی۔

**تشریح** عورت کو بچہ پیدا ہوا جس کی وجہ سے شوہر نے لعان کیا اور بچہ ابھی زندہ ہے۔ایسی لعان والی عورت کو کوئی زنا کی تہمت لگائی تو اس پر حد نہیں ہوگی۔

**وجہ** بچہ موجود ہے اور اس کا نسب باپ سے ثابت نہیں ہے تو زنا کی علامت موجود ہے اس لئے ایسی صورت میں ماں مکمل محصنہ نہیں ہوئی اس لئے قاذف کو حد نہیں لگے گی(۲)اثر میں ہے۔وقال ابو حنیفةؒ لا یجلد فی قذف الام من قذفها لان معها ولدا لا نسب له(د)(کتاب الآثار لامام محمد، باب اللعان والانتفاء من الولد ص۱۳۱نمبر ۵۹۸)اس اثر سے معلوم ہوا کہ بچہ موجود ہو تو لعان شدہ عورت کو تہمت لگائے تو حد نہیں ہوگی۔

[۲۵۱۳](۱۶)اور اگر لعان کی ہوئی بغیر بچے کی ہو تو اس کے تہمت ڈالنے والے کو حد لگے گی۔

**تشریح** عورت نے لعان کی ہو اور اس کا بچہ موجود نہ ہو اس صورت میں کسی نے اس عوت پر زنا کی تہمت لگائی تو اس پر حد قذف ہوگی۔

---

حاشیہ : (الف)جو لوگ پاکدامن عورتوں کو تہمت لگاتے ہیں پھر چار گواہ نہیں لاتے ان کو اسی کوڑے مارو(ب)حضرت کعب بن مالک نے یہودیہ یا نصرانیہ عورت سے شادی کرنی چاہی۔پس اس کے بارے میں حضورؐ سے پوچھا تو آپؐ نے اس سے روک دیا۔اور فرمایا یہ عورتیں تم کو محصن نہیں بنائیں گی(ج)حضرت عطاء سے منقول ہے کہ ایک آدمی نے ایک عورت سے شادی کی اور اس سے صحبت کی۔بعد میں معلوم ہوا وہ اس کی رضاعی بہن ہے۔فرمایا یہ محصن نہیں بنائے گی۔حضرت معمر نے بھی حضرت قتادہ سے یہی نقل کیا(د)حضرت امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا ماں کو تہمت لگائی تو حد نہیں لگائی جائے گی اس کو تہمت لگانے سے اس لئے کہ ماں کے ساتھ ایسا بچہ ہے جس کا نسب ثابت نہیں ہے۔

**[۲۵۱۴](۱۷)ومن قذف امة او عبدا او کافرا بالزنا او قذف مسلما بغیر الزنا فقال یا فاسق او یا کافر او یا خبیث عُزِّرَ[۲۵۱۵] (۱۸)وان قال یا حمار او یا خنزیر لم یعزَّر .**

وجہ چونکہ اس کے پاس بچہ نہیں ہے اس لئے زنا کی کوئی علامت نہیں ہے اور لعان کر چکی ہے اس لئے مکمل محصنہ ہے اس لئے اس کے قاذف پر حد ہوگی (۲) اثر میں ثبوت ہے۔عن الزھری وقتادة قال من قذف الملاعنة جلد الحد(الف)(مصنف عبد الرزاق، باب من قذف الملاعنۃ ج سابع ص ۱۲۱ نمبر ۱۲۴۶۳ رمصنف ابن ابی شیبۃ ۶۶ فی قاذف الملاعنۃ اوابنھا ج خامس ص ۵۰۵ نمبر ۲۸۴۶۴) اس اثر سے معلوم ہوا کہ لعان کردہ عورت پر تہمت لگائے اور بچہ نہ ہو تو حد لگے گی۔

[۲۵۱۴](۱۷) کسی نے باندی یا غلام یا کافر کو زنا کی تہمت لگائی یا مسلمان کو زنا کے علاوہ کی تہمت لگائی مثلا کہا اے فاسق یا اے کافر یا اے خبیث تو تعزیر کی جائے گی۔

تشریح آیت میں گزرا کہ محصن مرد یا محصنہ عورت پر زنا کی تہمت لگائے تو حد لگے گی۔اور باندی، غلام اور کافر محصن نہیں ہیں اس لئے ان پر زنا کی تہمت ڈالے تو حد نہیں لگے گی۔

وجہ اثر میں ہے۔عن الزھری فی رجل افتری علی عبد او امة قال یعزر (ب) مصنف عبد الرزاق باب فریۃ الحر علی المملوک ج سابع ص ۴۳۸ نمبر ۱۳۷۹۷ رمصنف ابن ابی شیبۃ ۲۶ ما قالوا فی قاذف ام الولد؟ ج خامس ص ۴۸۵ نمبر ۲۸۲۴۰) اس اثر سے معلوم ہوا کہ غلام، باندی پر تہمت لگائے تو تہمت لگانے والے پر حد نہیں ہے البتہ تعزیر ہوگی۔اور کافر کے بارے میں یہ اثر ہے۔عن ابراھیم انه قال من قذف یھودیا او نصرانیا فلا حد علیه (ج)(مصنف ابن ابی شیبۃ ۱۹ فی المسلم یقذف الذمی علیہ حد ام لا؟ ج خامس ص ۴۸۱ نمبر ۲۸۱۹۵ مصنف عبد الرزاق، باب الفریۃ علی اھل الجاھلیۃ ج سابع ص ۴۳۵ نمبر ۱۳۷۸۲) اس اثر سے معلوم ہوا کہ کافر پر تہمت ڈالے تو تہمت ڈالنے والے پر حد نہیں ہے۔

اور مسلمان کو زنا کی تہمت نہ ڈالے بلکہ فاسق، کافر یا خبیث کہے تو اس سے حد نہیں لگے گی بلکہ حاکم مناسب سمجھے تو تعزیر کرے۔

وجہ اثر میں ہے۔قال علی قول الرجل للرجل یا خبیث یا فاسق قال ھن فواحش وفیھم عقوبة ولا تقولھن فتعودھن (د)(مصنف ابن ابی شیبۃ ۱۶۱ فی الرجل یقول للرجل یا خبیث یا فاسق ج خامس ص ۵۵۴ نمبر ۲۸۹۵۵ رسنن للبیہقی، باب ماجاء فی الشتم دون القذف ج ثامن ص ۴۴۰ نمبر ۱۷۱۴۹) اس اثر سے معلوم ہوا کہ حد تو نہیں ہوگی البتہ تعزیر ہوگی۔

[۲۵۱۵](۱۸) اور اگر کہا اے گدھا یا اے سور تو تعزیر نہیں ہوگی۔

وجہ مصنف کے یہاں یہ الفاظ گالی نہیں تھے اس لئے تعزیر بھی نہیں ہوگی۔لیکن جس معاشرے میں یہ الفاظ گالی ہیں اس میں تعزیر

---

حاشیہ : (الف) حضرت زہریؒ اور قتادہؒ نے فرمایا لعان شدہ عورت کو کسی نے تہمت لگائی تو حد لگائی جائے گی (ب) حضرت زہری سے منقول ہے کہ کسی آدمی نے غلام یا باندی پر تہمت لگائی؟ فرمایا تعزیر کرے (ج) حضرت ابراہیم سے منقول ہے کوئی آدمی یہودی یا نصرانی پر تہمت لگائے تو اس پر حد نہیں ہے (د) حضرت علیؓ نے فرمایا کوئی کسی کو کہے اے خبیث، یا فسق فرمایا یہ بری باتیں ہیں اور ان میں سزا ہے اور دوبارہ ایسا نہ کہا کرو۔

[۲۵۱۶](۱۹)والتعزیر اکثرہ تسعة و ثلثون سوطا واقله ثلاث جلدات [۲۵۱۷] (۲۰) وقال ابو یوسف یبلغ بالتعزیر خمسة و سبعین سوطا[۲۵۱۸] (۲۱)وان رأی الامام ان

ہوگی۔سمعت علیاؓ یقول انکم سألتمون عن الرجل یقول للرجل یا کافر یا فاسق یا حمار ولیس فیه حد وانما فیه عقوبة من السطان فلا تعودوا فتقولوا (الف)(سنن للبیہقی ، باب ماجاء فی الشتم دون القذف ج خامس ص۱۴۴نمبر ۱۷۱۵۰)اس اثر سے معلوم ہوا کہ یا حمار کہنے سے تعزیر ہوسکتی ہے اگر معاشرہ اس کو گالی سمجھتا ہو۔

[۲۵۱۶](۱۹)تعزیر کے زیادہ سے زیادہ انچاس کوڑے ہیں اور کم سے کم تین کوڑے ہیں۔

وجہ اثر میں ہے کہ تعزیر کے لئے چالیس کے درمیان کوڑے ہوں اس لئے ایک کوڑا کم کر کے انچالیس کوڑے رکھا۔عن الشعبی قال التعزیر مابین السوط الی الا ربعین (ب)(مصنف ابن ابی شیبة ۱۳۶ فی التعزیر کم ہو وکم یبلغ ، ج خامس ،ص ۵۴۴،نمبر ۲۸۸۶۳)(۲) یوں بھی شراب اور حد قذف میں غلام کی حد چالیس کوڑے ہیں اور یہ حد کا کم سے کم درجہ ہے۔اور حدیث میں ہے کہ تعزیر میں حد کے درجے کو نہیں پہنچنا چاہئے۔حدیث مرسل میں ہے۔عن الضحاک بن مزاحم قال قال رسول الله ﷺ من بلغ حدا فی غیر حد فهو من المعتدین،قال محمد فادنی الحدود اربعون فلا یبلغ بالتعزیر اربعون جلدة (ج)(کتاب الآثار لامام محمدؒ،باب التعزیر ص۱۳۳نمبر ۶۱۰ رمصنف عبد الرزاق ، باب لا یبلغ بالحدود العقوبات ج سابع ص۴۱۳نمبر ۱۳۶۷۶)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تعزیر حد کے کم سے کم درجے کو نہیں پہنچنا چاہئے جو انچالیس کوڑے ہیں۔

[۲۵۱۷](۲۰)اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا تعزیر پچھتر کوڑے پہنچ سکتا ہے۔

تشریح وہ فرماتے ہیں کہ آزاد کی حد اسی کوڑے ہیں اس لئے اس سے پانچ کوڑے کم کر کے پچھتر کوڑے تک لگا سکتا ہے۔یعنی ایک کوڑے سے لیکر پچھتر کوڑے تک مار سکتے ہیں۔

فائدہ بعض ائمہ کی رائے ہے کہ تعزیر دس کوڑے سے زیادہ نہ ہو۔

وجہ ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔عن ابی بردة انه سمع رسول الله ﷺ یقول لا یجلد احد فوق عشرة اشواط الا فی حد من حدود الله (د)(مسلم شریف، باب قدر اسواط التعزیر ص۷۲نمبر ۱۷۰۸ ربخاری شریف، باب کم التعزیر والادب ص۱۰۱۲نمبر ۶۸۴۸)

[۲۵۱۸](۲۱)اگر مناسب سمجھے تعزیر میں مارنے کے ساتھ قید کرنا تو کرسکتا ہے۔

تشریح امام مناسب سمجھے کہ تعزیر میں کوڑے مارنے کے ساتھ ساتھ قید بھی کیا جائے تو قید کرسکتا ہے۔

---

حاشیہ : (الف) حضرت علیؓ کو فرماتے ہوئے سنا تم لوگوں نے آدمی کے بارے میں پوچھا کوئی کسی کو کہے یا کافر ، یا فاسق ، یا حمار تو ان میں حد نہیں ہے۔ان میں صرف سزا ہے بادشاہ سے لیکن دوبارہ نہ کہا کرو (ب) حضرت شعبیؒ نے فرمایا تعزیر ایک کوڑے سے چالیس کوڑے تک ہے (ج) آپؐ نے فرمایا کسی نے حد کے علاوہ میں حد کی مقدار پہنچ گیا یعنی تو وہ حد سے گزرنے والا ہے۔چنانچہ امام محمدؒ نے فرمایا کم سے کم حد چالیس کوڑا ہے اس لئے تعزیر میں چالیس کوڑے تک نہ پہنچے (د) حضورؐ فرماتے ہیں کہ اللہ کی حدود کے علاوہ کسی میں دس کوڑے سے زیادہ نہ مارے۔

**یضمّ الی الضرب فی التعزیر الحبس فعل [۲۵۱۹](۲۲) واشد الضرب التعزیر ثم حد الزنا ثم حد الشرب ثم حد القذف [۲۵۲۰](۲۳)ومن حدّہ الامام او عزّرہ فمات فدمہ ھدر.**

---

وجہ حد میں کوڑے مارنے کے ساتھ ایک سال کی جلاوطنی کر سکتا ہے تو تعزیر میں بھی ایسا کر سکتا ہے۔ **عن زید بن خالد الجھنی قال سمعت النبی ﷺ یأمر فیمن زنی ولم یحصن جلد مائة وتغریب عام** (الف) (بخاری شریف، باب البکران یجلدان وینفیان ص ۱۱۰۱، نمبر ۶۸۳۱) اس حدیث میں ہے کہ کوڑے لگانے کے ساتھ ایک سال جلا وطن کرے۔ اسی پر قیاس کرتے ہوئے تعزیر میں مناسب سمجھے تو مجرم کو قید کرے۔

[۲۵۱۹](۲۲) سب سے سخت مار تعزیر کی ہے پھر حد زنا کی پھر حد شرب کی پھر حد قذف کی۔

تشریح تعزیر میں مار سخت ماری جائے گی، پھر اس سے ہلکی زنا کی مار ہوگی، پھر اس سے ہلکی مار حد شرب کی ہوگی اور اس سے ہلکی مار حد قذف کی ہوگی۔

وجہ ان دو اثروں میں اس کا اشارہ ہے۔ مثلا زنا کی حد کے بارے میں ہے کہ زانی کا تمام کپڑا اتار دیا جائے گا سوائے لنگی کے۔ اور حد قذف کے بارے میں ہے کہ صرف موٹا کپڑا اور پوستین اتارے جائیں گے۔ باقی قمیص وغیرہ اس کے بدن پر رہنے دیا جائے گا۔ جن سے اندازہ ہوا کہ زنا کی مار سخت ہے اور قذف کی مار اس سے ہلکی ہے۔ اثر یہ ہے۔ **عن قتادة قال یجلد القاذف والشارب وعلیھما ثیابھما، وینزع عن الزانی ثیابہ حتی یکون فی ازارہ** (ب) (مصنف عبد الرزاق، باب وضع الرداء ج سابع ص ۳۷۴ نمبر ۱۳۵۲۸) اس اثر میں قاذف اور شارب کا کپڑا باقی رکھا اور زانی کا کپڑا اتروایا جس سے معلوم ہوا کہ حد زنا سخت ہے اس کے بعد حد شرب اس کے بعد حد قذف ہے۔

[۲۵۲۰](۲۳) امام نے حد لگائی یا تعزیر کی پس مر گیا تو اس کا خون معاف ہے۔

وجہ حد لگانے یا تعزیر کرنے کے بعد مر جائے اور اس کا تاوان حاکم پر لازم کرنے لگ جائیں تو کوئی حاکم عہدے کے لئے تیار نہیں ہوگا۔ اس لئے اس کا خون معاف ہے (۲) اثر میں اس کا ثبوت ہے۔ **عن علیؓ قال ما کنت اقیم علی احد حدا فیموت فیہ فاجد منہ فی نفسی الا صاحب الخمر لانہ ان مات ودیتہ لان رسول اللہ ﷺ لم یسنہ** (ج) (مسلم شریف، باب حد الخمر ص ۷۱ نمبر ۴۴۵۸/۱۷۰۷) اس اثر سے معلوم ہوا کہ شرابی کے علاوہ کوئی حد یا تعزیر میں مر جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ البتہ شرابی پر حد زیادہ لگ جائے

---

حاشیہ: (الف) آپ حکم فرماتے تھے کسی نے زنا کیا اور محصن نہیں ہے تو سو کوڑے لگیں گے اور ایک سال قید (ب) حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں کہ تہمت لگانے والے اور شراب پینے والے کو کپڑوں کے ساتھ حد لگائی جائے گی۔ اور زانی سے کپڑے اتار دیئے جائیں گے یہاں تک کہ صرف ازار میں رہے (ج) حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ کسی پر حد قائم کروں اور وہ مر جائے تو میرے دل میں کوئی تشویش نہیں ہوگی مگر شراب پینے والے کے بارے میں۔ اس لئے کہ وہ کوڑے سے مر جائے تو اس کی دیت لازم ہوگی اس لئے کہ حضورؐ نے کوڑے متعین نہیں کئے۔

**[۲۵۲۱] (۲۴) واذا حُدَّ المسلم فی القذف سقطت شهادته وان تاب [۲۵۲۲] (۲۵) وان حُدَّ الکافر فی القذف ثم اسلم قبلت شهادته.**

---

اور مر جائے تو اس کا احساس ہے۔ کیونکہ اس کی حد کے بارے میں کوئی صاف عدد مذکور نہیں ہے۔

[۲۵۲۱] (۲۴) اگر مسلمان کو قذف میں حد لگی ہو تو اس کی شہادت ساقط ہو جائے گی اگر چہ توبہ کی ہو۔

**تشریح** مسلمان آدمی نے کسی پر زنا کی تہمت لگائی اور چار گواہ نہ لا سکے اس لئے اس پر حد قذف لگ گئی۔ اب اس کی گواہی کبھی قبول نہیں کی جائے گی اگر چہ قذف سے توبہ کر چکا ہو۔

**وجہ** آیت میں اس کا تذکرہ ہے۔ **والذین یرمون المحصنات ثم لم یأتو باربعة شهداء فاجلدوهم ثمانین جلدة ولا تقبلوا لهم شهادة ابدا واولئک هم الفاسقون** (الف) (آیت ۴ سورۃ النور ۲۴) اس آیت میں ہے کہ محدود قذف والے کی کبھی گواہی قبول نہیں کی جائے گی (۲) حدیث میں ہے۔ **عن عائشةؓ قالت قال رسول الله ﷺ لا تجوز شهادة خائن ولا خائنة ولا مجلود حدا ولا مجلود** (ب) (ترمذی شریف، باب ماجاء فیمن لاتجوز شہادتہ ص ۵۵ نمبر ۲۲۹۸ سنن للبیہقی، باب من قال لاتقبل شہادتہ ج عاشر ص ۲۶۱ نمبر ۲۰۵۶۸) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ محدود فی القذف کی گواہی مقبول نہیں۔ کیونکہ وہ بھی حد میں کوڑے کھاتا ہے۔

**فائدہ** امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر محدود توبہ کر لے تو اس کی گواہی قبول کی جائے گی۔

**وجہ** ان کی دلیل یہ اثر ہے۔ **وجلد عمر ابا بکرة وشبل بن معبد ونافعا بقذف المغیرة ثم استتابهم وقال من تاب قبلت شهادته واجازه عبد الله بن عتبه وعمر بن عبد العزیز** (ج) (بخاری شریف، باب شہادۃ القاذف والسارق والزانی ص ۳۶۱ نمبر ۲۶۴۸ سنن للبیہقی، باب شہادۃ القاذف ج عاشر ص ۲۵۶ نمبر ۲۰۵۴۵) اس اثر سے معلوم ہوا کہ قاذف توبہ کر لے تو اس کی گواہی قبول کی جائے گی۔

[۲۵۲۲] (۲۵) اگر کافر کو قذف میں حد لگی ہو پھر اسلام لایا تو اس کی گواہی قبول کی جائے گی۔

**تشریح** کفر کی حالت میں کسی پر زنا کی تہمت لگائی جس کی وجہ سے حد قذف لگی اب مسلمان ہو گیا تو اس کی گواہی قبول کی جائے گی۔

**وجہ** اسلام نے پہلے زمانے کا قصور معاف کر دیا تو گویا کہ نیا آدمی پیدا ہوا اس لئے اس کی گواہی قبول کی جائے گی (۲) اثر میں ہے۔ **اخبرنا الثوریؒ قال اذا جلد الیهودی والنصرانی فی قذف ثم اسلما جازت شهادتهما لان الاسلام یهدم ما کان قبله** (د)

---

حاشیہ : (الف) جو لوگ پاکدامن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں پھر چار گواہ نہیں لاتے تو ان کو اسی کوڑے لگائیں۔ اور ان کی گواہی کبھی قبول نہ کریں وہ لوگ فاسق ہیں (ب) آپؐ نے فرمایا خائن مرد اور خائنہ عورت اور حد میں کوڑے لگے ہوئے کی گواہی جائز نہیں ہے اس میں حد قذف بھی آ گئی (ج) حضرت عمرؓ نے ابو بکرہ، شبل بن سعبد اور نافع کو مغیرہ پر تہمت لگانے کی وجہ سے حد لگائی پھر ان سے توبہ کروایا اور فرمایا تہمت لگانے سے توبہ کرے گا تو اس کی گواہی قبول کی جائے گی۔ عبد اللہ بن عتبہ اور عمر بن عبد العزیز نے اس کو جائز قرار دیا (د) حضرت ثوریؒ نے فرمایا اگر یہودی اور نصرانی تہمت میں کوڑے لگا دیئے جائیں پھر دونوں اسلام لے آئیں تو دونوں کی گواہی مقبول ہوگی اس لئے کہ اسلام ماقبل کے گناہوں کو دھو دیتا ہے۔

(مصنف عبد الرزاق، باب شہادۃ القاذف، ج ثامن، ص ۳۶۴، نمبر ۱۵۵۵۶) اس اثر سے معلوم ہوا کہ کافر مسلمان ہو جائے تو اس کی گواہی قبول کی جائے گی۔



## ﴿كتاب السرقة وقطاع الطريق﴾

**[۲۵۲۳](۱)اذا سرق البالغ العاقل عشرة دراهم او ما قيمته عشرة دراهم مضروبة**

---

﴿كتاب السرقة وقطاع الطريق﴾

**ضروری نوٹ** کسی کے مال کے چوری کرنے کوسرقہ کہتے ہیں اورڈاکہ زنی کوقطاع الطریق کہتے ہیں۔یعنی ڈاکہ زنی کی وجہ سےلوگوں کا راستہ کاٹ دینا۔چوری تین شرطوں کے ساتھ کرے تو ہاتھ کٹے گا ۔ایک تو محفوظ جگہ سے چوری کرے،دوسری وہ چیز دس درہم یا اس سے زیادہ کی ہو،اورتیسری یہ کہ اس چیز میں چور کا کسی قسم کا حصہ نہ ہوتو ہاتھ کاٹا جائے گا۔دلیل یہ آیت ہے۔**والسارق والسارقة فاقطعوا ايديهما جزاء بما كسبا نكالا من الله والله عزيز حكيم** (الف)(آیت ۳۸ سورۃ المائدۃ ۵)اس آیت سے پتا چلا کہ چور یا چورن چوری کرلیں تو دونوں کے ہاتھ کاٹیں گے(۲)حدیث میں ہے۔**عن ابن عباس قال قطع رسول الله ﷺ يد رجل في مجن قيمته دينار او عشرة درهم** (ب)(ابوداؤدشریف،باب ما یقطع فیہ السارق ص۲۵۴ نمبر ۴۳۸۷ رترمذی شریف،باب ماجاء فی کم یقطع السارق ص۲۶۷ نمبر ۱۴۴۶ رمسلم شریف،باب حد السرقۃ ونصابھا ص۶۳ نمبر ۱۶۸۵)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا اوردس درہم کی چیز ہوتو چوری میں ہاتھ کاٹا جائے گا۔

[۲۵۲۳](۱)اگر بالغ عاقل آدمی نے چرایا دس درہم یا ایسی چیز جس کی قیمت دس درہم ہو،سکہ دار ہو یا بے سکہ ہوایسی محفوظ جگہ سے جس میں کوئی شبہ نہ ہوتو اس پر ہاتھ کاٹنا واجب ہے غلام اورآزاد اس میں برابر ہیں۔

**تشریح** عاقل بالغ آدمی ہواوروہ دس درہم یادس درہم کی چیز چرالے اورکسی ایسی محفوظ جگہ سے چرائے جس کے محفوظ ہونے میں کوئی شبہ نہ ہوتو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔اورغلام اورآزاد دونوں کے ہاتھ کاٹے جائیں گے۔اس حد میں یہ نہیں ہے کہ آزاد کی حد پوری ہوگی اورغلام کی حد آدھی کہ مثلا ہاتھ کٹنے کے بدلے میں ان کوآدھے کوڑے لگے۔بلکہ دونوں کی حد برابر ہیں یعنی ثابت ہونے پر دونوں کے ہاتھ کٹیں گے۔

**وجہ** عاقل بالغ ہونے کی وجہ پہلے کئی بار گزر چکی ہے کہ بچہ اورمجنون مرفوع القلم ہیں۔دس درہم کی دلیل اوپر والی ابوداؤدشریف کی حدیث ہے۔**عن ابن عباس قطع رسول ﷺ يد رجل في مجن قيمته دينار او عشرة دراهم** (ابوداؤدشریف،نمبر ۴۳۸۷ رترمذی شریف،نمبر ۱۴۴۶)(۲)اثر میں ہے۔**عن ابن عباس لايقطع السارق في دون ثمن المجن وثمن المجن عشرة دراهم** (ج) (مصنف ابن ابی شیبۃ ۴ من قال لا تقطع فی اقل من عشرۃ دراھم ج خامس ص۴۷۳ نمبر ۲۸۰۹۵ رسنن للبیہقی،۴۸ باب اختلاف الناقلین فی ثمن المجن وما یصح منہ ومالا یصح ج ثامن ص۴۴۸ نمبر ۱۷۱۷۳)اس اثر سے معلوم ہوا کہ دس درہم کی چیز ہوتو ہاتھ کاٹا جائے گا(۳) ہاتھ کاٹنے میں احتیاط کا تقاضہ یہی ہے کہ زیادہ مال میں عضو کٹے۔اگر چہ حدیث میں اس سے کم تین درہم اورچوتھائی دینار میں بھی ہاتھ کٹنے کا

---

حاشیہ : (الف)چوراورچورن کا ہاتھ کاٹو یہ جو کچھ کیا اس کا بدلہ ہے اللہ کی جانب سے۔اللہ تعالی غالب ہیں حکمت والے ہیں (ب)حضورؐ نے ایک آدمی کا ہاتھ ڈھال کی وجہ سے کاٹا جس کی قیمت ایک دینار یادس درہم تھی (ج)ابن عباس فرماتے ہیں کہ چور کا ہاتھ نہ کاٹا جائے ڈھال کی قیمت سے کم میں اورڈھال کی قیمت دس درہم ہے۔

**كانت او غير مضروبة من حرز لا شبهة فيه وجب عليه القطع والعبد والحر فيه سواء .**

ثبوت ہے۔

**فائدہ** امام شافعیؒ کے نزدیک چوتھائی دینار میں ہاتھ کاٹا جائے گا۔

**وجہ** حدیث میں ہے۔عن عائشة قالت قال النبی ﷺ تقطع اليد فی ربع دينار فصاعدا (الف) (بخاری شریف، باب قول اللہ تعالی والسارق والسارقۃ الخ وفی کم یقطع ؟ ص۱۰۰۳ نمبر ۶۷۸۹ رمسلم شریف، باب حد السرقۃ ونصابھا ص۶۳ نمبر ۱۶۸۴ رابوداؤد شریف، باب ما یقطع فیہ السارق ص۲۵۴ نمبر ۴۳۸۳) اس حدیث میں چوتھائی دینار میں ہاتھ کاٹنے کا ثبوت ہے۔

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ تین درہم میں ہاتھ کاٹا جائے گا۔

**وجہ** ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔عن عبد الله قال قطع النبی فی مجن ثمنه ثلاثة دراهم (ب) (بخاری شریف، باب قول اللہ تعالی والسارق والسارقۃ الخ وفی کم یقطع ؟ ص۱۰۰۳ نمبر ۶۷۹۷ رمسلم شریف، باب حد السرقۃ ونصابھا ص۶۳ نمبر ۱۶۸۶ رابوداؤد شریف، باب ما یقطع فیہ السارق ص۲۵۴ نمبر ۴۳۸۶) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تین درہم میں ہاتھ کاٹا جائے گا۔اور سکہ ہو یا سکہ نہ ہو کی وجہ یہ ہے کہ اوپر کی حدیث میں ڈھال کی وجہ سے ہاتھ کاٹا ہے جو سکہ نہیں ہے۔البتہ اس کی قیمت دس درہم یا تین درہم تھی اس لئے سکہ چرائے یا کوئی چیز چرائے جس کی قیمت سکہ میں دس درہم ہو دونوں میں ہاتھ کاٹا جائے گا۔

محفوظ جگہ سے چرانے کی وجہ سے ہاتھ کاٹا جائے گا۔اگر جگہ محفوظ نہ ہو اور وہاں سے کوئی چرائے تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

**وجہ** حدیث میں ہے کہ پھل کو چرائے تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا کیونکہ وہ درخت پر غیر محفوظ ہوتا ہے۔لیکن اس کو کھلیان پر لے آئے پھر کوئی چرائے تو ہاتھ کاٹا جائے گا کیونکہ اب وہ محفوظ جگہ پر آگیا۔حدیث یہ ہے۔فقال له رافعؓ سمعت رسول الله ﷺ يقول لا قطع فی ثمر ولا كثر (ج) (ابوداؤد شریف، باب ما لا قطع فیہ ص۲۵۴ نمبر ۴۳۸۸ رترمذی شریف، باب ماجاء لا قطع فی ثمر ولا کثر ص۲۶۹ نمبر ۱۴۴۹) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ درخت پر پھل غیر محفوظ ہے۔اس میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔عن عمر بن العاص عن رسول الله ﷺ انه سئل عن التمر المعلق فقال من اصاب بفيه من ذى حاجة غير متخذ خبنة فلا شیء عليه ومن خرج بشیء منه فعليه غرامة مثليه والعقوبة ومن سرق منه شيئا بعد ان يؤويه الجرين فبلغ ثمن المجن فعليه القطع ومن سرق دون ذلك فعليه غرامة مثليه والعقوبة (د) (ابوداؤد شریف، باب ما لا قطع فیہ ص۲۵۴ نمبر ۴۳۹۰ رنسائی شریف، الثمر یسرق بعد ان یؤویہ الجرین، ص۶۸۰، نمبر ۴۹۶۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پھل کھلیان پر لاکر محفوظ کرلیا ہو اور چرایا تو ہاتھ کاٹا جائے گا یا پھل توڑ کر درخت کے

---

حاشیہ : (الف) آپؐ نے فرمایا ہاتھ چوتھائی دینار میں یا اس سے زیادہ کی قیمت میں کاٹا جائے گا (ب) حضورؐ نے ہاتھ کاٹا ایک ڈھال کی وجہ سے جس کی قیمت تین درہم تھی (ج) آپؐ سے کہتے سنا نہیں ہاتھ کاٹنا ہے پھل میں اور نہ شگوفہ میں (د) حضورؐ سے لٹکے ہوئے کھجور کے بارے میں پوچھا کوئی ضرورت مند منہ سے کھالے اور دامن نہ بھرے تو اس پر کچھ نہیں ہے۔اور جو کوئی کچھ لے کر جائے اس پر دوگنا تاوان ہے اور سزا ہے۔اور کوئی آدمی کھلیان پر آنے کے بعد پھل چرائے اور ڈھال کی قیمت کو پہنچ جائے تو اس پر ہاتھ کاٹنا ہے۔اور جو اس سے پہلے چرائے تو اس پر دوگنا تاوان ہے اور سزا ہے۔

[۲۵۲۴](۲)ویجب القطع باقراره مرة واحدة او بشهادة شاهدین.

پاس رکھا ہوا اور وہاں محافظ حفاظت کر رہا ہو اور چرالیا تو ہاتھ کاٹا جائے گا۔

اور آزاد اور غلام دونوں برابر ہیں۔

**وجہ** اس کی وجہ یہ ہے کہ ہاتھ کاٹنے کا آدھا نہیں ہوتا اور اس میں کوڑا مارنا منقول نہیں ہے۔البتہ بعض موقع پر چوری کا پورا ثبوت نہ ہو تو تعزیر کی جائے گی جس میں آزاد اور غلام برابر ہیں اور امام کی رائے پر ہے۔اور غلام کا بھی ہاتھ کاٹا جائے گا اس کی دلیل یہ اثر ہے۔عن ابن عمرؓ فی العبد الآبق یسرق قال یقطع (الف) (مصنف ابن ابی شیبة ۸ فی العبد الآبق یسرق ما یصنع بہ؟ ج خامس،ص ۴۷۶،نمبر ۲۸۱۳۳رسنن للبیھقی ،باب ماجاء فی العبد الآبق اذا سرق ج ثامن،ص ۴۶۶،نمبر ۱۷۲۳۵)اس اثر سے معلوم ہوا کہ بھاگنے والے غلام بھی چرائیں تو ہاتھ کاٹا جائے گا جس سے معلوم ہوا کہ غلام اور آزاد دونوں کی حد ایک ہی ہے۔

[۲۵۲۴](۲) کاٹنا واجب ہوگا ایک مرتبہ اقرار کرنے سے یا دو گواہوں کی گواہی سے۔

**وجہ** اس حدیث میں ایک مرتبہ اقرار کرنے سے آپؐ نے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا ہے۔عن محمد بن عبد الرحمن بن ثوبان قال اتی رسول اللہ ﷺ بسارق قد سرق شملہ فقال اسرقت ما اخالہ سرق ؟ قال بلی !فقال رسول اللہ ﷺ اقطعوہ ثم احسموہ (ب)(دار قطنی ،کتاب الحدود ج ثالث ص ۸۲ نمبر ۳۱۳۹رنسائی شریف،تلقین السارق ص ۶۷۲ نمبر ۴۸۸۱)اس حدیث میں ایک مرتبہ بلی کہہ کر اقرار کیا تو آپؐ نے حد لگائی جس سے معلوم ہوا کہ ایک مرتبہ اقرار سے حد لگے گی

**فائدہ** امام ابو یوسفؒ کے نزدیک دو مرتبہ اقرار کرے تب ہاتھ کٹے گا۔

**وجہ** عن القاسم بن عبد الرحمن عن ابیہ قال کنت قاعدا عند علیؓ فجاءہ رجل فقال یا امیر المومنین انی قد سرقت فانتھرہ ثم عاد الثانیة فقال انی قد سرقت فقال لہ علیؓ قد سھدت علی نفسک شھادتین قال فامر بہ فقطعت یدہ (ج)(مصنف ابن ابی شیبة ۱۷ فی الرجل یقر بالسرقة کم یرد مرة؟ ج خامس ص ۴۸۰ نمبر ۲۸۱۸۱)اس سے معلوم ہوا کہ دو مرتبہ اقرار کرے تب حد لازم ہوگی اور امام پوری تحقیق بھی کرے۔

یا دو گواہوں کی گواہی سے حد لگے گی۔

**وجہ** آیت میں دو گواہ کا تذکرہ ہے۔واستشھدوا شھیدین من رجالکم (د)(آیت ۲۸۲ سورة البقرة ۲)اس آیت میں دو گواہوں کی گواہی سے معاملات کا فیصلہ کیا گیا (۲)اثر میں ہے۔جاء رجلان برجل الی علیؓ بن طالب فشھدا علیہ بالسرقة فقطعہ (ہ)

---

حاشیہ : (الف)حضرت ابن عمرؓ سے منقول ہے کہ بھاگا ہوا غلام چرالے فرمایا ہاتھ کاٹا جائے گا (ب)آپؐ کے پاس ایک چور لایا گیا جس نے چادر چرائی تھی۔پس آپؐ نے فرمایا کیا چوری کی ہے؟ میں نہیں سمجھتا کہ چوری کی ہے!لوگوں نے کہا کیوں نہیں؟ آپؐ نے فرمایا اس کا ہاتھ کاٹو پھر اس کو داغ دو (ج) قاسم بن عبد الرحمٰن فرماتے ہیں کہ ہم حضرت علیؓ کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک آدمی آیا اور کہا کہ میں نے چوری کی ہے۔تو اس کو ڈانٹ دیا۔پھر دوبارہ اقرار کیا کہ میں نے چوری کی ہے تو حضرت علیؓ نے کہا کہ تم نے دو مرتبہ گواہی دی ہے تو اس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا (د)تمہارے مردوں میں سے دو کے گواہ بناؤ (ہ)دو آدمی حضرت (باقی اگلے صفحہ پر)

[۲۵۲۵](۳)واذا اشترک جماعة فی سرقة فاصاب کل واحد منهم عشرة دراهم قُطِع وان اصابه اقل من ذلک لم یقطع[۲۵۲۶] (۴)ولا یُقطع فیما یوجد تافها مباحا فی دار

(دارقطنی، کتاب الحدود ج ثالث ص ۱۲۸ نمبر ۳۳۶۱)اس اثر میں دو آدمیوں کی گواہی سے کاٹنے کا فیصلہ کیا گیا۔

[۲۵۲۵](۳)اگر ایک جماعت چوری میں شریک ہوئی اور ان میں سے ہر ایک کو دس دس درہم ملے تو کاٹا جائے گا۔اور اگر اس سے کم ملے تو نہیں کاٹا جائے گا۔

**وجہ** اوپر حدیث گزری کہ دس درہم چرانے میں ہاتھ کاٹا جائے گا۔اس لئے جب ہر ہر آدمی کا ہاتھ جائے تو ہر ایک آدمی دس دس درہم چرائے تب ہی کاٹے جائیں اور کم چرائے تو نہ کاٹے جائیں۔مثلا اتنا مال چرایا کہ ہر ایک کو آٹھ آٹھ درہم ملے تو نہیں کاٹے جائیں گے۔اثر میں ہے۔عن القاسم قال اتی عمر بسارق فامر بقطعه فقال عثمان ان سرقته لا تساوی عشرة دراهم قال فامر به عمر فقومت ثمانیة دراهم فلم یقطعه (الف) (مصنف ابن ابی شیبة ۴۴ من قال لاتقطع فی اقل من عشرة دراهم ج خامس، ص ۴۷۳، نمبر ۲۸۱۰۳ رسنن للبیہقی، باب ما جاء عن الصحابة فیما یجب به القطع ج ثامن ص ۴۵۳ نمبر ۱۷۱۹۱)اس اثر سے معلوم ہوا کہ آٹھ درہم ملے ہوں تو ہاتھ نہیں کاٹے جائیں گے۔

[۲۵۲۶](۴)اور نہیں کاٹی جائے گی اس میں جو معمولی اور مباح پائی جاتی ہو دار الاسلام میں جیسے لکڑی، گھاس۔نرکل، مچھلی اور شکار۔

**تشریح** دار الاسلام میں جو چیزیں معمولی ہوں یا مباح ہوں کہ جو کوئی اس کو لے لے اسی کی ہو جائے تو اس کو چرانے سے بھی ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔جیسے نرکل ہے یا کھیت کا گھاس ہے یہ معمولی چیزیں ہیں۔ان کے چرانے میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

**وجہ** اثر میں ہے۔عن عائشةؓ قالت لم یکن یقطع علی عهد النبی ﷺ فی الشیء التافه(ب) (مصنف ابن ابی شیبة ۴۴ من قال لاتقطع فی اقل من عشرة دراهم ج خامس ص ۴۷۳ نمبر ۲۸۱۰۵)اس اثر سے معلوم ہوا کہ معمولی چیز کے چرانے سے ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔اور مباح الاصل میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا مثلا پرندہ مباح الاصل ہے کہ جو اس کو پکڑ لے وہ اس کا ہے۔اس لئے اس میں نہیں کاٹا جائیگا۔

**وجہ** قال عثمان بن عفانؓ لاقطع فی طیر (ج) (سنن للبیہقی، باب القطع فی کل ماله ثمن اذا سرق من حرز وبلغت قیمته ربع دینار ج ثامن ص ۴۵۸ نمبر ۱۷۲۰۵)(۳) حدیث میں ہے۔عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده قال سئل رسول الله ﷺ فی کم تقطع الید؟ قال لا تقطع فی حریسة الجبل فاذا اوی المراح قطعت فی ثمن المجن (د)(نسائی شریف، الثمر المعلق یسرق

حاشیہ : (پچھلے صفحہ سے آگے)علیؓ کے پاس آئے اور ایک آدمی پر چوری کرنے کی گواہی دی تو انہوں نے اس کا ہاتھ کاٹا (الف) حضرت عمرؓ کے سامنے ایک چور لایا گیا تو ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا تو حضرت عثمانؓ نے کہا اگر چرایا جو دس درہم کے برابر نہ ہو۔فرمایا کہ حضرت عمرؓ نے اس کی قیمت لگوائی تو آٹھ درہم کی نکلی تو ہاتھ نہیں کاٹا (ب) حضرت عائشہ نے فرمایا کہ حضورؐ کے زمانے میں حقیر چیز میں ہاتھ نہیں کاٹتے تھے (ج) حضرت عثمانؓ نے فرمایا پرندہ چرانے میں ہاتھ کاٹنا نہیں ہے (د) حضورؐ سے پوچھا گیا کہ ہاتھ کتنے میں کاٹا جائے؟ فرمایا لٹکے ہوئے پھل میں نہیں کاٹا جائے گا۔پس جب کھلیان پر جمع ہو جائیں تو کاٹا جائے گا ڈھال کی قیمت میں۔اور نہیں کاٹا جائے گا پہاڑ کے ریوڑ میں پس جب باڑا میں آجائے تو کاٹا جائے گا ڈھال کی قیمت میں۔

**الاسلام کالخشب والحشیش والقصب والسمک والصیدوالطیر [۲۵۲۷](۵)ولا فیما یسرع الیہ الفساد کالفواکہ الرطبة واللبن واللحم والبطیخ والفاکھة علی الشجر و**

ص۶۸۰نمبر۴۹۶۰)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پہاڑ پر جو باڑہ ہواس کو چرالے تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔اوپر کے اثر سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شکار میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا کیونکہ اوپر اثر میں تھالا قطع فی طیر کہ پرندہ یعنی شکار کرنے میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔کیونکہ یہ چیزیں دار الاسلام میں مباح الاصل ہیں۔

**اصول** نفیس اور قیمتی چیزوں میں ہاتھ کاٹا جاتا ہے۔معمولی چیز ہو(۲) مباح الاصل ہو(۳) غیر محفوظ ہوتو ان کے چرانے سے ہاتھ نہیں کٹیگا۔

**لغت** تافہ : گھٹیا چیز، خشب : لکڑی، الحشیش : گھاس، القصب : نرکل۔

[۲۵۲۷](۵)اس میں بھی نہیں کاٹا جائے گا جو جلدی خراب ہوتی ہو جیسے تر میوے، دودھ، گوشت، تربوز، درخت پر لگے ہوئے میوے اور وہ کھیتی جو کاٹی نہ گئی ہو۔

**تشریح** جو چیزیں جلدی خراب ہو جاتی ہیں وہ اتنی نفیس اور عمدہ نہیں ہیں جن میں ہاتھ جیسا عظیم عضو کاٹا جائے۔جیسے تر میوے، دودھ، گوشت، تربوز وغیرہ، یا جو میوے درخت پر لگے ہوئے ہیں یا جو کھیتی ابھی کھیت میں ہے وہ محفوظ جگہ پر نہیں ہیں۔اس لئے ان کے چرانے میں بھی ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

**وجہ** حدیث میں دونوں کی دلیلیں موجود ہیں۔فقال لہ رافع سمعت رسول اللہ یقول لا قطع فی ثمر ولا کثر (الف)(۱) دوسری روایت میں ھے۔عن عمرو بن العاص عن رسول اللہ ﷺ انہ سئل عن التمر المعلق فقال من اصاب بفیہ من ذی حاجة غیر متخذ خبنة فلا شیء علیہ ومن خرج بشیء منہ فعلیہ غرامة مثلیہ والعقوبة ومن سرق منہ شیئا بعد ان یؤویہ الجرین فبلغ ثمن المجن فعلیہ القطع (ب)(ابوداؤد شریف، باب مالاقطع فیہ ص۶۲۹ نمبر ۴۳۹۰ رنسائی شریف ،الثمر یسرق بعدان یؤ دیہ الجرین ص۶۸۰،نمبر ۴۹۶۱ رنمبر ۴۹۶۴)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پھل اور شگوفہ کے چرانے میں نہیں کاٹا جائے گا کیونکہ وہ جلدی خراب ہونے والے ہیں اور غیر محفوظ بھی ہیں اور تر میوہ بھی ہیں۔اسی حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کھیتی کٹی ہوئی نہ ہو تو اس میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا(۳)اثر میں ہے۔عن الحسن ان النبی ﷺ اتی برجل سرق طعاما فلم یقطعہ (ج)(مصنف ابن ابی شیبة ۸۴ فی الرجل یسرق التمر والطعام ص۵۱۶ نمبر ۲۸۵۷۹ رمصنف عبد الرزاق، نمبر ۱۸۹۱۵)اس اثر میں ہے کہ کھانے کی چیز چرائی تو نہیں کاٹا اس لئے گوشت اور دودھ کے چرانے میں بھی نہیں کاٹا جائے گا۔کیونکہ وہ جلدی خراب ہونے والی ہے۔قال سفیان وھو الذی

---

حاشیہ : (الف)حضورؐ فرماتے ہیں کہ پھل اور شگوفے چرانے میں ہاتھ کاٹنا نہیں ہے(ب)حضورؐ سے لٹکے ہوئے کھجور کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؐ نے فرمایا ضرورت مند آدمی منہ سے کھالے اور دامن نہ بھرے تو اس پر کچھ نہیں ہے۔یعنی تاوان بھی نہیں ہے۔اور کوئی پھل ساتھ لے جائے تو اس پر دوگنا تاوان ہے اور سزا ہے۔اور جو چرائے کھلیان پر پہنچنے کے بعد اور ڈھال کی قیمت کو پہنچ جائے تو اس پر ہاتھ کاٹنا ہے(ج) آپؐ کے پاس ایک آدمی لایا گیا جس نے کھانا چرایا تھا تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا۔

الزرع الذی لم یحصد [۲۵۲۸](٦)ولا قطع فی الاشربة المطربة ولا فی الطنبور

یفسدمن نهاره لیس له بقاء الثرید واللحم وما اشبه فلیس فیه قطع ولکن یعزر واذا کانت الثمرة فی شجرتها فلیس فیه قطع ولکن یعزر (الف)(مصنف عبدالرزاق،باب سارق الحمام ومالا یقطع فیہ،ج عاشر،ص۲۲۳،نمبر۱۸۹۱۵)اس اثر سے معلوم ہوا کہ گوشت وغیرہ خراب ہونے والی چیز میں نہیں کاٹا جائے گا۔

**اصول** جو چیز جلدی خراب ہونے والی ہو، یا غیر محفوظ جگہ پر ہو یا مباح الاصل ہو اس میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

**لغت** الفواکہ : میوہ، اللبن : دودھ، البطیخ : تربوز، لم یحصد : کھیتی نہیں کاٹی گئی ہو۔

[۲۵۲۸](٦)اور کاٹنا نہیں ہے مستی اور شرابوں میں اور نہ باجے میں۔

**تشریح** پینے کی نشہ آور چیز چرالے تو اس میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، اسی طرح باجے کی چیز مثلا ڈھول تاشا چرالے تو اس میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

**وجہ** یہ چیزیں برباد کرنے کی ہیں۔ان کو بہا دینا چاہئے اور توڑ دینا چاہئے اس لئے ہوسکتا ہے کہ اس کا چرانا برباد کرنے اور بہانے کے لئے ہو۔اس لئے نہیں کاٹا جائے گا (۲) حدیث میں کھیل کود کی چیزوں کے بارے میں سخت وعید ہے۔ عن سلیمان بن بریدة عن ابیه ان النبی ﷺ قال من لعب بالنردشیر فکأنما صبغ یده فی لحم خنزیر ودمه (ب)(مسلم شریف،باب تحریم اللعب بالنردشیر ص ۲۴۰ نمبر ۲۲۶۰) کتاب الشعر) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نردشیر جو کھیل کود کی چیز ہے اس سے نہیں کھیلنا چاہئے بلکہ اس کو توڑ دینا چاہئے۔ اس لئے جب وہ قیمتی نہیں رہی تو اس کے چرانے میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔اور نشہ آور چیزوں کے بارے میں یہ حدیث ہے۔ان عائشةؓ قالت ... فقال رسول الله ﷺ کل شراب اسکر فهو حرام (ج)(بخاری شریف،باب الخمر من العسل ھو البتع ص ۸۳۶ نمبر ۵۵۸۶)اور شراب بنانے والے برتنوں کے بارے میں فرمایا کہ ان میں نبیذ بھی نہ بناؤ. عن علیؓ قال نهی النبی ﷺ عن الدباء والمزفت (د)(بخاری شریف،باب ترخیص النبی ﷺ فی الاوعیہ والظروف بعد النھی ،ص ۸۳۷،نمبر ۵۵۹۴) جب ان برتنوں میں نبیذ بنانے سے منع فرمایا تو نشہ آور چیزوں کے چرانے سے کیسے ہاتھ کٹے گا (۴) ایک اثر سے بھی استدلال کی جاسکتا ہے۔عن ابن جریج سمعت بعض من ارضی یقول لا قطع فی باز سرق وان کان ثمنه دینارا فاکثر من ذلک (ہ)(مصنف ابن ابی شیبۃ ۸۸ الرجل یسرق الطیر اوالبازی ماعلیہ؟ ج ثامن ص ۵۱۸ نمبر ۲۸۶۰۱)اس اثر میں ہے کہ باز کے چرانے سے ہاتھ نہیں کٹے گا اور باز شکار کے لئے

---

حاشیہ : (الف) حضرت سفیان نے فرمایا جو چیزیں دن میں خراب ہو جاتی ہیں ان کو بقاء نہیں ہے جیسے ثرید، گوشت وغیرہ تو اس میں ہاتھ کاٹنا نہیں ہے لیکن تعزیر کی جائے گی۔اور پھل درخت پر ہو تو اس کے چرانے میں ہاتھ کاٹنا نہیں ہے لیکن تعزیر کی جائے گی (ب) آپؐ نے فرمایا کوئی نردشیر کھیلے تو گویا کہ اپنے ہاتھ کو سور کے گوشت اور اس کے خون میں رنگا (ج) آپؐ نے فرمایا ہر پینے کی چیز جس میں نشہ ہو وہ حرام ہے (د) آپؐ نے کدو اور تار کول سے رنگے ہوئے برتن سے منع فرمایا (ہ) ابن جریج کو کہتے سنا وہ فرماتے ہیں کہ ایسے آدمی کو کہتے سنا ہوں جس سے میں راضی ہوں، باز چرالے تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا چاہے اس کی قیمت ایک دینار یا اس سے زیادہ ہو۔

**[۲۵۲۹](۷)ولا فی سرقة المصحف وان کان علیه حلیة [۲۵۳۰](۸)ولا فی الصلیب**

ہوتا ہے اور کھیل کود کے لئے بھی ہوتا ہے اس لئے اس پر قیاس کرتے ہوئے بجانے کی چیز چرانے پر بھی ہاتھ نہیں کٹے گا۔

**لغت** المطربۃ : خوشی میں لانے والی چیز، یہاں مراد ہے نشہ میں لانے والی چیز، الطنبور : ستار، مراد ہے باجے کی چیز۔

[۲۵۲۹] (۷) اور نہ قرآن کریم کے چرانے میں اگر چہ اس پر سونے کا کام ہوا ہو۔

**وجہ** کوئی آدمی کسی کا قرآن پڑھنا چاہے تو عموما اس کی اجازت ہوتی ہے اور پڑھنے دینے میں خوشی محسوس کرتا ہے۔ اس لئے گویا کہ اس میں ہبہ کا شائبہ ہے۔ اور چوری کی چیز ہبہ کردے تو ہاتھ نہیں کاٹا جاتا ہے۔ اس لئے قرآن کریم کے چرانے میں ہاتھ نہیں کٹے گا۔ اور اگر سونے کا نقش ونگار ہو اور اس کی قیمت دس درہم سے زیادہ ہو تب بھی نہیں کٹے گا۔ کیونکہ وہ قرآن کریم کے تابع ہے۔

**وجہ** اس حدیث میں ہے کہ اگر چیز چور کو ہبہ کردے تو چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ **عن صفوان بن امیة قال کنت نائما فی المسجد علی خمیصة لی ثمن ثلاثین درهما فجاء رجل فاختلسها منی فاخذ الرجل فاتی به النبی ﷺ فامر به لیقطع قال فاتیته فقلت اتقطعه من اجل ثلاثین درهما؟ انا ابیعه وانسئه ثمنها قالَ فهلا کان هذا قبل ان تأتینی به** (الف) (ابوداؤد شریف، باب فیمن سرق من حرز، ص ۲۵۵، نمبر ۴۳۹۴) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ چور کو ہبہ کردے تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ اور چونکہ قرآن کریم میں ہبہ کا معنی پایا جاتا ہے اس لئے ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

**فائدہ** امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ قرآن مال متقوم ہے اس لئے اس کے چرانے میں ہاتھ کاٹا جائے گا۔ اور ایک روایت یہ ہے کہ اس پر سونے کا نقش ونگار دس درہم کا ہو تو کاٹا جائے گا کیونکہ وہ مال متقوم ہے۔

[۲۵۳۰] (۸) اور نہیں کاٹا جائے گا سونے اور چاندی کی صلیب میں اور نہ شطرنج اور نہ نرد میں۔

**وجہ** صلیب نصاری کے پوجنے کے لئے ہے جو ناجائز ہے اور غیر متقوم ہے۔ اور شطرنج اور نرد کھیل کود کی چیز ہے جو نفیس نہیں بلکہ حقیر ہے۔ اس لئے ان کے چرانے میں بھی ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا (۲) اس کی حرمت کی دلیل آیت میں ہے۔ **ومن الناس من یشتری لهو الحدیث لیضل عن سبیل الله بغیر علم ویتخذها هزوا اولئک لهم عذاب مهین** (ب) (آیت ۶ سورۂ لقمان ۳۱) اس آیت میں کھیل کود کی چیزوں کی برائی بیان کی ہے۔ اور نردشیر کے بارے میں یہ حدیث گزر چکی ہے۔ **عن سلیمان بن بریدة عن ابیه ان النبی ﷺ قال من لعب بالنرد شیر فکأنما صبغ یده فی لحم خنزیر ودمه** (ج) (مسلم شریف، باب تحریم اللعب بالنردشیر ص ۲۴۰ نمبر

---

حاشیہ : (الف) حضرت صفوان بن امیہ فرماتے ہیں کہ میں مسجد میں چادر پر سویا ہوا تھا جو تیس درہم کی تھی۔ ایک آدمی آیا اور اس کو مجھ سے اچک لیا۔ پس آدمی پکڑا گیا اور حضورؐ کے پاس لایا گیا۔ پس اس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ حضرت صفوان فرماتے ہیں کہ میں حضورؐ کے پاس آیا اور کہا کہ آپؐ صرف تیس درہم کی وجہ سے ہاتھ کاٹیں گے؟ میں نے اس کو بیچ دیا اور اس کی قیمت اسی کے حوالے کر دی۔ آپؐ نے فرمایا میرے پاس اس کو لانے سے پہلے ایسا کیوں نہ کر لیا؟ یعنی میرے پاس لانے سے پہلے معاف کرتے تو حد نہ لگتی (ب) لوگوں میں سے وہ ہیں جو لہو کی بات خریدتے ہیں تاکہ لاعلمی میں اللہ کے راستے سے گمراہ کیا جائے اور اس کو کھیل کود کی چیز بنائی جائے، ان کے لئے ذلت آمیز عذاب ہے (ج) آپؐ نے فرمایا کوئی نردشیر سے کھیلے تو گویا کہ اپنے ہاتھ کو سور کے گوشت اور خون میں رنگ رہا ہے۔

**من الذهب والفضة ولا الشطرنج ولا النرد[ ۲۵۳۱ ] (۹)ولا قطع علی سارق الصبی الحر وان کان علیه حُلِیٌّ ولا فی سارق العبد الکبیر.**

۲۲۶۰)اورابوداؤدمیں میں ہے۔عن ابن عباسؓ ... ثم قال ان اللہ حرم علی او حرم الخمر والمیسر والکوبة(الف)(ابو داؤدشریف، باب فی الاوعیة ص ۱۶۳ نمبر ۳۶۹۶ )اس حدیث میں ہے کہ کوبہ یعنی طبلہ جو بجانے کا ہوتا ہے وہ سب حرام ہیں۔اور جب حرام ہیں تو ان کے چرانے میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔اثر میں ہے۔عن ابن عباسؓ قال الدف حرام والمعازف حرام والکوبة حرام والمزمار حرام (ب)(سنن للبیہقی، باب ماجاء فی ذم الملاہی من المعازف والمزامیر ونحوھاج عاشر ص ۳۷۶ نمبر ۲۱۰۰۰)اس اثر سے بھی کھیل کود کی چیزیں حرام ہوئیں اس لئے ان کے چرانے میں ہاتھ نہیں کٹے گا۔

**لغت** الصلیب : نصاری کے پوجنے کی چیز، الشطرنج : ایک قسم کے کھیلنے کی چیز ہے، نرد : یہ بھی کھیلنے کی چیز ہے۔

[۲۵۳۱](۹) آزاد بچے کے چرانے والے پر کاٹنا نہیں ہے اگر چہ اس پر زیور ہو اور نہ بڑے غلام کے چرانے والے پر۔

**تشریح** آزاد بچہ کسی حال میں مال نہیں ہے اس لئے اس کو چرایا تو گویا کہ مال کو نہیں چرایا اس لئے اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا البتہ تعزیر ہوگی۔عن ابن عباسؓ فی رجلین باع احدھما الآخر قال یرد البیع ویعاقبان ولا قطع علیھما (ج)(مصنف ابن ابی شیبة ۱۰۶ فی الرجل یبیع امرأتہ اوبیع الحر ابنتہ ج خامس ص ۵۲۶ نمبر ۲۸۶۹۴ مصنف عبدالرزاق، باب الرجل یبیع الحرج عاشر ص ۱۹۵ نمبر ۱۸۸۰۶) اس اثر سے پتا چلا کہ آزاد کو بیچ دے یا چرالے تو اس میں تعزیر ہوگی ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔اور بڑے غلام چرانے سے ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔کیونکہ وہ دفعیہ کرسکتا ہے اور لوگوں کو کہہ سکتا ہے کہ مجھے چرایا ہے پھر بھی نہیں کہہ رہا ہے تو گویا کہ غلام جانے پر راضی ہے۔اور واویلا کرنے کے باوجود چور نے یرغمال کر رکھا ہے تو یہ چوری نہیں ہے بلکہ غصب ہے اور غصب کی سزا ہاتھ کاٹنا نہیں ہے بلکہ قتل یا ضرب شدید ہے۔اس لئے بڑے غلام کے چرانے پر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا(۲)اثر میں ہے۔عن سفیان یقول ماسرق من صغیر مملوک ففیه القطع ومن سرق من صغیر حرا او مملوکا بلغ فلا قطع علیه (د)(مصنف عبدالرزاق، باب الرجل یبیع الحرج عاشر ص ۱۹۵ نمبر ۱۸۸۰۴ کتاب اللقطة)اس اثر میں ہے کہ چھوٹا غلام ہو تو ہاتھ کاٹا جائے گا، چھوٹا یا بڑا آزاد ہو تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔اور بڑا مملوک ہو تو تب بھی ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا(۳)اثر میں ہے۔عن عمر بن الخطابؓ انه لم یر علیھم القطع قال ھؤلاء خلابون قال اصحابنا معناه فی العبد اذا کان عاقلا ،فقد روی عن عمر انه قطع رجلا فی غلام سرق (ای غلام صغیر) (ہ)(سنن للبیہقی، باب ماجاء فیمن

حاشیہ : (الف)اللہ نے حرام کیا مجھ پر یا حرام کیا گیا، فرمایا شراب کو اور جوئے کو اور طبلہ بجانے کو(ب) حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ دف حرام ہے، ہارمونیا حرام ہے، طبلہ حرام ہے اور سارنگی حرام ہے(ج) حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ ایک نے دوسرے سے آزاد کو بیچا فرمایا بیع رد کردی جائے اور دونوں کو سزا دی جائے اور دونوں پر ہاتھ کاٹنا نہیں ہے(د) حضرت سفیان فرماتے ہیں اگر چھوٹا غلام چرایا تو اس میں ہاتھ کاٹنا ہے، اور چھوٹا آزاد چرایا یا بالغ مملوک چرایا تو اس پر ہاتھ نہیں کاٹنا ہے(ہ) حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ ان چرانے والوں کا ہاتھ کاٹنا نہیں ہے یہ لوگ دھوکہ باز ہیں۔ہمارے اصحاب فرماتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ غلام عاقل ہو تو حضرت عمرؓ سے روایت ہے چھوٹے غلام کو چرایا تو ہاتھ کاٹا جائے گا۔

**[۲۵۳۲] (۱۰) ویقطع سارق العبد الصغیر [۲۵۳۳] (۱۱) ولا قطع فی الدفاتر کلها الا فی دفاتر الحساب [۲۵۳۴] (۱۲) ولا یقطع سارق کلب ولا فهد ولا دف ولا طبل**

سرق عبدا صغیرا من حرز ج ثامن ص ۴۶۵ نمبر ۱۷۲۳۰) اس اثر سے بھی معلوم ہوا کہ بڑے غلام میں نہیں کاٹا جائے گا۔ اور اس پر جو سونا ہے وہ تابع ہے اس لئے وہ دس درہم سے زیادہ ہو تب بھی نہیں کاٹا جائے گا۔

[۲۵۳۲] (۱۰) اور چھوٹے غلام کے چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔

وجہ اوپر اثر گزر چکا ہے (۲) اثر میں ہے۔ ثنا ابن ابی زناد عن ابیہ عن الفقھاء من اھل المدینة کانوا یقولون من سرق عبدا صغیرا او اعجمیا لا حیلة له قطع (الف) (سنن للبیہقی، باب ما جاء فی من سرق عبدا صغیرا من حرز ج ثامن ص ۴۶۵ نمبر ۱۷۲۳۰) اس اثر سے بھی معلوم ہوا کہ چھوٹا غلام چرائے تو ہاتھ کاٹا جائے گا۔

[۲۵۳۳] (۱۱) ہاتھ کاٹنا نہیں ہے کسی دفتر کے چرانے میں سوائے حساب کے دفتر کے۔

تشریح حساب کے علاوہ کے دفتر اور رجسٹر کی اہمیت زیادہ نہیں ہوتی کہ اس کو نفیس مال کہا جائے۔ اس لئے اس کے چرانے میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ اور حساب کا رجسٹر البتہ نفیس اور عمدہ سمجھا جاتا ہے، کیونکہ اس میں حساب ہے۔ اس لئے اس کے چرانے میں ہاتھ کاٹا جائے گا۔

[۲۵۳۴] (۱۲) اور کتے کے چرانے میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اور نہ چیتے اور نہ دف اور نہ ڈھول اور نہ سارنگی کے چرانے میں ہاتھ کاٹا جائیگا۔

تشریح کتا ناپاک جانور ہے، اسی طرح چیتا ناپاک جانور ہے اس لئے وہ نفیس چیز نہیں رہی اس لئے اس کے چرانے میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ حدیث میں ہے۔ عن جابر قال امر نبی اللہ ﷺ بقتل الکلاب حتی ان کانت المرأة تقدم من البادیة یعنی بالکلب فنقتله ثم نهانا عن قتلها وقال علیکم بالاسود (ب) (ابوداؤد شریف، باب اتخاذ الکلب للصید وغیرہ ص ۳۷ نمبر ۲۸۴۶) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کتے کو قتل کرنے کا حکم ہے اس لئے اس کے چرانے میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اور یہی حکم چیتا اور شیر کا بھی ہے۔ ناپاکی کی دلیل یہ حدیث ہے۔ عن ابی ثعلبةؓ ان رسول اللہ ﷺ نهی عن اکل کل ذی ناب من السباع (ج) (بخاری شریف، باب اکل کل ذی ناب من السباع ص ۱۳۰ نمبر ۵۵۳۰) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پھاڑ کھانے والے جانور کا گوشت ناپاک ہے اس لئے معمولی چیز ہوگئی۔

دف، ڈھول اور سارنگی کے ناجائز ہونے کی دلیل یہ حدیث ہے۔ عن ابن عباسؓ ... ان اللہ حرم علی او حُرِم الخمر والمیسر والکوبة (د) (ابوداؤد شریف، باب فی الاوعیة ص ۱۶۳ نمبر ۳۶۹۶) کوبۃ کا معنی ڈھول ہے اس لئے ڈھول بھی حرام ہوا۔ سارنگی کے سلسلے

حاشیہ : (الف) اہل مدینہ کے فقہاء سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کسی نے چھوٹے غلام کو چرایا یا عجمی کو چرایا جس میں کوئی حیلہ نہیں ہے تو ہاتھ کاٹا جائے گا (ب) حضورؐ نے کتوں کو قتل کرنے کا حکم دیا یہاں تک کہ کوئی عورت دیہات سے آتی یعنی کتے کے ساتھ تو ہم اس کو قتل کرتے پھر ہم کو قتل کرنے سے روک دیا گیا اور فرمایا صرف کالے کتے کو قتل کیا کرو (ج) حضورؐ نے پھاڑ کھانے والے نوکیلے دانت والے جانور کو کھانے سے منع فرمایا (د) اللہ نے مجھ پر حرام کیا شراب کو اور جوئے کو اور شطرنج کو۔

**ولا مزمار[۲۵۳۵] (۱۳)ویُقطع فی الساج والقناء والآبنوس والصندل[۲۵۳۶] (۱۴) واذا اتخذ من الخشب اوانی او ابواب قُطع فیھا[۲۵۳۷] (۱۵)ولا قطع علی خائن ولا خائنة.**

---

میں بخاری کی لمبی حدیث کا ٹکڑا ہے۔حدثنی ابو عامر الاشعری ... سمع النبی ﷺ یقول لیکونن من امتی اقوام یستحلون الحر والحریر والخمر والمعازف (الف)(بخاری شریف، باب ماجاء فیمن یستحل الخمر ویسمیہ بغیر اسمہ،ص ۸۳۷،نمبر ۵۵۹۰)اس حدیث میں معازف کے حرام ہونے کا تذکرہ ہے۔اس لئے ان کے چرانے میں ہاتھ نہیں جائے گا۔

**اصول** یہ مسئلے اس اصول پر ہیں کہ جو چیز شریعت کی نگاہ میں معمولی ہے اس کے چرانے سے ہاتھ نہیں کٹے گا،اور حرام چیزیں شریعت کی نگاہ میں معمولی ہیں اس لئے اس کے چرانے میں ہاتھ نہیں کٹے گا۔

**لغت** فہد : چیتا، طبل : ڈھول،طبلہ، مزمار : سارنگی۔

[۲۵۳۵](۱۳)اور کاٹا جائے گا ساگون، نیزے کی لکڑی،ابنوس اور صندل کی لکڑی چرانے میں۔

**وجہ** یہ لکڑیاں قیمتی ہیں اس لئے ان کے چرانے میں ہاتھ کاٹا جائے گا۔

**لغت** الساج : ساگون کی لکڑی، القناء : نیزہ یا نیزے کی لکڑی، الابنوس : ابنوس کی لکڑی، الصندل : ایک قسم کی خوشبودار لکڑی۔

[۲۵۳۶](۱۴)اگر لکڑی سے برتن بنایا،دروازے بنائے تو ان میں ہاتھ کاٹا جائے گا۔

**تشریح** عام لکڑی تھی جس کے چرانے سے ہاتھ نہیں کاٹا جاتا لیکن اس سے برتن بنالیا یا دروازہ بنالیا تو اب اس کے چرانے میں ہاتھ کاٹا جائیگا۔

**وجہ** اب یہ معمولی نہیں رہی بلکہ قیمتی ہوگئی اس لئے یوں کہا جائے گا کہ برتن چرایا یا دروازہ چرایا۔اس لئے اس کے چرانے میں ہاتھ کاٹا جائیگا۔

**لغت** اوانی : جمع ہے آنیۃ کی برتن، ابواب : جمع ہے باب کی دروازہ۔

[۲۵۳۷](۱۵)خیانت کرنے والے مرد اور خیانت کرنے والی عورت پر کاٹنا نہیں ہے۔

**تشریح** کسی آدمی کے پاس امانت کی رقم تھی یا مال تھا اس نے اس میں خیانت کر لی تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔البتہ تعزیر کی جائے گی۔

**وجہ** اس میں چوری کا معنی نہیں پایا گیا،چوری کہتے ہیں محفوظ جگہ سے چپکے سے کسی مال کو اٹھا کر لے جانا۔اور خیانت میں چپکے سے اٹھانا نہیں پایا گیا اس لئے نہیں کاٹا جائے گا(۲)حدیث میں ہے۔عن جابر عن النبی ﷺ قال لیس علی خائن ولا منتهب ولا مختلس قطع (ب)ترمذی شریف، باب ماجاء فی الخائن والمختلس والمنتهب ،ص ۲۶۸ نمبر ۱۴۴۸/ابوداؤد شریف، باب القطع فی الخلسة والخیانة ص ۲۵۵،نمبر ۴۳۹۱/۴۳۹۲/نسائی شریف،نمبر ۴۹۷۱)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خیانت کرنے والے کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

---

حاشیہ : (الف) آپ فرماتے تھے میری امت میں سے کچھ قوم حلال سمجھے گی آزاد،ریشم اور شراب اور کھیل کود کے آلات کو(ب) آپ نے فرمایا خیانت کرنے والا،لوٹنے والا اور اچک لے جانے والے پر ہاتھ کاٹنا نہیں ہے۔

**[۲۵۳۸] (۱۶)ولا نباش ولا منتهب ولا مختلس[۲۵۳۹] (۱۷)ولا یُقطع السارق من**

[۲۵۳۸] (۱۶)اور نہ کفن چور پر ہاتھ کاٹا ہے نہ لٹیرے پر، نہ اچکے پر۔

**تشریح** جو آدمی کفن چراتا ہو یا جو لوٹ کر سب کے سامنے سے لے جاتا ہو یا چکمہ سے مال لے لیتا ہو ان کے ہاتھ نہیں کاٹے جائیں گے۔

**وجہ** کفن چرانے والا مقام محفوظ سے نہیں چراتا کیونکہ قبرستان مقام محفوظ نہیں ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ مردہ پر کفن ڈال دینے کے بعد وہ معمولی اور گھٹیا قسم کی چیز سمجھی جاتی ہے۔ اس لئے کفن چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ اثر میں ہے۔ **عن الزهری قال اخذ نباش فی زمان معاویة کان مروان علی المدینة فسأل من بحضرته من اصحاب رسول الله بالمدینة والفقهاء فلم یجدوا احدا قطعه قال فاجمع رأیهم علی ان یضربه ویطاف به** (الف) (مصنف ابن ابی شیبة ۸۹ ماجاء فی النباش یوخذ ما حدہ؟ ج خامس، ص ۵۱۸ نمبر ۲۸۶۰۴) اس اثر سے معلوم ہوا کہ کفن چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

**فائدہ** امام شافعیؒ اور امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ کفن چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔

**وجہ** **عن الشعبی قال النباش سارق**، دوسری روایت میں ہے۔ **قال یقطع فی امواتنا کما یقطع فی احیائنا** (ب) سنن للبیہقی، باب النباش یقطع اذا اخرج الکفن من جمیع القبر ج ثامن ص ۴۶۸ نمبر ۱۷۲۳۹/۱۷۲۴۱ / مصنف ابن ابی شیبة ۸۹ ماجاء فی النباش یوخذ ما حدہ؟ ج خامس ص ۵۱۸ نمبر ۲۸۶۰۶) اس اثر سے معلوم ہوا کہ کفن چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔

اور لٹیرے اور اچکے کے بارے میں حدیث گزر چکی ہے۔ **عن جابر عن النبی ﷺ قال لیس علی خائن ولا منتهب ولا مختلس قطع** (ج) (ترمذی شریف، باب ماجاء فی الخائن والمختلس والمنتهب ص ۲۶۸ نمبر ۱۴۴۸ / ابو داؤد شریف، نمبر ۴۳۹۱/۴۳۹۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو آدمی دھللے کے ساتھ لوٹ کر لے جاتا ہو یا چکما دے کر اچک لے جاتا ہو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا (۲) دھللے کے ساتھ لوٹ کر لے جانے میں چپکے سے لے جانا جو چوری کا معنی ہے نہیں پایا گیا۔ اسی طرح سامنے چکما دے کر لے گیا تو چپکے سے لے جانا نہیں پایا گیا اس لئے ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

[۲۵۳۹] (۱۷) بیت المال سے چرانے والے کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اور نہ اس مال میں جس میں چور کی شرکت ہو۔

**تشریح** کوئی آدمی بیت المال سے چوری کرے تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ یا چور کا بھی مال تھا اور دوسرے کا بھی مال ساتھ میں تھا اس میں سے چور نے چوری کر لی تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

**وجہ** یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ کسی مال میں چور کا کچھ بھی حصہ ہو تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ اور مومن ہونے کی حیثیت سے بیت المال کے مال

---

حاشیہ : (الف) حضرت معاویہؓ کے زمانے میں کفن چور پکڑا گیا، اور مروان مدینہ پر حاکم تھا تو مدینے میں اصحاب رسول اللہ جو حاضر تھے ان کو پوچھا تو کسی نے مشورہ نہیں دیا اس کے کاٹنے کا، فرمایا سب کی رائے ہوئی کہ اس کو مارے اور شہر میں گھمائے (ب) حضرت شعبی سے منقول ہے کہ کفن چور چور کے درجے میں ہے، دوسری روایت میں ہے مردوں کے کپڑے چرانے میں بھی ایسے کاٹا جائے گا جیسے زندوں کے کپڑے چرانے میں (ج) آپؐ سے منقول ہے خیانت کرنے والے پر کاٹنا نہیں ہے نہ لوٹنے والے پر اور نہ اچکنے والے پر کاٹنا ہے۔

**بیت المال ولا من مال للسارق فیہ شرکة [۲۵۴۰](۱۸)ومن سرق من ابویه او ولده او ذی رحم محرم منه لم یقطع وکذلک اذا سرق احد الزوجین من الآخر او العبد من سیده**

میں کچھ نہ کچھ چور کا بھی حصہ ہے اس لئے اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔اسی طرح شرکت کے مال میں چور کا حصہ ہے اس لئے ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا(۲)حدیث میں ہے۔ عن ابن عباسؓ ان عبدا من رقیق الخمس سرق من الخمس فرفع ذلک الی النبی ﷺ فلم یقطعه ،وقال مال الله عز وجل سرق بعضه بعضا (الف)(ابن ماجہ شریف،باب العبد یسرق ص ۳۷۲نمبر ۲۵۹۰)اس حدیث میں ہے کہ اس کا حصہ تھا اس لئے چور کا ہاتھ نہیں کاٹا گیا(۲) عن علیؓ انه کان یقول لیس علی من سرق من بیت المال قطع (ب)(سنن للبیہقی ، باب من سرق من بیت المال شیئا ج ثامن ص ۴۸۹نمبر ۱۷۳۰۴رمصنف ابن ابی شیبة ۸۰ فی الرجل یسرق من بیت المال ما علیہ؟ ج خامس ص ۵۱۳نمبر ۲۸۵۵۴(۳)اثر میں یہ بھی ہے۔عن القاسم ان رجلا سرق من بیت المال فکتب فیه سعد الی عمر فکتب عمر الی سعد لیس علیه قطع له فیه نصیب (ج)(مصنف ابن ابی شیبة ۸۰ فی الرجل یسرق من بیت المال ما علیہ؟ ج خامس ص ۵۱۳نمبر ۲۸۵۵۴رمصنف عبد الرزاق ، باب الرجل یسرق شیئا له فیہ نصیب ج عاشر ص ۲۱۲نمبر ۱۸۸۷۲)اس اثر سے معلوم ہوا کہ کسی کی شرکت ہو تو اس کے چرانے سے ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

[۲۵۴۰](۱۸)کسی نے چرائی اپنے والدین کی کوئی چیز،یا اپنے بیٹے کی یا ذی رحم محرم کی تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ایسے ہی اگر چرائی بیوی شوہر میں سے ایک نے دوسرے کی،یا غلام نے آقا کی یا آقا کی بیوی کی یا سیدہ کے شوہر کی یا آقا اپنے مکاتب کی چیز۔

**تشریح** کسی نے ماں باپ کی چیز دس درہم سے اوپر کی چرالی یا ماں باپ نے بیٹے کی چیز چرالی یا اپنے ذی رحم محرم کی چیز چرالی تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔یا بیوی نے شوہر کی چیز چرالی یا شوہر نے بیوی کی چیز چرالی یا غلام نے آقا کی چیز چرالی یا آقا کی بیوی کی چیز چرالی تب بھی ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔یا غلام نے اپنے سیدہ جو عورت تھی اس کی چیز چرائی یا سیدہ کے شوہر کی چیز چرائی یا آقا نے اپنے مکاتب کی چیز چرالی تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

**وجہ** یہ مسئلے دو اصولوں پر متفرع ہیں۔ایک تو یہ کہ یہ لوگ ایک دوسرے کے اتنے قریب رہتے ہیں کہ اس کے لئے اس کا گھر محفوظ نہیں رہا،مثلا باپ کے لئے بیٹے کا اور بیٹے کے لئے باپ کا گھر محفوظ اور حرز نہیں ہے۔اسی پر باقی مسئلے قیاس کر لیں۔اور چوری کہتے ہیں مقام محفوظ سے چپکے سے اٹھانا۔اس لئے چوری نہیں پائی گئی اس لئے ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔اور دوسرا اصول یہ ہے کہ ایک کا دوسرے کے مال میں کچھ نہ کچھ حصہ سمجھا جاتا ہے۔مثلا بیٹا سمجھتا ہے کہ باپ کے مال میں میرا حصہ ہے اور باپ بھی سمجھتا ہے کہ بیٹے کا مال میرے لئے مباح ہے۔اور اوپر اثر اور حدیث گزری کہ مال میں کچھ نہ کچھ حصہ ہو تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔یہی حال غلام اور آقا کے درمیان کا ہے۔اور یہی حال بیوی اور شوہر کے

حاشیہ : (الف)حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ خمس کے غلام نے خمس کا مال چرایا۔پس اس کو حضورؐ کے پاس لے گئے تو آپ نے اس کا ہاتھ نہیں کاٹا۔اور فرمایا اللہ کا مال ہے بعض نے بعض کو چرایا(ب)حضرت علیؓ فرمایا کرتے تھے جس نے بیت المال سے چرایا اس پر ہاتھ کاٹنا نہیں ہے(ج)حضرت قاسم سے منقول ہے کہ ایک آدمی نے بیت المال سے چرایا تو حضرت سعد نے حضرت عمرؓ کو لکھا تو حضرت عمرؓ نے حضرت سعد کو لکھا کہ اس پر ہاتھ کاٹنا نہیں ہے کیونکہ اس میں چور کا حصہ ہے۔

**او من امرأة سيده او من زوج سيدته او المولى من مكاتبه [ ۲۵۴۱ ] ( ۱۹ ) وكذلك**

درمیان کا ہے۔اس لئے غلام آقا کی چرالے یا آقا غلام مکاتب کی چرالے، بیوی شوہر کی چرالے یا شوہر بیوی کی چرالے ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا (۲) اثر میں ہے۔ **سأل ابن مسعود فقال عبدی سرق قباء عبدی قال مالک سرق بعضه بعضا لا قطع فيه وهو قول ابن عباس** (الف) (سنن للبیہقی ، باب العبد یسرق من متاع سیدہ ج ثامن ص ۴۸۸ نمبر ۱۷۳۰۲ر مصنف ابن ابی شیبۃ ۸۱ فی العبد یسرق من مولاہ ما علیہ؟ ج خامس ص ۵۱۴ نمبر ۲۸۵۵۹) (۲) اثر میں ہے۔ **فقال له عمر ماذا سرق قال سرق مرآة لامرأتی ثمنها ستون درهما فقال ارسله فليس عليه قطع خادكم سرق متاعكم** (ب) (سنن للبیہقی ، باب العبد یسرق من مال امرأۃ سیدہ ج ثامن ص ۴۸۹ نمبر ۱۷۳۰۳) ان آثار سے معلوم ہوا کہ غلام آقا کے مال کو چرائے تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

بیوی شوہر کے بارے میں یہ اثر ہے۔ **بلغنی عن عامر قال ليس على زوج المرأة فی سرقة متاعها قطع** ۔اور دوسری روایت میں ہے۔ **وقال عبد الكريم ليس على المرأة فی سرقة متاعه قطع** (ج) (مصنف عبد الرزاق، باب من سرق مالا یقطع فیہ ج عاشر ص ۲۲۱ نمبر ۱۸۹۰۸) اور اسی باب کے حدیث نمبر ۱۸۹۰۷ میں ذی رحم محرم کے بارے میں ہے۔ **قال الثوری ويستحسن الا يقطع من سرق من ذی رحم محرم خاله او عمه او ذات محرم** (د) (مصنف عبد الرزاق ج عاشر نمبر ۱۸۹۰۷) اس اثر سے معلوم ہوا کہ بیوی شوہر کا یا شوہر بیوی کا مال چرائے یا ذی رحم محرم آدمی چرائے تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

مکاتب کا مال آقا کا مال ہے اس لئے آقا مکاتب کا مال چرائے تو نہیں کاٹا جائے گا۔

**وجہ** ان سارے مسئلوں کے لئے اوپر کی حدیث ابن ماجہ شریف دلیل ہے۔ **عن ابن عباس ان عبدا من رقيق الخمس سرق من الخمس فرفع ذلک الى النبی ﷺ فلم يقطعه وقال مال الله عز وجل سرق بعضه بعضا** (ہ) (ابن ماجہ شریف، باب العبد یسرق ص ۳۷۲ نمبر ۲۵۹۰) اس حدیث کے آخر میں ہے بعض بعض کا چرایا اس لئے نہیں کاٹا جائے گا (۲) یہ اثر بھی ہے۔ **عن الثوری قال ان سرق المكاتب من سيده شيئا لم يقطع وان سرق السيد من المكاتب شيئا لم يقطع** (و) (مصنف عبد الرزاق، باب الخیانۃ ج عاشر ص ۲۱۱ نمبر ۱۸۸۷۰)

[۲۵۴۱] (۱۹) ایسے ہی مال غنیمت میں چرائے تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

---

حاشیہ : (الف) حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ سے پوچھا میرے غلام نے میرے دوسرے غلام کی قباء چرالی۔ فرمایا تمہارا ہی مال ہے بعض نے بعض کا چرایا۔ اس لئے اس پر ہاتھ کاٹنا نہیں ہے۔ اور یہی قول حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ کا ہے (ب) حضرت عمرؓ نے پوچھا کیا چرایا؟ کہا میری بیوی کا آئینہ چرایا جس کی قیمت ساٹھ درہم تھی۔ فرمایا اس کو چھوڑ دو اس پر ہاتھ کاٹنا نہیں ہے اس لئے کہ تمہارے خادم نے تمہارا سامان چرایا ہے (ج) حضرت عامر سے منقول ہے کہ عورت کے شوہر پر عورت کا سامان چرانے میں کاٹنا نہیں ہے، دوسری روایت میں ہے۔ حضرت عبد الکریم نے فرمایا عورت پر شوہر کے سامنے چرانے میں ہاتھ کاٹنا نہیں ہے (د) حضرت ثوریؒ نے اچھا سمجھا کہ نہ کاٹے جس نے چرایا ذی رحم محرم کے مال سے مثلا ماموں یا چچا یا ذی رحم محرم (ہ) حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ خمس کے غلام نے خمس سے مال چرایا۔ پس یہ معاملہ حضورؐ کے پاس لے گئے تو ہاتھ نہیں کاٹا اور فرمایا اللہ کا مال ہے بعض نے بعض کو چرایا (و) حضرت ثوریؒ نے فرمایا اگر مکاتب نے آقا کی کوئی چیز چرالی تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ اور اگر آقا نے مکاتب کی کوئی چیز چرالی تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

**السارق من مغنم [۲۵۴۲](۲۰)والحرز علی ضربین حرز لمعنی فیه کالدور والبیوت وحرز بالحافظ[۲۵۴۳] (۲۱)فمن سرق شیئا من حرز او غیر حرز وصاحبه عنده**

---

وجہ اوپر حدیث گزر چکی ہے۔ان عبدا من رقیق الخمس سرق من الخمس الخ (ابن ماجہ شریف نمبر۲۵۹۰)اس لئے مال غنیمت میں سے چرائے تو نہیں کاٹا جائے گا(۲) مال غنیمت میں چور کا بھی کچھ نہ کچھ حصہ ہے اس لئے بھی نہیں کاٹا جائے گا۔

[۲۵۴۲](۲۰)حرز دو طرح کے ہیں،ایک یہ کہ وہ جگہ حفاظت کی ہو جیسے گھر اور کمرہ،اور حرز محافظ کے ذریعہ۔

تشریح جس حرز سے چرانے سے ہاتھ کٹتا ہے وہ دو طرح سے ہوتی ہیں۔ایک تو یہ کہ وہ مکان ہی حفاظت کے لئے ہو۔جیسے گھر یا کمرہ ہے کہ اس میں آدمی نہ بھی ہو تو خود گھر اور کمرہ محافظ کے معنی میں ہے۔ان کے اندر کوئی آدمی چرائے گا تو ہاتھ کاٹا جائے گا۔اور دوسری صورت یہ ہے وہ کھلا ہوا میدان ہے یا مسجد ہے جس میں عام لوگ جاتے رہتے ہیں اس لئے وہ محافظ کے معنی میں نہیں ہے۔لیکن وہاں آدمی حفاظت کے لئے بیٹھا ہوا ہے اس لئے آدمی کی حفاظت کی وجہ سے حرز بن گیا۔اب محافظ کے پاس سے کوئی چرائے گا تو ہاتھ کاٹا جائے گا۔

وجہ گھر یا کمرہ خود محافظ اور حرز ہیں ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔ان عبد اللہ بن عمر حدثھم ان النبی ﷺ قطع ید رجل سرق ترسا من صفة النساء ثمنه ثلاثة دراھم (الف)(ابوداؤد شریف، باب مایقطع فیہ السارق ص۲۵۴ نمبر۴۳۸۶)اس حدیث میں صفة النساء عورتوں کے کمرہ سے معلوم ہوا کہ کمرہ خود محافظ اور حرز ہے۔اور آدمی کے ذریعہ حرز اور حفاظت ہو اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔عن صفوان بن امیة قال کنت نائما فی المسجد علی خمیصة لی ثمن ثلاثین درھما فجاء رجل فاختلسھا منی فاخذ الرجل فاتی به النبی ﷺ فامر به لیُقطع (ب)(ابوداؤد شریف، باب فیمن سرق من حرز ص۲۵۵ نمبر۴۳۹۴)رنسائی شریف، ما یکون حرز او مالا یکون ص۶۷۳ نمبر۴۸۸۵)اس حدیث میں حضرت صفوان کے سر کے نیچے چادر تھی اس لئے وہ خود اس کا محافظ بنے تو انسان کی حفاظت کی وجہ سے چور کا ہاتھ کاٹا گیا۔

[۲۵۴۳](۲۱)اگر کسی نے کوئی چیز حرز سے چرائی یا غیر حرز سے چرائی لیکن اس کا مالک اس کے پاس حفاظت کر رہا تھا تو اس پر کاٹنا واجب ہوگا۔

تشریح مقام محفوظ سے دس درہم کی چیز چرائی تب بھی ہاتھ کاٹا جائے گا۔اور مقام محفوظ تو نہیں تھا لیکن وہاں مالک حفاظت کر رہا تھا اور کسی نے چرائی تب بھی ہاتھ کاٹا جائے گا۔

وجہ اوپر والی حدیث میں حضرت صفوان مسجد میں سوئے ہوئے تھے اور مسجد حرز نہیں ہے کیونکہ ہر آدمی کے آنے جانے کی جگہ ہے لیکن وہ خود چادر کی حفاظت کر رہے تھے اسی لئے اس کو سر کے نیچے رکھا ہوا تھا اس لئے انسان کی حفاظت کی وجہ سے چور کا ہاتھ کاٹا گیا۔

---

حاشیہ : (الف) آپؐ نے ایک آدمی کا ہاتھ کاٹا جس نے عورت کے چبوترے سے ڈھال چرائی تھی جس کی قیمت تین درہم تھی (ب) حضرت صفوان بن امیہ فرماتے ہیں کہ میں مسجد میں اپنی کالی چادر پر سویا ہوا تھا جس کی قیمت تیس درہم تھی۔پس ایک آدمی آیا اور اس کو مجھ سے اچک لیا۔پس آدمی پکڑا گیا اور حضورؐ کے پاس لایا گیا تو آپؐ نے اس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔

**يحفظه وجب عليه القطع[۲۵۴۴] (۲۲)ولا قطع على من سرق من حمام او من بيت أُذِن للناس فى دخوله [۲۵۴۵](۲۳)ومن سرق من المسجد متاعا وصاحبه عنده قطع.**

---

[۲۵۴۴](۲۲)نہیں کاٹا ہے اس پر جس نے چرایا غسل خانے سے یا ایسے گھر سے جس میں لوگوں کے لئے داخل ہونے کی اجازت ہو۔

**تشریح** پچھلے زمانے میں غسل کرنے کے لئے حمام بناتے تھے جس میں ہر آدمی داخل ہو سکتا تھا اس لئے وہ مقام محفوظ نہیں رہا۔اسی طرح ہر وہ مقام جس میں ہر آدمی کو داخل ہونے کی اذن عام ہو جیسے مسجد، سرائے خانہ وہ مقامات حرز نہیں ہیں تو ان مقامات سے چرانے سے ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

**وجہ** اثر میں ہے۔عن ابى الدرداء قال ليس على سارق الحمام قطع (الف)(سنن للبیہقی، باب القطع فی کل مالہ ثمن اذا سرق من حرز وبلغت قیمتہ ربع دینار ج ثامن ص ۴۵۸ نمبر ۱۷۲۰۶ مصنف عبد الرزاق، باب سارق الحمام وما لا یقطع فیہ ج عاشر ص ۲۲۲ نمبر ۱۸۹۱۴) اس اثر سے معلوم ہوا کہ حمام یعنی غسلخانہ سے چرائے تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔اور اسی پر قیاس کیا جائے گا کہ ان تمام مقامات کا جس میں ہر آدمی کو جانے کی اجازت ہو۔ان سے چرائے تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔کیونکہ حمام میں ہر آدمی کو جانے کی اجازت ہے اس لئے ہاتھ نہیں کاٹا گیا(۲)ابوداؤد شریف کی حدیث میں گزرا۔ومن سرق منه شيئا بعد ان يؤويه الجرين فبلغ ثمن المجن فعليه القطع ومن سرق دون ذلك فعليه غرامة مثليه والعقوبة (ب)(ابوداؤد شریف، باب ما لا قطع فیہ ص ۲۵۴ نمبر ۴۳۹۰)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ محفوظ مقام پر نہ پہنچا ہو تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا بلکہ دوگنا تاوان لازم ہوگا۔

[۲۵۴۵](۲۳)کسی نے مسجد سے سامان چرایا اور اس کا مالک اس کے پاس تھا تو ہاتھ کاٹا جائے گا۔

**وجہ** مسجد میں عام لوگ جا سکتے ہیں اس لئے کوئی سامان مسجد میں ہو اور اس کا محافظ وہاں نہ ہو اور چرالے تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔لیکن چیز کا مالک حفاظت کر رہا ہو پھر بھی چرالیا تو ہاتھ کاٹا جائے گا۔

**وجہ** ابھی اوپر حضرت صفوانؓ کی حدیث گزری کہ وہ مسجد حرام میں سوئے ہوئے تھے اور سر کے نیچے چادر تھی اور کسی نے چرالی تو مالک کی حفاظت کی وجہ سے چور کا ہاتھ کاٹا گیا۔عن صفوان بن امية قال كنت نائما فى المسجد على خميصة لى ثمن ثلاثين درهما فجاء رجل فاختلسها منى فاخذ الرجل فاتى به النبى ﷺ فامر به ليقطع (ج)(ابوداؤد شریف، باب فیمن سرق من حرز ص ۲۵۵ نمبر ۴۳۹۴ رنسائی شریف ما یکون حرزا وما لا یکون ص ۶۷۳ نمبر ۴۸۸۵)اس حدیث میں مسجد میں حضرت صفوان کے سر کے نیچے چادر تھی جس کی وجہ سے وہ خود محافظ تھے اس لئے محافظ کی وجہ سے ہاتھ کاٹا گیا مسجد کی وجہ سے نہیں۔

---

حاشیہ : (الف)حضرت ابو درداء سے منقول ہے کہ فرمایا غسل خانے کے چور کا ہاتھ کاٹنا نہیں ہے(ب)کسی نے کوئی چیز چرائی کھلیان پر آنے کے بعد اور ڈھال کی قیمت تک پہنچ گئی تو اس پر کاٹنا ہے۔اور جس نے چرایا اس کے علاوہ سے تو اس پر دوگنا تاوان ہے اور سزا ہے(ج)حضرت صفوان فرماتے ہیں کہ میں مسجد میں اپنی چادر پر سویا ہوا تھا جس کی قیمت تیس درہم تھی۔پس ایک آدمی آیا اور اس کو مجھ سے اچک لیا۔پس آدمی پکڑا گیا اور حضورؐ کے پاس لایا گیا تو حکم دیا ہاتھ کاٹنے کا۔

[۲۵۴۶](۲۴)ولا قطع علی الضيف اذا سرق ممن اضافه[۲۵۴۷] (۲۵)واذا نقب اللص البيت ودخل فاخذ المال وناوله آخر خارج البيت فلا قطع عليهما وان القاه فی

---

[۲۵۴۶](۲۴)نہیں کاٹا ہے مہمان پر اگر وہ چرائے اس کی جس نے میزبانی کی ہو۔

**تشریح** مہمان نے میزبان کی چیز چرالی تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

**وجہ** اثر میں ہے۔سئل الزهری عن رجل ضاف قوما فاختانهم فلم یر علیه قطعا (الف)(مصنف عبدالرزاق، باب الخیانۃ ج عاشر ص۲۱۰ نمبر ۱۸۸۶۵)اس اثر سے معلوم ہوا کہ مہمان میزبان کے گھر سے چرائے تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا (۲) مہمان کے لئے میزبان کا گھر حرز نہیں رہا۔کیونکہ اس کے لئے گھر کا سامان ایک انداز ے میں مباح ہوگیا۔

[۲۵۴۷](۲۵)اگر چور نے گھر میں نقب لگایا اور داخل ہوا اور مال لیا اور دوسرے کو دے دیا جو گھر سے باہر تھا تو کسی پر ہاتھ کاٹنا نہیں ہے۔اور اگر راستے پر ڈال دیا پھر گھر سے نکلا تو ہاتھ کاٹا جائے گا۔

**تشریح** چور نے گھر میں سوراخ کیا جس کو نقب لگانا کہتے ہیں پھر اندر داخل ہو کر مال اٹھایا اور خود گھر سے باہر نہیں لایا بلکہ گھر سے باہر دوسرا چور تھا اس کو پھینک کر دیا وہ لیکر گیا تو نہ گھر میں داخل ہونے والے کا ہاتھ کاٹا جائے گا اور نہ باہر سے اچکنے والے کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔

**وجہ** یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ چوری اس کو کہتے ہیں کہ گھر کے اندر جا کر خود مال ساتھ لیکر باہر آئے تب اس کو چوری کہتے ہیں۔یہ خود مال ساتھ لیکر باہر نہیں آیا ہے بلکہ دوسرے کو پھینک کر دیا اور باہر والے نے اچک لیا اس لئے چوری کا معنی کسی میں نہیں پایا گیا اس لئے کسی کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا نہ داخل ہونے والے کا کہ مال ساتھ لیکر باہر نہیں آیا اور باہر والے کا کیونکہ وہ گھر کے اندر سے نہیں لایا بلکہ سڑک پر مال اٹھایا ہے جو غیر محفوظ جگہ ہے (۲) اثر میں اس کا ثبوت ہے۔ان عثمان قضی انه لاقطع علیه وان کان قد جمع المتاع فاراد ان یسرق حتی یحوله ویخرج به۔دوسری روایت میں ہے۔عن الشعبی قال لایقطع السارق حتی یخرج بالمتاع من البیت (ب)(مصنف عبدالرزاق، باب السارق یوجد فی البیت ولم یخرج، ج عاشر ص ۱۹۶/۱۹۷، نمبر ۱۸۸۱۰/۱۸۸۱۵/مصنف ابن ابی شیبۃ ۱۵۰ فی القوم ینقب علیھم فیستغیثون فیجدون قوما یسرقون فیؤخذون معھم ؟ ج خامس، ص ۵۴۹، نمبر ۲۸۹۱۱)اس اثر سے معلوم ہوا کہ سامان ساتھ لیکر باہر آیا ہو تو ہاتھ کاٹا جائے گا۔یہاں ساتھ لیکر باہر نہیں آیا اور دوسرے نے گھر کے اندر یعنی مقام محفوظ سے مال نہیں اٹھایا بلکہ سڑک پر سے اٹھایا اس لئے اس کا بھی ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

اور اگر گھر کے اندر والے نے سامان گھر سے باہر پھینکا پھر باہر نکل کر خود ہی اس سامان کو اٹھا کر چلا تو ہاتھ کاٹا جائے گا۔

**وجہ** اس مسئلے میں سڑک پر سے کسی دوسرے چور نے نہیں اٹھایا بلکہ اندر والے چور نے ہی اٹھایا ہے اس لئے یہی سمجھا جائے گا کہ سامان ساتھ

---

حاشیہ : (الف) حضرت زہریؒ سے پوچھا کسی آدمی نے کسی قوم کی میزبانی کی۔پس اس سے چیز اچک لی تو اس پر ہاتھ کاٹنا نہیں سمجھتے تھے (ب) حضرت عثمانؓ نے فیصلہ فرمایا کہ چور پر کاٹنا نہیں ہے اگر سامان کو جمع کیا ہو اور چرانا چاہتا ہو یہاں تک کہ سامان کو منتقل کر لے اور اس کو گھر سے نکال دے۔اور دوسری روایت میں ہے کہ حضرت شعبی فرماتے ہیں کہ چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا یہاں تک کہ سامان گھر سے نکال لے۔

**الطريق ثم خرج فاخذه قُطع[۲۵۴۸] (۲۶)وكذلك اذا حمله على حمار وساقه فاخرجه [۲۵۴۹](۲۷)واذا دخل الحرز جماعة فتولى بعضهم الاخذ قطعوا جميعا.**

لیکر گھر سے باہر آیا۔ کیونکہ گھر سے باہر پھینکنا اور سامان کا اٹھانا ایک ہی چور کا کام ہے۔ اور ایسا ہوتا ہے کہ گھر اونچا ہو اور سڑک نیچی ہو تو گھر سے سامان سڑک پر پھینکتے ہیں پھر خالی ہاتھ نیچے اترتے ہیں پھر سامان لیکر بھاگتے ہیں۔ اس لئے سامان ساتھ لیکر نکلنا سمجھا جائے گا اس لئے ہاتھ کاٹا جائے گا۔

**وجہ** اثر میں ہے۔عن الزهری قال اذا جمع المتاع فخرج به من البيت الى الدار فعليه القطع (الف) (مصنف عبد الرزاق، باب السارق یوجد فی البیت ولم یخرج ج عاشر ص ۱۹۷ نمبر ۱۸۸۱۴ر مصنف ابن ابی شیبة ۱۴۹ فی الرجل یسرق فیطرح سرقتہ خارجا و یوخذ فی البیت ما علیہ؟ ج خامس ص ۵۴۹ نمبر ۲۸۹۱۰) اس اثر سے معلوم ہوا کہ سامان گھر سے باہر نکالا ہو تو ہاتھ کاٹا جائے گا۔

**اصول** سامان ساتھ لیکر گھر سے باہر آیا ہو تو اس کو چوری کہتے ہیں۔ دوسرے کو پھینک کر دیا تو چوری نہیں کہتے۔

**لغت** نقب : گھر میں سوراخ کر کے سامان نکالنا۔

[۲۵۴۸] (۲۶) ایسے ہی ہاتھ کاٹا جائے گا اگر لادا سامان گدھے پر اور اس کو ہانکا اور اس کو نکالا۔

**تشریح** چور گھر کے اندر گیا اور گدھا بھی ساتھ لے گیا پھر سامان گدھے پر لادا اور گدھے کو ہانک کر گھر سے باہر نکالا تب بھی ہاتھ کاٹا جائے گا

**وجہ** اس صورت میں سامان خود کندھے پر اٹھا کر باہر نہیں لایا لیکن گدھے پر لاد کر لانا بھی ساتھ لانا ہی ہے۔ کیونکہ بھاری سامان لوگ گدھے پر لاد کر لاتے ہیں۔ اس لئے ایسا ہوا کہ کندھے پر اٹھا کر سامان باہر لایا اس لئے ہاتھ کاٹا جائے گا۔

**اصول** جانور پر لادنا بھی اپنے کندھے پر لادنا ہے اور ساتھ لانا ہے۔ اسی اصول پر یہ مسئلہ متفرع ہے۔

**لغت** ساق : ہانکا۔

[۲۵۴۹] (۲۷) اگر مکان محفوظ میں ایک جماعت داخل ہوئی اور بعض نے مال لیا تو سب کے ہاتھ کاٹے جائیں گے۔

**تشریح** مثلا پانچ آدمیوں کی جماعت مکان محفوظ میں چوری کے لئے داخل ہوئی۔ ان میں سے تین نے مال لیا اور باقی آنے والوں کی نگرانی کرتے رہے کہ کوئی آکر پکڑ نہ لے۔ اور اتنا مال چرایا کہ ہر ایک کو دس دس درہم سے زیادہ ملے تو سب کے ہاتھ کاٹے جائیں گے۔

**وجہ** جماعت میں ایسا ہی ہوتا ہے کہ بعض مال اٹھاتا ہے اور باقی گھر والوں پر نظر رکھتے ہیں کہ کوئی آکر پکڑ نہ لے۔ ان کی مدد سے ہی مال اٹھانے والے مال اٹھاتے ہیں تو گویا کہ مکان محفوظ سے مال اٹھا کر ساتھ لانے میں سب شریک ہوئے اس لئے سب کے ہاتھ کاٹے جائیں گے۔

**اصول** یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ چوری میں پوری مدد کرنے والا بھی مال ہی اٹھانے والا اور ساتھ لیکر باہر آنے والا ہے۔

**لغت** حرز : محفوظ مکان، تولی : دوسرے کے لئے خود لے گیا۔

---

حاشیہ : (الف) حضرت زہریؒ نے فرمایا اگر سامان جمع کیا اور لیکر کمرے سے نکلا گھر تک تو اس پر ہاتھ کاٹنا ہے۔

[۲۵۵۰](۲۸) ومن نقب البیت وادخل یده فیه واخذ شیئا لم یقطع[۲۵۵۱] (۲۹)وان ادخل یده فی صندوق الصیرفی او فی کم غیره واخذ المال قُطع [۲۵۵۲](۳۰)ویُقطع

[۲۵۵۰](۲۸) کسی نے کمرے میں نقب ڈالا اور اس میں ہاتھ داخل کیا اور کچھ لیا تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

**تشریح** کسی نے کمرے میں سوراخ کر کے ہاتھ ڈالا خود داخل نہیں ہوا اور اندر سے کچھ نکال لیا تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

**وجہ** کمرہ خود حرز ہے اس سے چرانے کا طریقہ یہ ہے کہ خود آدمی کمرے میں داخل ہو اور وہاں سے ساتھ سامان لائے تب چوری ہوگی۔اور یہاں خود کمرے میں داخل نہیں ہوا بلکہ ہاتھ ڈال کر نکالا ہے اس لئے چوری نہیں پائی گئی اس لئے ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا (۲) اثر میں ہے۔ اتی علی برجل نقب بیتا فلم یقطعه وعزره اسواطا (الف) (مصنف عبد الرزاق، باب فی الرجل ینقب البیت ویوخذ منه المتاع ج عاشر ص ۱۹۹ نمبر ۱۸۸۲۱) اس اثر سے معلوم ہوا کہ اس طرح سے نقب لگانے سے ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

**فائدہ** امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ مقام محفوظ سے ہاتھ ڈال کر سامان چرایا ہے۔ چاہے کمرے میں داخل نہیں ہوا اس لئے ہاتھ کاٹا جائے گا۔

[۲۵۵۱](۲۹) اگر ہاتھ ڈالا سنار کے صندوق میں یا دوسرے کی جیب میں اور مال لیا تو ہاتھ کاٹا جائے گا۔

**وجہ** صندوق میں یا جیب میں آدمی داخل نہیں ہوسکتا بلکہ ایک ہی طریقہ ہے کہ ہاتھ ڈال کر نکالے۔اس لئے ہاتھ ڈال کر نکالا تو ہاتھ کاٹا جائے گا۔کیونکہ مقام محفوظ سے چوری پائی گئی۔

**لغت** صیرفی : صراف سے مشتق ہے سنار یا جو نوٹ بھنتا ہو، کم : آستین، اہل عرب آستین میں جیب بناتے تھے اس لئے کم کہہ دیا۔ یہاں مراد ہے آستین کے اندر کی جیب جو حرز ہے اور محفوظ ہے۔اس لئے اگر آستین کے باہر جیب ہو اور اس کو کاٹ کر درہم لے لے تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا کیونکہ باہر کی جیب حرز نہیں ہے۔

[۲۵۵۲](۳۰) اور کاٹا جائے گا چور کا دایاں ہاتھ گٹے سے اور داغ دیا جائے گا۔

**تشریح** کامل ثبوت کے بعد چور کا دایاں ہاتھ گٹے سے کاٹا جائے گا پھر گرم تیل میں ڈال کر داغ دیا جائے گا تاکہ خون زیادہ نہ بہہ جائے اور چور مر نہ جائے۔

**وجہ** دایاں ہاتھ کاٹنے کی دلیل یہ ہے کہ بعض روایت میں فاقطعوا ایدیهما کے بجائے فاقطعوا ایمانهما کا لفظ ہے جس سے معلوم ہوا کہ چور کا دایاں ہاتھ کاٹا جائے گا۔عن مجاهد فی قرأة ابن مسعود والسارق والسارقة فاقطعوا ایمانهما (ب) (سنن للبیہقی، باب السارق یسرق اولا یقطع یده الیمنی من مفصل الکف ثم تحسم بالنار ج ثامن ص ۴۷۰ نمبر ۱۷۲۴۷) (۲) دار قطنی کی حدیث میں ہے۔عن عبد الرحمن بن عوف قال قال رسول الله لاغرم علی السارق بعد قطع یمینه (ج) (دار قطنی، کتاب الحدود ج ثالث ص ۱۲۹ نمبر

حاشیہ : (الف) حضرت علیؓ کے پاس ایک آدمی لایا گیا جس نے کمرے میں نقب ڈالا تھا تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا اور اس کو چند کوڑوں کی تعزیر کی (ب) حضرت مجاہدؒ سے منقول ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ کی قرأت یہ ہے کہ چور یا چورن ہوں تو ان کے دائیں ہاتھ کو کاٹو۔(ج) آپؐ نے فرمایا دائیں ہاتھ کاٹنے کے بعد اس پر تاوان نہیں ہے۔

**یمین السارق من الزند وتحسم[۲۵۵۳] (۳۱)فان سرق ثانیا قطعت رجله الیسری فان**

۳۳۶۳)اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ دائیں ہاتھ کاٹا جائے۔اور گٹے سے ہاتھ کاٹا جائے اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔**عن عبد الله بن عمرؓ قال قطع النبی ﷺ سارقا من المفصل** (الف)(سنن للبیہقی، باب السارق یسرق اولا یقطع یدہ الیمنی من مفصل الکف ثم تحسم بالنار، ج ثامن،ص ۴۷۰،نمبر ۱۷۲۵۰/مصنف ابن ابی شیبۃ ۸۶ ما قالوا من این تقطع ؟ ج خامس،ص ۵۱۷،نمبر ۲۸۵۹۰)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گٹے سے ہاتھ کاٹا جائے گا۔اور کاٹنے کے بعد زخم کو داغ دیا جائے گا تا کہ زیادہ خون نہ نکل جائے اور آدمی مر نہ جائے کیونکہ ہاتھ کاٹنے سے شہ رگ بھی کٹ جاتی ہے۔البتہ داغنے کے علاوہ خون روکنے کا کوئی نیا طریقہ ہو تو وہ کیا جا سکتا ہے۔حدیث یہ ہے۔**عن محمد بن عبد الرحمن بن ثوبان ... فقال رسول الله ﷺ اقطعوہ ثم احسموہ فقطعوہ ثم حسموہ** (ب)(دار قطنی، کتاب الحدود والدیات ج ثالث ص ۸۲ نمبر ۳۱۳۹/سنن للبیہقی، باب السارق یسرق اولا فقطع یدہ الیمنی من مفصل الکف ثم تحسم بالنار ج ثامن ص ۴۷۱ نمبر ۱۷۲۵۳/مصنف ابن ابی شیبۃ،نمبر ۲۸۵۹۳)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کاٹنے کے بعد داغا جائے گا۔

**لغت** زند : گٹا، پہنچا۔ تحسم : داغا جائے گا۔

[۲۵۵۳](۳۱) پس اگر دوسری مرتبہ چرایا تو اس کا بایاں پاؤں کاٹا جائے گا۔پس اگر تیسری مرتبہ چرایا تو نہیں کاٹا جائے گا اور اس وقت تک قید میں رکھا جائے گا کہ توبہ کر لے۔

**تشریح** دوسری مرتبہ چرائے تو بایاں پاؤں کاٹا جائے گا پھر تیسری مرتبہ چرائے تو بایاں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا بلکہ ایسے چور کو قید میں ڈال دیا جائے گا یہاں تک کہ چوری سے توبہ کر لے۔

**وجہ** اگر دونوں ہاتھ کٹ جائیں یا دونوں پاؤں کٹ جائیں تو کھانا پینا، وضو، استنجاء کیسے کر سکتا ہے وہ معذور ہو جائے گا اس لئے بایاں پاؤں کٹنے کے بعد قید میں ڈال دیا جائے گا (۲)اثر میں اس کا ثبوت ہے۔**اتی علیؓ بسارق قد سرق فقطع یدہ ثم اتی بہ قد سرق فقطع رجلہ ثم اتی بہ الثالثۃ قد سرق فامر بہ الی السجن وقال دعوا لہ رجلا یمشی علیھا ویدا یأکل بھا ویستنجی بھا** (ج)(دار قطنی، کتاب الحدود والدیات ج ثالث ص ۱۲۷ نمبر ۳۳۵۴/سنن للبیہقی، باب السارق یعود فیسرق ثانیا وثالثا ورابعا ج ثامن ص ۴۷۷ نمبر ۱۷۲۶۹)اس اثر سے معلوم ہوا کہ بایاں پاؤں کاٹنے کے بعد نہیں کاٹا جائے گا تا کہ وضو استنجاء کر سکے۔

**فائدہ** امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ تیسری مرتبہ چوری کرے تو بایاں ہاتھ کاٹا جائے گا۔اور چوتھی مرتبہ چوری کرے تو دایاں پاؤں کاٹا جائے گا۔

**وجہ** حدیث میں ایسا ہی ہے۔**عن جابر بن عبد اللہؓ قال جیئ بسارق الی النبی ﷺ فقال اقتلوہ فقالوا یا رسول الله انما سرق فقال اقطعوہ قال فقطع ثم جیئ بہ الثانیۃ فقال اقتلوہ فقالوا یارسول الله ! انما سرق فقال اقطعوہ قال فقطع ثم**

---

حاشیہ : (الف)حضورؐ نے چور کا ہاتھ گٹے سے کاٹا (ب) آپؐ نے فرمایا پھر اس کا ہاتھ کاٹو پھر داغ دو پھر کاٹو پھر داغ دو (ج) حضرت علی کے پاس ایک چور لایا گیا جس نے چرایا تھا تو اس کا ہاتھ کاٹا گیا، پھر لایا گیا کہ اس نے چرایا تو اس کا پاؤں کاٹا گیا، پھر تیسری مرتبہ لایا گیا کہ چرایا تو قید میں ڈالنے کا حکم دیا گیا اور فرمایا اس کے لئے ایک پاؤں چھوڑ دو جس پر وہ چلے اور ہاتھ چھوڑ دو جس سے وہ کھائے اور استنجاء کرے۔

سرق ثالثا لم يقطع و خلد فی السجن حتی یتوب[۲۵۵۴] (۳۲)وان کان السارق اشل الید الیسری او اقطع او مقطوع الرجل الیمنی لم یقطع [۲۵۵۵](۳۳)ولا یُقطع السارق

جیئ بہ الثالثۃ فقال اقتلوہ فقالوا یا رسول اللہ ! انما سرق فقال اقطعوہ ثم اتی بہ الرابعۃ فقال اقتلوہ فقالوا یاسول اللہ ! انما سرق قال اقطعوہ فاتی بہ الخامسۃ فقال اقتلوہ قال جابرؓ فانطلقنا بہ فقتلناہ (الف)(ابوداؤد شریف، باب السارق یسرق مراراص ۲۵۷ نمبر ۴۴۱۰ رنسائی شریف، باب قطع الیدین والرجلین من السارق ص ۶۸۳ نمبر ۴۹۸۱)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تیسری اور چوتھی مرتبہ بھی ہاتھ اور پاؤں کاٹا جائے گا کیونکہ چوری کی ہے۔

[۲۵۵۴](۳۲)اگر چور کا بائیں ہاتھ شل ہو یا کٹا ہوا ہو یا دائیں پاؤں کٹا ہوا ہو تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

**تشریح** چور کا دائیں ہاتھ کاٹنا تھا لیکن پہلے ہی سے بائیں ہاتھ کٹا ہوا ہے یا شل ہے اس لئے اس ہاتھ سے وضو استنجاء نہیں کر سکتا اس لئے دائیں ہاتھ بھی کاٹ دیں تو دونوں ہاتھوں سے محروم ہو جائے گا۔اور کسی ہاتھ سے وضو،استنجاء نہیں کر پائے گا۔اس لئے اس کا دائیں ہاتھ بھی نہیں کاٹا جائے گا تا کہ دائیں ہاتھ سے وضو استنجاء کر سکے۔اور اگر پہلے سے دایاں پاؤں کٹا ہوا ہے پس اگر دائیں ہاتھ بھی کاٹ دیں تو بالکل نہیں چل پائے گا کیونکہ ایک ہی طرف کے ہاتھ پاؤں دونوں کٹ جائیں تو بیلنس خراب ہونے کی وجہ سے چلنا ناممکن ہو جاتا ہے۔اس لئے اب دایاں ہاتھ بھی نہیں کاٹا جائے گا۔البتہ توبہ کرنے تک قید میں ڈال دیا جائے گا۔

**وجہ** اثر میں اس کا اشارہ موجود ہے۔کان علیؓ لا یقطع الا ید والرجل وان سرق بعد ذلک سجن ونکل وکان یقول انی لاستحیی اللہ الا ادع لہ یدا یاکل بھا ویستنجی (ب)(مصنف عبدالرزاق، باب قطع السارق ج عاشر ص ۱۸۶ نمبر ۱۸۷۶۴)اس اثر میں ہے کہ میں کھانے اور استنجاء کے لئے بھی کوئی ہاتھ نہ چھوڑوں اس سے شرمندگی ہوتی ہے اس لئے بایاں ہاتھ شل ہو تو دایاں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

**لغت** اشل : شل ہوا ہاتھ،مرا ہوا ہاتھ۔

[۲۵۵۵](۳۳)چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا مگر یہ کہ جس کا چرایا ہے وہ حاضر ہو اور چوری کرنے کا دعوی کرے۔

**تشریح** ہاتھ کاٹنے کے لئے دو شرطیں ہیں۔ایک تو یہ کہ مسروق منہ ہاتھ کاٹنے کا مطالبہ کرے اور دوسری شرط یہ ہے کہ ہاتھ کاٹنے کے وقت

---

حاشیہ : (الف)جابرؓ بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ حضورؐ کے پاس ایک چور لایا گیا تو آپؐ نے فرمایا اس کو قتل کر دو لوگوں نے کہا یا رسول اللہ! صرف چرایا ہے،آپؐ نے فرمایا ہاتھ کاٹ دو۔فرماتے ہیں ہاتھ کاٹ دیا گیا۔پھر دوسری مرتبہ لایا گیا تو آپؐ نے فرمایا اس کو قتل کر دو۔لوگوں نے کہا یا رسول اللہ! صرف چرایا ہے۔آپؐ نے فرمایا کاٹ دو۔کہتے ہیں پاؤں کاٹ دیا گیا۔پھر تیسری مرتبہ لایا گیا تو آپؐ نے فرمایا قتل کر دو۔لوگوں نے کہا یا رسول اللہ! صرف چرایا ہے۔فرمایا ہاتھ کاٹ دو۔پھر چوتھی مرتبہ لایا گیا،آپؐ نے فرمایا اس کو قتل کر دو،لوگوں نے کہا یا رسول اللہ! صرف چرایا ہے۔آپؐ نے فرمایا پاؤں کاٹ دو۔پھر پانچویں مرتبہ لایا گیا،آپؐ نے فرمایا اس کو قتل کر دو۔حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ہم گئے اور اس کو قتل کر دیا(ب)حضرت علی نہیں کاٹتے تھے مگر ہاتھ کو اور پاؤں کو۔اور اگر چرائے اس کے بعد تو قید کرتے اور سزا دیتے۔اور فرمایا کرتے تھے کہ میں اللہ سے شرمندہ ہوتا ہوں کہ چور کے لئے ہاتھ نہ چھوڑوں جس سے کھائے اور استنجاء کرے۔

**الا ان یحضر المسروق منه فیطالب بالسرقة[۲۵۵۶] (۳۴)فان وهبها من السارق او**

---

مسروق منہ حاضر ہو۔

**وجہ** ممکن ہے مسروق منہ معاف کردے تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔اس لئے حاکم کے سامنے مسروق منہ کا کاٹنے کا مطالبہ کرنا ضروری ہے۔اور یہ بھی ممکن ہے کہ کاٹنے سے پہلے ہبہ کردے یا بیچ دے یا چور کو ہدیہ کردے تب بھی حد ساقط ہوجائے گی۔اس لئے ہاتھ کاٹتے وقت اپنے مطالبہ پر برقرار رہے اس کے اظہار کے لئے ہاتھ کاٹتے وقت مسروق منہ کا حاضر ہونا ضروری ہے (۲) حدیث میں ہے کہ فیصلے سے پہلے مسروقہ چیز چور کو ہبہ کردے یا معاف کردے تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔حضرت صفوان کی لمبی حدیث کا ٹکڑا یہ ہے۔**عن صفوان نم امیة ... قال فاتیته فقلت اتقطعه من اجل ثلاثین درهما؟ انا ابیعه و انسئه ثمنها قال فهلا کان هذا قبل ان تاتینی به** (الف)(ابوداؤد شریف، باب فیمن سرق من حرز ص۲۵۵ نمبر۴۳۹۴رنسائی شریف ما یکون حرزا و مالا یکون ص۶۷۳ نمبر۴۸۸۷)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کاٹنے کا مطالبہ نہ کرے یا مطالبہ کرنے کے بعد معاف کردے تو کاٹنا ساقط ہوجائے گا (۳) یوں بھی شبہ سے حد ساقط ہوجاتی ہے۔حدیث میں حد معاف کرنے کی ترغیب بھی ہے۔**عن عبد الله بن عمرؓ ان رسول الله ﷺ قال تعافوا الحدود فیما بینکم فما بلغنی من حد فقد وجب** (ب)(نسائی شریف، ما یکون حرزا و مالا یکون ص۶۷۳ نمبر۴۸۹۰)اور کاٹتے وقت حاضر ہونے کی دلیل حد زنا میں گزر چکی ہے کہ پہلے گواہ مارے پھر امام مارے پھر لوگ مارے تا کہ اخیر تک حد کا ثبوت برقرار رہے۔

[۲۵۵۶](۳۴) پس اگر مالک نے مال کو چور کو ہبہ کردیا یا اس سے بیچ دیا یا نصاب سے اس کی قیمت کم ہوگئی تو نہیں کاٹا جائے گا۔

**تشریح** ہاتھ کٹنے سے پہلے مالک نے وہ مال چور کو ہبہ کردیا اور وہ مال کسی نہ کسی طرح سے چور کا ہوگیا یا چور کے ہاتھ بیچ دیا یا اس مال کی قیمت دس درہم سے کم ہوگئی تو اب ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

**وجہ** اس مال میں ملکیت کا شبہ پیدا ہوگیا اور پہلے گزر چکا ہے کہ چور کا حصہ ہوجائے تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا (۲) اوپر والی حدیث میں حضورؐ نے فرمایا تھا کہ میرے پاس لانے سے پہلے اس کو چور کے ہاتھ بیچ دیتا یا ہبہ کردیتا تو ہاتھ نہ کٹتا۔حدیث کا ٹکڑا یہ ہے۔**فاتیته فقلت اتقطعه من اجل ثلاثین درهما؟ انا ابیعه و انسئه ثمنها قال فهلا کان هذا قبل ان تاتینی به** (ج)(ابوداؤد شریف، باب فیمن سرق من حرز ص۲۵۵ نمبر۴۳۹۴رنسائی شریف ما یکون حرزا و مالا یکون ص۶۷۳ نمبر۴۸۸۷)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بیچ دیا یا ہبہ کردیا تو چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔اور نسائی شریف کی دوسری روایت میں یہ جملہ بھی ہے۔**یا رسول الله قد تجاوزت عنه** جس سے معلوم ہوا کہ معاف کردیا تب بھی چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

---

حاشیہ : (الف)صفوان بن امیہ فرماتے ہیں...پس میں حضورؐ کے پاس آیا اور کہا کیا آپؐ صرف تیس درہم کی وجہ سے اس کا ہاتھ کاٹیں گے؟ میں اس کو بیچتا ہوں اور اس کی قیمت ادھار رکھتا ہوں۔آپؐ نے فرمایا میرے پاس لانے سے پہلے کیوں نہ ایسا کیا۔یعنی پہلے ایسا کرتے تو حد ساقط ہوجاتی (ب) آپؐ نے فرمایا آپس میں حدود معاف کردیا کرو جو حد میرے پاس پہنچے گی تو واجب ہوجائے گی (ج) میں آپؐ کے پاس آیا اور کہا کیا صرف تیس درہم کی وجہ سے اس کا ہاتھ کاٹیں گے۔میں اس کو بیچتا ہوں اور اس کی قیمت ادھار رکھتا ہوں۔آپؐ نے فرمایا اس کو میرے پاس لانے سے پہلے کیوں نہ کرلیا۔

**باعها منه او نقصت قیمتها عن النصاب لم یقطع [۲۵۵۷](۳۵)ومن سرق عینا فقطع فیها وردها ثم عاد فسرقها وھی بحالھا لم یقطع [۲۵۵۸](۳۶)وان تغیرت عن حالھا مثل ان**

اورنصاب سے قیمت کم ہوجائے تونہیں کاٹا جائے گااس کی دلیل یہ اثر ہے۔**عن ایمن قال لم تقطع الید فی زمان رسول اللہ ﷺ الا فی مجن وقیمتہ یومئذ دینار** (الف)(سنن للبیھقی، باب اختلاف الناقلین فی ثمن المجن ج ثامن ص ۴۴۸ نمبر ۱۷۱۷۴/ابوداؤد شریف،، باب ما یقطع فیہ السارق ص ۲۵۴ نمبر ۴۳۸۷)اس اثر سے معلوم ہوا کہ نصاب سے قیمت کم ہوجائے تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

**فائدہ** امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اور ایک روایت امام ابو یوسفؒ کی بھی ہے کہ فیصلے کے بعد چور سے بیچ دے یا ہبہ کردے یا قیمت کم ہوجائے تو پھر بھی حد لگے گی۔

**وجہ** کیونکہ قاضی کا فیصلہ ہو چکا ہے(۲) حدیث صفوان میں حضورؐ کے فیصلے کے بعد بیچنے کی خواہش ظاہر کی یا معاف کرنے کی خواہش ظاہر کی تو آپؐ نے فرمایا کہ میرے پاس آنے سے پہلے اور فیصلے سے پہلے یہ سب کرنا چاہئے تب حد ساقط ہوتی فیصلے کے بعد ساقط نہیں ہوگی۔حدیث کا ٹکڑا یہ ہے۔**قال فاتیتہ فقلت اتقطعہ من اجل ثلاثین درھما؟ انا ابیعہ وانسئہ ثمنھا قال فھلا کان ھذا قبل ان تاتینی بہ** (ب)(ابوداؤد شریف، باب فیمن سرق من حرز ص ۲۵۵ نمبر ۴۳۹۴/نسائی شریف ما یکون حرزا ومالا یکون ص ۶۷۳ نمبر ۴۸۸۷)اس حدیث میں ہے میرے پاس لانے سے پہلے کیوں ایسا نہ کرلیا تو معاف ہوجاتا۔جس کا مطلب یہ ہوا کہ فیصلہ کرنے کے بعد تو کاٹا جائے گا۔اور دوسری حدیث میں ہے کہ اس کا ہاتھ کاٹا۔**فقطعہ رسول اللہ ﷺ** (نسائی شریف نمبر ۴۸۸۲)

[۲۵۵۷](۳۵) کسی نے کوئی چیز چرائی پس اس میں ہاتھ کاٹا گیا اور اس نے اس کو واپس کردیا پھر دوبارہ اس کو چرالیا اور وہ چیز پہلی حالت پر ہے تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

**تشریح** مثلا کسی نے برتن چرایا جس کی وجہ سے اس کا ہاتھ کاٹا گیا۔اس نے برتن مالک کو واپس دے دیا، بعد میں پھر اس برتن کو اسی چور نے چرا لیا اور برتن کے بدلے ایک مرتبہ ہاتھ کٹ چکا تو گویا کہ اس برتن میں کچھ حصہ چور کا بھی ہوگیا اور جس میں چور کا حصہ ہو اس کے چرانے میں ہاتھ نہیں کٹتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ اگر چور کے پاس سے وہ برتن گم ہوجاتا تو اس پر برتن کا تاوان لازم نہیں ہوتا(۲) اثر میں ہے۔**عن الشعبی قال لا یقطع من سرق من بیت المال لان لہ فیہ نصیبا** (ج)(مصنف عبد الرزاق، باب الرجل یسرق شیئا لہ فیہ نصیب ج عاشر ص ۲۱۲ نمبر ۱۸۸۷۲)اس اثر میں ہے کہ اگر چوری کے مال میں چور کا حصہ ہو تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ہاتھ کٹنے کی وجہ سے برتن میں چور کا حصہ ہوگیا ہے اس لئے دوبارہ ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

[۲۵۵۸](۳۶)اور اگر وہ چیز اپنی حالت سے بدل گئی مثلا یہ کہ سوت چرایا تھا پس اس میں ہاتھ کاٹا گیا اس کو واپس کردیا پھر کپڑا بن دیا پھر اس

---

حاشیہ : (الف) حضرت ایمنؓ سے منقول ہے کہ حضورؐ کے زمانے میں ہاتھ نہیں کاٹا جاتا تھا مگر ڈھال میں اور اس کی قیمت اس وقت ایک دینار ہوتی تھی (ب) میں آپؐ کے پاس آیا اور کہا کیا صرف تیس درہم کی وجہ سے اس کا ہاتھ کاٹیں گے۔میں اس کو بیچتا ہوں اور اس کی قیمت ادھار رکھتا ہوں۔آپؐ نے فرمایا اس کو میرے پاس لانے سے پہلے کیوں نہ کرلیا (ج) حضرت شعبیؒ فرماتے ہیں نہیں ہاتھ کاٹا جائے گا جس نے چرایا بیت المال سے اس لئے کہ اس کا بھی اس میں حصہ ہے۔

**كانت غزلا فسرقه فقُطع فيه ورده ثم نُسج فعاد وسرقه قطع[ ۲۵۵۹ ] (۳۷)واذا قُطع السارق والعين قائمة في يده ردَّها وان كانت هالكة لم يضمن.**

کو چرایا تو ہاتھ کاٹا جائے گا۔

**تشریح** پہلے جب چرایا تھا تو وہ چیز کچھ اور تھی اور دوبارہ اس چیز کو چرایا تو اس کی حالت اتنی بدل گئی تھی کہ کچھ اور نام ہو گیا۔ مثلا پہلے سوت چرایا تھا جس کی وجہ سے ہاتھ کاٹا گیا۔ چور نے سوت واپس کر دیا۔ مالک نے اس سوت سے کپڑا بن لیا اب اس کا نام سوت نہیں رہا بلکہ کپڑا ہو گیا۔ اب اس کو اسی چور نے چرایا تو دوبارہ ہاتھ کاٹا جائے گا۔

**وجہ** اب پہلی چیز نہیں رہی جس میں اس کا ہاتھ کاٹا گیا تھا اور ایک گونہ اس میں چور حصہ دار بن گیا تھا بلکہ یہ دوسری چیز بن گئی ہے اور اس میں چور کا حصہ نہیں ہے اس لئے اس کے چرانے میں چور کا ہاتھ دوبارہ کاٹا جائے گا۔

**اصول** یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ چیز کی اصلیت بدل جائے اور نام بھی بدل جائے تو وہ چیز حکم کے اعتبار سے پہلی چیز نہیں رہتی وہ الگ شئی ہو جاتی ہے۔

**لغت** غزلا : سوت، نسج : بن لیا۔

[۲۵۵۹] (۳۷) اگر چور کا ہاتھ کاٹا گیا اور وہ چیز بعینہ اس کے ہاتھ میں موجود ہے تو اس کو واپس کرے گا اور اگر ہلاک ہو چکی ہے تو ضامن نہیں ہوگا

**تشریح** چور نے مثلا برتن چرایا جس کی وجہ سے اس کا ہاتھ کاٹا گیا اور برتن بعینہ موجود ہے تو چور پر لازم ہے کہ برتن مالک کی طرف واپس کرے۔ اور اگر برتن ضائع ہو چکا ہے تو چور پر اس کی قیمت ادا کرنا لازم نہیں ہے۔

**وجہ** برتن کے بدلے ہاتھ کاٹا گیا تو مالک کو کچھ نہ کچھ بدلا مل گیا ہے۔ اس لئے برتن کے بدلے قیمت لازم نہیں ہوگی۔ ہاں! برتن موجود ہو تو چونکہ حقیقت میں یہ مالک کا ہے اس لئے اس پر واپس کرنا لازم ہوگا (۲) حدیث میں ہے۔ عن عبد الرحمن بن عوف قال قال رسول الله ﷺ لا غرم على السارق بعد قطع يمينه (الف) (دار قطنی، کتاب الحدود والدیات ج ثالث ص ۱۲۹ نمبر ۳۳۶۳/سنن للبیہقی، باب غرم السارق ج ثامن ص ۴۸۱ نمبر ۱۷۲۸۳) اور چیز بعینہ موجود ہو تو مالک کی طرف واپس کرنا ہوگا اس کی دلیل یہ اثر ہے۔ عن عطاء قال لا يغرم السارق بعد قطع يمينه الا ان توجد السرقة بعينها فتوخذ منه (ب) (مصنف ابن ابی شیبۃ ۷ فی السارق تقطع یدہ یتبع بالسرقۃ ج خامس ص ۵۴۷ نمبر ۲۸۱۲۹/مصنف عبد الرزاق، باب غرم السارق ج عاشر ص ۲۱۹ نمبر ۱۸۸۹۷) اس اثر سے معلوم ہوا کہ تاوان تو لازم نہیں ہوگا البتہ وہ چیز موجود ہو تو مالک کی طرف واپس کروائی جائے گی۔

**فائدہ** امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ہاتھ کٹنے کے بعد چور سے چیز ہلاک ہو جائے تو اس کا تاوان مالک کی طرف واپس کرنا ہوگا۔

**وجہ** ان کی دلیل یہ اثر ہے۔ عن الحسن انه كان يقول هو ضامن للسرقة مع قطع يده ۔ ایک دوسری روایت میں ہے۔ عن

حاشیہ : (الف) آپؐ نے فرمایا چور پر تاوان نہیں ہے اس کے دائیں ہاتھ کاٹنے کے بعد (ب) حضرت عطاءؒ نے فرمایا چور پر تاوان نہیں ہے اس کے دائیں ہاتھ کاٹنے کے بعد مگر یہ کہ مسروقہ چیز بعینہ پائے تو اس سے لے لیا جائے گا۔

**[۲۵۶۰](۳۸)واذا ادّعی السارق ان العین المسروقة ملکه سقط القطع عنه وان لم یقم بینة[۲۵۶۱] (۳۹)واذا خرج جماعة ممتنعین او واحد یقدر علی الامتناع فقصدوا قطع**

---

ابراھیم انه کان یقول یضمن لسرقة استھلکھا او لم یستھلکھا وعلیه القطع (الف)(سنن للبیھقی، باب غرم السارق، ج ثامن، ص۴۸۲، نمبر۱۷۲۸۴/۱۷۲۸۵/مصنف ابن ابی شیبة ۷ فی السارق تقطع یدہ یتبع السرقة ج خامس، ص۴۷۶، نمبر۲۸۱۳۰) اس اثر سے معلوم ہوا کہ تاوان لازم ہوگا۔

[۲۵۶۰](۳۸) اگر چور نے دعوی کیا کہ مسروقہ چیز اس کی ملکیت ہے تو اس سے کاٹنا ساقط ہو جائے گا اگر چہ اس پر بینہ قائم نہیں کئے۔

**تشریح** چور نے چوری کے بعد دعوی کر دیا کہ یہ چیز میری ملکیت ہے تو اس دعوی کرنے کی وجہ سے اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، چاہے ملکیت کہنے کے بعد اس پر گواہ پیش نہ کر سکا ہو۔

**وجہ** اس کی وجہ یہ ہے کہ اوپر گزرا کہ چوری کے مال میں چور کا حصہ ہو جائے یا حصے کا شبہ ہو جائے تب بھی نہیں کاٹا جائے گا۔ یہاں ملکیت کے دعوی کے بعد حصے کا شبہ ہو گیا اس لئے حد ساقط ہو جائے گی (۲) اثر میں اس کا ثبوت ہے کہ خریدنے کا صرف دعوی کیا تو حد ساقط ہو جائے گی۔ **قال عطاءؒ ان وجدت سرقة مع رجل سوء یتھم فقال ابتعتھا فلم ینفذ ممن ابتاعھا منه او قال وجدتھا لم یقطع ولم یعاقب** (ب)(مصنف ابن ابی شیبة ۱۵۱ فی الرجل المتھم یوجد معه المتاع ج خامس ص۵۵۰ نمبر۲۸۹۱۳/مصنف عبد الرزاق، باب التھمة ج عاشر ص۲۱۷ نمبر۱۸۸۹۴) اس اثر سے معلوم ہوا کہ خریدنے کا دعوی کرے پھر بھی حد ساقط ہو جائے گی۔ چاہے بینہ پیش نہ کیا ہو۔ کیونکہ اس اثر میں خریدنے پر بینہ پیش نہیں کیا پھر بھی حد ساقط ہو گئی۔

**اصول** یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ شبہ ہو جائے تو حد ساقط ہو جائے گی، البتہ مال کا تاوان دینا پڑے گا۔

## ﴿ ڈاکہ زنی کے احکام ﴾

[۲۵۶۱](۳۹) اگر ایک جماعت راستہ روکنے والی نکلی یا ایک آدمی جو راستہ روکنے پر قدرت رکھتا ہو اور انہوں نے ڈاکہ زنی کا ارادہ کیا۔ پس وہ گرفتار کر لئے گئے مال لینے سے پہلے اور خون کرنے سے پہلے تو امام ان کو قید کرے گا یہاں تک کہ توبہ ظاہر کریں۔

**تشریح** لوگوں کے مال لوٹنے کے لئے کوئی ایسی جماعت نکل پڑے جو واقعی ڈاکہ زنی کرنے پر اور لوگوں کے راستے روکنے پر قدرت رکھتی ہو۔ یا ایک ہی آدمی اتنا بہادر اور دلیر ہو کہ ڈاکہ زنی کرنے اور راستے روکنے کی قدرت رکھتا ہو وہ اس کام کے لئے نکل پڑا لیکن ابھی اس نے نہ مال لوٹا تھا اور نہ قتل کیا تھا اس سے پہلے وہ گرفتار کر لیا گیا تو امام نہ اس کا ہاتھ کاٹے گا اور نہ اس کو قتل کرے گا۔ بلکہ اتنی مدت تک قید میں رکھے کہ توبہ

---

حاشیہ : (الف) حضرت حسن سے مروی ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ وہ ضامن ہوگا مسروقہ چیز کے لئے اس کے ہاتھ کے کاٹنے کے ساتھ۔ حضرت ابراہیم نے فرمایا مسروقہ چیز کا ضامن ہوگا۔ اس کو خود ہلاک کیا ہو یا ہلاک نہ کیا ہو۔ اور چور کا ہاتھ کاٹنا بھی ہے (ب) حضرت عطاءؒ نے فرمایا اگر چوری کی چیز کسی متہم برے آدمی کے پاس پائیں۔ پس وہ کہے کہ میں نے اس کو خریدا ہے تو جس سے خریدا ہے اس سے بیع نافذ نہیں ہوگی یا کہے کہ میں نے اس چیز کو پایا ہے تو نہ ہاتھ کاٹا جائے گا اور نہ سزا دی جائے گی۔

**الطریق فاُخذوا قبل ان یاخذوا مالا ولاقتلوا نفسا حبسهم الامام حتی یُحدثوا توبة[۲۵۶۲] (۴۰)وان اخذوا مال مسلم او ذمی والماخوذ اذا قسم علی جماعتهم**

کرلے اور حرکات وسکنات سے محسوس ہو کہ اس نے ڈاکہ زنی سے توبہ کرلی ہے۔

**وجہ** ہاتھ پاؤں تو اس لئے نہیں کاٹے گا کہ ابھی مال نہیں لیا ہے اور قتل اس لئے نہیں کیا جائے گا کہ ابھی کسی کا خون نہیں بہایا ہے۔ ممکن ہے کہ اس کام سے پہلے وہ توبہ کرلیتا (۲) اس اثر میں ہے۔ **ان عمر بن عبد العزیز کتب فی سارق لایقطع حتی یخرج بالمتاع من الدار لعله یعرض توبة قبل ان یخرج من الدار** (الف) (مصنف ابن ابی شیبة ۵ فی السارق یوخذ قبل ان یخرج من البیت بالمتاع ج خامس ص ۴۷۴ نمبر ۲۸۱۱۴ رمصنف عبد الرزاق، باب السارق یوجد فی البیت ولم یخرج ج عاشر ص ۱۹۶ نمبر ۱۸۸۰۹) اس اثر سے معلوم ہوا کہ مال چرا کر قبضہ کرے گا تب ہاتھ کاٹا جائے گا۔ اور چونکہ اس ڈاکہ زن نے ابھی مال لوٹا نہیں ہے اس لئے ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا صرف قید کیا جائے گا (۲) آیت محاربہ میں اس کا اشارہ ہے۔ **انما جزء والذین یحاربون الله ورسوله ویسعون فی الارض فسادا ان یقتلوا او یصلبوا او تقطع ایدیهم وارجلهم من خلاف او ینفوو من الارض ذلک لهم خزی فی الدنیا ولهم فی الآخرة عذاب عظیم** (ب) (آیت ۳۳ سورة المائدة ۵) اس آیت میں چار قسم کی سزا بیان کی گئی ہیں کیونکہ چار قسم کی شرارتیں ہوتی ہیں۔ ان میں سے آخری سزا یہ ہے کہ **ینفوا من الارض** شہر سے باہر کر دیا جائے یعنی قید کر دیا جائے۔ یہ سزا اس وقت ہے جب نہ چوری کی ہو اور نہ قتل کر سکا ہو۔

**لغت** ممتنع : روکنے والا یعنی راستہ روک کر ڈاکہ زنی کرنے والا۔ قطع الطریق : راستہ کاٹنا یعنی لوگوں کو راستے میں لوٹ لینا، ڈاکہ زنی کرنا، حبسهم : ان کو قید کر دے۔

[۲۵۶۲] (۴۰) اگر انہوں نے مسلمان یا ذمی کا مال لوٹا اور لیا ہوا مال ان کی جماعت پر تقسیم کیا جائے تو ان میں سے ہر ایک کو دس درہم یا زیادہ پہنچے یا ایسی چیز پہنچے جس کی قیمت یہ ہو تو امام ان کے ہاتھ اور پاؤں خلاف جانب سے کاٹے۔

**تشریح** اس جماعت نے ذمی کا مال یا مسلمان کا مال لوٹا اور اتنا مال لوٹا کہ جماعت کے ہر فرد کو دس درہم یا دس درہم سے زیادہ ملے گا۔ یا لوٹا ہوا مال ہر ایک آدمی کو اتنا اتنا ملے گا کہ اس کی قیمت دس درہم ہوگی تو امام ہر ایک کا دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹے گا۔

**وجہ** ذمی یا مسلمان کا مال لوٹنے سے اس لئے کاٹا جائے گا کہ وہ مال محفوظ ہے۔ اور حربی کا مال لوٹا تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا کیونکہ اس کا مال محفوظ نہیں ہے۔ اور ہر ایک کو دس درہم پہنچے تب کاٹا جائے گا اس کی دلیل پہلے گزر چکی ہے کہ دس درہم سے کم میں نہیں کاٹا جائے گا۔ اور دایاں ہاتھ

---

حاشیہ : (الف) حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے چور کے بارے میں لکھا کہ ہاتھ نہ کاٹا جائے یہاں تک کہ سامان کو گھر سے نکال لے۔ اس لئے کہ شاید کہ گھر سے نکالنے سے پہلے توبہ کرلے (ب) یقیناً بدلہ ان لوگوں کا جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد برپا کرتے ہیں، یہ ہے کہ قتل کئے جائیں یا سولی دی جائے یا ہاتھ اور پاؤں مخالف جانب سے کاٹے جائیں یا زمین سے شہر بدر کر دئے جائیں۔ یہ ان کے لئے دنیا میں شرمندگی ہے اور ان کے لئے آخرت میں عذاب عظیم ہے۔

**اصاب کل واحد منهم عشرة دراهم فصاعدا او ما تبلغ قیمته ذلک قطع الامام ایدیهم وارجلهم من خلاف [۲۵۶۳] (۴۱) وان قتلوا نفسا ولم یاخذوا مالا قتلهم الامام حدا فان**

اور بایاں پاؤں دونوں کاٹے جائیں گے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ صرف چور نہیں ہیں بلکہ ڈاکہ زن ہیں۔ ایک مرتبہ ڈاکہ زنی ہو جائے تو پورا علاقہ خوف سے مہینوں نہیں سوتے ہیں۔ اور پورے علاقے میں بدامنی پھیل جاتی ہے۔ اس لئے اس کی سزا سخت رکھی گئی ہے کہ ایک طرف کا ہاتھ اور دوسری طرف کا پاؤں کاٹ دیا جائے تا کہ دوبارہ ڈاکہ زنی نہ کر سکے (۲) مال لوٹنے کی سزا آیت میں گزری **او تقطع ایدیهم وارجلهم من خلاف** (آیت ۳۳ سورة المائدة ۵) اس آیت میں ہے کہ ڈاکوؤں کے ہاتھ اور پاؤں دونوں کاٹے جائیں (۳) حدیث میں ہے کہ قبیلہ عکل اور قبیلہ عرینہ کے کچھ لوگ حضورؐ کے پاس آئے وہ مسلمان ہوئے اور مدینہ میں رہنے لگے۔ لیکن ان کو بیماری لگ گئی تو آپؐ نے فرمایا کہ جاؤ صدقہ کے اونٹ کا دودھ اور پیشاب پیو۔ وہ اس سے صحت یاب ہو گئے لیکن بعد میں مرتد ہو گئے اور اونٹ کے چرواہوں کو قتل کر دیا اور اونٹ بھی لوٹ کر لے گئے۔ آپؐ نے ان کے ہاتھ اور پاؤں کو کٹوایا اور آنکھوں میں گرم سلائی پھیر دی جس سے وہ مر گئے۔ لمبی حدیث یہ ہے۔ **عن انسؓ قال قدم علی النبی ﷺ نفر من عکل فاسلموا فاجتووا المدینة فامرهم ان یأتوا ابل الصدقة فیشربوا من ابوالها والبانها ففعلوا فصحوا فارتدوا وقتلوا رعاتها واستاقوا الابل فبعث فی آثارهم فاتی بهم فقطع ایدیهم وارجلهم وسمل اعینهم ثم لم یحسمهم حتی ماتوا** (الف) (بخاری شریف، باب کتاب المحاربین من اهل الکفر والردة ص ۱۰۰۵ نمبر ۶۸۰۲ رمسلم شریف، باب حکم المحاربین والمرتدین ص ۵۷ نمبر ۱۶۷۱) اس حدیث میں محارب اور ڈاکہ زنوں کے ہاتھ اور پاؤں دونوں کاٹے ہیں کیونکہ انہوں نے اونٹ چرایا تھا۔ اور چرواہوں کو قتل کرنے کی وجہ سے آنکھوں میں سلائی پھیر دی تا کہ تڑپ تڑپ کر مر جائیں۔

[۲۵۶۳] (۴۱) اور اگر انہوں نے آدمی قتل کیا اور مال نہیں لیا تو امام ان کو حد کے طور پر قتل کرے، پس اگر اولیاء ان کو معاف کر دے تب بھی امام ان کی معافی کو نہ مانے۔

**تشریح** ڈاکوؤں نے مال تو نہیں لیا لیکن کسی کی جان مار دی تو قصاص کے طور پر امام ان کو قتل کریں گے اور مقتول کے ولی ڈاکہ زنوں کو معاف کر دے تب بھی امام معاف نہ کرے بلکہ قتل ہی کر دے۔

**وجہ** جان کے بدلے جان کے لئے آیت گزر چکی ہے۔ **وکتبنا علیهم فیها ان النفس بالنفس والعین بالعین** (ب) (آیت ۴۵

حاشیہ : (الف) حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ کے پاس قبیلہ عکل کی ایک جماعت آئی۔ انہوں نے اسلام لایا پھر ان کا پیٹ پھول گیا تو ان کو (باقی اگلے صفحہ پر) حاشیہ : پچھلے صفحہ سے آگے) حکم دیا کہ صدقہ کے اونٹ کے پاس جائیں اور اس کا دودھ اور پیشاب پئیں۔ انہوں نے ایسا ہی کیا، وہ تندرست ہو گئے پھر مرتد ہو گئے۔ اور اونٹ کے چرواہوں کو قتل کیا اور اونٹ ہنکا لے گئے۔ حضورؐ نے ان کے پیچھے لوگوں کو بھیجا، ہو پکڑ کر لائے گئے۔ پس ان کا ہاتھ اور ان کا پاؤں کاٹا اور ان کی آنکھوں میں سلائی پھیر دی اور ان کے ہاتھوں کو داغا نہیں یہاں تک کہ وہ مر گئے (ب) ہم نے یہودیوں پر تورات میں فرض کیا کہ جان جان کے بدلے اور آنکھ آنکھ کے بدلے۔

**عفا الاولیاء عنهم لم یُلتفت الی عفوهم[۲۵۶۴] (۴۲)وان قتلوا واخذوا مالا فالامام بالخیار ان شاء قطع ایدیهم وارجلهم من خلاف وقتلهم وصلبهم ان شاء قتلهم وان شاء**

سورۃ المائدۃ ۵)اس آیت سے پتا چلا کہ قتل کیا ہے تو اس کے بدلے قتل کیا جائے گا۔آیت محاربہ میں بھی او یقتلوا (آیت ۳۳،سورۃ المائدۃ ۵)تھا۔یعنی ڈاکہ زنوں کو قتل کر دیا جائے۔اور ولی کے معاف کرنے سے بھی قصاص ساقط نہیں ہوگا کیونکہ ان کی شرارت بہت زیادہ ہے(۳) اثر میں ہے۔عن الزهری قال عقوبة المحارب الی السلطان لایجوز عفو ولی الدم ،ذلک الی الامام (الف)(مصنف عبدالرزاق باب المحاربۃ ج عاشر ص ۱۱۱ نمبر ۱۸۵۵۳)اس اثر سے معلوم ہوا کہ اس کا معاملہ حاکم کے ذمے ہے ولی کو معاف کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

**لغت** یلتفت : توجہ دینا۔

[۲۵۶۴](۴۲)اور اگر قتل کیا اور مال بھی لیا تو امام کو اختیار ہے چاہے تو ہاتھ اور پاؤں خلاف سے کاٹے اور ان کو قتل کرے اور سولی دے اور چاہے تو صرف قتل کرے اور چاہے تو سولی دے۔

**تشریح** مال بھی لیا اور قتل بھی کیا ہے اس لئے دو جرم ہوئے اس لئے دونوں کی سزا دے سکتا ہے۔یعنی مال کے بدلے ہاتھ پاؤں کاٹنا اور قتل کے بدلے بعد میں قتل کرنا۔اور مناسب سمجھے تو ہاتھ پاؤں نہ کاٹے بلکہ بڑی سزا قتل کرنا ہے وہ کرے اور چاہے تو اس سے بھی بڑی سزا سولی دے جس میں پیٹ پھاڑ کر مارنے کے علاوہ تین دن تک تختے پر لٹکانا بھی ہے۔

**وجہ** اوپر کی حدیث میں اہل عرینہ کا ہاتھ پاؤں بھی کاٹا تھا اور سلائی پھیر کر قتل کے بدلے مارا بھی تھا۔حدیث کا ٹکڑا یہ ہے۔عن انس ... فاتی بهم فقطع ایدیهم وارجلهم وسمل ثم لم یحسمهم حتی ماتو (ب)(بخاری شریف،باب کتاب المحاربین من اہل الکفر والردۃ ص ۱۰۰۵ نمبر ۶۸۰۲)اس حدیث میں ہاتھ پاؤں بھی کاٹا اور سلائی پھیر کر مارا بھی۔اور امام کے لئے اختیار ہے کہ چھوٹی سزا چھوڑ کر ایک ہی مرتبہ بڑی سزا دیدے یعنی قتل کر دے یا سولی دیدے۔

**وجہ** اس کی دلیل اس اثر میں ہے۔قال عطاء ای ذلک شاء الامام حکم فیهم ان شاء قتلهم او صلبهم او قطع ایدیهم وارجلهم من خلاف ان شاء الامام فعل واحدة منهن وترک مابقی (ج)(مصنف عبدالرزاق باب المحاربۃ ج عاشر ص ۱۱۰ نمبر ۱۸۵۴۹)اس اثر سے معلوم ہوا کہ الگ الگ سزا دے اور اس کا بھی اختیار ہے کہ بڑی سزا دے اور چھوٹی سزا چھوڑ دے(۲) آیت میں بھی امام کے اختیار پر سزا کو چھوڑا ہے اسی لئے چاروں سزاؤں کو حرف اَوْ کے ساتھ بیان کیا ہے۔

حاشیہ : (الف)حضرت زہریؒ نے فرمایا محارب کی سزا بادشاہ کے ذمے ہے مقتول کے ولی کو معاف کرنا جائز نہیں ہے یہ امام کے اختیار میں ہے(ب)حضرت انس فرماتے ہیں قبیلہ عکل کے لوگ لائے گئے پس ان کے ہاتھوں اور پیروں کو کاٹ دیا اور ان کی آنکھوں میں سلائی پھیر دی پھر ان کو نہیں داغا یہاں تک کہ مر گئے(ج) حضرت عطاء نے فرمایا امام جو چاہے محارب کے بارے میں فیصلہ کرے اگر چاہے تو ان کو قتل کرے یا ان کو سولی دے یا ان کے ہاتھوں اور پیروں کے خلاف کی جانب سے کاٹ دے اور چاہے تو امام ان میں سے ایک کرے اور باقی سزا چھوڑ دے۔

**صلبھم [۲۵۶۵] (۴۳)ویُصلب حیًّا ویُبعج بطنه برمح الی ان یموت[۲۵۶۶] (۴۴)ولا یصلب اکثر من ثلثة ایام[۲۵۶۷] (۴۵)فان کان فیھم صبی او مجنون او ذورحم محرم**

---

[۲۵۶۵](۴۳)اور سولی دی جائے زندہ میں اور پھاڑا جائے پیٹ کو نیزے سے یہاں تک کہ مرجائے۔

**تشریح** سولی دینے کا طریقہ بتا رہے ہیں کہ زندہ آدمی کو تختہ پر لٹکا دیا جائے پھر نیزے سے پیٹ پھاڑ دیا جائے یہاں تک کہ مرجائے، سولی دینے کا یہی طریقہ ہے۔

**لغت** بعج : نیزے سے پیٹ پھاڑنا، رمح : نیزہ۔

[۲۵۶۶](۴۴)اور سولی پر نہ رکھا جائے تین دن سے زیادہ۔

**تشریح** سولی پر لٹکانے اور پیٹ پھاڑنے کے بعد تین دن سے زیادہ لٹکا ہوا نہ رکھا جائے۔

**وجہ** تین دن میں لوگوں کو عبرت ہو جائے گی اور زیادہ رکھنے میں لاش سڑے گی اور بدبو ہو گی اس لئے تین دن سے زیادہ نہ رکھا جائے۔

**فائدہ** امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ لاش سے گوشت ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں اس وقت تک مجرم کو تختے پر لٹکائے رکھیں تاکہ لوگوں کو زیادہ عبرت ہو۔

[۲۵۶۷](۴۵)پس اگر ڈاکہ زنوں میں سے کوئی بچہ ہو یا مجنون ہو یا جس پر ڈاکہ ڈالا اس کا ذی رحم محرم ہو تو باقی سے بھی حد ساقط ہو جائے گی اور قتل کا اختیار ولیوں کو ہوگا چاہے قتل کریں چاہے معاف کریں۔

**تشریح** جس جماعت نے ڈاکہ ڈالا اس میں سے کچھ بچہ تھا یا پاگل تھا۔ اب ظاہر ہے کہ بچہ اور پاگل پر حد جاری نہیں ہوگی کیونکہ وہ مرفوع القلم ہیں تو اس کی وجہ سے باقی ڈاکوؤں سے بھی حد ساقط ہو جائے گی۔ اسی طرح ڈاکہ ڈالنے والے اس آدمی کا قریبی رشتہ دار تھے جس پر ڈاکہ ڈالا گیا تو باقی ڈاکوؤں سے بھی حد ساقط ہو جائے گی۔ البتہ قتل کیا ہے تو قصاصاً قتل کیا جائے گا جس کا اختیار مقتول کے ورثہ کو ہوگا۔ چاہے وہ قتل کریں چاہے وہ معاف کر دیں۔

**وجہ** یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ حدود شبہ سے ساقط ہو جاتی ہے۔ اور جب بعض سے ساقط ہو گئی تو باقی لوگوں میں بھی شبہ ہو گیا اس لئے ان سے بھی حد ساقط ہو جائے گی۔ باقی رہا قتل کے بدلے قصاص لینا یا مال کے بدلے مال لینا تو اس کا معاملہ دیت میں آتا ہے۔ اور دیت کا مدار ولیوں کے اختیار پر ہے چاہے وہ لے چاہے معاف کر دے۔ اور چاہے مال پر صلح کر لے۔ آیت میں ہے۔ **والسن بالسن والجروح قصاص فمن تصدق به فهو كفارة له** (الف) (آیت ۴۵ سورۃ المائدۃ ۵) اس آیت میں ہے کہ معاف کر دے تو یہ اس کے لئے کفارہ ہوگا۔

اور رشتہ دار کی وجہ سے حد ساقط ہوتی ہے اس کی دلیل یہ اثر ہے۔ **قال الثوریؒ ویستحسن الا یقطع من سرق من ذی محرم ،خاله**

---

حاشیہ : (الف) دانت دانت کے بدلے اور زخموں کا بھی قصاص ہے۔ پس جو صدقہ کر دے تو وہ اس کے لئے کفارہ ہے۔

**من المقطوع عليه سقط الحد عن الباقين وصار القتل الى الاولياء ان شاؤا قتلوا وان شاؤا عفوا[۲۵۶۸] (۴۶)وان باشر القتل واحد منهم أُجری الحد على جماعتهم.**

او عمه او ذات محرم (الف)(مصنف عبدالرزاق، باب من سرق مالا يقطع فيه ج عاشر ص۲۲۱ نمبر ۱۸۹۰۷)اس اثر سے معلوم ہوا کہ ذی رحم محرم سے حد ساقط ہو جائے گی۔

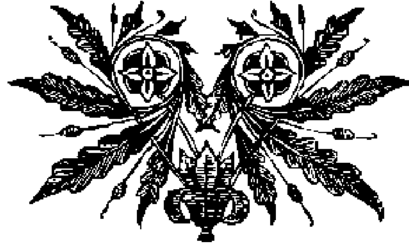
**فائدہ** امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ اگر قتل اور مال لوٹنا بچے اور پاگل نے ہی کیا ہے تب تو ان پر حد نہیں اس لئے باقی پر بھی حد نہیں ہوگی۔ کیونکہ قتل کرنے اور مال لوٹنے میں اصل وہی ہیں۔لیکن اگر عقلمند اور بالغ نے قتل کیا ہے اور مال لوٹا ہے تو بچے اور مجنون پر حد نہیں ہوگی لیکن عقلمند اور بالغ پر حد ہوگی۔

**وجہ** کیونکہ انہوں نے محاربت کی ہے اور ڈاکہ زنی کی ہے۔اور وہ اس جرم میں اصلی بھی ہے۔

[۲۵۶۸](۴۶)اگر ان میں سے ایک نے قتل کیا ہو تو حد اس کی جماعت پر جاری ہوگی۔

**تشریح** مثلا آٹھ آدمی جماعت میں ہو اور ایک نے قتل کیا باقی نے نہیں کیا تب بھی سب پر حد جاری ہوگی۔

**وجہ** ڈاکہ زنی میں ایسا ہی ہوتا ہے کہ بعض قتل کرتے ہیں اور بعض ان کی مدد کرتے ہیں اور بعض آنے والے لوگوں کی نگرانی کرتے ہیں۔اس لئے اس ایک کے قتل میں سب شریک ہیں اس لئے سب کو حد لگے گی۔



حاشیہ : (الف)حضرت ثوریؒ نے فرمایا اچھا یہ ہے کہ جس نے ذی رحم محرم کا چرایا اس کا ہاتھ نہ کاٹے مثلا ماموں اس کا چچا یا ذی رحم۔

## ﴿ کتاب الاشربة ﴾

**[۲۵۶۹](۱)الاشربة المحرمة اربعة الخمر وهی عصیر العنب اذا غلا واشتد وقذف**

---

﴿ کتاب الاشربۃ ﴾

**ضروری نوٹ** اشربۃ شراب کی جمع ہے، پینے کی چیز، یہاں مراد ہے وہ چیزیں جن کا پینا حرام ہے۔وہ چار قسم کی شرابیں ہیں جن کا پینا حرام ہے۔البتہ اصل خمر یہ ہے کہ انگور کا کچا رس جس میں جھاگ آ گیا ہو، گاڑھا ہو گیا ہو اور جھاگ جوش مار رہا ہو، یہ اصلی خمر ہے۔اس کا ایک قطرہ بھی پی لے تو حد لگ جائے گی چاہے نشہ نہ آیا ہو۔اسی کا تذکرہ آیت **انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوه لعلکم تفلحون** (الف)(آیت ۹۰ سورۃ المائدۃ ۵) میں ہے۔باقی کھجور کا کچا رس یا کشمش کا کچا رس جب جھاگ پھینکنے لگے یا انگور کو پکا لیا جائے اور وہ جھاگ پھینکنے لگے تو تینوں شرابیں بھی حرام ہیں لیکن پہلے خمر کے درجے میں نہیں ہیں۔ان تینوں کے پینے میں نشہ آئے گا تو حد لگے گی ورنہ نہیں۔

[۲۵۶۹](۱) حرام شرابیں چار ہیں (۱) خمر وہ انگور کا رس ہے جب جوش مارے اور تیز ہو کر جھاگ پھینکنے لگے۔

**تشریح** اصل خمر امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک یہ ہے کہ انگور کا کچا رس ہو اس کو چھوڑ دیا جائے یہاں تک کہ جوش مارنے لگے اور تیز ہو کر جھاگ پھینکنے لگے تو اس کو اصلی خمر کہتے ہیں باقی خمر نقلی ہیں۔

**وجہ** اثر میں ہے۔**عن سالم بن عبد الله ان رسول الله ﷺ قال ان من العنب خمرا وانها کم عن کل مسکر** ۔اور دوسری روایت میں ہے۔**عن عبد الله بن عباس قال حرمت الخمر بعینها والمسکر من شرب** (ب)(طحاوی شریف، کتاب الاشربۃ ج ثانی ص ۲۹۷) اس حدیث اور اثر سے معلوم ہوا کہ انگور کا شراب اصل ہے، باقی شراب نقلی ہیں البتہ وہ بھی حرام ہیں۔

**فائدہ** امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک وہ تمام شرابیں جو نشہ آور ہوں وہ تمام خمر ہیں اور آیت میں داخل ہیں اور حرام ہیں۔

**وجہ** ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔**قال قام عمر علی المنبر فقال اما بعد نزل تحریم الخمر وهی من خمسة العنب والتمر والعسل والحنطة والشعیر والخمر ما خامر العقل** (ج)(بخاری شریف، باب الخمر من العنب وغیرہ ص ۸۳۶ نمبر ۵۵۸۱) اور ابو داؤد شریف میں یوں ہے۔**عن النعمان بن بشیر قال قال رسول الله ﷺ ان من العنب خمرا وان من التمر خمرا وان من العسل خمرا وان من البر خمرا وان من الشعیر خمرا** (د)(ابو داؤد شریف، باب الخمر ما ھی؟ ص ۱۶۱ نمبر ۳۶۷۶) اس

---

حاشیہ : (الف) یقیناً شراب، جوا، بت اور قسمت کے تیر ناپاک ہیں شیطان کا عمل ہے اس سے بچو، شاید کہ کامیاب ہو جاؤ گے (ب) آپؐ نے فرمایا انگور کا شراب ہوتا ہے اور میں تم کو ہر نشہ آور چیزوں سے روکتا ہوں، دوسری روایت میں ہے۔عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ خاص خمر حرام کیا گیا ہے اور ہر شراب میں نشہ آور حرام کیا گیا ہے (ج) حضرت عمرؓ منبر پر کھڑے ہوئے اور فرمایا اما بعد! خمر کی حرمت نازل ہوئی ہے اور وہ پانچ چیزوں سے بنتی ہے۔انگور سے، کھجور سے، شہد سے، گیہوں سے اور جو سے، اور ہر وہ چیز جو عقل کو ڈھانک دے اس کو خمر کہتے ہیں۔(د) آپؐ نے فرمایا انگور سے خمر بنتا ہے، اور کھجور سے خمر بنتا ہے اور یقیناً شہد سے خمر بنتا ہے، اور گیہوں سے خمر بنتا ہے اور جو سے خمر بنتا ہے۔

**بالزبد [۲۵۷۰](۲) والعصیر اذا طبخ حتی ذهب اقل من ثلثیه[۲۵۷۱] (۳)ونقیع التمر [۲۵۷۲](۴)ونقیع الزبیب اذا غلا واشتد [۲۵۷۳](۵)ونبیذ التمر والزبیب اذا طبخ**

حدیث سے معلوم ہوا کہ انگور، کھجور، شہد، گیہوں، جو وغیرہ سے بھی شراب بنتا ہے(۳) دوسری حدیث میں ہے۔ سمعت ابا ھریرۃؓ یقول سمعت یقول رسول اللہ ﷺ یقول الخمر من ھاتین الشجرتین النخلۃ والعنبۃ (الف)(مسلم شریف، باب بیان ان جمیع ماینبذ مما یتخذ من النخل والعنب یسمی خمرا ص۱۶۳ نمبر ۱۹۸۵)اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ خمر صرف انگور کے شیرے سے خاص نہیں ہے بلکہ کھجور کی شیرے سے بھی بن سکتی ہے۔

**لغت** عصیر : رس، شیرہ، غلا : جوش مارنے لگے، قذف بالزبد : جھاگ پھینکنے لگے۔

[۲۵۷۰](۲)اور شیرہ انگور جب پکالیا جائے یہاں تک کہ دو تہائی سے کم جل جائے۔

**تشریح** شراب کی دوسری صورت یہ ہے کہ انگور کا رس کچا نہ رہے بلکہ اس کو اتنا پکا دے کہ دو تہائی سے کم جل جائے اور تہائی سے کچھ زیادہ باقی رہ جائے اس میں جوش مارنے لگے اور تیز ہو جائے اور نشہ آجائے تو یہ خمر کی دوسری صورت ہے۔

[۲۵۷۱](۳)اور کھجور کا نقیع۔

**تشریح** کھجور کو پانی میں ڈال کر کچھ دن چھوڑ دیا جائے جس کی وجہ سے پانی گاڑھا ہو جائے اور جوش مار کر جھاگ پھینکنے لگے اس کو نقیع تمر کہتے ہیں۔ یہ شراب کی تیسری قسم ہے۔

[۲۵۷۲](۴) کشمش کی نقیع جب جوش مارے اور تیز ہو جائے۔

**تشریح** کشمش کو پانی میں ڈال کر کچھ دن چھوڑ دے جس سے پانی گاڑھا ہو جائے اور جوش مار کر جھاگ پھینکنے لگے تو اس کو کشمش کی نقیع کہتے ہیں۔ یہ شراب کی چوتھی قسم ہے۔

**الحاصل** انگور کے کچے رس میں جھاگ آنے لگے اور جوش مارنے لگے تو یہ اصل شراب ہے(۲) اور انگور کے رس کو دو تہائی سے کم پکا کر جلائے اور پھر جوش مارنے لگے اور جھاگ آنے لگے اور نشہ آجائے، شراب کی یہ دوسری قسم ہے(۳) اور کھجور پانی میں ڈال دے اور اس کا پانی گاڑھا ہو کر جھاگ پھینکنے لگے تو شراب کی تیسری قسم ہے(۴) اور کشمش کو پانی میں ڈال دے اور وہ گاڑھا ہو جائے اور اس میں جھاگ پھینکنے لگے تو یہ شراب کی چوتھی قسم ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک شہد، جو، گیہوں اور جوار سے بھی شراب بنتی ہے۔ ان شرابوں کے پینے کے بعد اگر نشہ آگیا تو حد لگائی جائے گی۔

[۲۵۷۳](۵) کھجور اور کشمش کی نبیذ اگر دونوں میں سے ہر ایک کو پکا لیا جائے تھوڑا سا پکانا تو حلال ہیں، اگر چہ تھوڑی تیزی آگئی ہو۔ اگر اس سے اتنی پیئے کہ غالب گمان یہ ہو کہ وہ نشہ نہیں لائے گی۔ لہو ولعب اور مستی کے لئے نہیں۔

**تشریح** کھجور کی یا کشمش کی نبیذ بنائے اور اس کی صورت یہ ہے کہ کھجور اور کشمش کے پانی کو تھوڑا سا پکائے تو وہ حلال ہیں بشرطیکہ نشہ نہ آیا

---

حاشیہ : (الف) میں نے حضورؐ سے کہتے ہوئے سنا کہ خمر ان دونوں درختوں سے ہوتا ہے کھجور سے اور انگور سے۔

**كل واحد منهما ادنى طبخة حلال وان اشتد اذا شرب منه ما يغلب على ظنه انه لا يسكره من غير لهو ولا رطب[۲۵۷۴] (۲)ولا بأس بالخليطين.**

ہو۔البتہ مزے میں تھوڑی تیزی آ گئی ہوتو کوئی حرج نہیں ہے۔اور اتنا ہی پیئے جس سے غالب گمان ہو کہ اس سے نشہ نہیں آئے گا۔اور نشہ کے لئے یا مستی کے لئے نہ پیئے تب حلال ہیں۔

**وجہ** نبیذ حلال ہونے کی دلیل یہ حدیث ہے۔عن عائشةؓ قالت كان ينبذ لرسول الله ﷺ في سقاء يوكا،اعلاه وله عزلاء،ينبذ غدوة فيشربه عشاء وينبذ عشاء فيشربه غدوة (الف)(ابوداؤد شریف،باب فی صفة النبیذ ص ۱۶۵ نمبر ۳۷۱۱)(۱)

دوسری حدیث میں ہے۔عن ابی قتادة ان رسول الله ﷺ قال لا تنتبذوا الزهو والرطب جميعا ولا تنتبذوا الرطب والزبيب جميعا ولكن انتبذ واكل واحد على حدته (ب)(مسلم شریف،باب کراهة انتباذ التمر والزبیب مخلوطین ص ۱۶۳ نمبر ۱۹۸۸)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کھجور اور کشمش کو ملا کر نبیذ نہ بنائے کیونکہ اس میں جلدی نشہ پیدا ہوتا ہے۔البتہ کھجور کو الگ اور کشمش کو الگ سے نبیذ بنائے۔اس سے کھجور اور کشمش سے نبیذ بنانے کا ثبوت ہوا۔

اور نبیذ میں نشہ آجائے تو اس کا پینا حرام ہے اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔عن ابی هريرةؓ قال علمت ان رسول الله ﷺ كان يصوم فتحينت فطره بنبيذ صنعته في دباء ثم اتيته به فاذا هو ينش فقال اضرب بهذا الحائط فان هذا شراب من لا يومن بالله واليوم الآخر (ج)(ابوداؤد شریف،باب فی النبیذ اذا غلا ص ۱۶۶ نمبر ۳۷۱۶)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبیذ میں تیزی آجائے اور نشہ آجائے تو اس کا پینا حرام ہے۔

[۲۵۷۴](۲)خلیطین میں کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔

**تشریح** کھجور اور کشمش کو ملا کر نبیذ بنانے کو خلیط کہتے ہیں یعنی ملی ہوئی چیز۔اوپر کی حدیث میں دونوں کو ملا کر نبیذ بنانا منع فرمایا ہے۔لیکن اگر دونوں کو ملا کر نبیذ بنالیا اور اس میں نشہ نہیں آیا ہے تو ایسی نبیذ کا پینا جائز ہے۔اوپر تو اس لئے منع فرمایا کہ دونوں کو ملا کر نبیذ بنانے میں جلدی نشہ آتا ہے۔

**وجہ** حدیث میں ایسے خلیط کا ثبوت ہے۔عن عائشة ان رسول الله كان ينبذ له زبيب فيلقى فيه تمر او تمر فيلقى فيه زبيب (د)(ابوداؤد شریف،باب فی الخلیطین ص ۱۶۵ نمبر ۳۷۰۷)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کھجور میں کشمش اور کشمش میں کھجور ملا کر نبیذ بنائی جا

حاشیہ : (الف)حضرت عائشہؓ حضورؐ کے لئے ایک برتن میں نبیذ بنایا کرتی تھی۔اس کے اوپر کا حصہ بند کرتے اور اس مشک کا منہ بھی تھا،صبح نبیذ بناتے تو اس کو شام کو پیتے اور شام کو نبیذ بناتے تو اس کو صبح کو پیتے (ب) آپؐ نے فرمایا کچی کھجور اور پکی ہوئی کھجور کو ایک ساتھ ملا کر نبیذ نہ بناؤ۔لیکن ہر ایک کو الگ الگ کر کے نبیذ بناؤ(ج) ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ مجھے معلوم تھا کہ حضورؐ روزہ رکھتے ہیں تو میں آپؐ کے افطار کا انتظار کرنے لگا ایسی نبیذ کے ساتھ جس کو کدو میں بنایا تھا پھر اس کو لے کر آیا۔وہ اس وقت جھاگ پھینک رہی تھی۔تو آپؐ نے فرمایا اس کو دیوار پر مار دو،یہ ایسے لوگوں کی شراب ہے جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں رکھتے (د) آپؐ کے لئے کشمش کی نبیذ بناتے تو اس میں کھجور ڈال دیتے یا کھجور کی نبیذ بناتے تو اس میں کشمش ڈال دیتے۔

**[۲۵۷۵](۷)ونبیذ العسل والتین والحنطة والشعیر والذرة حلال وان لم یُطبخ [۲۵۷۶] (۸)وعصیر العنب اذا طبخ حتی ذهب منه ثلثاه حلال وان اشتد.**

سکتی ہے کیونکہ حضورؐ کے لئے ایسی نبیذ بنائی ہے۔

[۲۵۷۵](۷) شہد، انجیر، گیہوں، جو، جوار کی نبیذ حلال ہے اگر چہ پکائی نہ گئی ہو۔

**تشریح** شہد، انجیر، گیہوں، جو اور جوار کی نبیذ کو چاہے نہ پکایا ہو تب بھی حلال ہے۔

**وجہ** جب کشمش اور کھجور کی نبیذ جائز ہے تو شہد وغیرہ کی نبیذ کیوں جائز نہ ہو۔ اصل معیار ہے مسکر اور نشہ آور ہونا۔ اگر کوئی نبیذ مسکر اور نشہ آور نہ ہو صرف کڑوا پانی کو میٹھا کرنے کے لئے یہ میٹھی چیزیں ملائی گئی ہوں تو اس سے کوئی حرج نہیں (۲) شہد پینے کی حدیث مشہور ہے کہ آپؐ حضرت زینب کے پاس شہد پیا جس کے بارے میں حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ نے سازش کی تھی۔ حدیث کا ٹکڑا یہ ہے۔ **سمعت عائشة زوج النبی ﷺ ... بل شربت عسلا عند زینب بنت جحش ولن اعود له** (الف) (ابوداؤد شریف، باب فی شراب العسل، ص ۵۲۵ نمبر ۳۷۱۴) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپؐ شہد پسند فرماتے تھے۔ اور نبیذ کے سلسلے میں پہلے حدیث گزری۔ **عن ابن عباس قال کان ینبذ للنبی ﷺ الزبیب فیشربه الیوم والغد وبعد الغد الی مساء الثالثة ثم یأمر به فیسقی الخدم او یهرق** (ابوداؤد شریف، باب فی صفة النبیذ، ص ۱۶۵، نمبر ۳۷۱۳ (ب) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپؐ کے لئے نبیذ بنائی جاتی تو دو دن تک پیتے (۳) اس حدیث سے بھی نبیذ کے حلال ہونے کا پتا چلتا ہے۔ **سألت النبی ﷺ عن شراب من العسل فقال ذاک البتع قلت وینتبذ من الشعیر والذرة قال ذلک المزر ثم قال اخبر قومک ان کل مسکر حرام** (ج) (ابوداؤد شریف، باب ما جاء فی السکر ص ۱۵۸، نمبر ۳۶۸۴) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو اور گیہوں کی بھی نبیذ بنائی جاتی تھی۔ البتہ وہ نشہ آور ہو جائے تو حرام ہے اور اس سے پہلے حلال ہے۔

[۲۵۷۶](۸) اگر انگور کا شیرہ جب اتنا پکایا جائے کہ دو تہائی جل جائے تو حلال ہے اگر چہ تیز ہو جائے۔

**تشریح** انگور کے رس کو اتنا پکایا جائے کہ اس کی دو تہائی جل جائے اور ابھی نشہ نہ آیا ہو تو اس کا پینا حلال ہے چاہے تھوڑی سی تیزی آ گئی ہو بشرطیکہ نشہ نہ آیا ہو۔

**وجہ** اثر میں ہے۔ **سألت سعید بن المسیب عن الشراب الذی کان عمر بن الخطاب اجازه للناس قال هو الطلاء الذی قد طبخ حتی ذهب ثلاثاه وبقی ثلثه** (د) (مصنف ابن ابی شیبة ۱۶ فی الطلاء من قال اذا ذهب ثلثاه فاشربه ج خامس ص ۸۹ نمبر

حاشیہ : (د) حضورؐ کی بیوی حضرت عائشہؓ سے سنا... بلکہ زینب کے پاس شہد پیا اور آئندہ نہیں کروں گا (ب) حضرت ابن عباس نے فرمایا حضورؐ کے لئے کشمش کی نبیذ بناتے۔ پس اس کو آج، کل اور پرسو یعنی تیسرے دن کی شام تک پیتے۔ پھر خادموں کو پلانے کا حکم دیتے یا انڈیل دیتے (ج) میں نے شہد کی شراب کے بارے میں حضورؐ کو پوچھا تو فرمایا یہ بتع یعنی شراب ہے۔ میں نے کہا جوار سے نبیذ بناتے ہیں؟ یہ مزر ہے یعنی جو کا شراب ہے۔ پھر فرمایا اپنی قوم کو خبر دے دو کہ ہر مسکر حرام ہے (د) میں نے حضرت بن مسیّب کو اس شراب کے بارے میں پوچھا جس کی حضرت عمرؓ نے لوگوں کو اجازت دی تھی تو فرمایا وہ طلاء ہے یعنی اتنا پکایا گیا ہو (باقی اگلے صفحہ پر)

[۲۵۷۷] (۹)ولا بأس بالانتباذ فی الدباء والحنتم والمزفّت والنقیر.

۲۳۹۷۸/مصنف عبد الرزاق، باب العصیر شربه وبیعه ج تاسع ص ۲۱۷ نمبر ۱۶۹۹۰)اس اثر سے معلوم ہوا کہ دو تہائی جل چکی ہو اور ایک تہائی باقی ہو تو اس رس کا پینا حلال ہے

[۲۵۷۷](۹) کوئی حرج کی بات نہیں ہے نبیذ بنانے میں کدو کی تونبی میں، سبز ٹھلیا میں، رال کے روغن والی ٹھلیا میں اور کھدی ہوئی لکڑی میں۔

**تشریح** زمانہ جاہلیت میں ان برتوں میں شراب بناتے تھے۔ان برتوں کی خصوصیت یہ ہے کہ شراب میں جلدی نشہ آتا ہے۔اس لئے جب حرام ہوئی تو ان برتنوں میں نبیذ بنانے سے بھی روک دیا۔ بعد میں جب لوگوں کو شراب سے نفرت ہوگئی تو ان برتنوں میں نبیذ بنانے کی اجازت دی گئی۔

**وجہ** برتن اصل نہیں، اصل تو شراب ہے اس لئے برتن سے منع کرنا عادت ڈلوانے کے لئے تھا۔ بعد میں ان برتنوں کو استعمال کرنے کی اجازت دے دی گئی۔حدیث میں ہے۔ **عن ابن عباس قال نهى رسول الله ﷺ عن الدباء والحنتم والمزفت والنقير وان يخلط البلح بالزهو** (الف) (مسلم شریف، باب النهی عن الانتباذ فی المزفت والدباء والحنتم والنقیر وبیان انه منسوخ وانه الیوم حلال مالم یصر مسکرا، ج ثانی، ص ۱۶۴ نمبر ۱۹۹۵/ بخاری شریف، باب ترخیص النبی ﷺ فی الاوعیة والظروف بعد النهی ص ۸۳۷، نمبر ۵۵۹۵/ ابوداؤد شریف، باب فی الاوعیة ص ۱۶۳، نمبر ۳۶۹۳)اس حدیث میں ہے کہ مذکورہ برتن میں نبیذ بنانا حرام قرار دیا تھا۔ بعد میں اس کی اجازت دی۔ اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ **عن جابر قال نهى رسول الله ﷺ عن الظروف فقالت الانصار انه لا بدلنا منها قال فلا اذا** (ب) (بخاری شریف، باب ترخیص النبی ﷺ فی الاوعیة والظروف بعد النهی ص ۸۳۷ نمبر ۵۵۹۲/ مسلم شریف، باب النهی عن الانتباذ فی المزفت الخ ص ۱۶۴ نمبر ۲۰۰۰/ ابوداؤد شریف، باب فی الاوعیة ص ۱۶۳، نمبر ۳۶۹۹)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کدو کی بنی ہوئی تمبی وغیرہ میں نبیذ بنانا اب حلال ہے۔

**اصول** یہ سارے مسائل اس اصول پر ہیں کہ مسکر اور نشہ آور ہو تو اس کا پینا جائز نہیں۔اور مسکر اور نشہ آور نہ ہو تو اس کا پینا حلال ہے۔اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ **عن ابی بریدة ان رسول الله ﷺ قال نهيتكم عن الظروف وان الظروف او ظرفا لا يحل شيئا ولا يحرمه وكل مسكر حرام** (ج) (مسلم شریف، باب النهی عن الانتباذ الخ ص ۱۶۴ نمبر ۱۹۹۹)

**لغت** الدباء : کدو، پچھلے زمانے میں کدو کے اندر کھود کر برتن بناتے تھے جس میں شراب بناتے تھے۔جس کو کدو کی تونبی کہتے ہیں، الحنتم

---

حاشیہ : (پچھلے صفحہ سے آگے) کہ دو تہائی جل گیا ہو اور ایک تہائی باقی رہا ہو(الف) حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے روکا کدو کے برتن، سبز اور لال قسم کے مٹکے اور تارکول ملے ہوئے برتن اور کھودے ہوئے لکڑی کے برتن استعمال کرنے سے اور کچی کھجور کو ادھ پکے کھجور کے ساتھ ملانے سے(ب) حضورؐ نے روکا برتنوں سے تو انصار نے کہا یہ تو ہمارے لئے ضروری ہیں۔آپؐ نے فرمایا پھر تو کوئی بات نہیں ہے(ج) آپؐ نے فرمایا میں تم لوگوں کو برتنوں سے روکا کرتا تھا لیکن برتن نہ کسی چیز کو حلال کرتا ہے اور نہ اس کو حرام کرتا ہے۔پس قاعدہ یہ ہے کہ ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔

**[۲۵۷۸] (۱۰) واذا تخلّلت الخمر حلت سواء صارت بنفسها خلا او بشیء طرح فیها [۲۵۷۹] (۱۱) ولا یکره تخلیلها.**

---

: سبز اور لال قسم کا مٹکا ہوتا تھا جس میں شراب بناتے تھے، المزفت : یہ زفت سے مشتق ہے تارکول جیسی ایک چیز جو مٹکوں پر ملتے ہیں، مزفت وہ برتن یا مٹکا جس پر تارکول ملا ہوا ہو۔ اس میں بھی شراب بناتے تھے، النقیر : نقر سے مشتق ہے کھودنا، اہل عرب لکڑی کو درمیان سے کھود کر برتن بناتے تھے جس کو نقیر کہتے ہیں۔

[۲۵۷۸] (۱۰) اگر شراب سرکہ بن جائے تو حلال ہے چاہے خود بخود سرکہ بن جائے یا اس میں کوئی چیز ڈالنے سے بنے۔

**وجہ** **سألت عائشة عن خل الخمر قالت لا بأس به هو ادام** (الف) (مصنف ابن ابی شیبة ۲۳ فی الخمر تخلل ج خامس ص ۹۸ نمبر ۲۴۰۸۳ رمصنف عبد الرزاق، باب الخمر تجعل خلا ج تاسع ص ۲۵۳ نمبر ۱۷۱۱۳) اس اثر سے معلوم ہوا کہ شراب کو سرکہ بنا دیا جائے تو اس کا کھانا حلال ہے۔

**فائدہ** امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ شراب کا سرکہ استعمال کرنا یا شراب کو سرکہ بنانا مکروہ ہے۔

**وجہ** حدیث میں سرکہ بنانے سے منع فرمایا ہے۔ **عن انس ان النبی ﷺ سئل عن الخمر تتخذ خلا؟ فقال لا** (ب) (مسلم شریف، باب تحریم تخلیل الخمر ص ۱۶۳ نمبر ۱۹۸۳ رابو داؤد، باب ما جاء فی الخمر تخلل ص ۱۶۱ نمبر ۳۶۷۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شراب کو سرکہ بنانا جائز نہیں ہے۔

[۲۵۷۹] (۱۱) شراب کو سرکہ بنانا مکروہ نہیں ہے۔

**وجہ** اثر میں ہے۔ **قال شهدت عمر بن عبد العزیز کتب الی عامله بواسط ان لا تحملوا الخمر من قریة الی قریة وما ادرکت فاجعله خلا** (ج) (مصنف ابن ابی شیبة ۲۴ فی الخمر تحول خلا ج خامس ص ۹۹ نمبر ۲۴۰۹۰ رمصنف عبد الرزاق، باب الخمر تجعل خلا ج تاسع ص ۲۵۲ نمبر ۱۷۱۰۹) اس اثر سے معلوم ہوا کہ شراب کو سرکہ بنانا مکروہ نہیں ہے کیونکہ حضرت عمر بن عبد العزیز نے ایسا کرنے کا حکم دیا تھا۔ **فائدہ** : امام شافعیؒ کے نزدیک شراب کو سرکہ بنانا مکروہ ہے۔

**وجہ** اوپر کی حدیث میں حضورؐ سے پوچھا کیا شراب کو سرکہ بنالیں؟ تو آپؐ نے فرمایا نہیں ایسا نہ کرو جس سے معلوم ہوا کہ شراب کو سرکہ بنانا مکروہ ہے۔



---

حاشیہ : (الف) میں نے حضرت عائشہؓ سے شراب کے سرکہ کے بارے میں پوچھا۔ فرمایا کوئی بات نہیں ہے وہ ادام ہے یعنی سالن ہے (ب) آپؐ سے پوچھا گیا شراب سرکہ بنالے تو کیا ہوگا؟ فرمایا نہ کرو (ج) حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے اپنے عامل کو مقام واسط میں لکھا کہ شراب ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں میں منتقل نہ کرو۔ کہیں شراب ملے تو اس کو سرکہ بنالو۔